قائدِ اعظم: تقاریر و بیانات

جلد دوم

۱۹۳۴ء تا ۲۸ دسمبر ۱۹۳۶ء

ترجمہ

اقبال احمد صدیقی

بزمِ اقبال
۲۔ کلب روڈ، لاہور

قائدِ اعظم: تقاریر و بیانات

۱۹۳۴ء تا ۲۸ دسمبر ۱۹۴۱ء

جلد دوم

ترجمہ

اِقبال احمد صدّیقی

بزمِ اقبال

۲۔ کلب روڈ، لاہور

ناشر	:	پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار ناظم بزم اقبال۔ ۲ کلب روڈ' لاہور
کمپوزنگ	:	پرل کمپوزنگ پینوراما سنٹر لاہور
طابع	:	ایس ایم اظہر رضوی
مطبع	:	اظہر سنز پرنٹرز ۱۰۸ لٹن روڈ لاہور
اشاعت اول	:	نومبر ۱۹۹۷ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
صفحات جلد دوم	:	۵۴۴

ISBN NO: 8042-05-9
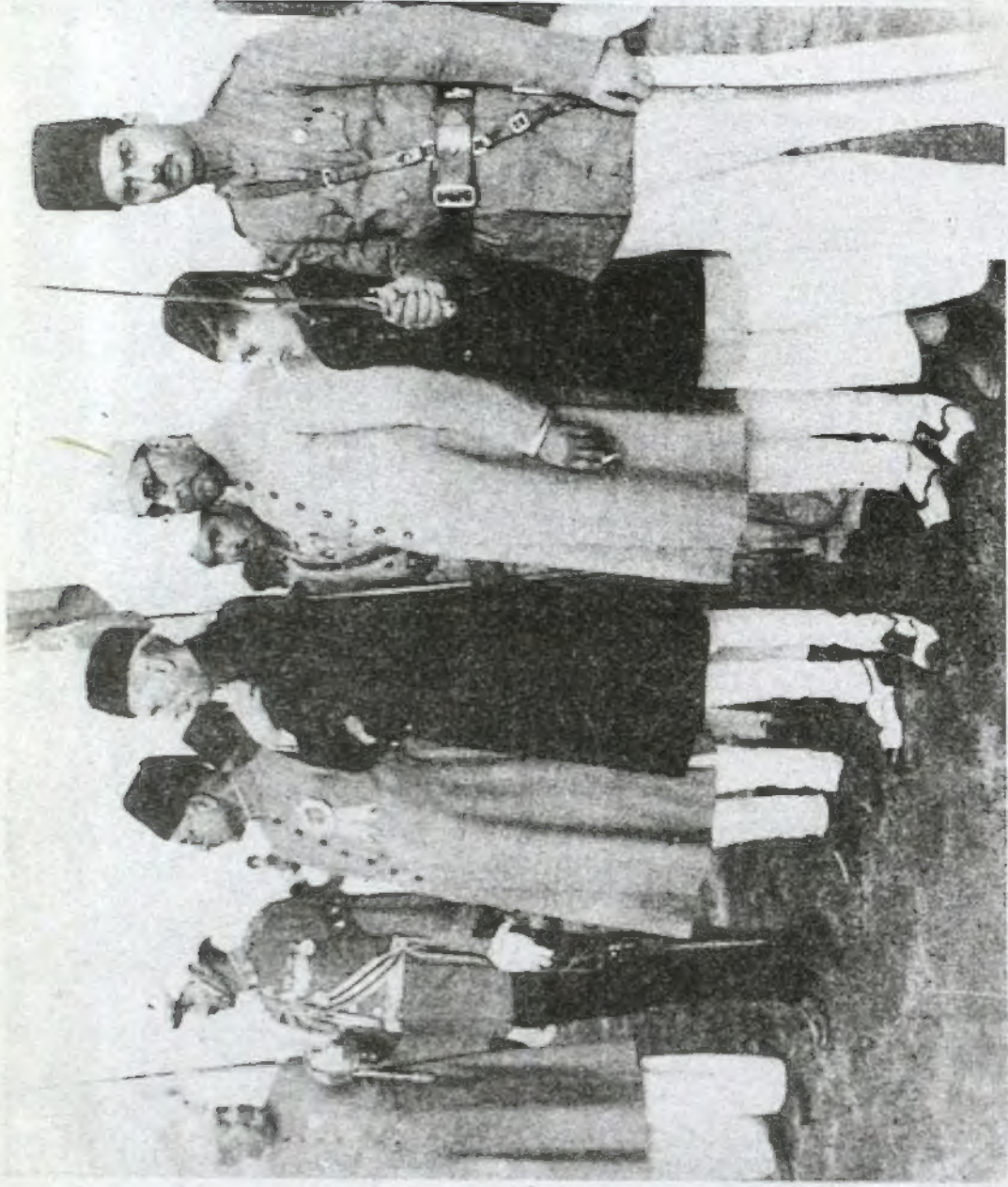
قائداعظم محمد علی جناح ۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لاہور میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد ۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء (قرارداد ۲۳ مارچ کو پیش کی گئی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہار احوال واقعی

"قائد اعظم : تقاریر و بیانات" کی دوسری جلد [۱۹۳۴ء تا ۲۸' دسمبر ۱۹۴۱ء] قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلی جلد ۱۷' مارچ ۱۹۱۱ء تا ۲۶' نومبر ۱۹۳۱ء کی کس قدر پذیرائی ہوئی اس بارے میں کچھ عرض کرنے سے قاصر ہوں کہ یہ پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار ناظم بزم اقبال' ۲ کلب روڈ لاہور کا شعبہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں مَیں اتنا کہتا چلوں کہ وہ قائداعظم محمد علی جناح اور تصوّر پاکستان کے خالق حکیم الامت ڈاکٹر علاّمہ اقبال علیہ الرحمتہ کے مداحین میں ایک منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔

جیسا کہ جلد اوّل کے اظہار احوال واقعی سے ظاہر ہے قائداعظم کی دستیاب تقریروں اور بیانات کے عزم ترجمہ کا واحد مقصد تحریک پاکستان کو بتدریج اُجاگر کرنا اور اسے اردو داں طبقے کے استفادے کے لئے پیش کرنا تھا۔ جلد اول کے مشمولات اور مندرجات کے بارے میں مَیں نے جان بوجھ کر کسی رائے کے اظہار سے احتراز کیا تھا اور یہ نتیجہ اخذ کرنا قارئین کرام پر چھوڑ دیا تھا کہ یہ ۱۹۱۱ء ہو یا ۱۹۱۲ء' مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کے پہلو میں ایک صحیح العقیدہ مسلمان کا دل دھڑکتا تھا۔ جلد اول کا آغاز ۱۷' مارچ ۱۹۱۱ء کو امپریل لیجسلیٹو کونسل میں ان کی تقریر سے ہوا جب انہوں نے مسودہ قانون برائے توثیق قانون اوقاف ایک نجی مسودہ قانون کی حیثیت سے پیش کیا جس کا مقصد وقف کی شکل میں اپنے کنبوں اور وارثوں کے حق میں اپنی املاک کے تصفیے کے تعلق میں مسلمانوں کے حقوق کی صراحت کرنا تھا۔ اس ضمن میں اس امر کا اظہار بے محل نہ ہو گا کہ ۱۹۱۰ء کا سال ہندی مسلمانوں کے لئے بے حد و حساب ہیجان اور اضطراب کا سال تھا کہ اس برس اور اس سے قبل پریوی کونسل کی عدالتی کمیٹی نے پے در پے مسلم اوقاف کے خلاف اور ہندو مہاجنوں کے حق میں فیصلے دیئے۔ ہند کے طول و عرض میں جلسے اور کانفرنسیں منعقد ہو رہی تھیں جن میں پریوی کونسل کے فیصلوں کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا جا رہا تھا چنانچہ حضرت علامہ شبلی نعمانی کی قیادت میں مسلمانوں کے ایک وفد نے ایک عرضداشت کے ساتھ اس وقت کے وائسرائے اور گورنر جنرل ہند سے ملاقات کی۔ وائسرائے نے وفد کی معروضات کو ہمدردی کے

ساتھ سنا اور کہا کہ میں پریوی کونسل کی عدالتی کمیٹی کے کسی فیصلے کو کالعدم قرار نہیں دے سکتا اور ساتھ ہی یہ نوید سنائی کہ امپیریل لیجس لیٹو کونسل کے ایک رکن بمبئی کے ایک بیرسٹر مسٹر ایم۔ اے۔ جناح اس ضمن میں ایک مسودہ قانون پیش کرنے کی تیاری کر رہے ہیں' آپ لوگ ان سے مل لیں تاکہ وہ آپ کے نقطۂ نظر کو بھی اس مسودہ قانون میں سمو سکیں۔ علامہ شبلی نعمانی نے عرضداشت کی ایک نقل فوراً ہی مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کی خدمت میں ارسال کر دی اور مسٹر جناح نے اس عرضداشت کو بھی اپنی تقریر کی اساس بنایا۔

دوسری مثال جو میں دینی چاہوں گا اس کا تعلق بھی مسٹر جناح کی امپیریل لیجس لیٹو کونسل کی تقریر سے ہے۔ ۱۹' مارچ ۱۹۱۲ء کو مسٹر جی کے گوکھلے نے امپیریل لیجس لیٹو کونسل میں تجویز پیش کی کہ ابتدائی تعلیم کی توسیع کے بہتر اہتمام کے بارے میں ان کے مسودہ قانون کو مجلس منتخبہ کے سپرد کر دیا جائے۔ مسٹر جناح جی۔ کے۔ گوکھلے کے زبردست مداح تھے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں مسٹر گوکھلے کی پُر زور حمایت کی اور تقریر کے اختتام پر جو بات کہی اور جس کی جانب میں قارئین کرام کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ حسب ذیل ہے:

"اگر اس مسودہ قانون کو مجلس منتخبہ کے حوالے کیا گیا جیسی کہ میری خواہش ہے' اگر مجلس منتخبہ نے اس مسودہ قانون میں چند ایسی ضروریات کا اہتمام نہ کیا جو میرے نزدیک مسلمانوں کا تحفظ کر سکیں اور اگر یہ مسودہ قانون ان مقتضیات کے بغیر اس کونسل کے سامنے آگیا جو میرے خیال میں مسلمانوں کے مفاد میں ضروری ہوں گے تو میں پہلا شخص ہوں گا جو اس مسودہ قانون کی اس وقت تک مخالفت کرتا رہے گا جب تک کہ ان تقاضوں کو اس مسودہ قانون میں سمو نہیں دیا جاتا۔"

(قائداعظم: تقاریر و بیانات جلد اول صفحہ ۴۱)

بلاشبہ قائداعظم ایک زمانے میں ہندو۔ مسلم اتحاد کے زبردست علمبردار تھے ایسے کہ ۱۹۱۶ء میں مسز سروجنی نائیڈو نے انہیں سفیر ہندو۔ مسلم اتحاد کے خطاب سے مخاطب کیا اور ہندو۔۔۔۔ مسلم اتحاد کے ضمن میں ان کی مساعی کو خراج تحسین پیش کیا۔ لیکن متعصب ہندو رہنماؤں کے تعصب اور ان کی ریشہ دوانیوں کے باعث' ہندو مسلم اتحاد کی بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ یہ اور اس کے بعد کا زمانہ تھا جب وہ متحدہ ہند کے حامی بھی تھے اور خود ان کے بقول ایک زمانہ میں تو وہ پرائمری اسکول کے طالب علم بھی تھے۔

"قائداعظم: تقاریر و بیانات" جلد دوم کا آغاز ۱۹۳۴ء کے اس دن سے ہوتا ہے جب انہوں نے خود اختیاری جلاوطنی کو خیرباد کہنے کے بعد بمبئی کی بندرگاہ پر قدم رنجہ فرمایا۔ فی الحقیقت اس دن سے ہی مسلم ہند کی نشاۃ الثانیہ کی ابتداء ہوتی ہے۔ یہ ایک تاریخی بلکہ تاریخ ساز دن تھا۔ یہ

وہ زمانہ تھا جب آل انڈیا مسلم لیگ کا مسلک اور نصب العین ہند کی کامل آزادی اور مستقبل کے آئین میں مسلمانوں کے لئے ایسے تحفظات کا حصول تھا جن سے ان کے حقوق' تہذیب و تمدن' رسم و رواج' روایات اور ان کے دینی تشخص کی بدرجہ اتم حفاظت ہو جائے اور یہ اس انداز اور خوش اسلوبی سے ہو کہ مسلمانوں کو اس کا پورا شعور اور ادراک حاصل ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ متحدہ ہند میں ہی ہونا تھا اور ہو سکتا تھا۔

ہند کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے ہلالی پرچم تلے جمع کرنا' یہ وہ کام تھا جسے اس وقت اوّلین ترجیح حاصل تھی۔ ابنائے وطن اور ان کے رہنماؤں کی کوتاہ نظری کے باعث مسلمانوں کو ان کے مطلوبہ آئینی تحفظات تو حاصل نہ ہو سکے لیکن وہ اتحاد' اتفاق اور یک جہتی کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ چند برسوں کی انتھک محنت سے جن میں قائداعظم نے نہ دن دیکھا نہ رات اور شب و روز کی اس محنت کا نتیجہ بھی دیدنی تھا' اس ہمہ جہتی اتحاد کا رُوح پرور منظر چشم فلک نے اس سے پہلے کاہے کو دیکھا تھا کہ نہ کوئی پنجابی رہا نہ پٹھان رہا نہ سندھی نہ بلوچ اور نہ شیعہ نہ سنی۔ مسلمان آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر متحد ہو گئے' منظم ہو گئے تو ان کی تنظیم نے تحفظات کے لئے دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی بجائے اپنے حقوق کی خود حفاظت کرنے کا عزم اپنانے کا فیصلہ کر لیا۔ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قرار داد تقسیم ہند منظور کی گئی ہندوؤں نے اسے قرار داد پاکستان کا نام دیا جسے قائداعظم اور مسلمانوں نے خندہ پیشانی قبول کر لیا۔ مسلک' نصب العین اور منزل مقصود کی نشاندہی اور اس کا تعیّن تنظیم کرتی ہے اور تنظیم کے ارباب حل و عقد منزل مقصود تک پہنچنے کی راہ بھاتے ہیں۔

''قائداعظم : تقاریر و بیانات'' کی جلد دوم منتشر مسلمانوں کے ہجوم کو قوم رسول ہاشمیؐ بنا دینے کی مساعی جمیلہ کی نشاندہی کرتی ہے اور اسے نصب العین عطا کرنے کی روئداد ہے۔ آج ہم جن گوناگوں مسائل سے دو چار ہیں ان کا بنیادی سبب مذہبی اور صوبائی عصبیت کے سوا کچھ نہیں اور اس درد کا درماں وہی اتحاد' اتفاق اور یک جہتی ہے جس کا منظر ہم دیکھ چکے ہیں اور جس کے ثمر سے ہم آج بہرہ مند ہیں۔ قائداعظم تو اب ہمارے درمیان موجود نہیں' عین ممکن ہے کہ ان کی تقریریں اور بیانات ایک بار پھر تاریخ کو دُہرا دیں۔

اقبال احمد صدیقی ۷-۲۲۷- ای سیٹیلایٹ ٹاؤن' راولپنڈی

(۲۶' فروری ۱۹۹۶ء)

عرض ناشر

"قائد اعظم : تقاریر و بیانات" کی اردو میں دوسری جلد از ۱۹۳۴ء تا ۱۹۴۱ء پیش خدمت ہے۔ اس کی تاریخی اہمیت کے بارے میں جناب اقبال احمد صدیقی نے اظہار احوال واقعی میں کچھ روشنی ڈالی ہے۔ یہ اس سلسلے کی بنیادی تالیف ہے۔

مجھے یہاں اس تالیف کے بارے میں صرف چند وضاحتیں کرنی ہیں۔ اس سلسلے کی پہلی جلد ڈاکٹر محمد رفیق افضل کی مرتبہ تالیف کا ترجمہ تھا جسے اقبال احمد صدیقی صاحب نے سرانجام دیا تھا۔ میں نے جب بزم اقبال کا انتظام سنبھالا تو اس کا مسودہ کمپوز ہو کر پیسٹ شدہ حالت میں طباعت کا منتظر تھا۔ میں نے صرف یہ کیا کہ اسے طباعت کے مرحلے سے گزار کر جنوری ۱۹۹۵ء میں قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا۔ صدیقی صاحب پہلی جلد کے بعد پروفیسر جمیل الدین احمد کی مرتبہ دو جلدوں کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر چکے تھے اور یہ مسودہ بھی کمپوز ہو کر پروف ریڈنگ کے مرحلے میں تھا۔ میں نے اس کا جائزہ لیا تو محسوس ہوا کہ یہ مواد بالکل ناکافی ہے جو عظیم جدوجہد کے اس دور کی مکمل تصویر کشی نہیں کرتا۔ اتفاق سے بزم اقبال کے اہتمام میں جناب خورشید احمد یوسفی کی مرتبہ Speeches and Statements of Quaid-i-Azam ۱۹۳۴ء تا ۱۹۴۸ء تقریباً تین ہزار صفحات پر مشتمل چار جلدیں تیار ہو رہیں تھیں اور کچھ پیسٹ ہو چکی تھیں۔ میں ان کے رف پروفوں کا جائزہ لے سکا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اس میں سے بہت سی اہم تقاریر اور بیانات شامل کرنے سے ہی جدوجہد کی یہ تصویر اردو میں مکمل ہو سکتی ہے۔ میں نے صدیقی صاحب سے درخواست کی' وہ ترجمہ کرنے کے لئے فوراً آمادہ ہو گئے۔ انہیں خاصی مشقت سے گزرنا پڑا' مگر وہ اس Labour of Love کے مرحلے سے احساس ذمے داری اور مسرت کے ساتھ گزرے۔ مجھے نئے اور پرانے مواد کو ترتیب دینے اور پرل کمپوزنگ مرکز کو نئے مواد کو کمپوز شدہ مواد میں تاریخی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے کھپانے میں خاصی دقتوں سے گزرنا پڑا۔ مگر اس محنت و مشقت کا حاصل یہ مجموعہ ہے جو اس عظیم تاریخی داستان کو اپنے مرکزی کردار (قائداعظم) کے حوالے سے اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

ترجمہ شدہ مسودے پر نظرثانی اور پروف دیکھنے میں میرے ساتھ ڈاکٹر اورنگ زیب عالمگیر نے خاصی محنت کی ہے۔ میں پرل کمپوزنگ کے کارکنوں کے علاوہ ان کا بھی ممنون ہوں۔ کاغذ اور طباعت کے لحاظ سے بھی اس جلد اور آئندہ جلدوں کو بہتر بنانے کی سعی کی جا رہی ہے۔

۲۶ اپریل ۱۹۹۶ء
غلام حسین ذوالفقار

مندرجات

۱۹۳۴ء

۱۹۳۵ء

۱۹۳۶ء

۱۹۳۷ء

۱۹۳۸ء

۱۹۳۹ء

۱۹۴۰ء

۱۹۴۱ء

۱۹۳۴ء

۱۔ مجوزہ وفاق خالصتاً ایک فریب ہے

دو سالہ غیر حاضری کے بعد لندن سے بمبئی واپسی پر اخبار نویسوں سے ملاقات

بمبئی ۴' جنوری ۱۹۳۴ء

اس مسلمان سیاستدان نے جس کے لئے ہند کے مستقبل کی تشکیل میں ایک نمایاں کردار ادا کرنا مقدر ہو چکا تھا آج سہ پہر اس ملک سے دو سال سے زیادہ عرصے سے کی غیر حاضری کے بعد بمبئی میں قدم رنجہ فرمایا۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح ہمیشہ کی طرح شائستہ نظر آ رہے تھے۔ وہ پی اینڈ او کے دخانی جہاز "مالوجہ" میں اپنے کیبن سے باہر تشریف لائے تو منتظر اخبار نویسوں سے خوش خلقی کے ساتھ سلام و دعا کے بعد اس امر پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا کہ آخرکار وہ پرانے اور خوبصورت بمبئی اور ہند واپس پہنچ گئے۔

"آپ کو تیسری گول میز کانفرنس سے باہر کیوں رکھا گیا؟" یہ تھا پہلا سوال جو ان کی طرف داغا گیا۔ "مجوزہ وفاق خالصتاً ایک فریب ہے" مسٹر جناح نے ترت جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی ان کا مخصوص اشارہ آیا۔ "میں نے تحفظات اور مستثنیات کے ساتھ مجوزہ کل ہند وفاق کی تجویز کی مخالفت کی تھی چونکہ یہ حقیقی وفاق نہیں تھا۔ میں پہلی گول میز کانفرنس میں اس کے خلاف پورے جوش و خروش سے لڑا' چنانچہ ارباب حل و عقد نے یہ سوچا کہ اس مخالف عنصر کو بلانا نامناسب ہو گا۔" موضوع سے متعلق ذرا گرمی پیدا ہوئی تو مسٹر جناح آگے بڑھے "میں نے بنیادی طور پر مجوزہ تحفظات اور مستثنیات سے بھی اختلاف کیا۔"

"کیا یہ درست ہے کہ قدامت پسندوں کی طرف سے قرطاس ابیض کی تجاویز کی مخالفت بڑھ رہی ہے؟"

"آپ یہ فرض کرتے ہیں کہ قرطاس ابیض ایک رحمت ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں میں کوئی فرق نہیں جو قرطاس ابیض یا اس کا ماحصل ہم پر نافذ کرنا چاہتے ہیں اور ان لوگوں میں جنہیں ہم ہند میں ٹوڈی [رجعت پسند] کہتے ہیں۔ ذاتی طور پر میں سوچتا ہوں کہ ہند میں اس

وقت تک کوئی امید نہیں جب تک کہ ہم ملک میں اتحاد برپا نہ کر دیں۔ انگلستان کی طرف مدد کے لئے دیکھنا اس وقت بے سود ہے جس وقت تک ہم مایوس کن حد تک منقسم ہیں۔"

ایک صحافی نے ان سے دریافت کیا "کیا وہ کوئی ایسی تجویز پیش کر سکتے ہیں جس کو اختیار کرنے سے یہ بے حد دل پسند 'اتحاد' حاصل ہو جائے؟"

مسٹر جناح نے کہا: "اس کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میں اتنا کہوں گا کہ مجھے اس اتحاد کے حصول کے لئے' بالخصوص ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین' اپنی خدمات پیش کر کے بڑی مسرت ہو گی۔" (دی اسٹار آف انڈیا' مورخہ ۵ جنوری ۱۹۳۴ء)

۲۔ اہل ہند کے اتحاد کی ازبس ضرورت
مسلم اسٹوڈنٹس یونین کے جلسے سے خطاب
بمبئی' ۲۰ جنوری ۱۹۳۴ء

آج شام مسلم اسٹوڈنٹس یونین کے ایک جلسے میر مسٹر محمد علی جناح نے اہل ہند کے اتحاد کی ضرورت پر زور دیا۔ مسٹر ایم۔ سی۔ چھاگلہ نے جلسہ کی صدارت کی۔

مقرر نے کہا کہ "اگر ملک کے مختلف سیاسی مکاتب فکر میں اتحاد برپا نہیں کیا جاتا قرطاس ابیض کی اسکیم ہم پر مسلط کر دی جائے۔"

موجودہ سیاسی صورت حال کا تفصیلی تجزیہ کرنے کے بعد مسٹر جناح نے کہا کہ "لوگوں کے مختلف حلقوں اور فرقوں میں جو شدید اختلاف رائے موجود ہے وہ ایک قومی المیہ ہے۔" انہوں نے کہا "ہند میں ایسا کوئی رہنما نہیں ہے جسے ملک میں رائے عامہ کی حمایت حاصل ہو۔"

رائے عامہ منقسم ہے: مسٹر جناح نے کہا کہ "اس رائے کو واضح شکل دینے اور اسے مستحکم کرنے کے لئے ہمارے سامنے قطعی مقاصد ہونے چاہئیں اور ان مقاصد کے حصول کے لئے ہمیں قطعی حکمت عملی اور پروگرام وضع کرنا چاہئے۔

مسٹر ایم۔ سی۔ چھاگلہ نے اپنی تقریر میں مسٹر جناح سے اپیل کی کی وہ آئینی اور دیگر مسائل کو حل کرنے کے تعلق میں اس ملک کی امداد کریں۔ [اے۔ پی۔ آئی]

۳۔ مسلم لیگ کے مقاصد کے ساتھ کامل وابستگی کا اعلان

مسلم لیگ کا صدر منتخب ہونے پر اخباری بیان

بمبئی ۸، مارچ ۱۹۳۴ء

"میں لیگ کے مقاصد کے ساتھ پوری وابستگی اور ان کے حصول کے لئے مخلصانہ کوشش کروں گا لیکن اس کے لئے مجھے نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ دیگر فرقوں کی بھی مدد اور حمایت کی ضرورت ہے۔" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلم لیگ کے انضمام کے بعد س کا صدر منتخب ہونے پر ایسوسی ایٹیڈ پریس سے ایک ملاقات کے دوران کہی۔

مسٹر جناح نے اس بات کو سراہتے ہوئے کہ انہیں ایک عظیم اعزاز بخشا گیا ہے کہ یہ ان کے لئے کوئی پھولوں کی سیج نہیں ہو گی۔ ان کے خیال میں مسلمان ہند کی سیاسی زندگی میں ایک منفرد اور بہت اہم پوزیشن کے حامل ہیں لیکن اس منفرد نوعیت کی پوزیشن کے ساتھ ان پر بہت بڑی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ چونکہ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ہند کے مستقبل کا انحصار اتنا ہی حکمت عملی، ان کے پروگرام اور رویہ پر ہو گا جتنا کہ ہندوؤں اور دیگر فرقوں پر ہو سکتا ہے۔ اگرچہ انہیں ملک میں مکمل ہم آہنگی، تعاون اور اتحاد کی بحالی۔ "مجھے مسلمانوں کے سیاسی فیصلے پر بہت بھروسہ ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ وہ اپنی اس خواہش میں کہ وہ ہند کے بہترین مفاد کی خاطر کام کرنے کے لئے کمربستہ ہو جائیں، نہ سست روی کو راہ پانے دیں گے اور نہ ہم کسی اور فرقے سے پیچھے رہیں گے۔"

دراں حالیکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ حالات میں مسلمان جائز طور پر اپنے لئے حفاظت اور تحفظات کا مطالبہ کر سکتے ہیں لیکن وہ [مسٹر جناح] یہ چاہیں گے کہ وہ [مسلمان] من حیث المجموع ملک کے وسیع تر مفادات کو بھی یاد رکھیں "مفادات جنہیں میں نے ہمیشہ تقدس گردانا۔" انہوں نے اس یقین دہانی کے ساتھ اپنی گفتگو کو ختم کیا کہ وہ مسلمانوں اور دیگر فرقوں میں دوستانہ تعلقات اور بہتر مفاہمت پیدا کرنے کے لئے ہر وہ کام کریں گے جو ان کے قبضہ قدرت میں ہو گا۔ "میں نے رہنماؤں سے مخلصانہ اپیل کی ہے اور میں نہایت سنجیدگی کے ساتھ ان کے سرگرم اور پرخلوص جواب کا منتظر ہوں [اے۔ پی۔ آئی]"

(دی اسٹار آف انڈیا، ۹ مارچ ۱۹۳۴ء)

۴- تمام مسلم تنظیموں کو متحد ہو جانا چاہیئے
آل انڈیا مسلم لیگ کونسل سے خطاب
نئی دہلی یکم اپریل ۱۹۳۴ء

ایسوسی ایٹیڈ پریس کی اطلاع کے مطابق مسٹر ایم- اے- جناح نے زور دار انداز میں مسلم تنظیموں سے اپیل کی کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں تاکہ وہ حکومت کے سامنے متحدہ مطالبات پیش کئے جا سکیں- انہوں نے قرطاس ابیض کی اسکیم پر گہرا ناقدانہ تبصرہ کیا-

یہ بھی معلوم ہوا کہ مسٹر جناح نے ملک سے باہر پروپاگنڈے کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ جب وہ انگلستان واپس جائیں گے تو وہ اس ضمن میں اپنی پوری کوشش صرف کر دیں گے- وہ بحری جہاز سے ۲۳ اپریل کو روانہ ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں- بعض مقررین نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس نازک گھڑی میں مسٹر جناح کو ملک میں ہی قیام کرنا چاہیئے- مسٹر جناح نے جواب دیا اگر کسی وقت ملک میں ان کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ کسی بھی وقت ہوائی جہاز کے ذریعے ملک واپس پہنچ سکتے ہیں-

بیان کیا جاتا ہے کہ مسٹر جناح نے وفاق کے مجوزہ آئین کی بہت زیادہ مذمت کی-

(دی انڈین انیول رجسٹر ۱۹۳۴ء جلد نمبر ا صفحہ ۳۱۷)

۵- مسلم لیگ کی دامے درمے امداد کیجئے
آل انڈیا مسلم کونسل کے دوسرے اجلاس میں تقریر
نئی دہلی ۲' اپریل ۱۹۳۴ء

مسٹر جناح آل انڈیا مسلم لیگ کے دوسرے اجلاس منعقدہ ۲' اپریل میں تقریر کرتے ہوئے پوری صورت حال کا تفصیلی جائزہ لیا- انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ ملک کے مقصد کے لئے اپنی بہترین کوششیں صرف کر دیں اور لیگ کی مالی امداد بھی کریں-

جہاں تک ان سے اس مطالبے کا تعلق ہے کہ وہ فرقے کی قیادت کریں تو انہوں نے کہا کہ وہ اپنی بہترین اہلیت کے مطابق یہ کام کر رہے ہیں-

(دی انڈین انیول رجسٹر ۱۹۳۴ء جلد نمبر ا صفحہ ۳۱۸)

۶۔ قرطاس ابیض کی مذمت: خصوصی استدلال کی ضرورت نہیں اس کی تجاویز کو پڑھ کر سمجھ لینا ہی کافی ہے

نئی دہلی ۳' اپریل ۱۹۳۴ء

مسلم لیگ کونسل کے دو روزہ اجلاس کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے مسٹر جناح نے ایسوسی ایٹڈ پریس سے ایک ملاقات میں کہا: "کونسل کے دور روزہ اجلاس کے بعد جو صورت میں نے اپنے لیگ کے ساتھ تعلق کے دوران دیکھی —— جو اب میں کہوں گا کہ میں بیشتر تقریروں سے' بہت متاثر ہوا' جو ہند کے مختلف صوبوں سے آنے والے مختلف رہنماؤں نے کیں۔ لیگ کا حال بہت عمدہ اور وہ صحت مند ہے اور میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ ہند کے بہترین مفاد کی خدمت کے ضمن میں مسلمان کسی اور فرقے سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ قرطاس ابیض کی مذمت کرنے کے لئے کسی کو خصوصی استدلال کی ضرورت نہیں۔ قرطاس ابیض کی تجاویز کو پڑھ کر سمجھ لینا ہی کافی ہو گا۔ دراں حالیکہ ہم میں سے بہت سے لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ پر فریب اسکیم کم و بیش ہماری دہلیز تک پہنچ چکی ہے —— لیکن میں نے اس اسکیم کے بارے میں اپنی رائے کے اظہار میں مطلق پس و پیش سے کام نہیں لیا' —— جملہ مسائل کا ایک مسئلہ جو ہمیں درپیش ہے' وہ یہ ہے کہ اس اسکیم کو ہند پر مسلط ہونے سے کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اور نہ کچھ حاصل ہو گا تاآنکہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد نہ ہو۔

ہند ایک حقیقی' مضبوط اور متحدہ محاذ کا متمنی ہے۔ کیا ہم اس آخری گھڑی میں ہی لڑائی ختم کر سکتے ہیں اور فوری خطرے کے پیش نظر ماضی کو فراموش کر سکتے ہیں اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے اتنی طاقت پیدا کر سکتے ہیں کہ جو بجنت و بزڈاؤننگ اسٹریٹ اور دہلی میں ہو رہی ہے ہم اس کی مزاحمت کر سکیں؟ اب یہ رہنماؤں پر منحصر ہے کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں۔ اور کوئی چیز مجھے اس سے زیادہ مسرت نہیں دے سکتی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں مکمل تعاون اور دوستی کی فضا قائم کرا دی جائے۔ اور اس خواہش میں میرا تاثر یہ ہے کہ مجھے مسلمانوں کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ کونسل نے ایک قرار داد منظور کی ہے جو عوام کے سامنے ہے۔ ہند واپس پہنچنے پر میں نے اس امر کی بہت سی شہادت دیکھی ہے کہ جہاں تک ملک میں سیاسی ارتقا کا تعلق ہے ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی رائے عامہ ایک ہی طرح سے سوچتی ہے۔

مسلمان کمیونل ایوارڈ پر جو زور دیتے ہیں وہ ان کی اس خواہش کا اظہار ہے کہ اس امر کا یقین ہو جائے کہ اگر ملک کی طرف سے کوئی قومی مطالبہ پیش کیا جائے تو اس میں ان تحفظات کو سمو دیا جائے گا جنہیں مسلمان کم سے کم تصور کرتے ہیں۔ مسلمان کسی طور بھی قومی مختار حکومت

کے مطالبے میں کسی اور فرقے سے پیچھے نہیں ہیں۔ سارے مسئلے کا حاصل یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو اس امر کا مکمل یقین دلا سکتے ہیں کہ وہ جن تحفظات کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں انہیں ہند کے مستقبل کے دستور میں ضم کر دیا جائے گا۔ (دی انڈیا انیول رجسٹر ۱۹۳۴ء جلد نمبر ا صفحہ ۳۱۹)

۷۔ محنت سے پڑھئے اور سیاسی واقعات پر نگاہ رکھئے
مسلم یوتھ لیگ کے زیر اہتمام جلسہ عام سے خطاب
دہلی ۳' اپریل ۱۹۳۴ء

"محنت کیجئے' پڑھئے اور سیاسی واقعات اور تحریکوں سے رابطہ رکھئے۔ ملک کی قومی ترقی میں اپنا کردار ادا کرنے کے لئے تیار رہئے۔ پس ماندہ مسلمانوں اور ان لوگوں کی تربیت کیجئے جو یونیورسٹی کی تعلیم کی نعمت سے محروم رہے۔ کسی پروگرام کے مطابق چلئے اور کافی ایسی چیزیں میسر آ جائیں گی جو زندگی میں ولولہ پیدا کر دیتی ہیں۔" یہ ہے وہ مشورہ جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلمان نوجوانوں کو دیا۔ وہ مسلم یوتھ لیگ کے زیر اہتمام مسلمانان دہلی کے ایک جم غفیر سے خطاب کر رہے تھے۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "ہند واقعات کے تیز رفتار ارتقا سے گزر رہا ہے اور آج جو کچھ ہو رہا ہے اس کا بار نوجوانوں کو ہی اٹھانا ہو گا۔ سیاسی اعتبار سے ہند نوجوان ہے۔ ہند حیات نو کی راہ پر گامزن ہے اور زیادہ سے زیادہ زندگی کی دھڑکنوں سے معمور ہے۔ مسلمانوں کو اور بالخصوص مسلم نوجوانوں کو اس میں ایک بہت بڑا کردار ادا کرنا ہے۔"

مسلمانوں کا کردار

انہوں نے کہا کہ ملک میں مسلمان ایک بہت طاقتور پوزیشن کے حامل ہیں اور ملک کی ترقی کا دار و مدار ان پر بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ دیگر فرقوں پر ہو سکتا ہے۔ ملک کا آئندہ دستور مختلف مرحلوں سے گزر رہا ہے۔ قرطاس ابیض میں اصلاحات کی اسکیم موجود ہے۔ مسلم لیگ کے اجلاس میں انہوں نے مسائل کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا۔ مقرر نے کہا کہ انہوں نے کمیونل ایوارڈ اور مسلمانوں کی حکمت عملی کیا ہونی چاہئے [ان دو امور] پر سیر حاصل بحث کی۔

پھر مسٹر جناح نے ایک مقامی انگریزی روزنامے کے اداریے کا ذکر کیا جس میں اس نے لکھا کہ وہ [مسٹر جناح] پہلے پہل کل ہند وفاق کے حامی تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بالکل نادرست ہے۔ پہلے پہل تو بہت دور کی بات ہے' وہ کبھی بھی بالواسطہ وفاق کے حق میں نہیں رہے۔ اسی ضمن

میں مسٹر جناح نے کہا کہ ان کی خواہش ہے کہ پریس خود مختار اور آزاد ہو لیکن وہ اس وقت لڑتے ہیں، جب وہ حقائق کو غلط بیان کرتے ہیں۔

اپنا قائد دریافت کیجئے

تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "میں اس بات کو بہت اہمیت دیتا ہوں کہ ہمارے نوجوانوں کی صحیح ساخت و پرداخت ہونی چاہئے۔ آج طالب علم کل کے رہنما ہیں۔ مسلمان خود کو تیار کریں۔ انفرادی رائے کسی شمار میں نہیں ہوتی۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ انہیں سنا جائے تو زبان خلق ان کی پشت پر ہونی چاہئے۔ مسلمان فرقہ کافی منظم، تربیت یافتہ اور ساز و سامان سے لیس نہیں ہے اور کم و بیش غیر مملوکہ زمین پر بس رہے ہیں۔ آپ اس زمین کو اپنایئے اور کسی کو دخل در معقولات کی اجازت نہ دیجئے۔ اپنا قائد منتخب کرنے سے پہلے خوب سوچ لیجئے اور جب آپ منتخب کر لیں تو اس کی پیروی کیجئے۔ لیکن اگر آپ اس کی حکمت عملی کو اپنے مفادات کے خلاف پائیں تو اسے ٹھوکر مار کر باہر نکال دیجئے۔"

مقرر نے اس کے بعد نوجوانوں کو مشورہ دیا کہ وہ ذاتی جھگڑوں اور اختلافات میں تمیز کریں۔ یہ قومی مفاد کی راہ میں نہیں آنے چاہئیں۔ انہوں نے آنجہانی پنڈت موتی لال نہرو کے ساتھ اپنے تعلقات کا ذکر کیا جن کے ساتھ مجلس قانون ساز کے ایوان میں اکثر ان کے ساتھ شدید قسم کے اختلافات ہوئے ہیں لیکن باہر وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ (دی اسٹار آف انڈیا ۴، اپریل ۱۹۳۴ء)

۸۔ متحد رہئے، درخشاں مستقبل ہمارے سامنے ہے

مسلمانان ہند کے نام الوداعی پیغام

نئی دہلی ۵، اپریل ۱۹۳۴ء

"میں سارے ہند کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ متحد رہیں۔ میں بہت درخشاں مستقبل اپنی نظروں کے سامنے دیکھتا ہوں" یہ ہے وہ الوداعی پیغام جو انہوں نے فرنٹیر کے میل کے ذریعے دہلی سے بمبئی روانگی کے وقت دیا۔ [اے۔ پی۔ آئی]

(دی اسٹار آف انڈیا، اپریل ۱۹۳۴ء)

۹- پنڈت مدن موہن مالویہ کے ساتھ مذاکرات

بمبئی ۶' اپریل ۱۹۳۴ء

یہ کہ پنڈت مدن موہن مالویہ نے یہ تجویز پیش کی کہ لندن کا سفر کیا جائے اور برطانوی کابینہ سے بنگال میں آباد یوروپی برادری پر یہ زور ڈلوایا جائے کہ وہ کمیونل ایوارڈ کے تحت اپنی کچھ نشستیں چھوڑ دے۔ اس امر کا انکشاف مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے دہلی سے یہاں پہنچنے پر ایسوسی ایٹڈ پریس سے ایک ملاقات کے دوران کیا۔

انہوں نے کہا کہ "مجھے اس امر پر بہت دکھ ہوا ہے کہ پنڈت مالویہ جیسا ایک رہنما ہماری گفت و شنید کی تفصیلات کا انکشاف کرے۔ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ اعتماد کی نفی ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ جب تک میں پوری کی پوری گفتگو بیان نہ کر دوں عامۃ الناس کے مجھے غلط سمجھنے کا امکان رہے گا۔ ان حالات میں مجبور ہو گیا ہوں کہ جو کچھ فی الحقیقت ہوا اسے مختصرا بیان کر دوں۔"

گورنر بنگال مداخلت سے انکار کرتا ہے

پنڈت مالویہ کی تجویز یہ تھی کہ انہوں نے الہ آباد میں ایک سمجھوتہ کم و بیش طے کر دیا تھا۔ ہندو بنگال میں مخلوط انتخاب کی بنیاد پر ۵۱ فی صد دینے اور ۴۴ فی صد خود اپنے پاس رکھنے کے لئے آمادہ تھے لیکن اس میں دشواری یہ تھی کہ اسے جامہ عمل اس صورت ہی پہنایا جا سکتا ہے بشرطیکہ یوروپی برادری ان نشستوں میں سے چند سے دستبردار ہو جائے جو ان کے لئے کمیونل ایوارڈ کے تحت مختص کی گئی ہیں۔

انہوں نے کلکتہ میں یوروپی برادری کے افراد سے رابطہ قائم کیا لیکن انہوں نے صاف طریقے سے کسی چیز سے بھی دستبردار ہونے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ گورنر بنگال کے پاس گئے۔ جنہوں نے ہمدردی کا اظہار کیا لیکن کہا کہ اس نوعیت کے معاملے میں ان کے لئے مداخلت کرنا مشکل کام ہے۔ نیز پنڈت جی نے مجھ سے کہا کہ بنگال کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے اگر میں ان کے ساتھ تعاون کروں۔

برطانوی کابینہ تک رسائی کی تجویز

میں نے ان سے کہا کہ اگر یوروپی برادری نے دوبارہ انکار کر دیا تو ہم کیا کریں گے؟ پنڈت جی نے کہا کہ پھر ہم لارڈ ولنگڈن کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ وہ یوروپی برادری پر زور دیں کہ وہ چند نشستیں کم قبول کر لیں' اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ کمیونل ایوارڈ میں انہیں کچھ زیادہ نمائندگی دی گئی ہے۔

فرض کیجئے کہ وائسرائے نے بھی وہی جواب دیا جو گورنر بنگال نے دیا تھا پھر ہم کیا کریں گے؟
پنڈت نے کہا کہ پھر انگلستان جائیں گے اور وہاں برطانوی کابینہ کو آمادہ کرنے کی کوشش کریں گے کہ یا تو یوروپی پر برادری پر زور ڈالیں کہ وہ زائد نشستوں سے دستبردار ہو جائیں یا پھر وہ ہماری تجاویز کو رو بہ عمل لانے کے لئے کیمونل ایوارڈ میں مطلوبہ ترمیم کر دیں۔

پنجاب میں مخلوط انتخاب کی بنیاد

جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے ان کی تجویز یہ تھی کہ وہ ہندوؤں اور سکھوں کو اپنی موجودہ شکل میں کیمونل ایوارڈ کو قبول کرنے پر رضا مند نہیں کر سکتے۔ لہٰذا انہوں نے تجویز کیا کہ مسلمان مخلوط انتخاب انہیں ۴۹ فی صد نشستوں کے ساتھ قبول کر لیں جو انہیں کیمونل ایوارڈ کے تحت جداگانہ انتخاب کے ذریعہ ملتی تھیں۔ البتہ پہلے انتخاب میں وہ تجارت' یونیورسٹی اور مزدوروں وغیرہ کی نشستوں کے انتخاب نہ لڑیں۔

میں نے کہا کہ میں مسلمانوں کو یہ اہتمام قبول کرنے پر آمادہ نہ کر سکوں گا۔ لیکن پنڈت جی نے مجھے اطلاع دی کہ سر فضل حسین اس پر کم و بیش رضا مند ہو گئے تھے۔

میں نے کہا کہ اگر پنجاب کے رہنما آپ کی یا کسی اور تجویز کو قبول کرنے پر رضا مند ہو جاتے ہیں تو میں آنکھیں بند کر کے اس پر اپنے دستخط ثبت کر دوں گا' اگر وہ اتفاق کر لیتے ہیں اور وہ کسی ایسی سمجھتے سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

اس پنڈت جی نے مجھ سے کہا کہ وہ فضل حسین سے ملاقات کر کے مجھے بتائیں گے۔ مجھے علم نہیں کہ ان کے اور سر فضل حسین کے درمیان کیا ماجرا گزرا۔ لیکن ۵' اپریل کی صبح کو جب میں بمبئی کے لئے روانہ ہونے والا تھا تو مجھے پنڈت جی کا ایک پیغام ملا جس میں اطلاع دی گئی کہ سر فضل حسین رضا مند نہیں ہوئے۔

تجویز بنگال

ان کی تجویز بنگال کے ضمن میں میں نے پنڈت جی کو بتایا کہ ان عملی اعتراضات سے قطع نظر جو ان کی تجویز میں مضمر ہیں' یہ وہ اتحاد نہیں ہے جس کے وہ [مسٹر جناح] خواہاں ہیں' جو صرف یوروپی یا لارڈ ولنگڈن یا برطانوی کابینہ کی رضا مندی سے حاصل ہو سکتا ہو۔

میں نے انہیں یہ بھی بتایا کہ انہوں نے جو راہ تجویز کی ہے اس پر اور بہت سے عملی اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ ویسے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں کسی غیر ملکی کے پاس ایسے معاملے میں نہیں جانا چاہئے جس کا تعلق بنیادی طور پر ہمارے اپنے لوگوں کے ساتھ ہو۔ لیکن جب تک کہ پنجاب کے مسئلہ میں کوئی پیش رفت نہ ہو یہ سوال جواب طلب رہ سکتا ہے۔

جس نقطۂ نظر پر میں نے زور دیا وہ یہ تھا' یہ ایک حقیقت تھی کہ ہم خود کوئی تصفیہ نہ کر سکے اور اس کے بعد مختلف گروہوں کے رہنماؤں نے بشمول مالویہ جی' مہاتما جی' ہندو مہاسبھا کے رہنما' سکھ رہنما' اور باقی ماندہ گروہوں نے وزیراعظم سے کہا "آپ ایوارڈ دیے دیں۔" انہوں نے ایوارڈ دے دیا۔ فی الوقت ہمیں اسے قبول کر لینا چاہئے' اور پھر مل بیٹھنا چاہئے اور ہم ایک نئے ماحول میں' اگر وہ پیدا ہو گیا' اس کا نعم البدل تلاش کرنے میں بہتر پوزیشن میں ہوں گے اور انشاء اللہ ہم کوئی سمجھوتہ طے کر پائیں گے۔"

مسٹر جناح کی پیش رفت

لہٰذا پہلی بات یہ ہے کہ ہم سب مل بیٹھیں۔ ہم اپنے اپنے فرقوں کے لئے تحفظات پر غور و خوض کرنے میں کافی وقت صرف کر چکے۔ اب ہمیں اپنی مادر وطن کے مفادات پر اپنی توجہ مرکوز کرنی چاہئے۔ میں نے انہیں یقین دلایا کہ اگر کوئی سمجھوتہ طے پا گیا تو مجھ سے زیادہ مسرت کسی اور کو نہ ہو گی۔

یہ افسوس کی بات ہے کہ دہلی کے بعض اخبارات نے یہ کہہ کر کہ پنڈت مالویہ سے مذاکرات کرنے میں پیش رفت میں نے کی تھی۔ اگر میں نے کی ہوتی تو مجھے کوئی افسوس نہ ہوتا لیکن پیش رفت کا سہرا پنڈت مالویہ کے سر بندھتا ہے اور یقیناً یہ ایسا معاملہ ہے جس کا نوٹس لینے کی عوام کو چنداں ضرورت نہیں [اے۔ پی۔ آئی] (دی اسٹار آف انڈیا ۷' اپریل ۱۹۳۴ء)

۱۰۔ پٹنہ فیصلوں کے بارے میں بیان

بمبئی ۲۴' مئی ۱۹۳۴ء

نواب آف بھوپال' ڈاکٹر انصاری' مسٹر محمد علی جناح اور سر کرشنام اچاری ان مسافروں میں شامل تھے جو اطالوی بحری جہاز کونٹ ور دے پر یورپ روانہ ہوئے۔

مسٹر جناح نے جو اپنی حالیہ علالت کے بعد صحت یابی کے مرحلے میں ہیں کہا کہ اب وہ بالکل ٹھیک ہیں اور ان دوستوں کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے وقتاً" فوقتاً" ان کی صحت کے بارے میں دریافت کرنے کی زحمت گوارا فرمائی۔

کانگرس کی بس ایک بار پھر چھوٹ گئی

جب ان سے دریافت کیا گیا کہ پٹنہ کے فیصلوں کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں فی الحقیقت مایوس ہوا ہوں۔ چونکہ دوستی اور تعاون کے اس ہاتھ کا خیر مقدم نہیں کیا گیا جو دہلی میں مسلم لیگ کونسل کی قرار دادوں کے ذریعہ بڑھایا گیا تھا۔[اے۔پی آئی]

(دی اسٹار آف انڈیا ۲۵' مئی ۱۹۳۴ء)

۱۹۳۵ء

۱۱- وفاقی اسکیم قابل قبول نہیں

مرکزی مجلس قانون ساز میں ہند کی دستوری اصلاحات کے ضمن میں مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی رپورٹ پر تقریر

۷ فروری ۱۹۳۵ء

گول میز کانفرنس کے تیسرے دور کے اختتام پر ایک قرطاس ابیض جاری کیا گیا تھا جس میں دستوری اصلاحات کے ضمن میں حکومت برطانیہ کی جانب سے تجاویز پیش کی گئیں تھیں۔ بعد میں پارلیمان کے دونوں ایوانوں (دارالعوام اور دارالامراء) کے اراکین پر مشتمل ایک مشترکہ کمیٹی تشکیل دی گئی تھی تاکہ وہ سارے مسئلے کا تفصیلی جائزہ لے سکے۔ کمیٹی نے طویل نشستوں اور گواہوں پر جرح کے بعد اپنی سفارشات ایک رپورٹ کی شکل میں شائع کیں۔ ہند کی مجلس قانون ساز کو بھی اس رپورٹ پر بحث و مباحثہ کرنے اور اپنی رائے پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔ کمیٹی نے جس اسکیم کی سفارش کی وہ دو حصوں پر مبنی تھی۔ ایک حصہ میں تجویز کیا گیا کہ ہند کی ریاستوں اور برطانوی ہند کے صوبوں کو ملا کر ایک وفاق تشکیل دے دیا جائے۔ دوسرے حصے کی رو سے صوبوں کو خودمختاری عطا کرنے کی تجویز پیش کی گئی۔ رپورٹ کا ایک پہلو فرقہ وارانہ ایوارڈ تھا جس میں وفاق اور صوبوں کی مجالس قانون ساز میں مختلف فرقوں اور مفادات کی نیابت کے تناسب کا تعین کیا گیا تھا۔ بحث میں سب سے زیادہ باوقار اور کامیاب حصہ مسٹر جناح کا تھا جنہوں نے انڈی پنڈنٹ پارٹی کے قائد کی حیثیت سے اس معاملے پر نہایت معقول اور عملی زاویہ نگاہ سے نظر ڈالی اور مسلم رائے عامہ کی صحیح ترجمانی کا حق ادا کیا۔ صورت حال یہ تھی کہ وفاقی اسکیم' بالخصوص مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے' رجعت پسندانہ اور نقصان دہ تھی۔ صوبائی اسکیم میں بھی بہت سی قابل اعتراض چیزیں تھیں لیکن موجود حالت کی کسی قدر اصلاح کرتی تھیں یہ بہتری کی جانب ایک قدم تھا۔ جہاں تک فرقہ وارانہ ایوارڈ کا تعلق ہے مسئلے کے متفقہ حل کی عدم موجودگی میں اس کو برقرار رہنا تھا۔ اس موقع پر مسٹر جناح نے خود کو حکمت عملی کا عظیم ترین ماہر ثابت کر دکھایا۔ انہوں نے سرکاری قرارداد میں جو ترمیم پیش کی وہ تین حصوں پر مشتمل تھی' اصل قرارداد میں مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی رپورٹ کو منظور کر لینے کی سفارش

کی گئی تھی- اولا ان ، میں سفارش کی گئی کہ جب تک مسئلہ کا کوئی متفقہ حل سامنے آۓ فرقہ وارانہ ایوارڈ کو قبول کر لیا جائے- ترمیم کا یہ حصہ منظور کر لیا گیا- حکومت نے اس کی تائید کی- کانگرس پارٹی غیرجانبدار رہی- بقیہ دو حصے بھی منظور کر لئے گئے- ان میں صوبائی اسکیم پر عدم اطمینان کا اظہار کیا گیا تھا اور وفاقی حصہ کو مکمل طور پر مسترد کر دیا گیا تھا- ترمیم کے ان حصوں کو کانگرس پارٹی کی تائید حاصل تھی- بحث کے نتیجے کو مسٹر جناح کی ذاتی فتح سے تعبیر کیا گیا اور اسے ان کی سیاسی فراست اور پارلیمانی مہارت کی کامیابی کا مظہر قرار دیا گیا-

مسٹرایم- اے- جناح (بمبئ شہر- محمڈن اربن) : جناب والا! اس اہم اور نازک موقع پر میں ایوان کی توجہ ان حملوں اور غلط بیانیوں کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں جو اس مسئلے کے بارے میں میرے موقف کے خلاف کی گئیں- میں سمجھتا ہوں کہ ایوان مجھے چند منٹ کی معروضات پیش کرنے کی اجازت دے دے گا- اسٹیٹسمن جیسے درجہ اور رتبہ کے حامل اخبار نے اپنی حالیہ اشاعت مورخہ فروری میں یہ لکھا ہے :

"کانگرس پارٹی، جس کے پیروکار اہم لوگ ہیں، نسلی منافرت کی سب سے بڑی محرک ہے- کوئی تعجب نہیں کہ انہیں ہمیشہ مسٹر جناح جیسے وقتی حلیف میسر آ جائیں گے-"

جناب والا میں اپنی پوری قوت کے ساتھ اسے رد کرتا ہوں ("مرحبا، مرحبا" حزب اختلاف کی جانب سے) میرے دل میں کوئی نسلی منافرت نہیں، کسی قسم کی بھی نفرت کسی نسل کے خلاف- (مرحبا- مرحبا)

سر محمد یعقوب (روہیل کھنڈ اور کماؤں ڈویژن- محمڈن دیہی) :وہ اخبار شرم کرے-

مسٹرایم اے جناح : پھر اخبار آگے چل کر کہتا ہے :

"مسٹر جناح جنہوں نے گول میز (کانفرنس) کے زبردست اور وفاق کے پرجوش حامی کی حیثیت سے آغاز کیا..."

جی ہاں، مجھے تسلیم ہے- جناب والا، میں نہ صرف گول میز (کانفرنس) کا زبردست حامی تھا بلکہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں زبردست ترین حامی تھا، لیکن میں نے وفاق کے پرجوش حامی کی حیثیت سے آغاز نہیں کیا- بالکل ابتدا ہی سے- صحیح یا غلط- مجھے اس بات کا ادراک تھا کہ یہ اسکیم اس انداز سے رو بہ عمل نہ آ سکے گی کہ یہ ہند کی جائز امنگوں کی تشفی کر سکے- پھر یہ اخبار آگے چل کر لکھتا ہے :

"اب وہ (یعنی میں) غیر مطمئن ہیں کیونکہ انہیں کانفرنس کی بعد کی نشستوں میں شرکت کی دعوت نہیں دی گئی-" (متعدد اراکین شرم، شرم)

مسٹر ایم اے جناح : مجھے کانفرنس کی بعد کی نشستوں میں شرکت کے لئے اس لئے مدعو نہیں کیا گیا کہ میں زیر تشکیل اسکیم کا شروع ہی سے سب سے بڑا مخالف تھا۔ یہ نہیں کہ چونکہ مجھے تیسری گول میز کانفرنس میں مدعو نہیں کیا گیا اس لئے میں اسکیم کا مخالف بن گیا۔ جناب والا' یہ جھوٹ یہ بہتان اور یہ الزام تراشیاں کسی بھی اخبار کے شایان شان نہیں۔

آنریبل سر ہنری کریک : مجھے امید ہے کہ آنریبل ممبر مجھے ان خیالات کے ساتھ ملوث نہیں کر رہے' کیونکہ وہ مسلسل میری طرف دیکھ رہے ہیں۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ کیا میں اپنے معزز دوست کو یہ یقین دلا سکتا ہوں کہ انہوں نے جو کچھ ابھی پڑھا ہے' میں نے اس سے قبل وہ پڑھا بھی نہیں تھا۔ میں نے اس سے پہلے اس مضمون کا ذکر بھی نہیں سنا' اور یہ پہلا موقع ہے کہ میں اپنے معزز دوست سے یہ سب کچھ سن رہا ہوں۔

سر محمد یعقوب : اب غالباً آنریبل ہوم ممبر ان مسٹر جناح کے ان خیالات سے متفق ہونے کا اظہار کرنا چاہیں گے جن کا اظہار مسٹر جناح نے اس اخبار کے خلاف کیا ہے؟

مسٹر ایم اے جناح : جناب والا میں اس بات کو یہیں چھوڑتا ہوں' میں ایک لمحے کے لئے بھی آنریبل ہوم ممبر کو اس تنقید کے ذمہ داروں کے زمرے میں شامل کرنا نہیں چاہتا بلکہ میں تو جہاں تک اس معاملہ کا تعلق ہے' ماسوا اس مضمون کے مصنف کے کسی اور انگریز کو بھی اس میں شریک نہیں کرتا۔

آنریبل سر ہنری کریک : مجھے اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔

مسٹر ایم اے جناح : میں اس ضمن میں فی الوقت مزید کچھ نہیں کہوں گا۔ جناب والا ! اس وقت اس ایوان کے سامنے جو مسئلہ ہے اس کے متعلق کچھ عرض کرتے ہوئے اولاً میں اپنے معزز دوست قائد حزب اختلاف مسٹر ڈیسائی کے کچھ ارشادات کے بارے میں گفتگو کروں گا۔ جناب والا ! میں ان کی ترمیم سے اتفاق نہیں کرتا۔ ان کی پہلی ترمیم تو صاف استرداد ہے۔ تسلیم کہ میں اسے متنازع فیہ نہیں گردانتا اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ بھی اسے متنازع سمجھتے ہوں گے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی رپورٹ پر مبنی قانون سازی نہیں ہونی چاہئے' یہ ایک صاف استرداد ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر ہم اسے قبول کرلیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی تسلیم کریں گے' کہ باقی کچھ نہیں بچتا۔ فرقہ وارانہ ایوارڈ کے ضمن میں ان کی غیر جانبداری بھی ختم ہو جاتی ہے۔ کیا یہی وجہ ہے کہ اسے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کا موقف اختیار کرنے کے بعد وہ اپنی ترمیم کے دوسرے حصے میں کہتے ہیں کہ وہ فرقہ وارانہ ایوارڈ کے ضمن میں غیر جانبدار ہیں؟ اب' جناب والا ! میں ان کی رائے کو قبول نہیں کر سکتا۔ ان کے پاس کوئی متبادل راستہ بھی نہیں ہے۔ لہذا یہ

ایک سیدھا سادا منفی موقف ہے اور میں اس موقف کو نہیں اپنا سکتا۔ یہی وجہ ہے جناب والا' کہ میں اپنی ترمیم پیش کرنے پر مجبور ہوا ہوں۔ میری ترمیم فرقہ وارانہ ایوارڈ کو قبول کرتی ہے اور یاد رکھیں کب تک کے لئے؟ جب تک کہ متعلقہ فرقے اس کے نعم البدل پر متفق نہ ہو جائیں۔ اب یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے ہندو دوست فرقہ وارانہ ایوارڈ سے مطمئن نہ ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں اس ایوان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرے مسلمان دوست بھی اس سے مطمئن نہیں ہیں (''آفریں' آفریں'') کیونکہ یہ ان کے سارے مطالبے کو پورا نہیں کرتا۔ اپنی بات کروں تو ذاتی طور پر میں بھی فرقہ وارانہ ایوارڈ سے مطمئن نہیں ہوں (آفریں' آفریں) اور پھر ایک فرد کی حیثیت سے گفتگو کرتے ہوئے کہوں گا کہ میری خود داری اس وقت تک تسکیں نہ ہو گی جب تک کہ ہم خود اپنی اسکیم مرتب نہیں کر لیتے (ایک معزز رکن ''آپ کی بہت مہربانی ہے'') (آفریں' آفریں) مجھے صرف خدا کے حوالے نہ کیجئے بلکہ فرد کو بھی پیش نظر رکھئے۔ مگر میں اسے کیوں قبول کرتا ہوں؟ میں ماضی کی تاریخ دہرانا نہیں چاہتا۔ لیکن میں اس ایوان کو بتا سکتا ہوں کہ میں اسے قبول کرتا ہوں۔ کیونکہ ہم کسی سمجھوتے پر پہنچنے کے لئے اب تک جو کچھ کر سکتے تھے کر چکے ہیں اور اگرچہ اب تک ہم کسی سمجھوتے پر نہیں پہنچ سکے لہٰذا قطع نظر اس سے کہ یہ مجھے پسند ہے یا ناپسند ہے' میں اسے قبول کرتا ہوں۔ کیونکہ جب تک میں اسے قبول نہیں کر لیتا دستور کی کوئی اسکیم ممکن نہیں ہو گی (''آفریں' آفریں'' حزب اقتدار کی طرف سے) لہٰذا براہ کرم اب رد کرنے کی باتوں کو ختم کیجئے۔ فی الحال اسے باقی رہنے دیجئے۔ قائد حزب اختلاف نے جن جذبات کا اظہار کیا میں ان کو پوری طرح سراہتا ہوں۔ میں ان سے اتفاق کرتا ہوں کہ مذہب کو سیاست میں نہیں آنے دینا چاہئے۔ نسل کو سیاست میں نہیں آنے دینا چاہئے۔ زبان کا تو ایسا بڑا معاملہ نہیں ہے۔ مجھے ان سے اتفاق ہے۔ اگر ان کے بارے میں الگ الگ کر کے بات کریں۔ مذہب ایک فرد اور خدا کے درمیان معاملہ ہے' میں اس باب میں ان سے کلیتاً'' اتفاق کرتا ہوں لیکن میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ اس پر غور کریں کہ کیا یہ خالصتاً مذہب کا مسئلہ ہے؟ کیا یہ صرف زبان کا سوال ہے؟ نہیں جناب! یہ اقلیتوں کا مسئلہ ہے اور یہ ایک سیاسی مسئلہ ہے (کچھ مسلمان معزز اراکین۔ تہذیب و ثقافت) کیا دوسرے ممالک میں اقلیتوں کا مسئلہ نہیں ہے؟ کیا وہاں ان مسائل کا سامنا نہیں کیا گیا اور انہیں حل نہیں کیا گیا؟ چنانچہ اس مسئلہ کا بھی سامنا کیا جائے اور اسے حل کیا جانا چاہئے۔ اب سوال یہ ہے اقلیتیں ہیں کیا؟ اقلیتوں کا مطلب ہے چند چیزوں کا مجموعہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اقلیت کا ملک کے دوسرے شہریوں سے مختلف مذہب ہو' ان کی زبان مختلف ہو' ان کی نسل مختلف ہو' ان کی ثقافت مختلف ہو اور ان تمام مختلف عناصر مذہب' ثقافت' نسل' زبان' فنون

لطیفہ' موسیقی وغیرہ کا مجموعہ ایک اقلیت کو ملک میں علیحدہ تشخص دے دے اور وہ علیحدہ تشخص ایک وجود کی حیثیت سے تحفظات طلب کرے۔ لہٰذا' یقینی طور پر ہمیں اس سوال کا ایک سیاسی مسئلہ کے طور پر سامنا کرنا چاہئے۔ اسے حل کرنا چاہئے۔ اس سے پہلو تہی نہیں کرنی چاہئے۔

پھر میرے معزز دوست نے وہ تجویز پیش کر دی' حصول پہلے تقسیم بعد میں۔ میں نہایت ادب کے ساتھ کہوں گا کہ اس بیان میں زبردست مغالطہ ہے' یہ حصول اور تقسیم کا سوال نہیں ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہم کچھ زمین حاصل کر رہے ہیں' یہ نہیں ہے کہ ہم کوئی مشترکہ طور پر قسمت آزمائی کرنے چلے ہوں اور پھر ہم مال غنیمت کے حصے بخرے کر لیں یا اسے تقسیم کر لیں۔ لیکن اگر یہ تجویز درست ہے تو کیا میں معلوم کر سکتا ہوں کہ پست اقوام کے معاملے میں مہاتما گاندھی نے مرن برت کیوں رکھا اور پھر ہند کے تمام رہنماؤں کی منظوری اور اتفاق رائے کے ساتھ میثاق پونا کیوں مرتب کیا؟ (آفرین' آفرین) ان سے کیوں نہیں کہا گیا' حصول پہلے اور تقسیم بعد میں؟ (آفرین' آفرین) مہاتما گاندھی صحیح تھے۔ انہیں پتہ تھا' ان کا آپ ہی کی نسل سے تعلق تھا۔ وہ ہندو ہیں' پچاس ساٹھ ملین ہندو۔ وہ صحیح تھے اور میں ان سے اتفاق کرتا ہوں۔ میں نے انگلستان میں ان کی منت کی تھی۔ پہلے انہوں نے کہا نہیں! میں ہندوؤں کو تقسیم نہیں کروں گا! میں اس سے ہرگز اتفاق نہیں کروں گا! میں نے ان کی منت کی' باور کیجئے کہ میں نے مہاتما گاندھی کے سامنے مسلمانوں سے زیادہ پست اقوام کی وکالت کی۔ وہ بضد رہے لیکن آخر کار انہوں نے محسوس کر لیا اور میں اپنے ہندو بھائیوں کو مبارکباد دیتا ہوں' کہ تسلیم کر کے اور تحفظات دے کر انہوں نے پست اقوام کے دل جیت لئے ہیں' اور وہ آج ان کی فلاح و بہبود کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ بھی اسی جذبے کا مظاہرہ کیجئے۔ ہمارا ساتھ دیجئے اور ہم تیار ہیں (آفرین' آفرین)۔ فرقہ وارانہ ایوارڈ کے بارے میں میں مزید کچھ نہیں کہوں گا۔

اب میں اپنی ترمیم کی طرف آتا ہوں۔ جناب والا معزز قائد ایوان مجھ پر بہت برہم ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ قائد حزب اختلاف کی سیدھی سادی اور دیانت دارانہ ترمیم کو تو سمجھ گئے لیکن' انہوں نے کہا' میری ترمیم دورخی ہے۔

آنریبل سر نری پندرا سرکار : کھوٹی اور فریب آمیز۔

مسٹر ایم اے جناح : انہوں نے مجھے ایک چھوٹی سی عدالت یاد دلا دی جہاں ایک چھوٹا سا وکیل ہوا کرتا تھا۔ جب اس کا مقدمہ کمزور ہوتا تو وہ فریق مخالف کو گالیاں دیتا۔ اسی طرح انہوں نے مجھے گالیاں دے کر آغاز کلام کیا۔ انہوں نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ یہ کھوٹی کیوں ہے؟ دو رخی کیسے ہے اور فریب آمیز کس طرح ہے؟

آنریبل سر نرپی پندرا سرکار : میں آپ کو ساڑھے تین بجے بتاؤں گا!
مسٹر ایم اے جناح : آہا! یہ چال ہے' اس کے معنی ہیں وہ داؤ پیچ استعمال کرنا جو اس ایوان میں مناسب نہیں ہیں- اگر وہ ہائی کورٹ میں جواب داخل کرنے کی تیاری کر رہے ہوتے تو بات ٹھیک ہوتی- میں چاہتا ہوں کہ حکومت اپنے پتے میز پر ڈال دے اور مجھے بتائے کہ آپ کن وجوہات کی بنا پر کہتے ہیں کہ میری ترمیم دو رخی' فریب آمیز اور کھوٹی ہے؟
آنریبل سر نرپی پندرا سرکار : وجوہات میں نے بیان کر دی ہیں؟
مسٹر ایم اے جناح : آپ نے بیان نہیں کی ہیں- وہ کیا کہتے ہیں؟ "مسٹر جناح اپنی ترمیم کے ذریعہ" ـــــ میں سمجھتا ہوں ان کا مطلب نمبر ۳ سے ان کا مطلب نمبر ۲ نہیں ہو سکتا ـــــ انہوں نے کہا "اگر مسٹر جناح کی تیسری ترمیم منظور ہو جائے تو کیا ہو گا؟" "وہ ہم سے جو کچھ کرانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے- وہ بنیاد کو تباہ کرنا چاہتے ہیں- وہ چاہتے ہیں کہ بالائی منزل کو برقرار رکھا جائے اور چاہتے ہیں کہ ہم شیشے اور کھڑکیاں تبدیل کر دیں" کیا یہ آپ کا جواب ہے؟ آپ نے اپنے مسودہ قانون کا بھی مطالعہ کیا ہے' ایسی کوئی بنیاد نہیں جس کے بارے میں ہم گفتگو کر سکیں ماسوا ایک کے کوئی منزل نہیں اور اگر کوئی منزل ہے تو وہ صرف حسین کہانی ہے جو ممبر قانون نے شیشوں اور کھڑکیوں کے بارے میں گھڑی ہے- جاؤ یہ کہانیاں بچوں کو سناؤ (قہقہہ) یہاں ایسی کوئی شے نہیں جسے منزل کہا جا سکے اور میں اس ایوان کے سامنے اس کی وضاحت کروں گا- آیئے ہم اس چیز کا جائزہ لیں- اب ہم کر کیا رہے ہیں؟ ہم ایک دستوری اسکیم کی تعمیر کر رہے ہیں- پہلے صوبوں کے لئے پھر ہم مرکزی حکومت کے لئے ایک اسکیم تعمیر کر رہے ہیں- یہ سب کچھ فرش پر ہو رہا ہے- بالائی منزل کوئی نہیں- پھر مجھے مزید ڈرایا گیا کہ اگر میری تیسری ترمیم منظور ہو گئی تو مسودہ قانون کی پوری عمارت گر پڑے گی- لیکن مسودہ قانون خود کیا کہتا ہے؟ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی رپورٹ خود کیا کہتی ہے؟ وہ کہتی ہے کہ جونہی مسودہ قانون منظور ہوا یا اس کے بہت جلد بعد سب سے پہلے صوبائی خودمختاری معرض وجود میں آ جائے گی' لیکن وفاق وجود میں نہیں آتا- اس میں دو سال لگ سکتے ہیں' تین سال لگ سکتے ہیں' پانچ سال لگ سکتے ہیں اور انہوں نے خود اس رپورٹ میں اور قرطاس ابیض کی تجاویز میں کہا ہے کہ صوبائی خودمختاری کے پورے طور پر رو بہ عمل آنے کے بعد کچھ مشکلات پیش آ سکتی ہیں- دشواریاں ہو سکتی ہیں' پھر کچھ شرائط ہیں' جن کا پورا ہونا ازبس ضروری ہو گا- انہیں والیان ریاست کی منظوری لینی ہو گی' الحاق کی دستاویزات حاصل کرنی ہوں گی' انہیں دیگر امور بھی سرانجام دینے ہوں گے- پھر مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی رپورٹ صفحہ ۲۸۶ پر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ :

"اس امر کا امکان ہے کہ اس بات میں سہولت رہے گی یا یہ ناگزیر بھی ہو سکتا ہے کہ مرکز میں تبدیلیاں لانے اور ریاستوں کی شمولیت سے قبل نئی صوبائی حکومتوں کا قیام عمل میں لے آیا جائے۔ لیکن خودمختار صوبوں کا قائم ہونا تکمیل وفاق کی جانب محض پہلا قدم ہو گا جس کے لئے دستور کے قانون میں گنجائش رکھی جائے گی' اور ملک معظم کی حکومت نے کہا ہے کہ اگر ایسے اسباب کی بنا پر جو ان کے قابو سے باہر ہوں' اس پروگرام کی راہ میں کچھ رکاوٹیں حائل ہو گئیں تو وہ ہند کی رائے عامہ کے مشورے سے پوری صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے اقدام کریں گے۔

"چنانچہ قانون دستور میں اس مدت کی گنجائش رکھنی ہو گی۔ خواہ وہ کتنی ہی مختصر کیوں نہ ہو کہ قیام وفاق سے قبل صوبائی خودمختاری وجود میں آ جائے۔ اس مقصد کیلئے متوقع عبوری انتظامات کی نوعیت کی وضاحت تجاویز کے پیراگراف ۲۰۲ میں کر دی گئی ہے۔"

اور خود اس مسودہ قانون میں اس گنجائش کا اہتمام کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا قیام وفاق کا معاملہ ابھی معطل کیا جا رہا ہے۔ یہ پارلیمان کے دونوں ایوانوں کی رائے سے مشروط ہے' اور یہ مشروط ہے ان متعدد دیگر شرائط سے جو پوری کرنی ہوں گی۔ اب آپ کے لئے میرا جواب یہ ہے کہ براہ کرم اس اسکیم کو روک دیجئے۔ یاد رکھئے' میں زور دینا چاہتا ہوں' یہ وفاق کی اسکیم' اسے روک دیجئے۔ میں ان حالات کے پیدا ہونے کا انتظار نہیں کرنا چاہتا۔ میری رائے میں تو وہ حالات پہلے ہی پیدا ہو چکے ہیں اور میں کہتا ہوں اسے' روک دیجئے۔ وہ حالات کیا ہیں جو پیدا ہو چکے ہیں؟ جو حالات پیدا ہو چکے ہیں وہ یہ ہیں : میں نے آپ کی اسکیم دیکھ لی ہے اور یہ بالکل بے کار' بنیادی طور پر بری اور کلیتا" ناقابل قبول ہے (ایک معزز رکن : "کیوں؟") کیوں؟ کیا مجھے یہ بتایا جانا چاہئے کہ پورا مسودہ قانون ختم کر دیا جائے گا؟ یہ وہ بات ہے جو میں معلوم کرنا چاہتا ہوں اور اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں مرکزی اسکیم پر کیوں اعتراض کرتا ہوں۔ میں مرکزی اسکیم پر اعتراض کرتا ہوں۔ اولاً۔ آپ اپنے ہی الفاظ لے لیجئے' جناب والا' صدر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک رہنما کی حیثیت سے' ایک ممتاز رہبر کی حیثیت سے اور انڈیپنڈنٹ پارٹی کے ایک قائد کی حیثیت سے' آپ نے یہ فرمایا تھا : "اسکیم کلیتا" غیر فطری' مصنوعی ہے اور کوئی دستور اس سے آشنا نہیں۔" میں اس میں اضافہ کروں گا کہ اس میں وہ بنیادی اور لازمی عناصر اور اساسی تقاضے بھی مفقود ہیں جو کسی وفاق کی تشکیل کے ضروری لوازمات تصور کئے جاتے ہیں۔ میری دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں والیان ریاست کی شمولیت ان کی اپنی شرائط پر تجویز کی گئی ہے۔ یعنی جو پیشگی

شرائط وہ تجویز کریں انہیں من و عن تسلیم کر لیا جائے اور فی نفسہ یہ امر برطانوی ہند کے اہم مفادات کے لئے سخت مضرت رساں ہو گا۔ یہ تاثر لیا جا سکتا ہے کہ میں والیان ریاست کے خلاف ہوں۔ میں والیان ریاست کے خلاف نہیں ہوں۔ میں کسی کے خلاف نہیں ہوں۔ میں برطانوی ہند کے حق میں ہوں۔ یہ بات نہیں ہے کہ میں والیان ریاست سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہتا۔ میں نے بارہا یہ بات کہی ہے کہ میں کل ہند وفاق کے خلاف نہیں ہوں اور معزز ممبر قانون نے درست طور پر یہ کہا ہے کہ مہاتما گاندھی بھی کل ہند وفاق کے خلاف نہیں تھے۔ اس سے کیا اخذ ہوتا ہے؟ جب میں یہ کہتا ہوں کہ میں کل ہند وفاق کے خلاف نہیں ہوں تو کیا اس سے یہ مراد لی جا سکتی ہے کہ آپ کل ہند وفاق کی کوئی اسکیم جو آپ مرتب کریں میرے سر تھوپ دیں' خواہ وہ کتنی ہی بری اور خواہ وہ کتنی ہی ناقابل قبول کیوں نہ ہو؟ کیا یہ دلیل ہے؟ نکتہ یہ نہیں ہے کہ ہم کل ہند وفاق کے خلاف ہیں۔ مگر کل ہند وفاق کس قسم کا؟ میں اس ایوان میں کھڑے ہو کر یہ کہتا ہوں کہ میں خود کل ہند وفاق کی کسی ایسی متبادل اسکیم پر غور کرنے سے اجتناب نہیں کروں گا جو میرے خیال میں برطانوی ہند کے مفاد میں ہو' اور مجھے اس بات سے مسرت ہو گی اگر میں مطمئن ہو جاؤں کہ اس کو قبول کرنا مفید ہے۔ مجھے اس کا بھی علم ہے کہ والیان ریاست نے جو ناممکن شرائط رکھی ہیں ان کی وجہ سے کسی بھی نوع کا ایسا وفاق تشکیل دینا ناممکن ہو گا جو واقعتاً وفاق کہلانے کا مستحق ہو۔ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ اس طرح معلق رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم نے اس میں چار برس گذار دیئے ہیں۔ ایک طرف تو والیان ریاست نے قطعی طور پر اپنا الٹی میٹم دے دیا ہے۔ یہ اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ دوسری طرف برطانوی حکومت نے اپنے تحفظات قلم بند کر دیئے۔۔۔ ایک آہنی دیوار' یہ آپ کو قبول کرنا ہوں گے اور میں ان دونوں کے درمیان کھڑا ہوں' آپ یہ قبول کر لیجئے اور اسے اسکیم کا جائزہ لینے کیلئے وفاق کا نام دے دیجئے۔ یہ کوئی مناسب طریقہ نہیں ہے۔ پس میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ اسکیم میرے لئے قابل قبول نہیں۔ جہاں تک معزز ممبر داخلہ کا تعلق ہے انہوں نے اپنے خلوص کے بارے میں جو کچھ کہا ہے میں ان کے ایک ایک لفظ کو قبول کرتا ہوں۔ میں ان کی اپیل کو سراہتا ہوں۔ میں اس جذبے کو بھی سمجھتا ہوں جس کے تحت انہوں نے تقریر کی اور اس سب کچھ کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ مجھے علم ہے کہ وہ جس بات پر یقین رکھتے ہیں' وہی کہتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا وہ یہ ہے : اسے لے لیجئے اور اسے جامہ عمل پہنا دیجئے۔ انہوں نے کہا "جب روشنی نہ تھی تو موسیٰ (علیہم السلام) کو کیا ہوا تھا؟ وہ تاریکی میں تھے۔" درست' لیکن کیا یہاں کوئی روشنی ہے؟ کیا یہ روشنی ہے؟ میں کہتا ہوں کہ موسیٰ اب بھی تاریکی میں ہیں۔

آنریبل سر ہنری کریک : میرا نکتہ یہ تھا کہ ہم نے نہیں بلکہ کانگرس پارٹی نے شمع گل کی ہے۔

مسٹر ایم اے جناح : جب بات ممبر داخلہ کے مفید مطلب ہوتی ہے' جب حکومت کے مفید مطلب ہوتی ہے' تو وہ کہتے ہیں کہ کانگرس سارے ہند کی نمائندگی کرتی ہے۔ جب ان کے مفید مطلب نہ ہو تو وہ کہتے ہیں کہ کانگرس محض باغی ہے اور اس ملک میں ایک اقلیتیں ہیں۔ اس معاملے میں میں کہاں آتا ہوں؟ یہ سب کہاں ہیں (کچھ مسلم اراکین کی طرف اور باقی ماندہ ایوان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) درحقیقت یہ کوئی مناسب دلیل نہیں ہے کہ میرے چند ہم وطنوں کی تقریروں کی بنا پر آپ اس دستور کو ہند پر مسلط کر دینا چاہتے ہیں' لہٰذا مجھے اسے قبول کر لینا چاہئے۔ کیا میں پلٹ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ "مسٹر چرچل' لارڈ لائیڈ' سر مائیکل اوڈوائیر' سر ریجنلڈ کرے ڈوک اور ان کے باقی ہم خیالوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟" اگر میں ان کے ارشادات کو باور کر لوں اور ان پر عمل پیرا ہو جاؤں تو کیا میں یہ کہنے میں حق بجانب نہیں ہوں گا : میں انگریز کو ٹھوکر مار کر ہند سے فوراً باہر کر دوں گا اور اب بات کرنے کے لئے کچھ نہیں رہ گیا؟' کیا میں یہ کہتا ہوں؟ لیکن برطانوی حکومت مجھ پر اس دستور کو مسلط کرنے پر کیوں تلی ہوئی ہے؟ جس کے بارے میں انہیں مکمل طور پر علم ہے' جیسا کہ مجھے ہے' کہ یہ موجودہ دستور سے کہیں بدتر ہے وہ ہماری مرضی کے خلاف اسے ہم پر کیوں مسلط کرنا چاہتے ہیں؟ اگر میں ایک طبقے یا ایک پارٹی کے کہنے پر کان دھروں اور اس کا سامنا کرنے کا فیصلہ کروں تو ہند کے ساتھ معاملہ مناسب طریقے سے نہیں نمٹایا جا رہا یہ ایک بہانہ ہے' جب میں نے اس معاملے کا غیر سنجیدہ طریقے سے نہیں بلکہ پوری ذمہ داری کے ساتھ جائزہ لیا تو میں کیا دیکھتا ہوں؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں کہ برطانوی ہند نے گزشتہ نصف صدی کے دوران نمائندہ طرز حکومت کے ارتقاء کے ضمن میں جو کچھ اس کا موقف رہا ہے اور جتنی اس نے ترقی کی' اسے قربان کر دیا جائے۔ کسی صوبے سے مشورہ نہیں کیا گیا۔ والیان ریاست سے اس بات کی کوئی منظوری نہیں لی گئی کہ کیا وہ اپنی شرائط پر یا برطانوی حکومت کی طے کردہ شرائط پر وفاق کے ساتھ الحاق پر آمادہ ہیں؟ میرا اگلا اعتراض یہ ہے کہ یہ قابل عمل نہیں ہے۔ یہ کسی کو مطمئن نہیں کرتا اور یہ کسی کے بھی کم سے کم تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ یہ قابل عمل نہیں ہے۔ باور کیجئے یہ نام نہاد وفاقی مجلس قانون ساز میں ہمیں کدورت اور تلخی اور بحث و تکرار کے سوا کچھ نہیں دے سکتا میں والیان ریاست سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس امر پر غور کریں۔ کیا وہ آگ میں سے گزریں نکالنے کے لئے تیار ہیں۔ میں والیان ریاست سے یہ بھی اپیل کرتا ہوں۔ کیا یہی وہ ذمہ داری ہے جو

انہوں نے مرکز کو تفویض کی تھی اور وہ کن شرائط پر وفاق میں شمولیت پر آمادہ ہوئے تھے؟ والیان ریاست نے کہا تھا "جی ہاں ہم شامل ہونے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ مرکز کے پاس حقیقی اور اصلی ذمہ داری موجود ہو۔" کیا وہ اسے یہاں موجود پاتے ہیں؟ یہاں تو ۹۸ فیصد تحفظات ہیں اور ۲ فیصد ذمہ داری ہے۔ جناب والا میں ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس پہلو پر بھی غور کر لیں۔

اب آگے تحفظات کے ضمن میں ہم کیا دیکھتے ہیں؟ میں قانون کی مختلف شقوں کی بات نہیں کرتا۔ میں دو جملوں میں اس ایوان کے سامنے اس کا خلاصہ پیش کروں گا۔ ریزرو بینک' کرنسی' زرمبادلہ — کوئی سروکار نہ رکھا جائے' ریلوے بورڈ کوئی تعلق نہیں — جس کا بال بال قرضے میں جکڑا ہوا ہے۔ رہ کیا گیا؟ اقتصادی خودمختاری کی کنونشن۔ (قہقہہ) آگے کیا رہ گیا؟ دفاع' خارجی امور — محفوظ۔ خزانہ۔ یہ بھی پہلے ہی سے پورے کا پورا رہن ہے۔ ہمارا میزانیہ — ذرا سا جو یہاں ہے۔ ہم کیا دیکھتے ہیں؟ گورنر جنرل کی خصوصی ذمہ داری! میزانئے اور تخمینے کے تعلق میں ان کے اختیارات' ان کے قانون سازی کے ضمن میں مداخلت کرنے کے اختیارات' ان کے غیر معمولی اختیارات اور ان کی خصوصی ذمہ داری۔ جناب والا ! وہ ہمارے لئے کیا چھوڑتے ہیں؟ یہ مجلس قانون ساز کیا کرے گی؟ معزز ممبر داخلہ نے دریافت کیا "کیا آپ موجودہ ذلت آمیز اور ناقابل برداشت دستور کو برقرار رکھنے پر آمادہ ہیں؟" میں کہتا ہوں مجھے یہ دستور پسند نہیں' یہ ذلت آمیز ہے' یہ ناقابل برداشت ہے۔ لیکن میں لارڈ ریڈنگ کے الفاظ کا حوالہ دوں گا جیسے کہ آپ مجھے دے رہے ہیں' اس کے مقابلے میں اس میں زیادہ اختیارات ہیں۔ اور اب جو آپ تجویز کر رہے ہیں وہ موجودہ کے مقابلے میں زیادہ ذلت آمیز ہے' زیادہ ناقابل برداشت ہے۔ لیکن مجھے علم ہے کہ وہ مجھ سے کہیں گے — میں سمجھتا ہوں' کسی نے کہا بھی ہے کہ قائد حزب اختلاف وہی کردار ادا کر رہے ہیں جو مسٹر ونسٹن چرچل نے ادا کیا اور غالباً میرے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ میں بھی سر ونسٹن چرچل کا کردار ادا کر رہا ہوں۔ کیونکہ وہ اس اسکیم کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اور ہم مسٹر چرچل کا ساتھ دے رہے ہیں۔ آپ مجھ سے بھی یہی کہیں گے۔ جی ہاں' مجھے اس کا علم ہے۔

آنریبل سر ہنری کریک : تو آپ کیا کر رہے ہیں؟

مسٹر ایم اے جناح : میں یہ اپنی آنکھیں کھلی رکھ کے کر رہا ہوں۔

آنریبل سر نری پندرا سرکار : آپ کسی لمحے بھی بدل سکتے ہیں۔ چرچل نہیں (بدلیں گے)۔

مسٹر ایم اے جناح : مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ ممبر قانون بدلتے ہیں یا میں بدلتا ہوں۔ اس وقت تو میرا سروکار اپنی رائے کے اظہار سے ہے۔ جناب والا! یہ بڑا سنگین لمحہ ہے۔ مجھے اپنی

رائے کا اظہار کرنا ہے اور مجھے پوری ذمہ داری کے ساتھ اظہار خیال کرنا چاہئے اور مجھے سوچ سمجھ کر اور واضح طریق سے اظہار خیال کرنا چاہئے اور اس وقت مجھے صرف اسی بات سے سروکار ہے۔ نہ ہی مجھے ممبر قانون کی اس دھمکی سے کوئی سروکار ہے کہ مسودہ قانون ختم کر دیا جائے گا۔ انہیں اس کی کچھ خبر ہی نہیں (قہقہہ) ہندوستان کی پوری حکومت کو اس کا کچھ پتہ نہیں' پھر بننے سے کیا فائدہ؟ میں ان سے کوئی اپیل نہیں کروں گا جیسا کہ ممبر داخلہ نے درست طور پر کہا کہ نہ حکومت اور نہ ہی اس ملک کے عوام حرف آخر ہیں۔ حرف آخر تو پارلیمان کے پاس ہے۔ میں پارلیمان کے فائدے کے لئے اظہار خیال کرنا چاہتا ہوں اور میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میری رائے کیا ہے! اور نتائج و عواقب کی ذمہ داری وہ قبول کریں۔ لہٰذا اگر ممبر داخلہ نے کہا "آپ مسٹر چرچل کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں" میرا جواب یہ ہے "اگر آپ ہمیں غلط سمجھنا چاہتے ہیں تو ضرور سمجھیں۔ اگر آپ ہماری غلط ترجمانی کرنا چاہتے ہیں تو ضرور کریں۔ ہم مسٹر چرچل سے اتفاق نہیں کر رہے ہیں۔ مسٹر چرچل کا نکتہ یہ ہے کہ وہ مرکز میں کوئی ارتقاء نہیں چاہتے۔ میرا یہ نکتہ نہیں ہے۔ میرا نکتہ یہ ہے کہ میں مرکز میں یہ اسکیم نہیں چاہتا اور میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ ہند کی رائے عامہ کے مشورے سے پوری صورت حال کا جائزہ لیں اور میرے ملک میں ایک ذمہ دار حکومت قائم کریں۔" (پرزور اور طویل نعرہ ہائے تحسین) فرق یہ ہے۔ پس جناب والا! جیسا کہ میں کہتا ہوں' لہٰذا ہماری غلط ترجمانی سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ پھر' جناب والا! یہ وائسرائے کے ایک رسمی اعلان کی خلاف ورزی ہے۔ اس وقت لارڈ اروِن تھے اب لارڈ ہیلی فیکس ہیں اور جیسا کہ مسٹر شاستری نے کہا ان کے نام کی تبدیلی کے ساتھ ان کے خیالات بھی بدل گئے! (قہقہہ) لیکن' جناب والا! انہوں نے جو اعلان کیا تھا وہ انہوں نے ذاتی طور پر اپنی جانب سے نہیں کیا تھا' وہ انہوں نے ملک معظم کی حکومت کی طرف سے کیا تھا' اور وہ اعلان کیا تھا؟

"کہ ملک معظم کی حکومت ان امور کو پارلیمان میں پیش کر دے گی جن پر زیادہ سے زیادہ اتفاق رائے ہو گا۔"

میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ اپنے دل کو ٹٹولیں اور بتائیں کہ کیا اس اسکیم کو زیادہ سے زیادہ اتفاق رائے حاصل ہو گیا ہے؟ میری مراد ہے ہندوستانی رائے عامہ سے۔ ہو سکتا ہے کہ اسے قدامت پسند پارٹی کا زیادہ سے زیادہ اتفاق رائے حاصل ہو گیا ہو' لیکن وہ تو اعلان نہیں تھا۔ لہٰذا کوئی اتفاق رائے نہیں ہوا۔ پھر ابتدائی مرحلوں میں ہمیں بتایا گیا تھا کہ ہم ہند کو برابر کا شریک کار بنائیں گے۔ جناب والا اس لفظ کو حال ہی میں حذف کیا گیا ہے۔ کیا یہ شراکت ہے؟ جناب

والا' ہمارے انگریز دوستوں کے نزدیک "شراکت" اور "تعاون" کے معنی جو تھے وہ یہ ہیں کہ "ہم آپ کو شریک کار کہیں گے لیکن آپ کریں وہ جو ہم کہیں۔" سو' ہم اسے تعاون اور خیرسگالی کہیں گے بشرطیکہ میں جو کچھ کہوں اور جو کچھ کروں اس پر آپ آمنا و صدقنا کہیں۔ یہ خیرسگالی ہے؟ یہ تعاون ہے؟ جناب والا! میں نے شروع میں ہی یہ محسوس کر لیا تھا اور جتنا مجھے اس وقت یقین تھا اب اس سے زیادہ یقین ہے کہ کل ہند وفاق کا یہ تخیل ایک بہانے کے طور پر شروع کیا گیا تاکہ برطانوی ہند کے دستور میں مرکز کو ذمہ داری تفویض کرنے سے گریز کیا جا سکے۔ ہمیں ایک غلط پٹڑی پر ڈال دیا گیا۔ کسی بھی شخص نے جسے ذرا بھی شعور ہو یہ محسوس کر لیا ہو گا یا بہرحال تھوڑے سے عرصے میں محسوس کر لے گا کہ وہ اسکیم جسے ہمیں تشکیل کرنے کی راہ پر لگایا جا رہا ہے فی الحقیقت اس کی تشکیل ناممکن ہے۔ شروع ہی سے یہ تقریباً ناممکنات میں سے تھا اور اب تو یہ چکر چل گیا : صوبائی خودمختاری' وفاق پر مرکز میں ذمہ داری۔ مرکز میں کیا ذمہ داری ہو گی؟ یہ کہ اگر آپ اس اسکیم کو قبول نہیں کرتے تو مرکز میں کوئی ذمہ داری نہیں ہو گی اور مزید کچھ نہیں کیا جا سکتا اور صوبائی خودمختاری بھی گئی۔ سارا معاملہ ہی ختم۔ لہٰذا میں اس ایوان سے گزارش کرتا ہوں کہ میری ترمیم کا تیسرا حصہ بالکل واضح ہے' قطعی ہے اس میں میں نے کہا ہے کہ میں اس اسکیم کو قبول نہیں کرتا اور میں ملک معظم کی حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ہند کی رائے عامہ کے مشورے کے ساتھ پوری صورت حال کا جائزہ لے۔

میرے دوست مسٹر موڈی نے کہا ہے کہ آپ کیوں نہیں کہتے کہ یہ ردوبدل ہے جو ہم چاہتے ہیں؟ میں جو جواب دے سکتا ہوں یہ ہے' میں سمجھتا ہوں کہ ایوان مجھ سے اتفاق کرے گا کیونکہ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ پہلی گول میز کانفرنس میں ہم نے تجاویز پیش کیں جو سکیے رپورٹ پر منتج ہوئیں۔ عملاً ہم نے ان کی بیشتر اہم سفارشات مسترد کر دیں۔ دوسری گول میز کانفرنس میں ہم نے دوبارہ تجاویز پیش کیں۔ اس بار پہلے کے مقابلے میں صورت بدتر رہی اور جو بات زیادہ اہم ہے کہ ہم جو تجاویز پیش کریں گے وہ ہمارے لئے مفید رہیں گی تو وہ بڑے مزے سے اس کا اہتمام کر لیتے ہیں کہ تجویز کو رو بہ عمل آنے سے روکنے کے لئے کوئی تحفظ گھڑ لیا جائے۔ تیسری گول میز کانفرنس تو بدترین تھی۔ اس کے بعد مشترکہ پارلیمانی کمیٹی آئی۔ میں ایک لمحے کے لئے بھی یہ چیلنج تو نہیں کرتا کہ ہند کے جن صاحبوں نے مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے ساتھ مل کر کام کیا وہ محب وطن نہیں تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا میں احترام کرتا ہوں' خواہ مجھے ان سے کتنا ہی شدید اختلاف کیوں نہ ہو۔ انہوں نے اپنی سی پوری کوشش کی۔ جیسا کہ مسٹر شاستری نے کہا کہ وہ نہ صرف ناقابل علاج رجائیت پسند تھے' جیسا کہ میرے دوست مسٹر موڈی ہیں' بلکہ تعاون کے پرانے

اور لاعلاج' مریض تھے اور انہوں نے امید کے خلاف امید قائم رکھی۔ انہوں نے سوچا کہ وہ انگریز قوم اور انگریز مدبرین کے انصاف پسند ذہن کو متاثر کر سکیں گے اور انہوں نے اس امید موہوم کو گلے لگائے رکھا۔ آخرکار جب سب ناکام ہو گئے تو انہوں نے ایک مشترکہ یادداشت تیار کی' تمام طبقات—— ہندوؤں' مسلمانوں' پارسیوں اور دوسروں نے مشترکہ طور پر کہا : کم از کم ان تبدیلیوں کو نافذ کر دیجئے یہ تو معتدل سے بھی معتدل ہیں۔ ان کا کیا بنا؟ اب وہ مشترکہ یادداشت کہاں ہے؟ وہ کوڑے کی ٹوکری میں ہے۔

جناب والا ! میں کہتا ہوں کہ ہماری عزت نفس کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی بے چارگی کے باوصف ہمیں آگے بڑھتے رہنا چاہئے۔ ہم نے اس اسکیم کو دیکھ لیا ہے اور ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔ اب میں مزید لیت و لعل نہیں چاہتا' میں اپنی قطعی رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے دھمکی دی جاتی ہے۔ کیا آپ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تاریکی میں رہنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ ساری عمر بے دستور رہنا چاہتے ہیں؟ جناب والا ! یہ دھمکیاں مجھے پریشان نہیں کر سکیں گی۔ یہ دھمکیاں مجھے اظہار خیال سے نہیں روک پائیں گی۔ لہٰذا' جناب والا! مجھے امید ہے کہ میں نے اس ایوان کو اس امر کا یقین دلا دیا ہے کہ میں کوئی ایسا رویہ جسے آپ شوخ رویہ کہہ سکیں—— اختیار نہیں کر رہا ہوں' یا یہ کہ میں کسی پر اپنی رائے ٹھونسنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں' میں کہتا ہوں کہ یہ واقعات ہیں اور اب ہمیں فی الحقیقت اپنی رائے بغیر کسی لاگ لپٹ کے ظاہر کر دینی چاہئے۔ پھر تحفظات کے بارے میں کہا جاتا ہے—— میں سمجھتا ہوں کہ معزز ممبر قانون نے یہ کہا—— کہ یہ تحفظات استعمال نہیں کئے جائیں گے۔ جناب والا! میرے پاس وزیر ہند کی تقریر موجود ہے۔ میں اسے حوالے کے لئے پڑھنا نہیں چاہتا' لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ تحفظات استعمال کئے جائیں گے۔ نہ صرف یہ کہ یہ استعمال کئے جائیں گے بلکہ وہ کہتے ہیں : ''یاد رکھئے ان کے پیچھے کیا ہے' پوری سرس ہمارے پیچھے ہے۔'' اور آخرکار وہ کہتے ہیں اور پوری فوج ہمارے پیچھے ہے اور یہ تحفظات استعمال کئے جائیں گے۔ پس مجھے یہ بتانے کا کیا فائدہ کہ انہیں استعمال نہیں کیا جائے گا؟

دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں' یہ ہے۔ سر جوزف بھو نے ایک اپیل کی—— ایک ذاتی اپیل' میرے دل میں ان کا بڑا احترام ہے۔ انہوں نے کہا' اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا لیجئے۔ جناب والا ! میں ان کی وہ بات تو سمجھ لیتا لیکن پھر انہوں نے ابراہم لنکن کا حوالہ دیا جو ایک عظیم محب وطن اور شریفانہ جذبات سے مملو تھے۔ اس سے مجھے یاد آیا کہ شیطان انجیل کا حوالہ دے رہا ہے' انہوں نے انجیل ختم نہیں کی۔ ابراہم لنکن نے کیا کہا تھا اور ان کے سامنے کیا حالات تھے؟ اور ان حالات اور اسباب کے درمیان جو آج ہمارے سامنے ہیں ان کی کوئی مطابقت ہے؟ جناب

والا! میں اپنی ترمیم کے تیسرے حصے کے بارے میں اتنا ہی کہنا چاہتا تھا۔

جہاں تک میری ترمیم کے دوسرے حصے کا تعلق ہے' معزز اراکین کو اس بات کی تعریف کرنی چاہیئے کہ میں غیر متعلق باتوں سے متاثر نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یقینی طور پر میں اپنے دوست قائد حزب اختلاف سے اتفاق کر لیتا۔ ہو سکتا ہے کہ میں غلط ہوں یا میں درست بھی ہو سکتا ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے اور مجھے اس ایوان میں یہ بات کہنے میں مطلق کوئی پس و پیش نہیں کہ جہاں تک صوبائی اسکیموں کا تعلق ہے اس میں موجودہ صورت حال کے مقابلے میں ترقی ہوئی ہے' اور اسی لئے میں تمیز کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں کس حد تک ترقی ہوئی ہے؟ یہ میں ابھی عرض کئے دیتا ہوں : اولاً منتخب کرنے والوں اور رائے دہندگان کی وسعت' یہ کسی بھی دستور کا سنگ بنیاد ہوتا ہے۔ میری رائے میں یہ ایک ترقی ہوئی ہے۔ دوسری' صوبائی مجالس قانون ساز کے جملہ اراکین منتخب ہوں گے' یہ ایک ترقی ہوئی ہے۔ صوبوں میں آپ کی کابینہ منتخب اراکین پر مشتمل ہو گی جو مجلس قانون ساز کے سامنے جواب دہ ہو گی اور مجلس قانون ساز رائے دہندگان کے سامنے جواب دہ ہو گی۔ صوبائی دستور کا یہ ڈھانچہ بلاشبہ ایک ترقی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ کرنے کے بعد کچھ قابل اعتراض چیزیں ہیں جن کی طرف میں پہلے ہی اشارہ کر چکا ہوں۔ مثلاً دوسرا ایوان اور گورنر کے اختیارات' میں سمجھتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف نے یہ غلط کہا کہ میں صرف خصوصی ذمہ داری کی ہی بات کر رہا ہوں۔ میری ترمیم کا نہ صرف خصوصی ذمہ داری سے تعلق ہے بلکہ وہ یہ بھی کہتی ہے کہ اس میں کچھ بہت ہی قابل اعتراض چیزیں ہیں' بالخصوص دوسرا ایوان اور غیر معمولی اور خصوصی ذمہ داری کے اختیارات۔ میں کوئی تمیز روا نہیں رکھ رہا ہوں—— اور ہاں پولیس اور خفیہ پولیس کے محکموں سے متعلق قواعد۔ لہٰذا میں صوبائی اسکیم کے ضمن میں تمیز روا رکھتا ہوں' میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں بنیادی طور پر اس کا اس درجہ مخالف ہوں کہ میں اسے مسترد ہی کر دوں۔ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ ازراہ کرم اس میں وہ ردوبدل کر دیجئے اور اگر آپ وہ ردوبدل کر دیتے ہیں...

مسٹر ایس ستیہ مورتی : کیا اس کا کوئی امکان (چانس) ہے؟

مسٹر ایم اے جناح : میں اس وقت امکانات (چانس) پر نہیں جا رہا ہوں۔ میں یہاں جوا نہیں کھیل رہا ہوں!

مسٹر ایس ستیہ مورتی : آپ کھیل رہے ہیں۔

مسٹر ایم اے جناح : میں نہیں کھیل رہا۔ میں اپنی رائے کا اظہار کر رہا ہوں۔ میں یہاں قسمت آزمائی (گیم آف چانس) نہیں کر رہا ہوں۔ پس' میں اظہار خیال کر رہا ہوں اور اظہار رائے اپنی

سمجھ کے مطابق دیانتداری اور انصاف کے ساتھ اور سچائی اور حقائق سے ہم آہنگی کے ساتھ' لہذا میں کہتا ہوں یہ ردوبدل کر دیجئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ معزز رکن' قائد حزب اختلاف نے کہا کہ میری ترمیم کا مطلب بھی استرداد ہے۔

مسٹر ایس ستیہ مورتی : (بیٹھے بیٹھے) قائد ایوان نے بھی یہ کہا ہے۔

مسٹر ایم اے جناح : کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

(مسٹر ایم۔ اے۔ جناح بیٹھ گئے لیکن مسٹر ستیہ مورتی کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا)

معزز قائد حزب اختلاف نے کہا کہ میری ترمیم کے معنی بھی استرداد ہیں۔ میری مراد میری ترمیم کے تیسرے حصے سے ہے۔ وہ قانونی زاویہ سے دیکھ رہے ہیں اور کسی حد تک وہ درست ہیں اور میں آپ کو بتاؤں گا کہ وہ کس حد تک درست ہیں۔ آپ نے ایک پیش کش کی اور جہاں تک ان کا تعلق ہے وہ کہتے ہیں "میں اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔ یہ اس قدر بری ہے اور میں اس سے اس درجہ متنفر ہوں کہ میں اس کی طرف یا اس کے کسی جزو کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔"

مسٹر بھولا بھائی جے ڈیسائی (شمالی قسمت غیر مسلم۔ دیہی) : میں نے اس پر نظر ڈالی ہے لیکن اسے لائق نفرت پایا ہے۔

مسٹر ایم اے جناح : وہ کہتے ہیں میں دوبارہ اس کی طرف نہیں دیکھوں گا۔ میری طرف سے بات ختم ہو گئی۔ دوسری طرف میں کہتا ہوں جی ہاں میں نے اس کا بغور جائزہ لیا ہے۔ یہ بری ہے جہاں تک صوبوں کا تعلق ہے' اور مرکزی اسکیم کیتا" بری ہے' بنیادی طور پر بری ہے۔ تاہم میں یہاں رک نہیں جاتا بلکہ میں آپ کے سامنے ایک متبادل تجویز پیش کرتا ہوں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرا فرض ہے کہ میں محض منفی رویہ اختیار نہ کروں۔ آپ کہیں گے : "پھر آپ چاہتے کیا ہیں؟" موسیٰ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تاریکی میں نہیں رہنا چاہتا۔ موسیٰ تمہیں کہتا ہے یہ میری جانب سے متبادل راستہ ہے' اس پر آگے بڑھئے۔ صوبائی اسکیم میں ردوبدل کر دیجئے۔ مرکزی اسکیم کو ختم کر دیجئے اور برطانوی ہند میں مکمل ذمہ دار حکومت قائم کرنے کی غرض سے ہند کی رائے کے مشورے کے ساتھ پوری صورت حال کا دوبارہ جائزہ لیجئے۔ جناب والا ! میں ختم کرتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

۱۲- ہندو مسلم اتحاد ملک کے بہترین مفاد میں ضروری ہے

مسلم اسٹوڈنٹس یونین بمبئی کے اجلاس سے خطاب

بمبئی ۲۲ اپریل ۱۹۳۵ء

مسٹر ایم- اے- جناح نے مسلم اسٹوڈنٹس یونین کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اس امر کی اہمیت پر زور دیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا ایک ساتھ کام کرنا ملک کے بہترین مفاد میں بہت ضروری ہے- انہوں نے ہندو مہاسبھا سے اپیل کی کہ وہ ہندوؤں کی فوقیت اور غلبے کو اپنا مطمح نظر قرار نہ دے بلکہ مسلمانوں کے ساتھ برابری کا سلوک کرے- سر سلیمان قاسم مٹھا نے صدارت کی- مسٹر جناح منگل کے روز بحری جہاز کے ذریعہ انگلستان روانہ رہے ہیں-

مسٹر جناح نے مجلس قانون ساز کے گذشتہ اجلاس کی کارروائی پر مختصر طور پر تبصرہ کیا اور کہا کہ انہوں نے ہندو' مسلم مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے- مسلمانوں کی پوزیشن دونوں جگہ مجلس قانون ساز' کے اندر اور باہر—— قومی زندگی میں' بہت دشوار ہے- اگر وہ حکومت سے اتفاق نہیں کرتے یا حکومت کی مخالفت کرتے ہیں تو وہ حکومت کی ناراضگی سمیٹتے ہیں' اگرچہ حکومت نے کھلم کھلا ایسا نہیں کہا- اس کے ساتھ ساتھ انہیں ملک کے وسیع تر مفاد میں بھی حکومت کی مخالفت مول لینی پڑتی ہے- وہ ہمیشہ حکومت کی حمایت بھی تو نہیں کر سکتے- جب انہیں اس بات کا علم ہوتا ہے کہ کوئی خاص تحریک ہند کے مفاد میں ہے تو وہ اس تحریک کی حمایت کرتے ہیں اور حکومت کی مخالفت-

مسلمانوں کی پوزیشن

مسلمانوں کی پوزیشن ہندو دوستوں کے معاملے میں تو اور بھی دشوار ہے- اس بات کو مختصرا اس طرح کہا جا سکتا ہے : ہندو سیاستدانوں کے دو مکتب ہیں' نیشنل کانگرس کا مکتب اور دوسرا ہندو مہاسبھا کا مکتب- جہاں تک نیشنل کانگرس کا تعلق ہے انہوں نے اس پر مسرت کا اظہار کیا کہ پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ یہ محسوس کر لیا ہے کہ ہندو' مسلم اتحاد کے بغیر ملک میں آئینی پیش رفت یا کسی اور معاملے میں پیش رفت کے ضمن میں کسی بڑی کامیابی کی کوئی امید ہی نہیں ہو سکتی- مسٹر جناح کے خیال میں یہ نہایت خوش آئند امر ہے- اس کے ساتھ نیشنل کانگرس میں ایک ایسا حلقہ بھی ہے جو یہ سوچتا ہے کہ مسلمان کافی حد تک محب وطن نہیں ہیں-

مسٹر جناح نے اس خیال کا اظہار کیا کہ یہ بات تسلیم کی جائے گی کہ بہت اہم مواقع پر' اگرچہ مسلمان کانگرس پارٹی کی حکمت عملی اور پروگرام سے اتفاق نہیں کرتے تھے' تاہم رائے شماری کے وقت وہ اس لابی میں گئے جو مقبول رائے اور قومی مفاد کی حامی تھی- اس امر کے باوصف

کانگرس میں ایک حلقہ ایسا ہے جو مسلمانوں کی حب الوطنی کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ کسی بھی وقت ملک سے بے وفائی کر سکتے ہیں۔ انہوں نے امید ظاہر کی کانگرسی رہنما خود یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس شک کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

ہندوؤں کی فوقیت

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ہندو مہاسبھا کی پوزیشن نے نہ صرف مسلمانوں کی پوزیشن کو دشوار بنا دیا ہے بلکہ کانگرس کی پوزیشن کو بھی مشکل بنا دیا ہے۔ جہاں تک ہندو مہاسبھا کا تعلق ہے اس نے جو بھی اعلان کیا یا جو لائحہ عمل اختیار کیا ہے اس کا مقصد مسلمانوں کے لئے اس امر کا مظاہرہ کرنا ہے کہ ہندو مہاسبھا پر صرف ایک ہی فکر کا غلبہ ہے۔۔۔ بڑی فکر ـــــ کہ ہند میں ہندوؤں کو غلبہ اور فوقیت حاصل ہونی چاہیے۔

جب مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ہندو مہاسبھا کا یہ رویہ ہے اور اس کی یہ ذہنیت ہے تو ان کی پوزیشن دشوار ہو گئی۔ مسلمانوں نے قدرتی طور پر خود سے سوال کیا کہ "ہند کی مستقبل کی حکومت میں ہماری پوزیشن کیا ہو گی؟" جب اس عظیم ملک کو اپنی حکومت ملتی ہے، تو کیا ہم ہندوؤں کے زیرنگیں ہوں گے؟ لہٰذا وہ کس طرح مسلمانوں سے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ پوری دلجمعی کے ساتھ ہندوؤں کی آزادی کی جدوجہد میں ان کے ساتھ شریک ہوں۔ جب تک کہ یہ ذہنیت مکمل طور پر تبدیل نہیں ہو جاتی، ہندوؤں اور مسلمانوں کا پوری دلجمعی کے ساتھ کام کرنا بہت مشکل ہو گا۔

کانگرس کا تجربہ

مسٹر جناح نے امید ظاہر کی کہ کانگرسی رہنما اپنے وسیع تر تجربے اور بہت عمدہ تربیت کی بنا پر اس حلقے پر غلبہ حاصل کرلیں گے اور مسلمانوں کو یہ یقین دلا دیں گے کہ "یہ ہندو حکومت نہیں ہو گی بلکہ ہندی حکومت ہو گی جس میں مسلمانوں کے ساتھ نہ صرف عادلانہ اور منصفانہ سلوک روا رکھا جائے گا بلکہ انہیں ہندوؤں کے مساوی تصور کیا جائے گا۔ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ تعاون کے لئے تیار اور آمادہ ہیں۔ مسلمانوں کو اس راہ پر گامزن ہونے سے زبردستی نہیں روکا جا سکتا جسے وہ درست سمجھتے ہیں۔ وہ کسی کو غلبہ اور فوقیت حاصل کرنے نہیں دیں گے۔ وہ اپنے ملک کی حکومت میں شراکت کر کے رہیں گے؟ مسلمان کس حد تک اس پوزیشن کو برقرار کر سکیں گے۔ اس کا تمام تر انحصار ان کی اپنی اہلیت پر ہو گا۔ مسٹر جناح نے کہا کہ مسلمانوں کو مایوس نہیں ہونا چاہیے بشرطیکہ وہ ان مواقع کا پورا پورا فائدہ اٹھائیں جو انہیں میسر آئیں اور ہر موقع پر متحد رہیں۔ اگر ایسا ہوا تو وہ اپنی منزل پالیں گے۔"

خطاب کے اختتام پر مسٹر جناح نے ان چند سوالوں کے جواب دیئے جو مجلس قانون ساز میں انڈی پینڈینٹ پارٹی کے بارے میں ان سے کئے گئے۔ انہوں نے اس اصول کی وضاحت کی جس پر پارٹی کام کرتی ہے، یعنی جب حکومت درست ہوتی ہے تو پارٹی اس کی حمایت کرتی ہے۔ جب وہ غلط ہوتی ہے تو وہ اس کی مخالفت کرتی ہے۔ پارٹی مجلس قانون ساز میں صرف اس مقصد کے لئے نہیں ہے کہ وہ رکاوٹ پیدا کرے۔ (ٹائمز آف انڈیا، ۲۳ اپریل ۱۹۳۵ء)

۱۳۔ انگلستان روانہ ہونے سے قبل ایسوسی ایٹیڈ پریس سے ملاقات

بمبئی ۲۳، اپریل ۱۹۳۵ء

مسٹر ایم۔ اے جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ اور قائد انڈی پینڈینٹ پارٹی مرکزی مجلس قانون ساز کل اطالوی بحری جہاز "کونٹے ور دے" کے ذریعے عازم انگلستان ہو گئے۔ مسٹر جناح کو توقع ہے کہ وہ وسط دسمبر تک ہند سے باہر رہیں گے۔ چنانچہ وہ مجلس قانون ساز [مرکزی] کے اجلاس شملہ کے دوران ہند میں موجود نہیں ہوں گے۔

جب مسٹر ایم۔ اے۔ جناح سے مجلس قانون ساز [مرکزی] کے حالیہ اختتام پذیر ہونے والے اجلاس کے بارے میں ان کے تاثرات دریافت کئے گئے تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے حکومت کے معاملے میں مختلف جماعتوں کا رویہ نہایت افسوسناک پایا۔ انہوں نے حکومت ہند کے رویہ پر نکتہ چینی ان دونوں معاملوں میں اول ان امور کے متعلق جن پر حکومت ہند کو کوئی قدرت حاصل نہیں اور انہیں وہائٹ ہال [حکومت برطانیہ] کی خواہشات کو پورا کرنا ہوتا ہے دوم ان امور کے ضمن میں جو ان کے اختیار میں آتے ہیں۔ انہوں نے کہا "ہمیں معلوم ہے کہ تمام اہم امور کے بارے میں تصفیہ یا فیصلہ انڈیا آفس یا ڈاوننگ اسٹریٹ میں ہوتا ہے اور حکومت ہند کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ وہ ان کی مدافعت کرے۔ ایسے دس میں سے نو فیصلے واضح طور پر غلط اور ہند کے مفاد میں نہیں ہوتے۔ گورنر جنرل کی کونسل کے اراکین نہ صرف یہ کہ ان فیصلوں کا جواز مہیا نہیں کر سکتے بلکہ مجلس میں مباحث کے دوران ان کا رویہ ہر حلقے کے خلاف بے حد مخاصمانہ ہوتا ہے۔"

غلط ترجمانی

درآنحالیکہ ہند میں یہ صورت حال ہے اور ایوان بے چارگی کے عالم میں ہوتا ہے وزیر ہند اپنے بے حد آمرانہ اور متکبرانہ انداز میں اور ہند کی غلط ترجمانی کرتے ہوئے برطانوی پارلیمان کے سامنے اپنے اقدامات کو جائز قرار دیتے ہیں۔ گورنر جنرل اور حزب اقتدار ہند میں وزیر ہند کے ان فیصلوں کی مدافعت کرتے ہیں جن میں سے بعض میں ان سے مشورہ بھی نہیں کیا جاتا۔ وہ مجلس

قانون ساز میں جملہ جماعتوں کے جذبات اور ان کی آراء کے ساتھ حقارت آمیز سلوک روا رکھتے ہیں۔ ہمہ وقت کانگرس ان کے مغز پر سوار رہتی ہے۔ حزب اقتدار کسی کی بات نہیں سنتی اور ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں جیسے کوئی سانڈ چینی کے ظروف کی دکان میں گھس کر تہس نہس مچا رہا ہو' اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اجلاس کے اختتام کو پہنچتے پہنچتے ان کا ایک دوست بھی باقی نہیں رہتا۔

یہ تو تھا ان کا رویہ ان امور کے بارے میں جن پر انہیں کوئی قدرت حاصل نہیں اور جن کے فیصلوں میں ان کی آواز شامل نہیں ہوتی۔ لیکن ان معاملات کے تعلق میں کیا صورت حال ہے جن کے ضمن میں موجودہ دستور کے تحت انہیں کافی اختیار حاصل ہے؟ انہوں نے کیا کیا؟ یہاں ایسے مسائل تھے جن پر وہ مختلف جہتوں میں مجلس قانون ساز کی خواہشات کو پورا کر سکتے تھے لیکن اس ضمن میں بھی گورنر جنرل کی کونسل کے اراکین میں اتنی اہلیت نہیں تھی کہ وہ اس صورت حال کو سمجھ سکتے جو ان کے سامنے آئی کیونکہ ان میں عقل اور تدبر کا فقدان تھا۔ جب کبھی کسی نے حکومت کے اراکین سے کسی معاملے پر تبادلہ خیال کی کوشش کی یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ کانگرس کے رویے کے ستائے ہوئے ہیں۔ پھر وہ جملہ تجویزوں اور مشوروں کو مسترد کر دیتے ہیں' قطع نظر اس کے کہ وہ کس حلقے کی جانب سے آئے۔

مشاورتی حیثیت

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح مجلس قانون ساز حکومت کے ساتھ ہم آہنگی اور تعاون سے کام کر سکتی ہے۔ بلاشبہ ہر شخص یہ بات سمجھتا ہے کہ موجودہ آئین کے تحت مقننہ کو نہ کوئی کنٹرول حاصل ہے نہ اس پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور جملہ امور میں حتمی فیصلوں کا اختیار گورنر جنرل بشمول ان کی کونسل اور وزیر ہند کے پاس ہوتا ہے۔ مقننہ محض ایک مشاورتی ادارہ ہے جو حکومت کو صرف متاثر کر سکتی ہے لیکن اس کے اقدامات کو کنٹرول نہیں کر سکتی۔ پھر یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ مقننہ کی مشاورتی حیثیت کے تعلق میں بھی حکومت ہند کے کار پرداز کسی مشورے یا معقول استدلال سے متاثر نہیں ہوتے۔"

میزانیہ کی تجاویز پر گفتگو کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ جب تک موجودہ حکمت عملی اور ہند کے دفاعی نظام برقرار ہیں اور بیش بہا معاوضے والی ملازمتیں باقی ہیں اور مالیاتی' کرنسی اور زرمبادلہ کے ضمن میں حکمت عملی مقننہ کے احاطہ اختیار سے خارج ہیں' بات کرنا بھی بے سود ہے۔ چونکہ یہ سخت گیر اور گھسی پٹی سالانہ مشق ہی رہے گی۔ اس امر کا کوئی امکان نہیں کہ میزانئے میں] بڑی تبدیلیاں لائی جا سکیں چونکہ گورنر جنرل کا سارٹیفکٹ بہر طور ہمہ وقت موجود ہے۔

جب گفتگو فرقہ وارانہ تصفیہ کے تعلق میں ان کے اور بابو راجندر پرشاد کے درمیان مذاکرات کی ناکامی کی جانب مڑی تو مسٹر جناح نے کہا کہ عام طور سے اور مسلسل یہ بات کہی جا رہی ہے کہ وہ فارمولہ جس پر افراد اور اخبارات نے تبصرے کئے ان کا تھا اگرچہ انہیں ان نجی اور خفیہ مذاکرات کو' جو ان کے اور بابو راجندر پرشاد کے درمیان ہوئے' آشکار کرنے کا اختیار نہیں ہے' تاہم وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ انہیں اس تاثر کو دور کر دینا چاہیے کہ اس فارمولے کے مصنف وہ ہیں۔ درحقیقت تجاویز کانگریسی رہنماؤں کی جانب سے آئیں اور بابو راجندر پرشاد اور انہیں ہر کسی سے زیادہ اس کا افسوس ہوا کہ مذاکرات کو تج دینا پڑا۔ اب وہ صرف یہی کہہ سکتے ہیں "دوبارہ کوشش کرو۔"

ہند کے لئے مسودہ قانون

جب ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ مسودہ قانون حکومت ہند کے ضمن میں کیا اقدام کرنا چاہتے ہیں بالخصوص ان کی اپنی قرار داد کے پس منظر میں جسے مقننہ نے منظور کر لیا تھا' مسٹر جناح نے کہا: "کاش میں اس سوال کا جواب دے سکتا لیکن اتحاد کے بنا اس سوال کا جواب دینا مشکل ہے۔ بعینہ یہ کہنا بھی بہت دشوار ہے کہ ہماری حکمت عملی اور اپنے مطلوبہ ہدف کے حصول کے لئے یہ طریقے ہونا چاہئیں' جب تک کہ ہم ایک متحدہ محاذ سامنے نہ لے آئیں۔

انہوں نے کہا کہ انہوں نے چار معاملوں میں خصوصیت کے ساتھ بہت دلچسپی لی' یعنی برطانیہ عظمیٰ اور ہند کے مابین تجارتی تعلقات' سرعت کے ساتھ افواج ہند کو ہندیانہ' مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی رپورٹ اور مسودہ قانون حکومت ہند اور سب سے زیادہ اہم معاملہ ہندو' مسلم تصفیہ۔ جہاں تک انگلستان اور ہند کے مابین تجارتی روابط کا تعلق ہے کوئی بھی یہ محسوس کئے بنا نہیں رہ سکتا کہ ہندی مفاد کا مناسب طریقے سے تحفظ نہیں کیا گیا۔ جہاں تک فوج کو ہندیانے کا تعلق ہے یہ بدیہی امر ہے کہ حکومت کی موجودہ حکمت عملی' کہ ہندی فوج کے افسروں کے زمرے کو جلد سے جلد ہندیایا جائے' ایک دیانتدارانہ کوشش نہیں ہے۔ حکومت ہند کے لئے مسودہ قانون کے بارے میں انہوں نے کہا ہند کی بالخصوص اس کے وفاقی جزو کی مخالفت کے باوصف جو ہند کے مفاد کے لئے بے حد نقصان دہ ہے ملک معظم کی حکومت مسودۂ قانون کے ضمن میں خوشی خوشی کارروائی میں مصروف ہے' جہاں تک آخری نکتے یعنی فرقہ وارانہ مسئلہ کا تعلق ہے انہوں نے اس امر پر بہت افسوس کا اظہار کیا کہ وہ کوئی ایسا فارمولہ دریافت نہ کر سکے جو ہندو مسلم مسئلہ کا تصفیہ کرا سکتا اور دو عظیم فرقوں کے درمیان ہم آہنگی اور تعاون کو جنم دے سکتا جس کے بغیر' سب لوگ یہ تسلیم کرتے ہیں' درحقیقت کوئی ترقی یا پیش رفت ممکن ہی نہیں۔ (اے۔ پی)

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۵ اپریل ۱۹۳۵ء)

۱۴۔ انگلستان سے بمبئی [ہند] واپسی پر ایسوسی ایٹیڈ پریس سے ملاقات

بمبئی ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ و قائد انڈی پینڈینٹ پارٹی مجلس قانون ساز ہند آج ہند واپس پہنچ گئے۔

ایسوسی ایٹیڈ پریس سے ملاقات کے دوران مسٹر جناح نے کہا کہ وہ کم و بیش چھ ماہ ہند سے باہر رہے اور ان کے لئے اپنی پارٹی کے اراکین اور دیگر جماعتوں کے رہنماؤں کے ساتھ مشورے کے بغیر کسی قطعی رائے کا اظہار ممکن نہیں ہے۔

مسٹر جناح نے مزید کہا "مسودہ قانون حکومت ہند" اب قانون حکومت ہند بن گیا ہے۔ ہم سب کو علم ہے کہ نیا آئین ہم پر مسلط کیا گیا ہے۔ اب یہ مختلف رہنماؤں کا فرض ہے کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور نئے آئین کے بارے میں جو، کوئی قطعی اور مشترکہ حکمت عملی وضع کریں، بمہ وجوہ نافذ العمل ہو جائے گا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ وہ عنقریب مختلف رہنماؤں سے رابطہ قائم کریں گے اور یہ معلوم کریں گے کہ نئے آئین کا کس طرح سامنا کیا جائے۔ [اے۔ پی۔ آئی]

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

۱۹۳۶ء

۱۵- دشواری جتنی عظیم' اس سے نمٹنے کی کوشش عظیم تر ہونی چاہیے

مسلم اسٹوڈنٹس لیگ کے سپاسنامہ کا جواب

لاہور ۲۶' فروری ۱۹۳۶ء

مسٹر جناح چائے کی ایک ضیافت میں مہمان خصوصی تھے۔ اراکین مسلم اسٹوڈنٹس لیگ لاہور میزبان تھے۔ تقریب کا اہتمام لیگ کے سکرٹری مسٹر عابد علی سید (گورنمنٹ کالج) نے کیا تھا۔

مسٹر جناح کو سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے لیگ کے اراکین نے انہیں "لائق اعتماد واحد رہنما" قرار دیا۔ انہوں نے ان کی ذات پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے پنجاب کے دو برادر قوموں میں اختلاف کی خلیج کو پاٹنے کے ضمن میں ان کی مساعی کا خیر مقدم کیا۔ بے شک یہ کام بہت زبردست ہے لیکن ہم قادر مطلق سے نہایت خلوص کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کی مساعی کو کامیابی سے ہم کنار فرمائے۔

سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ جو فریضہ انہوں نے اپنے ذمہ لیا بلاشبہ وہ بہت دشوار ہے لیکن جس قدر دشواری عظیم ہو۔ اس سے عہدہ برآ ہونے کی سعی اس سے عظیم تر ہونی چاہیے۔ "مجھے امید ہے کہ میں کامیاب ہو جاوں گا۔ لیکن میری کامیابی کا امکان اس امر میں مضمر ہے کہ دونوں فرقے عام سطح سے بلند تر ہونے کی کوشش کریں۔"

سکھوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ بچپن سے ہی انہیں سراہتے تھے۔ "شائد میں اس کی توجیہ تو نہ کر سکوں لیکن میں نے ہمیشہ سکھوں کو ایک بہت نفیس فرقہ گردانا ہے۔ میں نے جیتو ترقیات کے معاملے اور مہاراجہ نابھہ کی گدی سے محرومی کے سلسلے میں ان کی خدمت بھی کی جتنی میرے بس میں تھی' فیس کی خاطر نہیں بلکہ اس لحاظ کی وجہ سے جو میرے دل میں ان کے لئے تھا۔"

میں نے یہ بھی جانا کہ سکھ اس شخص کا لحاظ کرتے ہیں اور اسے سراہتے ہیں جس نے ان کی مخلصانہ خدمات سر انجام دی ہوں۔ ہر سکھ نے جس نے مجھ سے ملاقات کی' میری مدد کرنے کی

خواہش کا اظہار کیا اور مجھے اپنی نیک تمناؤں سے نوازا۔

مسلمانوں کے لئے مشورہ

مسلمانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پہلا سوال جو انہیں خود سے کرنا چاہیے یہ ہے کہ "کیا ہمارا گھر درست ہے؟ کیا ہم ایک منظم اور متحد فرقہ ہیں؟" سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر آپ چھ مختلف آوازوں میں بولتے ہوں تو آپ کسی سے کیسے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ ان میں سے ایک آواز کو مسلمانوں کی آواز کی حیثیت سے قبول کرے۔ نہ صرف مسلمانوں کے معاملے میں بلکہ ہندی قوم کے معاملے میں من حیث المجموع کافی اعلیٰ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر کہیں آمریت ہو تو آمر پوری قوم کے لئے غور و فکر کا کام اپنے ذمے لے لیتا ہے۔ لیکن ایک نمائندہ حکومت کی کامیابی کادار ومدار صرف اس پر ہے کہ رائے دہندگان ذہین ہیں اور وہ اپنے رہنماؤں کا انتخاب ذہانت کے ساتھ کرتے ہیں۔ مسلم فرقہ نہ صرف پنجاب میں بلکہ من حیث المجموع پورے ہند میں اس سر زمین کی مانند ہے جس کی ملکیت کا کوئی دعویدار نہ ہو۔ کوئی بھی اس سر زمین پر دھرنا دے کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ "میں تمہارا مالک ہوں۔" یہ وہ بات تو نہیں جو ہونی چاہیے۔ آپ کو ذہانت کے ساتھ اپنے قائد کا انتخاب کرنا چاہیے اور پھر آپ دیکھیں کہ وہ اپنی قیادت کا حساب کتاب آپ کے سامنے پیش کرے۔" (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۲۷ فروری ۱۹۳۶ء)

۱۶۔ شہید گنج تحریک، سول نافرمانی بند کر دی جائے

تنازعہ آئینی اور پرامن طور سے طے کیا جائے، بادشاہی مسجد میں تقریر

لاہور ۲۸، فروری ۱۹۳۶ء

بادشاہی مسجد میں مسلمانوں کے ایک عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ انہوں نے ان کے رہنماؤں سے صلاح مشورہ کیا ہے اور طویل غور و خوض کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تحریک سول نافرمانی بند کر دی جائے اور شہید گنج تنازعہ کو طے کرنے کے لئے ان کی جملہ مساعی کی جہت آئینی اور پر امن طریقے پر مرکوز کر دی جائیں۔

عوام کے مفاد میں

انہوں نے مزید کہا "اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اس سفارش کی توثیق کر دیں جو آج ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ آپ اسے اپنی متفقہ منظوری عطا کر دیں گے ہم نے یہ فیصلہ اس لئے نہیں کیا کہ ہم کسی سے خوف زدہ ہیں یا ہم نے ایسا کسی کے ایما پر

کیا ہے بلکہ ہم سوچ سمجھ کر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہی محض عوام کے مفاد میں ہے۔"

"مجھے علم ہے کہ آپ لوگوں کے ذہن میں وہ لوگ ہیں جو جیلوں میں ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے تحریک شہید گنج کے سلسلے میں تکالیف اٹھائیں اور اٹھا رہے ہیں۔ میں حکومت سے یہ نہیں کہوں گا کہ اسے کیا کرنا چاہیے لیکن میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ حکومت کا سیدھا سادا فریضہ ہے کہ وہ بلا کسی تاخیر کے عام معافی کا اعلان کر دے اور میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ پرسکون اور پر امن رہیں اور اس کام میں میری مدد کریں تاکہ میں اپنی بہترین اہلیت کے مطابق آپ سب کی خدمت کر سکوں۔" (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' یکم مارچ ۱۹۳۶ء)

۱۷۔ ملک برکت علی کی تقریر کے جواب میں خطاب

(لاہور ۲۸' فروری ۱۹۳۶ء)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اپنے جواب کے دوران سکھوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا "ماضی میں ہم ان کے خلاف لڑے اور وہ ہمارے خلاف لڑے' ہم نے انہیں ہرایا اور انہوں نے ہمیں ہرایا۔ وہ ایک عظیم اور دلیر فرقہ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ میں مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہوں جب میں یہ کہوں کہ مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ مسرت کی بات کیا ہو سکتی ہے کہ پنجاب کے ان دو بہادر فرقوں کے درمیان کوئی آبرو مندانہ تصفیہ ہو جائے۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ اس ٹکڑے کو چھوڑ کر جو انہوں نے میری تعریف میں کہا' ملک برکت علی کی تقریر بڑی حد تک میرے ہی خیالات کا عکس ہے۔ دہلی اور لاہور میں بعض دوستوں نے انہیں یہ بتایا کہ مسلمانوں نے پہلے ہی شہید گنج کے باب کو ختم کر دیا ہے اور یہ کہ چند سر پھرے نوجوان تحریک شہید گنج کو چلا رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے مختلف طبقوں کے مسلمانوں سے ذاتی رابطے کے بعد صورت حال کو مختلف پایا۔

"یہ درست ہے کہ مسلمانوں کی قوتیں منتشر اور غیر منظم ہیں۔ مختلف وجوہات کی بنا پر وہ اس ہم آہنگی اور اتحاد کا مظاہرہ نہ کر سکے جو ان کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ لیکن میں نے یہ بات دیکھی کہ ہر مسلمان کا دل اعلیٰ سے ادنیٰ تک مجروح ہے اور اس سے خون ٹپک رہا ہے اور میں نے ارباب اختیار کو یہ محسوس کرا دیا ہے کہ ایک مسلمان بھی جس سے میں ملا ہوں ایسا نہیں جو اس مسئلہ کو شدت سے محسوس نہ کرتا ہو۔"

انہوں نے ان خطوط اور برقیوں کا ذکر کیا جو انہیں دوسرے صوبوں سے موصول ہوئے' جب اخبارات میں ان کے لاہور جانے کے فیصلے کا اعلان ہوا۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں دوسرے صوبوں کے مسلمانوں کے جذبات بھی اتنے ہی شدید ہیں جتنے کہ پنجاب میں

ہیں۔ تحریک سول نافرمانی کو ختم کرنے کے فیصلے کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا ہم نے یہ فیصلہ اس لئے نہیں کیا کہ ہم خوف زدہ تھے یا کسی کے ایما پر ایسا کیا۔ بلکہ صورت حال کے محتاط جائزے کے بعد اور مسلمانوں کے مختلف طبقوں کے نمائندوں کے ساتھ میرے صلاح مشورے کے بعد ہم اس بات کے قائل ہو گئے کہ یہ ہمارے مقصد کے بہترین مفاد میں ہو گا کہ تحریک سول نافرمانی کو ترک کر دیا جائے۔ ہم اپنے درد کا درماں آئین اور پرامن طریقوں سے تلاش کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ کئی آئینی مواقع دستیاب ہیں۔" انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ درآنحالیکہ ہم مسئلہ شہید گنج کو خیرباد نہیں کہہ رہے' ہم ہر ممکن کوشش کریں گے کہ سکھوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے کوئی مفاہمت ہو جائے۔ اخیر میں انہوں نے مسلمانوں کو ترغیب دی کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں' خود کو منظم کریں تاکہ ان کی آواز کا احترام کیا جائے۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۹ فروری ۱۹۳۶ء)

۱۸۔ براہ کرم میری مدد کیجئے

ٹاؤن ہال میں نمائندہ اجتماع سے اپیل

لاہور یکم مارچ ۱۹۳۶ء

"براہ کرم میری مدد کیجئے" یہ سادہ سے الفاظ دلوں کو گرما دینے والی اپیل کا حاصل تھے جو مسٹر محمد علی جناح نے ٹاؤن ہال لاہور میں ایک غیرمعمولی نمائندہ اجتماع سے کی۔

مسٹر جناح تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو سامعین بھی سرو قد کھڑے ہو گئے اور انہوں نے پرجوش تالیوں سے ان کا استقبال کیا۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ وہ ان مناسب الفاظ کی جستجو میں یکسر قاصر ہیں جن کے ذریعے وہ ان مقررین کا شکریہ ادا کر سکیں جنہوں نے محبت بھرے انداز میں ان کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے مقررین کو یقین دلایا کہ وہ بے حد متاثر ہوئے۔ اپنے مشن کا ذکر کرنے کے بعد جو اس وقت کم سے کم تنازعہ شہید گنج کا حل دریافت کرنے تک محدود تھا انہوں نے کہا "باور کیجئے میں یہاں مسلمان قائد کی حیثیت سے نہیں آیا۔ میں یہاں مسلمانوں کے مقصد جلیلہ کا علم بلند کرنے نہیں آیا۔ میرے پیش نظر صرف ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ مسئلہ کا عادلانہ اور منصفانہ حل تلاش کیا جائے اور اگر وہ عادلانہ اور منصفانہ ہو گا تو وہ آبرو مندانہ اور دیرپا بھی ہو گا۔ اگرچہ میں آج شام کے مقررین میں سے کسی ایک کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا نہیں چاہتا' مجھے کہنا چاہیے کہ ایک چیز نے میری زبردست حوصلہ افزائی کی اور وہ تھی سردار اجل سنگھ کی تقریر جنہوں نے مجھے اپنے فرقے کی جانب سے اپنے پورے تعاون کا یقین دلایا۔ اس اظہار نے

میری زبردست ہمت افزائی کی۔"

مسٹر جناح نے مزید کہا "گزشتہ چند دنوں کے دوران میری بہت سے مسلمان رہنماؤں سے ملاقات ہوئی اور ایک مبسوط مطالعے اور دنوں پر محیط بے تکلف گفتگو کے بعد میں اس کا قائل ہو گیا کہ ایک بھی صاحب فکر مسلمان ایسا نہیں جو سکھوں اور ہندوؤں سے دوستی اور اخوت کا خواہاں نہ ہو۔ جیسا کہ میں نے اس سے پہلے بھی کہا ہے کہ ہمیں پنجاب میں اس سے کہیں زیادہ بڑے مسائل سے نمٹنا ہے اور صوبے کے عظیم تر مفادات مکمل اتحاد کا تقاضا کرتے ہیں۔"

پوری کوشش کر رہا ہوں

مذاکرات کے تعلق میں میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں۔ یہ بہت کٹھن اور نازک کام ہے۔ میں نے سمجھ لیا ہے کہ مسائل کیا ہیں اور اگر مجھے آپ کی حقیقی اور دلی حمایت حاصل ہو تو انہیں حل کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ ہر چیز سے بالاتر ہو جائیں اور اگر رہنما ہر چیز کو ایک طرف رکھ کر اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے لیں' ان کا سامنا کریں' نتائج خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں' یہ پلک جھپکتے میں حل ہو سکتے ہیں۔ میں اس کٹھن کام کی بڑائی کو کم نہیں کر رہا۔ جب کوئی تنازعہ دونوں فرقوں کے مذہبی جذبات کا روپ دھار لے تو ایک عام آدمی کو سمجھانا بہت مشکل کام ہو جاتا ہے۔ لیکن جس قدر کام دشوار ہو اسی قدر ہماری مساعی عظیم تر ہونا چاہیں۔ اگرچہ یہ ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے تاہم ایک اور اعتبار سے یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ چھوٹے سے آغاز سے ہم بڑے مقاصد حاصل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا میری آپ سے اپیل ہے براہ کرم میری مدد کیجئے۔

گول میز کانفرنس میں ان کے کام پر پنڈت نانک چند ناز { لیڈر ہندو پارٹی مجلس قانون ساز پنجاب ایوان بالا } کے تبصرے کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ شاید کانفرنس کے منفرد رکن تھے۔ "میں نے مسلمانوں کو ناخوش کیا' میں نے ہندو دوستوں کو ناراض کیا "معروف چودہ نکات" کی وجہ سے' میں نے راجاؤں اور مہاراجاؤں کو ناراض کیا کیونکہ میں ان کی خفیہ سرگرمیوں کے سخت خلاف تھا۔ میں نے برطانوی پارلیمان کو ناراض کیا کیونکہ بالکل شروع ہی سے مجھے اس کا احساس ہو گیا تھا اور میں نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور کہا کہ یہ ایک فریب ہے۔ چند ہفتوں کے اندر اندر میرا ایک دوست بھی باقی نہیں رہا تھا۔ لیکن میں نے جو کچھ بھی کہا' میں آپ کو یقین دلاتا ہوں' مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی' ذرا سی بھی نہیں' اس دن سے جس دن میں سے انڈین نیشنل کانگرس میں شمولیت اختیار کی تھی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بعض مواقع پر میں غلط ہوں۔ لیکن فرقہ وارانہ جذبے کے تحت ہرگز کچھ نہیں کیا گیا۔ میرا محض اور واحد مقصد

اپنے ملک کی فلاح و بہبود رہا- میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہند کا مفاد میرے لئے مقدس ہے اور رہے گا اور کوئی شے مجھے اس پوزیشن سے انچ بھر بھی نہ ہٹا سکے گی-"

کمیونل ایواڈ

کمیونل [فرقہ وارانہ] ایوارڈ کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اس کا مقصد ہرگز دائمی انتظام نہیں تھا- سیاسی معاہدے' دساتیر اور اس طرح کے تصفئے مستقل بالذات نہیں ہوتے- انہیں ایک خصوصی صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے وضع کیا جاتا ہے اور قوم کی جانب سے تغیر و تبدل سے مشروط ہوتے ہیں- انہوں نے کہا یوروپی ممالک میں دساتیر میں تبدیلی میرے موقف کی تائید کرتی ہے- تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے فرقہ وارانہ مسئلہ کے حل کے لئے اپنی مسلسل کوششوں کا تذکرہ کیا اور حاضرین کو یقین دلایا کہ میں اسے ترک نہیں کروں گا اور میں اسے ترک نہیں کر سکتا- یہ مجھے ترک کر سکتا ہے لیکن میں نہیں کروں گا- انہیں یقین تھا کہ فرقہ وارانہ اتحاد کے بغیر ہند کی نجات ممکن نہیں- مس شاہ نواز کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ لاہور کے نوجوانوں کے لئے یہ خوش آئندہ بات ہے کہ ایک خاتون ان کی نمائندہ ہیں- چنانچہ نوجوانوں کو ان کا مشورہ یہ ہو گا: "اپنی خواتین کو اپنے ہمراہ لے کر چلو-" [اے- پی]

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۳ مارچ ۱۹۳۶ء)

۱۹- ایک بے بنیاد اخباری رپورٹ کی تردید

لاہور یکم مارچ ۱۹۳۶ء

مسٹر ایم- اے- جناح نے جو نئی دہلی سے لاہور تشریف لائے حسب ذیل بیان اخبارات کے لئے جاری کیا-

میں نے دہلی کے ایک اخبار میں ایک رپورٹ دیکھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ میں نے کل آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ نئی دہلی میں یہ بیان دیا کہ' مذاکرات کے نتیجہ کے طور پر پنجاب میں سکھ اس بات پر رضا مند ہو گئے ہیں کہ اگر ان کے کسی عمل سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہو گئے ہیں تو وہ مسلمانوں سے اظہار تاسف کے لئے آمادہ ہیں لیکن وہ متنازعہ زمین چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں' یہ بیان بے بنیاد ہے-

میں نے کسی پر اس امر کا انکشاف نہیں کیا کہ اس وقت ہم اپنی گفت و شنید کے کس مرحلے میں ہیں- جو کچھ میں نے کہا وہ یہ تھا سکھوں کا یہ موقف شروع ہی سے تھا اور مسلمانوں کا موقف یہ تھا کہ وہ زمین کا قبضہ لینے کے خواہاں ہیں- ان دو موقفوں کے درمیان ہمیں ایک ایسا حل دریافت کرنا ہے جو دونوں فریقوں کے لئے عزت مندانہ ہو- یہی وجہ ہے کہ میں لاہور آیا ہوں

اور میں پوری کوشش کروں گا"کہ اگر ممکن ہو" تو میں ایک خوش آہنگ سمجھوتہ دریافت کر لوں۔
(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۳ مارچ ۱۹۳۶ء)

۲۰۔ میں صرف تنازعہ شہید گنج کے تصفیہ کے لئے یہاں آیا ہوں

عید استقبالیہ سے خطاب

لاہور ۴' مارچ ۱۹۳۶ء

ایک مقامی مسلم کلب میں منعقدہ عید استقبالیہ میں مسٹر ایم۔ اے۔ جناح مہمان خصوصی تھے۔ میاں عبدالحئی نے مسلمانوں کی جانب سے ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے موجودہ مذاکرات اپنی تحویل میں لئے۔

جواب میں مسٹر جناح نے کلب کے اراکین کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ان کا استقبال کیا اور ان کے لیے محبت بھر الفاظ استعمال کئے۔ انہوں نے کہا "میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ میں تصفیہ کے لئے اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں اور اخبارات جو چاہے سو کہیں' میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ بات سمجھ لیں کہ میں صرف اور صرف ایک مقصد کے لئے یہاں آیا ہوں' یعنی تنازعہ شہید گنج کے تصفئے کے لئے۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ ان کا کام دو اجزا پر مشتمل تھا ایک کا تعلق حکومت اور مسلمانوں سے تھا اس ضمن میں ایک سمجھوتہ ہو گیا ہے جس کے بارے میں انہیں امید ہے کہ وہ تسلی بخش ہے۔ دوسرے جزو یعنی سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان مسئلہ پر وہ ابھی تک گفت و شنید کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی دشواری کو دہرایا۔ "لیکن اگر جذبات دلیل اور حقیقت سے مملو ہوں تو میں نہیں سمجھتا کہ ہم ایک عزتمندانہ تصفیہ کیوں تلاش نہ کر سکیں گے۔" [اے۔ پی۔ آئی]

(دی ٹریبون' ۶ مارچ ۱۹۳۶ء)

۲۱۔ ہند کی نجات غیر فرقہ وارانہ احساسات میں مضمر ہے

دیال سنگھ کالج کی سپیکرز یونین کے سالانہ اجلاس سے خطاب

لاہور ۵' مارچ ۱۹۳۶ء

"ہند کے پاس سب کچھ ہے۔ خدا نے اسے ہر چیز عطا کی ہے۔ لیکن انسان نے اس کی اچھی طرح خدمت نہیں کی۔ انسان ہند کی خدمت کرے تو روشن مستقبل آپ کے سامنے ہے۔" یہ ہے وہ اعلان جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کیا۔

پروفیسر واس گپتا نے کالج کی جانب سے مسٹر جناح کو خوش آمدید کہتے ہوئے اس غیر فرقہ وارانہ جذبے کا تذکرہ کیا وہ جو کالج میں جاری و ساری ہے۔ یہ کالج آنجہانی سردار دیال سنگھ مجیٹھیہ کی سخاوت کا مرہون منت ہے۔ سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا آج وہ مسٹر جناح کو اپنے درمیان پا کر فی الحقیقت بے حد مسرور ہیں اور یہ کہ ان کی دانش مندانہ قیادت پر انہیں مکمل اعتماد ہے۔ گفتگو ختم کرتے ہوئے مسٹر گپتا نے کہا "کالج کی تاریخ میں ان [مسٹر جناح] کی تشریف آوری یوم جشن تصور کیا جائے گا۔"

مسٹر جناح کا جواب

جب مسٹر جناح استقبالیہ کلمات کا جواب دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو پرجوش تالیوں سے ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ میں ایسا محسوس کرتا ہوں گویا کہ میں اپنوں کے درمیان ہوں۔ یہ کالج کسی عقیدے کا قائل نہیں ہے۔ اور میں بھی یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہند کی نجات غیر فرقہ وارانہ احساسات میں مضمر ہے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جو میرا ماضی میں تھا۔ اب ہے' اور مستقبل میں بھی میرے دل کو عزیز ترین ہو گا۔ جناب ' آپ نے' مسولینی اور ہٹلر کی بات کی ہے۔ ہم ہند میں آمروں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آمر تو حقیقی ہوتا ہے وہ صرف نام کا نہیں ہوتا۔ اس کے پاس سزا اور جزا کا اختیار ہوتا ہے اور اس کے پاس اس کی حمایت کے لئے فوج ہوتی ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ محسوس کریں کہ آپ میں اور مجھ میں صرف یہ فرق ہے کہ میں آپ سے عمر میں بڑا ہوں۔ اگرچہ میں نے بھی آپ کی طرح اپنی زندگی ایک خواب دیکھنے والے اور ایک مثالی شخص کی طرح شروع کی تھی تاہم اب کہ میں کم و بیش اپنی پوری زندگی بسر کر چکا ہوں' میں نے حقائق کو محسوس کرنا شروع کر دیا ہے۔

"ذرا تصور کیجئے کہ ہم نمائندہ حکومت کا نظام قائم کرنے کا سوچ رہے ہیں۔ اس کے لئے ہمارے پاس بنیاد کیا ہے؟ اگر ہم اوپر سے آغاز کرتے ہیں تو یہ نہ نمائندہ ہو سکتی ہے اور نہ ہو گی۔"

آج کوئی بھی بے ایمان اور بے اصولا رہنما ملک کے عوام کا استحصال کر سکتا ہے اگر وہ' وہ دھن بجاتا ہے' جسے وہ سمجھتے ہیں۔ لہٰذا تاآنکہ ہمارے پاس لوگوں کا ایک مضبوط حلقہ ایسا نہ ہو۔ جو تربیت یافتہ ہوں اور جن کے پاس ضروری علم ہو کہ کم سے کم درست طور پر ایک قائد کا انتخاب کر سکیں اور اس سے کہیں کہ "ہم آپ کے ساتھ کھڑے ہوں گے اور خلوص کے ساتھ

آپ کی حمایت کریں گے" اور جن میں اتنی اہلیت ہو کہ اگر وہ [قائد] گمراہ ہو جائے تو وہ اس سے ترک تعلق کر لیں' اس وقت تک ہم نمائندہ حکومت قائم نہیں کر سکتے۔ کیا ہمارے پاس ہند میں ایک بھی ایسا رہنما ہے یا ایک فرقے میں جو ملک کی دلی وفاداری اور تعاون کے حصول کا دعویٰ کر سکتا ہو یا کسی فرقے کا یا دانشوروں کا؟ کیا کوئی ایک رہنما ایسا ہے جو آپ کی طرف سے بات کر سکتا ہو؟ کم سے کم مجھے اتنا تو دے دیجئے۔ یہ حقیقت کہ ایک متحدہ محاذ ہے اور ایک شخص ہے جو اس کی طرف سے بات کر سکتا ہے' پر کشش بات ہے۔

پھر مسٹر جناح نے جذباتی انداز میں آنجہانی مسٹر گوکھلے کا ذکر کیا اور کہا "مجھے مزید گوکھلے دے دیجئے۔" انہوں نے اپنی تقریر کو اس بات پر ختم کیا "ہند کے پاس سب کچھ ہے۔ خدا نے اسے ہر چیز عطا کی ہے' لیکن انسان نے اس کی اچھی طرح سے خدمت نہیں کی۔ انسان ہند کی خدمت کرے تو روشن مستقبل آپ کے سامنے ہے۔"

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۶ مارچ ۱۹۳۶ء دی ٹریبون' ۶ مارچ ۱۹۳۶ء)

۲۲۔ رہنماؤں کو سیاسی مدبروں کی طرح مسائل پر غور کرنا چاہیے

(لاہور' ۶ مارچ ۱۹۳۶ء)

"حقیقی مسائل کا سامنا کرنے کا واحد ممکن طریقہ یہ ہے کہ رہنما سر جوڑ کر بیٹھیں' سیاستدانوں اور مدبرین کی حیثیت سے ہندو' مسلمان اور عیسائی کی حیثیت سے نہیں اور دیکھیں کہ کون سا خطرہ انہیں درپیش ہے۔ پھر اس خطرے کا قلع قمع کرنے کے لئے طریقے وضع کریں۔" یہ وہ اہم اعلان ہے جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے لالہ لاجپت رائے ہال میں منعقدہ ایک پر ہجوم جلسہ عام میں اپنے خطاب کے دوران کیا۔ جلسہ عام کا اہتمام سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی نے کیا تھا۔

واحد مشن

مسٹر جناح نے "کٹھن کام جو ہمیں درپیش ہے" کے موضوع پر تقریر کی اور کہا کہ وہ مقامی یا صوبائی سیاست میں پھنسنا نہیں چاہتے' جب کہ فی الوقت ان کا واحد مقصد شہید گنج کے مسئلہ کو حل کرنا ہے۔ مسٹر بال نے چودہ نکات کے حوالے سے کچھ باتیں کیں۔ ان کی وضاحت کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ وہ تجاویز (دہلی؟) مخلوط انتخابات پر مبنی تھیں۔ تمام کانگرسی رہنماؤں نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے انہیں قبول کیا اور بعدازاں انڈین نیشنل کانگرس کے اجلاس منعقدہ مدراس میں انہیں منظور کیا گیا۔ تب مسلم لیگ نے انہیں قبول کیا۔ اس کے بعد تجویز پیش کی گئی کہ کانگرس۔ لیگ [مشترک] کانفرنس طلب کی جائے۔ لیکن بوجوہ کانگرس نے اپنی توثیق واپس لے لی اور نہرو رپورٹ کا آغاز ہوا۔ انہوں نے

کانگرس پر معاہدہ شکنی کا الزام عائد کیا۔

انہوں نے کہا کہ بہت سے ہندو ان کا لحاظ کرتے ہیں۔ انہوں نے پر زور انداز میں اعلان کیا کہ انہوں نے جو کچھ بھی کیا وہ ایک مقصد کو سامنے رکھ کر کیا۔ بحیثیت ایک سیاستدان یہ سوچتے ہوئے کہ اگر کوئی خصوصی راہ اختیار کی جائے تو اس سے ملک کی بہتر خدمت ہو گی۔ انہوں نے عوام کو مشورہ دیا کہ وہ عملی [انسان] بنیں۔ سیاست شطرنج کا ایک کھیل ہے۔ سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ دساتیر کو لوگ بناتے ہیں' لوگ ہی ان میں تغیر اور تبدل کرتے ہیں اور اگر وہ چاہیں تو لوگ ہی انہیں پھاڑ دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ دنیا کی طرف دیکھیں اور خود کو لاہور یا پنجاب تک محدود نہ رکھیں۔ انہوں نے جرمنی کی مثال دی جہاں لوگوں نے دستور میں تبدیلی کی اور اسے پھاڑ دیا۔ مسٹر جناح نے لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ ایسے ذرائع اور طریقے وضع کریں کہ وہ اصل مسئلہ سے نبرد آزما ہو سکیں۔

مسٹر جناح نے اس بات کی مذمت کی کہ نیا دستور ہند پر مسلط کیا گیا ہے۔ اسے ہر شخص اور سب نے رجعت پسندانہ بیان کیا۔ انہوں نے اس امر پر تاسف کا اظہار کیا کہ ہند کی سیاست میں اتحاد مقصد موجود نہیں۔ انہوں نے دریافت کیا کہ ہم کب اصل مسائل کا سامنا کرنا سیکھیں گے۔ جماعتیں اور اختلافات چھوٹی چھوٹی چیزوں پر مبنی ہیں۔ انہوں نے تجویز کیا کہ اس سب کچھ سے نجات پانے کی واحد ممکن راہ یہ ہے کہ رہنما' کم سے کم اگر آپ کے پاس رہنما ہیں' آپس میں ملاقات کریں' اور سیاستدانوں اور مدبرین کی حیثیت سے سر جوڑ کر بیٹھیں' بحیثیت ہندو' مسلمان اور عیسائی کی حیثیت سے نہیں اور دیکھیں کہ انہیں کونسا خطرہ درپیش ہے پھر ایسے طور طریقے وضع کریں جن کے ذریعہ اس خطرہ کا قلع قمع ہو سکے۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۷ مارچ ۱۹۳۶ء)

۲۳۔ مسئلہ شہید گنج کو حل کرنے میں مدد کیجئے

روٹری کلب کے ہفتہ وار اجلاس میں دانشوروں سے اپیل

(لاہور ۶' مارچ ۱۹۳۶ء)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے روٹری کلب لاہور کے ہفتہ وار اجلاس سے جہاں وہ مہمان خصوصی تھے' خطاب کرتے ہوئے دانشوروں سے اپیل کی کہ وہ مسئلہ شہید گنج کو حل کرنے میں مدد کریں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں یہ بتایا گیا ہے کہ روٹری کلب سیاست کے پھٹے میں ٹانگ نہیں اڑاتی۔ مسئلہ شہید گنج کا حل' جس کی وجہ سے وہ لاہور میں ہیں' کچھ نہیں ماسوا اس کے کہ یہ

ایک انسانی مسئلہ ہے- یہ بات قانون کے زمرے میں نہیں آتی کہ اس مسئلہ کا عزت مندانہ تصفیہ دریافت کیا جائے- مسئلہ کٹھن سے زیادہ نازک ہے- پر اعتماد تھے کہ خیر سگالی اور معقولیت کے ذریعہ اسے حل کیا جا سکتا ہے- وہ صرف اس مقصد کی خاطر پنجاب آئے کہ صوبے کا امن دامان برقرار رکھا جائے- مسٹر جناح نے کہا "اگر آپ سب لوگ سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور اس مسئلہ کو حل کرنے میں مدد دیں تو یہ حل کیا جا سکتا ہے-"

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ لوگوں کے اس مسئلہ کے بارے میں مبہم سے خیالات ہیں اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ ہے کیا؟ دانشور اس سے لاتعلق سے رہے اور انہوں نے اس کے بارے میں کوئی زحمت نہ کی' سوائے یہ سوچنے کے کہ یہ محض ایک چھوٹی سی بات ہے- اگر یہ آلسیس لورین کا معاملہ نہ ہوتا تو یورپ کی تاریخ مختلف ہوتی- اس پر فرانس نے ۱۸۷۱ء سے جنگ عظیم [اول] تک' جب انہوں نے اسے واپس لے لیا' فرانس میں سوگ منایا- اس کا شہید گنج تنازعہ سے مقابلہ کرتے ہوئے انہوں نے لوگوں کو تنبیہہ کی کہ وہ اسے اتنا بڑا جھگڑا نہ بننے دیں- انہوں نے تقریر ختم کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ کوئی حل تلاش کرنے میں ناکام رہے تو انہیں امید ہے کہ دانشور سر جوڑ کر بیٹھیں گے اور کوئی حل تلاش کر لیں گے-

سوالات کا جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے لفظ "عزت مندانہ" کی وضاحت کی اور کہا کہ تنازعہ دو عظیم فرقوں کے درمیان ہے اور تصفیہ ایسا ہونا چاہیے کہ اس میں دونوں کے جذبات کا احترام ملحوظ خاطر رہے اور ان کی عزت نفس کے لئے ہتک آمیز نہیں ہونا چاہیے- وہ حل کی تلاش میں پر امید ہیں- چونکہ لاہور کا ماحول پر امن ہے اور لوگوں نے معقولیت کے انداز میں سوچنا شروع کر دیا ہے-

ایک سوال کا کہ اس مسئلہ کے حل کے ضمن میں نوجوانان لاہور کو کیا کرنا چاہیے' مسٹر جناح نے جواب دیا کہ وہ لوگوں کو سمجھائیں کہ حقیقی مسئلہ کیا ہے اور بے اصول رہنماؤں کو عوام کے استحصال سے باز رکھیں- (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۷ مارچ ۱۹۳۶ء)

۲۴- پنجاب کے وسیع تر مفاد میں مسلمان اور سکھ دونوں دوستی کے خواہاں ہیں

مسئلہ شہید گنج کٹھن سے کہیں زیادہ نازک ہے

لاہور ۷' مارچ ۱۹۳۶ء

مسٹر ایم- اے جناح نے جو گذشتہ دو ہفتے سے یہاں مقیم تھے اور تنازعہ شہید گنج کو طے

کرانے کی کوشش کر رہے تھے دہلی واپس تشریف لے جانے سے قبل ایسوسی ایٹڈ پریس کو حسب ذیل بیان دیا۔

"میں نے یہ دیکھا ہے کہ صورت حال میں ایک عام تبدیلی ہے اور اب بہتر ماحول پیدا ہو گیا ہے۔ واقعات تیز رفتاری سے رونما ہو رہے ہیں۔ میری سکھ رہنماؤں اور مسلم رہنماؤں کے ساتھ گفت و شنید سے ایک چیز واضح طور پر سامنے آئی ہے کہ عزت مندانہ تصفیہ کے لئے دونوں جانب حقیقی اور پر خلوص خواہش موجود ہے۔ دونوں کی یہ خواہش ہے کہ پنجاب کے وسیع تر مفاد میں دوستانہ تعلقات قائم ہونے چاہیں۔ مختلف تجاویز پیش کی گئیں' لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ یہ مسئلہ کٹھن سے کہیں زیادہ نازک ہے' چونکہ مذہبی جذبات بہت گہرے چل رہے ہیں۔ مختلف تجاویز اور متبادل تجاویز پر غور کرنے کے لئے نہ صرف پر سکون اور پر امن ماحول قائم رکھنا از بس ضروری ہے بلکہ اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ معاملے کا جائزہ لیا جائے اور مفاہمت کی گنجائش پیدا کی جائے تاکہ دونوں فرقے کسی حتمی تصفیے سے مطمئن ہو جائیں۔"

مزید کوشش

یہ کوئی دو افراد کے درمیان جھگڑا نہیں ہے بلکہ دو عظیم فرقوں کے مابین تنازعہ ہے اور یہ جاننے کے لئے عوام کی عام خواہشات کیا ہیں کچھ وقت درکار ہو گا۔ اس کام کو موثر طریقے سے سر انجام دینے کے لئے مزید مساعی جاری رکھی جائیں اور ایک عزت مندانہ تصفیہ کی جستجو کے لئے ہر کوشش کی جائے۔ لہٰذا میں یہ طے کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ اس کام کو بہترین طور پر کرنے کے لئے ایک مصالحتی کمیٹی تشکیل دے دی جائے جس کا نام شہید گنج مصالحتی کمیٹی ہو سکتا ہے۔ یہ حسب ذیل اصحاب پر مشتمل ہو گی اور مجھے امید ہے کہ یہ لوگ مفاہمت کنندگان کی حیثیت سے اپنے متعلقہ فرقوں کے رہنماؤں کے ساتھ روابط قائم کرنے میں اپنی خدمات پیش کر دیں گے تاکہ ایسا متفقہ فارمولہ دریافت کیا جا سکے جو دونوں فریقوں کے لئے قابل قبول ہو۔

اس معاملے پر پوری احتیاط کے ساتھ غور و خوض کے بعد حسب ذیل نام پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ بلاشبہ یہ لوگ اپنی تعداد میں اضافے کے مجاز ہوں گے :

ڈاکٹر سر محمد اقبال' مولوی عبدالقادر قصوری' میاں عبدالعزیز' راجہ نریندر ناتھ۔ پنڈت نانک چند' سردار بہادر بوٹا سنگھ' سردار اجل سنگھ اور سردار سمپورن سنگھ' خان بہادر میاں احمد یار خان دولتانہ اس کمیٹی کے داعی ہوں گے۔

"میں نے ان میں اکثر سے مشورہ کر لیا ہے اور انہوں نے اس شریفانہ مشن کے لئے کام کرنے پر اتفاق کا اظہار کر دیا ہے۔ میں ان کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔

ختم کرتے ہوئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اپنی خدمات ان کی نذر کرنے میں مسرت ہو گی، جب بھی انہیں ان کی ضرورت محسوس ہو گی اور میں دوبارہ لاہور آنے کی کوشش کروں گا جس وقت بھی یہ محسوس کیا گیا کہ یہاں میری موجودگی ضروری ہے۔ درایں اثناء یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ وہ پر امن ماحول جو پہلے ہی پیدا کیا جا چکا ہے، برقرار رکھا جائے گا۔"　　　　(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۸ مارچ ۱۹۳۶ء)

۲۵۔ ایگزیکٹو کونسل کے لئے مطالبہ زر میں تخفیف کی تحریک

حکومت پر عدم اعتماد کے اظہار کی تائید میں تقریر

نئی دہلی ۱۰، مارچ ۱۹۳۶ء

مسٹر پریذیڈینٹ [دی آنریبل سر عبدالرحیم] کانگرس پارٹی مطالبہ زر نمبر ۲۸، ایگزیکٹو کونسل کے تحت اگلی تحریک پیش کرے گی۔

دی آنریبل سر جیمز گرگ [ممبر خزانہ] جناب والا میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ ایک رقم جو مبلغ ایک لاکھ ۴۹ ہزار روپے سے زائد نہ ہو گورنر جنرل بشمول کونسل کو عطا کر دی جائے جو ایگزیکٹو کونسل کے ۳۱، مارچ ۱۹۳۷ء کو ختم ہونے والے سال کے دوران اخرجات کی ادائیگی کی مد میں درکار ہو گی۔

مسٹر پریذیڈینٹ [دی آنریبل سر عبدالرحیم] تحریک پیش ہوئی :

"کہ ایک رقم جو مبلغ ایک لاکھ ۴۹ ہزار روپے سے زائد نہ ہو گورنر جنرل بشمول کونسل کو عطا کر دی جائے جو ایگزیکٹو کونسل کے، ۳۱، مارچ ۱۹۳۷ء کو ختم ہونے والے سال کے دوران، اخراجات کی ادائیگی کی مد میں درکار ہو گی۔"

مسٹر ستیہ مورتی [مدراس شہر غیر مسلم شہری] جناب والا میں تحریک پیش کرتا ہوں :

"کہ ایگزیکٹو کونسل کی مد کے تحت مطالبہ زر کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

جناب والا، میں ایوان کے سامنے اس گذارش سے آغاز گفتگو کرنا چاہتا ہوں کہ اس تحریک تخفیف مطالبہ زر کی آئینی اہمیت یہ ہے کہ ہم ایگزیکٹو کونسل کے لئے مطالبات کو پورا کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اس مطالبہ زر کا زیادہ بڑا حصہ جو ان کی تنخواہوں سے متعلق ہے رائے شماری کے زمرے میں نہیں آتا۔ لیکن جس حد تک آج یہ ایوان ایگزیکٹو کونسل کے کام سے اپنے عدم اطمینان کا آئینی اظہار خیال کر سکتا ہے [وہ ہو جائے] - میں چاہتا ہوں کہ ایوان اس تحریک کی حمایت کرے اور ایگزیکٹو کونسل کے لئے مطالبات پورا کرنے سے انکار کر

دے۔ اس کا مقصد صرف اس خیال کا اظہار ہے کہ ہم ـــــ میں ایوان میں منظم غیر سرکاری جماعتوں کی، شاید ماسوا یوروپین گروپ کے، بات کر رہا ہوں۔ میں دلچسپی کے ساتھ اس تحریک پر ان کے رویہ کا مشاہدہ کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ "بہت دلچسپ" ہو گا ـــــ اور ہم اس خیال کا بھی اظہار چاہتے ہیں کہ ہمیں اس حکومت پر کوئی اعتماد نہیں۔ (تحسین کے نعرے) جناب والا: اگر اس ایوان نے یہ تحریک منظور کر لی تب، اگر یہ حکومت ذمہ دار ہو تو اسے مستعفی ہو جانا چاہیے۔ لیکن چونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ ذمہ دار نہیں، میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ کم سے کم، اگر کر سکیں تو، اپنی اصلاح ہی کر لیں۔

سر کاؤس جی جہانگیر۔ میں اس میں کوئی حقیقی مستحکم بنیاد نہیں دیکھتا۔

ایک آنریبل ممبر۔ ہمیں آپ پر افسوس ہے۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: [**بمبئی شہر: مسلم شہری**] جناب والا، مجھے اس باب میں کوئی شبہ نہیں، میرے فاضل دوست، ڈپٹی لیڈر انڈی پنڈینٹ پارٹی اپنی تقریر اور اپنی پوزیشن واضح کرنے کے بعد ان کا ضمیر صاف ہو گیا ہو گا۔ جناب والا، وہ ایک کاروباری آدمی ہیں اور لہٰذا میں ان کا نقطۂ نظر بخوبی سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن ہم اس مقننہ میں حکومت اور حزب اختلاف کی آئینی پوزیشن کی وجہ سے موجود ہیں، آیئے ہم حقائق کا سامنا کریں ـــــ کاروباری معاملہ نہیں ـــــ ہم یہاں کس لئے ہیں اور حکومت یہاں کس لئے ہے؟

جناب والا، بخوبی واقف ہیں کہ ہم حکومت ہند کی مذمت کر رہے ہیں اور اس انداز سے جس انداز سے ہم [مذمت] کرنا چاہتے ہیں یعنی تحریک ملامت کے ذریعہ مطالبات کو واپس کر کے۔ کس کے مطالبات کو رد کر کے، انتظامیہ کے نہیں ان فاضل اراکین کے نہیں، جو یہاں تشریف رکھتے ہیں بلکہ حکومت کے۔ اور حکومت ہند کیا ہے؟ صرف انتظامیہ نہیں، وہ تو محض ایجنٹ ہیں، حکومت ہند کا مطلب ہے گورنر جنرل بشمول کونسل، وزیر ہند اور پارلیمان جو آخرکار اس ملک کے سامنے جواب دہ ہے۔ لہٰذا آیئے ہم اس حقیقی مسئلہ کا سامنا کریں جو ہمیں درپیش ہے۔ اب اگر میں اپنے موقف میں درست ہوں کہ ہمیں اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے کہ ہم کیا محسوس کرتے ہیں، کیا سوچتے ہیں حکومت ہند کی حکمت عملی کے تعلق میں، جیسا کہ میں نے اسے بیان کیا ہے، بلاشبہ یہ آئین بہت خلاف معمول آئین ہے۔ یہ پوری پارلیمان نہیں ہے، یہ تو بہت دور کی بات ہے، میں نے ہمیشہ اور بار بار کہا ہے کہ اس ایوان میں منتخب اراکین کی صورت حال یہ ہے کہ وہ خاطر خواہ حکومت کو متاثر کریں، حکومت کو مشورہ دیں لیکن، جناب والا، جب ہم اس امر میں ناکام ہو گئے کہ کسی اثر کو محسوس کرا سکیں، جب ہمارا کوئی مشورہ در خود اعتنا نہ سمجھا گیا اور جب ہم نے

ہر طریقے کو آزما کے دیکھ لیا' ہر ذریعے کو استعمال کر کے دیکھ لیا تو سال اخیر میں ہم حکومت کے بالمقابل حزب اختلاف کے طور پر کھڑے ہیں- کیا ہمیں اپنا فیصلہ صادر نہیں کر دینا چاہیے؟ اس ایوان کا فیصلہ کیا ہونا چاہیے؟ یہ کہا جاتا ہے کہ ایک علامتی تخفیف کر دی جائے- میں اسے نہیں سمجھ سکتا- جب یہ علامتی تخفیف' کی تجویز یوروپین گروپ کے ترجمان کی طرف سے آتی ہے- پھر ، یہ وہی بات ہے' جو خالصتا کاروباری ذہن اس بڑے مسئلے کو سمجھ ہی نہیں سکتا جو اس تحریک میں مضمر ہے- لیکن آیئے ہم اس بے حد غیر معمولی آئین کا جائزہ لیں جس کے تحت ہم کام کر رہے ہیں- اگر میں مد کی رقم سے غیر مطمئن ہوں اور میں یہ سوچتا ہوا کہ کفایت کے نقطۂ نظر سے یہ بہت زیادہ ہے اور اسے کم ہونا چاہیے تو قدرتی طور پر میرے لئے درست راستہ یہ ہے کہ میں کہوں کہ دس لاکھ کی بجائے یہ نو لاکھ ہونی چاہیے- تب مجھے یہ کوشش کرنی چاہیے اور حکومت کو مطمئن کرنا چاہیے کہ یہ رقم زیادہ ہے- تب میں یہ تحریک پیش کروں گا کہ کفایت کے نقطۂ نظر سے اسے ایک لاکھ کے بقدر کم کر دیا جائے- یہ ہوا ایک طریقہ- اگر مجھے کسی خاص محکمہ کے خلاف شکایت ہے کہ اس نے کسی ایک معاملے میں نظم و نسق کے تعلق میں بدنظمی کا ارتکاب کیا تب میں اس سوال کو اٹھاتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ کو ایک خاص معاملے کے ضمن میں اٹھانے کے لئے' تو میں کہتا ہوں کہ مطالبہ زر میں سو روپیہ کے بقدر علامتی تخفیف کر دی جائے- لیکن یہ معاملہ تو نہ پہلا ہے نہ دوسرا- میں یہ موقف اختیار نہیں کرتا کہ اس رقم کو کم کر دیا جائے کیونکہ یہ رقم زیادہ ہے- میں یہ موقف بھی اختیار نہیں کرتا کہ مجھے کسی ایک خاص معاملے میں حکومت کے خلاف بدنظمی کی شکایت ہے لیکن میری شکایت تو یہ ہے کہ ہر محکمے میں حکومت کی حکمت عملی اور حکومت کی حکمت عملی عموی طور پر ــــ جب میں کہتا ہوں حکومت کی حکمت عملی تو میری مراد ہوتی ہے حکومت ہند کی حکمت عملی' جیسا کہ میں نے اس کی وضاحت کی' ایسی ہے کہ مجھے اس آخری چارۂ کار کا سہارا لینا پڑا یعنی مطالبہ زر کا استرداد[تحسین و آفرین کے نعرے' تالیاں]

اب میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں کہ جہاں تک اس ایوان کا تعلق ہے' جہاں تک اس مقننہ کا تعلق ہے' یہ ایک ڈھکوسلہ ہے خالص ڈھکوسلہ- مجھے تسلیم ہے' لیکن میں صرف اس ڈھکوسلے کے ذریعہ ہی سے برطانیہ عظمیٰ اور برطانوی پارلیمان کے سامنے اس ایوان کی ناراضی کا مظاہرہ کر سکتا ہوں [تحسین کے نعرے] اب' جناب والا' یہ کہ میرے پاس اس کا جواز ہے کہ نہیں' اس کا دار و مدار حقائق پر ہے- حقائق کیا ہیں؟ آیئے ہم ہر محکمے کو لے لیں- آیئے ہم برطانی پارلیمان کو لے لیں- آیئے ہم وزیر ہند کو لے لیں ــــ اور میں ممنون ہوں گا اور اپنی اصلاح کر لوں گا' کیا

کوئی ایک بھی اول درجہ کا مسئلہ ہے' تفصیلات نہیں —— مجھے اس کی پروا نہیں کہ جب میں سوالات دریافت کرتا ہوں آپ میرے ساتھ اجڈ پن کا سلوک کرتے ہیں یا میرے ساتھ احترام سے پیش آتے ہیں- میں اس کی بھی پروا نہیں کرتا کہ آپ ان سوالات کا جواب دیتے ہیں یا نہیں دیتے- یہ میرے لئے بے تعلقی کا معاملہ ہے- یہ کچھ نہیں ہے—— اور بہت سی تفصیلات سے متعلق معاملات کی کوئی بات نہیں—— کیا کوئی بھی ایک اول درجے کا معاملہ ایسا ہے جس پر حکومت نے حزب اختلاف کی خواہشات کا احترام کیا ہو یا انہیں تسلیم کیا ہو- کیا وہ فاضل اراکین جو یہاں حکومت کی نمائندگی کرتے ہیں کوئی ایک مثال یا مثالیں پیش کر سکتے ہیں؟ اور یہ فاضل اراکین ہی ہیں جنہیں ہم ملزموں کی حیثیت سے کٹہرے میں کھڑا کر سکتے ہیں کیونکہ یہ ہمارے احیطہ کار میں آتے ہیں [تحسین کے نعرے] میں برطانی پارلیمان کو یہاں نہیں لا سکتا- میں وزیر ہند کو یہاں نہیں لا سکتا- میں ان فاضل اراکین سے جو حزب اقتدار کی نشستوں پر تشریف فرما ہیں' دریافت کرتا ہوں' جو ان کا دفاع کر رہے ہیں' مجھے مطمئن کر دیں اور مجھے بتائیں کہ کیا کسی ایک بھی اول درجے کی اہمیت کے مسئلہ پر انہوں نے اس ایوان کی خواہشات پوری کیں [تحسین و آفرین کے نعرے] وہ مجھے بتا دیجئے اور میں اپنی اصلاح کر لوں گا-

دی آنریبل سرہنری کریک [ممبر داخلہ]: مس میو کی کتاب پر پابندی لگائی [قہقہہ]

مسٹر ایم- اے- جناح: خوب' اگر میں حکومت کا ترجمان ہوتا تو میں اس معاملے و الزام کے جواب میں جو میں نے لگایا ہے اس مثال کو پیش کرتے ہوئے شرمسار ہوتا [تحسین کے نعرے] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فاضل ممبر میں مطلق کوئی شعور نہیں [تحسین کے نعرے] میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں- براہ کرم کوشش کیجئے اور سمجھ لیجئے' اگر حکومت —— مجھے معلوم ہے کہ انتظامیہ بے بس ہے- مجھے اس کا بخوبی علم ہے- براہ کرم کوشش کیجئے اور میرا نکتہ سمجھنے کی کوشش کیجئے اور اگر آپ ایسا کرنا نہیں چاہتے یا ایسا نہیں کر سکتے تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا مقام کیا ہے- لیکن احمقانہ عذر پیش نہ کیجئے- میں یہ کہنا چاہ رہا تھا' جناب والا' کہ میں اس حکومت کے سامنے اپنی برہمی کا مظاہرہ کس طرح کروں- جس چیز کا میں اظہار کرنا چاہتا ہوں اس کے اظہار کا آخر کیا طریقہ ہے؟ ایک محکمہ بھی ایسا نہیں —— فوج کو لے لیجئے' خزانے کو لے لیجئے تجارت' صنعت و حرفت اور مزدور' ریلیں ایک بھی محکمہ ایسا نہیں' میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں' جس نے کسی بھی اول درجے کے مسئلہ پر اس ایوان کی خواہشات کو پورا کیا ہو- مگر پھر بھی' یہ کہا جاتا ہے "اوہ یہ کانگرسی بنیے' یہ تو بے حد ناقابل مصالحت ہیں- ہمارے لئے ان کی خواہشات کو پورا کرنا کس قدر مشکل ہے" میرے فاضل دوست قائد ایوان کا مطلب کیا تھا جب انہوں نے کہا—— میں شائستگی سے یہ

کہہ رہا ہوں—— کانگرس کے نزدیک دو اور دو کبھی چار نہیں ہوتے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کی خواہشوں کو پورا کرنا بہت کٹھن کام ہے۔ خوب' یہ دلیل پیش کرنا بے سود ہے۔ جناب والا' ایک سانس میں کہا جاتا ہے کہ کانگرس ملن ہے' دوسرے سانس میں میرے فاضل دوست سرکاوس جی جہانگیر کو غیر معقول کہا جاتا ہے اگر وہ کوئی ایسی بات کہہ دیں جو حکومت کے کام و دہن کے لئے پسندیدہ نہ ہو۔ پھر اس ایوان کا کوئی اور حلقہ کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جو اس حکومت کی خواہشات یا مفاد کے خلاف ہو تو یہ کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل غلط ہیں۔ کوئی حلقہ ایسا نہیں جو درست ہو۔ حکومت کی نظر میں ہم سب غلط ہیں۔ کیا آپ اس ملک میں ایک شخص بھی ایسا تلاش نہیں کر سکتے جو صحیح ہو۔ کیا آپ نے اس ملک میں کسی شخص کی بھی خواہشات کو پورا کیا؟ اور میں کہتا ہوں' جناب والا' کہ میں اس تحریک تخفیف کی تائید کرنے میں بالکل حق بجانب ہوں گا [تحسین و آفرین کے نعرے] اور یہ کہ وہ واحد طریقہ ہے جس کے ذریعہ یہ ایوان حکومت ہند کے ساتھ اپنی برہمی کا اظہار کر سکتا ہے [تحسین و آفرین کے نعرے]

مسٹر ایم۔ آصف علی: میں تجویز کرتا ہوں اب مسئلہ ایوان کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

مسٹر پریذیڈینٹ [دی آنریبل سر عبدالرحیم] یہ نہایت اہم بحث ہے اور کرسی صدارت بحث ختم کرنے کی تجویز قبول کر کے بحث و تمحیص کا گلا نہیں گھونٹ سکتی۔

(مباحث مجلس قانون ساز [مرکزی] ۱۹۳۶ء جلد سوم۔)

۲۶۔ امپیریل کونسل میں حکومت ہند کی دفاعی پالیسی پر تقریر

نئی دہلی ۱۱' مارچ ۱۹۳۶ء

دی آنریبل جیمز گرگ [ممبر خزانہ] میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو مبلغ چار لاکھ ۲۵ ہزار روپے سے زائد نہ ہو گورنر جنرل بشمول کونسل کو عطا کر دی جائے تاکہ وہ ۳۱' مارچ ۱۹۳۷ء تک محکمہ دفاع' کے تعلق میں ہونے والے اخراجات کی ادائیگی کر سکیں۔"

مسٹر پریذیڈینٹ [دی آنریبل سر عبدالرحیم] تحریک پیش ہو گئی ....

مسٹر کے۔ ایل۔ گابا: جناب والا' میں تحریک پیش کرتا ہوں :

"کہ محکمہ دفاع' کی مد میں مطالبہ زر کو تخفیف کر کے صرف ایک روپیہ رہنے دیا جائے۔"

جناب والا' میں اس میزانیہ میں انڈی پینڈینٹ پارٹی کی جانب سے بڑی تخفیف پیش کرنے کی سعادت کو اپنے لئے ایک اعزاز تصور کرتا ہوں۔ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ انڈی پینڈینٹ پارٹی گذشتہ کئی برسوں سے مسلسل صرف دفاع کے تعلق میں تخفیف کی تحریکیں کیوں پیش کرتی چلی آ

رہی ہے؟ بعینہ کوئی یہ سوال بھی کر سکتا ہے کہ فوجی جتنا جس کی نمائندگی میرے دوست محکمہ فوج کے سکرٹری کرتے ہیں کیوں سال بسال مرکز کے محصولات کے پچاس فی صد حصہ پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں؟ کوئی یہ سوال بھی دریافت کر سکتا ہے فوج کو ہندیانے' زائد اخراجات اور دیگر امور کے بارے میں جو شکایات اس ایوان میں سال بسال پیش کی جاتی ہیں انہیں محکمہ دفاع درست کیوں نہیں کرتا؟ اس سال بالخصوص متعدد وجود ہیں—— اور میں مختصراً ان کا اظہار کروں گا—— کہ کیوں اس ایوان کو اس تخفیف کو پہلے کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دینی چاہیے۔ اول: شعبہ جنگ میں چھانٹی ہوئی جس کی وجہ سے متعدد ہندی کنگز کمیشنڈ افسر جا چکے ہیں یا انہیں فوج میں موثر خدمات سے علیحدہ کیا جا رہا ہے دوم: ہم نے کمانڈر انچیف کی زبان سے یہ حیرت انگیز بیان سنا جس کا انہوں نے انڈین ملٹری اکیڈیمی ڈیرہ دون میں انکشاف فرمایا کہ اکیڈیمی کے لئے موزوں قسم کا مواد دستیاب نہیں ہو رہا۔ سوم: فوج کے میزانیہ میں اضافہ ہو رہا ہے اور ہمیں یہ اشارہ مل رہا ہے کہ یہ اس تناسب اور حدود سے تجاوز کر جائے گا جس پر یہ آج پہنچا ہوا ہے۔ چہارم: اس سال کے دوران ہند کی مقننہ کی منظوری کے بغیر ہندی فوج کو شاہی طالع آزمائی کے کام میں استعمال کیا گیا۔ پنجم: فوج کے تقریباً ہر شعبے میں فضول خرچیاں جاری ہیں۔ ششم: پچھلے دنوں فوج کے سکرٹری نے گورکھا رجمنٹ کو ہندیانے سے انکار کیا۔ ہفتم: گذشتہ برس کے دوران فوج کو نہتے ہجوم کے خلاف استعمال کیا گیا اور حکومت نے ان حالات کے بارے میں اور یہ کہ ہر موقع پر کتنی فوج استعمال ہوئی' تحقیقات کرانے سے انکار کر دیا۔ آخیر بین الاقوامی صورت حال ہے اور اس کے فوجی میزانیہ پر اثرات اور مستقبل میں بوجھ.....

مسٹر جی۔ آر رالیف ٹوٹین ہیم [سکرٹری محکمہ دفاع]: کیا فاضل ممبر اس تقریر کے بارے میں مجھے بتا سکتے ہیں جس میں کمانڈر انچیف نے وہ بیان دیا؟

مسٹر کے۔ ایل۔ گابا: کمانڈر انچیف نے ملٹری اکیڈیمی میں ایک بیان دیا اور اس ایوان میں ایک سوال کے دوران اس کا حوالہ دیا گیا۔

مسٹر ایم۔ ایس۔ اینے [نمائندہ برار]: وہ سابق کمانڈر انچیف تھے۔

مسٹر کے۔ ایل۔ گابا: جی ہاں سابق کمانڈر انچیف۔

مسٹر جی۔ آر۔ ایف ٹوٹین ہیم: مجھے اس بات کا بخوبی علم ہے کہ سابق کمانڈر انچیف نے کبھی یہ نہیں کہا کہ اکیڈیمی میں مواد تسلی بخش نہیں ہے بلکہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ مقابلہ غیر تسلی بخش ہے۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح [بمبئی شہر مسلم شہری]: انہیں معلوم ہے۔

مسٹر کے۔ ایل۔ گابا: سکرٹری دفاع اب ہمیں بتا سکتے ہیں کہ کیا وہ انڈین ملٹری اکیڈیمی میں امیدواروں کے معیار سے مطمئن ہیں اور جو مواد اکیڈیمی کے لئے میسر آ رہا ہے .....

کپتان سردار شیر محمد خانؒ .....: ہند میں جس کی آبادی ۳۵۰ ملین ہے آپ صحیح لڑاکا قوتوں کو الگ رکھ سکتے ہیں جیسا ہندو سلطنت کے دور میں بھی کھتری اور راجپوت وغیرہ ہوتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہاں ہمیں جنگ جو گروہوں کو بالکل الگ رکھنا چاہیے تاکہ وہ صرف لڑ سکیں اور آپ لوگ ملوں اور ریلوں اور دیگر غیر فوجی نظم و نسق کو چلائیں۔ لہٰذا اجازت دیجئے کہ ہم فوجی شعبہ کو سنبھالیں کیونکہ آزمودہ سپاہی ہیں....

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح [بمبئی شہر مسلم شہری]: کیا آپ انگریزوں کو بھی جنگجو لوگوں میں شمار کرتے ہیں؟[قہقہہ]

کپتان سردار شیر محمد خان: وہ تو ہندی نہیں ہیں....

ڈاکٹر جی۔ وی۔ دیش مکھ.... میں اس گرانٹ کی مخالفت کرتا ہوں اور ترمیم کی حمایت کرتا ہوں ۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح [بمبئی شہر مسلم شہری]: جناب والا کیا میں ایک نکتہ اعتراض پر کھڑا ہو سکتا ہوں؟

پہلے یہ طریقہ کار تھا کہ سرکاری ممبر میزانیہ کی تقریر پر ایک خلاصہ دیا کرتا تھا کہ سال کے دوران کیا کچھ ہوا۔ عام طور سے یہ کمانڈر انچیف ہوا کرتے تھے۔ اسی وقت سے محکمہ فوج کے سکرٹری میزانیہ پر اپنی تقریر میں سال کے دوران جو کچھ ہوا اس کا لب لباب پیش کرتے۔ چونکہ میں عام بحث کے وقت موجود نہیں تھا' اس لئے میں اصلاح کی شرط کے ساتھ بات کر رہا ہوں' اس وقت تک اس ایوان میں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی اور میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا حکومت کی خواہش یہ ہے کہ اس جانب ہم لوگ پہلے اپنی رائے کا اظہار کر دیں پھر وہ ہماری تنقید کا جواب دے دیں۔ کیا یہ مناسب نہیں کہ ہمیں ان کی طرف سے کچھ معلومات حاصل ہوں اس سے پہلے کہ اس ایوان میں بحث' بحث برائے بیت ہی سہی' ہو۔

مسٹر جی۔ آر۔ ایف ٹوٹین ہیم: کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں' جناب والا' کہ مجھے اس طریقہ کار کا بالکل علم نہیں جس کا فاضل ممبر نے حوالہ دیا ہے۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ کمانڈر انچیف اور سکرٹری فوج میزانیہ پر اپنی تقریروں میں ان واقعات کا خلاصہ بیان کیا کرتے تھے جو سال کے دوران رونما ہوئے۔ یہ غالباً میرے وقت سے پہلے کی بات ہے۔

مسٹر ایم۔ ایس۔ اینے: یہ حقیقت ہے۔

مسٹرایم- اے- جناح: آپ میری بات کو باور کر سکتے ہیں کہ یہ اسی طرح سے ہے-
مسٹر ٹوٹین ہیم: گذشتہ سال میں نے بحث میں ذرا شروع میں حصہ لیا تھا- میں اب بھی ایسا کر سکتا ہوں اگر فاضل اراکین کی یہ خواہش ہو-
مسٹرایم- اے- جناح: جی ہاں یقیناً میری یہ خواہش ہے اور مجھے یہ یقین ہے کہ ایوان بھی اس کا خیر مقدم کرے گا میں اپنی جانب سے بات کر رہا تھا-
مسٹر ٹوٹین ہیم: میں یہ بھی کہوں گا کہ اگر کسی نے اپنی تقریر میں سال کے دوران رونما ہونے والے واقعات کا لب لباب بیان نہیں کیا اب ہم [یہ لب لباب] شائع کرتے ہیں- ایک تحریری خلاصہ ان اہم واقعات کا جو سال کے دوران رونما ہوئے اور اسے فاضل اراکین کو پیش کرتے ہیں اور یہ پہلے ہی فاضل اراکین کو پیش کیا جا چکا ہے-
مسٹر پریذیڈینٹ [دی آنریبل سر عبدالرحیم]: کیا فاضل ممبر اب تقریر کرنا چاہتے ہیں؟ کیا کوئی اور سرکاری رکن بولنا چاہتے ہیں؟ کرسی صدارت یہ سمجھتی ہے کہ سکرٹری دفاع بحث کا جواب دیں گے-
دی آنریبل سر نری پیندر سرکار: جی ہاں' وہ بحث کا جواب دیں گے-
مسٹر جی- آر- ایف ٹوٹین ہیم: میں اسی وقت بحث کا جواب دینے کے لئے بالکل تیار ہوں- [متعدد اراکین حزب اختلاف]: نہیں- نہیں' ابھی نہیں-
مسٹرایم- اے- جناح: نہیں نہیں' آپ ابھی حتمی جواب نہیں دے سکتے- اگر حکومت واقعتاً یہ چاہتی ہے کہ آخری لفظ ان کی جانب سے آئے تو پھر تو جناب والا' اس ایوان میں مطلق کوئی بحث ہی نہ ہوئی-
مسٹر پریذیڈینٹ [دی آنریبل سر عبدالرحیم]: کرسی صدارت کسی فاضل رکن کو بحث میں حصہ لینے پر مجبور نہیں کر سکتی- حکومت کو یقیناً جواب دینے کا حق حاصل ہے- اگر کوئی فاضل رکن حکومت کی نمائندگی کرتے ہوئے اس مرحلے میں بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو یقینی طور پر انہیں ایسا کرنے کی اجازت دے دی جائے گی- [اس مرحلے پر سر محمد یامین خان ایوان سے خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے]
مسٹر ایس- ستیہ مورتی اور حزب اختلاف کے کئی اراکین: سر محمد یامین خاں حکومت کی نمائندگی نہیں کرتے- وہ ایوان سے خطاب نہیں کر سکتے-
مسٹرایم- اے- جناح: جناب ایوان میرے قبضے میں ہے کہ میں نے نکتہ اعتراض پیش کیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اس مرحلے پر بحث میں حصہ لینا نہیں چاہتی بلکہ آخری لفظ کا سہارا لے

گی۔ اگر یہ ایسا ہے تو میں آپ کی اجازت سے تقریر کرنا چاہوں گا۔

مسٹر پریذیڈینٹ [دی آنریبل سر عبدالرحیم]: کرسی صدارت فاضل ممبر سے جواب دینے کے لئے نہیں کہہ سکتی۔ کیونکہ اس نے اس نکتے پر جملہ فیصلے دیکھ لئے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ اسے ترمیم تصور کرنے کا طریقہ کار درست ہے۔ اور لہٰذا کرسی صدارت فاضل رکن کو حتمی جواب دینے کی اجازت نہیں دے سکتی۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: دی آنریبل ممبر خزانہ نے تحریک پیش کی۔ انہوں نے حکومت کی جانب سے گرانٹ طلب کی۔ یہ ہوئی تحریک۔ اس تحریک میں ترمیم پیش کی گئی۔ لہٰذا جو ممبر جواب دینے کے مجاز ہیں وہ تحریک کے محرک ہیں اور وہ ہیں ممبر خزانہ۔ کوئی اور رکن خواہ ان کا تعلق حزب اقتدار سے ہو یا حزب اختلاف سے، میں جناب والا، نہایت ادب سے کہتا ہوں، وہ صرف بحث میں حصہ لے سکتے ہیں۔ ہمیشہ سے یہی طریقہ کار رہا ہے۔ اس تعلق میں کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ترمیم کے محرک میرے دوست کے۔ ایل گابا ہیں۔ پھر کوئی بھی ایک رکن کی حیثیت سے بحث میں حصہ لینے کے مجاز ہیں۔ لیکن یہ توقع کی جاتی ہے کہ حکومت بحث کے شروع کے مرحلے میں اپنے ترجمان کو اپنا موقف پیش کرنے کے لئے کہے گی۔ اس وقت جو صورت حال ہے یہ تمام یک طرفہ اظہار خیال ہو رہا ہے اور میں نہیں سمجھتا یہ منصفانہ یا باقاعدہ بھی ہے۔

ایک فاضل رکن: کوئی منصفانہ نہیں۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: جہاں تک منصفانہ بات کا تعلق ہے میں اس تعلق میں کسی رائے کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اس موضوع پر صرف ایک فاضل رکن گفتگو کر سکتے ہیں اور وہ ہیں سکرٹری دفاع۔ بحث اس وقت اس ترمیم پر چل رہی ہے جو ممبر خزانہ کی پیش کردہ تحریک میں پیش کی گئی۔ جہاں تک اس بحث کا تعلق ہے میں تو سکرٹری دفاع کو اس کا جواب دینے کی اجازت دوں گا۔ لیکن یہ بے حد دل پسند بات ہو گی، کہ کوئی اور سرکاری رکن، اگر ممکن ہو تو، بحث میں مداخلت کریں اور حکومت کا موقف بیان کر دیں تاکہ دیگر فاضل اراکین اس کا جواب دے سکیں۔

[اس مرحلے پر سر محمد یامین خان دوبارہ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے]

حزب اختلاف کے فاضل اراکین: آپ حکومت کے رکن نہیں ہیں۔ آپ اب تقریر نہیں کر سکتے۔

مسٹر پریذیڈینٹ [دی آنریبل سر عبدالرحیم]: کیا مسٹر جناح اب تقریر کرنا چاہتے ہیں؟

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: جی یقیناً، جناب والا، میں صرف صورت حال کو بالکل واضح کرنا چاہتا ہوں۔ [حزب اختلاف کی جانب سے تحسین کے نعرے]

جناب والا' اس معاملے میں حکومت نے جو رویہ اختیار کیا ہے میں اس کے خلاف نہایت پر زور احتجاج رقم کراتا ہوں- میں سمجھتا ہوں' جناب والا' کہ اس طرح کے رویہ سے مقننہ بالکل سراب کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے [حزب اختلاف کی طرف سے تحسین کے نعرے] - ذرا تصور کیجئے' جناب والا' مقررین نے یکے بعد دیگرے حزب اختلاف کی جانب سے اپنا موقف پیش کیا- ہمیں بتایا جاتا ہے کہ حزب اقتدار میں صرف ایک شخص ہے جس کے پاس فوج سے متعلق معلومات کا سارا ذخیرہ موجود ہے جو اور کسی کے پاس نہیں ہے- جناب والا' میں سکرٹری دفاع کا بحث میں حصہ لینا تو بخوبی سمجھ سکتا ہوں لیکن ان کے بعد بحث میں حصہ لیتے ہوئے مقررین نے نئے نکات اٹھائے' یقینی طور پر حکومت کے کسی اور رکن میں اتنی اہلیت ہونی چاہیے کہ وہ ان نکات کا جواب دے سکے- مجھے اس طریقہ کار کے خلاف نہایت پر زور احتجاج رقم کرانا چاہیے' چونکہ یہ حقیقتاً بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے- اب میں [اس ضمن میں] مزید کچھ اور نہیں کہوں گا- اجازت دیجئے کہ میں اپنی تقریر کی طرف آ جاؤں کیونکہ میرے پاس بہت محدود وقت ہے-

جناب والا' اس مسئلہ پر اس ایوان میں برسوں سے بحث ہوتی چلی آ رہی ہے- میں ان لوگوں میں شامل ہوں جنہوں نے اس موضوع پر ان مباحث میں کچھ حصہ لیا- صورت حال جب چھن چھنا کر یہاں پہنچتی ہے حکومت کی حکمت عملی یہ ہے کہ ہند میں فوج ایک محافظ فوجی دستہ ہے اور وہ محافظ فوجی دستہ ہی رہے گا- یہ کہ برطانی راج ہند پر قابض ہے اور اسے محافظ فوجی دستے کی حمایت حاصل ہے- ہم اس جانب اس امر کے خواہاں ہیں کہ قبضہ ختم ہو جانا چاہیے اور فوج حقیقی معنوں میں قومی اور عوامی فوج بن جانی چاہیے-

ایک فاضل رکن: تب تو انگریزوں کو بستر بوریا گول کرنا پڑے گا-

مسٹر ایم- اے- جناح: یہ دو متضاد حکمت عملیاں ہیں- یہ قطبین کی طرح ہیں- پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم حزب اقتدار سے نظریں ملا سکیں یا حزب اقتدار ہم سے نگاہیں ملائے؟ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ اس ایوان میں دلائل پیش کرنا بے سود اور بے کار بات ہے- چونکہ جب برسوں کی جدوجہد کے بعد ہم نے انہیں اخلاقی طور پر بے بس کر دیا اور وہ ہر موثر بہانے سے تہی دامن ہو گئے تو وہ اس نوع کی حکمت عملی کا اعلان کرتے ہیں جس کا مثل ہم نے گذشتہ روز سنا کہ برطانوی حکومت نہایت سنجیدگی کے ساتھ یہ عہد کر چکی ہے کہ ہند کی حتمی منزل قلمرو کا رتبہ اور ذمہ دار حکومت ہے- پس اس معاملہ میں حتمی منزل فوج کا ہندیانہ ہے- آخری منزل یہ ہے کہ قبضہ ختم ہو جائے اور محافظ فوجی دستہ قومیائی ہوئی فوج بن جائے- یہ ہے حتمی منزل- ہم میں کچھ خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ "ہم صحیح راہ پر گامزن ہیں- ہمیں کچھ نہ کچھ مل کر رہے گا" ہم

گھوڑے کو پانی پلانے کے لئے لے گئے ہیں لیکن گھوڑا ہے کہ پانی پیتا ہی نہیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ جناب والا' میں نے یہ بات بار بار کہی ہے' اور میں اس ایوان کے سامنے دوبارہ دہراتا ہوں کہ جہاں تک ہندی فوج میں افسروں کے عہدوں کا تعلق فی سال تقریباً ۱۲۰ اسامیاں خالی ہوتی ہیں۔ یہ بہت دشواری کے ساتھ ہم نے گول میز کانفرنس میں حکومت کو ترغیب دی کہ وہ کوئی نہ کوئی تعداد بتائے اور یہ کم و بیش ۱۲۰ ہے۔ اب میں حزب اقتدار سے دریافت کرتا ہوں' جناب والا' کیا ہم ایک سو بیس نوجوان مہیا نہیں کر سکتے جب کہ ہمارے ہم وطنوں کی تعداد تین سو پچاس ملین نفوس ہے۔ لیکن آپ خیال کریں یہ ۱۲۰ خالی اسامیاں سب کی سب ہمارے لئے مختص نہیں کر دی گئیں۔ یہ کل تعداد ہے جسے ہم بھرتی کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا ایک تہائی بھی ہندیوں کے لئے مختص نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا اس کا مطلب ہے زیادہ سے زیادہ تمیں۔

مسٹر جی۔ آر۔ ایف ٹوٹین ہیم: فی سال ساٹھ

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: بلاشبہ میں اپنی اصلاح کرتا ہوں۔ لیکن مجھے درحقیقت اس کا یقین نہیں کہ یہ درست تعداد ہے۔

مسٹر جی۔ آر۔ ایف۔ ٹوٹین ہیم: ہر سال انڈین ملٹری اکیڈمی میں ساٹھ امیدوار لئے جاتے ہیں اور تقریباً ساٹھ امیدوار وہاں سے کامیاب ہو کر نکلتے ہیں۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: میں کہتا ہوں کتنی تعداد میں کامیاب ہو کر نکلے اور کتنی تعداد میں کنگز کمیشنڈ افسر بنے۔ ہمیں یہ تعداد چاہیے۔ کالج کی کل تعداد مطلوب نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تعداد ایک نہیں ہے۔ میرے فاضل دوست اپنا حساب کتاب بھول گئے ہیں۔ [آنریبل سر جیمز گرگ سے مخاطب ہوتے ہوئے]

دی آنریبل سر جیمز گرگ: میں تو ٹھیک دیکھتا ہوں لیکن انہوں نے وہ کچھ نہیں کہا جو آپ نے کہا کہ انہوں نے کہا۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: میں سکرٹری دفاع کو سمجھتا ہوں لیکن ممبر خزانہ نہیں سمجھتے۔ سکرٹری دفاع اور میں سمجھتے ہیں۔ سکرٹری دفاع کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس کالج میں کل تعداد ۶۰ ہے۔ ڈھائی یا تین برس کا کورس ہوتا ہے۔ ہر سال جو تعداد کمیشن حاصل کرتی ہے۔ وہ کم و بیش ایک تہائی ہوتی ہے۔

مسٹر ٹوٹین ہیم: صحیح تعداد جو ہر سال کمیشن حاصل کرتی ہے ۶۰ ہے۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اس وقت آمادہ نہیں ہوں گا جب تک کہ میں مطمئن نہ ہو جاؤں' میں اس سے اتفاق نہیں کروں گا۔ میں کہتا ہوں کہ

کل اسامیاں جو ایک سال کے دوران خالی ہوتی ہیں ان کی تعداد ہے ۱۲۰- میں یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں کہ ان میں ساٹھ آسامیاں ہر سال ہندیوں کو دے دی جاتی ہیں- میں یہ قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں- اگر سکرٹری دفاع کسی سند اور اعداد و شمار کا حوالہ دیں تب میں اس پر غور کروں گا کہ سکرٹری دفاع درست ہیں یا نہیں-

مسٹر جی- آر- ایف ٹوٹین ہیم: میں صورت حال کی وضاحت کر سکتا ہوں-

مسٹر ایم- اے- جناح: مجھے ان کی وضاحت درکار نہیں [قہقہہ] میں ایک سیدھے سے سوال کا سیدھا سا جواب چاہتا ہوں- کیا سکرٹری دفاع کہتے ہیں کہ گذشتہ سال ۶۰ کمیشنڈ افسر کامیاب ہوئے اور انہیں فوج میں کمشن دے دی گئی- ہندیوں کو؟

مسٹر جی- آر- ایف ٹوٹین ہیم: جی ہاں

مسٹر ایم- اے- جناح: میں اب بھی کہتا ہوں' نہیں- میں اس کا یقین نہیں کرتا' تاآنکہ میں ریکارڈ نہ دیکھ لوں' اس پر یقین کرنا ناممکن بات ہے-

مسٹر ایس- ستیہ مورتی: کیا ان میں وائسرائے کمیشن کے افسر شامل ہیں-

مسٹر ایم- اے- جناح: یہ ایسا ہو سکتا ہے-

مسٹر جی- آر- ٹوٹین ہیم: اگر میں ایسا کہہ سکتا ہوں کہ جہاں فاضل رکن کو غلطی لگی وہ یہ کہنے میں ہے کہ خالی اسامیوں کی کل تعداد ۱۲۰ ہے- ہندی فوج کے لئے خالی اسامیوں کی تعداد ۱۲۰ ہو سکتی ہے- ہندی فوج' جیسا کہ وہ جانتے ہیں' صرف چھوٹے ہتھیاروں سے لیس پیادہ دستوں (انفینٹری) اور گھڑ سوار دستوں [کیولری] پر مشتمل ہے- فوج کو ہندیانے کا جو پروگرام آج کل جاری ہے اس میں دیگر شعبے' توپخانہ اور انجینئر وغیرہ بھی شامل ہیں جو اب تک برطانوی فوج کے اجزاء تھے- لہٰذا ہماری ہندیانے کی ڈویژن کی ضروریات اسی تناسب سے کہیں زیادہ ہیں بمقابلہ اس کے کہ یہ صرف انفنڑی یا کیولری تک محدود ہوتی-

مسٹر ایم- اے- جناح: اب میں سمجھ گیا- میں صرف سینڈھرسٹ کی بات کر رہا تھا- میں کسی اور چیز کے بارے میں بات نہیں کر رہا تھا- میں محض سینڈھرسٹ کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا اور میں دوبارہ دہراتا ہوں اور میں کہتا ہوں' اگر میرا حافظہ مجھے جواب نہ دے جائے' میں کہتا ہوں' اور مجھے اس بیان کے بارے میں کوئی شبہ نہیں جو میں دے رہا ہوں' کہ سینڈھرسٹ کے لئے خالی آسامیوں کی کل تعداد —— میں اسے دوبارہ دہراتا ہوں —— جو ہم نے بڑی مشکل سے دریافت کی تھی —— ۱۲۰ تھی اور جو تعداد ہندیوں کے لئے ہر سال مختص کی گئی وہ کل تعداد کی ایک تہائی بھی نہیں تھی- میں اسے پھر دہراتا ہوں' یہ میرا نکتہ ہے- لیکن یہ تو اصل نکتے سے پرے چلے

جانے والی بات ہوئی- اصل نکتہ یہ ہے- ۶۰ لے لیجئے اگر آپ کو پسند ہو ۱۰۰ لے لیجئے' ۱۲۰ لے لیجئے' میرا نکتہ باقی رہتا ہے' میں اس پر اعتبار کرنے سے انکار کرتا ہوں صرف وہ آدمی اسے باور کر سکتا ہے جو پاگل خانے کا مکین بننے کا اہل ہو- میں یہ باور نہیں کر سکتا کہ ہند اپنی ۳۵۰ ملین کی آبادی میں سے آپ کو ۱۲۰ فرد نہیں دے سکتا جو کنگز کمیشن پانے کے اہل ہوں- میں یہ یقین نہیں کر سکتا- میرے لئے اس پر اعتبار کرنا بالکل ناممکن ہے- کیا ہوتا ہے؟ ہم گھوڑے کو پانی پلانے کے لئے لے جاتے ہیں- گھوڑا پانی پینا نہیں چاہتا[قہقہہ] تھوڑی وہسکی سے [قہقہہ] اس کی ناک مل دیجئے[قہقہہ] لہٰذا ہم محض ہوا کو پیٹ رہے ہیں- ان کی حکمت عملی اور ہماری حکمت عملی بنیادی طور پر مختلف ہے- پہلی بار ہم نے ایک اعلیٰ درجہ کے صاحب اختیار سابق کمانڈر انچیف سے یہ سنا کہ موزوں مواد دستیاب نہیں ہو رہا ہے- ملک کے قومی رہنما ملک کے دفاع کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے دستیاب نہیں ہو رہے- وہ افراد جنہیں فوج میں ہونا چاہیے- یہ ہوا ایک الزام- دوسرا الزام ایک بہتان ہے کہ ہمارے جنگ جو لوگ----- ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم انہیں خاصی بڑی تعداد میں فراہم کریں گے----- اس قدر گھٹیا مواد ہے کہ فی الحقیقت یہ تسلی بخش نہیں ہے- یہ غیر لڑاکا لوگوں کا لڑاکا لوگوں کے مقابلے میں لاکھڑا کرنا ہے اور میرے فاضل دوست مسٹر گابا نے ایک درست تاثر کے تحت ایک درحت بیان دیا- غالباً یہ اصل وجہ ہے انہوں نے اس کا حوالہ دیا کیونکہ ایک اعلیٰ صاحب اختیار نے یہ بات ان کے کان میں ڈال دی- ادھر میرے فاضل دوست کپتان شیر محمد خاں اچھل پڑے- انہوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور اسی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ وہ اس تحریک کی تائید نہیں کریں گے- جناب والا' یہ پرانا کھیل ہے- اگر کوئی طبقہ نہیں ہوتا تو وہ ایک طبقہ پیدا کر لیتے ہیں- اگر کوئی طبقہ ہوتا ہے تو اسے علیحدہ رکھتے ہیں اور اسے تقسیم کرا دیتے ہیں- ایک دوسرے کے خلاف جانے کے لئے ہمیں کافی کام مہیا کر دیتے ہیں' اور حزب اقتدار مسرور رہتا ہے- میں حزب اختلاف میں اپنے دوستوں سے اپیل کرتا ہوں- یہ حکومت کی حکمت عملی ہے اور ہمیں اس کا علم ہے- انگریز ان الفاظ میں یہ بات نہیں کہتا- یہ اس کی زبردست خصوصیت ہے- وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے- وہ آپ کو یہ بتانا نہیں چاہتا کہ وہ کیا کر رہا ہے- یہ آپ کا کام ہے کہ آپ یہ سمجھ لیں کہ وہ کیا کر رہا ہے اور اس کا علاج دریافت کریں- ہمیں اپنے دلوں کو بھی ٹٹولنا چاہیے- میرے فاضل دوست مسٹر کیڈگل نے نہایت شاندار تقریر کی لیکن انہوں نے اسے مہارتانہ انداز میں ختم کیا- میرا اس میں کیا بیچ؟

ایک فاضل رکن: آپ بھی مہارت ہیں' آپ مغربی ہند میں رہتے ہیں-

مسٹر ایم- اے- جناح: بدقسمتی سے میں نہیں ہوں- میں اس میں کہاں آتا ہوں- مہارتہ کو ہند

پر راج کرنا ہے۔ ہمیں بھی اپنے دلوں کو ٹٹولنا چاہیے۔ ہمیں اپنی کمزوریوں کا، اپنے نقائص کا تجزیہ کرنا چاہیے اور اپنے پیچھے حمایت پیدا کرنی چاہیے تاکہ حزب اقتدار آپ کی زبان بھی سمجھنے لگے۔ لیکن اس وقت اس کا فقدان ہے کیا میں حزب اقتدار کو بھی یہ بتا سکتا ہوں جتنا زیادہ آپ اس حکمت عملی پر کار بند رہیں گے ـــــ عارضی طور پر عبوری طور پر آپ کو اپنی جیت کا احساس ہو گا لیکن آپ ایک بڑی غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں، بہت ہی بڑی غلطی۔ اگر آپ ہند کے ساتھ دوستی کے خواہش مند ہیں ـــــ ابھی بہت سفر کرنا ہے ـــــ اگر آپ درحقیقت مستقبل کے بارے میں سوچتے ہیں تو میں آپ سے اپیل کرتا ہوں، اگر آپ کے نزدیک میری اپیل کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے۔ ہند کے ساتھ اس طرح کا سلوک روا نہ رکھئے۔ اپنی حکمت عملی میں دیانتدار اور راست رو رہیے۔ اگر آپ فوج کو ہندیانہ چاہتے ہیں، اگر آپ افسروں کے عہدوں کو ہندیانہ چاہتے ہیں باور کیجئے کہ آپ ایسا کر سکتے ہیں اور آپ کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی بجز اس کے کہ آپ بہانہ سازی کرنا چاہتے ہوں۔ اس کا فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ لیکن مجھے اس میں کوئی بدگمانی نہیں کہ فی الوقت آپ اس کے خواہاں نہیں ہیں۔ یہ آپ کی حکمت عملی نہیں ہے اور آپ ہر ممکن بہانہ بنانا چاہتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ہمیں اس ڈگر سے ہٹا دیں۔ اگر آپ یہ کرنا چاہتے ہیں تو کر دیجئے۔

جہاں تک برطانوی فوج کا تعلق ہے، گول میز کانفرنس میں یہ بات کہی گئی تھی، اگر مجھے صحیح طور پر یاد ہے، کہ برطانوی فوج کو بتدریج کم کیا جانا چاہیے۔ اور ایک بار پھر یہ تسلیم کیا گیا کہ ان کو کم کیا جانا چاہیے یا وقت کے ساتھ ساتھ انہیں کیتا" ہٹا دیا جائے لیکن بتدریج۔ یہ فیصلہ کون کرے گا کہ "بتدریج" کے معنی کیا ہیں؟ گول میز کانفرنس ملک معظم کی حکومت کی جانب سے اس حکمت عملی کے اعلان کے بعد ـــــ وہ بھی اس میں ایک فریق بن گئے ہیں ـــــ میں کمانڈر انچیف کا یہ اعلان سن کر سراسیمہ ہو گیا کہ برطانوی فوج کو کم کرنا یا اس کے کسی حصہ کو ختم کر دینا ممکن نہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ غلط حوالہ نہیں دے رہا ہوں۔

مسٹر جی۔ آر۔ ایف ٹوٹین ہیم: انہوں نے ایسا کوئی بیان ہرگز نہیں دیا۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: ایک متشددانہ بیان نہیں۔ انہوں نے شائستگی کے ساتھ کونسل آف اسٹیٹ کو بتایا تھا کہ ایسا نہیں کیا جا سکتا۔

مسٹر جی۔ آر۔ ایف۔ ٹوٹین ہیم: انہوں نے کہا تھا یہ فوری طور پر نہیں کیا جا سکتا۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: یہی بات ہے۔ میں نے ٹھیک یہی بات کہی ـــــ بتدریج۔ میں آپ کی زبان بخوبی سمجھتا ہوں، لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ میرے ہم وطن آپ کی زبان نہیں سمجھتے۔

یہ میری بدقسمتی ہے۔ میں یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں' کافی کہہ چکا ہوں۔ اب جو ضروری کارروائی کرنی ہے اس کا انحصار ہم پر ہے۔ میرے ہم وطنو! مجھے آپ سے اپیل کرنا ہے اور یہ کہنا ہے کہ یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ کیا آپ یہ کام کر سکتے ہیں؟ اگر آپ متحد ہو سکتے ہیں تو یہ ہو جائے گا۔

(مباحث مجلس قانون ساز (مرکزی) ۱۹۳۶ء جلد سوم)

۲۷۔ میزانیہ میں نمک پر محصول میں تخفیف کے متعلق ترمیم پر تقریر

نئی دہلی ۲۰' مارچ ۱۹۳۶ء

مسٹرایم۔ اے۔ جناح :[بمبئی شہر: مسلم شہری]: جناب والا' میں اس حکومت کو بچانے کی تشویش میں شریک نہیں ہوں۔ اگر نمک پر محصول کو جاری رکھنے سے کوئی انقلاب آتا ہے' تو میں سمجھتا ہوں' کہ ہمیں اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے[قہقہہ] اگر حکومت کا اقتدار بنگال اور ہند کے طول و عرض میں ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے تباہ ہوتا ہے' جیسا کہ میرے فاضل دوست نے نکل نشاندہی کی تب ان کی اصلاح کرنی نہیں چاہتا۔ آپ اپنا ظلم و ستم جاری رکھیں' آپ نمک پر محصول جاری رکھیں' لیکن جناب والا' حکومت کو بچانا یہ میرا مقصد نہیں ہے۔ بدقسمتی سے ہم یہاں اس مقننہ میں موجود ہیں اور ہم بعض حدود میں محدود ہیں۔ یہ کوئی نیا سوال نہیں ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ مجھے وہاں[اس جانب] نہ اپنے فاضل دوستوں کو یہ یقین دلانے کی ضرورت ہے کہ غریب کو حقیقی سہولت فراہم کرنے کے بارے میں میری تشویش ان کی تشویش سے کم تر ہے۔ لیکن جو دشواری میں نے ہمیشہ محسوس کی' میں اس میں مقننہ میں بہت برسوں سے ہوں اور یہ سوال ہر سال اٹھتا ہے۔ دشواری یہ ہے کہ اگر آپ نمک پر سے اصولا محصول ختم کرنا چاہتے ہیں کسی وجہ سے' اور اس کی بہت سی وجوہات ہیں' تب ہمیں اس کا متبادل تجویز کرنا ہو گا۔ اگر ہم' ایوان کے اس جانب' حزب اختلاف کی حیثیت سے میزانیہ کا تنقیدی نظر سے احتیاط کے ساتھ جائزہ لیں اور میزانیہ کا ایک قطعی متبادل پیش کریں' تب میں سمجھ سکتا ہوں کہ ہم حکومت پر زور ڈالیں' اور یہ کہتے ہوئے نمک پر محصول ختم ہونا چاہیے' اپنی رائے پر قائم رہیں۔ لیکن' بدقسمتی سے ہم ایسا کبھی نہ کر سکے اور کبھی بھی حزب اختلاف کی جانب سے کوئی قطعی اسکیم پیش نہ کی جا سکی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ ہماری مجبوری ہے' ان معنوں میں کہ ہم ایسا کرنے کے پابند ہیں۔ لیکن آپ اس صورت حال کو یاد رکھیں جس کے تحت ہم کام کر رہے ہیں اور' لہذا' جو کچھ ہمیں کرنا چاہیے وہ یہ ہے۔ ہمیں یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ کس طرح ہم بھی ایک متوازن میزانیہ اور

اس سے بہتر جو حکومت تیار کرتی ہے' تیار کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حکومت اسے قبول نہ کرے لیکن ہم دنیا کے سامنے اپنی پوزیشن کو جائز تو ٹھہرا سکیں گے اور کہیں کہ' یہ ظاہر کرنے کے بعد' ہم نمک پر سے محصول ہٹا رہے ہیں گورنر جنرل اسے سرٹیفکیٹ کے ذریعہ بحال کر لیں۔ ابھی تک ہم ایسا نہیں کر سکے۔ مجھے علم ہے کہ ہم محاصل یا رقوم کو مختص کرنے کے لئے تحریک پیش نہیں کر سکتے کہ دستور کی حدود میں رہتے ہوئے یہ ہمارے احیطہ کار سے باہر ہے' لیکن اتنا تو بہر نوع کر سکتے ہیں کہ "یہ لیجئے ایک قطعی اسکیم اور ہم چاہتے ہیں کہ حکومت یہ کچھ کرے۔" اگر آئندہ سال حکومت اس بارے میں کچھ نہ کرے تب میں فاضل اراکین کے ساتھ ہوں گا اور کہوں گا کہ "ہم نے آپ کو ایک موقع دیا اب ہم نمک پر سے محصول ہٹا دیں گے اور اگر آپ چاہیں تو اسے سرٹیفکیٹ کے تحت بحال کر لیں۔" لہٰذا میں محض ایک جذباتی سی چیز نہیں چاہتا کہ جسے آپ گرفت میں لینا چاہیں اور وہ ہوا میں تحلیل ہو جائے۔ لہٰذا' اگرچہ میں اس ترمیم کی تائید کر سکتا ہوں لیکن میں رائے شماری کی صورت میں سرکاری لابی میں نہیں جاؤں گا۔

پنڈت گوبند بلبھ پنتھ :[رو ہیلکھنڈ اور کماؤں ڈویژن : غیر مسلم دیہی]: لیکن آپ نے وہ مطالبہ زر مسترد کر دیا تھا جو محکمہ دفاع کے لئے تھا اور اس کے بیشتر حصہ پر رائے نہیں دی جا سکتی تھی اور وہ تھا آٹھ کروڑ.....

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح : معاف کیجئے' وہ مالیاتی وجوہ کی بنا پر نہیں تھا۔ [اس مرحلے پر آنریبل سر عبدالرحیم نے دوبارہ کرسی صدارت سنبھال لی: وہ اس وجہ کی بنا پر نہیں کہ ہم ایک اور میزانیئے کی تجویز پیش کر رہے ہیں۔ وہ محض' جیسا کہ میں نے واضح کیا تھا' ایک دستوری مسئلہ تھا' جس کا مقصد حکومت کی فوجی حکمت عملی کی مذمت کرنا تھا۔

پنڈت گوبند بلبھ پنتھ : لیکن اس میں اسراف شامل تھا۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح : میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں۔ فوج کے لئے مطالبہ زر ہم نے اس لئے مسترد نہیں کیا کہ ہمیں اس مطالبہ زر کے خلاف بنفسہ کوئی شکایت تھی بلکہ یہ ایک دستوری اشارہ تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ حکومت کی فوجی حکمت عملی غلط ہے اور یہ واحد طریقہ ہے جس کے ذریعہ ہم اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اس کا میزانیئے کی صورت حال سے مطلق کوئی تعلق نہیں۔ اس وقت میں میزانیئے کی تجاویز سے نمٹ رہا ہوں۔ لہٰذا میں یہ موقف اختیار کر رہا ہوں۔

مزید برآں' میں نے ہمیشہ سمجھنے کی پوری کوشش کی ہے اور میں قائل ہونے کے لئے تیار ہوں' یعنی اگر نمک پر محصول میں کمی ہو جائے تو اس سے غریبوں کو کوئی قابل ذکر سہولت حاصل

ہو جائے گی جو ہمارے ذہن میں ہے۔ درحقیقت مجھے دیانتداری کے ساتھ یہ اعتراف کرینا چاہیے کہ میں اس پر مطمئن نہیں ہوں کہ کمی کی وجہ سے غریب آدمی کو کوئی قابل ذکر سہولت میسر آ جائے گی۔ لہٰذا' میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ نہ تو ہم غریب آدمی کو کوئی قابل ذکر سہولت فراہم کر رہے ہیں اور نہ ہی ہم اس کا کوئی متبادل تجویز کر رہے ہیں اور دستور کی چار دیواری کے اندر کام کرتے ہوئے میں حکومت سے یہ کہنا جائز نہیں سمجھتا کہ میں نے آپ کے میزانئے کی تجاویز کا جائزہ لے لیا اور میں اس میں سے آٹھ کروڑ یا چار کروڑ یا ڈیڑھ کروڑ کم کرتا ہوں۔ میں ایسا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں حکومت کی پوزیشن کی ہمواری کا بھی قائل نہیں ہوں۔ اور لہٰذا میری جماعت نے پورے غور و خوض کے بعد اس مسئلہ پر یہ فیصلہ لیا کہ ہم ترمیم کی حمایت نہیں کر سکتے لیکن ہم حکومت کی حمایت بھی نہیں کر سکتے۔

مسٹر ایم۔ ایس۔ اینے : [نمائندہ برار] جناب والا' میرے فاضل دوست مسٹر جناح نے ابھی ابھی جو تقریر کی اس نے مجھے اس بحث میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔ وہ اور ان کی جماعت جو رویہ اختیار کریں گی اس کی انہوں نے دو وجہ بیان کیں۔ ایک یہ کہ جن لوگوں نے تخفیف کی تحریک پیش کی وہ کوئی متبادل اسکیم پیش کرنے میں ناکام رہے جس کے ذریعہ سے محاصل میں وہ خلا پر ہو سکتا جو اس ترمیم کی وجہ سے رونما ہو گا اور جس کے بغیر وہ سمجھتے ہیں کہ آٹھ کروڑ روپے کی کمی کا تقاضا کرنا بے جواز بات ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ہمیں بتایا کہ وہ نہیں سمجھتے کہ نمک پر محصول میں کمی سے غریبوں کو کوئی حقیقی سہولت میسر آئے گی۔ تب تو نمک پر محصول کو "کلیتاً" ختم کرنے....

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح : میں نے یہ نہیں کہا کہ اس سے بالکل یہ کوئی سہولت حاصل نہیں ہو گی۔ اس وقت میں صرف اپنی فہم کے مطابق بات کر رہا ہوں' اور میں قائل ہونے کے لئے تیار ہوں' لیکن میں کہتا ہوں کہ فی الوقت میں مطمئن نہیں ہوں کہ نمک پر محصول میں کمی غریب آدمی کو کوئی قابل ذکر سہولت عطا کرے گی۔ یہ ہے میرا موقف۔

مسٹر ایم۔ ایس۔ اینے : میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے فاضل دوست کا مطلب ٹھیک ٹھیک وہی سمجھا ہے جو کچھ انہوں نے ابھی کہا کہ نمک پر محصول میں کمی سے غریب آدمی کو کوئی قابل ذکر سہولت میسر آ جائے گی۔ یہ ہے صورت حال اور میں اس صورت حال کو قبول کرتا ہوں۔ اگر ایسا ہے تو ان کے پاس نمک پر محصول "کلیتاً" ختم کر دینے کے حق میں رائے دینے کا کیا جواز ہو گا اگر دوسری جماعت میزانئے کی متبادل تجاویز بھی پیش کر دے؟

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح : ہو سکتا ہے کہ میں نہ دوں۔ لیکن آپ پہلے ایک اسکیم تو پیش کریں۔

(مباحث مجلس قانون ساز [مرکزی] ۱۹۳۶ء جلد چہارم)

۲۸- آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس (اپریل ۱۹۳۶ء) نہایت اہم ہو گا
تمام اراکین سے شرکت کی اپیل
بمبئی ۵' اپریل ۱۹۳۶ء

آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس سے قبل مسٹر ایم- اے- جناح نے حسب ذیل بیان جاری کیا :

"مسلم لیگ کا یہ اجلاس نہایت اہم ہو گا- لہٰذا میں لیگ کے جملہ اراکین سے شرکت کی اپیل کرتا ہوں- اس میں پہلا اور سب سے نمایاں سوال جو زیر غور آئے گا یہ ہے کہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء کے تحت صوبائی حکومتوں میں شمولیت اور اس کی جانب رویئے کے تعلق میں مسلمانوں کی حکمت عملی اور پروگرام کیا ہونا چاہیے- لیگ کا فیصلہ مسلمان اور نئی اصلاحات کے ضمن میں آئندہ کی صورت حال کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرے گا-

بلاشبہ' میں لیگ کے فیصلوں کے بارے میں کوئی پیش بینی کرنی نہیں چاہتا لہٰذا میں اس مرحلے پر اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کرنا نہیں چاہتا' کہ مسلمانوں کی حکمت عملی اور ان کا پروگرام کیا ہونا چاہیے اور انہیں رو بہ علم لانے کے لئے کون سے طریقے اور ذرائع اختیار کرنے چاہیں- [اے- پی]

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۷ اپریل ۱۹۳۶ء)

۲۹- آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں قرار داد پر تقریر
بمبئی ۱۲' اپریل ۱۹۳۶ء

مسٹر ایم- اے- جناح نے اس خیال کا اظہار کیا کہ قانون حکومت ہند کی طویل تاریخ بیان کرنا غیر ضروری بات ہو گی- لیکن انہوں نے مختصراً اس کا لب لباب بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہند کے لوگوں کے مطالبات کیا تھے اور کب سے ان کی تشکیل شروع ہوئی- اصل مسئلہ ۱۹۲۴ء میں سامنے آیا' اس سے قبل نہیں' جب صوبائی خود مختاری گویا پہلے ہی سے درجیب سمجھی جا رہی تھی- لارڈ ریڈنگ ہند کے رہنماؤں کو مدعو کرنے اور ان سے سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار تھے- لہٰذا صوبائی خود مختاری کے تعلق میں رہنماؤں کو کوئی پریشانی لاحق نہیں تھی- پھر ۱۹۲۵ء میں مڈی مین کمیٹی آئی اور اس وقت ایک بار پھر یہ معلوم ہوا کہ حکومت صوبائی خود مختاری کی اسکیم دے دے گی- لیکن

یہ صوبائی خود مختاری کی اسکیم تو نہیں تھی جس کے لئے لوگ جدوجہد کر رہے تھے۔ اصل مسئلہ تو مرکزی حکومت میں کچھ اختیار اور کچھ ذمہ داری حاصل کرنے کا تھا۔ جس کا مطلب تھا وزیروں کو کچھ محکموں کو چلانے کا اختیار اور ذمہ داری مل جائے جو مقننہ کے سامنے جواب دہ ہوں۔ سوال دفاع کا تھا کیونکہ اگر ہند کے لوگوں کے ہاتھ میں دفاع نہیں ہے' اگر ان کے ہاتھوں میں اپنے گھر بار کی حفاظت کے لئے تلوار نہیں' تو جائز طور پر وہ قوم میں اپنا مقام حاصل نہیں کر سکتے۔

جہاں تک مالیات کا تعلق ہے ہر شخص اس بات کو سراہے گا کہ بغیر پیسے کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کا معاملہ تجارت اور صنعت کے ساتھ تھا۔ یہ کچھ اہم محکمے تھے' اگرچہ بہت سے دیگر محکمے بھی تھے۔ موجودہ حکومت سوچتی تھی امن و امان قائم رکھنے کا ذمہ دار محکمہ سب سے اہم تھا۔ تب انہوں نے اہم محکموں میں اختیار اور ذمہ داری کے حصول کے لئے جدوجہد کی۔ نئے دستور کے تحت ملک کو کیا ملا؟

مسٹر جناح نے چیلنج کیا کہ کوئی ہے جو ان کے اس بیان کی تردید کر دے کہ ہند کو ۲ فی صد ذمہ داری ملی اور ۹۸ فی صد تحفظات اور خصوصی اختیارات گورنر جنرل کے حصے میں آئے۔ صرف یہی نہ تھا بلکہ اس ۲ فی صد ذمہ داری میں بھی طرح طرح سے رکاوٹیں حائل کی گئیں۔ اول : مقننہ کے پہلے ایوان میں کل تعداد کی ایک تہائی راجاؤں اور مہاراجاؤں کے نامزد اراکین پر مشتمل ہو گی۔ پھر برطانوی ہند میں کچھ قدامت پسند عناصر تھے۔ پھر یوروپین طبقے کے لئے خاصی بڑی نمائندگی تھی۔ دستور اس طور پر وضع کیا گیا تھا کہ انتہا پسندوں اور اشتراکی خیالات کے حامل لوگوں کو تو ایک طرف رکھئے' اعتدال پسند قوم پرست ہندیوں کے ترقی پسندانہ خیالات پر مبنی پروگرام پہلے ایوان میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ اگر کسی معجزے یا حربے کے تحت کوئی اقدام پہلے ایوان نے منظور کر لیا تو پھر اتنا ہی بااختیار دوسرا ایوان تھا جس میں راجاؤں اور مہاراجاؤں کی نمائندگی چالیس فی صد تھی جو کسی کے سامنے جواب دہ نہ تھے' ریاستوں کی رعایا کے سامنے بھی نہیں۔ یہ تو تھا جہاں تک کہ مقننہ کی ہیئت ترکیبی کا تعلق تھا۔

اگر کوئی اقدام ان دو ایوانوں سے سرخرو گزر گیا تو پھر گورنر جنرل تھے۔ مسٹر جناح کے خیال میں دنیا بھر میں کسی جگہ بھی شاید ہی کوئی شخص اتنے اختیارات سے لیس ہو گا۔ لہٰذا وہ اس دستور کے ملک پر مسلط کرنے کے خلاف احتجاج کرنے میں حق بجانب تھے۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے پھر ہند میں موجودہ صورت حال کا ذکر کیا۔ چار بڑی جماعتیں تھیں جو شطرنج کی بساط کے چاروں طرف بیٹھی تھیں۔ انگریز تھے ایک اجتماعی شخصیت کے طور پر ہندی والیان ریاست۔ ہندو اور مسلمان۔

برطانیہ عظمیٰ کا مقصد یہ تھا کہ وہ برطانیہ عظمیٰ کی بحیثیت ایک غالب جماعت کے واجب التعمیل اقتدار اور اختیار کے ساتھ ہند پر اپنا راج برقرار رکھے۔ ہندی والیان ریاست کا مقصد یہ تھا کہ وہ کسی طرح کی بھی جمہوری حکومت نہیں چاہتے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ یہ سوچتے تھے کہ اگر حکومت برطانوی ہند کے لوگوں کو کچھ اختیار سونپے تو کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ وہ برطانوی ہند کے لوگوں کو ملنے والے اختیار کو اپنے تصرف میں لانے کے لئے آن دھمکیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کا مقصد کسی حد تک مشترک تھا۔ مسلمان ہندو قوم پرستوں کی طرح ملک کا ساتھ دینے اور ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنے کے لئے فکر مند تھے۔

لیکن یہ پہلا موقع تھا کہ لوگ ایک دستور کو آزما رہے تھے جس کے تحت حکومت کو اکثریت کی بنیاد پر چلانا تھا اور مسلمان ایک اقلیتی فرقہ تھا۔ یہ کوئی مذہبی سوال نہیں تھا۔ یہ مسئلہ تھا کہ کیا انہیں کافی تحفظات حاصل نہ ہوں جو ان میں اعتماد کی روح پھونک دے اور وہ بھی پوری دلجمعی کے ساتھ برادر فرقوں کے ساتھ شانہ بشانہ آزادی کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔ بدقسمتی سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں اس سوال پر کوئی تصفیہ نہ ہو پایا تھا۔

یہ حقیقت علی حالہ ابھی تک برقرار ہے کہ ہند کے عوام متحد نہیں ہوئے اور ایک متحدہ محاذ پیش نہیں کر سکے۔ محض قرار دادیں برطانوی حکومت کو متاثر نہیں کرتیں۔ ہند کے کل عوام میں اتحاد کے سوال سے صرف نظر بھی کر لیا جائے، فرقوں میں بھی اتحاد نہیں ہے۔ اگر مسلمان منقسم ہیں تو ہندو بھی اسی صورت حال سے دوچار ہیں۔ ان میں بھی انڈین نیشنل کانگرس ہے، ہندو مہاسبھا ہے اور لبرل فیڈریشن ہے۔ کیا ہند میں کوئی ایسا فرقہ ہے جو یہ کہہ سکے کہ وہ ایک قائد کی پیروی کے لئے آمادہ ہے؟ ان حالات میں برطانوی حکومت پر کیا تاثر قائم ہو سکتا ہے؟ ہندوؤں اور مسلمانوں کی حالت ان دو بلیوں کے مثل ہے جو انصاف حاصل کرنے کے لئے بندر کے پاس گئی تھیں۔ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب لوگ اس بیچارگی کے عالم میں ہیں تو نئے دستور پر تنقید کیوں کی جائے۔ انہیں اس دستور کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرنا پڑا جو ملک پر مسلط کیا جا رہا ہے۔ پھر یہ سوال بھی کیا جا سکتا ہے کہ جب دستور نافذ ہو جائے گا تو آپ کیا کریں گے؟ مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے معاہدہ ورسیلز کا ذکر کیا جو جرمنی کی رضامندی کے بغیر طے کیا گیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ نئے دستور کے اکھاڑے میں اترنا ضروری ہے، اسے چلانے کے لئے نہیں، ان معنوں میں جن معنوں میں برطانوی حکومت اس لفظ کا مفہوم سمجھتی ہے۔ اس دستور میں برطانوی حکومت زبردست عہد شکنی کی مرتکب ہوئی ہے۔ انہوں نے یہ کہا تھا کہ کوئی دستور وضع نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ ملک میں اس کے حق میں عظیم ترین اکثریت کا اتفاق رائے نہ ہو۔ انہیں [مسٹر جناح

کو] ایسا محسوس ہوا کہ اس کے حق میں عظیم ترین الکثریت کا اتفاق رائے برطانیہ عظمیٰ کے قدامت پسندوں میں ہو گیا اور بس۔

وہ نئے دستور کو احتجاج کے تحت قبول کریں گے' بالکل اسی طرح جس طرح جرمن قوم نے معاہدہ ورسیلز کو قبول کیا تھا۔ لیکن جیسے ہی پہلا موقع میسر آیا وہ قانون حکومت ہند کے ورق پھاڑنا شروع کر دیں گے اور جتنے ممکن ہوں گے پھاڑ دیں گے۔ کوئی دستور عوام پر مسلط نہیں کیا جا سکتا تاآنکہ اس میں ان کی رضا شامل ہو۔ ان طریقوں کا ذکر کرتے ہوئے جو وہ اختیار کر سکتے ہیں مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا کہ وہ مجالس قانون ساز کے اندر اور باہر دستوری ایجی ٹیشن' چلائیں گے تاکہ ان قوتوں کی تخلیق ہو سکے جو برطانوی حکومت پر اتنا دباؤ ڈال سکے جو اسے ہند کے عوام کی رائے کے مطابق موڑ سکے۔

لیکن' انہوں نے اعتراف کیا' یہ کٹھن کام ہے جسے کوئی تن تنہا نہیں کر سکتا۔ یہ صرف اس صورت میں کیا جا سکتا ہے جب دو فرقے اپنے مطالبات کی حمایت میں شانے سے شانہ ملا کر کھڑے ہوں۔ مگر بدقسمتی سے سب سے بڑی تنظیم' انڈین نیشنل کانگرس نے شتر مرغ کا رویہ اپنا رکھا ہے کہ ریت میں سر چھپا لیا اور مطمئن ہو گیا کہ اسے کوئی دیکھ نہیں رہا۔ کانگرس تمام ہندیوں کی نمائندگی کی دعویدار ہے اور کہتی ہے کہ اسے انفرادی فرقوں کی کوئی پروا نہیں۔ کانگرس کا رویہ یہ ہے "اگر آپ ہمارے ساتھ آنا چاہیں تو آپ آ سکتے ہیں یا دور رہنا چاہیں تو دور رہیں۔ ہم غیر جانبدار رہیں گے اور ہم اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہیں۔ اس طرح کا رویہ اختیار کرنا غلط ہے۔ میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ کانگرس اپنی منزل مقصود پر جو ہمیں بھی مطلوب ہے' ہرگز نہ پہنچ پائے گی تاآنکہ وہ مسلمانوں سے اپیل نہ کرے۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان پر نہ صرف اپنے فرقے کی جانب سے فرض عائد ہوتا ہے بلکہ ملک کی طرف سے بھی۔ کانگرس انہیں اپنی تنظیم میں شامل کرنا چاہتی ہے یا نہیں کرنا چاہتی لیکن انہیں خود کو منظم کرنا چاہیے اور کانگرس کو مجبور کر دیں کہ وہ ان سے تعاون کی درخواست کرے۔ انہیں یقین ہے کہ مسلمان ایسی تنظیم کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ تصفیہ کر سکیں گے اگر شریک کار کی حیثیت سے نہیں تو دو قوموں کی حیثیت سے۔

[دستاویزات تحریک آزادی جلد ۱۶۸' دستاویز ۲۷' اسٹار آف انڈیا' ۱۳' اپریل اور دی انڈین اینول رجسٹر ۱۹۳۶ء جلد نمبر ا صفحہ ۲۹۶۔]

۳۰- ہند میں فوری توجہ کا مسئلہ امن و امان کی بحالی ہے

دستوری اصلاحات کے بارے میں ملاقات

۲۰' اپریل ۱۹۳۶ء

مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک ملاقات کے دوران کہا کہ ہند کے لوگوں کے لئے جو چیز حقیقی اہمیت کی حامل ہے اور فی الحقیقت جو فوری مسئلہ ہے وہ ہے امن و امان—— انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ ہزایکسی لینسی اس کے بنیادی اسباب کا سراغ لگوائیں گے جو امن و امان میں نقص ڈالنے کا باعث بنتے ہیں اور اس مفروضے پر کان نہیں دھریں گے کہ اچانک ہند میں عوام کے بہت سے طبقوں نے مجرموں کا روپ دھار لیا ہے اور لہٰذا عام عدالتی نظام سے ہٹ کر صورت حال سے نمٹنے کا واحد طریقہ "ظالمانہ اقدامات' انتظامیہ کے احکامات اور بغیر مقدمہ چلائے لوگوں کی اسیری ہے-"

ہند میں جو عوامل امن و امان میں فتنہ ڈالتے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ' مسٹر جناح کے مطابق' وہ حکمت عملی ہے جو برطانوی حکومت نے گزشتہ دس برس سے ہند میں اپنا رکھی ہے-- یہ بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ ہزایکسی لینسی نے گزشتہ دس برس کی تاریخ کو "کلیتاً" فراموش کر دیا اور یہ فرض کر لیا کہ عوام کو قانون حکومت میں مندرج صوبائی خود مختاری کی اسکیم کو قبول کر لینا چاہیے جس کا قدرتی تاج اور چوٹی' اگر انہیں کی زبان میں بات کی جائے' کل ہند وفاق ہو گا-

مسٹر جناح نے کہا "یقینی طور پر ہزایکسی لینسی کے پاس کچھ اطلاعات ایسی ہونی چاہئیں کہ نام نہاد صوبائی خود مختاری کی اسکیم عوام کے لئے قابل قبول نہیں اور اس کا قدرتی تاج' کل ہند وفاق کی رائے عامہ کے ہر طبقے نے بھرپور مذمت کی ہے- ان کے اعلان کا حاصل یہ ہے: برطانوی پارلیمان نے ہند پر ایک دستور مسلط کر دیا ہے اور' لہٰذا ہمیں اسے قبول کر لینا چاہیے- یہ شک و شبہ یا نیم دلی کی بات نہیں- پارلیمان ہم پر جو آئینی اصلاحات مسلط کر رہی ہے اس میں اس یا اس عنصر کا معاملہ نہیں ہے- یہ مرکزی اسکیم کے تعلق میں اور صوبائی اسکیم کی مخالفت' اساسی اصولوں پر اہم اور بنیادی اختلاف کا معاملہ ہے اور ان قابل اعتراض خصوصیات کی بات ہے جس نے حقیقی خود مختاری کو بیکار محض بنا دیا ہے-"

گفتگو کے اختتام پر مسٹر جناح نے کہا: "مجھے امید ہے کہ ہزایکسی لینسی تعاون اور خیرسگالی کے عام معنی نہیں لیں گے یعنی 'اطاعت کرو اور وہی کرو جو ہم تم سے کہیں' یہ تعاون کے بارے میری رائے نہیں- حقیقی احترام اور اعتماد' جس کے ہزایکسی لینسی خواہاں ہیں اس وقت تک نہیں ہو سکتا تاآنکہ ہند کے ساتھ مکمل مساوات اور صحیح شراکت بحیثیت ایک رکن دولت مشترکہ کے نہ

اپنائی جائے۔" (دی اسٹیٹس مین' ۲۱ اپریل ۱۹۳۶ء)

۳۱۔ میڈینز ہوٹل میں تقریر کے بارے میں بیان

نئی دہلی ۲۷' اپریل ۱۹۳۶ء

"مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے حسب ذیل بیان جاری کیا:

میں نے افسوس کے ساتھ یہ مشاہدہ کیا ہے کہ دہلی کے بعض اخبارات میں میری میڈینز ہوٹل میں کل کی تقریر کے ضمن میں غلط تاثر قائم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کانگرس پر کوئی گھٹیا تحقیر آمیز طنز نہیں کیا گیا۔ برعکس ازیں میں نے یہ کہا تھا کہ ہندو مسلمانوں کو لائق اعتناء نہیں سمجھ سکتے' کانگرس ہمیں قابل اعتناء نہیں سمجھتی۔ چونکہ تب تک ہم مسلمانوں نے یہ ثابت نہیں کیا کہ ہم اتحاد کے اہل ہیں' اور جب تک ہم اپنے افعال اور حکمت عملی کے ذریعہ یہ ظاہر نہیں کر دیتے کہ ہم قومی زندگی میں مناسب مقام حاصل کرنے کے لئے تیار ہیں اس وقت تک پرخلوص اور حقیقی تصفیہ نہیں ہو سکتا۔

"مسلمانوں کو میرا مشورہ یہ تھا کہ پہلے انہیں خود کو منظم کرنا چاہیے اور کسی چیز کی خواہش کرنے سے پہلے خود کو اس کا اہل ثابت کریں۔ ہم رائے دہندگان کو منظم کرنے کے کٹھن کام میں مصروف ہیں اور اسی (۸۰) ملین مسلمانوں کو اعلیٰ سطح کی سیاسی سوجھ بوجھ کی تربیت دے رہے ہیں تاکہ وہ آخرکار قومی جدوجہد میں سپاہیوں کا منصب سنبھال سکیں۔ میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا ہے کہ اگر مسلمان ایک آواز میں بات کر سکیں' ہندوؤں اور مسلمانوں میں تصفیہ جلد ہو جائے گا۔ مسلمان حکومت یا کانگرس کی جانب مائل ہونے میں غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

درآنحالیکہ مسلمان اپنے معاملات کو درست کرنے اور خود کو منظم کرنے میں حق بجانب ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دریں اثناء وہ قومی مفادات کے تعلق میں کوئی مضبوط موقف نہ اپنائیں۔ درحقیقت انہیں یہ ثابت کر دینا چاہیے کہ ان کی حب الوطنی بے داغ ہے اور ان کی ہند اور اس کی ترقی کے لئے محبت ملک کے کسی اور فرقے سے کسی طرح کم نہیں۔ جو ہندو یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان مداخلت کار ہیں وہ بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو ان کا نوٹس نہیں لینا چاہیے۔"

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۸' اپریل ۱۹۳۶ء)

۳۲۔ مسلم لیگ پارلیمانی بورڈوں کی تشکیل

نئی دہلی ۲۷ اپریل ۱۹۳۶ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایسوسی ایٹیڈ پریس کے نمائندے کو بتایا کہ "یہ عین ممکن ہے کہ وہ مسلم لیگ مرکزی پارلیمانی بورڈ کے اراکین کے اسمائے گرامی کا اعلان سرینگر سے کر دیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ بورڈ تقریبا ۴۵ ارکان پر مشتمل ہو گا اور اس میں سارے صوبوں کے نمائندے ہوں گے۔ ہر صوبے کا رکن خود بخود اس صوبے کے پارلیمانی بورڈ کا داعی بن جائے گا۔ مجوزہ طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ وہ جون کے مہینے میں کسی وقت مرکزی پارلیمانی بورڈ کا اجلاس طلب کریں گے' جب بورڈ کے مقاصد کے حصول کے ضمن میں قواعد و ضوابط وضع کیے جائیں گے۔ مرکزی بورڈ کو صوبائی پارلیمانی بورڈ کی تشکیل یا اس کے الحاق کا اختیار حاصل ہو گا۔ صوبائی پارلیمانی بورڈ' جب تشکیل پا جائیں گے تو اپنے قواعد وہ خود منضبط کریں گے تاکہ وہ متعلقہ صوبائی مجالس قانون ساز میں کاروبار چلا سکیں۔ صوبائی بورڈوں کے تشکیل پا جانے اور کام شروع کر دینے کے بعد ان کا کام یہ ہو گا کہ وہ ہر صوبے کے مختلف انتخابی حلقوں میں انتخابات کی تنظیم کریں اور مسلم لیگ کے ٹکٹ اور اس کی عام حکمت عملی اور پروگرام پر' جو مرکزی پارلیمانی بورڈ ترتیب دے گا' انتخابات لڑیں۔"

مسٹر جناح نے گفتگو ختم کرتے ہوئے کہا "جب ہمارے نمائندے منتخب ہو کر مختلف صوبائی مجالس قانون ساز میں پہنچ جائیں گے تو انہیں یہ استحقاق حاصل ہو گا کہ وہ ایسے گروہ یا گروہوں کے ساتھ تعاون یا اشتراک کر سکیں جس کے پروگرام مسلم لیگ کے پروگرام سے ملتے جلتے ہوں گے۔"

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۸ اپریل ۱۹۳۶ء)

۳۳۔ مسلم لیگ مرکزی پارلیمانی بورڈ: اراکین کے ناموں کا اعلان

سرینگر ۲۱ مئی ۱۹۳۶ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ مرکزی پارلیمانی بورڈ کے اراکین کے اسمائے گرامی کا اعلان کیا ہے۔

بنگال: نواب آف ڈھاکہ' مسٹر فضل حسین خان بہادر عبدالمومن' مولانا اکرم خان' مسٹر حسین شہید سروردی' مسٹر عبدالرحمان صدیقی' مسٹر ایچ۔ ایم۔ اصفہانی اور مسٹر مجیب الرحمان

مدراس: سید مرتضی صاحب بہادر' مسٹر عبدالحمید' مسٹر جمال محمد اور مسٹر بی۔ پوکر۔

صوبجات متحدہ: نواب آف چھتاری' نواب اسٰمعیل خان' نواب زادہ لیاقت علی خاں' مہاراجہ محمود آباد' راجہ آف سلیم پور' مولانا شوکت علی' مسٹر خلیق الزماں' مولانا حسین احمد مدنی اور نواب سر محمد یوسف۔

بہار: سید عبدالعزیز' مولانا سجاد پھلواری شریف' مسٹر اے۔ حفیظ شاہ' مسعود احمد اور مفتی کفایت اللہ۔

سی۔ پی: سید عبدالرؤف شاہ اور مسٹر محمد شریف۔

آسام: مسٹر عبدالمتین چودھری اور مسٹر ایم۔ اے۔ رزاق۔

سندھ: شیخ عبدالمجید' حکیم فتح محمد شیروانی' مولوی محمد صدیق کھادا اور محمد ہاشم گزدر

صوبہ سرحد: ملک پیر بخش ایم۔ ایل۔ سی' مولانا اللہ بخش یوسف' مولانا عبدالرحیم غزنوی اور ملک خدا بخش ایم ایل سی۔

پنجاب: سر محمد اقبال' مولانا ظفر علی خاں' مولانا محمد اسحاق خان مانسہروی' میاں عبدالعزیز' سید زین العابدین' مولانا عبدالقادر قصوری' آنریبل راجہ غضنفر علی خاں' شیخ حسام الدین' چودھری افضل حق ایم ایل سی' چودھری عبدالعزیز آف بیگووال اور خواجہ غلام حسین۔

دہلی: مولانا احمد سعید

بمبئی: سر سلیمان قاسم مٹھا' مسٹر آر۔ ایم جھنوائی' مسٹر ابوبکر بیگ محمد' مسٹر ابراہیم اسٰمعیل چندریگر' ٹھاکر صاحب آف کیرود' اور خان بہادر سلام دین۔

مرکزی پارلیمانی بورڈ کا پہلا اجلاس ۸' جون کو لاہور میں منعقد ہو گا۔ (اے۔ پی۔ آئی)

[اسٹار آف انڈیا' ۲۳' مئی ۱۹۳۶ء]

۳۴۔ آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے سپاسنامہ کا جواب

سرینگر ۳' جون ۱۹۳۶ء

سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ میں اس شاندار سپاسنامے سے بہت متاثر ہوا جس میں مجھے اتنے محبت اور عقیدت بھرے الفاظ میں یاد کیا گیا اور وہ بھی جموں اور کشمیر کے مسلمانوں کی طرف سے' جن کے لئے میں نے کبھی کچھ نہیں کیا۔ آپ نے میری اس قدر تعریف کی' اور دیانتداری کی بات تو یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ کہا میں اس کے نصف کا بھی مستحق نہیں۔ میں اس جذبے' محبت اور احترام کو سراہتا ہوں جس کا آپ نے میرے لئے اظہار کیا۔ میں یہاں محض ایک سیاح ہوں۔ آپ کی اس حسین و جمیل سرزمین سے گزرتا ہوا ایک پرندہ' جس سے میں محبت کرتا ہوں اور جس کے آپ مالک ہیں۔

حضرات! دس برس قبل میں یہاں آیا تھا' اس وقت سے آج تک مجھے یہ معلوم ہو کر بے حد مسرت ہوئی کہ جموں اور کشمیر کے مسلمان بیدار ہیں۔ یہ آپ تک پہنچی ـــــ یہ بیداری ـــــ اور قدرتی طور پر وہ شخص جو عوام کی آزادی کا علم بردار ہے اور ہمیشہ رہے گا' آپ کی تحریک کو سراہے گا اور وہ عوام کے اس حق کی حمایت کرے گا کہ انہیں اپنے معاملات پر خود فرمانروائی کرنی ہے۔ میں آپ کی تحریک کے ساتھ احترام اور پر خلوص ہمدردی کا اظہار کر سکتا ہوں۔"

"آپ نے اپنے سپاسنامے میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ میں نے ہمیشہ آزادی کی حمایت کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس بات کو سمجھ لیں کہ آزادی کے لئے آپ کی جدوجہد اور برطانوی ہند میں آزادی کے لئے میری جدوجہد ایک ہی سطح پر ہیں۔ جب کہ میں آپ کو اپنی طرف سے ہمدردی اور نیک تمنائیں پیش کر رہا ہوں' کیا میں آپ سے یہ درخواست کر سکتا ہوں کہ آپ مجھے برطانوی ہند کے امور میں اپنی نیک تمنائیں اور ہمدردی پیش کر دیں گے۔" [آوازیں یقیناً]۔ مجھے یقین ہے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ ہمدردی ہو گی جو اپنی خود مختاری کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔

اپنے سپاسنامے میں آپ نے ہندو' مسلم اتحاد کے لئے میرے اضطراب کا تذکرہ کیا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ اتحاد محض زبانی جمع خرچ نہیں ہے اور نہ ہی میری جانب سے ایک سفارتی بیان ہے۔ میں دل کی گہرائیوں سے کہتا ہوں کہ میں نے اس کے لئے برسوں کام کیا اور کام کرتا رہوں گا۔ میں اس کا قائل ہوں کہ اس اتحاد کے بنا اس کی کوئی امید نہیں کہ برطانوی ہند کے لوگ ہند پر حکومت کر سکیں۔ میں یہاں آپ کے مسائل کو نہیں سمجھتا۔ لہٰذا میں ان کے بارے میں کوئی رائے زنی کرنے کی زحمت بھی نہیں اٹھاؤں گا۔ لیکن آپ پر اور ان رہنماؤں پر جو اقلیت کی تشکیل کرتے ہیں ـــــ ہندو ـــــ یہ زور ضرور دوں گا کہ انہیں یہ احساس ہونا چاہیے کہ انہیں ریاست میں عدل اور انصاف میسر آئے گا۔ میں یہ کہوں گا کہ جب تک اقلیت کو یہ احساس نہ ہو کہ اکثریت کی طرف سے ان کے ساتھ عدل روا رکھا جائے گا آپ کے سیاسی جسد میں ناسور ٹیسیں مارتا رہے گا۔ میں نے اس اصول کو برطانوی ہند میں بھی آزمانے کی کوشش کی لیکن کچھ رہنماؤں کو قائل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا کہ جب تک اس اصول کو اختیار نہ کیا جائے گا ان کی آزادی کی کوئی امید نہیں۔

۳۵- مسلم لیگ: مسلمانوں سے رابطے کی پہلی بار زبردست تحریک

مسلم برادر ہڈ اور بوہرہ یوتھ لیگ کے زیر اہتمام جلسہ عام سے خطاب

بمبئی ۲۴ جولائی ۱۹۳۶ء

مسٹر ایم- اے- جناح نے کہا کہ مسلم لیگ کی تاریخ میں پہلی بار لیگ مسلمانوں سے رابطے کی زبردست کوشش کر رہی ہے- وہ ینگ مسلم برادر ہڈ اور بوہرہ یوتھ لیگ کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے-

مسٹر جناح کی اپیل

مسٹر جناح نے کہا کہ انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ لیگ کی حمایت کریں تاکہ وہ ہند میں اسی (۸۰) ملین مسلمانوں کی جانب سے ایسے اختیار کے ساتھ بات کر سکیں جسے کوئی چیلنج نہ کر سکے- مسٹر جناح نے یقین دلایا کہ ان کا ایسا کوئی ارادہ نہیں کہ وہ قومی اتحاد کی راہ میں حائل ہوں یا اس تعلق میں مشکلات پیدا کریں- وہ ہمیشہ ایسی جماعتوں کے ساتھ تعاون کے لئے آمادہ رہے ہیں جن کے اغراض و مقاصد وہی ہیں جو لیگ کے ہیں-

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا ۱۲' اپریل ۱۹۳۶ء مسلمانوں کے لئے ایک مبارک دن تھا جس دن آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے سالانہ اجلاس منعقدہ بمبئی میں ایک قرار داد کے ذریعہ یہ فیصلہ کیا کہ عوام سے رابطہ قائم کیا جائے- ایسی حکمت عملی اختیار کرنا' اگر ان حالات کو پیش نظر رکھا جائے جن میں ہم آج کل زندگی گذار رہے ہیں' لیگ کے لئے کوئی چھوٹی پیش رفت نہ تھی- آج ایسا کوئی منظم ذریعہ موجود نہیں جس کے واسطے سے ہند کے مسلمان اپنے محسوسات اور جذبات کا اظہار کر سکیں اور نہ ہی کوئی ایسی بااختیار تنظیم ہے جو ہند کے اسی (۸۰) ملین مسلمانوں کی جانب سے بات کر سکے' جسے کوئی چیلنج نہ کر سکے- مسٹر جناح نے اپنے ناقدین کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایک حلقے میں یہ بدگمانی ہے کہ مسلمانوں کو دھکیل کر رجعت پسندوں کی تحویل میں دے دیا جائے گا- دوسری جانب قدامت پسندوں کو یہ بدگمانی ہے کہ مسٹر جناح مسلمانوں کو کانگرس میں داخل کر دیں گے یا انتہائی بائیں جانب لے جائیں گے-

مسلمان خود فیصلہ کریں

مسٹر جناح نے جواب دیا کہ صرف مسلمانوں کو ہی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ انہیں کہاں جانا چاہیے اور کہاں نہیں جانا چاہیے- ناقدین کیوں پیش گوئیوں کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں؟ جب تک جداگانہ انتخابات موجود ہیں' مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی جماعت اس کا ناگزیر نتیجہ ہے- مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ کوئی مثالی صورت حال ہے یا یہ کہ وہ اس سے مطمئن ہیں- انہیں حقائق

سے نمٹنا ہو گا اور وہ ان حالات میں اپنی بھرپور کوشش کریں گے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ ہندو' مسلم اتحاد میں ناکامی کی وجہ یہ بھی ہے کہ ماضی میں یہ کوششیں صرف اوپر سے ہوئیں' اگرچہ ارادے بہترین تھے اور پورے خلوص اور حب الوطنی کے ساتھ کی گئیں۔ لہٰذا اب وہ بنیاد تیار کرنا چاہتے ہیں تاکہ حقیقی اور اصلی اتحاد حاصل کیا جا سکے۔ اس کے لئے وہ اپنے فرقے کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ یہ مناسب بات نہیں ہے کہ مٹھی بھر لوگ اوپر سے اس مسئلہ کو حل کریں۔ عوام کو آمادہ کرنا چاہیے اور اس جہت میں ان کی تربیت کی جانی چاہیے تاکہ پائیدار اتحاد حاصل ہو سکے۔ مسٹر جناح نے گفتگو ختم کرتے ہوئے کہا۔ "جو ہمیں دعائیں دیتے ہیں ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں' جو ہم سے ہمدردی ظاہر کرتے ہیں ہم ان کی ہمدردی کو سراہتے ہیں۔ جو ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ ہم ان کی مزاحمت کرتے ہیں ہم کسی بھی حلقے سے مخالفت کی پروا کئے بغیر آگے بڑھتے جائیں گے۔" [اے۔ پی۔ آئی]

[دی اسٹار آف انڈیا' ۲۹ جولائی ۱۹۳۶ء]

۳۶۔ آل انڈیا اسٹوڈنٹس کانفرنس میں خطبہ صدارت

لکھنؤ' ۱۳' اگست ۱۹۳۶ء

اپنے خطبہ صدارت کے دوران مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے طلباء کو مبارکباد پیش کی کہ وہ ملک کے گوشے گوشے سے لکھنؤ میں جمع ہوئے تاکہ ثقافت اور دانشوری کے حوالے سے ان میں' جو مختلف صوبوں سے تعلق رکھتے ہیں' تعاون ہو سکے۔ انہوں نے اس امر پر بھی مسرت کا اظہار کیا کہ طلباء میں ہر فرقے' ذات اور عقیدے کے لوگ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہیں۔ انہوں نے اس بات کو ہند کے مستقبل کے افق پر ایک درخشندہ نشان قرار دیا۔

آگے چل کر مسٹر جناح نے پنڈت جواہر لال نہرو کی اس بات کا اعادہ کیا' جو انہوں نے ایک روز پہلے کہی تھی کہ طلباء کو اپنی آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں تاکہ وہ مشاہدہ کر سکیں کہ آج کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور آج کے مسئلہ کے حقائق کا ادراک کر سکیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ آج ہند قسمتوں میں بٹا ہوا ہے اور آپ کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ آپ اس مسئلہ سے نبرد آزما ہوں اور مسئلہ کو حل کرنے کے لئے طریقے اور ذرائع دریافت کریں۔ جب انہوں نے ہند کے مستقبل کے بارے میں اور نشاۃ ثانیہ کن خطوط پر ہونی چاہیے کے ضمن میں گفتگو کی تو انہوں نے خاصی صاف گوئی سے کام لیا اور کہا کہ میں ہرگز انقلاب سے خائف نہیں' اگر یہ ملک کے لئے ضروری ہے تو میں کہوں گا 'جی ہاں' میں خون خرابے سے بھی خوف زدہ

نہیں۔ تاہم مسٹر جناح نے طلباء سے اپیل کی کہ وہ ایسی ذہنیت اور منظم ذہن اپنائیں جو صحیح فیصلہ کرنے کی اہلیت سے لیس ہو۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ہند' اس امر کے باوجود کہ آج کل اختلافات اور انتشار کی آماجگاہ بنا ہوا ہے' اس میں نئی زندگی بھی دھڑک رہی ہے اور نئی نسل کے خیالات ملک کے لئے مکمل سیاسی آزادی کی راہ پر گامزن ہیں۔ یہ لہر بالائی سطح پر شاید نظر نہ آتی ہو لیکن مواد غیر مرئی طور پر ترقی پا رہا ہے۔ انہیں اس بات پر مطلق تعجب نہیں ہو گا کہ ایک حسین صبح تمام شکستہ اجزا جوڑ دیئے جائیں اور نئی تاریخ رقم کر دی جائے۔ لہٰذا انہوں نے طلباء سے اپیل کی کہ وہ ان مسائل کے بارے میں فکر نہ کریں جن سے ملک مذہب کے حوالے سے دوچار ہے' بلکہ اپنے بزرگوں کو سبق سکھائیں جو اپنی فرقہ پرستی سے قومی زندگی کو گندہ کر رہے ہیں۔ (دی ٹریبیون' ۱۴' اگست ۱۹۳۶ء)

۷۳۔ مسلمانوں میں یک جہتی کا مقصد برادر فرقے سے لڑنا نہیں

بنگال مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے سپاسنامے کا جواب

کلکتہ' ۱۷' اگست ۱۹۳۶ء

"ہم مسلمانوں میں یک جہتی اس لئے قائم نہیں کرنا چاہتے کہ ہم برادر فرقوں سے لڑائی مول لیں بلکہ ہمارے درمیان جو برے عناصر ہیں انہیں بیخ وبن سے اکھاڑ کر باہر پھینک دیں۔" یہ ہے وہ اعلان جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے البرٹ ہال کلکتہ میں ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ وہ آل بنگال مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کی طرف سے پیش کئے جانے والے سپاسنامے کا جواب دے رہے تھے۔ مسٹر اے۔ کے۔ فضل الحق نے جلسہ کی صدارت کی۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ہم آزاد خیال' ترقی پسند اور نڈر لوگ پیدا کرنا چاہتے ہیں جو خلوص کے ساتھ ملک کے لئے کام کریں اور جب ہم یہ کام کر لیں گے تو ہم مادر وطن کی آزادی کے لئے اتنا ہی عظیم کردار ادا کریں گے جتنا عظیم کوئی اور برادر فرقہ ادا کر رہا ہو گا۔ مسٹر جناح نے کہا کہ ان کے درمیان ایسے عناصر موجود ہیں جن کا غلبہ ختم ہونا چاہیے۔ رجعت پسند عناصر اور کاسہ لیسوں کو مغلوب کیا جانا چاہیے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان خود کو منظم کر کے اپنی اصل شکل میں سامنے آئیں۔ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہندو بھی اپنی شکل میں ظاہر ہوں۔ انہیں یقین ہے کہ دونوں فرقوں میں اعلیٰ ذہن کے لوگ آپس میں تصفیہ کر لیں گے۔ مسٹر جناح نے کہا "جو ہماری غلط ترجمانی کرتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے' جو ہمارے لئے دعاگو ہیں

ہم ان کے شکر گذار ہیں- جو ہمارے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں ہم ان کی ہمدردی کو سراہتے ہیں لیکن جو ہمارے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں' ہماری راہ میں دشواریاں کھڑی کرتے ہیں' ہم ان کی مزاحمت کریں گے-"

انہوں نے ہندو اور مسلم طلباء سے اپیل کی کہ وہ آپس میں دوستیاں قائم کریں اور ایک دوسرے کو برداشت کریں- انہوں نے کہا کہ قوم کی تعمیر کا ایک یہی یقینی راستہ ہے- کیونکہ اس باب میں کوئی شبہ نہیں کہ مادر وطن کی آزادی کے لئے آئندہ کے سفر کا بوجھ انہیں کے کاندھوں پر پڑے گا- انہوں نے طلباء سے کہا کہ وہ اپنے بزرگوں کے سامنے بہتر مثال پیش کریں جو چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لئے لڑتے رہتے ہیں- انہوں نے تجویز کیا کہ طلباء کو ذات پات اور فرقے سے صرف نظر کر کے ایک تنظیم کے سایہ میں آ جانا چاہیے- مسٹر جناح نے کہا کہ طلباء ان لوگوں کی مختلف طریقوں سے مدد کر سکتے ہیں جو اچھا کام کر رہے ہیں- جہاں تک مسلم طلباء کا تعلق ہے ان سے مسٹر جناح نے کہا کہ وہ مسلم لیگ کا پرچم لے کر چلیں- انہوں نے کہا کہ لیگ صرف مسلمانوں کے لئے ہی کام نہیں کر رہی- درحقیقت وہ قومی آزادی کے حصول کے لئے کوشاں ہے- (دی اسٹیٹس مین' ۱۹' اگست ۱۹۳۶ء)

۳۸- مسلمان اپنی ملکی حکومت کا سب سے مضبوط اور مستحکم عنصر ہوں گے

کلکتہ اسلامیہ کالج یونین کے سپاسنامے کا جواب

کلکتہ' ۱۹' اگست ۱۹۳۶

"میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان اپنے ملک کی آئندہ حکومت کا سب سے مضبوط اور مستحکم عنصر ہوں گے اور اگر وہ منظم ہو گئے تو وہ ہند کی آزادی کی جدوجہد میں کسی اور فرقے کی نسبت عظیم تر کردار ادا کر سکیں گے-" اس خیال کا اظہار مسٹر ایم- اے- جناح نے کیا- وہ کلکتہ اسلامیہ کالج یونین کے سپاسنامے کا جواب دے رہے تھے- انہوں نے طلباء کو مشورہ دیا کہ وہ ملک کی سرگرم اور جارحانہ سیاست میں حصہ نہ لیں بلکہ صرف اپنے ملک اور دنیا کے حالات حاضرہ سے خود کو باخبر رکھیں- بعد ازاں مسٹر جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد کی وضاحت کی- انہوں نے اس امر کی نشاندہی کی کہ مسلم لیگ اب تک ایک زبانی کلامی جماعت تھی جس کا نہ دانشواروں سے کوئی رابطہ تھا اور نہ مسلم عوام سے کوئی سروکار- یہ کوئی باقاعدہ مسلم تنظیم ہی نہ تھی- مسلمان لاوارثی کی سی زندگی گذار رہے تھے جیسے وہ کسی غیر مملوکہ زمین پر آباد ہوں جہاں کوئی بھی

طالع آزما آن دھمکے اور دعویٰ کر دے کہ وہ اسی (۹۰) فیصد مسلمانوں کا نمائندہ ہے۔ یہ صورت حال مزید ایک دن بھی جاری نہیں رہنے دی جا سکتی تھی۔ مزید برآں نئے دستور کی آمد کے پیش نظر یہ ازبس لازمی تھا کہ مسلمان مسلم لیگ کے پرچم تلے ایک متحد اور مضبوط پارٹی کے طور پر منظم ہو جائیں۔

ماضی کی غلطیاں

ماضی میں مسلمانوں نے اپنی تنظیم کے فقدان کے باعث بہت نقصان اٹھایا۔ ان کے رائے دہندگان تک باقاعدہ طریقے سے رسائی نہیں کی گئی۔ لوگوں نے کسی نہ کسی طریقے سے خود کو منتخب کرا لیا۔ ایک بار مقننہ میں پہنچ گئے تو وہ من مانی پر اتر آئے۔ نتیجہ یہ تھا کہ سرکاری لابی میں داخل ہو گئے اور کچھ حزب اختلاف میں شامل ہو گئے۔ کچھ وہاں گئے جہاں ان کے مفادات کا تقاضا پورا ہوتا تھا۔ جتنے منہ اتنی باتیں اور اتنی ہی آراء جتنی جماعتیں۔ اس صورت حال کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلم لیگ پارلیمانی بورڈوں کی تشکیل عمل میں لائی گئی ہے۔

ناقدوں کو جواب

ایک تنقید یہ کی گئی کہ ان کی پیش گوئی پوری ہو گی اور وہ [مسٹر جناح] مسلمانوں کو سیدھا کانگرس کیمپ میں لے جائیں گے' اور پارلیمانی بورڈ کے اراکین میں ایسے لوگ شامل ہیں جو مسٹر جناح کی موجودگی کے باوصف حکومت کی طرف داری کریں گے۔ مسٹر جناح نے یقین دلایا کہ بورڈ کی اسکیموں اور سخت قواعد کی موجودگی میں ایسا ہونا ناممکن ہو گا۔ ان [بورڈ] کے قواعد صرف اس مقصد کے پیش نظر وضع کئے گئے کہ بہترین افراد کو چنا جا سکے۔ مزید برآں ان کی حکمت عملی اور پروگرام اس تنقید کا بہترین جواب ہے۔ مسٹر جناح نے کہا "اگر انہوں نے اپنے بہترین افراد کو مجالس قانون ساز میں بھیجا اور ان کا برادر فرقہ بھی ایسے ہی لوگوں کو بھیجنے میں کامیاب ہو گیا تو ہندوؤں اور مسلمانوں کے بہتر ذہن اپنے اختلافات رفع کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور کسی نہ کسی تصفیہ پر پہنچ جائیں گے اور یہ تصفیہ حقیقی اور اصلی ہو گا۔"

(دی اسٹیٹسمین' ۲۰' اگست ۱۹۳۶ء)

۳۹- میرا خیر مقدم، الفاظ کے ذریعے یا افعال کے ذریعے؟

کلکتہ کے پر ہجوم جلسہ عام میں مسلمانان بنگال کے سپاسنامے کا جواب

کلکتہ، ۲۰، اگست ۱۹۳۶ء

کلکتہ کے مسلمانوں کا پر ہجوم جلسہ عام ٹاون ہال میں منعقد ہوا۔ مسٹر آدم جی حاجی داؤد نے جلسہ کی صدارت کی۔ مسلمانان بنگال کی جانب سے مسٹر جناح کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔

سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح کے لہجے سے کچھ تلخی کا اظہار ہو رہا تھا جو شاید اس شدید مخالفت کے باعث ہو جو پرجا پارٹی کی جانب سے ان کے منصوبے مسلم یک جہتی بذریعہ مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ، کی جا رہی تھی۔ انہوں نے یہ کہہ کر اپنی گفتگو کا آغاز کیا "میں مسلمانان بنگال کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ اعزاز بخشا۔ میں اسے اس لئے بھی سراہتا ہوں کہ مسلمانان بنگال مسلم ہند کا چالیس فی صد کے لگ بھگ ہیں۔ لیکن کیا آپ الفاظ کے ذریعہ مجھے اعزاز سے نواز رہے ہیں اور میرا خیر مقدم کر رہے ہیں یا افعال کے ذریعے؟ مقرر نے پھر کہا کہ وہ تین جماعتوں کے مشترکہ اور متفقہ دعوت نامے پر یہاں آئے۔ یہ جماعتیں تھیں پرجا پارٹی، متحدہ مسلم پارٹی اور پریذیڈنسی مسلم لیگ۔" مسٹر جناح کی تقریر کے لب و لہجے سے یہ عیاں تھا کہ وہ اپنی گفت و شنید کے نتائج سے زیادہ پر امید نہیں ہیں۔ قومی اتحاد کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

> "ہماری تحریک کوئی مخالفانہ تحریک نہیں ہے۔ ہماری تحریک وہ تحریک ہے جو ہر برادر فرقے کے لئے شاخ زیتون بدست ہے۔ ہم ہر گروہ یا گروہوں کے ساتھ تعاون اور اشتراک عمل کے لئے آمادہ ہیں، جن کے نصب العین اور مقاصد کم و بیش وہی ہیں جو ہمارے ہیں۔"

تیس سالہ روایت

مسلمانوں سے اپیل کرتے ہوئے کہ وہ مسلم لیگ کے پرچم تلے آ جائیں مسٹر جناح نے کہا کہ مسلمانوں کی قدیم ترین سیاسی جماعت کی حیثیت سے، جس کی بنیاد ڈھاکہ میں رکھی گئی، لیگ کی تیس سالہ روایت اور تاریخ ہے جس کا وہ سہارا لے سکتی ہے۔ اب تک لیگ مختلف گروہوں کے قبضے میں رہی۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اسے ایک کل ہند عوامی تنظیم بنا دیا جائے جو ہند کے اسی (۸۰) ملین مسلمانوں کی طرف سے اختیار اور ایک آواز سے بات کر سکے۔ اس کی پشت پر رائے عامہ کی منظوری کی حمایت ہونی چاہیے۔ انہوں نے کہا صرف آل انڈیا مسلم لیگ ہی ہند کے مستقبل کے دستور میں یہ کردار ادا کر سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں مسلمانوں سے اپیل کرتا

ہوں، خواہ ان کا کسی بھی گروہ سے تعلق ہو، کہ وہ مسلم لیگ کے اس ایک پرچم تلے جمع ہو جائیں، اور وہ اتحاد اور متحدہ محاذ قائم کرلیں جو ہمیں اس آفتاب عالمتاب کے نیچے اپنا جائز مقام اور ملک کی حکومت اپنا جائز حصہ دلوا دے۔

پتریکا کی تردید

مسٹر جناح نے امرت بازار پتریکا کے شذرات میں جو غلط ترجمانی کی گئی اس کی پر زور الفاظ میں تردید کی۔ انہوں نے کہا "لیکن مجھے یہ کہنا چاہیے کہ کچھ حلقے ایسے ہیں جو ہماری غلط ترجمانی کرنے کی کوشش کریں گے لیکن وہ ناکام رہیں گے۔ مثال کے طور پر میں نے آج صبح امرت بازار پتریکہ میں ایک ادارتی شذرہ پڑھا جس میں اس نے میرے بارے میں کچھ بیانات دیئے جو کلیتاً جھوٹے ہیں۔ میں آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ امرت بازار پتریکہ کہتا ہے:

"طلباء برادری کا استعجاب یقینی طور پر ختم نہ ہو گا جب انہیں یہ معلوم ہو گا کہ گول میز کانفرنس میں مسٹر جناح نے اپنے فرقے کے لئے نہایت دلیری کے ساتھ جداگانہ انتخاب کے نظام کا دفاع کیا تھا۔ یہ وہی خوش آئندہ شریف آدمی ہیں جو ان کے سامنے کھڑے ہو کر یہ تجویز کرتے ہیں کہ بنگال کے طلبا قطع نظر کہ ان کی ذات پات اور عقیدہ کیا ہے ایک تنظیم کے تحت آ جائیں۔"

"میں علی الاعلان آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ نادرست ہے کہ میں جداگانہ انتخاب کے لئے لڑا۔ بار بار نہ صرف میں بلکہ پورا مسلم وفد متفقہ طور پر مخلوط انتخاب کی بنیاد پر معاملہ کرنے کے لئے تیار تھا۔ ہمیں اس کی پروا نہیں کہ اخبارات ہم پر تنقید کریں۔ میں تنقید کا خیرمقدم کرتا ہوں لیکن مجھے اس نوع کی حقائق کی غلط ترجمانی کی تردید کرنا ہو گی۔ اس حرکت سے امرت بازار پتریکہ نے نہ صرف یہ کہ اس فرقے کی بدخدمتی کی ہے جس کی طرف سے وہ بات کرتا ہے یا بات کرنے کا دعویدار ہے بلکہ اس نے ہند کی ترقی اور بہبود کی بھی زبردست بدخدمتی کی ہے۔"

مسٹر جناح نے ایک بار پھر بنگال میں مسلمانوں کے اتحاد کے لئے پرخلوص اپیل کی اور کہا: اگر مسلم لیگ کامیاب ہو جاتی ہے تو آپ ایک منظم اور نظم و ضبط کی پابند ٹیم کی حیثیت سے لوگوں کی تعلیم و تربیت کر سکیں گے۔ اور پھر اس واحد ادارے کے ذریعہ آپ لوگوں کو انتخاب لڑنے کے لئے بھیج سکیں گے۔ آپ کو ایسے افراد کی ضرورت ہے جو آپ کی درست طور پر اخلاص اور وفاداری کے ساتھ نمائندگی کر سکیں۔ اگر آپ مجالس قانون ساز کے باہر اور اندر یہ ترقی لانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، میرے ذہن میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس طرح آپ ہند کے لئے حصول

آزادی' اس کی ترقی اور فلاح و بہبود کے ضمن میں ایک عظیم کردار ادا کر رہے ہوں گے۔

کل ہند اتحاد کی ضرورت

میری کلکتہ سے روانگی سے قبل میں چاہتا ہوں کہ مسلمانان بنگال اتحاد کی دولت سے مالا مال ہو جائیں۔ اگر آپ بنگال کے مسلمانوں کے ایک مضبوط اور بڑے حلقے میں اتحاد حاصل کر لیتے ہیں تو یہ بنگال کے لئے ایک تابناک دن ہو گا۔ لیکن آپ کو اپنے صوبے سے آگے بھی دیکھنا چاہیے۔ آپ کو دیگر صوبوں میں اپنے دینی بھائیوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ کل ہند سوالات ہیں اور کل ہند مسائل ہیں ـــــ اہم مسائل ہیں جو پیدا ہو گئے ہیں اور وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہیں گے۔ اگر ہند کے سارے مسلمان سیاسی طور پر منظم ہو جائیں اور متحدہ رہیں جو اپنی پشت پر وہ حمایت تیار کر لیں گے تو وہ انہیں کل ہند مسائل کے حل میں اپنا کردار ادا کرنے کی اہلیت بخش دیں گے۔ مسلمانان بنگال دیگر صوبوں میں اپنے بھائیوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ آپ کو لیگ کے پرچم تلے متحد ہو جانا چاہیے اور پھر بے خوفی سے آگے بڑھتے جائیں۔ یہی واحد طریقہ ہے جس کے ذریعہ آپ کو اپنے ملک کے نظم و نسق میں آپ کا حصہ' آپ کا جائز حصہ مل سکے گا۔ تمام صوبوں کے مسلمانوں کی قسمت ایک ہی مسلک میں منسلک ہے۔ وہ ایک ناقابل تقسیم اکائی ہیں اور واحد سیاسی جسد۔ انہیں اکٹھے جینا اور مرنا ہو گا۔

کم مائیگی سے بلند تر ہو جائیے

اپنے اختلافات ختم کر دیجئے' شخصیتوں اور حسد کے بت گرا دیجئے اور ان سے بلند تر ہو جائیے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ سارا ہند سیاسی شعور سے معمور ہے اور مسلمان اور ہندو نوجوانوں کے دلوں میں ہمارے لئے آزادی حاصل کرنے کی خاطر نئی زندگی انگڑائیاں لے رہی ہے۔ یہ معمول کا زمانہ نہیں ہے۔ ہم بہت ہیجان خیز زمانے سے گزر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بہت نازک لمحہ ہے' اسے گنوا نہ دیجئے۔

(دی اسٹار آف انڈیا' ۲۱ اگست ۱۹۳۶ء)

۴۰۔ طلباء کے انہیں قوم پرست تسلیم کرنے پر اظہار مسرت

کلکتہ یونیورسٹی کے پوسٹ گریجوایٹ طلباء سے خطاب

کلکتہ' ۲۱ اگست ۱۹۳۶ء

"طالب علموں کی حیثیت سے اپنے مشاغل کے دوران آپ خواہ آپ' ہندو ہوں یا مسلمان' عیسائی ہوں یا پارسی یا بدھ ـــــ ایک دوسرے کے ساتھ مسلسل ربط و ضبط رکھتے ہیں۔ یاد رکھئے

یہ آپ کے لئے ایک سنہری موقع ہے ایک دوسرے کو سمجھنے کا' ایک دوسرے کو جاننے کا' تبادلہ خیالات کا اور زندگی بھر کے لئے دوست بنانے کا۔" اس خیال کا اظہار مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کیا۔ وہ آسوتوش ہال میں کلکتہ یونیورسٹی کے پوسٹ گریجوایٹ طلبہ کے پر ہجوم اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ مسٹر شیام پرشاد مکرجی وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی نے صدارت کی۔

مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں بڑی مسرت ہوئی کہ طلباء نے انہیں قوم پرست تسلیم کیا۔ یہ بالکل درست ہے اور انہیں اس پر فخر ہے۔ ان کی منزل مقصود اپنے ملک کے لئے حصول آزادی ہے۔ الفاظ پر جھگڑا نہ کیجئے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ آزادی کے قائل ہیں۔ دیگر کہتے ہیں پوری اور مکمل ذمہ دار حکومت' کچھ کہتے ہیں مرتبہ قلمرو۔ وہ سمجھتے ہیں یہ سب لوگ ایک نکتے پر متفق ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کا ایک مسئلہ ہے کہ ہم آزاد ہند کے خواہاں ہیں اور وہ ہند جس میں اپنے ملک کی حکومت اپنے ہاتھ میں ہو۔

مستقبل کا مسئلہ

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "اگر وہ اس منزل کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں —— دفاع' تعلیم اور علم اور تجارت اور صنعت اور مالیات۔ ان کے خیال میں وہ ہیں آزادی کے بارے میں علم' ذمہ دار حکومت کے متعلق علم' اگر انہیں پسند ہے تو وہ اسے مرتبہ قلمرو کہہ سکتے ہیں۔ وہ کس طرح حاصل کر سکتے ہیں' یہ ہے وہ مسئلہ جو ان کے سامنے ہے۔ وہ دفاعی قوتوں سے محروم ہیں۔ انہیں اس امر کا اعتراف کرنا چاہیے کہ وہ شخص مضبوط ہوتا ہے یا مضبوط ترین جسے اپنے عیوب اور اپنی کمزوریوں کا علم ہوتا ہے۔ آج وہ منقسم ہیں۔ اولا ان کے درمیان جو فرقے موجود ہیں وہ متفق نہیں ہیں۔

"آپ اچانک ایک نئی دنیا تخلیق نہیں کر سکتے یا جنت نہیں بنا سکتے۔ حصول آزادی کے لئے آپ کو ایک عمل سے گزرنا ہو گا۔ آپ کو آگ کے دریا' ابتلا اور قربانیوں کی راہ سے گزرنا ہو گا۔ مایوس نہ ہوں' قومیں ایک دن میں نہیں بنا کرتیں۔ لیکن جیسا کہ ہم رواں دواں ہیں۔ ہمیں ایسے قدم اٹھانے چاہئیں جو ہمیں آگے کی طرف لے جائیں اور پیچھے کی طرف نہ لے جائیں۔ یاد رکھئے آپ بہت عرصے تک جامد نہیں رہ سکتے یا آپ آگے جائیں گے یا پیچھے۔" مسٹر جناح نے نوجوانوں سے اپیل کی' جیسا کہ انہوں نے لکھنؤ میں آل انڈیا اسٹوڈنٹس کانفرنس میں اپیل کی تھی' کہ حقائق کا مطالعہ کریں' ان کا تجزیہ کریں اور پھر اپنے فیصلوں کی تعمیر کریں۔ یہ پہلی بات ہے جسے وہ ان کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ مختلف فرقوں کے طلباء سے باہمی رابطے کے دوران ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان کے ساتھ دوستیاں قائم کریں۔

مسٹر جناح نے کہا' یاد رکھئے کہ ہند کوئی ترقی نہیں کر سکتا اور ہند کی نجات تمام فرقوں کے بالخصوص ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد میں مضمر ہے- یہ آپ کا کام ہے کہ آپ انہیں جھٹک نہ دیں اور توہمات' لالچ اور نظریات کی رو میں نہ بہہ جائیں بلکہ مدبروں اور عملی سیاستدانوں کی طرح سے حل دریافت کریں- اور جب تک آپ اس مسئلہ کا حل دریافت نہیں کر لیں گے آپ حقیقی ترقی نہ کر سکیں گے- یہ آپ سب پر منحصر ہے خواہ ہندو اور مسلمان یا پارسی یا عیسائی کی حیثیت سے' یہ آپ پر ہے' نہ ہندو کی حیثیت سے نہ مسلمان کی حیثیت سے' بلکہ بحیثیت ایک ہندی کے آپ اس مسئلے کا حل دریافت کریں- کیونکہ یہ مسئلہ حل ہونا چاہیے اور اس کے مکمل حل کے بغیر ہند آزادی کی جہت میں کوئی قابل ذکر ترقی نہیں کر سکتا-

تیسری پارٹی کا نقصان

گفتگو ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ تیسری پارٹی کو آپ مضبوط نظر آتے ہیں لیکن جب تک آپ تیسری پارٹی پر انحصار کرتے رہیں گے آپ کہیں کے نہ رہیں گے اور اپنی حکومت کے اہل نہیں ہوں گے- اگر آپ کے آپس میں اختلافات اور جھگڑے ہیں تو آپ موقع کو پہچانیں اور انہیں آپس میں دوستوں' شریکوں اور ہم وطنوں کی حیثیت سے ان کا تصفیہ کر لیں- یہ مسئلہ ہے جسے حل کرنا پڑے گا-

(دی اسٹار آف انڈیا' ۲۴' اگست ۱۹۳۶ء)

۴۱- آئندہ انتخابات میں سرکاری ملازمین کی مداخلت
مرکزی مجلس قانون ساز میں قرار داد
شملہ' یکم اکتوبر ۱۹۳۶ء

ڈاکٹر خانصاحب : [شمالی مغربی سرحدی صوبہ جنرل] جناب والا' میں حسب ذیل قرار داد پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں :

> "کہ یہ مجلس گورنر جنرل بشمول کونسل سے اس امر کا اہتمام کرنے کے لئے فوری اقدام کی سفارش کرتی ہے کہ سرکاری ملازمین اصلاح شدہ مقننہ کے آئندہ انتخابات میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مداخلت نہ کریں-"

جناب والا یہ بہت اہم سوال ہے...

آنریبل سرہنری کریک : جناب والا' میں تجویز کرتا ہوں کہ چونکہ سوال بہت اہم ہے اس لئے ایوان اس وقت ملتوی کر دیا جائے-

سر محمد یعقوب: میں حسب ذیل ترمیم پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں:

کہ قرار داد کے اخیر میں حسب ذیل کا اضافہ کر دیا جائے۔

"لیکن بے قابو کارروائی' ایسے مظاہرے جو نقص امن کا باعث بن سکیں' اشتعال انگیز گانے گانا اور نعرے لگانا' کسی امیدوار کے خلاف مذہبی پابندی عائد کرنے یا رائے دہندگان کو مذہب کے نام پر رائے دینے یا نہ دینے کی ترغیب دینے کو مقامی حکام کی طرف سے سخت اقدام کے ذریعے ممانعت کر دینی چاہیے۔"

سر محمد یعقوب مجھے علم ہے حکومت صوبجات متحدہ نے ضلعی افسروں کو سخت احکام جاری کئے ہیں کہ وہ انتخابات کے دوران کسی طریقے سے بھی مداخلت نہ کریں...

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح [بمبئی شہر: مسلم شہری] ماسوائے خود گورنر کے۔

سر محمد یعقوب: بلا شبہ اظہار رائے تو قدرتی امر ہے [قہقہہ] میرے کہنے کا مطلب ہے کہ افراد انسانی جذبات سے عاری تو نہیں ہو سکتے لیکن میں جو گذارش کرنی چاہتا ہوں یہ ہے ...

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: کیا میں فاضل ممبر سے دریافت کر سکتا ہوں کہ کیا وہ اس امر سے آگاہ ہیں کہ صوبہ جات متحدہ کے گورنر نے بھی مداخلت کی کوشش کی؟

سر محمد یعقوب: غالبا میرے فاضل دوست گورنر صوبہ جات متحدہ کے آشنائے راز ہوں گے' میں نہیں ہوں۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: میرے پاس اطلاع موجود ہے۔ کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں!

سر محمد یعقوب: جہاں تک مجھے علم ہے یہ حقیقت نہیں ہے۔

ڈاکٹر این۔ بی۔ کھیر [ناگپور ڈویژن: غیر مسلم]: نکتہ اعتراض پر' جناب والا۔ قانون کے تحت رائے دہندگان فرقہ وارانہ اور مذہبی ہیں اور مذہبی پروپیگنڈے پر پابندی کیسے عائد کی جا سکتی ہے؟ اس نقطہ سے یہ ترمیم بے کار ہو جاتی ہے۔

سر محمد یامین خان: ... عوام کو ہی اس کے بارے میں فیصلہ کر لینے دیجئے۔ ان کا معاملہ ہے۔ ہر چیز جائز ہونی چاہیے۔ یہ وہ بات نہیں ہے جو کہا جاتا ہے کہ ہر چیز جائز ہوتی ہے محبت اور جنگ میں۔ یہ وہ بات نہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ میں ترمیم اور قرار داد دونوں کی حمایت کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ایوان کو دونوں قبول کر لینا چاہیے۔

بعض فاضل اراکین: اب مسئلہ ایوان کے سامنے کر دیا جائے۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: جناب والا' یہ فی الحقیقت بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ بحث کیسا" غیر متعلقہ راہوں کی طرف نکل گئی۔ میں فاضل رکن قانون کو مبارکباد دیتا ہوں جو حکومت کی جانب

سے بولے اور اپنی تقریر میں ایک نہایت معقول اور واحد ممکن العمل اصول بیان کیا۔ مجھے مسرت ہے کہ انہوں نے یہ اشارہ دیا کہ حکومت قرار داد کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہے۔ اب قرار داد ہے کیا؟ میں سرکاری ملازمین سے اتفاق کرتا ہوں۔ اس میں میں بالکل متفق ہوں۔ اس ترمیم کے بعد ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس قرار داد کا دراصل مقصد کیا ہے۔ میں اس سے بخوبی اتفاق کرتا ہوں کہ ایک بہت بڑی تنظیم میں بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ ہمارے نوکر شاہی کے دوست بالخصوص مختلف اضلاع میں ابھی تک عادی نہیں ہوئے ہیں۔ وہ گمراہ ہو سکتے ہیں اور اس باب میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔ دوسری جانب میں یہ بھی اچھی طرح سے سمجھتا ہوں کہ شکایتوں میں بھی مبالغہ ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ بعض صورتوں میں بالکل بے بنیاد ہوں۔ ہم اس وقت ان کے بارے میں گفتگو نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حکومت یہ تسلیم کرے گی اور میں سمجھتا ہوں کہ فاضل قائد ایوان جنہوں نے حکومت کی جانب سے تقریر کی یہ تسلیم کریں گے کہ ہمارے پاس اس امر کی کافی شہادت موجود ہے جو اس ایوان میں یہ قرار داد پیش کرنے کا جواز مہیا کرتی ہے۔ مجھے مسرت ہے کہ حکومت نے نگرانی کا رویہ اپنایا ہے اور مجھے امید ہے کہ حکومت نگرانی کے اس رویے کو برقرار رکھے گی اور یہ دیکھے گی کہ کسی سرکاری ملازم کو بالواسطہ یا بلاواسطہ انتخابات میں مداخلت کی اجازت نہ دی جائے۔ جب آپ بالواسطہ یا بلاواسطہ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اگر کسی جرم کا ارتکاب ہو گیا ہے' اگر کسی قانون کو توڑا گیا ہے تو وہ سرکاری ملازم اپنے فرض کی ادائیگی میں ناکام ہو جائیں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ پھر اس نوع کی ایک بیہودہ ترمیم کا مقصد کیا ہے؟ یہ کہنے کی تو کوئی حاجت نہیں۔ جملہ قوانین کو ختم نہیں کیا جا رہا ہے۔ حکومت کے تمام افسر کام کرنا بند نہیں کر دیں گے۔ اس طرح کی تجویز پیش کرنا ایک بیہودہ بات ہے...

سر محمد یعقوب: اگر ترمیم بے ہودہ ہے تو یہ اتنی ہی بے ہودہ ہے جتنی کہ فی نفسہ قرار داد بے ہودہ ہے۔ دونوں ایک ہی سطح پر ہیں۔ جب قوانین موجود ہیں تو حکومت سے یہ کہنے کا کیا فائدہ کہ یہ کیجئے؟

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: مجھے فی الحقیقت اپنے فاضل دوست کی قابلیت پر حیرت ہے' جنہوں نے میری تقریر میں مداخلت کی۔ کیا وہ اتنی سادہ سی بات نہیں سمجھ سکتے۔ ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔ اگر کوئی سرکاری ملازم انتخابات پر اثر انداز ہوتا ہے تو یہ خلاف قانون نہیں' یہ مجرمانہ فعل نہیں۔ اسے ایسا کرنے کا حق حاصل ہے بجز اس کے کہ وہ ملازمت کے ایک قاعدے کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ وہ قاعدہ سرکاری ملازمین کے چلن کے تعلق میں انگلستان اور اس ملک

میں وضع کیا گیا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی علامات موجود ہیں، کچھ شہادت ایسی ملی، گویا اس قاعدے کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اگر ایک سرکاری ملازم میرے رائے دہندگان کو متاثر کرتا ہے تو میں اس پر مقدمہ نہیں چلا سکتا۔ اس کے خلاف کوئی قانون نہیں ہے۔ میں صرف حکومت سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ "براہ کرم یہ دیکھ لیجئے کہ ان قواعد پر، جو آپ کے ملازمین کے لئے ان کے چلن کے ضمن میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں، عمل درآمد کیا جائے" لہٰذا! قرار داد بالکل بے ہودہ نہیں ہے۔ یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ان قواعد پر عمل درآمد کیا جائے اور حکومت انہیں نافذ کرے۔ لیکن ترمیم یہ فرض کرتی ہے کہ اگر قرار داد منظور ہو جاتی ہے تو جملہ قوانین، فوجداری اور دیوانی، قوانین متعلقہ انتخابات اور دیگر امور جامد ہو جائیں گے اور نافذ العمل نہیں رہیں گے۔ بے ہودگی یہ ہے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اس سوال پر مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ایوان مجھے غلط نہ سمجھے —— ازراہ کرم یہ نہ سوچئے کہ میں اسے منظور کر رہا ہوں یا میرے پاس کانگرس کے کچھ اراکین کے کردار کی حمایت کا وکالت نامہ ہے۔ کانگرس ایک بہت بڑی تنظیم ہے۔ سارے ملک میں ہزارہا لوگ اس سے وابستہ ہیں۔ جو لوگ کانگرس سے متعلق ہیں وہ اس کے ملازم نہیں ہیں۔ انہیں کانگرس کوئی پیسہ نہیں دیتی اور ان کے لئے یہ آسان بات نہیں کہ وہ افراد کو قابو میں رکھ سکیں۔

سر عبدالحلیم غزنوی: [ڈھاکہ مع میمن سنگھ مسلم دیہی] ادائیگی کس کی طرف سے ہوتی ہے؟

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: آپ کی طرف سے نہیں۔ آپ عام طور سے یہ چاہیں گے کہ آپ جو کچھ کریں اس کے لئے آپ کو ادائیگی کی جائے![قہقہہ] میں اس کا دفاع نہیں کر رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں جیسا کہ فاضل قائد ایوان نے کہا کہ تنظیم کے رہنماؤں نے پہلے ہی ایسے کردار کی مذمت کر دی ہے اور مجھے کوئی شبہ نہیں کہ فاضل اراکین جو یہاں تشریف فرما ہیں اس کی تائید کریں گے جب میں یہ کہتا ہوں کہ ہم غنڈہ گردی کے خواہاں نہیں ہیں [کانگرسی بینچوں کی طرف سے تحسین کے نعرے] ہم اپنے لوگوں کے سامنے جانا چاہتے ہیں۔ اپنی حکمت عملی اور پروگرام کے ساتھ ہم چاہتے ہیں کہ رائے دہندگان سے کہیں کہ وہ عادلانہ اور منصفانہ طریقے سے جسے پسند کریں منتخب کر لیں۔ لیکن، جناب والا، انتخابات اور جماعتی تنازعہ کے دوران بے حد باقاعدہ ملکوں میں بھی کچھ جوش اور تھوڑی بہت بدنظمی کا پیدا ہونا معمول کی اور قدرتی بات ہے۔ پچھلے دنوں انگلستان میں کیا ہوا؟ سر اوسوالڈ موسلے، قائد فاشسٹ پارٹی، جو انگلستان میں یہ پارٹی قائم کر رہے ہیں، کے ساتھ کیا ہوا؟

مسٹر ایف۔ ای۔ جیمز: [مدراس: یوروپین] پتھراؤ ہوا۔

مسٹرایم۔ اے۔ جناح: لیکن قانون موجود ہے جو اس سے نمٹ سکتا ہے۔
مسٹرایف۔ ای۔ جیمز: یہ کوئی انتخابی تقریر نہیں تھی۔
مسٹرایم۔ اے۔ جناح: لہٰذا میں کہتا ہوں کہ دو مسئلوں کو خلط ملط کیوں کیا جائے یعنی جماعتی تنازعہ' جو جماعتیں انتخاب لڑ رہی ہیں۔۔۔۔ اس مسئلہ کو اس مسئلہ کے ساتھ خلط ملط کیوں کیا جائے۔ کہ حکومت کیوں چوکس نہ رہے اور اس بات کا اہتمام نہ کرے کہ سرکاری ملازمین متاثر نہ کریں یا انتخاب میں بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر حصہ نہ لیں۔ اسے غلط ملط کیوں کیا جائے۔ جناب والا' میں نے اپنی بات ختم کر لی ہے۔ میں خوش ہوں اور میں کہتا ہوں کہ میں حکومت کو فی الحقیقت درست موقف اختیار کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں جو اس نے اپنے قواعد و ضوابط کو نافذ کرنے کے ضمن میں کیا۔ [تحسین و آفرین کے نعرے]
بعض فاضل اراکین: اب مسئلہ کو ایوان کے سامنے پیش کر دیا جائے۔
آنریبل سرہنری کریک: میں سمجھتا ہوں کہ میں قرار داد پر آدھا گھنٹہ تقریر کرنے کا استحقاق رکھتا ہوں... میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بعض حالات میں ہزاروں سرکاری افسروں میں سے ایک دو نے غیر محتاط طریقہ کار کا مظاہر کیا یا کسی ایک طرف یا دوسری جانب جنبہ داری کا اظہار کیا تو حکومت کو اس کا ذمہ دار نہ ٹھہرایا جائے۔
ایک فاضل رکن: لیکن ایگزی کیوٹو کونسل کے اراکین کے بارے میں کیا خیال ہے؟
آنریبل سرہنری کریک: اس بحث کے دوران ایسی شکایتیں تو نہیں کی گئیں۔
مسٹرایم۔ اے۔ جناح: مجھے یہ کہنا چاہیے کہ میں نے فاضل رکن قانون کی تقریر کے بعد اس معاملے میں پڑنے سے احتراز کیا' ورنہ آپ بہت کچھ سنتے۔

(مباحث مرکزی مجلس قانون ساز جلد ہفتم' ۱۹۳۶ء)

۴۲۔ صوبہ پنجاب پر افسر شاہی کا غلبہ ہے
اعلیٰ مراتب پر فائز بعض رہنما حکومت کی تخلیق ہیں

لاہور' ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۶ء

مسٹر جناح نے کہا کہ گزشتہ چند ماہ کے دوران وہ کئی بار لاہور آئے۔ ایسا اس لئے ہوا کہ انہوں نے دیکھا کہ آپ کے صوبے کے مسلمان دیگر صوبوں کے مسلمانوں کے مقابلے میں سیاسی' تعلیمی اور اقتصادی اعتبار سے زیادہ پسماندہ ہیں۔ آپ کے صوبے پر افسر شاہی کا زیادہ غلبہ ہے۔ آپ کے بعض رہنما جو اعلیٰ مناصب پر فائز ہیں حکومت کی تخلیق ہیں۔ نہ ان کی یہ خواہش ہے

اور نہ ہی میلان طبع کہ وہ مسلمانوں کے ذی شعور لوگوں کے ساتھ تعاون کریں- ان کی کوئی خواہش نہیں بجز اس کے کہ عوام کا استحصال کریں- پنجاب میں اپنی آمد اور لیگ بورڈ کا مقصد بیان کرتے ہوئے مسٹر جناح نے شکایت کی کہ اخبارات کا ایک حلقہ ان کی غلط ترجمانی کر رہا ہے- انہوں نے کہا کہ لیگ کے بدترین مخالفین بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ لیگ نے زبردست اور عمدہ کام کیا ہے- مسٹر جناح نے کہا: "لیکن ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہماری جماعت [مسلم لیگ] فرقہ وارانہ تنظیم ہے اور صرف اسی وجہ سے ہمارے کچھ "پیارے دوست" ہمارے ساتھ نہیں آ سکتے- مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یونینسٹ صرف اس بنا پر غیر فرقہ وارانہ تنظیم کو جنم دیتے ہیں کہ ان کے ساتھ دو ہندو بھی ہیں- [قہقہہ] کیا پنجاب میں کوئی ہندو جماعت نہیں ہے؟ کیا اس صوبہ میں سکھ پارٹی غیر موجود ہے؟ میں یونینسٹوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اپنے ہندو اور سکھ حامیوں یا اراکین کے ناموں کا اعلان کریں-"

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جسے ان سے زیادہ ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعاون کے بارے میں تشویش ہو- وہ کسی بھی پارٹی کے ساتھ تعاون پر آمادہ ہیں بشمول سکھوں اور ہندوؤں کے جو ان کے پروگرام اور حکمت عملی کو سراہ سکے- لیکن مخلوط انتخاب بھی تو موجود نہیں- جداگانہ انتخابات اور اس کا نظام موجود ہے اس لئے نہیں کہ اس کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا- انہوں نے کہا کہ فی نفسہ یہ ناممکن ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو مخلوط طریقہ انتخاب کے تحت منتخب کرا لیا جائے چونکہ یہ وجود میں ہی نہیں ہے-

تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں اس پر استعجاب ہوا کہ فرقہ وارانہ انتخاب کے باوصف کچھ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پنجاب میں ان کی جماعت غیر فرقہ وارانہ ہے- انہوں نے دریافت کیا کہ یہ کیسی غیر فرقہ وارانہ جماعت ہے جس میں ۹۷ فی صد مسلمان ہیں اور تین فی صد ہندو ہیں اور وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی جماعت غیر فرقہ وارانہ ہے- اب کون یہ قبول کرے گا کہ وہ غیر فرقہ وارانہ جماعت ہے-

آل انڈیا مسلم لیگ کی وہ قرار داد پڑھنے کے بعد جس میں مسلم لیگ مرکزی پارلیمانی بورڈ کی تشکیل کا اختیار دیا گیا تھا مسٹر جناح نے کہا کہ آپ کے صوبے کے صدر مقام کا نام تاریخ میں محفوظ ہو جائے گا کیونکہ بورڈ کا پہلا اجلاس ۸ جون کو لاہور میں منعقد ہوا- بورڈ کے قیام کا فیصلہ راتوں رات نہیں کر لیا گیا' بلکہ یہ ایک بھرپور غور و خوض کا نتیجہ تھا تاکہ ہند کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اور ایک پرچم تلے جمع کیا جا سکے- ہمارے ذہن میں یہ تھا کہ مسلمانوں کی ایک مضبوط کل ہند تنظیم ہونی چاہیے جس کے اراکین اس تنظیم کے قواعد و ضوابط کے تحت کام کریں

تاکہ ہم نئی صوبائی مجالس قانون ساز میں ایسے نمائندوں کو بھیج سکیں جن کے دل داغ دھبوں کی سیاہی سے پاک ہوں۔" یہ بلاشبہ زبردست اور کٹھن کام تھا۔ لیکن اگر وہ ایک بار کامیاب ہو گئے تو وہ عظیم مقاصد حاصل کر سکیں گے۔ "پہلا کام جو سرانجام پاتا وہ یہ ہوتا' اور اسی وجہ سے ہمارے دوست ہمارے ساتھ آنے پر رضامند نہ ہوئے' کہ نئے وزیر گورنروں کی تخلیق نہیں ہوں گے بلکہ اپنے منتخب نمائندوں کے چنے ہوئے نمائندے ہوتے۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ ان پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر لیگ کے پارلیمانی بورڈ کا رکن بنا رہے ہیں۔ وہ بورڈ میں نواب آف چھتاری اور نواب یوسف احمد کو شامل کر چکے ہیں اور انہیں سر سکندر کو شامل کر کے بھی مسرت ہو گی۔ انہوں نے کہا یونینسٹوں میں ان کے کچھ دوست یہ سوچ رہے ہیں کہ وہ [مسٹر جناح] انہیں ٹوڈی اور کاسہ لیس سمجھتے ہیں' کیونکہ وہ ان کے پاس نہیں آئے۔انہوں نے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے ادلے کا بدلہ لیا اور کہا کہ میں اتنا بھی بے وقوف نہیں کہ میں انہیں ایسا تصور کروں۔ مسٹر جناح نے کہا "میں جو کچھ چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ "ان وزارتوں کو توڑ دوں جو یہاں پہلے ہی سے بنی ہوئی ہیں۔ تاہم میں خود مطلق کوئی وزارت تشکیل دینی نہیں چاہتا کیونکہ گورنر نہیں ہوں۔" انہوں نے ہندوؤں کو انتباہ کیا کہ وہ ایسی وزارتوں کی تشکیل سے احتراز کریں مبادا "وہ ان چند لوگوں کو گنوا بیٹھیں جو دوسری جانب چلے جائیں گے۔" ہندوؤں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "ہماری یہ خواہش ہرگز نہیں ہے کہ ہم ہندوؤں کو خوف زدہ کرنے یا کچلنے کے لئے مسلم حکومت کی تشکیل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ہندوؤں کی حمایت کریں گے' اگرچہ اب ہم ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ اگر ہم اکثریت میں ہیں تو مسلمان اپنے آپے میں نہیں ہوں گے اگر وہ ہندوؤں کو منصفانہ موقع فراہم نہیں کریں گے۔"

مسٹر جناح نے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ غیر پنجابی ہونے کے ناطے سے وہ صوبے کے عجیب حالات سے آگاہ نہیں ہیں۔ وہ اس بنیاد پر پنجاب سے نہیں جائیں گے۔ پنجاب کے بہادر مسلمان ہمیشہ میرا دایاں بازو رہے ہیں۔ اس سے پہلے انہوں نے مجھے کبھی بھی نہیں چھوڑا۔ دیگر صوبوں کے مسلمانوں نے بھی انہیں ان کی ضرورت کے وقت کبھی نہیں چھوڑا۔ وہ آپ کے ساتھ شانے سے شانہ ملا کر کھڑے ہوئے۔ کیا آپ ان سے بے وفائی کریں گے؟ نہیں مجھے یقین ہے آپ ان کا ساتھ دیں گے۔"

مسلمانوں کی جمہوریت

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ مسلمانوں کو متعدد کل ہند مسائل کا سامنا ہے جن میں معتدبہ اضافہ ہو جائے گا۔ اور وہ مسلمانوں کو منظم کرنے کے خواہاں ہیں تاکہ وہ ان

مسائل کا سامنا اور نظم و ضبط کے ساتھ اکٹھا کام کریں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی جمہوریت قائم ہو جائے اور اپنے فرقے کے جملہ امور ایسے اختیار کے ساتھ طے کریں جسے کوئی بھی چیلنج نہ کر سکے۔

تاہم مسٹر جناح جارحیت کا ارتکاب کرنے کے خواہشمند نہیں ہیں' بلکہ وہ عوام کی مدد سے ایک مضبوط بلاک تشکیل دیں گے جو ملک کی آزادی کے لئے ہندوؤں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چلیں گے۔ انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ ہندوؤں کو بھی مسلمانوں کا ساتھ دینے کے لئے اپنے ذخیرے میں سے خس وخاشاک کو نکالنا ہو گا۔ مسٹر جناح نے کہا "جب یہ ہو جاتا ہے اور جب بہتر ہندو اور بہتر مسلمان مقننہ میں بھیجے جائیں گے تو ان کے درمیان حقیقی تصفیہ ہو جائے گا' اور یہ امکان ہی نوکر شاہی کو خوف زدہ کر رہا ہے۔" انہوں نے کہا کہ ہندوؤں کو باور کرنا چاہیے کہ ان کی تحریک جارحیت پسند تحریک نہیں ہے۔ "اگر سر سکندر غیر فرقہ وارانہ جماعت اور اپنے لوگوں کی خدمت کے لئے اتنے ہی فکر مند تھے تو کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ انہوں نے ریزرو بینک سے پہلے کیوں استعفیٰ نہیں دیا؟ وہ اب کیوں استعفیٰ دے رہے ہیں؟ کیا میں یہ بھی معلوم کر سکتا ہوں کہ نواب مظفر خان کو چھٹی کیوں دی جا رہی ہے؟ مسٹر جناح نے دریافت کیا۔ اور ایسا کیوں ہے کہ سر سکندر اب اس عہدے پر دوبارہ متمکن ہونے کے لئے آ رہے ہیں؟ ہزایکسی لینسی گورنر پنجاب اس جگہ سے جہاں میں تقریر کر رہا ہوں' زیادہ دور نہیں ہیں اور میں ان سے اور ان کی حکومت سے اپیل کرتا ہوں کہ حکومت ہند نے مجلس قانون ساز کے انتخابات میں سرکاری عدم مداخلت کا عہد کیا ہے' وہ اس کا احترام کریں۔"

مسٹر جناح نے لوگوں سے کہا کہ وہ اپنے ووٹ کی قدر و قیمت کو یاد رکھیں کہ اب وہ دوگنا ہو گئی ہے کہ وہ جن نمائندوں کو منتخب کریں گے وہ اپنی باری پر آپ کی جانب سے وفاقی مقننہ کے لئے نمائندے چنیں گے' جب بھی وہ [وفاقی مقننہ] معرض وجود میں آئے گی۔ انہوں نے رائے دہندگان سے اپیل کی کہ وہ گمراہ نہ ہوں اور رشتہ [اور برادری] کی بنیاد پر کسی کو رائے نہ دیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنی پسند کا انتخاب کریں اور انہیں یقین ہے کہ ان کی نگاہ انتخاب لیگ کے امیدوار پر ہی ٹھہرے گی' کیونکہ رائے دہندگان صرف بہترین امیدوار کے حق میں ہی رائے دیں گے۔ اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ مسلم لیگ میں بھی شمولیت اختیار کریں۔

(دی ٹریبیون' ۱۳' اکتوبر ۱۹۳۶ء)

۴۳۔ پنجاب کی سیاسی صورت حال پر تبصرہ
مسلمانوں کی ترقی پسند قوتیں کامیاب و کامران رہیں گی

لاہور، ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۶ء

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر جناح بہت رجائیت پسند ہیں۔ انہوں نے ٹری بیون کے نمائندے سے کہا کہ انہیں پورا اعتماد ہے کہ مسلمانوں کی ترقی پسند قوتیں کامیاب و کامران رہیں گی۔

پنجاب میں مختلف جماعتوں کی متوقع کامیابیوں اور انتخابات کے بعد گروہ بندی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے مسٹر جناح نے اپنی اس سوچی سمجھی رائے کا اظہار کیا کہ ترقی پسند عناصر یقیناً متحد ہو جائیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے پنجاب کے مختلف ترقی پسند عناصر کو خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان یا سکھ، انتباہ کیا کہ پنجاب کے سر پر یہ خطرہ منڈلا رہا ہے کہ اس پر گورنر اپنی وزارت کی کاٹھی نہ ڈال دیں۔ آیئے ہم سب اس ایک اہم مسئلہ پر اپنی توجہ مرکوز کر دیں کہ ہمیں یہاں اپنی پسند کی وزارت ملنی چاہیے جو مختلف فرقوں کے ترقی پسند عناصر کے سامنے جواب دہ اور ذمہ دار ہو۔

انہوں نے کہا کہ "مجھے یہ اندیشہ ہے کہ یہاں ایک بااختیار گروہ ہے جس کے مؤثر ہونے کا امکان ہے، کیونکہ وہ ایسے انتخابی حلقوں پر، جو افراد یا خاندانوں کی جیب میں ہوں، خریدے ہوئے اخبارات اور سرکاری افسروں کی سرگرم مداخلت پر انحصار کرتا ہے۔ اگر پنجاب کے دانشور چوکس نہ رہے تو یہ گروہ کامیاب ہو جائے گا اور یہاں ایسی وزارت مرتب ہو جائے گی جو برائے نام ہندی ہو گی لیکن درحقیقت گورنر کے احکام بجا لانے میں مستعد ہو گی۔" مسٹر جناح نے اپنے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ "اگر ایسا ہو گیا تو پنجاب کی صورت حال اس سے بدتر ہو گی جو موجودہ دستور کے تحت ہے۔ کیا آپ کو علم ہے کہ اس وقت کیا ہو گا؟ گورنر یہ اعلان کرنے میں زبردست فخر کا اظہار کریں گے کہ انہوں نے کبھی خصوصی یا غیر معمولی اختیارات استعمال نہیں کئے اور اس صوبے میں اصلاحات بے حد تسلی بخش طریقے سے چل رہی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یونینسٹ پارٹی اس اسکیم کی سرخیل ہے۔ لیکن سکھوں اور ہندوؤں میں ایسے عناصر موجود ہیں جو ان کی پیروی میں بنی ہوئی قطار میں شامل ہو جائیں گے۔"

ان کی افتتاحی تقریر پر اخبارات کی تنقید پر گفتگو کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ انہوں نے لیگ پارلیمانی بورڈ کے دروازے ہر اس شخص کے لئے کھلے رکھے ہیں جو اس کے پرچم تلے آنے پر رضامند ہو اور اس کے قواعد و ضوابط کی پابندی کرنے پر آمادہ ہو۔ "انتہائی معروف رجعت پسند کو بھی لیگ کے پرچم تلے جگہ مل سکتی ہے لیکن تب اسے لیگ بورڈ کے آئین کی پابندی کرنی ہو گی،

اسے املا کرانے کی کوشش سے گریز کرنا ہو گا۔ لیکن لیگ بورڈ میں بااختیار عنصر ترقی پسند لوگوں کا ہونا چاہیے اور ہے۔ ہمارے دروازے کسی پر بند نہیں ہو سکتے جو اپنی رضا سے اپنا عقیدہ تبدیل کرنے پر آمادہ ہو۔" گفتگو ختم کرتے ہوئے انہوں نے کہا "مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ کے تحت ہمارے لئے کوئی چیز ایسے گروہ یا گروہوں کے ساتھ تعاون میں مزاحم نہیں ہوتی جہاں اغراض و مقاصد اور نصب العین عملاً ایک ہی ہو۔ اور ایسا انتخابات سے قبل اور بعد دونوں صورتوں میں ہو سکتا ہے اور یہ ترقی پسند عناصر کے لئے یقیناً ممکن ہو گا کہ وہ مقننہ میں کام کے مشترکہ پروگرام پر متفق ہو جائیں۔"

(دی ٹری بیون لاہور' ۱۵' اکتوبر ۱۹۳۶ء)

۴۴۔ نیند سے بیدار ہو جائیے اور اپنی تنظیم کیجئے

جلسہ عام میں طلباء کو مشورہ

لاہور ۱۴' اکتوبر ۱۹۳۶ء

"مثالیت پسند اور خواب دیکھنے والے نہ بن جائیے۔ آپ عظیم مستقبل کے امین ہیں۔ آپ کو مطالعہ کرنا' تجزیہ کرنا اور ملک کے حالات کو سمجھنا سیکھنا چاہیے۔ طلباء کو اپنے ملک کے مستقبل کو ڈھالنے میں ایک عظیم کردار ادا کرنا چاہیے اور وہ ادا کر سکتے ہیں اپنا حق رائے دہی استعمال کر کے جو میں سمجھتا ہوں کہ بیشتر کو رائے دہی کا حق حاصل ہے—— اگر عوام کے عام فائدے کے لئے نہیں تو کم سے کم اپنی شکایات ہی رفع کرانے کے لئے سہی۔" ان الفاظ میں مسٹر ایم۔ اے۔ جناح' ایم۔ ایل۔ اے نے لاہور کے طلباء کو پند و نصائح کئے۔ وہ لالہ لاجپت رائے ہال میں ایک جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے جس کا اہتمام اسٹوڈنٹس یونین نے کیا تھا۔ مسٹر منوہر لال بیرسٹر ایم۔ ایل۔ سی نے صدارت کی۔ انہوں نے کہا "خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ اپنی تنظیم کریں اور پھر اس کا اہتمام کریں کہ ان کی طرف سے دیانتدار' حقیقی' مخلص اور محب وطن نمائندے مقننہ میں جائیں۔"

مسٹر جناح جنہوں نے "طلباء اور ہند کا مستقبل" کے موضوع پر تقریر کی' یہ کہتے ہوئے اپنی گفتگو کا آغاز کیا کہ "ایک نقطۂ نظر سے طلباء اور ملک کا مستقبل تاریک ہے۔ بیروزگاری نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال رکھی ہیں۔ انہوں نے کہا' لیکن نوجوان اپنی کوشش سے اپنا مستقبل درخشاں بنا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ "میں سمجھتا ہوں کہ طلباء بڑی کثیر تعداد میں رائے دہندگان بھی ہیں۔ اگر آپ اپنا یہ حق درست اشخاص اور جماعتوں کے لئے استعمال کریں تو آپ اپنے ملک کے مستقبل کو ڈھالنے میں عظیم کردار ادا کر سکتے ہیں۔" تاہم انہوں نے طلباء کو تنبیہ کی کہ وہ

مثالی باتوں کی رو میں نہ بہہ جائیں۔ وہ فوری مستقبل کو ذہن میں رکھیں۔ "آپ اسے پسند کریں یا ناپسند کریں، آئندہ یکم اپریل کو نیا دستور نافذ ہو جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ آپ کیا کریں گے؟ آپ کو اپنے ملک کے مستقبل کو ڈھالنے اور اس کی شکل و صورت کو نکھارنے میں اپنا کردار ضرور ادا کرنا چاہیے۔ اگر عوام کی خاطر نہ سہی تو بہرنوع اپنے لئے ہی سہی۔"

آئندہ دستور کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "خواہ یہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو اس کا نفاذ ہو کر رہے گا۔ گورنر خواہ کوئی بھی کیوں نہ ہو اور اس کی خواہشات کچھ بھی کیوں نہ ہوں، اس دستور کے تحت وہ وزراء کا تقرر صرف اسی صورت میں عمل میں لا سکتا ہے جب انہیں اکثریت کی حمایت حاصل ہو گی۔ اب اگر آپ نے دیانتدار، مخلص، محب وطن اور حقیقی نمائندے وزارت ترتیب دینے کے لئے بھیجے ہیں تو آپ کیا کریں گے اور آپ نے پہلے کیا کیا ہے؟ آپ اپنی تنظیم کیجئے اور صحیح قسم کے نمائندے حاصل کرنے کی پوری کوشش کیجئے۔ ایک بار آپ اس میں کامیاب ہو گئے تو آپ کو ایسی وزارت مل جائے گی جو اصلاً رائے دہندگان کے سامنے ذمہ دار ہو گی۔" مسٹر جناح نے اس نکتہ پر دوبارہ زور دیا اور بات کو دہرانے پر معذرت چاہی۔ "لیکن یہ ضرور کہنا چاہیے کہ اگر دانشور چوکس نہیں ہوں گے تو وزارت کوئی اور بنائے گا اور جو لوگ برسر اقتدار ہوں گے حکم بھی انہیں کا چلے گا۔"

انہوں نے طلباء سے پرجوش اپیل کی "اب نوجوانو! اٹھ جاؤ اور کچھ کر لو، نیند سے بیدار ہو جاؤ اور ان مشکلات کے باوصف جو تمہارے سامنے ہیں اور جو تمہاری راہ میں رکاوٹیں بنی ہوئی ہیں، جداگانہ انتخابات کے باوصف —— آپ ان تمام چیزوں کا بعد میں تصفیہ کر سکتے ہیں۔ فوری مسئلہ کا سامنا کیجئے۔ مرتبہ قلمرو اور آزادی پر باتوں اور مباحث میں وقت ضائع نہ کیجئے۔" سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "ہند حرکت کر رہا ہے، اور نہایت تیزی کے ساتھ حرکت کر رہا ہے۔ آپ ۳۵ برس کے باپ میں اور اس کے دس برس کے بیٹے اور بیٹی کی ذہنیت میں فرق محسوس کریں گے۔ ہند یقیناً معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے آگے بڑھ رہا ہے۔ عوام میں نظم اور ہم آہنگی نہ ہو لیکن بیداری تو موجود ہے۔" تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "میرا مطلب گستاخی نہیں، لیکن مجھے یہ ضرور کہنا چاہیے کہ پنجاب اتنا ترقی یافتہ نہیں ہے جتنا اور صوبے ہیں۔ لیکن اس کے اپنے اوصاف ہیں —— گرم جوشی، خوش خلقی اور مردانگی۔ ایک بار پنجاب صحیح سمت میں حرکت شروع کر دے گا تو وہ اوروں کو پیچھے چھوڑ جائے گا۔"

(دی ٹری بیون لاہور، ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

۴۵- پشاور کے جلسہ عام سے خطاب

پشاور، ۱۹، اکتوبر ۱۹۳۶ء

مسٹر ایم- اے- جناح نے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ "اگر میں اسی (۸۰) ملین مسلمانان ہند میں سے محب وطن، آزاد خیال، قوم پرستوں کا ایک بلاک تیار کر سکوں جو دوسرے فرقوں کے ترقی پسند عناصر کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر چل سکیں تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنے فرقے کی عظیم خدمت سرانجام دے دی ہے-"

لیگ پروگرام کے خدوخال بیان کرتے ہوئے انہوں نے مسلمانان صوبہ سرحد سے اپیل کی کہ وہ شخصیات سے بلند تر ہو کر اپنے صوبے اور ہند کے عوام کے بارے میں سوچیں اور متحد ہو کر مسلمانوں میں سے ترقی یافتہ قوم پرستوں کا ایک بلاک وضع کر لیں تاکہ اسے صوبائی مجلس قانون ساز میں بھیجا جا سکے- انہوں نے یہی بات ہندوؤں اور سکھوں کو مخاطب کرتے ہوئے بھی کہی- انہوں نے کہا کہ "وہ چاہتے ہیں کہ صوبہ سرحد میں لیگ کی شاخیں قائم کر کے مسلمانان صوبہ سرحد کو جماعتی نظم و ضبط کے تحت لے آئیں-" انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ "ان کے فرقے میں اور دوسری جگہ بھی بہت گند پڑا ہوا ہے- ہر جگہ ان کے پاس کالی بھیڑیں موجود ہیں اور وہ انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دینا چاہتے ہیں-" مسٹر جناح نے صوبہ سرحد کے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ "وہ تنہا انقلاب برپا کر دینے کی نہ سوچیں اور نہ ہی وہ یہ سوچیں کہ دستوری اداروں پر قبضہ کر لینے کے بعد، جو آئندہ اپریل سے معرض وجود میں آ جائیں گے، وہ غیر قانونی سرگرمیوں کے ذریعہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں-"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

۴۶- کانگرس یا کسی اور ترقی پسند جماعت کے ساتھ مسلم لیگ کا تعاون

بمبئی ۳ نومبر ۱۹۳۶ء

مسٹر ایم- اے- جناح نے صوبوں کے دوروں کے بعد جہاں وہ مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ کی تنظیم کے سلسلے میں گئے تھے بمبئی واپسی پر ایسوسی ایٹیڈ پریس کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران کہا: "مسلم لیگ اسکیم کی کامیابی کا ایک قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ مختلف فرقوں کے ترقی پسند عناصر اپنے اپنے فرقوں کی منظوری اور اختیار کے ساتھ ہند کی بھلائی کے لئے آمادگی سے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر سکیں گے-

"بلاشبہ یہ بدیہی بات ہے کہ ہم انڈین نیشنل کانگرس کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام سے

اتفاق نہیں کرتے لیکن مختلف مجالس قانون ساز میں کانگرس پارٹی یا کسی اور پارٹی کو' جو مادر وطن کی فلاح و بہبود کی قائل ہو گی' قدرتی طور پر ہمارا تعاون حاصل ہو گا اسی طرح اس مقصد کے لئے ہم ان سے تعاون کی توقع بھی کریں گے۔ صوبائی مسلم لیگ پارلیمانی بورڈوں کے شروع کرنے کے لئے جو بنیادیں استوار کی گئی ہیں وہ قائم رہیں گی' ترقی کریں گی اور ایک بہت بڑی تحریک اور تنظیم کی شکل میں بڑھیں گی اس سے کہیں زیادہ جتنا آج کل لوگ محسوس کرتے ہیں۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ "میرے خیال میں پنجاب کے اعصاب پر افسر سوار ہیں کہ تینوں فرقوں میں رجعت پسند عناصر موجود ہیں۔ صوبہ سرحد کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس صوبہ میں زیادہ سیاسی شعور ہے اور مجھے وہاں تعاون اور یک جہتی کے زیادہ امکانات نظر آتے ہیں اور مجھے کوئی تعجب نہیں ہو گا اگر صوبہ سرحد دیگر صوبوں کے مقابلے میں ترقی کے منازل زیادہ کامیابی کے ساتھ طے کر لے۔" انہوں نے گفتگو ختم کرتے ہوئے کہا "میں جارحیت کرنا نہیں چاہتا' لیکن عوام کی مدد سے ٹھونک بجا کر ایسا مضبوط بلاک تیار کر لیا جائے گا جو ملک کی آزادی کی راہ پر ہندو کے شانہ بشانہ چل سکے گا۔ ہمارے ہندو دوستوں کو بھی اپنے ذخیرے میں سے فالتو جنگلی جڑی بوٹیوں کو نکال پھینکنا ہو گا۔ جب یہ ہو جائے گا تو بہتر ہندوؤں اور بہتر مسلمانوں کو مجالس قانون ساز میں بھیجا جا سکے گا۔ [اے۔ پی۔ آئی]

(دی اسٹیٹسمین' ۴ نومبر ۱۹۳۶ء)

۱۹۳۷ء

۴۷- سی پی کے مسلمانوں کے دو گروہوں میں تنازعہ پر بیان

ناگپور ۲ جنوری ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ و مرکزی مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ کے ایک بیان میں کہا: "مجھے مسرت ہوئی تھی جب وہ اس معاہدے پر متفق ہو گئے تھے کہ امیدواروں کی ایک مشترکہ فہرست ہو گی جسے ۲۲ دسمبر کو منظور کر لیا جائے گا- ایک صوبائی پارلیمانی بورڈ ہو گا جسے مسلم لیگ کا مرکزی پارلیمانی بورڈ جس قدر جلد ممکن ہو گا اپنے قواعد کے مطابق اپنے ساتھ ملحق کر لے گا اور اسے تسلیم کرے گا- لیکن بدقسمتی سے ناگپور واپس پہنچنے کے بعد مسٹر ایم- وائی شریف اور ان کے رفقاء نے مجھے اطلاع دی کہ سید رؤف شاہ اور ان کے ساتھیوں نے معاہدے کو مسترد کر دیا ہے- ادھر مسٹر رؤف شاہ اور ان کے ساتھیوں نے مجھے اطلاع دی کہ مسٹر شریف اور ان کے رفقاء معاہدے سے پھر گئے ہیں- یہ [صورت حال] مجھے ناگپور کھینچ لائی- اس جھگڑے میں پڑے بغیر کہ شرائط پر عمل درآمد نہ کرنے کا کون ذمہ داری ہے میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا وہ اب میری موجودگی میں معاہدے پر قائم رہنے اور ان شرائط پر عمل درآمد کے لئے تیار ہیں جن پر انہوں نے چند روز قبل بمبئی میں اتفاق کیا تھا-

"میں نے دیکھا کہ مسٹر رؤف شاہ اور ان کے ساتھی معاہدے کی پابندی پر آمادہ ہیں' لیکن مسٹر شریف صدر صوبائی پارلیمانی بورڈ نے مجھے بتایا کہ چونکہ ان کی پارٹی نے' مسٹر رؤف شاہ اور ان کے ساتھیوں کے معاہدے کو مسترد کر دینے کے بعد' ایک قرار داد پہلے ہی منظور کر لی ہے جس میں اپنے امیدواروں کے بارے میں فیصلہ کیا جا چکا ہے' لہٰذا اب وہ فیصلے سے پھر نہیں سکتے اور معاہدے پر عمل درآمد سے قاصر ہیں- لہٰذا کوئی سمجھوتہ طے نہ پا سکا"

مسٹر جناح نے مسلم ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام مسلمانوں کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ مسلمان متحد ہوں اور قومی زندگی میں اپنی پوزیشن کو برقرار رکھیں-" حب وطن اور قومی احساسات پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "اولاً انہیں اپنے اندرونی معاملات کو درست کرنے پر اپنی توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے اولاً اس ضمن میں انہیں بہت سا ابتدائی کام کرنا ہو گا کیونکہ وہ ابھی تک معاشرتی' اقتصادی اور

سیاسی اعتبار سے پسماندہ ہیں۔"

مسٹر جناح نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ "ہند آج جیسے کٹھائی میں پڑا ہو۔ قانون ہند کوئی مستقل شے نہیں ہے اور اپنی عبوری نوعیت کی وجہ سے یہ دس برس سے زیادہ نہیں چل سکتا۔ انہوں نے کہا انہیں اس وقت جس چیز سے سروکار ہے وہ ہے مسلمانوں کی ترقی کا مسئلہ۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے پاؤں کھڑا ہونا چاہیے' فقیروں کی طرح نہیں کہ مراعات کی بھیک کے لئے حکومت کی طرف تک رہے ہیں یا دیگر فرقوں کی جانب۔ ابھی کچھ عرصہ قبل پنڈت نہرو نے کہا تھا کہ ملک میں دو فریق ہیں ایک حکومت اور دوسرا کانگرس۔ دوسروں کو موخر الذکر کے پیچھے قطار بنانی ہو گی۔ مسٹر جناح نے کہا کہ کانگرس پہلے سے طے شدہ حکمت عملی کے تحت قدرتی طور پر ملک کی نیابت کی دعویدار ہے۔

انہوں نے کہا کہ وہ جس چیز پر زور دینا چاہتے ہیں یہ ہے کہ مسلمان مسلم لیگ کے پرچم تلے خود کو منظم کریں اور متحدہ آواز میں بات کریں۔ یہ فیصلہ کرنا ان کا کام ہے کہ وہ کس فریق کے ساتھ ہیں' حکومت یا کانگرس۔ لیکن یہ فیصلہ متفقہ ہونا چاہئے۔ اگر وہ اپنی تنظیم کر لیں تو وہ جس طرف بھی جائیں گے ان کا احترام کیا جائے گا اور ان کی بات سنی جائے گی۔ آج صورت حال یہ ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ "آپ کیا سوچتے ہیں۔" مسٹر جناح نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ "وہ اپنے فرقے کو ایک مربوط جسد کے طور منظم کر لیں تاکہ کوئی ان کی آواز کو چیلنج نہ کر سکے۔"

مسٹر جناح نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ اس کے قائل ہیں کہ "ہند کی آزادی اس روز حاصل ہو جائے گی جس روز مسلمان اور دیگر فرقے ان عناصر سے پاک ہو جائیں گے جو ان کی ترقی کی مشترکہ راہ میں رکاوٹیں حائل کرتے ہیں۔" [اے۔ پی۔ آئی]

(دی اسٹار آف انڈیا' ۶ جنوری ۱۹۳۷ء)

۴۸۔ مولانا محمد علی اسلام کے عظیم علمبردار' ایک عظیم صحافی و ادیب

(مولانا محمد علی جوہر کی برسی کی تقریب میں خطبہ صدارت)

کلکتہ ۴' جنوری ۱۹۳۷ء

"حضرات: میرے لئے یہ فخر کی بات ہے کہ مجھ سے اس تقریب کی صدارت کرنے کے لئے کہا گیا۔ مولانا محمد علی میرے عزیز دوست تھے اور ہماری دوستی کا عرصہ تیس برس سے زیادہ محیط رہا۔ میں ان کا نہایت قریبی رفیق کار رہا۔ چنانچہ یہ میرے لئے فخر و مباہات کا باعث ہے کہ میں ان

کی برسی کی تقریب کی صدارت کروں جو ان کے ارتحال کا غم منانے اور ان کی مقدس یاد کو تازہ کرنے کے لئے منعقد کی جا رہی ہے۔" یہ ہیں وہ الفاظ جن سے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مولانا محمد علی جوہر کی برسی کی تقریب کی صدارت کرتے ہوئے اپنے خطبہ صدارت کا آغاز کیا۔

مسٹر جناح نے کہا: "محمد علی اسلام کے عظیم علمبردار تھے۔ وہ ہند کے صف اول کے رہنما، ایک عظیم صحافی، اعلیٰ پایہ کے ادیب اور عالم و فاضل تھے۔ وہ دنیا بھر میں زندگی کے کسی بھی شعبے میں اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہونے کے اہل تھے۔ لیکن جیسا کہ ابھی ایک مقرر نے کہا کہ ان کا مشن اصول کی خاطر ایثار کرنا تھا، درحقیقت انہوں نے اپنا سب کچھ ہند اور اسلام پر نچھاور کر دیا۔ وہ مسلمانوں سے لڑے تو کانگرس میں شامل ہو گئے۔ ہندو سے لڑے تو مسلم لیگ سے آن ملے۔ وہ تقریباً آل انڈیا مسلم لیگ بانی تھے۔ تیس برس پہلے مولانا محمد علی اور موجودہ نواب آف ڈھاکہ کے والد ماجد نے بنگال میں جو شمع فروزاں کی تھی اسے لے کر اپنے انتقال کے وقت تک دیگر بہت سے اپنے سے چھوٹے لوگوں کے ساتھ چلتے رہے۔ وہ آج جسمانی طور پر ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کی روح ہمارے ساتھ ہے۔ آیئے ہم اسی روشن شمع کو اٹھا کر آگے بڑھیں، ان کی ایثار اور قربانی کی اعلیٰ اور متاثر کن مثال سے قوت حاصل کریں اور اپنی بہترین اہلیت کے ساتھ اسلام اور ہند کی خدمت کریں۔ کلکتہ کا یہ عظیم الشان اجتماع مرحوم کی عظمت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ ہمیں اس سے یہ سبق لینا چاہیے کہ جو خدمت اور ایثار کرتے ہیں لوگ انہیں کبھی نہیں بھولتے۔ مسلمان ایک مخلص کارکن کی پرخلوص خدمات کو کبھی فراموش نہیں کریں گے۔ یہ سبق سیکھنا چاہیے۔"

شمع جو تیس برس پہلے فروزاں کی گئی

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "حضرات! مولانا محمد علی، جیسا کہ میں نے ابھی کہا، ایک عظیم سیاسی رہنما تھے۔ آج ہم صوبوں میں نئے دستور کی آمد کے منتظر ہیں۔ ہم مولانا محمد علی جوہر مرحوم کی مقدس یاد کے ساتھ انصاف نہیں کریں گے اگر ہم اس شمع کو اٹھا کر جو انہوں نے تیس برس قبل فروزاں کی تھی آگے نہیں بڑھیں گے۔ ہم انتخابات لڑ رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اگر آج مولانا زندہ ہوتے تو وہ مسلم لیگ کی طرف سے لڑتے۔ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد سیاسی تنظیم ہے جو کسی شمار قطار میں ہے۔ میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس میں شامل ہوں اور اسے مسلم ہند کی ایک مضبوط اور واقعتاً نمائندہ پارلیمان بنا دیں۔ ایک ایسی تنظیم جو اس برصغیر کے اسی ملین مسلمانوں کی طرف سے اس اختیار کے ساتھ بول سکے جسے کوئی چیلنج نہ کر سکے۔

لیگی امیدواروں کی حمایت کیجئے

مسٹر ایم- اے- جناح نے کہا: "لوگ آپ کے ووٹ لینے کے لئے آپ کے پاس آئیں گے اور وعدے ہمراہ لائیں گے- یہ آسان بات ہے کہ بڑے بڑے اور خالی خولی وعدے کر دیئے جائیں لیکن عملی زندگی میں انہیں پورا کرنا بہت مشکل ہو گا- فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے' آپ کو ووٹ دینا ہے' یہ بھی آپ ہی کا کام ہے کہ آپ غلطیاں نہ کریں- میرے لئے یہ کہنا کچھ مناسب نہیں کہ مسلم لیگ پارلیمان بورڈ کا ہر امیدوار بہترین ہو گا' [بہترین سے میری مراد ہے ایک عظیم ماہر امور پارلیمانی' ایک عظیم مدبر اور ایک عظیم مقرر' دنیا میں کسی جگہ آپ کو کسی جماعت میں بھی پارلیمانی امور کے ماہرین اور اعلیٰ درجے کے مقرر نہیں مل سکتے-] یہ قطعی طور پر ناممکن ہے لیکن پھر بھی میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو مسلم لیگی امیدواروں کو ووٹ دینے چاہئیں- آپ مجھ سے دریافت کریں گے کہ ہم کیوں مسلم لیگ ہی کی حمایت کریں اور آزاد اور انفرادی امیدواروں کی حمایت نہ کریں-"

ہم سب لیگ کے حق میں ہیں

مسٹر جناح نے کہا: "میں دوبارہ جواب دیتا ہوں آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام ضبط تحریر میں موجود ہے- کیا آپ اس حکمت عملی اور پروگرام کو پسند کرتے ہیں؟ اگر آپ اسے پسند کرتے ہیں تو پھر آپ لیگ کی حمایت کیوں نہیں کرتے؟ میں اس بات میں کوئی معقولیت نہیں پاتا کہ کوئی شخص مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام کو پسند کرے اور پھر اس کے تحت کام نہ کرے- ہر آزاد امیدوار سے یہ پوچھئے کہ کیا اس کے پاس پیش کرنے کے لئے کوئی مختلف اور مربوط پروگرام موجود ہے؟ لیگ کے پروگرام میں وہ کیا چیز ہے جس پر انہیں اعتراض ہے؟ ٹھیک ان کی حکمت عملی کیا ہے؟ بھوک اور دال بھات کے نعروں سے متاثر نہ ہوں- آپ کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں کوئی شخص بھی ایک ملک کے بنیادی اقتصادی' مالیاتی اور معاشرتی مسائل کو راتوں رات حل نہیں کر سکتا-

نظم و ضبط قائم رکھنے کا ارادہ

"مسلم لیگ پر کسی ایک شخص یا چند لوگوں کا حکم نہیں چلتا- ہمارا ایک مرکزی پارلیمانی بورڈ ہے اور اس کے تحت صوبائی پارلیمانی بورڈ ہیں- یہ بورڈ ذمہ دار ادارے ہیں- جب کوئی نمائندہ —— نواب آف ڈھاکہ کی حیثیت کا کوئی رہنما بھی مسلم لیگ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام سے تجاوز کرتا ہے تو ہم اسے پکڑ لیں گے- ہمارے اپنے قاعدے ہیں- ہمارے اپنے ضابطے ہیں- ہمارے پاس نظم و ضبط قائم کرنا کا اپنا ادارہ موجود ہے- ہم اس کا نام پارٹی سے خارج کر سکتے ہیں-

کوئی فرد بھی ہم سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ ہمارے پارلیمانی بورڈ کچھ ایسے لوگوں پر مشتمل ہیں جن پر کم از کم آپ اعتماد کر سکتے ہیں۔ کچھ لوگ تو ایسے ہیں جنھوں نے ماضی میں آپ کی خدمت کی اور جن میں مستقبل میں آپ کی خدمت کرنے کی اہلیت ہے۔ آپ کی قومی حکمت عملی اور اصولوں کو اس قومی بورڈ کے ذریعہ برقرار رکھا جائے گا۔ ایک آزاد امیدوار کیا کرے گا؟ آزاد امیدوار سے نظم و ضبط کی پابندی کرانے کا کیا طریقہ ہو گا؟ اس کی نگرانی کون کرے گا اور کون یہ دیکھے گا کہ وہ صحیح راہ پر ہے یا نہیں؟"

مسلمانوں کو تنہا چھوڑ دیجئے

تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "حضرات! میں نے دیکھا ہے کہ اس صوبے میں مسلمانوں کے معاملات میں ہندوؤں اور کانگرس کی مداخلت بہت زیادہ ہے۔ میں ہندوؤں کو انتباہ کرتا ہوں، میں کانگرس کو تنبیہ کرتا ہوں کہ وہ بنگال کے مسلمانوں کو تنہا چھوڑ دیں۔ ہماری حکمت عملی اور پروگرام خود غرضانہ نہیں ہے۔ ہم کسی بھی ترقی پسند اور آزاد منش گروہ کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار اور آمادہ ہیں۔ بشرطیکہ اس کی حکمت عملی اور پروگرام ہمارے سے ملتا جلتا ہو۔ ہم کسی پارٹی کے چوب بردار نہیں بنیں گے۔ مسٹر جواہر لال نہرو نے، اخباری اطلاعات کے مطابق، حال ہی میں یہ کہا ہے کہ ہند میں دو فریق ہیں ایک حکومت اور دوسرا کانگرس —— اور دوسروں کو ان کے پیچھے قطار بنا لینی چاہیے۔ میں کانگرس کے پیچھے قطار بنانے سے انکار کرتا ہوں۔ میں اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ ہند میں ایک تیسرا فریق بھی ہے اور وہ ہے مسلم ہند۔ ہم کسی کا بھی حکم نہیں بجا لائیں گے۔ ہم برابر کے شراکت دار کی حیثیت سے ہند کے مفاد میں اپنے برادر فرقوں کے ساتھ تصفیہ کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

غربت کا مسئلہ

"حضرات میں دوبارہ آپ کو تنبیہہ کرتا ہوں کہ آپ انتخابی مہم کے حسین وعدوں، طمطراق اور جھانسوں سے گمراہ نہ ہوں۔ میں اس ملک میں، اپنے لوگوں کی انتہائی غربت کو کسی اور کے مقابلے میں زیادہ محسوس کرتا ہوں۔ آپ اسے راتوں رات تبدیل نہیں کر سکتے۔ محض ہمارا ہی ملک واحد ملک نہیں جو اس مرض [ناداری] میں مبتلا ہے۔ یہ سارے عالم پر محیط تہذیب کی بیماری ہے۔ ہمیں اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ شاید یہ ہند میں اپنی بدترین شکل میں موجود ہے۔ لیکن پھر بھی میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ آپ ایک دن میں ناداری کا خاتمہ نہیں کر سکتے۔

"کچھ لوگ یہ وعدہ کر سکتے ہیں کہ وہ دائمی بندوبست [اراضی] کل ختم کر دیں گے۔ لیکن یہ

درحقیقت ایسا ہے جیسے کوئی چاند کو زمین پر لا دینے کا وعدہ کرے' ایک جھوٹا وعدہ۔ غربت' کمتر درجہ یا معیار زندگی' ابتلا' بیماری' صفائی کا فقدان اور جہالت کا خاتمہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب آپ خود بیدار ہو جائیں اور مقننہ میں صحیح افراد بھیجیں اور انہیں صحیح حکمت عملی پر کاربند رہنے کا حکم دیں۔"

خالی اور جھوٹے وعدے نہیں کریں گے

تقریر ختم کرنے سے قبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے دو ٹوک بات کی۔ انہوں نے کہا: "ہم جھوٹے وعدے نہیں کریں گے۔ ہماری حکمت عملی اور پروگرام کی اساس غریبوں کی ترقی پر استوار ہے۔ ہمارے پروگرام کے دس نکات غریبوں کی فلاح اور پسماندہ طبقوں کی ترقی کے لئے ہیں اور ہم ان پر عمل درآمد کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرات: باور کیجئے کہ اگر ہم ان دس نکات میں سے پانچ کو بھی جامہ عمل پہنانے میں کامیاب ہو گئے تو ہند کے لکھوکھہا انسانوں کی زبردست خدمت سرانجام دے دیں گے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے اس پروگرام کے ایک ایک لفظ کو تہ دل اور پورے خلوص کے ساتھ جامہ عمل پہنانے کا عزم کر رکھا ہے۔ جماعت کے منتظمین وہ افراد ہیں جو کام کرنے پر یقین رکھتے ہیں اور عمل کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ حضرات! میں آپ سے ہند کے ۸۰ ملین مسلمانوں کی یک جہتی کے نام پر اپیل کرتا ہوں' میں آپ سے خود آپ کے اپنے مفاد کے نام پر اپیل کرتا ہوں' میں آپ سے آپ کی قومی تنظیم اور اتحاد کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ آپ یہ دیکھیں کہ اس نازک لمحے میں جو آپ کے کیمپ میں اختلاف پیدا کرتا ہے آپ اسے فنا کر دیں اور مسلم لیگ کے پرچم کو مقننہ کے اندر پہنچا دیں۔

(دی اسٹار آف انڈیا ۴' جنوری ۱۹۳۷ء)

۴۹۔ میثاق لکھنؤ کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان سنگ میل ہے

ڈھاکہ ۷' جنوری ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کرزن ہال میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور اس کے اصولوں کی وضاحت کی۔

انہوں نے کہا کہ فی الوقت مسلمانوں اور کانگرس میں بنیادی نوعیت کا اختلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ کانگرس اور لیگ کے مابین میثاق لکھنؤ ہند کی سیاسی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور اگر مسلمان ایک بار اپنے اختلافات طے کر سکتے ہیں تو مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ وہ اسے دوبارہ کیوں حاصل نہیں کر سکتے اسی وجہ سے لیگ کوشاں ہے کہ باقاعدہ تنظیم کے ذریعہ

مسلمانوں میں سے بہترین مواد حاصل کیا جائے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو اس امر کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی صفوں میں سے رکاوٹیں حائل کرنے والے اور قابل اعتراض عناصر کو نکال باہر کریں۔ مسٹر جناح نے کہا جو ہندو دوست کیمونل ایوارڈ کا نام سن کر ہی برا گیختہ ہو جاتے ہیں وہ اس رویہ کو ترک کر دیں اور اسے انا کا مسئلہ نہ بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ ملک کے وسیع تر مفاد کی فکر کریں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ اخبارات میں بھی ایک حلقہ ایسا ہے جو فرقہ پرستی کی مخالفت کے مرض میں مبتلا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہیں یہ سمجھنا چاہئے کہ اس سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس اس سے تلخی پیدا ہوتی ہے۔ وہ لوگ غلط ترجمانی اور دروغ کے فروغ کے لئے اخبارات کو استعمال کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ہند کی آزادی کے حصول کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ عقل سلیم، عملی دانش اور بہتر مفاہمت ہے۔ انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ آزادی کی جدوجہد میں مسلمان کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

مشترک پروگرام

مسٹر جناح نے کہا کہ جداگانہ انتخابات کے باوصف اور اس دشواری کے باوجود جو ملک کو درپیش ہے ہندو اور مسلمان مل جل کر ایک پارٹی بھی بنا سکتے ہیں بشرطیکہ وہ ایک مشترک حکمت عملی اور پروگرام پر متفق ہو جائیں جسے وہ دونوں مقننہ کے اندر اور باہر چلا سکیں۔ یہ آج ان کے ہاتھ میں ہے۔ انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ، اس کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کی حمایت کریں۔ یہی ایک منظم ادارہ ہے اور ایک کل ہند تنظیم۔ مسلمانوں کی ترقی کے لئے ان کی صفوں میں یک جہتی اور اتحاد ناگزیر ہے۔

لیگی امیدوار جب منتخب ہو جائیں گے تو وہ اپنے عہد کی وجہ سے کہ وہ لیگ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کے پابند رہیں گے۔ مسلم لیگ کے پارلیمانی بورڈ اور جماعتی نظم و ضبط کے تحت ہوں گے۔ انہوں نے کہا جب آزاد امیدوار یا کوئی برساتی گروہ جب منتخب ہو جائیں گے تو وہ کسی کے سامنے ذمہ دار نہ ہوں گے اور اپنی من مانی کریں گے۔ وہ خود غرض لوگ ہیں اور مسلمانوں کے اتحاد کی راہ میں حائل ہیں۔

(دی اسٹار آف انڈیا، ۹ جنوری ۱۹۳۷ء)

۵۰۔ نہ صرف بنگال بلکہ سارے ہند کے مسلمانوں میں یک جہتی از بس ضروری ہے

مسلم لیگ کا پروگرام صد فی صد اصولوں پر مشتمل ہے

ڈھاکہ '۷' جنوری ۷ ۱۹۳ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ڈھاکہ یونیورسٹی کے سلیم اللہ مسلم ہال کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے نہ صرف بنگال بلکہ سارے ہند کے مسلمانوں میں یک جہتی پر خاص طور سے زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ کا پروگرام صد فی صد قومی اصولوں پر مشتمل ہے۔ اس کے باوصف مسٹر جناح نے جداگانہ انتخاب کی خواہش برقرار رکھی کیونکہ اس کی وجہ سے مسلم فرقے کے بہترین اذہان سامنے آ جائیں گے تاکہ وہ برادر فرقے کے لوگوں سے تعاون کر سکیں اگر موخر الذکر تعاون پر اپنی آمادگی اظہار کرے۔

مسلمانان بنگال کی بنگال کی مقننہ میں ۱۱۹ نشستیں ہیں۔ جس کا مطلب ہے تسلی بخش طور پر اور دلیری کے ساتھ عظیم تر ذمہ داری کو سرانجام دینا ہے۔ اگرچہ نظریاتی طور پر گورنر آئندہ دستور کے تحت خصوصی اختیارات سے لیس ہوں گے لیکن وہ مقننہ اور وزارت کی رائے کے خلاف اپنی من مانی نہ چلا سکیں گے۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ مسلم ہال کے طلباء بنگال ہی کی نہیں بلکہ سارے ہند کی رہنمائی کریں گے اور وہ مادر وطن جو ان سے بڑی امید لگائے بیٹھی ہے۔ اسکے طول و عرض میں مسلم اتحاد کی شمع فروزاں لے کر چلیں گے۔

(دی ٹری بیون' ۱۲' جنوری ۷ ۱۹۳ء)

۵۱۔ ہند کے انتشار میں سے اتحاد کیسے تخلیق کیا جائے؟

پنڈت جواہر لال نہرو کے جواب میں بیان

بمبئی ۱۹' جنوری ۷ ۱۹۳ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کہا ہے کہ ہند میں ہر قوم پرست کو اس انتہائی اہم سوال کا سامنا ہے کہ انتشار میں سے اتحاد کیسے تخلیق کیا جائے اور ایک دوسرے سے نہ لڑا جائے۔ آل انڈیا مسلم لیگ اپنے عاجزانہ انداز میں یہی کچھ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جو ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں ان سے اس کا کوئی جھگڑا نہیں۔

"انہوں نے کہا جیسا کہ میں نے ہمیشہ کہا ہے کہ مسلم لیگ ملک کی آزادی کی لڑائی میں شریک

ہر ترقی پسند جماعت کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہے۔ لیکن اس کے حصول کے لیے یہ لازمی ہے کہ پہلے اقلیتوں کا مسئلہ تسلی بخش طریقے سے طے کر لیا جائے۔ یہاں میں صرف مسلمانوں کی بات نہیں بلکہ جملہ اقلیتوں کی بات کر رہا ہوں مزید یہ کہ اگر اس کا فیصلہ مشترکہ رضا مندی سے نہ کیا گیا ہو ہم خود کو کسی تنظیم میں ضم کرنے کے لئے تیار نہیں' خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اور اس کا پروگرام اور حکمت عملی کتنی ہی ترقی پسندانہ کیوں نہ ہو۔

مسٹر جناح نے کہا کہ ۳' نومبر ۱۹۳۶ء کو میں نے ایک ملاقات کے دوران کہا تھا کہ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ہم انڈین نیشنل کانگرس کے پروگرام اور حکمت عملی سے نہ متفق ہیں نہ اس پر صاد کرتے ہیں۔ لیکن مختلف مجالس قانون ساز میں کانگرس پارٹی یا کوئی اور جماعت جو ہماری مادر وطن کی ترقی اور فلاح و بہبود کی قائل ہو اسے قدرتی طور پر ہمارا تعاون حاصل ہو گا' جیسا کہ اسی مقصد کے لئے ہم ان کا تعاون حاصل کرنے کی امید کریں گے۔

"میرا یہ بیان پنڈت جواہر لال نہرو ن. ہمی ؎ باعث بن گیا اور اسے سراہنے کی بجائے انہوں نے جواب دیا کہ انہیں اس کی پروا نہیں کہ کیا ممکن ہے اور کیا ممکن تھا' لیکن انہیں جو کچھ درکار ہے وہ ہیں حقیقی جنگجو۔ مجھے ایسی کوئی خواہش نہیں تھی کہ میں اس اوچھی تنقید کا نوٹس لیتا کیونکہ اگر ہم خود بحث مباحثے میں الجھ جائیں تو یہ بے سود سی بات ہے بات تو یہ ہے کہ ہمیں کوشش کرنی چاہیے اور ایک دوسرے کو سمجھنا چاہیے

میں ان کو جواب دے سکتا تھا اور اب اپنے دفاع کی خاطر دے رہا ہوں۔ یہ عظیم جنگجو کہاں تھے جب انہوں نے پہلی کانفرنس کا مقاطعہ کرنے کے بعد دوسری گول میز کانفرنس قبول کر لی؟ کیا انہیں اس کا علم نہیں تھا کہ گول میز کانفرنس ملک معظم کی حکومت کے اعلان مجریہ ۳۱' اکتوبر ۱۹۲۹ء کی بنیاد پر طلب کی گئی تھی؟

برطانوی حکمت عملی

انہوں نے کہا "برطانوی حکمت عملی کی منزل کا تعین اگست ۱۹۱۷ء کے اعلان کے مطابق یہ تھا کہ برطانوی سلطنت کے ایک جزو لاینفک کی حیثیت سے ہند میں ذمہ دار حکومت کے بتدریج حصول کے پیش نظر خود مختار اداروں کی تدریجی ترقی کا اہتمام کرنا ہے۔"

"لیکن ان شبہات کے پیش نظر' جو قانون مجریہ ۱۹۱۹ء کے حوالے سے برطانوی حکومت کے ارادوں کے بارے میں کئے جا سکتے ہیں اور جن کا اظہار برطانیہ عظمیٰ اور ہند میں کیا گیا ہے مجھے ملک معظم کی حکومت کی جانب سے واضح طریقے پر یہ اعلان کرنے کا اختیار دیا گیا ہے کہ ان کی رائے میں ۱۹۱۷ء کے اعلان میں یہ مضمر ہے کہ ہند کی دستوری ترقی کا حصول' جیسا کہ وہاں سوچا جا

رہا ہے مرتبہ قلمرو ہے۔"

"انہوں نے مزید کہا اس حکمت عملی کو پوری طرح سے جامہ عمل پہنانے کی صورت میں بدیہی طور پر یہ بات اہم ہے کہ ہندی ریاستوں کو بھی ایک موقع مہیا کیا جائے کہ وہ بھی اپنے مقام کی جستجو کر سکیں اور اگر ہم فی الوقت یہ پیش بینی نہ بھی کر سکیں کہ اس ارتقا کے خدوخال کیا ہو سکتے ہیں، تو بھی یہ ہر نقطۂ نگاہ سے پسندیدہ بات ہو گی کہ اس وقت جو بھی کچھ کیا جا سکتا ہے وہ ضرور کر لینا چاہیے تاکہ اس امر کا یقین ہو سکے کہ اس وقت جو کارروائی کیجائے وہ ان لوگوں کے مقصد منتہا سے غیر مربوط نہ ہو جو کل ہند اتحاد پر نظریں جمائیں بیٹھے ہیں اور جو کچھ ان کے پیش نظر ہے۔"

"لیکن یہی سب کچھ نہیں۔ جب گاندھی ارون معاہدہ طے پایا، پھر اس عظیم جنگجو نے دوبارہ کیا کیا"وہ کہاں تھا؟ کانگرس نے اس صورت حال کو قبول کر لیا اور میں گاندھی۔ ارون معاہدے کی شق نمبر۲ کا حوالہ دیتا ہوں جو حسب ذیل ہے:

"جہاں تک دستوری مسائل کا تعلق ہے آئندہ بحث و تمحیص کی گنجائش، جس کی بات ملک معظم کی حکومت کی منظوری سے کی جا رہی ہے، یہ ہو گی کہ گول میز کانفرنس میں جو مباحث ہوئے ان کی روشنی میں ہند کی دستوری حکومت کی اسکیم پر مزید غور و خوض ہو جائے۔ اسی اسکیم کے جو خدوخال بیان ہوئے ان میں وفاق ایک لازمی جزو ہے۔ اس کے ساتھ ہند کی ذمہ داری اور شرائط یا تحفظات ہیں، جو ہند کے اپنے مفاد میں ہوں گی، ایسے امور کے بارے میں جیسے مثلاً دفاع، امور خارجہ، اقلیتوں کی صورت حال، ہند کی مالی ساکھ اور ذمہ داریوں کی ادائیگی۔"

کیا انہیں یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اس بات کی اسقدر تکرار کریں کہ وہ تو ہند کی مکمل آزادی کے قائل ہیں اور جو، جب ان کے مفید مطلب ہو تو، آزادی کا ماحصل بن جائے۔"

اب ان کے حالیہ اعلانات کی طرف آتے ہوئے، مجھے مسرت ہے کہ انہوں نے تسلیم کیا کہ انہوں نے میری تقریر پر پوری طرح غور و خوض نہیں کیا کیونکہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ دوڑے دوڑے پھر رہے ہیں۔ شاید ان کے غیر مربوط بیان کا یہی سبب ہو۔

اولاً جو کچھ انہوں نے کہا اور جو ہر اخبار نے شائع کیا حسب ذیل ہے:

"ملک میں صرف دو فریق ہیں ایک حکومت دوسرے کانگرس۔ باقی دوسروں کو قطار بنانا ہو گی" میں ایک جلسے سے خطاب کر رہا تھا جہاں میں مسلمان رائے دہندگان سے اپیل کر رہا تھا کہ وہ مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت کریں اور میں نے کہا: مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ میں یہاں کانگرس کی جانب سے مسلم لیگی امیدواروں کے مقابلے میں امیدوار کھڑا کرنے میں ہندوؤں اور

کانگرس کی بہت مداخلت پاتا ہوں۔ ہماری حکمت عملی اور ہمارا پروگرام خود غرضانہ نہیں ہے ہم کسی بھی ترقی پسند اور آزاد منش گروہ کے ساتھ تعاون کے لئے تیار اور آمادہ ہیں بشرطیکہ اس کی حکمت عملی اور اس کا پروگرام قریب قریب ہمارے ملتا جلتا ہو۔"

"پھر میں قدرتی طور پر پنڈت جواہر لال نہرو کے اس دعوے کو کیسے مان سکتا تھا کہ کانگرس سارے ہند کی نیابت کرتی ہے اور ملک میں کوئی اور فریق یا جماعت کسی اہلیت کی حامل ہی نہیں۔ یہ نہ صرف بے بنیاد ہے بلکہ بے حد مضرت رساں بھی۔ میں صرف مسلمانوں کی جانب سے گفتگو کر رہا تھا لیکن پنڈت جواہر لال یقیناً یہ جانتے ہیں کہ میدان میں اور جماعتیں بھی ہیں۔

کیا میں انہیں یاد دلا سکتا ہوں کہ حال ہی میں انہوں نے کیمونل ایوارڈ کے ضمن میں کانگرس کی حکمت عملی اور اس کے رویہ کے بارے میں کچھ نہیں تو تین جواب مضمون لکھے تاکہ وہ دیگر جماعتوں اور کانگرسیوں کو منا سکیں اور یہ کہ وہ عارضی طور پر کچھ مفاہمت بھی حاصل کر سکے جو اب پھر کٹھائی میں پڑی ہے۔ اور اس کے باوصف وہ اپنے ہوائی انداز میں سمجھتے ہیں کہ فرقہ وارانہ مسئلہ اہم نہیں ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو بنارس اور ماسکو کے درمیان بٹے ہوئے ہیں اور ان کا باقی بیان جس میں وہ معاشرتی معاشی امور کو نمٹاتے ہیں اور ان کا یہ دعویٰ کہ بہت سے مسلمان ان کے پیروکار ہیں کسی بھی ذہین آدمی کے لیے قابل قبول نہیں ہو گا۔

"اگر انہیں مسلمانوں کی مضبوط حمایت حاصل ہے تو وہ مسلم حلقہ ہائے انتخاب کی ہر نشست پر انتخاب کیوں نہیں لڑتے۔ بجائے اس کے کہ وہ بمبئی اور بنگال میں ایک دو نشستوں پر اور ایک دو پر پنجاب میں اکتفا کر رہے ہیں۔ من حیث المجموع میں نہیں سمجھتا کہ کانگرس نے مسلم حلقوں میں درجن بھر سے زیادہ امیدوار کھڑے کئے ہوں گے۔ اور اس تنازعہ کو کیوں کھڑا کیا جائے اور مسلم لیگ پر کیوں حملہ کیا جائے جس کی حکمت عملی اور پروگرام پورے طور پر قومی ہے۔ صرف ہم بعض طریقوں اور ذریعوں سے اتفاق نہیں کرتے جن پر کاربند رہنے کا کانگرس نے عہد کر رکھا ہے۔

فرقہ وارانہ مسئلہ یا ہندو مسلم مسئلہ، جس کا انہیں اب تک پتہ چل جانا چاہیے خالصتاً اقلیتوں کا سوال رہے اور ایک سیاسی مسئلہ ہے جس کا تصفیہ ہونا چاہیے۔ اتفاق سے مسلمان تعداد میں سب سے زیادہ ہیں مسلمانوں کے علاوہ ملک میں اور بھی اقلیتیں ہیں۔ ہر ہندی کا یہ فرض ہے کہ وہ جہاں تک ان [اقلیتوں] کا تعلق ہے ان سے مساوی سطح پر مل کر تحفظ اور اعتماد کا احساس پیدا کریں۔

"اگر مجھے صحیح یاد پڑتا ہے تو بہت زمانہ نہیں گزرا کہ صوبہ سرحد کے پٹھانوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ہندی قلم سے سودیشی کاغذ پر کورا چیک لکھ کر دینے کے تیار ہیں- کیا اس وقت یہ اہم معاملہ تھا یا یہ ایک معمولی سی بات تھی جس طرح کہ وہ اب تبلیغ کر رہے ہیں؟ اس کورے چیک کا کیا بنا؟ نہ تو کانگرس کے پاس ہندی قوم پرستی کا اجارہ ہے نہ ہی وہ اس کی واحد ٹھیکیدار ہے-

انڈی پینڈنٹ پارٹی

جب وہ مجلس قانون ساز [مرکزی] میں انڈی پینڈینٹ پارٹی کا اہانت آمیز انداز میں ذکر کرتے ہیں تو وہ ان تمام خدمات کو فراموش کر دیتے ہیں جو انہوں نے سرانجام دیں- اگر یہ پارٹی نہ ہوتی تو کانگرس ایوان سے ایک تحریک بھی منظور نہ کرا سکتی اور اگر وہ گزشتہ دو برس کی ڈویژن لسٹ دیکھیں تو جیسا کہ مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی نے تسلیم کیا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت نے قومی مفاد کے حق میں رائے دی' اگرچہ وہ اپنی ذاتی کوششوں سے اور جداگانہ طریقہ انتخاب کے ذریعہ منتخب ہوئے تھے-

وہ کہتے ہیں کہ مسلم لیگ مسلمانوں کے ایک گروہ کی نیابت کرتی ہے- بلاشبہ وہ فریق احترام و تکریم ہیں- لیکن وہ اعلیٰ متوسط طبقوں کے بلند تر حلقوں میں کام کرتی ہے- لیکن کانگرس ہائی کان کن لوگوں پر مشتمل ہے؟ وہ بھی اعلیٰ متوسط طبقے کے قابل احترام لوگ ہیں- کسان اور مزدور کہاں ہیں؟ مزید برآں کانگرس کی مجموعی رکنیت کتنی ہے؟ قوم پرست اور محب وطن ہندوؤں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی اس کی رکن نہیں کیونکہ وہ کانگرس کے طریقوں کو پسند نہیں کرتے-

"میں ان کی پرتپاک پیش کش کا شکر گزار ہوں جب وہ یہ کہتے ہیں : کانگرس جملہ تعاون کا خیرمقدم کرتی ہے- وہ بہ مسرت مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کرے گی جیسا کہ وہ دیگر تنظیموں کے ساتھ کرے گی [اور مجھے مسرت ہے کہ انہوں نے یہ تسلیم تو کیا کہ دیگر تنظیمیں بھی ہیں] لیکن اس تعاون کی اساس استعماری نظام کی مخالفت اور عوام کی فلاح و بہبود پر استوار ہو- ان کے خیال میں اعلیٰ طبقے کے مٹھی بھر افراد کے ساتھ کوئی معاہدہ یا مفاہمت اور عوام کے مفادات کو نظر انداز کر دینے کی کوئی حقیقی اور مستقل نذر و قیمت ہوتی ہے یہ عوام سے نمٹتی ہے- اسے علم ہے کہ عوام ہندو یا مسلمان فرقہ وارانہ مسائل کی کم ہی پروا" کرتے ہیں وہ فوری طور پر تاکیدا" اقتصادی سہولت کا تقاضا کرتے ہیں اور یہ کچھ حاصل کرنے کے لئے سیاسی آزادی اس اس وسیع بنیاد پر اس ملک کے تمام عناصر کے درمیان بھرپور تعاون ہو سکتا ہے جو من حیث المجموع عام لوگوں کی فلاح اور استعماری نظام سے آزادی کے خواہاں ہیں-

"کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جس حکمت عملی اور پروگرام کا وہ پرچار کر رہے ہیں اس تقاضے کو پورا کر دے گا جسے انہوں نے عوام کی عجلت اور تاکید' کا نام دیا ہے اور جو انہیں اقتصادی سہولت اور سیاسی آزادی عطا کر دے گا؟ آئیں اور ایک ٹھوس اور عملی اسکیم تیار کریں جو عوام کے اثر ضروری اور تاکیدی تقاضوں کو پورا کر دے اور انہیں حقیقی اقتصادی سہولت فوری طور پر عطا کر دے اور میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ مسلم لیگ اپنا بھرپور تعاون پیش کر دے گی کیونکہ صرف وہی ایک ہندی نہیں ہیں جو ان لوگوں کا احساس رکھتے ہیں جو غربت اور مشکلات میں مبتلا ہیں۔

"محمد علی جناح نے کہا وہ ایک زبردست غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں جب وہ خود کو عوام کے مفادات کا واحد نگہبان تصور کرتے ہیں۔ میں ان سے یہ بھی دریافت کروں گا کہ وہ کس طرح ہم سے استعمار کے خلاف جنگ کرانا چاہتے ہیں۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ ہم تمام راجاؤں اور ہندی ریاستوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیں' تمام سرمایہ داروں تباہ کر دیں' ان کی زمینوں اور املاک کو ضبط کرلیں گے اور فوراً ہی اشتراکی طرز کی حکومت قائم کر دیں۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ پہلے حصول آزادی کے لئے متحدہ محاذ پیش کیا جائے کسی بھی نامعلوم تاریخ کو جب اقتدار ہمارے قبضے میں ہو گا یا اقتدار ہمارے قبضے میں آنے والا ہو گا۔ تو ہم مجلس دستور ساز کے ذریعہ باقی ہر چیز کا فیصلہ کریں گے۔

میں حیران ہوں کہ کیا وہ عوام جو فوری طور پر اور بالاصرار اقتصادی سہولت کا تقاضا اور مطالبہ کرتے ہیں سمجھ سکتے ہیں کہ ان کا مطلب کیا ہے۔

لیگ کی غرض و غایت

مسلم لیگ کسی اور ذمہ دار جماعت کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہے' دراصل یہ ہمارے پروگرام اور حکمت عملی کا جزو ہے بشرطیکہ ایک مشترک پروگرام اور حکمت عملی پر اتفاق ہو سکے۔ جو واقعتاً ایک متحدہ محاذ کو وجود میں لے آئے۔ لیگ اس کی قائل نہیں کہ وہ اپنے لئے کوئی غیر فرقہ وارانہ لیبل اختیار کر لے اور دوسرے فرقوں کے اور مجھ طالع آزمایا سریع الاعتقاد لوگوں کو اپنی صفوں میں شامل کر لے جنہیں اپنے لوگوں کی کوئی حمایت حاصل نہ ہو اور یہ حیثیت حاصل کرنے کی کوشش کرے کہ وہ واحد جماعت ہے جسے سارے ہند کی طرف سے بات کرنے اور عمل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

میں اسے اپنی مدح سرائی محمول کرتا ہوں کہ پنڈت جواہر لال نے مجھے بھائی پر مانند کی قطار میں کھڑا کر دیا لیکن کیا میں ان کی توجہ اس حقیقت کی جانب مبذول کرا سکتا ہوں کہ ان میں اور مجھ میں ایک بہت اہم فرق ہے کہ وہ ہندو راج کے قائل ہیں اور میں ہند کے لوگوں کے لئے

پوری جمہوری ذمہ دار حکومت کا علمبردار ہوں۔

میں حیران ہوں کہ کیا انہیں اس بات کا احساس ہے کہ وہ جن چیزوں کا پرچار کر رہے وہ انہیں اوران معصوم لوگوں کو کہاں لے جا کر چھوڑیں گی' جو ان کی پیروی کر سکتے ہیں۔ میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ زمین پر اتر آئیں۔ ان حالات اور حقائق کا زیادہ مطالعہ کریں جو ہمیں درپیش ہیں' اور اپنی توانائی اور اہلیت سے ایک عملی آدمی کی طرح ان مسائل کو حل کریں جن کا ہمیں سامنا ہے۔ اپنے انوکھے پروگرام کو روک دیں اور اسے ترک کر دیں۔ کیا وہ بڑے ہوں گے یا پیٹرپان ہی رہیں گے جو کبھی بڑا نہیں ہوا۔ [اے۔ پی۔ آئی]

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۲' جنوری ۱۹۳۷ء)

۵۲۔ پہلی کوشش کے نتائج اطمینان بخش ہیں

صوبائی مجالس قانون ساز کے انتخابی نتائج کے بارے میں اخباری بیان

بمبئی' ۲۸' فروری ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک ملاقات کے دوران صوبائی مجالس قانون کے رکن منتخب ہونے والے مسلم لیگی امیدواروں کے لئے مسلم لیگ کے پروگرام اور اس کی حکمت عملی کے خدوخال بیان کئے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ ان کے پروگرام کی دو اہم باتیں یہ ہوں گی کہ مسلم لیگ مجالس قانون ساز کو ملک کے لئے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرنے کے لئے استعمال کرے اور یہ کہ وہ کوشش کریں گے کہ موجودہ صوبائی دستور اور مرکز کے لئے مجوزہ دستور کو فوراً پوری جمہوری اور خود مختار حکومت سے بدل دیا جائے۔ صدر مسلم لیگ نے مختلف مجالس قانون ساز میں جماعت کی صورت حال پر بھی تبصرہ کیا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ "یہ پہلا موقع ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ نے مرکز سے' موثر صوبائی اور ضلعی تنظیموں کے نہ ہوتے ہوئے' عوام سے رابطے کرنے کی کوشش کی ہے۔ مسلم لیگ نئے دستور کے تحت صوبائی مجالس قانون ساز کے انتخابات کے میدان میں اتری اور جیسا کہ میں نے بار بار یہ بات دہرائی ہے کہ یہ کٹھن کام بہت زبردست ہے۔ انہوں نے کہا یہ ایسا اس لئے تھا کہ اولاً مسلمان ہر اعتبار سے پسماندہ ہے اور منظم بھی نہیں ثانیاً" ہماری موجودہ تنظیم کا بھی صوبائی اور ضلعی شاخوں کی شکل میں کوئی تنظیمی سلسلہ نہ تھا۔ لیکن آغاز کار تو کرنا تھا۔ پہلی کوشش کے نتیجے سے میں پورے سے بھی کچھ زیادہ ہی مطمئن ہوں۔

حکمت عملی کے اہم نکات

صدر مسلم لیگ مسٹر ایم- اے- جناح نے کہا "کہ ہماری حکمت عملی اور ہمارا پروگرام خاصے معروف ہیں مختصراً اس کے دو اہم نکات یہ ہیں :

(۱)- یہ کہ موجودہ صوبائی دستور اور مجوزہ مرکزی دستور فوری طور پر مکمل جمہوری خود مختاری حکومت سے بدل دیا جائے اور

(۲)- یہ کہ دریں اثناء مختلف مجالس قانون ساز میں مسلم لیگی نمائندے زندگی کے مختلف شعبوں میں عوام کی ترقی کے لئے دستور سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کریں- ہم مجالس قانون ساز میں کسی بھی ترقی پسند گروہ کے ساتھ' فلاح و بہبود اور صوبوں کے مفاد میں بالخصوص اور ملک کے مفاد میں بالعموم' تعاون کریں گے-"

مختلف مجالس قانون ساز میں مسلم لیگی نمائندوں کی تعداد بتاتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "ہماری کوششوں کا نتیجہ یہ رہا کہ بنگال میں مسلم لیگ نے پچاس ۵۰ فیصد نشستیں حاصل کیں اور سب سے بڑا مسلم گروپ بن گیا- یوپی میں اس نے ایوان زیریں کے لئے صرف ۳۵ امیدوار کھڑے کئے- اور کل ۶۶ نشستوں میں سے ۲۹ جیت لیں- مدراس میں مسلم لیگ بورڈ نے گیارہ ۱۱ امیدوار نامزد کئے تھے مجلس کے لئے اور تین کونسل کے لئے- مجلس کی ایک نشست کے سوا باقی تمام نشستوں پر مسلم لیگ کامیاب رہی- بمبئی میں کامیابی کا تناسب زیادہ رہا- کل تیس ۳۰ نشستوں میں سے دو تہائی لیگ نے جیت لیں اور مجھے آزاد امیدواروں کی طرف برقیے موصول ہوئے جن میں لیگ میں شامل ہونے کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہے-

پنجاب میں ناکامی

مجھے بہت افسوس کے ساتھ تسلیم ہے کہ پنجاب میں ہم ناکام رہے- بہار میں کوئی مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ قائم نہیں کیا گیا- سی پی میں مسٹر رؤف شاہ اور مسٹر شریف دونوں کی جماعتوں نے لیگ سے الحاق کی درخواستیں دیں- چونکہ مسٹر رؤف شاہ اور مسٹر شریف دونوں مرکزی پارلیمانی بورڈ کے رکن تھے اس لئے قواعد کے تحت دونوں صوبائی پارلیمانی بورڈ تشکیل دینے کے مجاز تھے- میری انتھک کوششوں کے باوجود دونوں مجھ سے اتفاق نہ کر سکے اور کیونکہ الحاق کی درخواستیں وقت گزرنے کے بعد دی گئیں اس لئے فیصلہ رائے دہندگان پر چھوڑ دیا گیا کہ جو پارٹی اکثریت میں آئے گی اسی کے بورڈ کو مرکز پارلیمانی بورڈ تسلیم کرے گا-

آسام کی صورت حال

جہاں تک آسام کا تعلق ہے مسلم لیگ نے چونتیس ۳۴ میں سے نو ۹ نشستیں جیتیں- صوبہ

سرحد، اڑیسہ اور سندھ میں کوئی مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ قائم نہیں کیا گیا تھا۔"

مسٹر جناح نے کہا: "صرف چند ماہ کے کام کے بعد اس کامیابی پر مسلمان ہر اعتبار سے مبارکباد کے مستحق ہیں" اب یہ ان پر منحصر ہے کہ سارے ہند میں اپنی تنظیم کریں اور نظم و نسق میں اپنا مناسب مقام اور صوبوں اور ملک کی حکومت میں اپنا حصہ حاصل کریں۔ لیگ کا آئین اور حکمت عملی ہمیں نہیں روکتی۔ علاوہ ازیں یہ ہمارے بنیادی اصول کا جزو اور حصہ ہے کہ ہم شروع ہی سے مجلس قانون ساز کے باہر یا اندر کسی بھی گروہ یا جماعت کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے آزاد اور تیار ہیں بشرطیکہ بنیادی اصول متفقہ طور پر منضبط کئے جائیں۔

(دی ٹائمز آف انڈیا، یکم مارچ ۱۹۳۷ء دی اسٹار آف انڈیا ۲، مارچ ۱۹۳۷ء)

۵۳۔ عہدے قبول کر کے کانگرس دستور کو تباہ کرنے کی بجائے اسے چلا رہی ہے

اینگلو عربک کالج یونین سے خطاب

دہلی، ۱۲، مارچ ۱۹۳۷ء

اینگلو عربک کالج یونین سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کانگرس کے اس تخیل کا تمسخر اڑایا کہ کانگرس عہدے قبول کر کے نئے دستور کو تباہ کر رہی ہے۔ مسٹر جناح نے اعلان کیا کہ عہدے قبول کرنے کا مطلب ہے نئے دستور کو چلانا لیکن یہ تسلیم کرنے کی کانگرس میں ہمت نہیں۔ اپنے بارے میں انہوں نے نہایت صاف گوئی سے تسلیم کیا کہ نیا دستور مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں ہے اور انہوں نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ وہ اسے مکمل جمہوری دستور سے بدل دیں گے۔ اس مطالبے سرموانحراف نہیں ہو گا۔

تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ کانگرس اور مسلم لیگ میں کوئی فرق نہیں ماسوا اس کے کہ موخرالذکر اقلیتی فرقے کے حقوق قائم کرنے کی قائل ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ان کا دل ملک کی آزادی کے لئے دھڑک رہا ہے۔ انہوں نے تقریر ختم کرتے ہوئے کہا: مسلمانوں اور ہندوؤں میں حقیقی اتحاد صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب دونوں فرقے داخلی تنظیم کے ذریعے بہتر ذہن کی نشوونما کریں۔ { اے۔ پی۔ آئی }

(دی اسٹار آف انڈیا، ۱۵ مارچ ۱۹۳۷ء)

۵۴- کانگرس کے عہدے قبول کرنے کے بارے میں قرار داد پر اظہار خیال

ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندے سے ملاقات

نئی دہلی ۲۰' مارچ ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایسوسی ایٹڈ پریس کے ایک نمائندے کے ساتھ ملاقات کے دوران کانگرس کے عہدوں کی قبولیت پر قرار داد کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"میں کانگرس کے دائیں بازو کے رہنماؤں کو کانگرس کو اپنا حلیف بنا لینے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں- انہوں نے ایک فارمولہ منظور کیا ہے جو عملاً ویسا ہے جیسا کہ آل انڈیا مسلم لیگ نے ۱۲' اپریل ۱۹۳۶ء کو منظور کیا تھا' یعنی موجودہ حالات میں ہمیں دستور کو وہ جیسا کیسا بھی ہے استعمال کرنا چاہئے- وہ شرائط کہ' وزارتیں اس وقت تک قبول نہیں کی جائیں گی جب تک کہ مقننہ میں کانگرس کا قائد علی الاعلان یہ نہ کہہ دے کہ وہ مطمئن ہے کہ گورنر اپنے مداخلت کے اختیارات استعمال نہیں کریں گے اور ان کی دستوری سرگرمیوں کے بارے میں گورنر وزرا کے مشورے کو مسترد نہیں کریں گے' فاضل بات ہے-

گورنر کے فرائض

دستاویز ہدایات [شق نمبر] گورنر کا فرض یہ قرار دیتی ہے کہ

"جملہ امور میں جو صوبائی انتظامیہ کے حیطہ کار میں ہوں گے ماسوا ان اقدامات کے جو انہیں قانون کے تحت اپنی صوابدید کے مطابق کرنے ہوں گے گورنر ان اختیارات' کے استعمال میں جو انہیں حاصل ہوں گے' اپنے وزراء کے مشورے کے مطابق عمل کریں گے- تاآنکہ ان کی رائے میں ایسے مشورے پر عمل کرنا ان کی خصوصی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے تصادم ہو جو قانون کے تحت ان پر عائد ہوتی ہیں- ایسی صورت میں وزراء کے مشورے سے صرف نظر کر کے وہ ان اختیارات کے تحت کارروائی سر انجام دیں گے جو ان کی انفرادی رائے میں متذکرہ بالا ذمہ داریوں کی ادائیگی اور کارروائی کے لئے لازمی ہو گی- لیکن وہ اس امر کا اہتمام کریں گے کہ وہ اپنے خصوصی اختیارات کو اس طور پر استعمال کریں کہ وزراء ان کی خصوصی ذمہ

داریوں کا سہارا لینے لگیں اور وہ خود کو ان ذمہ داریوں سے بری الذمہ نہ ٹھیرا سکیں
جو صحیح طور پر ان کی اپنی ہیں۔"

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "ایسی بے کار یقین دہانی کی کیا قدر و قیمت ہو گی جو مخفی ہے اور جس کا مختلف گورنروں اور گورنر جنرل کی جانب سے اعلان کیا جا چکا ہے؟ آزمائش یہ ہے کہ منصف کون ہو گا اور اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ مقننہ یا انتظامیہ میں کانگرس کا تجویز کردہ کوئی خاص اقدام قانون کے تحت دستوری سرگرمیوں کے ذیل میں آتا ہے یا نہیں۔ جب تک گورنر واحد اور حتمی منصف ہے۔ صورت حال ٹھیک وہی .ہتی ہے جیسی کہ وہ قانون [حکومت ہند] یا دستاویز ہدایات میں مذکور ہے۔ تاہم شاید یہ امر کچھ لوگوں کے تخیل کے لئے مہمیز کا کام دے سکے کہ کانگرس نے کوئی انوکھی بات کی ہے۔ لیکن یہ بدیہی بات ہے کہ شاید ہی کوئی دانش مند گورنر بلا کسی وجہ کے ایک ذمہ دار حکومت کی' کارروایوں پر پابندی عائد کرنے کی کوشش کرے گا' جسے ذمہ داری بھی محدود احاطے میں ملی ہے۔ بایں ہمہ دستور کو ملیامیٹ کرنے کا ڈھکوسلہ ہوا میں تحلیل ہو گیا ہے اور اب ہم دستوری سرگرمیوں کی حدود میں رہ گئے ہیں اور ایسا کرنے پر ہم اس لئے مجبور ہیں کہ کوئی متحدہ محاذ موجود نہیں ہے۔

اب' جیسا کہ ہم قومی خود مختار حکومت کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں' مختلف مجالس قانون ساز میں آل انڈیا مسلم لیگ پارٹیوں کے لئے دیگر ترقی پسند جماعتوں کے ساتھ تعاون کرنا سہل ہو گیا کیونکہ کانگرس نے بھی قطار بنا لی ہے۔ اب میں ہند کے مسلمانوں پر زور دیتا ہوں کہ وہ سارے ہند میں مسلمانوں کو منظم کرنے کی پوری کوشش کریں اور آل انڈیا مسلم لیگ' اس کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کو کامیاب بنائیں۔ میں بالخصوص ان مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں' جو اس ملک میں کسی اور شخص کی طرح' قومی خود مختار حکومت اور ہند کی آزادی کے بارے میں شدت سے سوچتے ہیں' کہ وہ مسلم لیگ کے پرچم کے گرد جمع ہو جائیں۔

بہرائچ کا ضمنی انتخاب

ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم بہرائچ کی اس نشست پر دوبارہ انتخاب لڑیں جو مسلم لیگ نے جیتی تھی لیکن جس رکن نے یہ نشست جیتی تھی' میں یہ بات بہت افسوس سے کہتا ہوں وہ اب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ مجھے یقین ہے کانگرس اس نشت کے لئے لڑے گی۔ یہ کانگرس کی بہت بڑی غلطی ہو گی کیونکہ بہر نوع اب کانگرس اور مسلم لیگ میں

کوئی بہت نمایاں فرق باقی نہیں رہ گیا کہ اب کانگرس کے پروگرام میں سے بھی دستور کو ملیامیٹ کرنے کا عنصر غائب ہو گیا ہے۔

میں نے اکثر یہ کہا ہے کہ میں کوشش کر رہا ہوں کہ مسلمان پوری دلجمعی اور خلوص کے ساتھ آل انڈیا مسلم لیگ' کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام پر کار بند رہیں' جو قومی ہے اور حب وطن کا حامل ہے اور یہ کہ ہمیں ہمیشہ کانگرس کے ساتھ اس کے تعمیری پروگرام میں تعاون کر کے مسرت ہو گی۔ یہ ایک بے سود بات ہو گی کہ ایک مسلمان فرد کی کانگرس میں صرف انعام کی خاطر شمولیت کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ بات ختم کرتے ہوئے میں اس بات پر زور دیتا ہوں کہ آیئے اب ہم اس بات پر اپنی توجہ مرکوز کریں کہ وہ کون سے اسباب ہیں جو ایک متحدہ محاذ کی راہ میں حائل ہیں۔ (اے۔ پی۔ آئی)

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۱' مارچ ۱۹۳۷ء)

۵۵۔ کونسل کو پارلیمانی بورڈوں کو برخاست کرنے کا اختیار نہیں

نئی دہلی' ۲۱' مارچ ۱۹۳۷ء

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں ایک تجویز پیش کی گئی تھی کہ لیگ پارلیمانی بورڈ کو برخاست کر دینا چاہیے کیونکہ وہ ایک مقصد یعنی صوبائی انتخابات میں امیدواروں کو منتخب کرنے اور ان کی حمایت کرنے کی غرض سے قائم کئے گئے تھے جو اب پورا ہو گیا ہے اور یہ کہ ان کے اختیارات مسلم لیگ کی صوبائی شاخوں کو تفویض کر دیے جائیں' جو ہر صوبے میں قائم کی جائے گی۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اپنی تقریر میں اس امر کی وضاحت کی کہ کونسل کو بورڈ کو برخاست کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں کیونکہ وہ اس کے اختیار کے تحت قائم نہیں کئے گئے تھے۔ حالیہ انتخابات کے دوران لیگ نے جو کام کیا اس پر تبصرہ کرتے مسٹر جناح نے آئندہ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کے خدوخال بیان کئے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ابتدائی مسئلہ جو انہیں اس وقت درپیش ہے وہ مسلمانوں کی عوامی سطح پر تنظیم ہے۔ انہوں نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ لیگ کے بنیادی اصولوں پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کریں جن میں اس کے پروگرام سمیت آپ کی خواہش کے مطابق تبدیلی بھی لائی جا سکتی ہے۔" انہوں نے اس الزام کی تردید کی' جو کچھ لوگوں نے ان کے خلاف عائد کیا کہ انتخابات کے دوران انہوں آمرانہ کردار ادا کیا۔ جہاں تک اس تجویز کا تعلق ہے کہ پارلیمانی

صرف اس لئے چاہتے ہیں کہ ان کا وجود ان کے مقاصد سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ عوام کے ساتھ رابطے استوار کرنے کی تجویز کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ ٹھیک یہی کچھ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن یہ کٹھن کام اس قدر زبردست نوعیت کا ہے کہ قلیل مدت میں اسے سر انجام نہیں دیا جا سکتا۔

مسلمان اور قوم پرستی

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ کوئی معقول ہندوستانی ایسا نہیں ہو گا جسے قومی آزادی کی خواہش نہ ہو۔ اس مسئلہ پر اختلاف رائے کی وجہ مسلمانوں میں قوم پرستی کی کمی نہیں بلکہ اس کے دوسرے اسباب ہیں۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی شناخت ایک دوسرے میں ضم کر دیں کیونکہ دونوں فرقوں کا معاشرتی سرمایہ اور ثقافت بنیادی طور پر مختلف ہے' لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ عین ممکن ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر آزادی کی منزل کی طرف رواں دواں ہو جائیں۔ ان کا عقیدہ ہے قومی خود مختار حکومت اور انہوں نے کہا کہ اگر مسلمانوں نے آزادی کے سفر میں شرکت کا فیصلہ کیا تو وہ پوری دلجمعی کے ساتھ اپنی حمایت کا یقین دلاتے ہیں۔ لیکن وہ نہیں چاہتے کہ مسلمان کسی فرد واحد یا کسی تنظیم کو خوش کرنے کے لئے ایسا کریں۔ مزید برآں وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ مسلمان حاشیہ برادروں کا کردار ادا کریں بلکہ وہ چاہیے ہیں کہ مسلمان دستے میں شامل ہوں۔

مسٹر جناح نے کونسل کے اراکین کو تلقین کی کہ وہ مسلمانوں کو منظم ہو جاتے کا پیغام قریہ قریہ پہنچائیں مسٹر جناح نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے کہا کہ "ڈوبیں یا تیریں' مریں یا جئیں لیکن ایک متحدہ قوم کی طرح زندہ رہیں۔"

کونسل کے اجلاس میں ایک قرار داد منظور کی گئی جس میں اس امر پر زور دیا گیا کہ ہند کے طول و عرض میں لیگ کی صوبائی اور ضلعی شاخیں قائم کرنے کے لئے فوری اقدام کئے جائیں۔ قرار داد میں یہ امید بھی ظاہر کی گئی کہ کونسل کا ہر رکن ضلعی اور صوبائی شاخیں قائم کرنے اور انہیں بحال رکھنے میں مدد دے گا۔ [اے۔ پی۔ آئی] (دی اسٹار آف انڈیا' ۲۲' مارچ ۱۹۳۷ء)

۵۶- یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ مسلم لیگ وطن کی آزادی کے لئے لڑنا نہیں چاہتی

کانگرس کے مسلم عوام سے رابطے کے پروگرام پر بیان

بمبئی' ۱۹' اپریل ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ: "یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ مسلم لیگ اپنے ملک کی آزادی کے لئے لڑنے کی قائل نہیں ہے- اگر کوئی شخص مسلم لیگ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کو دیانتداری کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرے' جو اس وقت ضبط تحریر میں موجود ہے اور جسے بار بار نشر کیا گیا ہے' تو وہ یہ دیکھے گا کہ لیگ ہند کے لوگوں کے لئے مکمل قومی خود مختار حکومت کی قائل ہے- اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سمجھتی ہے کہ اس ملک میں حقیقی قومی حکومت نہ قائم ہو سکتی ہے اور نہ ہو گی تاآنکہ اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا ایک عزت مندانہ صحیفہ کے تحت حفاظت اور تحفظ نہ ہو جائے- یہی وہ واحد شے ہے جو ان میں تحفظ کا شعور پیدا کرے گی اور اکثریت کی حکومت کے لئے ان کا بھروسہ اور اعتماد جیتے گی- لیگ اس بنیادی اصول کی میثاق لکھنؤ ۱۹۱۶ء سے قائل ہے اور آج بھی قائل ہے-

کانگرس کے مثالی رہنما

جناح نے کہا کہ مجھے یہ جان کر کہ افسوس ہوا کہ کانگرس کے کچھ رہنما مثالی لوگوں کی طرح بات کر رہے ہیں اور ایک نئی حکمت عملی کی جھلک دکھا رہے ہیں- مسلمانوں اور مسلم لیگ کی طرف ان کی اس حالیہ حکمت عملی پر عمل درآمد ناکام ہو کر رہے گا اور تباہی کی طرف لے جائے گا- میں دیکھتا ہوں کہ دانستہ طور پر برے مقصد کے لئے مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے' ان کے جذبہ الوطنی اور احساس قوم پرستی کو یہ غلط بات کہہ کر ابھارا جا رہا ہے گویا کانگرس کے پاس ہند کی آزادی کی جدوجہد کا اجارہ ہے اور وہی اس کی علمبردار ہے اور کسی اور جماعت کو اگر وہ صد فی صد کانگرس سے اتفاق نہیں کرتی زندہ رہنے کا حق حاصل نہیں- جب کبھی کوئی اقلیتوں کے تحفظ کا سوال اٹھانے کی جسارت کرتا ہے اس فرقہ پرست قرار دے کر اس کا منہ بند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے- کیونکہ کانگرس کے خیال میں حقیقتاً ایسی کوئی چیز ہے ہی نہیں جسے ہندو مسلم مسئلہ کہا جا سکے- یہ حقیقت سے کتنا بعید ہے- چنانچہ ہم اسی نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا مقصد مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا اور مسلم لیگ کو توڑنا ہے- میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ یہ حکمت عملی ملک کی قومی ترقی کو پیچھے دھکیل دے گی- ہندوؤں اور مسلمانوں اور

دیگر اقلیتوں میں اتحاد اور ایک عزت مندانہ مفاہمت وہ واحد بنیاد ہے جس پر ہند کے ۳۵۰ ملین لوگوں کی قومی خود مختار حکومت کی بنا استوار کی جا سکتی ہے اور برقرار رکھی جا سکتی ہے۔

اقلیتوں کے مفادات

"انہوں نے کہا کیا میں یہاں مسٹر گاندھی کا حوالہ دے سکتا ہوں۔ گاندھی جی کہتے ہیں "للذا اس سے مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ لارڈ زٹلینڈ تقسیم کرو اور راج کرو کی پرانی دھن الاپ رہے ہیں۔ کانگرس تو دو دن بھی زندہ نہیں رہ سکتی اگر وہ اقلیتوں کے مفادات کو نظر انداز کرے۔ یہ ہند کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے تو عوامی حکومت نہیں لا سکتی۔ کانگرس وزارتیں اگر کبھی معرض وجود میں آئیں تو گورنر کے تحفظات کے بنا وہ اپنی قبریں خود کھود لیں گی جس لمحے انہوں نے اقلیتوں کے حقوق پامال کئے یا کسی اور طریقے کے ناانصافی اختیار کی۔"

بلاشبہ یہ بیان فرض کرتا ہے کہ جس لمحے کسی ناانصافی کا ارتکاب کرتا ہے یا کوئی اور غلط کام کرتا ہے تو وہ زندہ نہیں رہتا۔ لیکن اس عملی دنیا میں اکثریتوں نے اقلیتوں کے حقوق کو پامال کر کے فروغ پایا جو ان [اقلیتوں] کے لئے سخت ناانصافی پر منتج ہوئے اور انہیں [اکثریتوں کو] ابھی تک دفن نہیں کیا گیا اگرچہ ایک مدت مدید سے انہوں نے اپنی قبریں خود کھودنے کی راہ اپنا رکھی ہے۔

لیگ کی صورت حال

مسٹر جناح نے کہا "کیا میں مسٹر گاندھی کے ایک حالیہ بیان سے ایک بار پھر حوالہ دے سکتا ہوں؟ وہ کہتے ہیں "کانگرس نے جو یقین دہانی چاہی ہے اگر گورنر وہ نہیں دے سکتے تو میں ایک آبرو مندانہ جمود کو کانگرسیوں اور گورنروں کے مابین زور زور سے غیر آبرو مندانہ جھگڑوں پر ترجیح دوں گا" عین یہی صورت حال مسلم لیگ کی ہے کہ وہ ایک آبرو مندانہ ہمیشہ کو ہندو اور مسلمانوں کے مابین روز روز کے غیر آبرو مندانہ جھگڑوں پر جو آج کل ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے' پر ترجیح دیتے ہیں۔

"اس طرح کے کھیل کہ دو عظیم برادر فرقوں کو ایسے حربوں سے تقسیم کرنا ہند کی ایک تاریخی بد نصیبی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ غیر ملکی غلبہ گردنوں پر مسلط ہے۔ اور اسی جہت میں کانگرس کی مزید کوششیں کہ مسلمانوں کو تقسیم کرو اور ان پر راج کرو محض اس غلبے کو غیر معینہ مدت تک برقرار رکھنے پر منتج ہو گا۔ بہر نوع مجھے مسرت ہے کہ صدر کانگرس نے یہ تو تسلیم کیا کہ انہوں نے ابتک مسلمانوں کو نظر انداز کیا ہے اور یہی وجہ تھی کہ کانگرس حالیہ انتخابات میں مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ یہ بھی ایک بہتری کی بات ہے کہ مسلم لیگ نے کم سے کم

انہیں اس امر کا قائل کر دیا کہ ان کی رائے اور جذبات کا کچھ لحاظ رہنا لازمی بات ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ انہوں نے اس کا وہ حل دریافت کیا جو زیادہ تلخی پیدا کرنے کا باعث ہو گا اور اس مقصد کو زک پہنچائے گا جو ہر قوم پرست کو دل سے عزیز ہے۔

مسلمانوں میں پروپاگنڈا

مسٹر جناح نے کہا "اپنے گشتی مراسلے میں جو گاندھی جی حال ہی میں مختلف صوبائی کانگرس کمیٹیوں کے نام ارسال کیا ہے اس میں انہوں نے اس امر پر زور دیا ہے کہ وہ مسلم عوام میں کام کریں۔ انہوں نے تجویز کیا ہے کہ وہ صوبائی کمیٹیوں کے تحت صوبائی مسلم عوام سے رابطہ کمیٹیاں تشکیل دیں تاکہ مسلمانوں کو ممبر بنایا جا سکے اور عام طور سے کانگرس کے امور میں مسلمانوں کی دلچسپی پیدا کی جا سکے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے خواہش کا اظہار ہے کیا کہ وہ اپنی اطلاع ناموں اور جلسوں میں اردو بھی استعمال کریں۔ آل انڈیا مسلم لیگ اور ہر اس مسلمان کو جو لکھ پڑھ سکتا ہو، بجز ان کے جو کانگرس کی واضح طور پر اطاعت کریں، نظر انداز کر دیا جائے۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ ہمیں ایک اور کانگرسی رہنما نے بتایا ہے، جو صدر سے کم اہم نہیں ہیں یعنی مسٹر سرت چندر بوس "کہ مسئلہ جو ہمیں درپیش ہے وہ دال بھات کا ہے اور بنیادی طور پر ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس وقت جس چیز کی ضرورت ہے وہ مسلم عوام میں تھوڑا سا اقتصادی خطوط پر پروپاگنڈا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ بنگال کی وزارت میں ہندوؤں کے حالیہ اصرار پچاس ۵۰ پچاس ۵۰ کے حصہ کو بھول گئے ہیں۔ کیا وہ جانتے ہیں کہ غریب عوام کے علاوہ اور بھی لوگ ہیں جن کے دال بھات کے مسئلہ کو اقتصادی خطوط پر طے کرنے کی ضرورت ہے اور کیا وہ غریب مسلم عوام میں تھوڑا سا پروپاگنڈا کرنے کی بجائے کوئی ایسا پروگرام ترتیب دیں گے جو عوام کو فوری اور حقیقی سہولت بہم پہنچا دے؟ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر وہ ایسا کر سکیں تو کسی بھی ایسے پروگرام کے حصول کے لئے بغیر کسی "تھوڑے پروپاگنڈا مسلمان ان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔

مسلمان دانشور

پس اب میں یہ دیکھتا ہوں کہ کانگرس کے پاس مسلمان دانشوروں کا کوئی مصرف نہیں ہے۔ ان میں سے ایک ایک فرد اپنے ملک یا اپنے فرقے کی خدمت کے نا اہل ہے۔ وہ اس قدر نجی ہیں کہ وہ ہندو دانشوروں کی بات سمجھتے ہی نہیں۔ چنانچہ ان چند بالائی متوسط طبقے کے لائق احترام شرفاء نے حد جاری کر دی ہے در آں حالیکہ چھ صوبوں میں کامیابی کے فوراً بعد مجالس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹیوں کے ساتھ عدم تعاون کا اعلان کرنے کے بعد کسی بھی مجلس قانون ساز میں مسلم

لیگ پارٹی کے ساتھ تاآنکہ وہ اپنے اصولوں اور عقائد کو خیرباد کہیں اپنی پارٹی اور اس کی حکمت عملی اور پروگرام کو ترک کریں اور بلا کسی شرط کے اور غیر مشروط طور پر کانگرس کے عہدنامے پر دستخط کریں۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ ممکن نہیں ہے تو اب وہ سوچتے ہیں کہ وہ مسلم عوام کو اس امر پر آمادہ کرلیں گے کہ وہ ہر مسلمان رہنما یا اپنے نمائندے سے دست کش ہو جائیں اور یہ چند لوگ' کانگرس کے اعلیٰ پایہ کے قوم پرست' یہ توقع کرتے ہیں کہ مسلمان عوام ان کے اتباع کریں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے مفادات کی وہ زیادہ اور بہتر طور نگہداشت کر سکیں گے۔ کیوں کہ ایک نمائندہ حکومت میں اقلیتوں کے تحفظ کے مسئلہ کو عوام بہتر طریقے سمجھ سکتے ہیں کیونکہ آپ ان سے دال بھات کی اصطلاح میں بات کر سکتے ہیں اور اردو کے نوٹس کی شکل میں دانہ ڈال سکتے ہیں' ویسے تو ہندی ہی مسلمانوں کی قومی زبان ہو گی۔

ہڑتال کے واقعات

میرے لئے جو سب سے زیادہ حیران کن بات ہے وہ بابو راجندر پرشاد کا اطمینان ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بہار کے مسلمانوں نے یکم اپریل کے ہڑتال کے مظاہروں میں اس کے باوجود کہ میری رائے کا خلاف تھی' شرکت کی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بابو راجندر پرشاد کو اس بات کا علم ہے کہ میری رائے کے اظہار کے بعد اس کی پیروی کی منظم طریقے سے کوشش نہیں کی گئی۔ کیا وہ چاہتے ہیں کہ میں آئندہ یہ کوشش بھی کروں؟ مزید برآں ایک عملی انسان کی حیثیت سے اور اپنے تجربے کی بنا پر کیا وہ یہ محسوس نہیں کرتے کہ مسلمان کسی بھی مظاہرے یا تماشے سے انسیت رکھتے ہیں اور ہل چل سے لطف اندوز ہوتے ہیں؟ لیکن کیا یہی وہ سب کچھ ہے جو وہ مسلمانوں کے تعاون اور انکی حمایت کے بارے میں کہہ سکتے ہیں؟ مجھے خدشہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو بہت غلط سمجھا ہے۔

ہم نے بمبئی پریذیڈ نسی مسلم لیگ میں زندگی کی نئی روح پھونکی ہے اور ہم اپنا تنظیمی کام بمبئی پریذیڈ نسی کی حدود میں اور سارے ملک میں کریں گے۔ میں سارے ہند کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ لیگ کی صوبائی اور ضلعی شاخوں کی تنظیم کریں اور اور جتنے زیادہ سے زیادہ رکن بھرتی کر سکیں' کریں۔ کوئی چیز ہمیں ایسی حکمت عملی پر کاربند رہنے سے نہیں روک سکتی جسے ہم جانتے ہیں کہ وہ نہ صرف مسلمانوں کے بلکہ سارے ملک کے بہترین مفاد میں ہے۔ ہم مساوی سطح پر تعاون کے لئے تیار ہیں لیکن ہم کسی کا حکم بجا لانے یا کسی کی ماتحتی قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں۔"

(دی ٹائمز آف انڈیا' ۲۰' اپریل ۱۹۳۷ء)

۵۷- مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے کانگرس کی تحریک

بمبئی' ۲۵' اپریل ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک بیان میں کہا "میں سمجھتا ہوں کہ ایک تحریک چل رہی ہے کہ ۲' اور ۳' مئی کو کانگرس کے اراکین کا ایک جلسہ طلب کیا جائے اور اس میں ان مسلمان اراکین کو بھی مدعو کیا جائے جو مسلم لیگ کے ٹکٹ پر مجلس قانون ساز یو- پی کے ممبر منتخب ہوئے ہیں اور یہ کہ الہ آباد میں ایک کانفرنس بھی طلب کی جا رہی ہے-"

"مجھے کچھ پتہ نہیں کہ اس تحریک کا مقصد کیا ہے- لیکن میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ بالکل بے سود ہو گا کہ کوئی فرد یا کچھ افراد موثر طریقے سے یہ کوشش کریں کہ مسلمان ان کی پیروی کریں اگر کسی گروپ سے یا فرض کیجئے پورے صوبے سے کوئی مفاہمت ہو بھی جاتی تو فائدہ؟ یہ دکھ کی بات ہے کہ یہ پھیر والی کوششیں کی جائیں- اس کا واحد مقصد مسلمانوں میں اختلافات پیدا کرنا ہو سکتا ہے- اس کا کوئی فائدہ نہیں کہ ان لوگوں سے سروکار رکھا جائے جو کبھی کانگرس میں شامل ہوتے ہیں کبھی اس سے باہر نکل جاتے ہیں اور کبھی لیگ میں شامل ہوتے ہیں اور کسی وقت اسے خیرباد کہہ دیتے ہیں جیسا کہ ان کے مفید مطلب ہو-

مجھے یقین ہے کہ یو- پی کے مسلمان ہند کے مسلمانوں سے بے وفائی نہیں کریں گے اور کچھ افراد کے ساتھ ایسی مفاہمت جو وقتی طور پر ان کے لئے فائدہ مند ہو ہمیں کسی منزل پر نہ پہنچا سکے گی-

مجھ سے مسٹر خلیق الزماں قائد مسلم لیگ پارٹی مجلس قانون ساز یو- پی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے بتائیں گے کہ یو- پی میں کیا صورت حال ہے- میں نے انہیں یاد دہانی کرائی ہے اور تین ہفتوں سے میں ان کے پیغام کا منتظر ہوں-

میں بھروسہ کرتا ہوں کہ وہ ایسی کوئی مفاہمت نہیں کریں گے جسے نہ صرف ان کے صوبے کے مسلمان بلکہ سارے ہند کے مسلمان مسترد کر دیں-

افراد یا گروہوں کے ساتھ معاملہ کرنے کے طریقہ کا نتیجہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کو تنہا کر دیا جائے یا مسلمانوں کو گروہوں میں یا صوبے میں تقسیم کر دیا جائے اور اس طرح متحدہ محاذ کو تباہ کر دیا جائے- [اے- پی- آئی] (دی بمبئی کرانیکل' ۲۶' اپریل ۱۹۳۷ء)

۵۸- مسلم لیگ مذہبی گروہ نہیں ایک سیاسی تنظیم ہے

پنڈت جواہر لال نہرو کے دو بیانوں کے جواب میں

بمبئی' ۳۰' اپریل ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک بیان میں کہا ہے: "میری توجہ پنڈت جواہر لال نہرو کے لگاتار دو بیانوں کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جو انہوں نے ۲۵' اپریل کے لگ بھگ دیئے- میری خواہش تھی کہ میں دیانتداری سے یہ کہہ سکتا کہ بعض کانگرسی رہنما دھڑلے سے یہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی ہندو- مسلم سوال نہیں اور ہند میں اقلیتوں کا کوئی مسئلہ موجود نہیں ہے- میں نے یہ نہیں کہا کہ پنڈت جواہر لال ایک ' آمر' کے طور پر کام کر رہے ہیں- لیکن میں نے یہ ضرور کہا کہ وہ اس انداز میں بات کر رہے ہیں اور ان کے بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے گویا وہ ایک مطلق العنان حاکم اعلیٰ ہیں- وہ کہتے ہیں: وہ ذاتی طور پر کسی سوال کو فرقہ وارانہ خطوط پر سوچنے میں دشواری محسوس کرتا ہوں-"

"ایسا ہی ہو سکتا ہے لیکن جو لوگ انہیں حصار میں لئے ہوئے ہیں ان میں سے ۹۹ فی صد نہ صرف فرقہ وارانہ خطوط پر سوچتے ہیں بلکہ ان کے قول اور فعل اس کی واضح شہادت دیتے ہیں- تاہم مجھے مسرت ہے کہ جناب صدر' اگر ان کے اپنے الفاظ میں ہی کہا جائے' سب سے زیادہ اہمیت متحدہ ہند کی تعمیر اور ان اختلافات اور شبہات کو دور کرنے کو دیتے ہیں جو بدقسمتی سے بعض اوقات مختلف مذہبی گروہوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتے ہیں-"

زبردست ناانصافی

" یہ نہ صرف مذہبی گروہ ہیں بلکہ سیاسی گروہ ہیں جو کانگرس سے اس کی حکمت عملی اور پروگرام پر اتفاق نہیں کرتے- میں سمجھتا ہوں کہ وہ زبردست ناانصافی کرتے ہیں جب وہ مسلم لیگ کو ایک مذہبی گروہ کا نام دیتے ہیں- مسلم لیگ ایک سیاسی تنظیم ہے اور اس کی حکمت عملی اور اس کا پروگرام کانگرس سے نہایت اہم پہلوؤں سے مختلف ہے- مثال کے طور پر کانگرس کی حکمت عملی' جیسا کہ انہوں نے اپنے تازہ ترین بیان میں اس کی تعبیر کی' ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے " کانگرس کا مقصد سیاسی آزادی ہے' یعنی ہند کے لوگوں کا اقتدار چھین لینا جب اقتدار چھین لیا جائے تو پھر وہ ایک مجلس دستور ساز کے ذریعہ اور دست آہنی کے ساتھ ہند کے لئے ایک دستور بنا دیں گے- جب ان سے یہ دریافت کیا گیا کہ یہ کب تک ہو جائے گا تو ان کا جواب تھا میری زندگی کے دوران' میں ان کی درازی عمر کے لئے دعاگو ہوں-"

اس اثناء میں وہ استعماری اقتدار کو تباہ کرنے کے لئے انقلاب کی تیاریوں میں معروف ہیں- نہ

صرف [illegible] ہمہ ساری دنیا میں اور اس طرح وہ ہماری تباہ کن غربت اور بے روزگاری کو دور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جس کے لئے وہ کام کر رہے ہیں۔ ان کے مکتب فکر کے مطابق اس عظیم آئیڈیل کے حصول تک کے دوران اور کوئی پروگرام ان کے پیش نظر نہیں (بجز اس کے کہ ہر اس جماعت کو تباہ کر دیا جائے جو ان سے کسی بھی طرح ایسی اختلاف کی جرات کرے۔) وہ ضرور یہ آئیڈیل اور خیالی جنت کا منصوبہ پیش کریں لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میں ان کے خیالات کی تائید نہیں کر سکتا کہ مجھے ہند کی صورت حال کے حقائق اور حالات کا لحاظ ہے۔ مجھے اس میں غربت اور بے روزگاری سے اقتصادی خطوط پر فوری سہولت نظر نہیں آتی۔ میں مسلمانوں کی تنبیہہ کرتا ہوں کہ وہ اس میں نہ کود پڑیں اور تاریکی میں چھلانگ نہ لگائیں اور میں بہتر ذہن رکھنے والے ہندوؤں سے کہہ سکتا ہوں کہ براہ کرم سوچ لیجئے اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے۔

مسلم لیگ کی حکمت عملی

دوسری بات یہ کہ آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنی حکمت عملی اور اپنا پروگرام طے کر دیا ہے اور جب تک آل انڈیا مسلم لیگ اسے تبدیل نہ کر دے ہم اس پر کاربند رہنے کے پابند ہیں۔ یعنی یہ کہ ہمیں اپنے پروگرام کو اپنے ملک کے موجودہ حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے صوبائی دستور کو چلانا چاہیے یہ جیسا کیسا بھی ہے۔ اس کا مطلب نہیں کہ ہم قانون حکومت ہند بحریہ ۱۹۳۵ء کے اس شدت سے مخالف نہیں جتنا کہ اور کوئی پارٹی ہو سکتی ہے۔ جب کہ کانگرس کی حکمت عملی اور اس کا پروگرام یہ ہے کہ دستور کو ملیامیٹ کر دیا جائے اس سے جو کچھ بھی ان کی مراد ہو۔ میں یہ اس لئے کہتا ہوں کہ کانگرس کے مختلف ترجمان مختلف طریقوں سے اس کی تعبیر کرتے ہیں اور اسے مختلف معنی پہناتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ ہم کمیونل ایوارڈ کے قائل ہیں تاآنکہ مختلف متعلقہ فرقے اس کے کسی نعم البدل پر متفق ہو جائیں جب کہ کانگرس اسے تباہ کرنے پر تلی بیٹھی ہے اور عبوری طور پر بھی اسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں کہ ہم خود کسی آبرو مندانہ مفاہمت پر اتفاق کر لیں۔

اگلی بات یہ کہ ہند کے موجودہ حالات اور حقائق کے پیش نظر مسلم لیگ راست اقدام شروع کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ ہند کی موجودہ منقسم حالت میں یہ خودکشی کے مترادف ہو گا۔ پس اس طرح یہ واضح ہو جائے گا کہ اہم اختلافات صرف اقلیتوں کے مسائل تک محدود نہیں۔ مجھے ہنسی آتی ہے جب پنڈت جواہر لال نہرو کانگرس کی اس قرار داد کا حوالہ دیتے ہیں جو کراچی میں منظور کی گئی اور جس کا کانگرس کے انتخابی منشور میں اعادہ کیا گیا اور جو کانگرس کی حکمت عما کی

آساس ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اس کا اطلاق یکساں طور سے تمام اکثریتوں اور اقلیتوں پر ہو گا۔ اور یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ کانگرس اسے تبدیل کر دے گی۔ یہاں یہ بدیہی بات ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو صرف عامیانہ بات کرتے ہیں بلکہ اس انداز سے بولتے ہیں گویا انہیں اقلیتوں پر مطلق العنان حاکمیت حاصل ہے۔ یقین ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے دیگر ملکوں کی تاریخیں پڑھی ہوں گی جہاں اقلیتوں کے مسئلہ کو ان یقین دہانیوں تک محدود کر دیا گیا ہے جو کانگرس کے انتخابی منشور میں مذکور ہیں' جو ہر شائستہ حکومت دینے کی پابند ہے۔ ان کے رویے کی روح پھر ایک بار اگلے پیراگراف سے ظاہر ہوتی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ پورے خلوص کے ساتھ دی ہوئی یقین دہانی کے بعد کانگرس کو مذہبی اور ثقافتی امور کے بارے میں مزید اور کچھ نہیں کرنا اور یہ اپنی سیاسی جدوجہد میں منہمک رہتی ہے۔ کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ ان مذہبی اور ثقافتی امور کے ماوراء ایک ناگزیر ضرورت اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے تعلق میں کچھ سیاسی لین دین بھی ہے۔

تنظیم کی ضرورت

"تاہم اس بحث کو جاری رکھنے میں کوئی مفید مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی تنظیم کریں۔ ہمیں اس ملک میں اس جماعت یا اسی جماعت سے کوئی یقین دہانی' مطلوب نہیں اور ہمیں تو برطانوی حکومت سے بھی کبھی یقین دہانی نہیں چاہیے۔ واحد طریقہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی تنظیم کریں اور متحدہ محاذ پیش کریں صرف اسی طریقے سے وہ اس ملک کی آئندہ حکومت میں اپنے حقوق حاصل کر سکیں گے۔ محض خود کو منظم کرنا اور اپنی اقلیت کی بنیاد پر قوت حاصل کرنے کے بعد ہی ہم دوسروں کو ہمارے حقوق پر چھاپہ مارنے یا ہم پر حکم چلانے سے باز رکھ سکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی تنظیم کرنے سے روکنے کے لئے بے تابانہ کوششیں کی جا رہی ہیں اور ہم سے کہا جا رہا ہے کہ ہم مسلم لیگ کو ختم کریں اور اس کا بستر بوریا گول کر دیں۔ میں کانگرسی رہنماؤں سے اپیل کر رہا ہوں کہ وہ اپنی اس نئی حکمت عملی اور پروگرام کو جامہ عمل نہ پہنائیں کیونکہ یہ یقینی طور پر زیادہ تلخی پر منتج ہو گا۔ نظریہ کے طور پر بلاشبہ ہر جماعت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس حلقہ انتخابات میں بھی چاہیں اپنی پسند کا امیدوار کھڑا کر سکتی ہے لیکن یہ تو اس تحریک کی روح اور نیت ہے جس پر غور کرنا ہو گا اور فیصلہ کرنا ہو گا۔ میں نے یہ بار بار کہا ہے کہ اگر کانگرس یا کوئی اور جماعت تعاون پر آمادہ ہے۔ تو ہمارا دست تعاون بھی اس حد تک موجود ہے کہ ہم ہند کی بہتری اور اس کی فلاح و بہبود کی ترقی کے لئے اتفاق کر سکتے ہیں۔ میں ہندوؤں کے بہتر اذہان سے اپیل کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مساوی سطح

پر اتحاد اور آبرو مندانہ مفاہمت کی راہ پر چل کر ہی ہم یقینی طور پر متحدہ محاذ کی منزل پر پہنچ سکتے ہیں جو ہند کے لئے حصول آزادی کا واحد ذریعہ ہو گا۔(اے۔ پی۔ آئی)

(دی اسٹار آف انڈیا' ۳' مئی ۱۹۳۷ء)

۵۹۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے دستور میں ترامیم کا مسئلہ

بمبئی' ۳' مئی ۱۹۳۷ء

"مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ بعض اخبارات میں شائع ہونے والی یہ اطلاعات کہ ایک ذیلی کمیٹی نے جو مسلم لیگ کے دستور اور قواعد پر غور کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی کچھ سفارشات پیش کی ہیں بالکل نا درست اور گمراہ کن ہیں۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ "اولاً تو مسلم لیگ کا موجودہ سیاسی عقیدہ حسب ذیل ہے: ہند کے لئے مکمل ذمہ دار حکومت کا حصول جملہ پر امن اور جائز ذرائع سے مع مسلمانوں کے لئے مناسب اور موثر تحفظات نہ کہ رتبہ قلمرو بذریعہ دستوری طریقوں کے جیسا کہ اخبارات میں شائع ہوا۔

یہ کہنا بھی اتنا ہی نا درست اور گمراہ کن ہے کہ صدر کا عہدہ دائمی ہے مسلم لیگ کا موجودہ قاعدہ اس نکتہ پر حسب ذیل ہے: لیگ کونسل صدر لیگ کو ہر سال منتخب کرے گی اور وہ آئندہ سالانہ اجلاس تک اس عہدہ پر فائز رہیں گے۔ جب کہ موجودہ قاعدے کے تحت سالانہ اجلاس کا صدر محض اجلاس کے دورانیہ کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ دوسرا صدر پورے سال کے دوران برقرار رہتا ہے۔"

اخباری اطلاع کو نمٹاتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ یہ حقیقت ہے کہ نواب اسمٰعیل خاں کی زیر صدارت ایک چھوٹی سی کمیٹی قائم کی گئی تھی جس کو یہ فریضہ سونپا گیا تھا کہ وہ سارے دستور اور قواعد و ضوابط پر غور کرے اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے غور و خوض کے لئے ایسی سفارشات پیش کرے جو اس کے خیال میں مناسب ہوں۔ جب تک انہیں کمیٹی کی رپورٹ موصول نہیں ہو جاتی وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کمیٹی نے کن ترمیموں اور تبدیلیوں کی سفارش کی ہے۔

(دی ٹائمز اف انڈیا' ۴' مئی ۱۹۳۷ء)

۶۰۔ صدر کانگرس کے مسلم لیگ کو سیاسی تنظیم تسلیم کرنے پر اظہار مسرت

پنڈت جواہر لال نہرو کے تازہ ترین بیان کا جواب

بمبئی، ۵، مئی ۱۹۳۷ء

پنڈت جواہر لال نہرو صدر انڈین نیشنل کانگرس کے تازہ ترین بیان پر گفتگو کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک بیان کے دوران اس امر پر اظہار مسرت کیا کہ اب صدر کانگرس نے مسلم لیگ کو ایک سیاسی تنظیم تو تسلیم کر لیا ہے اور یہ بھی کہ اکثر وہ سیاسی منصوبے پر کام کرتی ہے لیکن اسی سانس میں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ لیگ ایک مذہبی گروہ تک محدود ہے اس لئے وہ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر لفظ مذہبی کی بجائے پنڈت جواہر لال نہرو اقلیتی گروہ کہتے تو وہ زیادہ درست ہوتے۔ مسٹر جناح کہتے ہیں کہ لیگ کا سارا پروگرام سیاسی، معاشی اور معاشرتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے اکثر اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مسلم لیگ جداگانہ طرز انتخابات کا منطقی نیتجہ ہے لیکن یہ امر اسے کسی اور گروہ یا جماعت کے ساتھ اشتراک عمل سے نہیں روکتا اگر ایک مشترکہ حکمت عملی اور پروگرام پر اتفاق رائے ہو جائے۔ نہ ہی مسلم لیگ کا دستور اسے مقننہ میں کسی اور گروہ کے ساتھ تعاون سے باز رکھتا ہے کسی ایسے پروگرام کے حوالے سے جس پر اتفاق رائے ہو گیا ہو۔ جب تک اقلیتوں کا مسئلہ طے نہیں ہو جاتا اور جب تک دیگر جماعتوں کے ساتھ حکمت عملی اور پروگرام کے بارے میں اتفاق رائے نہیں ہو جاتا مسلمانوں کی یک جہتی اشد ضروری ہے اور اسے برقرار رہنا چاہیے، پنڈت نہرو نے جو رویہ اپنایا ہے اس کا مقصد مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا اور اس یک جہتی کو توڑنا ہے۔

مسٹر جناح نے اس امر سے اتفاق کیا کہ کانگرس میں چند غیر ہندو بھی شامل ہیں لیکن انہوں نے کہا کہ ایک ابابیل کے آنے سے موسم گرما نہیں آجاتا۔ وہ اس بات کے خلاف ہیں کہ دراصل اور فی الحقیقت ایک مسلم جماعت ہو اور اس میں خوشی کا اظہار کیا کہ صدر کانگرس نے اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی اور لسانی حقوق کے تحفظ کی ضرورت کو تسلیم کر لیا ہے لیکن کانگرس کی طرف سے یک طرفہ اعلان قابل غور نہیں ہو سکتا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ وہ اس پر بھی خوش ہیں کہ پنڈت نہرو نے اقلیتوں کے دیگر مسائل کے وجود کو تسلیم کر لیا ہے لیکن وہ ان سے یہ دریافت کرنا چاہیں گے کہ کیا انہوں نے ان پر کوئی توجہ دی اور یہ معلوم کیا کہ وہ ہیں کیا؟ وہ پنڈت نہرو سے یہ بھی معلوم کرنا چاہیں گے کہ وہ اور کانگرس

متعلقہ فرقوں کے تعاون اور ان کی خیر سگالی کے ساتھ کمیونل ایوارڈ کو تبدیل کرنے کے لئے کیا کوششیں کر رہے ہیں؟ [اے۔ پی۔ آئی] (دی سول اینڈ ملٹر گزٹ' ۶' مئی ۱۹۳۷ء)

۶۱۔ مسلم لیگ یوپی میں مضبوط اور متحد ہو کر ابھری ہے

یہ سب کچھ کانگرسی رہنماؤں کی کوششوں کے باوصف ہوا

لکھنؤ' ۱۰' مئی ۱۹۳۷ء

کانگرسی رہنماؤں کی مسلم لیگ کو زک پہنچانے کی کوششوں کے باوصف مسلم لیگ یوپی میں اتنی زیادہ مضبوط اور متحد ہو کر ابھری ہے جتنی پہلے کبھی نہ تھی۔ یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران کہی۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "گزشتہ تین روزہ قیام کے دوران مجھے مسلم رائے عامہ کے مختلف رہنماؤں سے مشوروں کے مواقع میسر آئے اور مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ یوپی کے مسلمانوں کے دل اور دماغ نہایت مستحکم' مضبوط اور عمدہ حالت میں ہیں' اور مجھے اس باب میں مطلق شبہ نہیں کہ وہ مسلم لیگ کے پرچم تلے مجتمع ہو جائیں گے۔ میں نے ہمیشہ یو۔ پی کے مسلمانوں کو مسلم ہند کا دل تصور کیا ہے۔ بعض افراد نے جو کوششیں کیں' جنہیں میں گھٹیا سازشیں ہی کہہ سکتا ہوں' جائز طور پر ناکام بنا دی گئیں۔

بعض اخبارات کے کالموں میں ہمیں بدنام کرنے کی غلط اور ہماری تصویر کشی کی مہم ہمیں اس حکمت عملی اور پروگرام کو چلانے سے باز نہیں رکھ سکتی' جسے ہم شروع کر چکے ہیں۔ مجھے علم ہے کہ مسلمان منظم نہیں ہیں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ سارے ملک میں ہمارے اپنے خبارات نہیں ہیں اس لئے ہم ذرا گھاٹے میں رہتے ہیں لیکن ہم مخلص ہیں اور ہم نے یہ عزم بالجزم کر رکھا ہے کہ ہند کے طول و عرض میں مسلمانوں کو منظم کریں ے اور ہماری ایسی کوئی خواہش نہیں کہ ہم کسی کی غلامی یا احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں خواہ وہ برطانوی حکومت ہو یا کوئی اکثریتی جماعت ہو یا فرقہ۔ ہم ہند کی آزادی کے علم بردار ہیں اور میں کسی پس و پیش کے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ اس دوران مجھے مسلم لیگ کی صدارت کا اعزاز حاصل رہا ہے۔ مسلم لیگ کا ریکارڈ اس بات کا گواہ ہے کہ ہم نے ہند کے قومی مفاد کو زک نہیں پہنچنے دی۔ ہم اس کے قائل ہیں کہ یہ کسی جماعت یا فرقے کا اجارہ نہیں ہے یہ ہر ہندی کا فرض ہے کہ وہ ہند کے لئے قومی خود مختار حکومت کے حصول کے لئے لڑے۔

"ہم نے یوپی میں ایک بہت ہی طاقتور اور بارسوخ کمیٹی مقرر کی ہے جس کے اراکین کے

اسمائے گرامی اور اس کے اغراض و مقاصد پہلے ہی اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں لہٰذا میں اس صوبے کے مسلمانوں سے اور پورے ہند کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر وہ زندہ رہنا چاہتے ہیں اور کوئی کردار ادا کرنا چاہتے ہیں اور ملک کی حکومت میں باوقار مقام حاصل کرنا اور اسے برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں خود کو منظم کرنا ہو گا اور اہلیت کے معیار پر خود کو قائم پہنچانا ہو گا اور تیز رفتار ترقی میں جو ہو رہی ہے اور آئندہ ہو گی' بھرپور کردار ادا کرنا ہو گا۔ اور میں اپنے مخالفین کو بتا دوں کہ مسلمانوں کی غلط ترجمانی اور انہیں بدنام کرنے سے ہند کی فلاح و بہبود اور حصول مقصد کا کام آگے نہیں بڑھے گا بلکہ وہ اس کے برعکس وہ گردش ایام کو پیچھے کی طرف لوٹا دیں گے۔ اپنی منزل مقصود کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں دوستانہ ماحول پیدا کیا جائے اور ممکنہ برق رفتاری کے ساتھ مسئلہ کا حل دریافت کیا جائے جو ملک کی سب سے بڑی اقلیت میں مکمل تحفظ کا احساس پیدا کرے گا اور اس طرح وہ متحدہ محاذ تخلیق ہو جائے گا جو برطانوی حکومت کو ہمارے مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور کر دے گا۔

چند کانگرسی رہنماؤں کی مسلم لیگ کو نقصان پہنچانے کی کوششوں کے باوصف مسلم لیگ یو۔ پی میں زیادہ مضبوط اور زیادہ متحد ہو کر ابھری ہے جتنی اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ اور میں خوش ہوں کہ جمیعتہ العلمائے ہند کی صورت حال بھی ان حالیہ اعلانات سے جو لکھنؤ اور مراد آباد کے جلسوں میں کئے گئے واضح ہو گئی ہے۔ گفتگو ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا مسلم ہند کے طول و عرض میں ایک پلیٹ فارم پر اور ایک پرچم تلے جمع ہو جائیں اور وہ آل انڈیا مسلم لیگ کا ہی پرچم ہو سکتا ہے۔ ہماری مکمل طور پر خالص قوم پرستانہ حکمت عملی ہے اور خواہ کتنی بھی ریشہ دوانیاں اور غلط ترجمانیاں ہوں' وہ اسے تبدیل نہیں کر سکتیں۔" (اے۔ پی۔ آئی)

(ڈی ٹری بیون' ۱۲' مئی ۱۹۳۷ء)

۶۲۔ بمبئی پریذیڈنسی مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے خطاب

بمبئی' ۲۹' مئی ۱۹۳۷ء

یہ کتنا بیہودہ بات ہے کہ اگر آپ مسلم لیگ کے ساتھ ہیں تو آپ حکومت کے موافق ہیں اور اگر آپ کانگرس کے ساتھ ہیں تو آپ کانگرس کے موافق ہیں۔ ہم بھی ملک کی آزادی کے قائل ہیں اور آزادی کی خاطر لڑنے کے لئے آمادہ ہیں۔ آزادی کے لئے لڑنا کسی سیاسی جماعت کی اجارہ داری نہیں۔ ہم تمام مسلمانوں کو مجتمع کرنا چاہتے ہیں اور یہ دعویٰ کرنے کے لئے کہ مسلمان مسلم لیگ کے حامی ہیں۔ آپ لوگوں کو نے یہ کہتے سنا ہو گا کہ مسلمانوں کو یا تو حکومت کا آسرا تلاش

کرنا چاہئے یا کسی اور تنظیم کا جس نے تھوڑی سی طاقت حاصل کرلی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمان اپنا گھر خود تعمیر کرنے کے لئے اپنے میں خود داری، خود اعتادی اور خود انحصاری پیدا کریں۔" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے بمبئی پریذی ڈ ـنسی مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔

تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ہمیں مسرت ہے کہ ہم فرقہ پرست ہیں۔ کسی اور کے در کے دربان نہیں ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ میں عزت نفس اور خود انحصاری پیدا ہو جائے تو اپنی تنظیم کیجئے۔ اگر یہ فرقہ پرستی ہے تو مجھے اس پر فخر ہے۔ [اے۔ پی۔ آئی] (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۲۱، مئی ۱۹۴۳ء)

۶۳۔ ہم دوسری جماعتوں کے ساتھ مساوی سطح پر جنگ آزادی لڑنے کے لئے تیار ہیں

خیمہ برداری یا کسی کا حکم بجالانے کے لئے ہرگز آمادہ نہیں

بمبئی، ۲۱، مئی ۱۹۴۳ء

"ہم دوسری جماعتوں کے ساتھ برداری کی سطح پر ملک کی آزادی کی جنگ میں شرکت کے لئے تیار ہیں لیکن خیمہ برداری یا کسی کا حکم بجالانے کے لئے ہرگز آمادہ نہیں۔" اس امر کا اعلان مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلمانوں کے ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ جلسہ کا اہتمام بمبئی پریذی ڈ ـنسی مسلم لیگ نے کیا تھا۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ انتخابات کے ساتھ ہی ان کا کام ختم ہو گیا۔ اب اس سے بھی زیادہ اہم کام مسلم لیگ نے شروع کیا ہے۔ مسلمانوں کی تنظیم کا کام نہ صرف بمبئی میں بلکہ پورے ہند میں انہوں نے ہر مسلمان سے اپیل کی کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائے۔ انہوں نے انہیں [مسلمانوں کو] یقین دلایا کہ بہت قلیل مدت میں لیگ ایک مضبوط جماعت بن جائے گی جس میں ملک کی کسی بھی جماعت سے ٹکر لینے کی اہلیت ہو گی۔

کسی کے غلام نہیں بنیں گے

مسٹر جناح نے وضاحت کی کہ لیگ کی حکمت عملی یہ ہے کہ وہ مسلمان ملک کی آزادی کی خاطر لڑنے کے لئے تیار ہیں لیکن دوسروں کے غلام بننے کے لئے نہیں۔ وہ ہندوؤں کے ساتھ برابر کے شریکوں کی حیثیت سے لڑیں گے لیکن کسی کا حکم نہیں بجا لائیں گے۔ بمبئی کے مسلمانوں کو موالی کہا جاتا تھا لیکن تھوڑے ہی عرصے میں لیگ نے اس غلط تاثر کو ختم کر دیا انہوں نے صوبائی

مجلس قانون ساز میں تیس ۳۰ نشستیں جیت لیں۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں اور انہوں نے یہ مظاہرہ بھی کیا کہ وہ نوکریوں کے خواستگار نہیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۳۵ء تک ان کا تاثر یہ تھا کہ ہندو اور مسلمان ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اکٹھا کام کریں گے۔ ۱۹۳۵ء میں چار ۴ پانچ ۵ ہفتے انہوں نے صرف کئے بابو راجندر پرشاد [اس وقت صدر کانگرس] کے ساتھ تبادلہ خیال کرنے کی کوشش کی کہ اگر ہندو مہاسبھا نہیں تو کم سے کم کانگرس رہنما تو مسلمانوں کا نقطۂ نظر قبول کر لیں۔ لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے۔

ایک ماہ سے زیادہ عرصہ بیت گیا کہ نیا دستور نافذ العمل ہے اور اب حالات مختلف ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہندو یہ محسوس کر لیں کہ مسلمانوں سے دوستی کے بغیر آزادی کی جنگ تحصیل لاحاصل رہے گی۔ مسٹر جناح نے کہا کہ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ ایک ترقی پسند آزاد قوم پرست گروہ تشکیل دیں جو ملک کی مشترکہ بھلائی کی غرض سے کانگرس کے ساتھ کام کرے۔ وہ ہمیشہ ایک آبرو مندانہ مفاہمت کے لئے آمادہ رہے لیکن یہ معلوم ہونے کے بعد کہ اس مقصد کو آگے بڑھانے کا کوئی راستہ نہیں، انہوں نے فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ کو تقویت دی جائے۔

(دی ٹائمز آف انڈیا، ۲۲ مئی ۱۹۳۷ء)

۶۴۔ مسلم اخبارات کے اجراء کے لئے چندے کی اپیل

بمبئی، ۷ جون ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے مسلمانوں سے حسب ذیل اپیل کی ہے: ”مسلمانوں کی بہتری اور ترقی کی غرض سے اور ان کی فلاح و بہبود کی خاطر کام کرنے کے لئے سیاسی، معاشی اور معاشرتی شعبوں میں بہت سا کام کرنے کو باقی ہے یہ ہند میں مختلف مراکز قائم کر کے ہی کیا جا سکتا ہے جہاں سے تازہ ترین سیاسی اور اقتصادی معلومات اور علم فراہم کیا جا سکے۔ اور مختلف علاقوں میں ایسے امدادی مراکز قائم کئے جائیں جن سے سے نادار مسلمانوں کو امداد دی جا سکے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ایک آزاد پریس ہو جو ہفت روزہ یا روزنامہ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں ترقی پسند سیاسی خیالات مسلمانوں تک پہنچا سکے اور اس غلط اور معاندانہ پروپا گنڈا کی تردید کر سکے جو ہمارے مخالفین اور متعلقہ فریق ہند کے مختلف حصوں میں پھیلا رہے ہیں۔

”اس مقصد کے لئے یوپی کے چند ممتاز اور محب وطن مسلمانوں نے، جو فی الوقت اپنے نام مخفی رکھنا چاہتے ہیں، پچاس ہزار روپے کی ایک خطیر رقم میری تحویل میں دی ہے تاکہ مسلم کاز اور مفادات کا بالعموم اور مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے تحفظ کا کام بالخصوص آگے بڑھایا جا سکے۔

مندرجہ بالا مقصد اور اس طرح کے اور بہت سے کاموں کے لئے کثیر رقوم کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہند میں برادر فرقوں نے ملک گیر تنظیم کے ذریعہ ان مقاصد کے لئے کثیر رقوم جو لاکھوں روپے تک پہنچتی ہیں جمع کی ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کی غرض سے یہ بھی ضروری ہے کہ ایک بہت ہی منظم ادارہ قائم کیا جائے جس کے پاس کثیر رقوم ہوں تاکہ وہ اخبارات اور عوامی پروپاگنڈے کے ذریعہ سے ہند کے مسلمانوں کے مفادات کی نگہبانی کر سکے۔ اور مختلف اور مفید ادارے قائم کر سکے جو ان کی امداد اعانت اور رہنمائی کر سکے۔

"مجھے بہت سی بیش قیمت تجاویز وقتاً" فوقتاً" ہند کے طول و عرض سے ممتاز لوگوں کی جانب سے موصول ہوئی ہیں لیکن انہیں جامہ عمل پہنانے کے لئے کثیر سرمائے کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں پورے ہند کے جملہ مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ جتنی میری حمایت کر سکتے ہیں کریں تاکہ اس حکمت عملی اور پروگرام کو چلایا جا سکے جس پر میں کاربند ہوں اور جملہ عطیات براہ راست مجھے ارسال کئے جائیں تاکہ ایک مرکزی فنڈ قائم کیا جا سکے جہاں سے عمومی طور پر مسلمانوں کی بہتری اور ترقی کی سرگرمیوں کا آغاز کیا جا سکے اور کامیابی اور تسلسل کے ساتھ ان کی حمایت اور پیروی کی جا سکے۔ ہر عطیہ شکریے کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ میرا پتہ ہے ' لٹل گبز روڈ ' مالا بار ہل بمبئی۔

(دی ٹری بیون' ۸' جون ۱۹۳۷ء)

۶۵۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے الزامات کی تردید

بمبئی' یکم جولائی ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے حسب ذیل بیان جاری کیا:

"میری توجہ اس بیان کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جو پنڈت جواہر لال نہرو نے ۳۰' جون کو الہ آباد سے جاری کیا ہے اور جس میں کہا گیا ہے کہ میں نے جھانسی۔ جلاؤں۔ حمیرپور دیہی حلقے کے رائے دہندگان کو مخاطب کر کے ایک اپیل جاری ہے کی جہاں آج کل صوبائی مجلس قانون ساز کے لئے ایک ضمنی انتخاب ہو رہا ہے۔ اس لمحے تک میں نے کسی قسم کا کوئی بیان جاری نہیں کیا' نہ ہی میں نے اس مبینہ بیان کا متن دیکھا ہے جو مجھ سے منسوب کیا گیا ہے۔ میں اس بات پر قائم ہوں جو میں نے بارہا کہی ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ ایک سیاسی تنظیم ہے اور ہم اس حکمت عملی اور پروگرام اور بنیادی اصولوں کے حامی ہیں جن کا آل انڈیا مسلم لیگ نے اعلان کیا ہے۔

کانگرس کے خلاف الزامات

پنڈت جواہر لال نہرو کہتے ہیں "کہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی جماعت کی

حکمت عملی اور پروگرام کا پرچار کرے" لیکن کیا میں انہیں یہ بتا سکتا ہوں کہ بہت سے کانگرسی اس کی بجائے کہ وہ عوام کے سامنے کانگرس کی حکمت عملی اور اس کا پروگرام پیش کریں اور مسلم لیگ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام پر حملہ کریں اور اسے تنقید کا نشانہ بنائیں، وہ مسلم لیگ کی غلط ترجمانی اور اس کی بدخوئی اور تذلیل کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں کی بھی جو اس سے متعلق ہیں۔ مثلاً ایسے نعرے لگائے جاتے ہیں کہ وہ لوگ جو لیگ سے وابستہ ہیں وہ برطانوی استعماری طاقتوں اور ان کے ہمنواؤں کے ساتھی ہیں، قومی آزادی کے خلاف ہیں اور ٹوڈی اور کاسہ لیس ہیں۔ اخبارات کے ایک بہت بڑے حلقے میں مجھ پر بھی ذاتی حملے کئے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے میں ہند کا سب سے بڑا دشمن ہوں، زبردست فرقہ پرست ہوں، میں بے نقاب ہو گیا ہوں اور اپنے اصل رنگ میں ظاہر ہو گیا ہوں۔ اور یہ کہ میں مسلمانوں کی قیادت ہتھیانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

سنگین نتائج اور عواقب

کیا عوام کے سامنے کانگرس کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کی وضاحت کرنے کا یہی طریقہ ہے؟ کیا کانگرس اسی طرح سے مسلم عوام سے رابطہ قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ میرے خیال میں کانگرس کی جانب سے مسلمان عوام سے رابطے میں نہایت سنگین نتائج و عواقب مضمر ہیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے لئے اپنے لوگوں یعنی ہندوؤں کی اصلاح کی بڑی گنجائش ہے کہ ان میں بہت سارے ناپسندیدہ عناصر موجود ہیں بعینہ مسلم لیگ کو بھی یہی کچھ کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ مسلمانوں میں بھی بہت سے ناپسندیدہ عناصر موجود ہیں۔

ذاتی حملہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے میں ایک مثال دوں گا۔ سکرٹری انڈین نیشنل کانگرس جیسے عہدے کی اہمیت کی حامل شخصیت نے اخبارات کو ایک انٹرویو دیا جو مسخ شدہ، بدنیتی پر مبنی اور نادرست تھا۔ مسٹر کرپلانی نے اپنا بیان ۱۹، مئی میں کہا مسٹر جناح کے چودہ نکات کو [ہر شخص یہ خیال کرے گا کہ وہ ختم ہو گئے] غیر ملکی حکومت نے قبول کر لیا اور کانگرس نے ان کی ضمانت دے دی تاآنکہ مسلمان ازخود رضاکارانہ طور پر ان سے دستبردار ہو جائیں۔ کیا ہم یہ (دریافت کر سکتے ہیں کہ مزید اور کیا مطلوب ہے؟"

میں پنڈت جواہر لال نہرو سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا یہ درست ہے کہ کانگرس نے مسلمانوں کے ۱۴ نکات کی ضمانت دے دی ہے۔

کرپلانی کے خلاف الزامات

مسٹر کرپلانی نے میری بمبئی کی تقریر، جو ۲۱، مئی کو کی گئی تھی، کا حوالہ دیا ہے جس میں میں

نے کہا تھا کہ ۱۹۳۵ء میں میں نے بابو راجندر پرشاد [جو اس وقت کانگرس کے صدر تھے] سے ملاقاتوں میں چار پانچ ہفتے صرف کئے اور کوشش کی کہ اگر ہندو مہاسبھائی نہیں مانتے تو کم سے کم کانگرسی رہنماؤں ہی سے مسلم نقطۂ نظر قبول کر لیا جائے لیکن میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس تقریر کے حوالے سے مجھ پر الزام لگایا گیا کہ میرا حافظہ کمزور ہے اس الزام کی تائید میں وہ ایک اخباری پیغام کی سند لائے۔ یقینی طور پر ایک ایسے شخص کو جو بڑھتے بڑھتے انڈین نیشنل کانگرس کے سکرٹری کے عہدے تک پہنچ گیا ہو یہ جاننا چاہیے کہ اخباری اطلاعات پر کس حد تک تکیہ کرنا چاہئے میں نے جو بیان دیا تھا وہ قطعی طور پر درست ہے اور میں اسے دہراتا ہوں۔

بعض اوقات یہ کہنا بہت دشوار ہوتا ہے کہ کون کانگرسی رہنما ہے اور کون [ہندو] مہاسبھا کا اس لئے کہ بہت سے لوگوں کے تعلق میں ان دونوں میں حقیقتاً حد فاصل بہت باریک ہوتی ہے۔

نہ بابو راجندر پرشاد اور نہ ہی میرے پاس ایسا اختیار تھا کہ ہم کوئی ایسی مفاہمت کر سکتے جس کے ہم پابند ہو جاتے چونکہ یہ مذاکرات قدرتی طور پر کانگرس اور مسلم لیگ کی توثیق کے محتاج تھے۔ بابو راجندر پرشاد نے فارمولے کے بارے میں کانگرس اور ہندو مہاسبھا کے رہنماؤں سے رائے معلوم کرنے کی کوشش کی تو نہ صرف ہندو مہاسبھا کے رہنماؤں نے فارمولے کو یکسر مسترد کر دیا بلکہ بعض مقتدر کانگرسی رہنما بھی اس کے مخالف پائے گئے' لہٰذا اسے ترک کر دیا گیا کیونکہ اسے اور آگے بڑھانا بے فائدہ تھا۔ (دی بمبئی کرانیکل ۲' جولائی)

۶۶۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے بیان کے جواب میں

بمبئی' ۶' جولائی ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے حسب ذیل بیان جاری کیا:

مجھے پنڈت جواہر لال نہرو کا بیان پڑھ کر تعجب ہوا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ یہ تسلیم کرتے کہ اچاریہ کرپلانی نادرست اور گمراہ کن تھا' جس کا میں نے انٹرویو میں تذکرہ کیا تھا' انہوں نے ایک وضاحت پیش کی ہے جو ان کی شان کے شایاں نہیں ہے۔ پنڈت نہرو کہتے ہیں کہ جب اچاریہ کرپلانی نے یہ کہا کہ کانگرس نے (مسٹر جناح کے ۱۴ نکات کی ضمانت دے دی تو بدیہی طور پر ان کا مطلب یہ تھا کہ کانگرس نے یہ کہا تھا کہ وہ متعلقہ فریقوں [جن میں مسلمان شامل ہیں] کے تعاون اور جذبہ خیرسگالی کے ساتھ کمیونل ایوارڈ کو تبدیل کرنا چاہتی ہے۔ اگر پنڈت نہرو دونوں باتوں میں فرق نہیں دیکھ سکتے تو میں اس معاملے کو عوام پر چھوڑتا ہوں کہ وہ فیصلہ کرلیں۔ مجھے افسوس ہے کہ انہیں وہ وضاحت کرنی چاہیے تھی جو انہوں نے اس الزام کی تائید میں کی کہ میں حافظہ کی

کمزوری کے مرض میں مبتلا ہوں۔

"سوال یہ نہیں ہے کہ آیا بابو راجندر پرشاد نے مجھے یہ یقین دلایا تھا کہ وہ اس بات کے اہل ہیں کہ جو فارمولہ انہوں نے منظور کر لیا ہے وہ اسے کانگرس سے بھی قبول اور منظور کرالیں گے۔ میں نے جو بیان دیا تھا وہ یہ تھا کہ میں کانگرسی رہنماؤں سے مسلم نقطۂ نظر قبول کرانے سے قاصر رہا اور اس فارمولے کے تعلق میں بھی جسے بابو راجندر پرشاد نے منظور کر لیا تھا کہ کانگرس رہنماؤں کا ایک بارسوخ طبقہ سخت مخالف تھا اور یہ بیان' میں اسے دہراتا ہوں' بالکل درست ہے پہلو تہی کرنے اور دیگر امور کو اس میں داخل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

اقلیتیں

"لیکن آج کانگرس کی صورت حال کیا ہے جس کا پنڈت نہرو پرچار کر رہے ہیں؟ وہ سمجھتے ہیں کہ اقلیتوں کا مسئلہ اور ان کے حقوق اور مفادات کا تحفظ اور ان کی حفاظت غیر ضروری ہے۔ انہوں نے بار بار کہا ہے کہ نہ کوئی معاہدہ ہو سکتا ہے نہ کوئی اتحاد اور کانگرس نے انتخابات کے بعد مسلم لیگ پارٹی اور ہر مسلمان کے ساتھ عدم تعاون کا اعلان کر دیا ہے تاآنکہ وہ غیر مشروط طور پر سر تسلیم خم نہ کر دے اور کانگرس کی حکمت عملی اور پروگرام کا پابند رہنے کا عہد نہ کرے۔ آج یہ ہے صورت حال —— اقلیتوں کے مسئلہ یا کانگرس کی عام حکمت عملی یا پروگرام کے بارے میں کسی مسئلہ پر آبرو مندانہ لین دین یا مفاہمت کا کوئی سوال نہیں۔ جہاں تک ان کے اس الزام کا تعلق ہے کہ لیگ میں کچھ ممتاز لوگ ایسے ہیں جن کی سیاسی سرگرمی کا ریکارڈ رجعت پسندانہ ہے تو کانگرس بھی تو خالص سونا نہیں اور بدیہی طور پر ایک پارٹی کو اس کی حکمت عملی' پروگرام اور بنیادی اصولوں سے ہی پرکھا جاتا ہے۔

جہاں تک ان کے باقی ماندہ بیان کا تعلق ہے وہ حسب معمول رواروی کی باتوں پر مشتمل ہے۔ عوامی رابطے کے تعلق میں جس کے بارے میں پنڈت نہرو یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا ان کے پاس بلاشرکت غیرے اجارہ ہے اور وہ ان کے حقوق اور مفاد کے واحد ترجمان اس پر مزید گفتگو کی ضرورت نہیں۔ اور مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ ایسی کوئی چیز نہیں جسے کانگرسی اخبارات کے ایک حلقے کا نام دیا جا سکے اور صدر کانگرس ان کی مسلم لیگ کے خلاف بیہودہ گوئی اور غلط ترجمانی کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۷' جولائی ۱۹۳۷ء)

۶۷۔ مجالس قانون ساز میں کانگرس کے ساتھ تعاون پر بیان

بمبئی' ۸' جولائی ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک بیان میں کہا ہے: "مجھے مسرت ہے

کہ کانگرس کی مجلس نے وہ فیصلہ کر لیا ہے جس پر ملک میں گذشتہ ۱۸ ماہ کے دوران موجود حالات کے پیش نظر میں زور دے رہا تھا- آل انڈیا مسلم لیگ نے اس حکمت عملی کو اپریل ۱۹۳۶ء میں اپنے بمبئی کے اجلاس میں اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا- بلاشبہ جب ہم نے کہا تھا کہ یہ درست حکمت عملی ہے تو ہم سے کہا گیا کہ ہم غلط ہیں' رجعت پسند ہیں اور غیر محب وطن ہیں لیکن جس لمحے کانگرس فیصلہ کرتی ہے اور وہی حکمت عملی اختیار کرتی ہے تو وہ درست' قومی اور محب وطن ہو جاتی ہے-

"مجھے امید ہے کہ وہ اپنے ہی لوگوں کے معاملے میں اسے انا کا مسئلہ نہیں بنائے گی اور مجالس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی کے ساتھ تعاون کرے گی- میں نے اکثر اس بات کو دہرایا ہے کہ مقننہ کے اندر یا باہر ہمارا دست تعاون موجود ہے کسی بھی پروگرام کے ضمن میں جس کا مقصد صوبے اور ملک کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے کام کو آگے بڑھانا ہو- مجھے مسرت ہے کہ مرد نابینا کے بھورے چمڑے اور ولندیزی نیلام کا کھیل اختتام کو پہنچا- ہند کی ضرورت متحدہ محاذ ہے-

(دی ٹری بیون' ۹' جولائی ۱۹۳۷ء)

۶۸- فلسطین رپورٹ عربوں کے ساتھ سخت ناانصافی ہے

بمبئی' ۱۱' جولائی ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ فلسطین رپورٹ عربوں کے ساتھ بے حد شدید ناانصافی کرتی ہے اور اگر برطانوی پارلیمان نے اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی تو برطانوی قوم عہد شکنی کی مرتکب ہو گی- انہوں نے کہا کہ ایسا کام کرنا جو سراسر ناانصافی پر مبنی ہو غلط ہوتا ہے اور صرف اس لئے کہ اس سے زحمت کم سے کم ہو جائے گی' یا یہ کچھ خصوصی مفاد کے حسب حال ہے- برطانیہ عظمیٰ کو اپنے عہدے بے خوفی کے ساتھ پورے کرنے چاہیں-"

(دی ٹائمز' ۱۲' جولائی ۱۹۱۷ء)

۶۹- صوبائی مجالس قانون ساز میں لیگ' کانگرس تعاون کا سوال

بمبئی' ۲۵' جولائی ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کہا ہے کہ وہ ایک آبرو مندانہ- مسلم مفاہمت کا خیر مقدم کریں گے اور اس نوع کی مفاہمت کرانے میں مدد دینے کے لئے آمادہ ہیں-

مسٹر جناح نے کہا کہ اس ضمن میں ان کے خلوص کا اظہار اس امر سے ہوتا ہے کہ انہوں نے گذشتہ مئی میں مسٹر گاندھی کو ایک پیغام بھیجا تھا جس میں ان سے اپیل کی تھی کہ وہ حل دریافت کرنے کی غرض سے ہندو۔ مسلم مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ مجلس قانون ساز یوپی کے بعض مسلم لیگی ارکان کی پارٹی چھوڑ جانے کی مبینہ دھمکی کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا اگر ان اراکین کے ضمیر میں زندگی کی ذرا سی رمق بھی باقی ہے تو وہ اپنی نشستوں سے مستعفی ہو جائیں گے اور کانگرس کے ٹکٹ پر دوبارہ انتخاب لڑیں گے۔

ایک فراخ دلانہ پیش کش

صدر مسلم لیگ نے اپنے اس کردار کا ذکر کیا جو انہوں نے ۱۹۳۵ء میں فرقہ وارانہ مسئلہ کو حل کرنے کی خاطر اس وقت کے صدر کانگرس مسٹر راجندر پرشاد کے ساتھ طویل مذاکرات کے دوران ادا کیا انہوں نے مسٹر راجندر پرشاد کی گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ کہتے ہیں یہ کہنا درست نہیں کہ بااثر کانگرسی رہنماؤں کا ایک طبقہ بھی فارمولے کا حقیقتاً مخالف تھا۔ مسٹر جناح نے اس امر کی نشاندہی کی کہ بنگال کے رہنماؤں کے اس بیان سے جس میں انہوں نے اعلان کیا تھا کہ یہ درست نہیں ہے مسٹر راجندر پرشاد کو اب اس نکتے پر اطمینان ہو گیا ہو گا۔

مسٹر جناح نے پھر کہا "جسے وہ [راجندر پرشاد] فراخ دلانہ پیش کش کا نام دیتے ہیں اس میں وہ ایک اور بیان دیتے ہیں وہ بھی بالکل درست اور بے بنیاد ہے وہ کہتے ہیں "میں مسٹر جناح کو ایک فراخ دلانہ پیش کش کرتا ہوں۔ میں آج بھی کانگرس سے وہ فارمولہ منظور کرانے کی پیش کش کرتا ہوں اگر وہ اپنی طرف سے یہ پیش کش کریں' جیساکہ انہوں نے اس وقت کی تھی' کہ وہ اس پر تمام مسلم رہنماؤں سے دستخط کرا دیں گے ماسوا ایک دو کے جن کا انہوں نے اس وقت نام لیا تھا۔

کمیونل ایوارڈ

یہ ایک مشروط پیش کش ہے اور فراخ دلی سے عاری۔ اولاً تو میں نے کبھی بھی یہ پیش کش نہیں کی تھی کہ میں مسٹر راجندر پرشاد کے فارمولے پر مسلمان رہنماؤں سے دستخط کرا دونگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہماری گفتگو کی ابتدا کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ مجھ سے انہوں [مسٹر راجندر پرشاد] نے اور دیگر کانگرسی رہنماؤں نے درخواست کی تھی کہ میں ان [مسٹر راجندر پرشاد] سے ملوں۔ اس وقت زیر بحث مسئلہ یہ تھا کہ کس طرح ان تلخ مباحث کو ختم کیا جائے جو اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین کمیونل ایوارڈ پر چل رہے تھے۔ مسلمانوں کا نقطۂ نظر جو میں نے ان کے سامنے پیش "کیا تھا یہ تھا کہ ہندو عبوری طور پر کمیونل ایوارڈ کو قبول کر لیں تاآنکہ اس

کے نعم البدل پر دونوں فرقوں کا اتفاق رائے ہو جائے اور یہ کہ ہم صوبائی دستور کو' وہ جیسا کیسا بھی ہے' استعمال کریں اور متحدہ جدوجہد جاری رکھیں تاآنکہ ایسا دستور مل جائے جو ہمارے لوگوں کے لئے باعث اطمینان ہو۔ یہ مسٹر راجندر پرشاد اور ان کے دوستوں کے لئے قابل قبول نہیں تھا۔ پھر مجھ سے دریافت کیا گیا کہ اگر وہ مخلوط انتخاب کی بنیاد پر ایسا متبادل پیش کریں جس سے مسلم مفادات کے لئے اس سے زیادہ مل جائے جو کمیونل ایوارڈ پیش کرتا ہے تو کیا میں اس اسکیم پر غور کر لوں گا۔ میں نے قدرتی طور پر کہا کہ اگر ایسی کوئی تجویز پیش کی گئی جسے متعلقہ فرقوں یعنی ہندوؤں اور سکھوں کی عام منظوری حاصل ہو سکے تو میں اسے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں بلا کسی تاخیر کے پیش کر دوں گا اور میں نے مسٹر راجندر پرشاد کے اس مکتوب کے جواب میں' جس میں انہوں نے ایک بار پھر ملاقات کے لئے کہا تھا' ۲۷' جنوری ۱۹۳۵ء کو انہیں یہ لکھا کہ میں نے چند دوستوں سے مشورہ کیا ہے اور یہ کہ مجھے اپنی انفرادی حیثیت میں ان سے اس مقصد کے لئے ملاقات کر کے مسرت ہو گی جس کا انہوں نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے۔

دور رس سوال

"میرے پاس لیگ کی جانب سے مفاہمت کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا اور میری صورت حال بقیہ وہی ہے' جو پہلے تھی۔ یہ تعجب خیز بات ہے کہ مسٹر راجندر پرشاد نے وہ ڈھب اور طریقہ اختیار کیا اور مجھ پر ایک فراخ دلانہ پیش کش دے ماری اس مسئلہ کے بارے میں جس کا تعلق ملک کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کی قسمت اور ان کے مستقبل سے ہے۔ میں پوری متانت کے ساتھ ان سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا ان کے خیال میں دور رس اور اہم سوالات کو حل کرنے کی غرض سے مفاہمت کے لئے مذاکرات کا آغاز کرنے کے لئے اخبارات کا ذریعہ استعمال کرنا درست طریقہ ہے؟ ان کی فراخ دلانہ پیش کش کا ماحصل یہ ہے کہ میں فارمولے پر سارے ہند کے مسلمان رہنماؤں سے دستخط کراؤں ماسوا ایک دو رہنماؤں کے اور پھر ان سے درخواست کروں کہ وہ اسے کانگرس سے منظور کرا دیں۔ یقینی طور پر اگر کمیونل ایوارڈ کا جسے مسلمان قبول کر چکے ہیں کوئی متبادل پیش کیا جانا مقصود ہے تو وہ ان ہندو اور سکھ رہنماؤں کی جانب سے آ سکتا ہے جو اس کے خلاف ہیں۔ مسٹر راجندر پرشاد کی طرف سے محاذ کی تبدیلی اور ان کا طریقہ' ڈھب اور ذریعہ کا اختیار کرنا جو انہوں نے اختیار کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ اخباری اطلاع کہ یوپی میں چند مسلمانوں کی لیگ چھوڑ جانے کی دھمکی' ایسے میں جو کچھ انہوں نے مجھ سے کرنے کے لئے کہا ہے یہ مجھے اس شک میں مبتلا کرتا ہے کہ یہ آبرو مندانہ مفاہمت کی حقیقی خواہش کی بجائے ایک کوشش ہے مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کی' مسلم لیگ کو تقسیم کرنے کی اور مسلمانوں کے اتحاد پر

ضرب لگانے کی، جس کے لئے میں کام کر رہا ہوں۔

مسٹر گاندھی کا پیغام

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے بارے میں پنڈت جواہر لال نہرو کے تبصرے کا حوالہ دیا اور کہا:

"پنڈت جواہر لال نہرو اور سکرٹری کانگرس کے تازہ ترین بیان کے مطابق کانگرس کمیونل ایوارڈ کو ملیامیٹ کرنے پر تلی بیٹھی ہے۔ یہ ان کے لئے قابل قبول نہیں ہے کہ اگر ہم مفاہمت چاہتے ہیں تو ہم ہندو مہاسبھا کے دروازے پر دستک دیں۔ اس اثناء میں کانگرس کی حکمت عملی یہ ہے کہ مسلمانوں کو غیر مشروط طریقے پر کانگرس میں شامل ہو جانا چاہیے اور کانگرس کے عہد نامے پر دستخط کر دینے چاہئیں۔ کوئی شخص مجھ سے زیادہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین مفاہمت کا خیر مقدم نہیں کرے گا۔ اور کوئی بھی شخص مجھ سے زیادہ اس ضمن میں مدد کرنے کے لئے تیار نہ ہو گا۔ چنانچہ اپنی جانب سے اظہار خلوص کیلئے میں نے مئی میں مسٹر گاندھی کو پیغام بھیجا تھا جب وہ ٹیتھل (گجرات سورت) میں تھے اس پیغام میں میں نے ان سے اپیل کی تھی کہ وہ ہندو۔ مسلم مفاہمت کے مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ مسٹر گاندھی نے جواب دیا: "مسٹر کھیر نے مجھے آپ کا پیغام دیا میری خواہش ہے کہ میں کچھ کر سکتا لیکن میں بالکل لاچار ہوں۔ اتحاد میں میرا یقین اسی طرح تابناک ہے جیسے پہلے تھا لیکن مجھے اس ناقابل عبور گھٹا ٹوپ اندھیرے میں دن کی روشنی نظر نہیں آتی اور اس پریشانی میں میں خدا سے فریاد کرتا ہوں اور روشنی کی التجا۔" ختم کرنے سے پہلے میں مسلمانوں سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ وہ چند غیر مستقل مزاج لوگ جنہوں نے ہم سے بے وفائی کی یا نوکریوں کے لئے کرنے والے ہیں کو مسلم لیگ سے علاحدہ ہونے کے لئے کوئی وجہ جواز ڈھونڈنے کے لئے کوئی بہانہ یا کوئی سقم تلاش کرنے کی حاجت نہیں وہ جا سکتے ہیں، لیکن اگر ان کے ضمیر میں زندگی کی ذرا سی بھی رمق باقی ہے تو وہ مستعفی ہو جائیں اور کانگرس کے ٹکٹ پر ان نشستوں کے لئے دوبارہ انتخاب لڑ لیں۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے لوگوں کے بغیر مسلم لیگ بہتر ہو گی۔

(دی اسٹیٹسمن، ۲۶ جولائی ۱۹۳۷ء)

۷۰۔ بابو راجندر پرشاد کی پیشکش کے جواب میں بیان

۲۶ جولائی ۱۹۳۷ء

میں نے بابو راجندر پرشاد کے بیان کی رپورٹ زیر عنوان "بابو راجندر پرشاد الزام کی طرف لوٹتے ہیں" دیکھی ہے۔ بابو راجندر پرشاد اس طرح آغاز گفتگو کرتے ہیں۔

"میں نے دہلی مذاکرات کی ناکامی کے بارے میں مسٹر جناح کا بیان دیکھا ہے۔ میرے بیان میں ایسی کوئی چیز نہیں جسے مجھے واپس لے لینا چاہئے۔"

"وہ بیان جس کا میں شاکی ہوں وہ انہوں نے اپنے انٹرویو کے دوران دیا جو ۶ جولائی ۱۹۳۷ء کو شائع ہوا تھا اور جس میں انہوں نے کہا 'یہ کہنا درست نہیں کہ کانگرسی رہنماؤں کا ایک با اثر طبقہ فارمولے کا بری طرح سے مخالف ہے۔' میں سمجھتا ہوں کہ بنگالی رہنماؤں کے اس بیان کے بعد کہ یہ درست نہیں ہے' انہیں اب مطمئن ہو جانا چاہئے۔"

فراخدلانہ پیشکش

جسے وہ فراخدلانہ پیشکش کہتے ہیں اس میں انہوں نے ایک اور بیان دیا ہے' وہ بھی بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ وہ کہتے ہیں: "میں مسٹر جناح کو ایک فراخدلانہ پیشکش کرتا ہوں کہ میں آج بھی کانگرس سے فارمولا منظور کرا دینے کی پیشکش کرتا ہوں بشرطیکہ وہ اس پر تمام مسلمان رہنماؤں کے دستخط کرا دینے کی پیشکش کریں جو وہ پہلے ہی کر چکے ہیں ماسوا ایک دو رہنماؤں کے جن کے نام وہ مجھے بتا چکے ہیں۔"

یہ ایک مشروط پیشکش ہے جس میں فراخدلی کا کوئی بھی جذبہ موجود نہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے ایسی کوئی پیشکش نہیں کی کہ میں بابو راجندر پرشاد کے کسی فارمولے پر تمام مسلمان رہنماؤں کے دستخط کرا دوں گا ماسوا ایک دو کے جن کے نام میں نے انہیں بتائے۔ بابو راجندر پرشاد ہمارے مذاکرات کی اصل ہی بھول گئے ہیں۔ مجھ سے بابو راجندر پرشاد اور دیگر کانگرسی رہنماؤں نے درخواست کی تھی کہ میں ان سے ملاقات کروں اور سوال یہ تھا کہ اس تلخ بحث کو اس وقت تک کے لیے کس طرح ختم کیا جائے جب تک متعلقہ فرقے اس کے نعم البدل پر متفق ہوں اور یہ کہ ہمیں صوبائی دستور کو رو بہ عمل لانا چاہئے اور متحدہ طور پر اپنی جدوجہد جاری رکھنی چاہئے' تاآنکہ ہمیں ایسا دستور حاصل ہو جائے جو ہمارے عوام کو مطمئن کر سکے۔ یہ بابو راجندر پرشاد اور ان کے دوستوں کے لئے قابل قبول نہ تھا۔

ایوارڈ کا متبادل

بعد ازاں یہ تجویز کیا گیا کہ کیا وہ مخلوط انتخاب کی بنیاد پر کوئی ایسا متبادل پیش کر سکتے ہیں جو مسلمانوں کے لئے فرقہ وارانہ ایوارڈ کے مقابلے میں زیادہ سودمند ہو اور کیا میں اس پر غور کر لوں گا؟ قدرتی طور پر میں نے کہا کہ اگر متعلقہ فرقوں یعنی ہندوؤں اور سکھوں کی عمومی حمایت کے ساتھ ایسی کوئی تجویز آتی ہے تو میں اسے بلاتاخیر آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں پیش کروں گا۔

انہوں نے ملاقات کے ضمن میں مجھے جو خط لکھا تھا اس کے جواب میں میں نے انہیں لکھا تھا :

"آپ کے مکتوب مرقومہ ۲۴ ماہ حال کا شکریہ۔ میں نے اپنے چند دوستوں سے مشورہ کیا ہے اور مجھے اپنی انفرادی حیثیت میں اس مقصد کے لئے آپ سے ملاقات کر کے مسرت ہو گی جس کا آپ نے اپنے مکتوب میں تذکرہ کیا اور درخواست کی ہے۔"

اخبارات کے ذریعہ کیوں؟

مجھے مسلم لیگ کی طرف سے سمجھوتہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا اور میرا آج بھی بالکل وہی موقف ہے جو پہلے تھا۔ یہ حیران کن بات ہے کہ بابو راجندر پرشاد نے رسائی کا وہ ڈھب' طریقہ اور ذریعہ کیوں اختیار کیا جس کے ذریعہ انہوں نے "فراخدلانہ پیشکش" اچھال دی۔ ایسے معاملے کے متعلق جس کا ۸ کروڑ مسلمانوں کی قسمت اور ان کے مستقبل بلکہ سارے ملک سے تعلق ہے۔ میں پوری متانت کے ساتھ ان سے التماس کرتا ہوں کہ کیا مذاکرات شروع کرنے کا یہ درست طریقہ ہے کہ اس اہم اور دور رس نتائج کے حامل معاملہ پر سمجھوتہ اخبارات کے ذریعہ ہو؟ ان کی "فراخدلانہ پیشکش" کا مطلب یہ ہے کہ مجھے سارے ہندوستان کے مسلمان رہنماؤں سے ماسوا ایک دو کے دستخط کرانے چاہئیں اور پھر ان سے درخواست کروں کہ وہ اسے کانگرس سے یقینی طور پر' منظور کرا دیں۔ اگر فرقہ وارانہ ایوارڈ کا جسے مسلمان پہلے ہی منظور کر چکے ہیں کوئی متبادل ہے تو وہ ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے آنا چاہئے جو اس کے مخالف ہیں' اور وہ دو فرقے ہیں جو براہ راست اس سے متعلق ہیں۔ اب میں اس بات کو دہرا سکتا ہوں جو میں نے جنوری ۱۹۳۵ء میں دہلی میں اپنے مذاکرات کے آغاز کے وقت کہی تھی' کہ اگر بابو راجندر پرشاد کو اس امر کا اتنا ہی یقین ہے کہ وہ فرقہ وارانہ ایوارڈ کے متبادل کے طور پر اپنا فارمولا کانگرس سے منظور کرا سکتے ہیں اور مجھے کانگرس کی طرف سے اختیار اور منظوری کے ساتھ اس کی اطلاع دے دیتے ہیں' تو میں اسے بلا کسی تاخیر کے آل انڈیا مسلم لیگ کے سامنے پیش کر دوں گا۔

اپنے دفاع میں

میں کسی طور بھی مذاکرات اور سمجھوتہ کی راہ کو دشوار نہیں بنانا چاہتا لیکن اپنے دفاع میں اتنا ضرور کہوں گا کہ محاذ کی اچانک تبدیلی اور طریقہ' ڈھب اور ذریعہ جو اختیارات کیا جا رہا ہے یعنی بذریعہ اخبارات اور یو۔ پی کے چند مسلمانوں کے بارے میں اخبارات میں جو اطلاعات شائع ہوئی ہیں کہ انہوں نے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے بابو راجندر پرشاد کے ارشادات کی تعمیل نہ کی تو وہ مسلم لیگ چھوڑ جائیں گے۔ اس سے مجھے یہ شک اور شبہ ہوتا ہے کہ یہ ایک آبرومندانہ سمجھوتے کی مخلصانہ خواہش نہیں ہے بلکہ مسلمانوں میں پھوٹ' مسلم لیگ میں تفرقہ ڈالنے اور

مسلمانوں کے اتحاد پر جس کے لئے میں کام کر رہا ہوں' ضرب لگانے کی ایک کوشش کی ہے۔ کیونکہ کل تک' قرارداد فیض پور سے پیچھے نہ جاتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو کے اعلانات کے مطابق' اور وہ صدر کانگرس کی حیثیت سے بات کر رہے تھے' صورت حال یہ تھی کہ "اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کی بات کرنا اور تحفظات بالکل مہمل بات ہے۔" پنڈت نہرو اور سیکرٹری کانگرس کے تازہ ترین بیانات کے مطابق کانگرس فرقہ وارانہ ایوارڈ کو تباہ کرنے پر تلی بیٹھی ہے۔ کیونکہ یہ ان کے لئے قابل قبول نہیں' اور ہمیں کہا گیا تھا کہ اگر ہم کوئی سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم ہندو مہاسبھا کے در پر دستک دیں۔

ایک گمراہ مسلمان

اس اثناء میں کانگرس کی حکمت عملی یہ تھی کہ مسلمان غیر مشروط طور پر کانگرس میں شامل ہو جائیں اور ان کے عہد نامے پر دستخط کر دیں۔ جب کانگرس ۶ صوبوں میں اکثریت میں آنے کے بعد جامہ سے باہر ہو گئی تو اس نے دانستہ طور پر نظرانداز کرنے کا فیصلہ کیا۔ نہیں ! اس نے فیصلہ کیا کہ مختلف صوبائی مجالس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹیوں کے ساتھ عدم تعاون کیا جائے اور وزارتیں بنانے کے تعلق میں اقلیتوں کے ساتھ اس عادلانہ اور منصفانہ سلوک کو بھی' جس پر مہاتما گاندھی نے حال ہی میں زور دیا تھا اور جس کا وعدہ کیا تھا اسے اس طرح پورا کیا کہ مختلف مجالس قانون ساز میں جو حلوہ مانڈہ کانگرس کو اب دستیاب ہوا' آپس میں بانٹ لیا' اور ایک گمراہ مسلمان سے راتوں رات عہد نامے پر دستخط کرائے اور اس کے بدلے میں صبح کو اسے وزارت دے دی۔ مجھے افسوس ہے کہ مجھے ان امور کی نشاندہی کرنی پڑی ہے اور بعد از مرگ عدالتی تحقیقات پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ جہاں تک پنڈت جواہر لال نہرو اس کے بیان کا تعلق ہے جو ۲۰ جولائی کو بابو راجندر پرشاد کے بیان کے پہلو بہ پہلو شائع ہوا' تو میں اس ہمہ وقت مصروف صدر کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اسے کیا پتہ کہ میرے اور بابو راجندر پرشاد کے درمیان کیا ہوا؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا کی ذمہ داری کا بوجھ وہ اپنے ہی کاندھوں پر اٹھائے پھر رہے ہیں۔ انہیں ہر معاملے میں ٹانگ ضرور اڑانی چاہئے۔ صرف اپنے کام سے کام نہیں رکھیں گے۔ ہر پھر کر وہ اس نکتہ پر دوبارہ آ جاتے ہیں جس کا میرے اس مبینہ بیان سے تعلق ہے جو مبینہ طور پر میں نے بندیل کھنڈ ـــــ جھانسی کے رائے دہندگان کے نام اپیل کی شکل میں دیا تھا اور جس کی میں پہلے ہی تردید کر چکا ہوں اور کہہ چکا ہوں کہ اس نوع کا کوئی بیان میں نے جاری نہیں کیا۔

مہاتما کے نام پیغام

میں مسلمانوں اور عوام کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ماضی میں جو کچھ ہوا میں اس سے ذرا بھی

متاثر نہیں ہوں اور مجھ سے زیادہ اور کون ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک عزت مندانہ سمجھوتے کا خیر مقدم کر سکتا ہے اور کون مجھ سے زیادہ اس تعلق میں مدد کرنے کے لئے تیار ہو گا۔ میرے خلوص کا ثبوت یہ ہے کہ میں نے گذشتہ مئی میں مسٹر گاندھی کو جب وہ ٹیتھل میں تھے ایک پیغام بھیجا تھا کہ وہ ہندو مسلم سمجھوتہ پر توجہ دیں اور اپنا عظیم اثر و رسوخ اور مساعی اس پر مرکوز کر دیں جس کا مجھے ۲۲ مئی ۱۹۳۷ء کو حسب ذیل جواب موصول ہوا تھا :

"کھیر نے مجھے آپ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ کاش میں کچھ کر سکتا' لیکن میں بالکل لاچار ہوں۔ اتحاد پر میرا یقین ہمیشہ کی طرح روشن ہے۔ صرف اس ناقابل عبور تاریکی میں دن کی کوئی روشنی نظر نہیں آتی اور اس طرح کے دکھ میں میں بھگوان سے روشنی کے لیے فریاد کرتا ہوں۔"

مسلمانوں سے ایک بات

میں آخر میں مسلمانوں سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو چند متذبذب لوگ پر تول رہے ہیں یا نوکریوں کی خاطر ہمیں دغا دینے والے ہیں انہیں کسی بہانہ سازی کی ضرورت نہیں' نہ ہی آل انڈیا مسلم لیگ سے علیحدگی کی دھمکیوں کے لئے جواز تلاش کرنے کی حاجت ہے۔ وہ جا سکتے ہیں' لیکن مسلم لیگ کے ارکان میں اگر ذرا سی بھی حمیت باقی رہ گئی ہے تو وہ مستعفی ہو جائیں اور ان نشستوں کے لئے کانگرس کے ٹکٹ پر دوبارہ انتخاب لڑیں۔ مجھے یقین ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ ایسے لوگوں کے بغیر بہتر ہی رہے گی جو شکست خوردہ ذہنیت کا شکار ہیں۔ میں کہتا ہوں حوصلہ اور یقین رکھو' دلی دور نیست۔ اور میں مسلمانان ہند سے کہتا ہوں کہ وہ منظم ہو جائیں' مستحکم ہو جائیں' اور یک جہتی اور اتحاد قائم کریں۔ کوئی بڑی چیز حاصل کرنے اور قومی زندگی میں اپنا صحیح مقام پانے سے پہلے خدمت' برداشت اور ایثار ناگزیر شرائط ہیں۔

۱۷۔ بابو راجندر پرشاد کے بیان کا جواب

بمبئی' ۲' اگست ۱۹۳۷ء

"بابو راجندر پرشاد کے سامنے سیدھا سادا راستہ یہ تھا کہ اگر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنی تجویز [فارمولہ] کانگرس سے منظور کرا سکتے ہیں تو وہ ایسا کرتے اور پھر مجھ سے رابطہ قائم کر لیتے۔ میری پیش کش موجود ہے جیسی کہ پہلے تھی کہ میں کسی تاخیر کے بنا اسے مسلم لیگ کے سامنے پیش کروں گا۔" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے بابو راجندر پرشاد کے تازہ ترین بیان کے جواب میں کہی جو انہوں نے پٹنہ سے جاری کیا تھا۔

مسٹر جناح کہتے ہیں کہ انہیں مسرت ہے کہ بابو راجندر پرشاد نے اس پر یہ گفتگو کرنی ترک کر دی کہ ۱۹۳۵ء میں کیا ہوا تھا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ان [مسٹر جناح] کا "۱۹۳۵ء میں کیا ہوا تھا" کے بارے میں بیان اول تا آخر درست ثابت ہو گیا۔ اس وقت انہوں نے [مسٹر جناح] نے کہا تھا کہ ہندو مہاسبھا نے ان [بابو راجندر پرشاد] کا فارمولہ یکسر مسترد کر دیا اس بنا پر کہ سکھوں کی ایک جماعت اس کے خلاف ہے اور کانگرسی رہنماؤں کا ایک بارسوخ طبقہ اس کے خلاف ہے۔

مسٹر جناح نے اس امر کا اعادہ کیا کہ انہوں نے کبھی بھی بابو راجندر پرشاد کے فارمولے کو قبول نہیں کیا تھا۔ یہ ان کی اور ان کے دوستوں کی طرف سے آیا تھا اور اس حقیقت کا اظہار انہوں اپنے بیان مجریہ ۲۴' اپریل ۱۹۳۵ء میں مذاکرات کے خاتمے کے تقریباً فوراً بعد کیا تھا۔

جہاں تک بابو راجندر پرشاد کی اس اہلیت پر شک کا تعلق ہے کہ وہ کانگرس سے اپنی تجویز کو منظور کرا سکیں گے' مسٹر جناح کہتے ہیں کہ یہ اپنی اپنی رائے کی بات ہے لیکن اس وقت یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔

مسٹر جناح نے بابو راجندر پرشاد کے بیان کے آخری جملے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے یہ ہرگز وعدہ نہیں کیا تھا کہ وہ اس [فارمولے] پر تمام مسلم رہنماؤں کے دستخط کرا دیں گے بجز ایک دو کے۔ انہوں نے بابو راجندر پرشاد سے یہ نہیں کہا کہ وہ اس پر تمام مسلمان رہنماؤں کے دستخط کرا سکتے ہیں ماسوا بعض کے جن کا انہوں نے نام بھی لیا۔

مسٹر جناح نے دریافت کیا: "کیا بابو راجندر پرشاد مجھ سے یہ توقع کرتے تھے کہ میں ۱۹۳۵ء میں مسلم لیگ کا ایک خصوصی اجلاس طلب کروں گا ان کی تجویز پیش کروں گا اور اجلاس کو یہ بتاؤں گا کہ ہندو مہاسبھا اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گی بھی نہیں اور سکھ من حیث الجماعت اس کے مخالف ہیں اور یہ کہ کانگرسی رہنما اس پر منقسم ہیں کیونکہ ۱۹۳۵ء میں یہی صورت حال تھی اور مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ آج بھی بالکل بعینہ یہی صورت حال ہے اور ان کی فراخدلانہ پیش کش کا مطلب کیا ہے —— کہ میں سارے ہند کے تمام مسلمان رہنماؤں کے دستخط اس پر ثبت کراؤں اور ان سے اپیل کروں کہ وہ اپنی اہلیت ثابت کرنے کے لئے کانگرس سے اپنے فارمولے کو منظور کرا دیں۔

ان کے لئے سیدھا سادا راستہ یہ ہے کہ وہ اپنی تجویز کو کانگرس سے منظور کرائیں اور پھر مجھ سے رابطہ قائم کریں اور میری یہ پیش کش علیٰ حالہ قائم ہے جیسی کہ پہلے تھی کہ میں اسے بلا کسی تاخیر کے مسلم لیگ کے سامنے پیش کروں گا۔" (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۴' اگست ۱۹۳۷ء)

۷۲- مسلم لیگ اور کانگرس کے نصب العین میں کوئی فرق نہیں

اپنے اعزاز میں منعقدہ استقبالیے میں پیش کردہ سپاسنامے کا جواب

شملہ' ۱۸' ستمبر ۱۹۳۷ء

"مسلم لیگ اور کانگرس یا ملک کی کسی اور مسلمہ سیاسی تنظیم کے نصب العین میں کوئی فرق نہیں- یہ نصب العین ہے ملک کے لئے مکمل آزادی- کوئی خوددار ہندی ایسا نہیں ہو سکتا جو غیر ملکی تسلط کے حق میں ہو یا جو اپنے ملک کے لئے مکمل آزادی اور خود مختار حکومت کی خواہش نہ رکھتا ہو-" یہ بات مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کہی وہ اپنے اعزاز میں منعقدہ ایک استقبالیے میں پیش کردہ سپاسنامے کا جواب دے رہے تھے-

مسٹر جناح نے کہا "سوال جس پر غور کرنا چاہیے یہ تھا کہ اس نصب العین کو حاصل کیسے کیا جائے- میں دیانتداری کے ساتھ آپ کو بتاتا ہوں کہ موجودہ حالات مجھ سے زیادہ کوئی اور ناپسند نہیں کرتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں اس کا بھی قائل ہوں کہ حقائق کا سامنا کیا جائے- اس کا کوئی حل نہیں اگر لوگ اس اصول پر یقین رکھتے ہوں کہ حصول پہلے اور تقسیم بعد میں یا تازہ ترین مقولے کے مطابق قبضہ پہلے اور تقسیم بعد میں- جس چیز کی ضرورت ہے وہ ایسی ذہنیت کی تخلیق ہے جس کے ذریعے ہمارے لوگ محض شہریت کے بارے میں سوچ سکیں-

میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا ملک اکیلا نہیں ہے جسے یہ مسئلہ درپیش ہے- دیگر ممالک کو بھی اسی نوعیت کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا- انگلستان میں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ تھے- کینڈا میں انگریز اور فرانسیسی تھے- لیکن آخرکار انہوں نے اپنے مسائل کو حل کر لیا- اور میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ ہم بھی اس مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں- لہٰذا میں ہر محب وطن ہندی سے اپیل ہوں کہ دور دراز نصب العین کی خاطر لڑنے کی بجائے پورے ہند کو صرف شہریوں میں ڈھال لیا جائے جب لوگ سیاسی طور پر' ہندو اور مسلمان باقی نہ رہیں- آیئے پہلے ہم قلیتوں کے اس مسئلے کو حل کریں-

لیگ ہی کیوں؟

؁ مجھ سے بار بار یہ دریافت کیا گیا ہے کہ مسلم لیگ کیوں؟ میرا جواب یہ ہے کہ جو لوگ مسلم لیگ کے وجود پر حرف گیری کرتے ہیں پہلے وہ اس کے دستور اور نصب العین کا مطالعہ کریں- وہ دیانتداری کے ساتھ یہ دیکھیں گے کہ مسلم لیگ اور کانگرس یا کسی اور سیاسی تنظیم کے نصب العین میں کوئی اور فرق نہیں- انتخابی منشور اور ممتاز مسلم لیگی اراکین کی تقریریں اس کابات کا ثبوت ہیں کہ ہم مجالس قانون ساز میں ایسے لوگوں کو بھیجنا چاہتے تھے جو محب وطن' قوم

پرست اور آزاد ہوں۔

"اس بات کو ماننا پڑے گا کہ مسلم فرقے میں بھی ایسا ہی ایک ناپسندہ عنصر موجود ہے جیسے کہ ہند کے کسی اور فرقے میں موجود ہے۔ ہمارے اغراض و مقاصد یہ رہے کہ اس غیر پسندیدہ عناصر کو ملک کی عوامی زندگی سے بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے اور صرف ایسے لوگوں کی جماعت تشکیل دی جائے۔ جو آزاد' بے غرض ہوں اور جن کا قول اور فعل کے لحاظ سے شعار قوم پرستی ہو۔ اس خیال کے پیش نظر میں اس کا قائل ہوں کہ ہندو رہنما اور مسلم رہنما اپنے اپنے فرقوں کے لوگوں پر زیادہ اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ موجودہ حالات کے تحت یہ صرف الگ الگ تنظیموں کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔"

"میرے خیال میں یہ بہترین اور تیز ترین راہ ہے ہماری ترقی اور حصول منزل کے لئے۔ کیونکہ جب ہم سخت کوشش کے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں میں سے بہترین اذہان ڈھونڈ نکالیں گے تو یہ زیادہ سرعت کے ساتھ اتحاد اور متحدہ محاذ کی طرف ہماری رہنمائی کرے گا اور کرنی چاہیے جو ہماری جدوجہد کے لئے ازبس ضروری ہے۔ یہ حقیقت ہے اور مختصر ترین راہ جب کہ دوسرا جہاں سے جائے گا وہ تباہی ہے اور طویل ترین راستہ۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا "یہ کوئی جرم نہیں ہے اگر میں اپنے فرقے کو مضبوط بنانے کا خواہاں ہوں جب تک کہ میری سرگرمیاں قوم کے خلاف' ملک کی آزادی کی راہ مین رکاوٹیں نہ کھڑی کریں اور کسی دوسرے فرقے کے خلاف نہ ہوں۔ اگر میں اپنے فرقے کو اپنی زندگی میں مضبوط' آزاد اور محب وطن بنا سکا تو میں محسوس کروں گا کہ میں نے اپنی زندگی کا مقصد حاصل کر لیا اور میری زندگی رائگاں نہ رہی اور اگر مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی بھی کچھ اپنے فرقے کے لئے حاصل کر سکے تو گویا انہوں نے بھی اپنا کردار ادا کر دیا۔

اصل کام

مسٹر جناح نے کہا جداگانہ طریقہ انتخاب ہو یا نہ ہو پھر بھی ہم دونوں اپنے ملک کی آزادی کے لئے کام کریں گے۔ لیکن ملک کی آزادی کا مطلب اکثریت کے لئے آزادی اور اکثریت کی حکمرانی نہیں ہے۔ میں یہ بات زور دے کر کہوں گا کہ معمولی اکثریت بھی بے حد ظالمانہ اور جابرانہ ہو سکتی ہے۔ لہٰذا یہ ایک معقول بات ہے کہ اکثریت بنیادی طور پر جس کی ثقافت' روایات' (معاشرتی زندگی اور نقطہ نظر مختلف ہو وہ ہمیشہ اقلیتوں پر اورش مسلط کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

"تاریخی مثالیں چیکو سلاو یکیہ سے آتی ہیں۔ اس ملک پر خود مختار اکثریت کی حکمرانی ہے جب ہم سب غلام ہیں تاہم ۱۴ ملین چیک سلاؤ میں سے ۲ ملین جرمنوں کو ہمیشہ اکثریت کی طرف سے

خدشات اور خوف دامنگیر رہا- ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد اور بلاشبہ انجمن اقوام عالم کے دباؤ کے تحت، جس کا یہ فریضہ ہے کہ وہ خود مختار ملکوں میں اقلیتوں کی حفاظت کرے اور جرمن قوم کی حمایت کے بل پر اس چھوٹی سی جرمن اقلیت نے خود مختار اکثریت کو مجبور کر دیا اس کی ثقافت اور زبان کے تحفظ کی ضمانت دے کیا یہ مذہبی بات ہے؟ کیا یہ فرقہ پرستی ہے؟

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا جرمن، چیک اور سلاؤ سب کے سب عیسائی ہیں وہ ہند کے کس فرقے کے مقابلے میں زیادہ ہم جنس ہیں- وہ ایک ہی طرح کا لباس پہنتے ہیں- ایک ہی طرح کا کھاتے پیتے ہیں، اور ایک ہی طرح رہتے سہتے ہیں اور آپس میں شادی بیاہ بھی کرتے ہیں اور تاہم ان کا اپنی ثقافت اور زبان کی تباہی کے بارے میں خوف اور خدشات کو دور کرنا پڑا- اسی طرح مسلمان چاہتے ہیں کہ ان کی مذہبی ثقافت، زبان اور قومی زندگی میں ان کا سیاسی وجود مناسب اور موثر طریقے سے محفوظ ہو- اس مطالبے میں کوئی فرقہ پرستی اور مذہب مملو نہیں ہے-

تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "یہ سیدھا سادا اقلیتوں کا سوال تھا جس کا دوسرے ملکوں کے مدبروں کو سامنا کرنا پڑا اور اسے حل کرنا پڑا- تقریر کے اختتام پر "میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھ سے زیادہ اکثریتی فرقے کے ساتھ مفاہمت کا اور کوئی خواہاں نہیں- میں اتحاد چاہتا ہوں- میں ایک متحدہ محاذ چاہتا ہوں دوسرا فرقہ اور جماعت بھی یہی چاہتی ہے لیکن کیا چیز منصفانہ اور عادلانہ ہے اس کے معنی تاویل اور معیار مختلف ہو گئے ہیں- اگر ہند کو آزادی درکار ہے اور کوئی خوددار آدمی ایسا نہیں ہو سکتا جسے اپنی مادر وطن کی آزادی مطلوب نہ ہو ــــ تب اقلیتوں کا مسئلہ دلیرانہ اور منصفانہ طریقے سے حل ہونا چاہیے اور فی الفور حل ہونا چاہیے- اس مسئلے کے حل کی جانب کسی بھی دیانتدارانہ کوشش کے ضمن میں دوسرے فرقے اور جماعتیں مسلمانوں کو یا خود مجھے کسی سے پیچھے نہیں پائیں گی-"

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۲۱، ستمبر ۱۹۳۷ء)

۷۳- ہماری تمام تر امیدیں اپنے نوجوانوں سے وابستہ ہیں
پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے قیام پر پیغام

۲۵، ستمبر ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا نے مسلم لیگ نے پنجاب اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے قیام پر اپنے ایک پیغام میں کہا: "مسلمانوں کے لئے وقت کی اشد ضرورت خود کو منظم کرنا، ایک پلیٹ فارم اور ایک پرچم تلے جمع ہو جانا ہے اور یہ ہے مسلمانوں کی واحد تنظیم یعنی آل انڈیا مسلم لیگ

—— ہماری تمام تر امیدیں اپنے نوجوانوں سے وابستہ ہیں جنہیں مستقبل قریب کے بار اور ذمہ داریوں کو اٹھانا ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ موجودہ حالات میں اور جس طریقے سے زمانہ رواں دواں ہے اگر مسلمان منظم نہ ہوئے اور ان کی یک جہتی اور اتحاد قائم نہ ہوا تو یہ امکان ہے کہ انہیں کچل دیا جائے یہی نہیں بلکہ ملک کے قومی امور اور حکومت میں جو ابھی قائم ہوئی ہے اور بعدازاں قائم ہونے والی ہے میں ان کے جائز مقام سے ہٹا کر انہیں بالکل مٹا دیا جائے۔ لٰہذا میں آپ سے، اے نوجوانو! اپیل کرتا ہوں کہ آپ خیالی نصب العین سے گمراہ نہ ہو جائیں بلکہ عملی انسانوں کی طرح ان حقائق کی روشنی میں جو ہمیں درپیش ہیں عمل پیرا ہوں۔ میں آپ کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ (دی ڈیلی ٹری بیون، کیم اکتوبر ۱۹۳۷ء)

۷۴- آل انڈیا مسلم لیگ کا ۲۵ واں سالانہ اجلاس

منعقدہ لکھنؤ میں خطبہ صدارت

۱۵، اکتوبر ۱۹۳۷ء

خواتین و حضرات!

آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی تیس سال سے زیادہ زندگی میں شاید ہی کوئی اتنا اہم اجلاس منعقد ہوا ہو۔

آپ کو جو حکمت عملی اور پروگرام وضع کرنے کا فریضہ سونپا جا رہا ہے وہ نہ صرف مسلمانان ہند کی تقدیر اور ان کے مستقبل پر اثرانداز ہو گا بلکہ پورے ملک کو متاثر کرے گا۔ ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء کے دن مسلم لیگ نے اپنی تاریخ میں پہلی بار عوام سے رابطہ کی حکمت عملی اور پروگرام، طے کیا۔ لیگ نے موجودہ تقاضوں اور صورت حال کا جائزہ لیا۔ چونکہ ہمیں ان انتخابات کا سامنا ہے جو قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء میں شامل نئے صوبائی دستور کے نفاذ کے فوراً بعد آنے والے ہیں اس لیے ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ ہم میدان میں اتر آئیں اور صوبائی مجالس قانون ساز کے انتخابات میں حصہ لیں۔ یہ بھی محسوس کیا گیا کہ ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں کہ ہم صوبائی دستور کو یہ جیسا کیسا بھی ہے استعمال کریں۔ ہرچند کہ یہ تسلی بخش نہیں ہے۔ میں یہاں اس قرارداد کا متن پیش کرتا ہوں جو ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو منظور کی گئی :

"ہرگاہ کہ پارلیمانی نظام حکومت جو نئے دستور کے نفاذ کے ساتھ اس ملک میں رائج کیا جا رہا ہے یہ فرض کرتا ہے کہ ملک میں ایسی سیاسی جماعتیں ہوں گی جن کی واضح حکمت عملی اور

پروگرام ہو گا' "جس کو رائے دہندگان کی تربیت کی سہولت حاصل ہو گی اور مختلف گروہوں میں جن کے اغراض و مقاصد ملتے جلتے ہوں گے' باہمی تعاون ممکن ہو سکے گا اور اس امر کو یقینی بنائے گا کہ اس دستور کو اس انداز سے چلایا جائے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جا سکے اور یہ کہ مسلمانوں کے قومی اتحاد کو استحکام بخشنے کے لئے اور مسلمانوں کے لئے صوبائی حکومتوں میں ان کا جائز اور موثر حصہ حاصل کرنے کے لئے یہ لازمی اور لابدی ہے کہ مسلمان خود کو ایک پارٹی کی شکل میں منظم کریں' جس کا ترقی پسند پروگرام ہو۔ اس لئے طے کیا جاتا ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ آنے والے صوبائی انتخابات میں حصہ لینے کے لئے اقدام کرے اور اس مقصد کے لئے وہ مسٹر جناح کو متعین کرتی ہے کہ وہ اپنی صدارت میں مرکزی انتخابی بورڈ تشکیل دیں جو کم از کم ۳۵ ارکان پر مشتمل ہو جسے مختلف صوبوں میں صوبائی انتخابی بورڈوں کی تشکیل اور الحاق کا اختیار حاصل ہو۔ یہ کہ ہر صوبے کے حالات کو ملحوظ رکھا جائے اور ایسے طریقے اختیار کئے جائیں جن کے ذریعے مندرجہ بالا مقاصد حاصل ہو سکیں۔"

اس فیصلے کے مطابق مسلم لیگ مرکزی پارلیمانی بورڈ جون ۱۹۳۶ء میں معرض وجود میں آ گیا اور لیگ کی قرارداد اور ہدایات کو جامہ عمل پہنانے کی غرض سے مختلف صوبوں میں بھی صوبائی بورڈ قائم کر دیئے گئے۔ اہل تنظیم اور مشینری کی عدم موجودگی اور پہلے سے تیاری کے بغیر یہ کام سہل نہ تھا' اور نہ ہی معمولی نوعیت کا تھا۔ تمام صوبوں میں انتخابات لڑنا ایک زبردست کام تھا بالخصوص اس صورت میں کہ سارے ہند میں مسلمان تعداد کے لحاظ سے ایک اقلیت تھے' اور کمزور تھے۔ تعلیمی اعتبار سے پسماندہ تھے اور اقتصادی نقطہ نظر سے کہیں بھی نہیں تھے۔ ان کی معاشرتی اور معاشی بہبود کی غرض سے کبھی بھی باقاعدہ طور پر کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ جبکہ ہمارے برادر فرقے اپنی تنظیموں اور باقاعدہ پروگراموں کے ساتھ ہم سے بہت آگے جا چکے تھے۔ پھر ان کی حمایت پر بہت سے لوگ بھی تھے بالخصوص ہندو' جو نہ صرف اکثریت میں تھے بلکہ بہتر تربیت یافتہ' زیادہ منظم اور تعلیمی' اقتصادی اور مالی اعتبار سے کہیں بہتر طور پر لیس تھے۔

لیکن یہاں میں اس بات کا ذکر کر دوں کہ انتخابات ختم ہونے سے پہلے کام کرنے کے لئے ہمیں ۶ ماہ کی مدت ملی۔ نتائج بہت امید افزا رہے۔ ہمیں مایوس ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہر صوبے میں جہاں لیگ پارلیمانی بورڈ تشکیل دے دیا گیا تھا اور لیگ پارٹی قائم کر دی گئی تھی' لیگ کے امیدواروں نے جن نشستوں کے لئے مقابلہ کیا ان میں ساٹھ اور ستر فی صد کامیابی حاصل ہوئی اور جب سے انتخابات ختم ہوئے ہیں' مجھے معلوم ہوا ہے کہ تقریباً ہر صوبے میں مدراس کے دور افتادہ کونے سے لے کر شمال مغربی سرحدی صوبے تک مسلم لیگ کی سینکڑوں ضلعی تنظیمیں

قائم ہو چکی ہیں۔ گزشتہ اپریل سے مسلمانان ہند زیادہ سے زیادہ تعداد میں مسلم لیگ میں شامل ہو رہے ہیں اور مجھے پورا بھروسہ ہے کہ اگر ایک دفعہ انہیں مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام کا ادراک ہو گیا تو ہند کی پوری مسلم آبادی اس کے پلیٹ فارم کے گرد اور اس کے پرچم تلے جمع ہو جائے گی۔ مسلم لیگ کا موقف یہ ہے کہ ہند میں مکمل قومی' جمہوری اور خوداختیاری حکومت ہو۔ اس بات پر' زیادہ تر ناواقف اور ناخواندہ عوام کی تسکین کی خاطر بڑی حاشیہ آرائی کی گئی۔ مختلف تراکیب استعمال کی جاتی ہیں' جیسے پورنیہ سوراج' حکومت خوداختیاری' مکمل آزادی' ذمہ دار حکومت' روح آزادی کامل' اور رتبہ قلمرو (DOMINION STATUS) کچھ لوگ ہیں جو آزادی کامل کی بات کرتے ہیں لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں کہ آپ کے لبوں پر ہو آزادی کامل' اور آپ کے ہاتھوں میں ہو قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء ! جو لوگ زیادہ سے زیادہ آزادی کامل کی بات کرتے ہیں اس سے ان کی کم سے کم مراد ہوتی ہے جو اس کا حقیقی مطلب ہے۔ کیا گاندھی ارون میثاق' آزادی کامل سے کوئی مطابقت رکھتا ہے؟ کیا وزارتیں قبول کرنے سے پیشتر جو یقین دہانیاں طلب کی گئی تھیں اور کیا صوبائی دستور کو پورنیہ سوراجیہ کے مطابق چلایا جا سکتا ہے؟ کیا یقین دہانیوں کے انکار کے بعد وزارتیں قبول کر لینا اور صوبائی دستور کو ـــــ جسے برطانوی پارلیمان نے مرتب کیا اور سامراجی قوت نے اسے ہند کے عوام پر مسلط کیا ـــــ چلانا کانگرس کی حکمت عملی' پروگرام اور اعلانات کے مطابق تھا؟ کیا توڑنے کے معنی چلانا ہے؟ یہ کاغذی اعلانات اور نعرے ہمیں کہیں نہیں پہنچا سکتے۔ ہند کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہے مکمل متحدہ محاذ اور مقصد کے ساتھ دیانت' پھر آپ اپنی حکومت کو کوئی بھی نام دے لیجئے' کوئی فرق واقع نہیں ہو گا جب تک کہ آپ کی حکومت عوام کی ہو' عوام کی جانب سے ہو اور عوام کے لئے ہو۔

کانگرس کی موجودہ قیادت' بالخصوص گزشتہ دس برس کے دوران' مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کی ذمہ دار ہے کہ اس نے زیادہ سے زیادہ ایسی حکمت عملی پر عمل کیا جو خالصتاً ہندوانہ تھی اور جب سے اس نے ان چھ صوبوں میں حکومتیں بنائی ہیں جہاں اس کی اکثریت تھی' وہاں اس نے اپنے قول و فعل اور پروگرام سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمان ان سے عدل اور منصفانہ سلوک کی توقع نہیں کر سکتے۔ جہاں کہیں بھی وہ اکثریت میں ہیں اور جہاں انہیں مناسب حال نظر آیا انہوں نے مسلم لیگ پارٹیوں کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا اور غیر مشروط طور پر سپردگی اور عہد نامے پر دستخطوں کا مطالبہ کیا۔

وہ اس مطالبے پر بضد تھے' پارٹی چھوڑ دو! اپنی حکمت عملی اور پروگرام کو تج دو اور مسلم لیگ کو توڑ دو!! لیکن جہاں انہوں نے دیکھا کہ وہ اکثریت میں نہیں ہیں جیسے شمال مغربی سرحدی

صوبہ' تو ان کا اجتماعی ذمہ داری کا مقدس اصول غائب ہو گیا اور فوراً ہی کانگرس پارٹی کو اجازت دے دی گئی کہ وہ کسی بھی گروہ کے ساتھ اشتراک کر سکتی ہے۔ کسی بھی مسلمان رکن کو جو غیر مشروط طریقے سے اطاعت پر آمادہ ہو اور ان کے عہد نامے پر دستخط کرنے کے لئے تیار ہو وزیر کی نوکری پیش کر دی جاتی' پھر اسے مسلمان وزیر کی حیثیت سے گھمایا جاتا' ہر چند کہ اسے مجلس قانون ساز میں مسلم نمائندوں کی عظیم اکثریت کا اعتماد اور احترام حاصل نہ ہوتا۔ ان لوگوں کو ان "وفادارانہ" خدمات کے عوض جو انہوں نے کانگرس کی اطاعت گزاری اور عہدنامے پر دستخط کر کے سرانجام دیں' مسلمان وزراء کی حیثیت سے نمود و نمائش کی اجازت دے دی جاتی۔ جتنی جس کی بے وفائی اتنا ہی اس کا انعام۔ ہندی سارے ہندوستان کی قومی زبان ہو گی اور بندے ماترم قومی ترانہ ہو گا جسے سب پر ٹھونس دیا جائے گا۔ ہر کہہ و مہہ کو کانگرس کے پرچم کی تابعداری اور تعظیم کرنی ہو گی۔ ابھی تو تھوڑے سے اختیار اور ذرا سی ذمہ داری کی دہلیز پر ہیں لیکن اکثریتی فرقے نے اپنے عزائم کے رخ سے نقاب اٹھا دی ہے کہ ہندوستان ہندوؤں کا ہے۔ صرف کانگرس نے قوم پرستی کا نقاب اوڑھ رکھا ہے' جب کہ ہندو مہاسبھا چبا چبا کر بات نہیں کرتی۔ میں جرات سے کہہ سکتا ہوں کہ کانگرس پارٹی کی موجودہ حکمت عملی کا نتیجہ ہو گا : طبقاتی تلخیاں' فرقہ وارانہ جنگ اور نتیجتہ" سامراجی تسلط کا استحکام۔ میں پوری جسارت سے کہتا ہوں کہ برطانوی حکومت اس سمت میں کانگرس کو کھل کھیلنے کا موقع دے گی کیونکہ انہیں بہت کم فرق پڑے گا بلکہ اس کے برعکس یہ ان کے لئے مفید رہے گا جب تک کہ ان کے مفادات —— سامراجی اور دیگر —— کو نہ چھیڑا جائے اور دفاع کا معاملہ جوں کا توں رہے۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ جب کانگرس اہل ہند کو مزید گروہوں میں بانٹ دے گی اور متحدہ محاذ کو ناممکن بنا دے گی تو اس کا ایک خوفناک قسم کا ردعمل پیدا ہو گا۔ صرف یہاں یہ کہنا بے محل نہ ہو گا کہ جو تباہ کن نتائج برآمد ہوں گے ان میں برطانوی حکومت کی ذمہ داری کچھ کم نہ ہوگی۔ یہ بات بالکل واضح طور پر عیاں ہو چکی ہے کہ گورنروں اور گورنر جنرل کو دستور کے تحت اقلیتوں کے تحفظ کیلئے جو اختیارات اور خصوصی ذمہ داری تفویض کی گئی تھی' اور جس کا وزیر ہند لارڈ زٹلینڈ نے کانگرس پارٹی کے یقین دہانیوں کے مطالبے کے تنازعہ کے دوران اتنا چرچا کیا تھا' اسے وہ نبھانے میں ناکام ہو گئے اور اس طرح مسلمان وزیروں کے تقرر کے معاملے میں دستور کی روح اور دستاویز ہدایات کی کھلم کھلا خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے۔ اس کے برخلاف وہ ان لوگوں کو مسلمان وزیروں کے طور پر مقرر کرنے اور اس حیثیت سے ان کی نمائش کرنے کے باعث خود بھی اس معاملے میں ایک فریق بن گئے حالانکہ انہیں اس بات کا پورا علم ہے کہ ان لوگوں کو مسلم نمائندوں کا یا ایوان سے باہر لوگوں کا اعتماد حاصل

نہیں ہے۔ اگر اس طرح کے معاملے میں گورنروں نے اپنی پوری بے بسی کا اظہار کیا اور اس مقدس فریضے سے اغماض برتا جو اقلیتوں کی حفاظت کے تعلق میں برطانوی حکومت نے اپنے ذمہ لیا تھا تو کیا وہ دیگر بے شمار معاملات میں جو مجلس قانون ساز اور انتظامیہ کے روزمرہ کے کاموں میں سامنے آئیں گے' بے نقاب نہیں ہوں گے — کیا وہ اقلیتوں کی حفاظت کر سکیں گے؟ یہ وقت کی بہت سنگین اور ملحوظ خاطر رکھنے والی نشانیاں ہیں۔ میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ ان حالات سے وہ ایک ہی جامع قسم کا سبق حاصل کریں' اس سے قبل کہ تاخیر ہو جائے۔ وہ سبق یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے راہ بالکل واضح ہے۔ انہیں محسوس کر لینا چاہئے کہ وقت آ گیا ہے کہ وہ اپنی تمام توانائیاں خود کو منظم کرنے اور اپنی قوتوں کو پوری طرح ترقی دینے پر مرکوز کر دیں اور کسی خیال کو خاطر میں نہ لائیں۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ بنا ہوا ہے۔ ایک گروہ ہے جس نے اپنا رخ انگریزوں کی طرف کر رکھا ہے۔ اگر انہیں ابھی تک تلخ نتائج کا احساس نہیں ہوا ہے' تو شاید کبھی بھی نہ ہو۔ اللہ صرف ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہوں۔ ایک اور گروہ ہے جس کا منہ کانگرس کی طرف ہے۔ وہ ایسا اس لئے کر رہے ہیں کہ انہیں خود پر ہی اعتماد نہیں رہا۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمان اپنے میں خوداعتمادی پیدا کریں اور اپنا مستقبل اپنے ہاتھوں سے بنائیں۔ ہمیں ایسے افراد کی ضرورت ہے جن میں یقین ہو' استقلال ہو' جن میں حوصلہ ہو اور عزم بالجزم' جو اپنے یقین کی خاطر تن تنہا لڑ سکیں' اس امر کے باوجود کہ ساری دنیا ان کے خلاف ہو۔ ہمیں طاقت اور قوت بڑھانی چاہئے تاآنکہ مسلمان پوری طرح سے منظم ہو جائیں اور ان میں طاقت اور قوت پیدا ہو جائے جو لوگوں کی یک جہتی اور اتفاق سے آنی چاہئے۔

اکثریتی فرقے کے ساتھ کوئی سمجھوتہ ممکن نہیں کیونکہ کوئی بھی صاحب اختیار ہندو اس ضمن میں کسی تشویش یا حقیقی خواہش کا اظہار نہیں کرتا۔ عزت مندانہ سمجھوتہ صرف دو برابر کے لوگوں کے مابین ہو سکتا ہے۔ جب تک کہ دو فریق ایک دوسرے کا احترام کرنا یا ایک دوسرے سے ڈرنا نہیں سیکھیں گے' سمجھوتہ کی کوئی ٹھوس وجہ ہاتھ نہیں آئے گی۔ کمزور فریق کی طرف سے صلح جوئی کا مطلب ہے کمزوری کا اعتراف اور جارحیت کے لئے دعوت۔ حب الوطنی' عدل و انصاف اور خیر سگالی کے لئے اپیلوں سے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ یہ محسوس کرنے کے لئے کسی سیاسی بصیرت کی ضرورت نہیں کہ تمام تحفظات اور سمجھوتوں کی قیمت پرکاہ جتنی بھی نہیں ہو گی اگر ان کی پشت پر قوت نہیں ہے۔ سیاست کے معنی ہیں طاقت' اور صرف عدل یا انصاف یا خیرسگالی کے لئے فریادوں پر انحصار کرنا نہیں ہے۔ اقوام عالم پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ہر روز کیا ہو رہا ہے۔ دیکھیں حبشہ کے ساتھ کیا ہوا۔ دیکھیں چین اور اسپین کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

فلسطین کے المیہ کی تو بات ہی نہ کریں۔ اس کا تذکرہ میں بعد میں کروں گا۔

کانگرس ہائی کمان بھانت بھانت کی بولی بولتی ہے۔ ایک رائے ہے کہ ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے ہندو مسلم مسئلہ کہیں۔ اور ایسی بھی کوئی بات نہیں جسے ملک میں اقلیتوں کا مسئلہ کہا جائے۔ ایک اعلیٰ خیال یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی موجودہ غیر منظم اور بے بسی کی حالت میں چند لقمے ان کی طرف پھینک دیئے جائیں تو ان کا منہ بند ہو جائے گا۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو مغلوب کیا جا سکتا ہے تو وہ افسوسناک غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ سیاسیات ہند میں اپنا جائز کردار ادا کرنے کے لئے میدان میں آگئی ہے اور اس حقیقت کا ادراک اور اعتراف جس قدر جلد کر لیا جائے گا جملہ متعلقہ مفادات کے لئے اتنا ہی بہتر ہو گا۔ تیسری رائے یہ ہے کہ ناقابل عبور گھپ اندھیرے میں روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی لیکن جیسے جیسے کانگرس طاقت اور استحکام حاصل کرتی جاتی ہے کورے چیک کے پچھلے وعدے فراموش ہوتے جاتے ہیں۔ چیک کورے کے کورے رہتے ہیں۔ نہ یہ پر کئے جاتے ہیں' نہ ان پر دستخط ہوتے ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ مسلمان صورت حال پر غور کریں اور ایک' قطعی اور یکساں حکمت عملی اختیار کر کے' جس پر سارے ہند میں صدق دلی کے ساتھ عمل کیا جائے' اپنی قسمت کا آپ فیصلہ کریں۔ جب کانگرسی مسلمان غیر مشروط سپردگی کی تبلیغ کرتے ہیں تو بڑی غلطی کرتے ہیں۔ خود کو دوسرے کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا شکست خوردہ ذہنیت کی انتہا ہے اور یہ مسلمان فرقے کے ساتھ زبردست فریب ہے اور اگر اس حکمت عملی کو اختیار کیا گیا تو مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے' فرقہ اپنی قسمت پر خود مہر لگا دے گا اور پھر یہ ملک کی قومی زندگی اور حکومت میں اپنا جائز کردار مطلق ادا نہیں کر سکے گا۔ صرف ایک ہی چیز ہے جو مسلمانوں کو بچا سکتی ہے اور ان میں عظمت رفتہ کی بازیابی کے لئے توانائی پیدا کر سکتی ہے۔ سب سے پہلے تو انہیں اپنے ضمیر کو جگانا ہو گا' پھر انہیں اپنے اعلیٰ و ارفع رتبے اور اصولوں کو تھامنا ہو گا جو ان کے عظیم اتحاد کی اساس بن جاتے ہیں اور جو انہیں ایک جسد سیاست سے منسلک کر دیتے ہیں۔ ان نعروں اور طعنوں سے دل برداشتہ نہ ہوں جو مسلمانوں کے خلاف استعمال کئے جاتے ہیں' جیسے فرقہ پرست' ٹوڈی اور رجعت پسند۔ آج صفحہ ہستی پر جو بدترین ٹوڈی ہے اور آج مسلمانوں کی صف میں جو ذلیل ترین فرقہ پرست ہے' وہ ہے جو غیر مشروط طور پر خود کو کانگرس کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنے ہی فرقے کو گالیاں دینی شروع کر دیتا ہے اور پھر اگلے ہی روز وہ قوم پرستوں کا قوم پرست بن جاتا ہے۔ ان اصطلاحات' الفاظ اور گالیوں کا مقصد مسلمانوں میں احساس کمتری پیدا کرنا اور ان کے حوصلے پست کرنا ہے۔ اور ان کا مطلب ہے کہ ان میں نفاق کے بیج بو دیئے جائیں اور ہمیں بیرونی دنیا میں بدنام کر دیا جائے۔

یہ اس ڈھب کا پروپیگنڈا ہے جس کے ساتھ حقارت آمیز رویہ ہی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا یقینی اور قطعی مقصد ہے مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا موثر تحفظ' یہ اس کا اساسی اور اصلی مقصد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم لیگ اور اس کے حامیوں نے کانگرس کی ناراضی مول لی۔ آخر ہم ایسا کون سا کام کر رہے ہیں جس پر کانگرس معترض ہے؟ کانگرس وہی کچھ کر رہی ہے جس کا ہم نے دو برس پیشتر فیصلہ کیا تھا۔ لیگ مسلمانوں کا استحصال نہیں ہونے دی گی خواہ وہ برطانوی حکومت کرے یا کوئی پارٹی یا گروہ اور یہ مجلس قانون ساز کے اندر ہو یا باہر۔ کانگرس نے اپنی شیخیوں کے باوصف ماضی میں مسلمانوں کے لئے کچھ نہیں کیا۔ یہ مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں میں اعتماد اور احساس تحفظ پیدا کرنے میں بھی ناکام رہی۔ عوامی رابطہ کے بھیس میں مسلمانوں کے ساتھ رابطہ پیدا کرنے کی کانگرسی کوشش کا مطلب مسلمانوں میں نفاق' کمزوری اور شکست و ریخت پیدا کرنا ہے اور ان کو اپنے مسلمہ رہنماؤں سے الگ کرنا ہے۔ یہ ایک خطرناک چال ہے اور یہ کسی کو گمراہ نہیں کر سکتی۔ مختلف قسم کی چاپلوسیوں' دلفریب الفاظ اور نعروں کے باوصف یہ چالیں کامیاب نہیں ہوں گی۔ دیانت دارانہ اور سیدھا و صاف واحد راستہ یہ ہے کہ اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ سلوک کیا جائے۔ بھوک اور غربت کی تمام باتوں کا مقصد لوگوں کو اشتمالیت اور اشتراکیت کی طرف راغب کرنا ہے جس کے لئے ہندوستان ابھی تیار نہیں۔ موجودہ حالات میں مسلم لیگ راست اقدام کی حکمت عملی کو خودکشی کے مترادف اور بے کار سمجھتی ہے۔ اب تک اس طرح کی دو کوششیں ناکامی سے ہمکنار ہو چکی ہیں اور عوام کے لئے ناقابل بیان تباہی اور مصیبت کا باعث بنیں اور انہیں اس جہت میں دو عشروں کی پیہم کوششوں کے بعد خیرباد کہنا پڑا اور نتیجتہ" عوام پر زیادہ رجعت پسندانہ دستور مسلط کر دیا گیا' جسے اب کانگرس چلا رہی ہے۔

ایک قرارداد کے ذریعہ گورنر جنرل سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ وزیر ہند کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ وہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ایک مجلس دستور ساز طلب کریں' جہالت کی انتہا ہے۔ اس سے بے شعوری کا اظہار ہوتا ہے۔ مجلس دستور ساز کو صرف خودمختار حاکم ہی طلب کر سکتا ہے اور وہ بھی مسند اختیار سے —— ایک خاص قسم کا ادارہ جس کے اراکین کو خودمختار فرمانروا کے اختیار سے نمائندوں کے طور پر منتخب کیا جاتا ہے۔ ان کا کام ملک کی حکومت کے لئے ایسا دستور وضع کرنا ہوتا ہے جو ان کے خیال میں مناسب ہو۔ جونہی دستور مرتب ہو جاتا ہے ان کا کام ختم ہو جاتا ہے' اور اس طرح جو دستور مرتب ہوتا ہے وہ خودبخود ملکی حکومت کے دستور کی جگہ لے لیتا ہے۔ حق بالغ رائے دہی کے تحت ادارہ رائے دہندگان کون تشکیل دے گا اور بالغ رائے دہی کے تحت قائم

ہونے والا ادارہ رائے دہندگان کتنے نمائندوں کا انتخاب عمل میں لائے گا اور ان حلقہ ہائے انتخاب میں اقلیتوں کا کیا بنے گا۔ رائے دہندگان کیا سمجھیں گے' اور اس خصوصی ادارے کے اراکین کو جنہیں اس عظیم برصغیر کے لئے دستور سازی کا آخری اور قطعی اختیار ہو گا کس طرح چنیں گے؟ اس مشین کو اس امر کی کون ہدایت دے گا جو اس خصوصی ادارے کو منتخب کرے گی جس کے اراکین کی نمائندہ حیثیت ہو گی اور انہیں اپنی پسند کا دستور مرتب کرنے کا اختیار ہو گا؟ اس مشین کو کون چالو کرے گا؟ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ایسے ادارے میں اقلیتوں کا کیا بنے گا؟ کیا کانگرس اس باب میں واقعی سنجیدہ ہے کہ وزیر ہند یہ تمام لوازمات پورے کر دیں گے جبکہ صرف چند روز قبل برطانوی حکومت کے سب سے زیادہ بااختیار نمائندے جناب وائسرائے نے کہا کہ انہیں پوری امید ہے کہ وہ مستقبل قریب میں ہندوستان کے لئے وفاق قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ کہ جب وہ ہندوستان تشریف لائے تو انہوں نے اس امید کا اظہار کیا تھا کہ من حیث المجموع وفاق کی اسکیم کے بارے میں یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ صوبائی خودمختاری کے نفاذ کے بعد ایک معقول مدت کے دوران وفاق کا قیام ہو جائے گا اور ان کے گزشتہ ۱۸ ماہ کے تجربے نے ان کے معقول مدت کے دوران وفاق کے قیام کی رائے کی تصدیق کر دی ہے؟

مجموعی طور پر پورے ملک پر نظر ڈالی جائے تو ابھی کانگرس مسند اختیار سے خاصی دور ہے' اور یہ سوچنا کہ برطانوی حکومت مجلس دستور ساز طلب کر لے گی حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہو گا' اور یہ کہ کانگرس میں ایسا کرنے کی صلاحیت ہو گی خالصتاً چاند کو چھو لینے والی بات ہو گی۔ پہلے کانگرس ملک کے تمام بڑے فرقوں اور مفادات کے جملہ طبقات کو اپنی قیادت کے زیر اثر لے آئے۔ ایک بیرونی حکومت سے جو اس ملک میں خودمختار فرمانروا ہیئت حاکمہ ہے یہ کہنا کہ وہ اس طرح کا ادارہ طلب کرے' قبل اس کے کہ فرقہ وارانہ مسئلہ بھی حل نہ ہوا ہو اور اس سے پیشتر کہ ہندوستان کے تمام اہم فرقے کانگرس کی قیادت کو قبول کریں' ایسا ہی ہے جیسے گھوڑے کے آگے گاڑی جوت دی جائے اور یہ بھی نہ بھولنا چاہیے کہ ہند کا ایک تہائی جو ہندی ریاستوں اور والیان ریاست پر مشتمل ہے بے حد خصوصی مرتبے پر فائز ہے۔

ریت میں ہل چلانے کی بجائے کانگرس کو چاہئے کہ وہ کم سے کم اپنی توجہ اس امر پر مرکوز کر دے کہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء میں مذکور وفاقی اسکیم معرض وجود میں نہ آ سکے کیونکہ یہ موجودہ مرکزی دستور سے زیادہ رجعت پسندانہ ہے۔ اور اب کہ وہ لوگ جو برطانوی حکومت کی جانب سے بااختیار طریقے سے بات کر سکتے ہیں اس قدر زور اور اعتماد کے ساتھ اعلان کر رہے ہیں کہ یہ عنقریب نافذ ہونے والا ہے۔ کانگرس کیا کرے گی؟ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک پارٹی کی

حیثیت سے تن تنہا اسے روک سکتے ہیں یا کوئی اور فارمولا تیار کر لیا جائے گا اور کانگرس پارٹی خاموشی کے ساتھ اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لے گی، جیسے اس نے صف اول کے کچھ کانگرسی رہنماؤں کی اس کے خلاف لمبی چوڑی باتوں کے باوجود صوبائی دستور کو قبول کر لیا؟

کیا میں اب مسئلہ فلسطین کے بارے میں گفتگو کر سکتا ہوں؟ اس نے سارے ہندوستان میں مسلمانوں کو بہت برا گیختہ کیا ہے۔ شروع ہی سے برطانوی حکومت کی ساری حکمت عملی عربوں کے ساتھ بے وفائی تھی۔ ان کی بھروسہ کرنے کی فطرت کا بھرپور فائدہ اٹھایا گیا۔ برطانیہ عظمیٰ نے عربوں کے لئے جو اعلانات کئے ان کی خلاف ورزی کی گئی۔ ان کے ذریعہ اور جنگ عظیم کے دباؤ کے تحت اس بات کی ضمانت دی گئی کہ عرب علاقوں کو مکمل آزادی دے دی جائے گی اور ایک عرب کانفیڈریشن قائم کر دی جائے گی۔ جھوٹے وعدے کر کے اور عربوں کو استعمال کرنے کے بعد خود اس رسوائے زمانہ اعلان بالفور کے ساتھ جو ناقابل مصالحت تھا اور جس پر بیک وقت عملدرآمد بھی ناممکن تھا، انتدابی قوت کی گدی پر متمکن ہو گئے اور یہودیوں کو وطن فراہم کرنے کی حکمت عملی اپنانے کے بعد برطانیہ عظمیٰ اب فلسطین کو تقسیم کرنے کی تجویز پیش کر رہا ہے اور شاہی کمیشن کی سفارشات نے المیہ کی تکمیل کر دی ہے۔ اگر اسے جامہ عمل پہنا دیا گیا تو اس کا نتیجہ عربوں کی ان کے اپنے وطن میں ہر جائز امنگ کی مکمل تباہی اور بربادی کی شکل میں ظاہر ہو گا۔ اور اب ہم سے کہا جاتا ہے کہ حقائق پر نظر کریں۔ لیکن یہ صورت حال کس نے پیدا کی؟ یہ سب کچھ برطانوی مدبرین کا کیا دھرا ہے جو نہایت سرگرمی کے ساتھ اسے رو بہ عمل لائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ انجمن اقوام عالم نے شاہی کمیشن کی اسکیم کو منظور نہیں کیا اور اس امر کا امکان ہے کہ اس کا از سر نو جائزہ لے لیا جائے۔ لیکن کیا یہ عربوں کو ان کا جائز حق دلانے کی حقیقی کوشش ہے۔ کیا میں برطانیہ عظمیٰ کو یہ بتا سکتا ہوں کہ فلسطین کا یہ مسئلہ، اگر اس کا عادلانہ اور منصفانہ حل نہ نکالا گیا اور اس کا ہمت اور حوصلے کے ساتھ فیصلہ نہ کیا گیا تو یہ برطانوی سلطنت کی تاریخ میں ایک نقطۂ انقلاب ثابت ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ میں یہ بات نہ صرف ہندوستان کے بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کی طرف سے کہہ رہا ہوں اور صحیح الخیال اور انصاف پسند لوگوں کے سب طبقے میرے ساتھ اتفاق کریں گے، جب میں یہ کہتا ہوں کہ برطانیہ عظمیٰ اپنی قبر خود کھود رہا ہو گا اگر اس نے ان اعلانات، وعدوں اور ارادوں کی خلاف ورزی کی جن کا اس نے قبل اور بعد از جنگ بھی غیر مبہم طور پر عربوں بلکہ ساری دنیا کے سامنے اظہار کیا۔ میں دیکھتا ہوں کہ احساسات اور جذبات کی بہت کشیدہ صورت پیدا کر دی گئی ہے اور برطانوی حکومت انتہائی مایوسی کے عالم میں جابرانہ اقدام کر رہی ہے اور فلسطین میں عربوں کی رائے عامہ سے سختی کے

ساتھ نمٹنے میں مصروف ہے۔ مسلمانان ہند پوری یک جہتی سے عربوں کا ساتھ دیں گے اور عربوں کی دلیرانہ اور منصفانہ جدوجہد میں جو وہ نہایت نامساعد حالات میں کر رہے ہیں ہر ممکن امداد کریں گے۔ کیا میں آل انڈیا مسلم لیگ کی جانب سے انہیں ان کے منصفانہ مقصد اور جدوجہد میں جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ کامیاب رہیں گے' شاباش' حوصلے اور عزم بالجزم کا پیغام بھیج سکتا ہوں؟

ہند کے مسلمانوں سے

ہر صوبے میں' ہر ضلع میں' ہر تحصیل میں' ہر قصبے میں—— میں کہتا ہوں کہ آپ کا اولین فریضہ یہ ہے کہ لوگوں کی فلاح و بہبود کے کاموں کے تعمیری اور رفاہی پروگرام بنائیں اور مسلمانوں کی معاشرتی' معاشی اور سیاسی ترقی کی راہیں اور طریقے نکالیں۔ ہمیں صوبوں اور ملک کی فلاح و بہبود اور ترقی کے کسی عملی اور تعمیری پروگرام میں کسی پارٹی یا گروہ کے ساتھ تعاون کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں ہو گا۔ میں نہایت دلسوزی کے ساتھ ہر مرد' عورت اور بچے سے التماس کرتا ہوں کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے مشترکہ پلیٹ فارم اور پرچم کے گرد جمع ہو جائیں۔ جس قدر جلد ممکن ہو آپ آل انڈیا مسلم لیگ' صوبائی لیگوں اور ضلعی لیگوں کے سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں ممبر بن جائیے۔ اپنے آپ کو منظم کیجئے۔ اپنی صفوں میں یک جہتی اور مکمل اتحاد قائم کیجئے۔ خود کو تربیت یافتہ اور نظم و ضبط کے پابند سپاہی کی حیثیت سے لیس کیجئے اور سپاہیانہ رفاقت کا احساس اور جذبہ پیدا کیجئے۔ اپنے لوگوں اور ملک کے مقصد کی خاطر خلوص کے ساتھ کام کیجئے۔ کوئی فرد یا قوم محنت' برداشت اور ایثار کے بغیر کچھ حاصل نہیں کر سکتی۔ ایسی قوتیں ہیں جو آپ کا مذاق اڑائیں گی' آپ کو ڈرائیں گی اور آپ کو دھمکائیں گی اور ممکن ہے کہ آپ کو ان کی زیادتیاں بھی سہنی پڑیں۔ لیکن اس آتش عقوبت کی بھٹی سے گذر کر' جو آپ کے خلاف تیار کی جائے گی' جبر و استبداد جو آپ کے خلاف روا رکھا جائے' دھمکیاں جو آپ کو پریشان کر دیں' ان کا مقابلہ کر کے ان دشواریوں اور مشکلات کا سامنا کر کے اور سب کچھ برداشت کرتے ہوئے اپنے موقف پر صدق دلی سے ڈٹے رہنے کے بعد جو قوم ابھرے گی وہ اپنے ماضی کی سطوت اور تاریخ کے شایان شان ہو گی اور مستقبل کی تاریخ کو نہ صرف ہند کی بلکہ کل عالم کی تاریخ کو عظیم تر اور زیادہ پرشکوہ بنانے کے لئے جئے گی۔ ہند کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کو کسی چیز سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ان کا مقدر ان کے ہاتھوں میں ہے' اور وہ ایک متفق' مضبوط' منظم' متحد قوت کی حیثیت سے ہر خطرے کا سامنا کر سکتی ہے۔ اپنے متحدہ محاذ اور امنگوں کی ہر مخالفت کا سامنا کر سکتی ہے۔ جادو کی طاقت آپ کے اپنے ہاتھوں میں ہے۔ اپنے اہم فیصلے کیجئے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ

سنگین' اہم اور دوررس نتائج کے حامل ہوں۔ کوئی فیصلہ کرنے سے پیشتر سو بار سوچئے لیکن جب ایک بار فیصلہ ہو جائے تو اس پر فرد واحد کی طرح ڈٹ جائیے۔ وفاشعار اور مخلص بن جائیے اور مجھے بھروسہ ہے کہ کامیابی آپ کے ہم رکاب ہو گی۔

۷۵- ایسوسی ایٹیڈ پریس کے ساتھ ملاقات

لکھنؤ' ۱۹' اکتوبر ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایسوسی ایٹیڈ پریس کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران کہا: "ایک قرار داد کے مطابق جس میں بحیثیت صدر مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اراکین میں سے ہر صوبے میں (ایک کمیٹی مقرر کردوں جو لیگ کی صوبائی' ضلعی اور ابتدائی شاخوں کو منظم کریں۔ میں نے صوبہ یوپی کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دے دی ہے اور باقی صوبوں کے تعلق میں جس قدر جلد ممکن ہو گا کمیٹیوں کے اراکین کے ناموں کا اعلان کر دوں گا۔

نئے دستور کے مطابق جسے ترتیب دیا گیا اور لیگ نے منظور کیا ہے اب جو کٹھن کام ہمیں درپیش ہے' وہ ہند کے طول و عرض میں مسلمانوں کو منظم کرنا ہے۔ میں لیگ کے ہر رکن سے اور بالعموم سارے ہند کے مسلمانوں سے توقع کرتا ہوں کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کو مضبوط بنائیں تاکہ جو قرار دادیں ہم نے منظور کی ہیں ان کو روبہ عمل لایا جائے اور پایہ تکمیل کو پہنچایا جائے۔

جب ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ مجلس عاملہ کے اراکین کا انتخاب کب عمل میں لائیں گے تو مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں اراکین کو چننے میں تھوڑا سا وقت درکار ہو گا کہ یہ مختلف صوبوں کی نیابت کرے گی اور یہ آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ ہو گی۔ [اے۔ پی]

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۰' اکتوبر ۱۹۳۷ء)

۷۶- ہند کی آزادی چرخہ نہیں' ہندو مسلم اتحاد حاصل کرے گا

بجنور میں جلسہ عام سے خطاب

بجنور' ۲۰' اکتوبر ۱۹۳۷ء

"چرخہ ہند کے لئے آزادی حاصل نہیں کرے گا۔ ہندو۔ مسلم اتحاد کرے گا لیکن کانگرس ہندو۔ مسلم اتحاد سے لاتعلق ہے۔ یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک جلسہ عام سے اردو میں خطاب کرتے ہوئے کہی۔ مولانا شوکت علی نے جلسہ کی صدارت کی۔

تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "پنڈت جواہر لال نہرو کا خیال ہے کہ ملک میں صرف دو فریق ہیں انگریز اور کانگرس ایک تیسرا فریق بھی موجود ہے یعنی ۸ کروڑ مسلمان کانگرس جن کا وجود تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے۔ مسلم لیگ یہ ثابت کرے گی کہ ایک تیسرا فریق بھی ہے جسے کوئی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ مسلمان ملک کے گوشے گوشے سے لکھنؤ کے اجلاس میں اسلام کے پرچم تلے جمع ہوئے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اپنی صفوں کو درست کریں اور مسلم لیگ کے اقتصادی اور سیاسی پروگرام کے لئے کام کریں۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

۷۷۔ پٹنہ کے مسلمان شہریوں کے پیش کردہ سپاسنامے کا جواب

پٹنہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء

خان بہادر ابراہیم حسین نے پٹنہ کے مسلمان شہریوں کی جانب سے سپاسنامہ پیش کیا۔ "کانگرس اخبارات اور پلیٹ فارم سے بنگال پر حملہ کیا جا رہا ہے لیکن اگر کوئی وزارت ہے جس نے غریبوں کی حالت سدھارنے کے لئے کچھ کیا ہے تو وہ بنگال کی وزارت ہے" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کہی وہ انجمن اسلامیہ ہال میں پٹنہ کے مسلمانوں کی جانب سے پیش کئے جانے والے سپاسنامے کا جواب دے رہے تھے۔ مسٹر جناح نے کہا ہم ہندوؤں سے زیادہ آزادی کے خواہاں ہیں لیکن ہم نو کروڑ مسلمانوں کے حقوق کو بھی زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ اسلام حریت سے محبت کا درس دیتا ہے اور اسی لئے ہم آزادی چاہتے ہیں لیکن ہم ایسی آزادی چاہتے ہیں جس میں ہم ہندوؤں کے غلام نہ بن جائیں۔

تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ زمانہ بدل گیا ہے۔ نئے دستور کے تحت مقننہ میں اکثریت کوئی بھی قانون منظور کر سکتی ہے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ انہوں نے مفاہمت کے لیے کوششیں کیں لیکن ان کی کوششیں ناکام ہو گئیں اور انہیں کمیونل ایوارڈ دے دیا گیا۔ مسلمانوں نے اسے قبول کر لیا وہ جیسا کیسا بھی تھا۔ انہوں نے کہا اگرچہ اس ایوارڈ میں مسلمانوں کے فائدہ کے لیے زیادہ کچھ نہیں تاہم [ہندو] مہاسبھا اور کانگرس اسے ملیامیٹ کر دینا چاہتی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہمیشہ یہ اپیل کی جاتی ہے کہ مسلمان اپنے حقوق کے لئے اکثریت پر اعتماد کر کے بیٹھ جانا نہیں چاہتے بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ انہیں وہی حقوق حاصل ہوں جو کینیڈا اور مصر میں اقلیتوں کو حاصل ہیں۔ صرف ہندو رہنماؤں کی یقین دہانیاں کافی نہیں۔ یقین دہانیوں کو عملی شکل دی جانی چاہئے اور انہیں کوئی عملی شکل اس وقت تک نہیں دی جا سکتی جب تک مسلمان اپنی یک

جتھی قائم نہ کر لیں اور خود منظم نہ ہو جائیں اور بعینہ یہی کل ہند مسلم یک جتھی اور تنظیم ہے جس کی مسلم لیگ علمبردار ہے۔

سات صوبوں میں کانگرس نے اقتدار سنبھالا ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ انہوں نے بندے ماترم کو قومی ترانے کی حیثیت سے گا کر اور مسلمانوں پر ہندی زبان کو قومی زبان کی حیثیت سے مسلط کر کے ان کے جذبات اور محسوسات کو مجروح کیا۔ (دی اسٹار آف انڈیا' ۲۸' اکتوبر ۱۹۳۷ء)

۷۸۔ ہند: دو نہیں چار فریق' مسلمان' ہندو' ہندی ریاستیں اور انگریز
بہار مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سپاسنامے کے جواب میں طلباء سے خطاب
پٹنہ' ۲۵' اکتوبر ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم۔ اے۔ وارث نے بہار مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی جانب سے سپاسنامہ پڑھا۔ طلباء کی جانب سے پیش کئے جانے والے سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا:

"میں اس وقت مسلم لیگ کا خادم ہوں۔ مسلم لیگ اور کانگرس میں فرق یہ ہے کہ جو کچھ کہتا ہوں وہی میرا مطلب بھی ہوتا جب کہ کانگرس جو کچھ کہتی ہے وہ اس کا مطلب نہیں ہوتا۔ کانگرس کو اپنے پیروکاروں پر زبردست اعتماد ہے۔ تاہم ہم مسلمان پسماندہ ہو گئے ہیں ہو سکتا ہے کہ ہم ہمیشہ اپنے مقصد سے دیانتدار رہے ہوں۔ ہم سیاست کی شطرنج پر مہروں کی طرح سے ہیں اور محض خواہش کے بل پر ہمارے خواب پورے نہیں ہو سکتے۔ اس کے لئے بے پناہ صبر' سفارت کاری اور جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے تب کہیں جا کر کامیابی قدم چومتی ہے۔ انہوں نے طلباء کا خیر مقدم کیا کہ انہوں نے حالات کو عملی نقطۂ نظر سے دیکھا اگرچہ نوجوان نوجوان نہیں ہوتا اگر وہ خواب نہ دیکھے۔ تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ کانگرس ہمیشہ اس بات پر ناراض ہو جاتی ہے اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ایک سے زیادہ فریق موجود ہیں لیکن درحقیقت چار فریق ہیں —— مسلمان' ہندو' ہندی ریاستیں اور انگریز۔ ہند کی حقیقت پسندانہ سیاست کی تعمیر ان چار بنیادی سیاسی عناصر کو پورے طور پر تسلیم کر کے ہی ہونی چاہیے۔

(دی اسٹار آف انڈیا' ۲۸' اکتوبر ۱۹۳۷ء)

۷۹- ہندو مخلوط انتخابات کے ذریعے پنجاب اور بنگال میں ہماری اکثریت ختم کر سکتا ہے

پٹنہ میں ایک جلسہ عام سے خطاب

پٹنہ ' ۲۷' اکتوبر ۱۹۳۷ء

"جب ہندو ہمیں مورد الزام ٹھہراتا ہے تو کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ وہ چاہتا ہے کہ وہ آپ کو پنجاب' بنگال سندھ اور سرحد میں اقلیت میں تبدیل کر دے- سات صوبوں میں ان کی اکثریت ہے جہاں قدرت نے انہیں بھاری اکثریت عطا کی ہے- وہ جانتے ہیں کہ پنجاب اور بنگال میں مخلوط انتخاب کے ذریعے سے مسلم اکثریت کو اقلیت کی دلدل میں پھنسا سکتے ہیں- یہ ہے ثبوت—— جب ہمیں جداگانہ طریقہ انتخاب ملتا ہے تو لیگ کی حکمت عملی کیا ہوتی ہے- میں اپنے ہندو دوستوں سے کہتا ہوں کہ وہ مسلم لیگ کی قراردادوں کو بار بار پڑھیں- پھر انہیں معلوم ہو گا کہ مسلم لیگ کی حکمت عملی مکمل طور پر قوم پرستانہ ہے- وہ ہمارے ساتھ تعاون کیوں نہیں کرتے اور مخلوط طریقہ انتخاب پر اصرار کیوں کرتے ہیں؟!" یہ بات مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے مرحوم سید حسن امام مرحوم کی قیام گاہ رضوان میں ایک تقریر کے دوران کہی-

پٹنہ کے شہریوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہ انہوں نے ان کی آمد پر ان کا شاندار استقبال کیا کہا: "میں جانتا ہوں کہ وہ استقبال مجھے نہیں دیا گیا تھا- مجھے اس استقبال کی اہمیت اور اصل معنی کا علم ہے- اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ میں مسٹر ایم- اے- جناح ہوں بلکہ اس کی وجہ مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام ہے- آج صبح آپ نے اپنی منظوری کا مظاہرہ کر دیا- میرے لئے یہ حوصلہ افزائی کا ایک اور اشارہ ہے کہ میں اس حکمت عملی اور اس پروگرام پر زیادہ توانائی کے ساتھ کام کروں جس پر میں کاربند ہوں- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسائل' اہم مسائل' بالاترین اہمیت کے مسائل' وہ مسائل جو مسلمانوں کے لئے موت اور زندگی کے مسائل ہیں' —— میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ اس ملک کے لئے جس میں ہم بستے ہیں —— ان مسائل کی' ان کی وضاحت ہونے لگی ہے- جتنی زیادہ ان کی وضاحت ہو گی اتنا ہی مختلف فرقوں کے لئے ان کا حل دریافت کرنا سہل ہو گا-

مسٹر جناح نے کہا "میں شاعر نہیں ہوں- میں خطیب نہیں ہوں- میں صرف استدلال کر سکتا ہوں- یہاں ایک شخص نے مجھے ہند کا مصطفیٰ کمال پاشا قرار دیا- کاش میں مصطفیٰ کمال ہوتا- اس صورت میں میں آسانی کے ساتھ ہند کا مسئلہ حل کر سکتا تھا- لیکن میں [مصطفیٰ کمال] نہیں ہوں-

میرے پیچھے فوج کی حمایت نہیں ہے لہٰذا مجھے استدلال ہی کرنا ہو گا- میری مضبوط ترین اور طویل ترین بندوق یہ استدلال ہی ہے- لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ محسوس کرلیں کہ ہم اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کے باوصف اپنے فرقے کو منظم کرنے کے معاملے میں صرف آغاز پر ہی ہیں- یہ بہت زبردست اور کٹھن کام ہے لیکن آپ کی اعانت اور حمایت سے میں اسے مکمل کر سکوں گا-

اصل مسئلہ

ہم کس چیز کے لئے لڑ رہے ہیں؟ اصل مسئلہ کیا ہے جو ہمیں درپیش ہے؟ میں نے اپنی پوری زندگی بسر کرلی ہے- یہ نہیں کہا جا سکتا کہ میں نے اپنے ملک کی آزادی کے لئے لڑنے اور اگر ضروری ہو تو مرنے کے علاوہ کچھ اور سوچا ہو- دو برس قبل بھی میں وہی مسٹر جناح تھا جو آج ہوں- دو برس پہلے مسلم لیگ کا صدر بھی تھا- ۱۹۱۳ء سے لے کر آج تک میں ہمیشہ مسلم لیگ کے عقیدے کا حامی رہا- یعنی مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ ہونا چاہیے- مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی- تاہم دو برس پہلے میں قوم پرستی کا ہیرو تھا- اگر آپ اخبارات کو دیکھیں تو آپکو معلوم ہو گا کہ جو اخبارات آج مجھے گالیاں دے رہے ہیں' میری تذلیل کر رہے ہیں وہ سب مجھے ہند کے سورماؤں کا سورما کہتے تھے-

"اس وقت سے اب تک میں نے کیا کیا؟ گذشتہ دو برس کے دوران ایک اہم واقعہ رونما ہوا- ایک نیا دستور ترتیب دیا گیا اور اسے ہند میں نافذ کر دیا گیا- اس دستور کے تحت میرے فرقے پر بے چارگی کا عالم طاری کر دیا گیا- تعداد کے اعتبار سے ایک اقلیت' تعلیمی لحاظ سے پسماندہ' اقتصادی طور پر کہیں نہیں اور مالیاتی نقطۂ نظر سے قریباً دیوالیہ- ہمیں نئے دستور کے تحت جداگانہ طریقہ انتخاب کی بنیاد پر انتخابات لڑنے پڑے-

"آپ کو رات دن یہ بتایا جاتا ہے کہ اصولاً جداگانہ انتخاب برا ہے- یہ کہ یہ قومی ترقی کی راہ میں حائل ہے- مجھے آپ کو یہ بتانے کی اجازت دیجئے اور یہ بات مجھ سے سن رکھیں' کہ مجھے غلط بیان دینے کی عادت نہیں اور نادرست بیانات تو کمتر درجے کی بات ہے- میں آپ کو بتاؤں اور یہ چیز آپ کو گول میز کانفرنسوں کی رپورٹ میں مل جائے گی کہ میں اور مسلمان مندوب بار بار مخلوط انتخاب کے حق میں کھڑے ہوئے لیکن یہ مسترد کر دیا گیا میں آپ کو بتاؤں کہ ہم جداگانہ انتخاب کے خبط میں مبتلا نہیں تھے- لیکن ہم 'قوم پرستی' کے نعروں سے فریب نہیں کھانا چاہتے ہیں- ہم نہیں چاہتے کہ ہمیں کلیتہً" دلدل میں پھنسا دیا جائے-

"جب ہندو ہمیں مورد الزام ٹھہراتے ہیں کیا آپ کو علم ہے کہ ان کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ وہ چاہتے ہیں کہ آپ [مسلمانوں] کو پنجاب' بنگال' سندھ اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں اقلیت

میں تبدیل کر دیں۔ انہیں سات صوبوں میں اکثریت حاصل ہے جہاں قدرت نے انہیں بھاری اکثر عطا کی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت کو مخلوط انتخاب کے حربے کے ذریعہ سے اقلیت کی دلدل میں پھنسا سکتے ہیں۔ یہ ہے اس کا ثبوت۔ جب ہمیں جداگانہ طریقہ انتخاب ملتا ہے۔ لیگ کی حکمت عملی کیا ہے؟ میں اپنے ہندو دوستوں سے کہتا ہوں کہ وہ لیگ کی قراردادوں کو بار بار پڑھیں تب انہیں معلوم ہو گا کہ مسلم لیگ کی حکمت عملی مکمل طور پر قوم پرستانہ ہے۔ پھر بھی وہ ہمارے ساتھ تعاون کیوں نہیں کرتے اور مخلوط طرز انتخاب پر اصرار کیوں کرتے ہیں؟

بایں ہمہ' ہم نے اپنے امیداوار کھڑے کئے۔ ہم نے مسلم لیگ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام پر کاربند رہنے کا عہد کر رکھا تھا۔ مجھے یہ خیال کرنا چاہیے تھا کہ کانگرس کو اسے درحقیقت ایک بہت عظیم ترقی سمجھنا چاہئے۔ اس کی بجائے انہوں نے کیا کیا؟ شروع شروع میں تو انہیں نظر ہی نہ آیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ تھوڑے عرصے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ اس کا مطلب ہے مسلمانوں کو منظم کرنا اور پھر انہوں نے کچھ امیدوار کھڑے کرنے کی کوشش کی یہ امیدوار اکثر و بیشتر علاقوں میں شکست کھا گئے۔ جب ہمیں خاصی نمایاں کامیابی حاصل ہو گئی تو —— کانگرسی رہنما آگے بڑھے وہ خاصے متردد تھے اور مسلمانوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کے لئے بے چین۔

"میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس سے قبل کانگرس نے مسلمانوں میں کوئی دلچسپی لی۔ میں کانگرس کی قیادت سے دریافت کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے مفادات کو آگے بڑھانے کے لئے انہوں نے گذشتہ بیس برس میں کیا کیا؟ عوامی رابطہ' وہ کہتے ہیں۔ ماضی میں مسلمان جیسے غیر مملوکہ سر زمین میں بستے تھے۔ نہ ان کی کوئی تنظیم اور نہ کوئی طریقہ کار۔ ان کے رہنماؤں کا جی بھر کے استحصال کیا گیا انگریزوں نے کیا یا کانگرس نے یہ مسلم لیگ کے منصہ شہود پر آنے کے بعد ہوا کہ مسلمان اپنے آپے میں آیا۔ اس نے یہ سوچنا شروع کیا کہ میں مالک ہوں۔ یہ مری سر زمین ہے اور میں کسی کو بھی اس پر ناجائز طور پر گھومنے پھرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ لیکن ہمیں کانگرس سے کیا ملتا ہے؟ کانگرس کہتی ہے اوہ! لیگ تو اعلیٰ متوسط طبقے کی تنظیم ہے جو مسلم عوام کی نیابت نہیں کرتے۔ وہ محض رجعت پسند' ٹوڈی اور کاسہ لیس ہیں۔ کانگرس کہتی ہے کہ مسٹر جناح کو تو یہ ٹوڈی اور کاسہ لیس نگل جائیں گے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ ٹوڈی اور کاسہ لیس مسٹر جناح کو نہیں نگلیں گے۔ ٹوڈی اور کاسہ لیس ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں میں ہیں اور ہم انہیں ان کے صحیح مقام پر رکھیں گے۔

عفریت کو ملاحظہ کیجئے

مگر ہم سنتے ہیں عوامی رابطے کی بات۔ کس لئے؟ ایسے لوگوں کو پکڑنا جو ان کی تخلیق ہوں گے۔ جو ان کے عہد نامے پر دستخط کریں گے۔ ان کے پروگرام پر کاربند ہوں گے اور بندے ماترم گائیں گے لیکن مسلمانوں کی اکثریت کو ایسے مسلمانوں پر اعتماد نہیں جو کانگرس کی حکمت عملی کو چلانے کے لئے ان کے عہدنامے پر دستخط کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔ تاہم یہی وہ لوگ ہیں جنہیں وزراء کی حیثیت سے قبول کیا جاتا ہے —— مسلمان وزراء یہ زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔ یہ شتر مرغ کی حکمت عملی اختیار کرنے کی بات ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سب بے وقوف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ رہا مسلمان وزیر۔ مسلمان وزیر کی حیثیت سے وہ صوبے میں اتراتا پھرتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح کام چلاتا ہے۔ وہ اس پارٹی کے ساتھ بے وفائی کرتا ہے جس کے عہدنامے پر اس نے دستخط کئے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ اس نے اپنے خیالات تبدیل کر دیے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اسے پارٹی کے ساتھ اتفاق رائے نہیں رہا۔ اس لئے نہیں کہ ہم نے کوئی غلط کام کر دیا۔ کیونکہ ہم نے تو کچھ کیا ہی نہیں۔ تاہم ایسے شخص کو مسلمان وزیر کا نام دیا جاتا ہے۔

"میں اسے کہتا ہوں زخموں پر نمک چھڑکنا۔ کانگرس اس طرز کی حکمت عملی پر گامزن ہے۔ انہیں پوری طرح اس بات کا علم ہے کہ یہ اصلی سکے نہیں ہیں یہ جعلی سکے ہیں۔ یہ کھوٹے سکے ہیں۔ انہیں مسلم عوام کا اعتماد حاصل نہیں ہے —— مسلمانوں کی اکثریت کو ان پر اعتماد نہیں ہے تاہم انہیں مسلمانوں کے نمائندوں کا نام دیا جاتا ہے اور دنیا کو اس کا یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ کانگرس نہ صرف ہندوؤں بلکہ مسلمانوں کی بھی نیابت کرتی ہے۔

کانگرس کے تخلیق کردہ لوگوں کا کھیل

یہ ہوا ایک رویہ۔ ہم ایک غیر منظم فرقہ ہیں۔ اور بلاشبہ عہدے کا لالچ۔ نوکریاں اور تنخواہ۔ یہ کچھ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ کانگرس کہتی ہے' آیئے دیکھیں کہ اور کتنی اس قسم کی مخلوق کو ہم اپنی طرف لا سکتے ہیں تاکہ ہم یہ دکھا سکیں کہ ہم نا صرف ہندوؤں کی نیابت کرتے ہیں بلکہ مسلمان فرقے کی بھی۔ یہ وہ کھیل ہے جو آج کل بجنور میں کھیلا جا رہا ہے۔

"یہ سب سے بڑی حماقت ہے جو ان سے سرزد ہو رہی ہے۔ میں پراعتماد ہوں کہ وہ ممکنہ طور پر اس طرح خود کو مسلمانوں پر مسلط کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ نہ ہی وہ لوگ جو انتخاب کے وقت ہمارے عہدنامے پر دستخط کر کے ہمارے ووٹ لیتے ہیں اور پھر وہ ایسی جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں جس کی حکمت عملی سے ہم اتفاق نہیں کرتے۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ کب تک یہ حربے اور یہ چالیں کامیاب رہیں گی؟

"تاہم یہ چھوٹی باتیں ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے۔ سب سے اہم مسئلہ؟ وہ ہے مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ۔ آپ میں سے جن کو تاریخ عالم سے آگہی ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ ہندو واحد ملک نہیں ہے جہاں ہم اقلیتوں کی حفاظت کی بات کر رہے ہیں۔ یہاں ہم اس کی بات کیوں کرتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں جمہوری طرز کی حکومت ہے اور جوں جوں وقت گزرتا جائے گا ہمیں زیادہ سے زیادہ ذمہ دار حکومت ملتی جائے گی۔ تاہم یہ نظام حکومت اکثریت کی رائے پر چلتا ہے۔ یہ اکثریت کی رائے ہے جو فیصلہ کرے گی۔ اس طرز حکومت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے —— ایک یاد دو بار نہیں بلکہ متعدد بار ہر ملک میں اور دنیا کے ہر حصے میں۔ وہی سوال ہند میں بھی پیدا ہوتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کانگرس کی جانب سے کچھ لوگ کیا کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں خوب! آپ اقلیتوں کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے وہی کچھ کیوں نہیں کرتے جو پولینڈ اور چیکو سلاو یکیہ اور اسی طرح کے اور ملکوں میں ہوا۔ لیکن میں انہیں یہ ضرور یاد دلاؤں گا جو لارڈ مورلے نے ایک بار کہا تھا کہ کینیڈا کا فرکوٹ ہند میں نہیں پہنا جا سکتا جہاں درجہ حرارت ۱۰۸ درجے ہوتا ہے۔ ہند کو اپنی اقلیتوں کا سوال اس ملک کے خصوصی حالات اور اسباب کو سامنے رکھ کر کرنا ہو گا۔ ایسے دو ملک موجود نہیں ہیں جنہوں نے اقلیتوں کا مسئلہ بعینہ ایک ہی خطوط پر حل کیا ہو۔ کینیڈا، مصر، سلاو یکیہ سب کے مختلف حل تھے۔ ہمیں بھی اپنا ہی حل دریافت کرنا ہو گا۔ اقلیتوں کے اس مسئلہ کو بھی حالات کے مطابق، لوگوں کے مزاج کے مطابق اور ان اسباب کے مطابق حل کرنا ہو گا جو یہاں پائے جاتے ہیں۔

"ہم نے اس مسئلہ کا حل دریافت کرنے کی لندن میں پوری کوشش کی، اتفاق رائے کے ذریعہ گول میز کانفرنس کے وقت۔ ہم ناکام رہے۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ اس ناکامی کا ذمہ دار کون تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم ناکام رہے۔ لہٰذا برطانوی حکومت کے الزام منڈھا گیا۔ مجھے یہ سوچنا چاہئے تھا کہ عقل سلیم اور عام فہم کا انسان یہاں یہ کہتا بہت خوب، آپ اس کی پرواہ نہ کیجئے کہ الزام کس کے سر لگے ہم ہی مفاہمت نہ کر سکے بہر نوع یہ لیجئے کمیونل ایوارڈ۔ میں اسے شایان شان تحفہ نہیں گرداننا—— البتہ میں اس سے ضرور انکار کروں گا کہ یہ اس ملک کے ہندوؤں کے حقیقی مفادات کے لئے نقصان دہ ہے —— مجھے یہ سوچنا چاہئے تھا کہ ایک عظیم ذہن کہے گا، خدا کو منظور ہوا تو ہم خود اپنا سمجھوتہ کر لیں گے اس اثنا میں یہ جیسا کیسا بھی ہے ہمیں اسے قبول کر لینا چاہئے اور دریں اثنا ہم اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک کہ ہمیں اس کا نعم البدل نہ مل جائے —— ایک متفقہ متبادل۔

ایوارڈ پر نہرو کے جواب مضمون

لیکن نہیں، ہمیں ہندو مہاسبھا کی طرف سے کمیونل ایوارڈ کے خلاف ایک تیز و تند اور غضبناک پروپاگنڈا ملا۔ بعض اوقات یہ معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کون ہندو مہاسبھائی ہے اور کون کانگرسی۔ عظیم ترین رہنما جنہیں گاندھی جی کے بعد نمبر ۲ شمار کیا جاتا ہے۔ کانگرس کے یہ عظیم رہنما، جب کمیونل ایوارڈ کے خلاف لڑنا ہو تو، ہندو مہاسبھائی بن جاتے ہیں۔ انہوں نے ایوارڈ کو ملیامیٹ کرنے کے لئے پہل کی۔ اس کے خلاف محاذ آرائی کے لئے کون کون سی قوتیں بروئے کار نہ لائی گئیں؟ ہندو مہاسبھا کے عقب میں۔ کافی غور و خوض اور تدبر و تفکر کے بعد ایک حیرت انگیز فارمولہ وضع کیا گیا کہ چونکہ کانگرس سارے ہند کی نیابت کی دعویدار ہے یہ ایوارڈ کے بارے میں کوئی رائے زنی نہیں کرے گی —— یہ کہ نہ اسے قبول کرتی ہے اور نہ مسترد کرتی ہے۔

"پھر کانگرسی حلقوں میں ایک جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ آپ کو علم ہے کہ انتخابات کے وقت پنڈت جواہر لال نہرو کو تین جواب مضمون لکھنے پڑے تاکہ کمیونل ایوارڈ کے بارے میں کانگرس کے رویے کی ترتیب اور اس کی تعریف بیان کی جا سکے۔ اب کانگرس نے اعلان کیا کہ وہ بھی کمیونل ایوارڈ کی برابر کی مخالف ہے کیا آپ متبادل کے طور پر کوئی تجویز پیش کر سکتے ہیں؟ ہمیں کیا کہا گیا؟ آپ لغو بات کر رہے ہیں آپ سیاست میں مذہب کو داخل کر رہے ہیں۔ اقلیتوں کے مسئلہ جیسی کوئی شے سرے سے ہے ہی نہیں۔ ملک کے سامنے جو مسئلہ ہے وہ ہے بھوک اور عوام کی غربت یہ صرف اقتصادی مسئلہ ہے۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کیا یہ واقعتاً ایک دیانتدارانہ جواب ہے؟ [آوازیں۔ نہیں، نہیں]

"لہٰذا یہ سوال مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے لئے موت و حیات کا سوال بن گیا۔ میں یہ کیوں کہتا ہوں؟ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ معمولی اکثریت بھی —— ایک بہت بھاری اکثریت کی طرح؟ امکانی طور پر جابرانہ اور ظالمانہ ہو سکتی ہے۔ پھر خطرہ کتنا بڑھ جاتا ہے جبکہ اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہو جن کا مذہب، جن کی ثقافت، جن کا فلسفہ، جن کی زبان جن کا عام رہن سہن جن کا نظریہ حیات —— روزمرہ کا نقطۂ نظر مسلمانوں سے بنیادی طور پر مختلف ہو؟ مسلمانوں کی صورت حال کیا ہو گی اگر ہمارے لئے ہر بات کا فیصلہ وہ اکثریت کرنے لگے؟ کیا ہم غلط ہیں۔ کیا ہم غیر معقول ہیں جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اس اکثریت کے جذبہ خیرسگالی پر اعتماد کرنے کے لئے آمادہ نہیں اور یہ کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے حقوق اور مفادات کا تذکرہ فی نفسہ دستور میں کر دیا جائے۔ عمومی طور پر اصولاً یہ نکتہ ہے۔ حقیقتاً یہ لڑائی ہے اور درحقیقت یہ مسئلہ ہے۔

"اگر آپ کو اقلیتوں پر ایک اکثریت کے جبر کی مثالیں درکار ہیں تو میں ان گنت پیش کر سکتا ہوں۔ امریکہ کی مثال لے لیجئے۔ امریکہ نے انقلاب کے توسل سے اپنی آزادی حاصل کی۔ وہ اب آزاد ملک ہے وہاں ایک عظیم رہنما ابراہیم لنکن نے انقلاب کے وقت اعلان کیا کہ امریکہ ایسی حکومت کا خواہاں ہے جو لوگوں کی ہو' لوگوں کے لئے لوگ اسے چلائیں۔ اس اعلان پر آزادی حاصل کی گئی۔ امریکہ میں صرف سفید فام لوگ ہی آباد نہیں۔ لاکھوں حبشی بھی امریکہ میں بستے ہیں۔ کیا انہیں آزادی ملی؟ یہ کن لوگوں کی آزادی ہے جو امریکہ نے حاصل کی۔ یہ سفید فام کی آزادی ہے سیاہ فام انسان کی نہیں۔ اسی طرح ہند میں بھی یہی ہو سکتا ہے کہ یہ ہندوؤں کی آزادی ہو اور مسلمانوں کی نہ ہو۔

"ایک مثال لے لیجئے جنوبی افریقہ میں مکمل خود مختار حکومت ہے کیا آپ کو علم ہے کہ ہمارے لوگ بھی جنوبی افریقہ میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ وہ ملک آزاد ہے۔ وہ ملک خود مختار ہے کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہندیوں کے ساتھ اس آزاد اور خود مختار ملک میں کیسا سلوک کیا جاتا ہے؟ کیا ہندیوں کو وہاں آزادی حاصل ہے؟ کیا انہیں کوئی سیاسی حقوق حاصل ہیں؟ میں آپ کو یہ مثالیں یہ ظاہر کرنے کے لئے دے رہا ہوں کہ کس طرح لاکھوں انسانوں کو اس ملک میں جس میں وہ بستے ہیں گھٹا کر غلامی اور سیاسی محکومی کے درجے میں لایا جا سکتا ہے۔ ہند میں یہ پہلے بھی ہوا اور دوبارہ ہو سکتا ہے۔

"اپنے ملک کو لے لیجئے۔ میرا دل اچھوتوں کے لئے اسی شدت سے دھڑکتا ہے جس شدت سے مسلمانوں کے لئے دھڑکتا ہے۔ اس ملک میں اچھوت شرمناک محکومی کے عالم میں رہتے ہیں وہ تعداد میں ساٹھ ملین ہیں لیکن انہیں سیاسی یا بلدیاتی حقوق حاصل نہیں ہیں۔ کیا وہ گاؤں کی حدود میں رہ سکتے ہیں؟ کیا وہ اسی کنویں سے پانی بھر سکتے ہیں؟ انہیں اچھوت سمجھا جاتا ہے۔ اس ملک میں آج ایسی صورت حال موجود ہے۔ لہذا یہ یاد رکھیے اگر آپ مضبوط نہیں ہیں' اگر آپ متحد نہیں ہیں اگر آپ کسی نظام کے تحت یا ڈھب سے اپنی تنظیم کی تعمیر نہیں کرتے تو ہندو آپ کو اس ملک میں غرق کر کے مستقبل کے شودر اور اچھوت بنا دیں گے۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "میں یہ باور نہیں کر سکتا کہ یہ ممکن ہے کہ کانگرس قیادت اسی ایشوع کو نہیں سمجھتی لیکن میں کسی پر بدنیتی کا الزام نہیں لگانا چاہتا۔ تاہم میں یہ یقین کر لیتا ہوں کہ وہ سمجھتے نہیں ہیں۔ میں ان کے بارے میں خوش گمانی سے کام لیتا ہوں اور یہ قبول کر لیتا ہوں کہ وہ بے وقوف ہیں پس ہمیں چاہئے کہ ہم ان بے وقوف لوگوں کو یہ سمجھا دیں کہ قومی آزادی کے حصول کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں سے مفاہمت

ہو جائے۔

مسلمان مضبوط تر ہوں گے

اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "کانگرس کے لئے ابھی بہت کچھ سیکھنا باقی ہے وہ ایک بھونڈے مبتدی کی حکمت عملی پر گامزن ہیں۔ کانگرس سوچتی ہے کہ دھونس دینا کافی ہو گا یہ سوچتی ہے کہ تہدید اور دھمکیاں اور تھوڑا سا ظلم مسلمانوں میں ہچکچاہٹ پیدا کر دے گا اور وہ پیچھے ہٹ جائیں گے۔ یہ وہ حربے ہیں جو برطانوی حکومت نے بھی آزمائے۔ لیکن میں اس پلیٹ فارم سے اعلان کرتا ہوں کہ جتنی زیادہ آپ دھونس دیں گے جتنا زیادہ آپ دھمکائیں گے اور جتنا زیادہ آپ ظلم کریں گے اتنا ہی مسلمان مضبوط تر ہو گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک طبقے کی حیثیت سے اپنی پوزیشن برقرار رکھیں ہم کسی جماعت یا فرقے کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ایک طبقے کے طور پر ہم مشترکہ اقدام کے لئے تعاون کرنے کو آمادہ ہیں' لیکن ہم واردھا یا مہاتما گاندھی کے بھی احکام بجا لانے سے انکار کرتے ہیں۔

تقریر کے اختتام پر مسٹر جناح نے کہا: "مسلمانوں کے دل ملک کی آزادی کے لئے دھڑک رہے ہیں اگر آپ کو ان کا تعاون درکار ہے تو آپ اپنی حکمت عملی تبدیل کر دیجئے۔ اوپر سے کوئی گھمنڈ اور کوئی دھونس نہیں چلے گی۔ آپ زمین پر تشریف لائیں اور اپنے مناسب مقام پر جگہ لے لیجئے اور پھر ہم آزادی کی جنگ میں آپ کے شانہ بشانہ چلیں گے۔"

تقریر کے بالکل آخری جملوں میں مسٹر جناح نے کہا کہ سیاست میں خیرسگالی۔ انصاف اور عدل نام کی کوئی شے نہیں ہوتی۔ وہ کسی یقین دہانی سے مطمئن ہونے پر آمادہ نہیں۔ وہ مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کا اندراج فی نفسہ دستور میں چاہتے ہیں۔

(دی اسٹار آف انڈیا' یکم نومبر ۱۹۳۷ء)

۸۰۔ میرے والہانہ خیر مقدم کا مطلب ہے کہ مسلمان لیگ کے پرچم تلے کام کرنے پر آمادہ ہیں

پٹنہ' ۲۸' اکتوبر ۱۹۳۷ء

"برادران اسلام! میں بمبئی کا رہنے والا ہوں اور اپنے خیالات ٹوٹی پھوٹی اردو میں آپ کے سامنے پیش کرنے پر آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ پٹنہ کے مسلمانوں نے اور دوسرے مقامات کے مسلمانوں نے جو میرا پرجوش استقبال کیا گیا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ سب لوگ لیگ کے پلیٹ فارم پر اور اس کے پرچم تلے کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا

مسلم لیگ نے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔

اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پہلے لیگ مسلمانوں کے حقوق اور مطالبات کے تعلق حوالے سے قرار دادیں منظور کیا کرتی تھی جن میں حکومت پر زور دیا جاتا تھا کہ وہ انہیں منظوری عطا فرما دے۔ اس وقت تک لیگ نے مسلم عوام سے رابطے کی مہم شروع نہیں کی تھی۔ انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ مسلمان فرقہ غیر متحد اور غیر منظم تھا۔ ان میں تعلیم کی کمی تھی اور روپیہ پیسے کے لحاظ سے وہ مفلوج تھے۔ لہٰذا جب نیا دستور آیا تو یہ معلوم ہونے کے بعد کہ اس کے تحت فیصلے اکثریتی رائے سے ہوا کریں گے تو لیگ نے اپنا انتخابی بورڈ قائم کیا تاکہ انتخابات کو منظم کیا جائے اور ان میں حصہ لیا جائے۔ کانگرس کو یہ بات پسند نہ آئی کہ مسلمان منظم ہوں اور ان میں مضبوطی آئے۔ چنانچہ کانگرس نے ان میں انتشار اور افتراق پھیلانا شروع کر دیا۔ کانگرس کو یہ پسند نہ آیا کہ مسلمان ایک ناقابل برداشت قوت اور آواز بن جائیں۔ دراصل کانگرس نے یہ تسلیم ہی نہیں کیا تھا کہ اقلیتی مسئلہ نام کی بھی کوئی چیز ہے۔ انہوں نے کہا جب تک مسلمان متحد، منظم اور مضبوط نہ تھے اور جب تک انہوں نے اپنے اختلافات نہ بھلائے تھے اور اکٹھے نہ ہوئے تھے ان کے لئے کوئی امید نہ تھی۔ اتحاد میں ہی طاقت اور طاقت سے ہی مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔

مسٹر جناح نے 'کمیونل ایوارڈ' اور اس کی جانب کانگرسی رویے کا ذکر کیا اور کہا کہ مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ کانگرس میں غیر مشروط طور پر شامل ہو جائیں۔ انہوں نے تقریر جاری رکھتے ہوئے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ منظم ہو جائیں اور پورے صوبے میں لیگ کی شاخیں قائم کریں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کو لیگ کا رکن بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ منظم ہو جائیں تو پھر انہیں کسی چیز سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے شہر کے مسلم یتیم خانے کے یتامیٰ کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے انہیں ان کے شہر میں تشریف آوری کی یادگار کے طور پر ٹوپی پیش کی تھی اور کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ مستقبل میں وہ سپاہی بنیں اور لیگ کے نیشنل گارڈز کے رضاکار۔

اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے انہوں نے کہا: "میں پورے خلوص کے ساتھ آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ متحد اور منظم ہو جائیں۔ صورت حال سنگین ہے اور مسائل اہم۔ اگر آپ نے انہیں اب نظر انداز کیا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معدوم ہو جائیں گے اور اس لئے مسلم لیگ کے گرد جمع ہو جائیں۔

(دی اسٹار آف انڈیا' ۳' نومبر ۱۹۳۷ء)

۸۱۔ ہندو، مسلم اتحاد از بس ضروری ہے

مسٹر بی۔ جی۔ کھیر اور سردار پٹیل کا مسلم نوجوانوں سے خطاب

کلکتہ، ۲۵، دسمبر ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کہا ہے کہ "میری توجہ ان اعلانات کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جو آنریبل مسٹر بی۔ جی کھیر اور سردار ولبھ بھائی پٹیل نے ہندو، مسلم اتحاد کی ضرورت پر ینگ مسلم برادر ہڈ کے اجتماع میں کئے۔ میں نے پہلی بار اس انجمن کا نام سنا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں ممتاز رہنماؤں نے یہ مناسب سمجھا کہ ایسے اجتماع میں یہ اعلانات کر دیے جائیں۔

"مسٹر کھیر نے تو عام سی سطحی باتیں کیں۔ انہوں نے حاضرین کو یقین دلایا کہ وہ دونوں فرقوں کو اکٹھا کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں اور وہ اس سلسلے میں ہر ممکن کوشش کریں گے جو انسان کے بس میں ہے۔ کاش انہوں نے وہ راہ، ڈھب اور طریقہ کار بھی بتا دیے ہوتے جن پر وہ کاربند ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح سردار پٹیل نے بھی ان پرانے، فرسودہ اور بار بار کے دہرائے ہوئے اسباب کا ذکر کیا جو اتحاد کی راہ میں حائل ہوئے۔ اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے انہوں [سردار پٹیل] نے کہا اگرچہ دستور ناقص ہے اور ملک پر مسلط کیا گیا ہے، تاہم کانگرس نے یہ سوچ کر عہدے قبول کر لئے کہ وہ جو تھوڑا سا بھلائی کا کام کر سکتے ہیں کر لیں۔ مسلمانوں کے پورے اعتماد اور حمایت کے بغیر وزارت کچھ بھی حاصل نہ کر سکیں گی۔ مجھے حیرت ہے کہ ان اعلانات کا مقصد کیا ہے۔ یقینی طور پر اس سے بہتر کی توقع کی جاتی تھی۔ سردار پٹیل بخوبی جانتے ہیں کہ مسلمان عام سطحی باتوں سے مطمئن نہیں ہو سکتے خود ان کے بقول 'مسلمانوں کا خیال ہے کہ ہندو شہد بھرے الفاظ کے لوگ ہیں۔'

مسلمانوں کے حقوق

مسلمانوں نے اپنی پوزیشن واضح کر دی ہے۔ وہ نہ صرف اپنے مذہب، اپنی ثقافت اور زبان کی مکمل حفاظت طلب کرتے ہیں بلکہ انہیں اپنے سیاسی حقوق اور مفادات کا مناسب اور موثر تحفظ اس دستور میں مطلوب ہے جو اس کے بعد وضع کیا جائے۔ اور یہ کہ ان کی کوئی ایسی خواہش بھی نہیں کہ وہ موجودہ دستور کے تحت گورنر سے اپیل کرتے پھریں کہ وہ اپنے ان خصوصی اختیارات کو استعمال کریں جو اکثریت کی چیرہ دستیوں اور ناانصافیوں کا مداوا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کی خواہش ہے کہ کانگرس ان کے ساتھ اس دستور کو وہ جیسا کیسا بھی ہے، چلانے کے لئے مفاہمت کر لے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ذہین مسلمان بعض کانگرسی رہنماؤں کی طرف سے اس بار بار دہرائے جانے

والے موقف سے متاثر نہیں ہوں گے کہ وہ انصاف کے قائل ہیں اور مسلمانوں کو ان پر بھروسہ اور اعتماد ہونا چاہیے۔ موجودہ معروضی حالات میں یہ کافی نہیں ہے۔"

[اے۔ پی] (دی اسٹیٹس مین' ۲۶' دسمبر ۱۹۴۳ء)

۸۲۔ مسلم لیگ اور مسلمانانِ ہند مساوات' اخوت اور آزادی کے قائل ہیں

کلکتہ' ۲۵' دسمبر ۱۹۴۳ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کہا کہ مسلم لیگ اور مسلمانان ہند مساوات' اخوت اور آزادی کے قائل ہیں۔ وہ اس ملک میں اپنے برادر فرقوں کے ساتھ تعاون کے لئے آمادہ ہیں لیکن مساوات کی شرط پر' اطاعت کی شرط پر نہیں۔ وہ ان کے ساتھ بھائی چارے کے لئے تیار ہیں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ اس ملک کی آزادی کی جدوجہد میں شامل ہونے پر آمادہ ہیں لیکن یہ 'ہندو راج' نہیں ہو گا۔" مسلم لیگ اس بات کی قائل ہے کہ نہ صرف ان کا مذہب' ان کی ثقافت اور زبان کی حفاظت کی جائے بلکہ ان کے سیاسی حقوق اور مفادات کا تحفظ بھی ہو۔ یہی وہ اصول ہے جس کے لئے وہ لڑ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے اس مسئلہ (ایشوع) سے پہلو تہی کی یا اسے نظر انداز کیا۔ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ قوم پرستی کے خلاف ہے۔ جب مسلمانوں نے تحفظات کا مطالبہ کیا تو ان کی مراد اس ملک کی قوم پرستی سے نہیں تھی بلکہ ان کا مطلب تھا ہندو پرستی۔"

انہوں نے کہا "یاد رکھئے کہ مختلف صوبوں کی حکومتیں یا مرکزی حکومت جو اس کے بعد آئے گی وہ حکومتیں ہیں جو اپنے فیصلے اس اکثریت کی بنا پر کریں گی جس پر انہیں قدرت حاصل ہے اور اس اکثریتی فیصلہ کا اطلاق ہر شخص پر ہو گا۔ ہمیں علم ہے کہ ہمیں تھوڑی سی اکثریت بنگال اور پنجاب میں بھی حاصل ہے۔ یہ کوئی اکثریت نہیں ـــــ پچاس ۵۰ یا اکیاون ۵۱ فی صد کوئی اکثریت نہیں ہوتی۔ لیکن ان صوبوں کے بارے میں کیا خیال ہے جہاں مسلمان نہایت قلیل اقلیت میں ہیں۔ کیا حفاظت اور کیا ضمانت ہمارے پاس ہے کہ اکثریت کی حکومت میں وہاں ان کے ساتھ عادلانہ سلوک کیا جائے گا۔ اس وجہ سے ہم میدان میں اترے ہیں اور ہم اپنے ہندو دوستوں کو یہ سمجھائیں گے کہ وہ غلط راہ پر گامزن ہیں اور صحیح راستہ یہ ہے کہ وہ ہماری بات سنیں۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے متنبہ کیا کہ وہ [مسلمان] جھوٹے تصورات اور غلط مفروضات سے گمراہ نہ ہوں اور کہا کہ ہند کے مسلمانوں پر مزید تسلط نہیں جمایا جا سکتا۔ انہوں

سے پنڈت جواہر لال نہرو کو چیلنج دیا کہ وہ آئیں ان کے ساتھ بیٹھیں اور غریبوں کی حالت فوری طور پر سدھارنے کے لئے اقدامات ترتیب دیں۔ وہ تیار ہیں لیکن انہیں غربت اور جھوٹ کے نام پر جھانسہ نہیں دیا جا سکتا کہ وہ سب کچھ بھول جائیں اور خودکشی کر لیں۔ ان کی لڑائی ہندوؤں کے ساتھ نہیں ہے بلکہ کانگرسی قیادت کے ساتھ ہے۔ بہت سے ہندو ایسے ہیں جو کانگرس کے مقتدر طبقے کی موجودہ حکمت عملی کی مذمت کرتے ہیں لیکن ان کی آواز ایسی ہے جیسی کہ صدا بہ صحرا۔ تقریر کے خاتمے پر مسٹر جناح نے کہا کہ ان حالات میں مسلمانوں کے لئے بہترین راہ یہ ہے کہ وہ مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں نہ صرف اپنے فرقے کے مفاد میں بلکہ اس ملک کے بہترین مفاد میں بھی جس کے وہ باشندے ہیں۔ (دی اسٹار آف انڈیا' ۲۷' دسمبر ۱۹۳۷ء)

۸۳۔ مسلمانوں کے لئے عزت مندانہ راستہ یہی ہے کہ وہ اپنی تنظیم کریں

آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے افتتاحی اجلاس سے خطاب

کلکتہ' ۲۷' دسمبر ۱۹۳۷ء

اپنی تقریر کے دوران مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا کہ گذشتہ سال انہوں نے آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے لکھنؤ اجلاس کی صدارت کی تھی اور پنڈت جواہر لال نہرو نے اس کا افتتاح کیا تھا۔ لیکن اس سال وہ آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں۔ اس کا سبب کیا ہے؟ مسٹر جناح نے ان اسباب کی وضاحت کی جن کی بنا پر انہوں نے اپنا ذہن تبدیل کیا اور اپنی رائے پر نظر ثانی کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس سوچے سمجھے نتیجے پر پہنچ گئے ہیں کہ بچنے کا کوئی متبادل راستہ نہیں ہے اور نہ ہی مسلمانوں کے لئے کوئی عزت مندانہ راہ کھلی ہے بجز اس کے کہ وہ الگ خطوط پر اپنی تنظیم کریں اور پہلے اپنے گھر کو درست کریں۔ چونکہ کوئی بھی ان کی بھلائی اور ترقی کے لئے کچھ کرنے کی نہیں سوچتا' اس لئے انہیں خود اپنے دفاع اور اپنی مدد آپ کرنے کی غرض سے خود کو منظم کرنا ہو گا۔ یہ ان کے لئے کوئی نہیں کرے گا۔ کوئی بھی ان کے لئے نہیں کرے گا۔ کسی نے بھی ماضی میں ان کے لئے کچھ نہیں کیا۔ وہ سوچ سمجھ کر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جب تک مسلمان بیدار نہیں ہوں گے اور اپنی تنظیم نہیں کریں گے اور آپ ترقی نہیں کریں گے اور خود کو اہل ثابت نہیں کریں گے' نہ کوئی ان کی عزت کرے گا نہ پرواہ۔

آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن لکھنؤ

گذشتہ برس مسٹر جناح نے آل انڈیا اسٹوڈنٹس کی کامیابی کے لئے دعا کی تھی اس امید کے ساتھ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے جس کٹھن کام کو کرنے میں بزرگ ناکام ہو گئے تھے شاید ہند کے نوجوان اسے سرانجام دے سکیں۔ لیکن جلد ہی ان کا خواب چکنا چور ہو گیا۔ آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے ارباب حل و عقد نے تمام قرار دادیں منظور کیں اور سارا کاروبار سرانجام دیا' جب وہ کرسی صدارت پر متمکن تھے۔ لیکن جب وہ کانفرنس سے چلے گئے تو عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ اگلی صبح کو مسلم طلباء نے انہیں بتایا کہ ہندو طلباء نے یہ اہتمام کیا کہ مسلم طلبا کو کلیتہً عہدوں اور مجلس عاملہ کی رکنیت سے باہر رکھا جائے۔

مساوی اور عزت مندانہ شرائط

موجودہ حالات میں مسلمان اور ہندو فرقوں کا جملہ امور میں تعاون یک جہتی اور اتحاد کے ساتھ کام کرنا دشوار امر ہے۔ انہیں زندگی بھر کا تجربہ ہے اور کافی صبر و تحمل سے بڑی کوشش کی ہے کہ دوسرے فرقوں کے افراد کے ساتھ مساوی منصفانہ اور عزت مندانہ شرائط پر کام کیا جائے۔ لیکن مسٹر جناح نے کہا: مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ میں اب تک ناکام رہا۔ ٹھیک ٹھیک یہی نصیب ہمارے نوجوانوں اور طلباء کا ہوا۔" مسلمان نوجوانوں نے اب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا آغاز کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا میری خواہش ہے کہ مسلم طلباء اپنے آپ کو منظم کریں اور کبھی بھی کسی برادر فرقے کے ساتھ تعاون کرنے سے قاصر نہ رہیں' خواہ وہ نوجوان ہوں یا بڑی عمر کے لوگ' لیکن مساوی اور عزت مندانہ شرائط پر۔

"جب کہ ہم خود کو اعلیٰ ترین سطح تک بلند کرنا چاہتے ہیں ہمارا دست تعاون اپنے صوبے اور ملک کی بھلائی کے لئے ہمیشہ پوری طرح سے دراز رہے گا مگر مساوی شرائط پر۔ ہم کسی کی عمل داری میں نہیں آئیں گے یا خیمہ برداری نہیں کریں گے یا "ہندو راج" کے غلام یا محکوم نسل نہیں بنیں گے۔

فرقہ پرستی اور قوم پرستی

پھر مسٹر جناح نے پٹنہ کے بیرسٹر اور سابق وزیر تعلیم سید عبدالعزیز کو افتتاحی خطبہ پیش کرنے کی دعوت دیتے ہوئے ان کی قومی فلاحی کاموں اور قوم پرستی کی وجہ سے ان کی ملک گیر شہرت اور خدمات کے اعلیٰ ریکارڈ پر انہیں زبردست خراج تحسین ادا کیا اور کہا کہ مسٹر عزیز ایک قوم پرست تھے اور اسی طرح وہ بھی تھے [مسٹر عزیز: میں سمجھتا ہوں کہ ہم اب بھی سچے اور مخلص قوم پرست ہیں] مسٹر جناح نے کہا میرا مطلب ہے مسٹر عزیز ایک قوم پرست تھے اس اعتبار سے کہ

ہندو بھی انہیں قوم پرست تسلیم کرتے تھے لیکن بدقسمتی سے حالات نے مقرر [مسٹر جناح] اور مسٹر عزیز جیسے لوگوں کو مسلم طلباء کے فرقہ پرست پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا ہے۔

تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "میں سید عبدالعزیز کو ایک فرقہ پرست کے طور پر خوش آمدید کہتا ہوں" اگر ملک کی حکومت اور زندگی کے دیگر شعبوں میں مسلمانوں کے لئے صحیح مقام طلب کرنے پر مجھے فرقہ پرست گردانا جاتا ہے تو میں اقبال جرم کرتا ہوں۔ اگر اپنے فرقے کے معاشرتی' سیاسی اور اقتصادی حالات کو بہتر بنانے کی غرض سے قدم اٹھانے پر مجھے فرقہ پرست کہا جاتا ہے تو میں بصد مسرت یہ خطاب قبول کرتا ہوں۔ سچ یہ ہے کہ اپنے ملک کے موجودہ ماحول میں دو برادر فرقوں کے لئے جملہ امور میں پیار' محبت اور اتحاد کے ساتھ کام کرنا بہت ہی دشوار ہو گیا ہے اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ہمارے سامنے کوئی راہ نہیں رہ گئی۔ بجز اس کے کہ ہم خود کو آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن جیسی علاحدہ تنظیموں کے ذریعہ منظم کریں مگر اس راستے پر چلتے ہوئے بھی ہم کسی برادر فرقے کے ساتھ مساوی سطح پر اور عزت مندانہ طور پر تعاون کرنے سے قاصر نہیں رہیں گے۔ مسٹر جناح نے تقریر ختم کرتے ہوئے کہا صرف ہم ہندو راج کا خیمہ بردار یا غلام بننے کے لئے آمادہ نہیں۔ (دی اسٹار آف انڈیا' ۲۸' دسمبر ۱۹۳۷ء)

۸۴۔ آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس سے خطاب

کلکتہ' ۲۸' دسمبر ۱۹۳۷ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس کے دوسرے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "اب مسلمان اس بات کے خواہش مند ہیں' اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ خواہش بجا ہے کہ اگر مسلمان بحیثیت ایک اقلیت کے اپنی ثقافت' اپنے قوانین اور دین اور ہر وہ چیز جسے وہ بیش قیمت گردانتے ہیں برباد کرنے کے لئے آمادہ نہیں تو انہیں اس بات پر اصرار کرنا چاہیے کہ ان کے تحفظات کا اس دستور میں پورے طور اندراج ہونا چاہئے جو بعد ازیں وضع کیا جائے' اور یہ کہ وہ اس بات سے متفق ہیں کہ ہند پوری طرح سے آزاد اور خود مختار قوم ہو۔ تو میں ہند کے مسلمان فرقے کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ انہیں اس حالت میں نہیں رہ جانا چاہئے جس میں امریکہ کے حبشی ہیں۔ ہم وہی حکومت چاہتے ہیں جو ابراہیم لنکن چاہتے تھے اور وہ حکومت تھی عوام کی عوام کے ذریعے اور عوام کے لئے۔ لیکن جب ابراہیم لنکن نے اس مہذب حکومت کا خاکہ بنایا تو انہوں نے حبشیوں کو عوام میں سے خارج کر دیا۔ میرے بہت سے ہندو دوست جو قوم پرستی' حریت اور آزادی کی بات کرتے ہیں وہ مسلمانوں

کو اس احاطے سے خارج کر دیتے ہیں- یہ بنیادی فرق ہے کانگرس کے مقتدر اعلیٰ اور مسلم لیگ میں- میں جانتا ہوں کہ بہت سے ہندو میرے ساتھ پوری طرح سے اور مکمل دلجمعی کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں- لیکن ان کی آواز یا تو خاموش کر دی جاتی ہے یا غرقاب اور وہ بالکل صحرا میں صدا کی طرح ہو کر رہ جاتی ہے- کانگرس کے مقتدر اعلیٰ کو اس کے حواس لانے کی ضرورت ہے- ہماری صورت حال بالکل جائز ہے اور اگر ہم متحد ہوں تو ہمیں کسی سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں- اگر ہم متحد ہوں اور پورے طور پر مسلم لیگ کے تحت منظم ہو جائیں تو مجھے اعتماد ہے کہ بہت سے ہندو ہم سے اتفاق کریں گے کہ کانگرس کے ارباب حل و عقد کو اپنے حواس میں آنا چاہیے-

مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد کانگرس یا ملک کی کسی اور سیاسی تنظیم کے اغراض و مقاصد کے کم تر نہیں ہیں لیکن اس حقیقت کے باوصف کہ سیاسی مقصد مشترک ہے مسلمان حقائق اور حالات کو فراموش نہیں کر سکتے جن کا فی الوقت انہیں سامنا ہے-

مسٹر جناح میں ۱۹۱۳ء سے ابتک ذرا سی بھی تبدیلی نہیں آئی جب انہوں نے اس امر کی توثیق کی تھی کہ کسی بھی دستور میں جو ملک کی حکومت کے لئے وضع کیا جائے' خواہ اسے کوئی وضع کرے' مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کے لئے مناسب تحفظات درج ہوں کیونکہ وہ ایک اقلیت ہیں اور اسی بنیاد پر ۱۹۱۶ء میں میثاق لکھنؤ معرض وجود میں آیا تھا- یہ میثاق کانگرس اور لیگ دونوں کے پروگرام کی اساس تھا- اور اسی کے اصولوں کے مطابق متعدد اتحادی کانفرنسیں طلب کی گئیں اور متعدد کوششیں کی گئیں کہ ایسا متفقہ فارمولا طے کر لیا جائے جس کے بذریعہ ہند میں اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ کیا جا سکے-

یہ سلسلہ جاری رہا تاآنکہ بالخصوص گذشتہ پانچ چھ برس سے کانگرس کے ارباب حل و عقد نے کانگرس کی حکمت عملی اور پروگرام سے اس اساسی اور بنیادی شق کو علانیہ طور پر خارج کر دیا اور اس رویے کو اپنا لیا کہ اقلیتوں کے مسئلے نام کی کوئی چیز موجود ہی نہیں ہے- ایک بنیادی اور اہم فرق لیگ اور کانگرس کے مابین یہی ہے کہ نہ صرف یہ کہ وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہند میں ایسی کوئی شے موجود ہے جسے اقلیتی مسئلہ کہا جا سکے بلکہ یہ مسلمانوں کے لئے موت اور زندگی کا سوال بھی ہے-"

ہند میں ایک جمہوری حکومت کے تحت اقلیتوں کے لئے خصوصی تحفظات کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ قطع نظر اس سے کہ برطانوی طرز کا آئین کامیاب ہو گا یا نہیں وہ ہند کی مٹی میں پروان چڑھے گا یا نہیں' ہند میں جو طرز حکومت انہوں نے رائج کیا ہے وہ

جمہوری پارلیمانی طرز حکومت ہے جو ان آقاؤں' انگریزوں' کے دیس میں رائج ہے۔ اگر وہ حکومت کام کر سکتی ہے تو وہ اکثریت کی بنیاد پر ہی کام کر سکتی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ہند میں ہندو اکثریت میں ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہندو کسی اور انسان سے مختلف ہے لیکن انسانی فطرت جو بھی ہے اپنے تجربے کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اکثریت متکبر اور ظالم ہو سکتی ہے اور ممکن ہے کہ وہ اقلیت پر کاٹھی ڈال دے۔ پارلیمانی حکومت کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ایک طاقتور حزب اختلاف ضروری ہوتی ہے۔ یہ تو عام اکثریت کی بات ہے' جہاں رائے دہندگان کی کثیر تعداد اسی نوے فی صد کو ووٹ دینا ہوتا ہے' ہندو۔ مسلمان یا پارسیوں کی حیثیت سے نہیں بلکہ ملک کے شہریوں کی حیثیت سے۔ لیکن ہند میں رائے دہندگان ایسے ہیں جو ہندو اور مسلمانوں وغیرہ میں منقسم ہیں وہ ہند میں صرف تعلیم یافتہ اور ایک بہت تربیت یافتہ رائے دہندگان سے نہیں نمٹ رہے ہیں اور اگر انہیں ایسے ہی رائے دہندگان سے سروکار ہو جب تک کہ وہ ایک مذہب کے حامل ہوں ——— اور مذہب ایک اہم عنصر ہے۔ جب تک کہ وہ خاص ثقافت فلسفہ حیات اور معاشرتی زندگی میں پروان چڑھے ہوں اور اگر اس خصوصی مذہب کے لوگ حکومت بنائیں تو یہ ایک قدرتی بات ہے کہ وہ حکومت پر اثر انداز ہونے کی کوشش کریں گے۔ اپنی ثقافت اور فلسفہ حیات کو مسلط کرنے کی کوشش کریں گے اس محدود اختیارات کی دہلیز سے جس پر انہیں قدرت حاصل ہو گی۔ ہمارے پاس پہلے ہی سے اس کا ثبوت "بندے ماترم" گانے اور ہندی ہندوستانی کو لازمی طور پڑھانے کی شکل میں موجود ہے۔ اپنی کامیابی کے نشہ میں انہیں انہیں اس کا احساس تک نہ ہو گا کہ ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو اسے وحشیانہ انداز سے تعبیر کریں گے۔

جیسا کہ مسلمان ہند میں واقع ہوئے ہیں اگر اس بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ رائے دہندگان خالصتاً شہریوں کے انداز میں رائے نہیں دیں گے تو پہلو سوال یہ ہو گا کہ کیا وہ اپنے ملک کی آزادی کی خاطر لڑیں گے تو ان کی اپنی ملک کی حکومت اور انتظامیہ میں کیا صورت حال ہو گی؟

غربت کا خاتمہ

مسٹر جناح نے فیڈریشن کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا ملک میں نوجوانوں کا استحصال کیا گیا۔ استحصال کیا جا رہا ہے اور استحصال کیا جائے گا اور فیڈریشن کے اراکین ان معصوم لوگوں کے آڑے آئے جنہیں وہاں گردن زدنی کے لئے جمع کیا گیا تھا۔

نوجوانوں کو نعرہ زنی کے خلاف انتباہ کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ کس طرح قوم پرستی اور حریت کے نام پر اور دوسری طرف نوابوں' راجاؤں اور مہاراجاؤں اور زمینداروں اور سرمایہ داروں کو باہر نکالنے کی بات کی جا رہی ہے۔ ملک کے نوجوانوں کے جذبات کو برا گختہ کیا جا رہا

ہے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ والیان ریاست' راجاؤں' نوابوں اور مہاراجاؤں کو خون چوسنے والا قرار دیا جا رہا ہے اور نوجوانوں سے کہا جا رہا ہے کہ انہیں نکال باہر کریں۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ کانگرس واحد تنظیم ہے جو بھوک اور ناداری کا خاتمہ کرے گی لیکن کب اور کیسے؟ کسی نے پنڈت جواہر لال نہرو سے سوال کیا اور موخرالذکر نے جواب دیا کہ میری زندگی کے دوران۔ انہوں نے پنڈت کی درازی عمر کے لئے دعا کی۔ جب کانگرس ہر شخص کو جو آج کے ہند میں کسی حیثیت کا مالک ہے' تباہ کر دے گی اور ملک کو ایک صحرا میں تبدیل کر دے گی تب وہ ملک کے لئے دستور وضع کرنے کی غرض سے مجلس دستور ساز طلب کرے گی؟ لیکن یہ سب باتیں کہنے کے باوجود کانگرس نے انتخاب لڑنے' عہدے قبول کرنے وغیرہ وغیرہ۔ کسانوں کے لئے کیا گیا دفعہ ۱۴۴ اب بھی موجود ہے' ضابطہ فوجداری اب بھی موجود ہے' بھوک اور ناداری سب کچھ موجود ہے۔ جہاں تک وفاق کا تعلق ہے جب لارڈ لوتھیاں بمبئی وارد ہوئے تو انہوں نے ایک ضیافت کا اہتمام کیا۔ اس مقصد کیا تھا آپ لوگ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ان حالات میں' مسٹر جناح نے کہا کہ وہ نوجوان جھانسے میں نہ آئیں۔ آہستہ چلیں اور تھوڑا سا تدبر کریں۔

وہ جو جدوجہد کر رہے ہیں وہ اس وقت تک زیادہ موثر نہیں ہو سکتی جب تک کہ پہلے اپنی تمامتر توجہ اس پر مرکوز نہ کر دیں اور اپنی تمام توانائیاں اقلیتی مسئلہ کے حل پر نہ لگا دیں۔ اس مفاہمت کے بغیر تمام بحثیں بے کار محض ہیں۔ وہ حقیقی قوم پرستی کو صحیح معنوں میں آگے بڑھا رہے ہوں گے اگر وہ کسی بھی ڈھب سے کانگرس کے ارباب حل و عقد کو اور عام ہندو عوام کو یہ سمجھا یا کسی طریقے سے انہیں اقلیتی مسئلہ کی طرف لے آئیں اور پھر منزل کی جانب رواں دواں ہو جائیں۔ اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو ان کے سامنے صاف سڑک ہو گی جس پر وہ مکمل آزادی کی منزل کی جانب گامزن ہو سکیں گے۔

مسلمان کہیں بھی نہیں

لیکن اس کے لئے کہ ہندو مسلمانوں کو سمجھیں' پہلا کام جو مسلمانوں کو کرنا ہو گا وہ یہ ہے کہ انہیں اپنے فرقے کی معاشی' معاشرتی اور تعلیمی اعتبار سے ترقی کے لئے ابتدائی کام کر کے اپنے لئے عزت نفس حاصل کرنا ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ وہ حسد کرتے ہیں اور نہ رشک بلکہ اس کے برعکس جب انہوں نے دیکھا کہ ہر ضلع ہر چھوٹے سے قصبے بلکہ گاؤں میں بھی ہزاروں بے غرض ہندو کارکن لوگوں کے ترقیاتی کاموں میں منہمک ہیں' میں نے انہیں خوش آمدید کہا۔ کامیابی کا سہرا ان کے سر بندھتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ وہ کیا کر رہے ہیں؟ مسلمانوں کے گاؤں کا حال دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ کانگرس نے بھی جو خود کو ترقی پسند اور قوم

پرست کہتی ہے مسلم عوام کی کوئی پرواہ نہیں کی کافی دن پہلے تک۔ جب تک مسلم لیگ میدان میں نہیں اتری کانگرس نے دیہی علاقوں کے مسلمانوں میں کسی خصوصی دلچسپی کا اظہار نہیں لیا۔ انہوں نے مسلم عوام سے رابطے کا پروگرام شروع کیا جو دراصل قتل عام کے لئے رابطہ تھا۔

اس تمام تعمیری کام کے لئے مسلمان کارکن ہوں جنہیں تشہیر کا کوئی شوق نہ ہو بلکہ اپنے بے غرض انہماک کے ذریعے ایک عظیم معاشرے کی بنا استوار کریں۔

اس وقت مسلمان نہ کچھ ہیں اور نہ کہیں ہیں۔ وہ کسی شمار قطار میں نہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ لیکن اس کے برعکس کانگرس ہے جو نہ صرف عمر میں پچاس برس کی ہے بلکہ ایسی تنظیم ہے جس کی راہ میں کوئی شے حائل نہیں ہو سکتی۔ چند روز پیشتر کلکتہ آتے ہوئے ایک ہندو صاحب نے مجھے بتایا کہ کانگرس کے کام کے لئے ایک گم نام شخص نے پانچ لاکھ روپیہ سے زیادہ کا عطیہ دیا۔

پتریکا کی غلط ترجمانی

ابھی کل ہی امرت بازار پتریکا نے ایک بات کہی جو بالکل نادرست ہے۔ انہیں نہیں معلوم کہ لکھنے والا ناواقف ہے' یا دن میں خواب دیکھنے والا یا کسی اور نے اسے بے وقوف بتایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ جارحیت کا ارتکاب نہیں کرنا چاہتے کیونکہ وہ جارحیت کے قائل نہیں۔ پتریکا نے انہیں یہ بتایا کہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ اگر مقننہ کے تین چوتھائی مسلمان ممبر کسی اقدام کو اپنے لئے مضرت رساں یا اپنے مفاد کے خلاف سمجھتے ہیں تو اسے ترک کر دیا جائے۔ مہاتما گاندھی تو اس سے بھی آگے گئے اور اس تناسب کو اور بھی کم کر دیا انہوں نے اس کی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے اس تناسب کو تین چوتھائی سے گھٹا کر دو تہائی کر دیا۔ مسٹر گاندھی یا کانگرس نے ان سے دو تہائی یا تین چوتھائی کی بات نہیں کی' اس لئے پتریکا کا بیان نادرست ہوا۔ یہی واحد غلط ترجمانی نہیں تھی بلکہ ایک اور نادرست ترجمانی بھی کی گئی اور وہ یہ کہ پتریکا نے مزید کہا کانگرس یا ہندوؤں نے ان کے چودہ نکات پر اتفاق کر لیا تھا۔ اگر یہاں پتریکا کا کوئی نمائندہ موجود ہے تو وہ ازراہ کرم اپنے ایڈیٹر سے کہیں کہ وہ اس کی تصحیح کر لیں۔ مسٹر گاندھی یا کانگرس نے کسی شرط کو قبول نہیں کیا تھا۔ یہ سب کچھ کہنے کے بعد پتریکا نے ان [لکھنے والے] سے دریافت کیا اس سے زیادہ انہیں اور کیا چاہئے؟ کیا یہ جائز ہے۔ وہ ایڈیٹر امرت بازار پتریکا سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ نہ تو مسٹر گاندھی نے' نہ ہی کانگرس نے اور نہ ہی ہندو مہاسبھا نے کسی بھی وقت آج تک کوئی شرط منظور کی ہے۔

مسٹر جناح نے اپنے حاضرین سے کہا کہ ذرا ان کا گھمنڈ ملاحظہ کیجئے۔ کیا کانگرس پتریکا کو نہیں لکھ سکتی تھی یا مسلمانوں سے نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ ان کے مذہب' ثقافت اور زبان کے تعلق

میں انہیں تحفظ دے گی۔ کیا وہ یہ بھول گئی کہ کانگرس کو کوئی خود مختارانہ اختیار یا حاکیت حاصل نہیں ہے۔ کیا وہ یہ بھول گئی کہ کانگرس ایک ناقص دستور چلا رہی ہے۔ کیا کانگرس خود مختار کے ساتھ کچھ کہہ سکتی ہے؟ کیا سمجھوتہ کرنے اور اقلیتی مسئلہ حل کرنے کا یہی طریقہ ہے؟

مسٹر جناح نے ڈرامائی انداز میں اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے کہا: "میں نے جو کچھ کیا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے خطرے کے گھنٹی بجا دی ہے یہ گھنٹی اب بھی بج رہی ہے لیکن آگ بجھانے والے انجن نظر آ رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ آگ بجھانے والے انجنوں کا بندوبست کریں اور میں انشاء اللہ آگ بجھا دوں گا۔"

(دی اسٹار آف انڈیا' ۲۹' دسمبر ۱۹۳۷ء)

۱۹۳۸ء

۸۵- گیا کے جلسہ عام میں خواتین کے لئے اہتمام پر مبارکباد

گیا' یکم جنوری ۱۹۳۸ء

ایم شاہ سید قاسم الدین احمد نے مسلمانان گیا کہ جانب سے سپاسنامہ پیش کیا- مسٹر جناح نے اس کا جواب دیا- اس کا مکمل متن حسب ذیل ہے :

جناب صدر' خواتین و حضرات! اجازت دیجئے کہ میں اس انوکھی خصوصیت پر مبارکباد پیش کروں- یہ مسلمانوں کا پہلا جلسہ عام ہے جس میں خواتین کے لئے انتظامات کئے گئے' میں ان خواتین کو خوش آمدید کہتا ہوں جو پردے کے پیچھے سے اس جلسے میں شرکت کر رہی ہیں- اگر خواتین ہمارے شانہ بشانہ کام نہیں کریں گی تو ہمیں اپنے کام میں بہت دشواری پیش آئے گی- تاریخ اسلام ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں مسلم خواتین نے سیاسی' اقتصادی' معاشرتی اور تعلیمی سرگرمیوں میں سرگرم حصہ لیا- جو پنگوڑے کو ہلاتا ہے وہ سلطنت پر حکمرانی بھی کرتا ہے- اور اس ہاتھ کو جو پنگوڑے کو ہلاتا ہے ہماری جملہ سرگرمیوں میں حصہ لینے کے پورے مواقع فراہم کرنا چاہیں- باور کیجئے! حضرات اس انوکھے اہتمام سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے-

آپ نے میرا خیرمقدم کیا اور سپاسنامہ پیش کیا جو بادشاہ کی شان کے شایاں ہوتا ہے- آپ نے اپنے جذبات اور انسیت کا جس گرم جوشی سے اظہار کیا میں محسوس کرتا ہوں کہ اس سے میری بڑی عزت افزائی ہوئی- درحقیقت میں آپ کی شفقت کے مظاہرے سے بہت متاثر ہوا میں اس مدحیہ عبارت اور تعریف و توصیف کی سراہتا ہوں جو مجھ پر نچھاور کی گئی ہے- میں اس جذبے اور اس کی روح کو سمجھتا ہوں- مطلب یہ ہے کہ مسلمان اور مسلم لیگ ایک ہیں- وہ ایک جسد کی طرح متحد ہیں- گیا اور اس اجتماع کے بارے میں بات کرتے ہوئے مجھے یہ کہنا چاہئے کہ ہزاروں لوگ پلیٹ فارم پر جمع ہوئے اور مجھے جلوس میں لے کر چلے اور ہزاروں میرے گرد بیٹھے ہیں جنہوں نے اپنے جذبات کا اظہار اس سپاسنامے کے ذریعہ کیا ہے جو ابھی ابھی مجھے پیش کیا گیا ہے- اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان مسائل کو سمجھ گئے ہیں جن کے لئے ہو لڑ رہے ہیں- مسلمان مسلم لیگ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کو سمجھ گئے ہیں جس کے لئے میں کام کر رہا ہوں-

اسلام مکمل ضابطہ ہے

آپ نے جو اعزاز مجھے بحیثیت مسٹر جناح بخشا ہے یہ دراصل آپ کا مسلم لیگ اور اسلام کے ساتھ اظہار محبت ہے۔ یعنی آپ اس امر کا اظہار کر رہے ہیں کہ آپ پورے خلوص دل کے ساتھ مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔ آج آپ نے اس زبردست اجتماع میں مسلم لیگ کا پرچم لہرانے کا فریضہ میرے سپرد کر کے مجھے اعزاز بخشا ہے یہی اسلام کا پرچم ہے کیونکہ آپ مسلم لیگ کو اسلام سے الگ نہیں کر سکتے۔ بہت سے لوگ ہمیں غلط سمجھتے ہیں جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں' بالخصوص ہمارے ہندو دوست۔ جب ہم کہتے ہیں کہ یہ اسلام کا پرچم ہے' تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سیاست میں مذہب کو داخل کر رہے ہیں —— ایک حقیقت جس پر ہمیں فخر ہے۔ اسلام ہمیں ایک مکمل ضابطہ حیات عطا کرتا ہے۔ یہ صرف مذہب ہی نہیں ہے بلکہ اس میں قوانین بھی ہیں' فلسفہ بھی ہے اور سیاست بھی۔ درحقیقت اس میں وہ سب ہی کچھ ہے جس کا تعلق انسانی امور سے صبح سے رات تک ہوتا ہے۔ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو ہمارا مطلب ہوتا ہے ایسا لفظ جو کل پر محیط ہو۔ ہمارا مطلب کسی کے خلاف کینہ نہیں ہوتا۔ اسلامی ضابطے کی اساس یہ ہے کہ ہم حریت' مساوات اور اخوت کے قائل ہیں آپ نے مجھ سے اس پرچم کو لہرانے کا کہہ کر مجھے اعزاز بخشا۔ میں نے اسے لہرا دیا ہے اور اب میں اسے گیا اور بہار کے مسلمانوں کے سپرد کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں اور آپ کے سپرد یہ فریضہ کر رہا ہوں کہ آپ ثابت کریں کہ آپ اس کے وفادار ہیں۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلم لیگ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کا مقصد مسلمانان ہند کی ترقی ہے؟ اگر ایسا ہے تو میں ہر مرد' عورت اور بچے سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائے اور اس کے لئے کام کرے۔ جب میں یہ چاہتا ہوں اور میں فخر سے کہتا ہوں کہ گیا پہلا شہر ہے جہاں مسلم لیگ کی تنظیم ہوئی تو میں خالی خولی جمع خرچ نہیں کر رہا۔ میں نے یہ بات نوٹ کی ہے کہ بہار میں گیا پہلا شہر ہے جہاں مسلم لیگ کی شاخ قائم ہوئی ہے اس سے قبل کہ یہ کسی اور شہر میں قائم ہوتی۔ لیکن یہ کافی نہیں۔ ہنوز دلی دور است۔ ابھی ہم کاروبار کے بالکل کنارے پر ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا نو کروڑ مسلمانوں کو منظم کرنا ایک زبردست اور کٹھن کام ہے لیکن اگر اللہ کو منظور ہوا تو میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم اس سے پہلے منظم کر لیں گے جتنا بہت سے لوگ سمجھتے ہیں۔

کانگرس کو اس کے حواس میں لانا

مسٹر جناح نے کہا: "دوسرا کٹھن کام ہے کہ کانگرس کے ارباب حل و عقد کو کس طرح صحیح رلو پر لایا جائے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس اجتماع میں بہت سے ہندو دوست موجود ہیں میں ان ہندو

دوستوں کو خوش آمدید کہتا ہوں جو یہاں موجود ہیں نہ تو مسلم لیگ اور نہ ہی میں' بحیثیت اس کے خادم کے' ہندو بھائیوں سے لڑنا چاہتے ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ کانگرس کو اپنے حواس میں آ جانا چاہئے۔ کانگرس تمام ہندوؤں کی نیابت نہیں کرتی لیکن یہ بہت سے ہندوؤں کی نمائندگی کرتی ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ کانگرس کے ارباب حل و عقد اپنا نقطۂ نظر تبدیل کریں۔ ہم ذہین ہندوؤں کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ نہ تو یہ فرقے کے مفاد میں ہے اور نہ ہی ملک کے مفاد میں کہ ایک تباہ کن حکمت عملی پر کاربند رہا جائے۔ آپ کو اپنے ارباب حل و عقد کو ایسی حکومت عملی پر کار بند رہنے سے روکنا چاہیے جو آپ کے لئے مضرت رساں ہو۔

مسٹر جناح نے دریافت کیا: "لیگ کیا کر رہی؟" یہ مسلم لیگ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام سے ظاہر ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی بھی شخص یہ کہہ دے کہ یہ مکمل طور پر قوم پرستانہ پروگرام نہیں ہے۔ کانگرس کی اپنی لغت ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں اور قرارداد منظور کرتے ہیں ـــــ جیسا کہ ہم نے اپریل ۱۹۳۶ء میں کہا ـــــ کہ ہمارے ملک کے موجودہ حالات میں ہم دستور کے' وہ جیسا کیسا بھی ہے' صوبائی جزو کو استعمال کریں گے تو ہمارا مطلب بھی یہی تھا لیکن کانگرس نے ایک قرار داد منظور کی کہ وہ اسے ملیامیٹ کرنا چاہتے ہیں۔ جب کہ ان کا تمام وقت مطلب یہ تھا کہ وہ اسے چلانا چاہتے ہیں۔ یہی فرق ہے جب کانگرس کہتی ہے کہ ہم استعمار پسندوں' والیان ریاست' سرمایہ داروں اور زمینداروں کو تباہ کر دیں گے۔ جب کانگرس کہتی ہے اس کا مطلب ہے' جواب ثابت ہو گیا ہے کہ وہ استعمار پسندوں' والیان ریاست' سرمایہ داروں اور زمینداروں کے ساتھ بیگانگی کا سلوک روا نہیں رکھیں گے۔

جہاں تک مسلمانوں اور مسلم لیگ کا تعلق ہے ہم کس چیز کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں؟ [کانگرس کے] ارباب حل و عقد اور ہم میں فرق یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ وہ زمین پر اتر آئیں اور حقائق کی طرف سے آنکھیں نہ موندیں' بہانہ یا پہلو تہی نہ کریں یا اس بات کو سمجھنے سے انکار نہ کریں کہ اس ملک کی آبادی میں اقلیتیں بھی ہیں جیسا کہ ہم واقع ہوئے ہیں۔ اقلیتوں کو مناسب ضمانت دے کر انہیں جیت لینا چاہئے۔ یہ ہے سوالوں کا سوال۔ جب آپ اس وسیع براعظم میں اپنے عدم تحفظ کے بارے میں اپنی آواز اٹھانے میں کامیاب ہو جائیں تو کانگرس کے ارباب حل و عقد یہ سمجھیں کہ یہ بے کار سی بات ہے۔ اپنے قول و فعل سے نہ صرف مسلمانوں میں بے اطمینانی پھیلاتے ہیں بلکہ شکوک اور خوف بھی پیدا کریں۔ روز مرہ کی زندگی میں وہ ایسی حکمت عملی پر کاربند ہیں جو حقیقی مفاہمت کی رہی سہی امید کو بھی کیتا" چکنا چور کر دے۔

مجلس قانون ساز بہار کے مسلم اراکین کو مسلم لیگ میں شامل ہو جانا چاہئے: "مسلم لیگ کی طرف واپس آتے ہوئے" مسٹر ایم- اے- جناح نے کہا کہ "میں نے یہ اپیل کی ہے کہ ہر ایک مرد' عورت اور بچہ مسلم لیگ کی رکنیت قبول کر لے- میں کہتا ہوں کہ میں بہار کی مقننہ میں ایک بہت افسوس ناک اور تکلیف دہ صورت حال دیکھتا ہوں جو یہ ہے کہ ہمارے نمائندے جو مسلمانوں کے ووٹ سے منتخب ہوئے منقسم ہیں ----- کیوں؟ لیکن ایسا ہے- کیوں؟ میں بہار کی مجلس قانون کے مسلمان نمائندوں سے اپیل کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ وہ بہار کے مسلمانوں کے لئے بہتر مثال قائم کریں- وہ چند ہی تو ہیں وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے متحدہ پارٹی کی حیثیت سے یہ ظاہر کر سکتے ہیں کہ وہ بہار کے مسلمانوں کی قوت ہیں- یہ آپ کا کام ہے کہ آپ انہیں مجبور کر دیں کہ وہ دیکھیں اور سمجھیں- تقریر ختم کرنے سے پہلے میں ایک بار پھر سپاسنامے کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں- ممکن ہے کہ سامعین کی بہت بڑی تعداد نے جو کچھ میں نے کہا ہے نہ سمجھا ہو لہٰذا میں کوشش کروں گا کہ میں اپنی ٹوٹی پھوٹی اردو میں اس کی وضاحت کر دوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے:

بھائیو! میری اردو سے شدبد بہت معمولی درجہ کی ہے لیکن یہ میرا فرض ہے کہ میں اردو میں بھی کچھ وضاحت کر دوں- مسلم لیگ یہ کچھ کر رہی ہے- آج ہم ایک نئے دور میں داخل ہو رہے ہیں- پرانا زمانہ بدل گیا ہے- آپ کو معلوم ہے کہ نیا دستور آ گیا ہے اور ایک اور نیا دستور چند برسوں میں آ جائے گا- نئے دستور کے تحت اکثریت حکومت بنائے گی اور وہ اکثریت ہی کی حکومت ہو گی- اگر صرف اکثریتی جماعت ہی حکومت بنا سکتی ہے تو اس اکثریت کا مطلب ہے ہندو- آپ کے نمائندے پر پھر بھی اقلیت میں ہوں گے قطع نظر اس سے کہ فی صد کا تناسب کیا ہو گا- ہم جس چیز سے خوف زدہ ہیں کہ اگر اکثریت ہی حکومت بنا سکتی ہے اور اس اکثریت کا مطلب ہندوؤں سے ہے تو آپ کے نمائندے آپ کے مفادات کا تحفظ نہیں کر سکیں گے خواہ وہ کتنی بھی کوشش کیوں نہ کریں- کانگرس کہتی ہے کہ وہ دستوری تحفظات کی مداخلت کے بغیر ہی اقلیتوں کے مفادات کی حفاظت کرے گی- لیکن جب ہم ایسے ملکوں کی تاریخوں پر نظر ڈالتے ہیں جیسے امریکہ' جنوبی افریقہ' چیکوسلاواکیہ اور مصر تو ہمارے خواب بکھر جاتے ہیں' جب اقلیتوں کے حقوق کی دستور کے ذریعہ حفاظت نہ ہو تو ان کی کوئی توقیر نہیں رہتی- مذکورہ ممالک میں اقلیتوں کے ساتھ کیا ہوا؟ اکثریتی فرقہ کس طرح ہمارا اعتماد حاصل کر سکتا ہے؟"

ہندو جل اور مسلمان پانی

تقریر سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "ہمارے درمیان کوئی چیز مشترکہ نہیں- ہمار

فلسفہ حیات، مذہب اور ہماری زبان مختلف ہیں۔ ہندوجل اور مسلم پانی عام آوازیں ہیں جو تمام ریلوے اسٹیشنوں پر گونجتی رہتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کا پانی بھی نہیں پی سکتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں اقلیت ہونے کے ناتے سے تحفظات دیے جائیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ خود مختار حکومت اور جمہوری حکومت کا مطلب ہے سفید فاموں کی حکومت —— کہ وہ اکثریت ہے۔ حبشیوں کو رائے دہی کا حق نہیں اور ان کے ساتھ غلاموں کا سا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ ہمیں علم ہے کہ اگر ہم بروقت بیدار نہ ہوئے تو ہم ہار جائیں گے۔ ذات پات کا نظام جو ہزار برس پہلے قائم ہوا اب بھی مستحکم طریقے پر چل رہا ہے اور اچھوت تاریخ کی ایک نمایاں مثال ہے کہ جو لوگ برسر اقتدار ہوتے ہیں وہ اپنے زیر اقتدار لوگوں پر کیسے ظلم کرتے ہیں۔ شروع میں دستور کچھ ترغیب دے سکتا ہے لیکن صوبائی خود مختاری کے معنی یہ ہیں۔ یہ ہماری حکومت نہیں ہے۔ یہ کانگرس کی حکومت بھی نہیں ہے بلکہ یہ برطانوی حکومت کی حکومت ہے اور ہمیں جو کچھ تھوڑا بہت اسے چلانے کا تجربہ ہوا ہے اس سے اس نتیجے کو تقویت ملتی ہے۔ ہمیں ہندو اور مسلمان دونوں کو کچھ حاصل کرنا چاہئے۔ جو دونوں کے لئے مفید ہو۔

مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود بندے ماترم کو قومی ترانہ قرار دے دیا گیا۔ کانگرس اس سے ملتی جلتی دیگر خواہشات کو بھی اسی طرح مسلط کر سکتی بشرطیکہ گورنر اسے نہ روکے۔ لیکن اگر وہ روکنے کی کوشش نہ کرے تو معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور کانگرس جیت جاتی ہے۔"

تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "اب مسلم لیگ حقوق کا اس انداز سے تحفظ کرنے کے لئے لڑ رہی ہے کہ نہ کوئی کچلا جائے اور نہ کسی کو کچلا جا سکے۔ بہت سے ہندو بھی ہمارے ساتھ اتفاق کرتے ہیں لیکن ان کی آوازیں کسی شمار میں نہیں۔ کانگرس کے ارباب حل و عقد اس وقت نشہ میں چور ہیں اور خود کو شہنشاہ وقت تصور کرتے ہیں۔ اب ہمارے پاس ایک ہی راستہ رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ ہم متحد ہو جائیں اور متحدہ محاذ پیش کریں اور اکٹھے کام کریں۔ اس مقصد کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ سارے مسلمان ایک پرچم تلے آ جائیں —— مسلم لیگ کا پرچم —— اسلام کا پرچم —— تاکہ ہم سب ایک ہوں۔"

(دی اسٹار آف انڈیا، ۱۱ جنوری ۱۹۳۸ء)

۸۶- اگر میں نے آپ کی غیر ذمہ داری کو متانت سے بدل دیا تو گویا آدھی جنگ جیت لی

مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سپاسنامے کے جواب میں طلباء سے خطاب کیا' یکم جنوری ۱۹۳۸ء

مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا سپاسنامہ اردو زبان میں پڑھا گیا- اس کے جواب میں مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"میرے نوجوان دوستو ! میں آپ سے کیا کہوں؟ میں بہت خوش ہوں کہ آپ اپنے سپاسنامے میں یہ کہتے ہیں : "ہماری طلباء برادری کے افراد کے لئے بعض اوقات غیر ذمہ دار' ناتجربے کار' سطحی مشاہدہ اور عارضی جذبات سے لیس' غیر منظم' رجعت پسند' مغرب کے اندھے مقلد' اختراع پسند اور اسی قبیل کے مترادفات استعمال کئے جاتے ہیں-" درحقیقت میں بھی آپ لوگوں کو یہی کچھ کہنے والا تھا- کسی کے لئے بھی یہ ایک دشوار اور کٹھن کام ہے کہ وہ کسی نوجوان کو قائل کرے- کیونکہ نوجوان اتنے بہت سے عناصر کا آمیزہ ہوتا ہے- خوابوں سے لبریز' ہر چیز پر یقین کر لینے والا' اتنے بہت سے عناصر کا مرکب اور اتنے تضادات کا مجموعہ کہ اسے قائل کر لینا بہت دشوار امر ہے- اس طرح یہ عظیم ترین خراج عقیدت ہے جو آپ نے مجھے ادا کیا ہے' لیکن ہم آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ اپنے ملک کی مضطرب حالت میں آپ کی رہنمائی نے قدرتی قوت متحرکہ کے زبردست ذخیرے کی سمت تبدیل کر کے ہمارے سازگار رجحانات کو ایسی راہ پر ڈال دیا ہے جہاں قبل از وقت احساس ذمہ داری ان اچانک حالات کے باعث جو رضائے الٰہی سے مقدر ہوتے ہیں نوجوانوں کی لاپروائی پختہ دانش اور غیر ذمہ داری متانت میں بدل جاتی ہے' پس آپ اپنے خواب دیکھتے رہیں' وہ حرکات بھی کرتے رہیں جنہیں بڑی عمر کے لوگ حماقتوں سے تعبیر کرتے ہیں- حماقتوں کے ارتکاب سے ہی ہم دانش سیکھتے ہیں- اگر میں آپ کی غیر ذمہ داری کو متانت میں بدلنے میں کامیاب ہو گیا تو نصف سے زیادہ جنگ جیت لوں گا- میں یہ نہیں کہتا کیونکہ لوگ یہ کہنے کے خوگر ہو گئے ہیں "آج کے طلباء کل کے رہنما ہوتے ہیں' لیکن چونکہ آپ کو تحصیل علم کی سہولت حاصل ہے اور آپ طلباء جس طرح لیس ہیں اگر آپ لوگ غیر ذمہ داری کو ترک کر کے متانت کو اپنا لیں گے' تب آپ ذہنی لحاظ سے ان مضمحل لوگوں کو جو غلط ڈگر پر چل رہے ہیں صحیح راہ پر لا سکیں گے- آپ اپنے سپاسنامے میں کہتے ہیں 'ہم آپ کو یقین دلانے کی اجازت چاہتے ہیں کہ توقیر' لحاظ اور تحسین کے بارے میں ہمارے حقیقی احساسات کی حقیر پیش کش

محض قول سے نہیں بلکہ عمل سے ہو گی- فیڈریشن کے طلباء آپ پر عمل سے یہ ثابت کریں گے میں آپ کے لئے اللہ کی رحمت طلب کرتا ہوں اللہ آپ کو کامیابی عطا فرمائے اور آپ پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے-

(دی اسٹار آف انڈیا' ۱۱' جنوری ۱۹۳۸ء)

۸۷- مسلم اسٹوڈنٹس کلب کے سپاسنامے کا جواب

گیا' یکم جنوری ۱۹۳۸ء

مسٹر مبارک نواب نے مسلم اسٹوڈنٹس کلب کی جانب سے سپاسنامہ پڑھا:

مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے کہا:

حضرات: میں تکان سے چور چور ہوں- میں صرف چند لفظ آپ کی کلب کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے آپ کی کلب دیکھی نہیں- کلب جیسا کہ میں سمجھتا ہوں ایک بہت عمدہ خیال ہے- یہ بے حد غیر رسمی حالات میں لوگوں سے ملاقات کا ذریعہ ہے جہاں کوئی رکن کسی کا مہمان نہیں ہوتا بلکہ کلب کا رکن ہوتا ہے- وہ کلب کا ہوتا ہے اور کلب اس کی ہوتی- اندرونی اور بیرونی کھیلوں کے دوران جو وقت صرف ہوتا ہے وہ دوسرے لوگوں کے خیالات معلوم کرنے کے مواقع فراہم کرتا ہے- دوستیاں بھی ایسی ہوتی ہیں جو بعض اوقات پوری زندگی نبھائی جاتی ہیں- لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب کلب بڑھتی ہے تو آپ کو علم ہے کہ بہت سے ملکوں کی تاریخ میں انہوں نے سلطنتوں کو بنانے اور بگاڑنے کا کردار سرانجام دیا- اگر آپ لوگ شاید اس مرحلے تک نہ پہنچ پائیں' تو بھی آپ ایک قوت ہوں گے جسے تسلیم کرنا ہو گا-

(دی اسٹار آف انڈیا' ۱۱' جنوری ۱۹۳۸ء)

۸۸- آپ مسلم لیگ کے پروگرام کا مطالعہ کیجئے اور اسے سمجھنے کی کوشش کیجئے

گیا' ۲' جنوری ۱۹۳۸ء

مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے جامع مسجد میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ "مسلم لیگ کے پروگرام اور اس کی حکمت عملی کا مطالعہ کریں اور اسے سمجھنے کی کوشش کریں- پرانا زمانہ بدل گیا اور اب ہمارے فرقے کی تقدیر معلق لٹک رہی ہے- ہماری سیاسی جدوجہد کی راہ مشکلات سے بھری پڑی ہے اور اب یہ کوئی آسان

معاملہ نہیں رہا ہے۔ ہم عجلت میں کوئی بھی کام مکمل نہیں کر سکتے۔ گذشتہ دو دنوں کے دوران کہ میں یہاں پر قیام پذیر ہوں آپ نے مجھ پر ثابت کر دیا ہے کہ آپ میں جوش اور طاقت ہے۔ لیکن صرف اس سے کام نہیں چل سکتا جب تک کہ آپ اسے صحیح جہت نہ دیں۔ ہم جو کام کر رہے ہیں اسے شطرنج کے کھیل سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ میری گذارش یہ ہے کہ جوش کے اظہار کے موقعے ہوتے ہیں اور کچھ موقعے ایسے ہوتے ہیں جن پر ٹھنڈے دل و دماغ سے فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ یہ دونوں مواقع ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ موجودہ وقت ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم ٹھنڈے دل و دماغ سے فیصلہ کریں۔ ہماری نمایاں ضرورت مسلمانوں کو متحد کرنا ہے۔ ہم ایک آواز بلند کریں اور متحدہ محاذ پیش کریں جس کے بغیر ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

"کل آپ نے مجھے پرچم لہرانے کا اعزاز بخشا۔ میں نے اسے لہرا دیا اور اب میں اسے آپ کی مقدس تحویل یں چھوڑے جا رہا ہوں۔ پرچم آپ کے وقار کی مسلمانوں کے وقار کی اور اسلام کے وقار کی علامت ہے۔ مسلم لیگ کا پرچم اسلام کا پرچم ہے۔ یہ نئی چیز نہیں۔ یہ گذشتہ تیرہ سو برس سے موجود ہے۔ لیکن کچھ عرصے سے ہم اسے فراموش کر بیٹھے تھے۔ اس پرچم کو بلند کرنے کا مطلب ہے اپنے وقار کو بلند کرنا۔ اب میں اسے آپ کے ہاتھوں میں چھوڑ رہا ہوں۔ ان مسلمانوں کے لئے جو خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہتے ہیں صرف ایک ہی راستہ کھلا ہے اور وہ ہے کہ آپ مسلم لیگ میں اس کے رکن کی حیثیت سے شامل ہو جائیں جس میں نہ صرف ہمارے فرقے کی نجات ہے بلکہ ہمارے ملک کی بھی نجات ہے۔ ہم ہندو بھائیوں کو آج' کل اور پرسوں اس تنظیم کے فوائد سے آگاہ کریں گے مسلم لیگ مسلمانوں کی ایک کل ہند سیاسی تنظیم ہے اور یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ اس میں اس کے رکن کے طور پر بھرتی ہو جائیں۔

ہمارے پیغمبرؐ ایک کی اقلیت تھے

مسلمانوں کے قلیل تناسب کے پیش نظر' نہ صرف آپ کے صوبے میں بلکہ دیگر صوبوں میں بھی جو سارے ہند میں ۲۵ فی صد بنتا ہے' ہم نئے دستور کے تحت اپنے حقوق کی حفاظت چاہتے ہین جہاں کہیں بھی ہندو اکثریت میں ہیں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ مجلس قانون ساز میں بھی ہمارے نمائندے غیر متحد ہیں یہ ہمارے وقار کے منافی ہے اگر کچھ نمائندے کانگرس کی طرف چلے جائیں تو ہندو دعوئٰ کریں گے کہ مسلمان ان کے ساتھ ہیں پھر وہ بھی ہوں گے جو گورنر کی طرف چلے جائیں لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ البتہ اس سے بہت فرق پڑے گا اگر وہ متحد ہو جائیں اور جز واحد بن جائیں۔

یقیناً ہمارا تناسب قلیل ہے لیکن صرف یہ بات ہماری فکر مندی کی وجہ سے بن جانی چاہیے۔

تیرہ سو برس قبل ہمارے رسولؐ نے اپنے دین کی تبلیغ فرمائی تو اس وقت کوئی مسلمان نہ تھا۔ بیس برس میں ہمارے رسولؐ نے نہ صرف اپنے دین کو عرب' مصر اور یورپ میں پھیلا دیا بلکہ انہیں اپنے زیر نگیں بھی لے آئے اگر ایک واحد مسلمان یہ سب کچھ کر سکتا ہے تو ۹ کروڑ مسلمان کیا کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر کبھی بھی مسلمانوں کو زک پہنچی ہے تو وہ دوسرے مسلمان سے پہنچی۔ چنانچہ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ متحد ہو جائیں تو دنیا میں ایسی کوئی طاقت نہیں جو آپ کو دبا سکے یا آپ پر ظلم توڑ سکے۔ مسٹر جناح نے تقریر اردو میں کی۔

(دی اسٹار آف انڈیا' ۱۳' جنوری ۱۹۳۷ء)

۸۹۔ مسلم لیگ پسماندہ لوگوں کے لئے کام کر رہی ہے

مومن انصار جماعت کے سپاسنامے کے جواب میں خطاب

کلکتہ' ۶' جنوری ۱۹۳۸ء

مومن انصار جماعت تانتی باغ' کلکتہ کی طرف سے سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا: مسلم لیگ پس ماندہ طبقے کے لئے لڑ رہی ہے۔ مزدور اور کارکن طبقہ اور پیشہ ور جماعتیں اس کی ریڑھ کی ہڈی کے مترادف ہیں۔ مسلم لیگ کا ابتدائی اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ ان کا قد کاٹھ پورے طور پر بلند کرے اور ان کی اقتصادی' معاشرتی' تعلیمی اور سیاسی ترقی اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرے۔ غربت کا مسئلہ جادو کے زور سے پلک جھپکتے میں حل نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن فوری طور پر غریبوں کو سہولت بہم پہنچانے کے لئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے اور یہ تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ اس کا اہتمام کریں۔

سپاسنامے کے ذکر کرتے ہوئے جس میں مسٹر جناح کو خراج عقیدت پیش کیا گیا تھا کہ انہوں نے مسلم ہند کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے لندن میں پریوی کونسل کی وکالت چھوڑی اور آرام و آسائش کی شاہانہ زندگی ترک کی۔اور ۱۹۳۵ء میں اس وقت انہیں مسلم لیگ کا قائد منتخب کیا گیا جب مسلمانوں کی سیاست نہایت سنگین حالت میں تھی اور انتشار کا شکار تھی۔ مسٹر جناح نے کہا کہ انہوں نے لندن اس لئے چھوڑا اور زندگی کا موجودہ سخت دشوار اور جاں کاہ راستہ اس لئے اختیار کیا کہ ان کے ذہن میں اس باب میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ ہند کے مسلم فرقے اور اسلام جس کا ایک رکن ہونے کا انہیں فخر حاصل ہے کے سیاسی' مستقبل کو انتشار کا خطرہ لاحق ہے کیونکہ ہندوستان میں اس کی ایک جرات مند اور صحیح قیادت اور تنظیم کا "کلیتا" فقدان ہے۔ کافی غور و خوض اور تجربے کے بعد وہ اس سوچے سمجھے نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر مسلمانان ہند اور ان کے جملہ

طبقے اور گروہ ایک پلیٹ فارم پر جمع نہ ہوئے تو ہند میں غلامی اور محکومی ان کا مقدر ہو گی۔ مسلمانوں کی آواز کے پیچھے تنظیم کی قوت اور طاقت ہونی چاہیے ورنہ ان کی آواز صحرا کی صدا کے علاوہ کچھ نہ ہو گی۔

مساوات کے بنا آزادی بے معنی ہے

تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ان کی ہندوؤں سے کوئی لڑائی نہیں ان کی کانگرس سے بھی لڑائی نہیں۔ وہ صرف کانگرس کی قیادت سے لڑ رہے ہیں جس نے [کامیابی] کے نشہ میں چور ہو کر معقولیت سے بھی رخصت لے لی ہے۔ یہ ان کا فریضہ حب الوطنی ہے کہ وہ [کانگرس کی] قیادت کو اپنے حواس میں لے آئیں۔ وہ سب کے لئے آزادی اور سب کے لئے مساوی عدل کی غرض سے لڑ رہے ہیں' وہ اصول' مساوات کے لئے لڑ رہے ہیں۔ جس کے بنا آزادی بے قیمت اور بے معنی ہے۔ کانگرس کی اپنی ایک مخصوص سیاسی لغت ہے جس کے مطابق "قوم پرستی" کے معنی ہیں "ہندو پرستی" اور "سوراج" کا مطلب ہے "ہندو راج" دستور کو " ملیامیٹ" کرنے کا مطلب ہے دستور کو "چلانا" —— اسی طرح کانگرس کی لغت میں 'آزادی' کے معنی ہیں ہندو کی آزادی اور مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں اور کمزور لوگوں کی غلامی۔

ہند میں مسلم لیگ کا سارا کام یہ ہے کہ وہ بلا کسی تمیز کے تمام گروہوں فرقوں اور طبقوں کے لئے حقیقی آزادی حقیقی مساوات اور حقیقی عدل حاصل کرے۔ لیکن نو کروڑ انسانوں کے ایک جم غفیر کو منظم کرنا کوئی آسان کام نہیں کوئی فرد واحد اس کٹھن کام کو سرانجام نہیں دے سکتا۔ اگر اسے مسلم لوگوں کا ایک گروہ' جری' منظم' بے لوث اور مخلص کارکنوں کی ایک فوج اور مسلمانوں کے مقصود و مطلوب کے لئے ایثار اور ابتلا کے لئے تیار ہوں۔

یقین کی طاقت

جب رسول مقبول ﷺ نے اپنے دین کی تبلیغ شروع کی تو وہ دنیا بھر میں صرف ایک کی اقلیت میں تھے لیکن قرآن مجید کی اعانت سے انہوں نے ساری کائنات کو چیلنج کیا اور مختصر ترین مدت میں دنیا میں عظیم ترین انقلاب برپا کر دیا اگر مسلمان یقین کی وہ قوت' تنظیم' نظم و ضبط اور ایثار کی وہ طاقت حاصل کر لیں تو انہیں ساری دنیا کی معاندانہ قوتوں سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنی سہل انگاری کو جھٹک دیں' شکست خوردہ ذہنیت اور مایوسی سے نجات حاصل کر لیں۔ وہ اپنا یقین دوبارہ حاصل کریں' اپنی روحوں کی دوبارہ تسخیر کریں اور ہند میں اپنی تاریخ ایک بار پھر رقم کریں۔

(دی اسٹار آف انڈیا' ۷' جنوری ۱۹۳۸ء)

۹۰۔ نئے دستور کے تحت مسلمانوں کو اپنے حقوق کا تحفظ کرنا ہو گا

الہ آباد، ۷ جنوری ۱۹۳۸ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ایک جلسہ عام سے خطاب کیا جس میں انہیں ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ سپاسنامہ ایک سابق کانگرسی نے پڑھا جس نے آج ہی کانگرس سے استعفیٰ دے کر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی تھی۔ سپاسنامے میں ہند کے مسلمانوں کو مسٹر جناح نے جو قیادت مہیا کی اس پر صلو کیا گیا تھا کہ کانگرسیوں کی سرگرمیوں سے مسلمانوں کی زبان، ثقافت اور ان کے مذہب کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ سپاسنامے میں کانگرسی حکومت پر زور دیا گیا تھا کہ وہ دیگر فرقوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی پوزیشن کی وضاحت کرے۔ اس کے خاتمے پر کہا گیا تھا کہ مسٹر جناح مسلمانوں کے سامنے جو پروگرام بھی پیش کریں گے اسے ہمارے بے دریغ حمایت حاصل ہو گی۔

سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ نئے دستور کے تحت مسلم فرقے کو اپنے حقوق و مراعات کا تحفظ کرنا ہو گا۔ یہ مقصد صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب مسلمان خود کو منظم کریں اور آپس میں اتحاد کے بندھن کو مستحکم کریں۔ انہوں نے کہا کہ ان میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر مسلمان متحد نہ ہوئے تو انہیں غلام بنا لیا جائے گا مسٹر جناح نے زور دے کر کہا کہ وہ ہند کے آزادی حاصل کر لینے کے خلاف نہیں لیکن انہیں یہ دیکھنا ہو گا کہ نہ صرف ہندوؤں کو آزادی ملے بلکہ مسلمانوں کو بھی۔ مسٹر جناح نے کہا کہ لیگ واضح ترین انداز میں یہ اعلان کر دینا چاہتی ہے کہ مسلمان ہندوؤں کے محض خیمہ بردار بن جائیں۔ وہ چاہتی ہے کہ آزاد ہند میں آزاد مسلمان ہوں۔ ہند کے مسلمانوں میں حیرت انگیز بیداری آئی ہوئی ہے اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے صحیح سمت میں اور مناسب راہ پر ڈال دیا جائے۔

تنظیم: انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ خواہ مفاہمت ہو یا نہ ہو انہیں خود کو منظم کرنا نہیں بھولنا چاہیے۔ فرض کیجئے ہندوؤں اور مسلمانوں میں سمجھوتہ ہو گیا اور پھر مسلمان خواب غفلت میں گرفتار ہو گئے اور ہندوؤں نے اپنا عہد پورا کرنے سے انکار کر دیا تو کیا وہ ہندوؤں کے خلاف اپنی شکایت لے کر وائسرائے کے پاس جائیں گے؟ انہوں نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ خود کو مستقبل کے لئے تیار کریں اور اس کا اہتمام کریں کہ اسلام کا پرچم لہراتا رہے۔

(دی اسٹار آف انڈیا، ۸ جنوری ۱۹۳۸ء)

۹۱- پنڈت جواہر لال نہرو کے حالیہ بیان کا جواب

بمبئی، ۱۰ جنوری ۱۹۳۸ء

پنڈت جواہر لال نہرو کے ایک حالیہ بیان کے جواب میں ایسوسی ایٹڈ پریس کو ایک بیان دیتے ہوئے مسٹر ایم- اے- جناح کہتے ہیں:

میں پنڈت جواہر لال کے ۲، جنوری ۱۹۳۸ء کے بیان کا ایک وجہ سے خیر مقدم کرتا ہوں کہ بعض حصوں میں اس کا لہجہ اور اس کی زبان مصالحانہ ہے اگرچہ اس کے تحت کارفرما جذبہ کچھ کم جارحانہ اور سرپرستانہ نہیں- مجھے امید ہے کہ گذشتہ چند ماہ میں رونما ہونے والے واقعات نے کانگرس کے ارباب حل و عقد کو قائل کر دیا ہو گا کہ مسلم لیگ کو مکمل مساوی سطح پر تسلیم کیا جانا چاہیے- پنڈت جواہر لال نہرو کا بیان تضادات کا مجموعہ ہے اور بعض بیانات تو حقائق کے بالکل خلاف ہیں- عام طور پر انہوں نے گھسی پٹی باتیں کی ہیں اور ان کے بیان میں کوئی چیز بھی نئی یا تازہ نہیں-

مفاہمت نہیں ہوئی

مجھے سب سے پہلے تو اس بیان کی تصحیح کرنی چاہئے جو صدر کانگرس جیسی ایک ذمہ دار شخصیت کی جانب سے آیا ہے اور جو میری پوزیشن کی سنگین غلط ترجمانی پر مشتمل ہے- جب وہ کہتے ہیں: 'ہم نے مزید اعلان کیا کہ ہم اس عبوری مفاہمت پر قائم رہیں گے جو بابو راجندر پرشاد اور مسٹر جناح کے مابین طے پائی' میں نے بار بار یہ کہا ہے کہ بابو راجندر پرشاد اور میرے مابین کوئی مفاہمت نہیں ہوئی- اور یہ کہ مجھے مفاہمت کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا لیکن میں اس بات پر آمادہ تھا کہ بابو راجندر پرشاد اور ان کے دوستوں کا فارمولہ لیگ کے اجلاس میں پیش کردوں بشرطیکہ اسے ہندوؤں اور سکھوں کی حمایت حاصل ہو جائے- اب تو یہ ثابت ہو چکا ہے اور تسلیم کیا جا چکا ہے کہ اس وقت کے بااثر اور بارسوخ کانگرسی رہنماؤں نے بھی اس مخالفت کی اور مہاسبھا اور سکھ رہنماؤں نے جماعتی طور پر اسے یکسر مسترد کر دیا تھا، چنانچہ اس معاملے کو ترک کر دیا گیا-

"دوسری بات یہ ہے کہ جب وہ یہ کہتے ہیں 'ہم نے مزید اعلان کیا ہے کہ ہم' قائم رہیں گے [مطلب بابو راجندر پرشاد کا فارمولہ] تو ان 'ہم' سے کیا مراد ہے؟ بلاشبہ میں یہ جانتا ہوں کہ وہ صدر کانگرس کے اختیار کے ساتھ بات کر رہے ہیں-

پہلو تہی یا جہالت

جہاں تک اس بار بار کے دہرائے ہوئے نعرے کا تعلق ہے کہ کانگرس نے اعلان کیا ہے

اور مذہب، ثقافت اور زبان کے تحفظ کی پوری یقین دہانی کرائی ہے میں نے یہ واضح کر دیا کہ ہم ایسے اعلانات اور یقین دہانیوں پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ میں چاہتا ہوں کہ پنڈت جواہر لال نہرو یہ احساس کریں کہ ابھی تک نہ وہ اور نہ ہی کانگرس اس پوزیشن میں ہے کہ مقتدرانہ اختیار کے ساتھ اعلانات کر سکے یا یقین دہانیاں کرا سکے۔ ہمیں قطعی اور موثر تحفظ مطلوب ہے اور ایسے موثر ہتھیار جن کے ذریعے سے نہ صرف ہم اپنے مذہب، ثقافت اور زبان کی حفاظت کر سکیں بلکہ اپنے سیاسی حقوق کی بھی اور ملک کی حکومت اور انتظامیہ میں بھی اپنی جگہ اور پوزیشن کو برقرار رکھ سکیں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے جب پنڈت جواہر لال نہرو بابو راجندر پرشاد کے فارمولے کا تذکرہ کرنے کے بعد ہوائی انداز میں بات اس پر ختم کرتے ہیں کہ "میری دشواری یہ ہے کہ مجھے یہ علم نہیں کہ استدلال کسی چیز کے بارے میں"۔ کیا یہ پہلو تہی ہے یا جہالت؟ پھر وہ آگے چل کر مسلم لیگ کی سرپرستی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "کم از کم نظریاتی اعتبار سے تو کانگرس کے قریب تر آ گئی ہے اور پھر مزید ارشاد ہوتا ہے، مجھے علم نہیں کہ کس مقصد سے مجھے مطلع کیا جاتا ہے' کہ آج کی کانگرس اس سے مختلف ہے جب میں اس سے وابستہ تھا۔"

"پس، یہی تو میرا عظیم ترین افسوس ہے اور یہی سبب ہے کہ میں وہاں نہیں ہوں۔ لیکن وہ اور آگے بڑھتے ہیں اور اپنے سخت محنت طلب ریاضی کے کٹھن کام کے نتیجہ سناتے ہیں کہ کانگرس کے ۳۱ لاکھ رکن ہیں جن میں سے ایک لاکھ مسلمان ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ کانگرس کی اس عظیم قوت کے مظاہرے کا مقصد کیا ہے جب کہ وہ ایک سے زیادہ موقعوں پر یہ کہہ چکے ہیں کہ ان کی اقلیتوں کے مسائل کے بارے میں رسائی غیر جانبدارانہ ہونی چاہئے اور اس سے تلخی اور نفرت پیدا نہیں ہونی چاہئے۔ پھر موجودہ بیان میں مسٹر فضل الحق پر حملہ آتا ہے جو بے حد بے محل اور بے موقع ہے۔ اگر وہ واقعی طور پر دوستانہ ماحول پیدا کرنا چاہتے ہیں اور جہاں تک مجھے برا بھلا کہنے کا تعلق ہے کہ میری طرز فکر دوستانہ نہیں ہے تو یہ تو واضح طور پر ایک حقیقت نہیں ہے۔"

"تاہم فرد واحد کا بیان خواہ کتنا ہی مخلصانہ کیوں نہ ہو اور خواہ وہ کانگرس کا صدر بھی کیوں نہ ہو ہمیں زیادہ دور تک نہیں لے جا سکتا۔ اگر کانگرس واقعی مخلص اور سنجیدہ ہے تو رسائی کی راہ اخبارات اور اخباری کالموں سے ہو کر نہیں گزرتی۔ کانگرس کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوتا ہی رہتا ہے لیکن اس نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اب تک سرکاری اور بااختیار طور پر کچھ نہیں کیا۔ میں پنڈت جواہر لال نہرو کے بیان میں یہ یقین دہانی نوٹ کرتا ہوں کہ وہ اور کانگرس کی مجلس عاملہ میں ان کے رفقاء میری جانب سے کسی بیان یا تجویز پر پورے غور و خوض کے لئے تیار ہیں

لیکن یہ کہہ کر دودھ میں مینگنیں کر دی' کاش انہوں نے یہ نہ کہا ہوتا' ان کے چیلنج جاری کئے بغیر بھی' ابتک تمام تر چیلنج پنڈت جواہر لال نہرو کی طرف سے آئے ہیں' میری طرف سے نہیں۔

مسلم اقلیتوں پر مظالم

''کیا پنڈت جواہر لال نہرو کو اس بات کا علم ہے کہ تمام دیہی علاقے میں بالخصوص دس ہزار کانگرس کمیٹیوں میں سے بیشتر میں اور بعض ہندو افسر اس طرح کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں گویا پہلے ہی سے ہندو راج قائم ہو چکا ہے اور ان صوبوں میں جہاں مسلمان غالب آواز کے مالک ہیں ان صوبوں میں وزارتوں کو تہہ و بالا کرنے کی ہر کوشش روا رکھی جا رہی ہے۔ مجھے متعدد شکایتیں اس امر کے بارے میں موصول ہوئی ہیں کہ بالعموم مسلمانوں کے ساتھ اور بالخصوص مسلم لیگیوں سے متکبرانہ' بدسلوکی اور نامنصفانہ سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ اگر یہ صورت حال جاری رہی جیسا کہ پکا خدشہ ہے تو میری تجویز یہ ہے کہ ذمہ دار اشخاص کی ایک کمیٹی نامزد کر دوں جو ان واقعات کی چھان بین کر کے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کو رپورٹ پیش کر دے تاکہ وہ جو مناسب سمجھے کارروائی عمل میں لائے۔ کیا کانگرس کے ارباب حل و عقد اور کانگرسی اکثریتی صوبوں میں وزارتیں اس معاملے کی چھان بین کریں گی؟ اگر انہیں یہ مرغوب ہے کہ اقلیتی مسئلہ کا حتمی حل دریافت کرنے کے لئے زیادہ دوستانہ ماحول تیار کیا جائے؟

''کوئی صاحب فکر یہ توقع نہیں کرتا کہ مذاکرات اخبارات کے ذریعے سے کئے جائیں گے اور نہ ہی کوئی سمجھدار آدمی مجھ سے یہ امید کرے گا کہ میں کچھ تجاویز اخبارات میں شائع کرانے کے لئے تیار کروں اور پھر اخبارات مقدمہ چلا کر اپنا فیصلہ صادر کر دیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور میں ہمیشہ کسی بھی تجویز پر پورے غور و غوض کے لئے تیار ہوں گے جو کانگرس یا اس کی مجلس عاملہ کی جانب سے باضابطہ طور پر آئے۔ (دی اسٹار آف انڈیا' ۱۰' جنوری ۱۹۳۸ء)

۹۲۔ آگرہ ضلع مسلم لیگ کے سپاسنامے کے جواب میں خطاب

آگرہ' ۲۹' جنوری ۱۹۳۸ء

سپاسنامے کا جواب اردو میں دیتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا:

''یہ ۱۹۱۳ء کی بات ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس آگرہ میں منعقد ہوا تھا۔ اس وقت میں مسلم لیگ کا رکن بنا تھا اور اس وقت سے اس کا رکن چلا آ رہا ہوں۔ انہیں اس پر مسرت ہوئی کہ آگرہ ضلع [مسلم لیگ] تسلی بخش طریقے سے کام کر رہی ہے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ یہ اکثریت کے دن ہیں جو اقلیتوں کے مفادات کا لحاظ کئے بنا قانون سازی کر رہی ہے۔ ان

صوبوں میں جہاں وہ اقتدار میں ہیں' وہ تھوڑی سی قوت جو انہیں حاصل ہوئی ہے وہ ہند و اکثریت کے فائدے کے لئے استعمال کی جا رہی ہے۔ کانگرس کوئی قومی تنظیم نہیں بلکہ خالصتاً ایک ہندو تنظیم ہے۔ مسٹر جناح نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ مسلم لیگ کو سمجھیں جو ان کے حقوق کے تحفظ کی علم بردار ہے۔ اگر مسلمانوں نے اپنے جائز حقوق کے لئے جدوجہد نہ کی تو مستقبل کے ہند میں ان کا درجہ گھٹا کر [امریکی] حبشیوں کے برابر کر دیا جائے گا۔ جب کانگرس نے اقتدار سنبھالا تو اس نے حکم دیا کہ تعلیمی اداروں میں ہندی کی تعلیم دی جائے جس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو ان کی ثقافت سے محروم کرنا تھا۔ کانگرس جو کچھ کہتی ہے اس کے باب میں مطلق مخلص نہیں ہوتی تو وہ کہتے ہیں کہ ایک چیز' اور کرتے ہیں دوسری۔ ان کا ترکش چالوں اور جوڑ توڑ کے حربوں سے بھرا پڑا ہے جو بنیادی طور پر مسلمانوں کے مفادات کے لئے مضرت رساں ہے۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ گذشتہ عام انتخابات کے دوان کانگرسی مسلمانوں سے یہ کہتے پھرے کہ وہ مسلم لیگی امیدواروں کو رائے دیں کیونکہ وہ لیگ سے خوف زدہ تھے۔ لیکن اقتدار حاصل ہوتے ہی انہوں نے حکم دیا کہ کوئی بھی مسلم لیگ سے سروکار نہ رکھے کہ یہ ایک رجعت پسند جماعت ہے جو اوسط درجے کے ٹوڈیوں پر مشتمل ہے۔ انہوں نے آٹھ سو برس حکمرانی کی ہے لیکن اب وہ بالکل لاچار ہیں۔ وہ اپنے ماضی کی عظمتوں کے خواب دیکھتے ہیں اور خواب سے بیدار ہونے کے لئے آمادہ نہیں۔ اقتدار احترام اور خوف کو دعوت دیتا ہے۔ کانگرس ایک طاقتور ہندو تنظیم ہے اور اسی لئے برطانوی حکومت بھی اس سے خوف زدہ ہے۔ لیگ کے جلسوں میں کانگرس کے ارباب حل و عقد کے جبر کی شکایتیں کرنا بے سود ہے۔ شکایات سے شکووں کا مداوا نہیں ہوتا۔ انہیں یو پی [صوبہ جات متحدہ] سے بہت شکایات موصول ہوئی ہیں لیکن اختیار کے ساتھ کچھ کرنا ممکن نہیں۔ اگر مسٹر گاندھی' مسٹر جواہر لال یا کانگرس کی مجلس عاملہ کوئی حکم دے تو کروڑوں ہندو ان احکام کی بجا آوری کے لئے موجود ہوں گے۔ لیکن انہیں شک ہے کہ اگر صدر مسلم لیگ یا لیگ کی مجلس عاملہ کوئی حکم جاری کرے تو مسلمان اس حکم کو سرانجام دینے میں آگے بڑھیں گے۔

مسلمانوں میں ایسے بہت سے لوگ تھے جو اپنے فرقے کی بھلائی کے واسطے ہر وقت اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ کانگرس ایک بارسوخ ہندو تنظیم ہے۔ لیگ کی کسی سے لڑائی نہیں وہ صرف مسلمانوں کو محفوظ کرنا چاہتی ہے۔ یہ لوگوں کے جملہ طبقوں کے لئے ایک پلیٹ فارم ہے' امیر اور غریب کے لئے' کسان اور زمیندار کے لئے اگر سارے آٹھ کروڑ مسلمان لیگ میں شامل ہو جائیں تو وہ ایک طاقت بن جائیں گے جس کا دنیا کی کوئی طاقت سامنا کرنے کی جرات نہ کر سکے گی۔

(طلباء کی ایک جماعت نے' جو وہاں موجود تھی' مسٹر جناح سے کہا کہ وہ انگریزی میں ایک پیغام دے دیں۔)

مسٹر جناح نے کہا: "میرے نوجوان دوستو' میں آپ کو یہ بتا دوں کہ آپ اپنی خواتین کو بھی اپنے ساتھ شامل کریں۔ مغرب کی تقلید نہ کریں لیکن آپ کے ساتھ خواتین کی شمولیت از بس ضروری ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری خواتین بھی ہمارے ساتھ ہماری سیاسی جدوجہد میں حصہ لیں۔ تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں توقع ہے کہ آگرہ ضلع مسلم لیگ' لیگ کے جلسوں میں شرکت کی غرض سے خواتین کے لئے پردے کا انتظام کرے گی۔ مسلمان ہند کی آزادی کے لئے اگر زیادہ نہیں تو کم از کم اتنا ہی شدت سے محسوس کرتے ہیں [جتنا کوئی اور کرتا ہے] لیکن اور یہ بہت بڑا 'لیکن' ہے "میرا کانگرس پر سے اعتماد چکنا چور ہو گیا ہے۔ میں اب اس پر مزید بھروسہ نہیں کر سکتا۔ آخری تحریک "تحریک خلافت" کی مسلمانوں نے رہنمائی کی تھی۔ انہوں نے قربانیاں دیں' جس کی وجہ سے کانگرس کو وہ کچھ بنا دیا جو وہ آج ہے لیکن مسلمانوں کا کیا بنا؟ مسلمان ایک بہت اچھا آدمی ہے۔ وہ عواقب کی پروا کئے بنا متحرک ہو جاتا ہے اور ریاضی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ وہ متحرک ہو گئے اور اپنے ہی گھر جلا کر خاک کر ڈالے۔ تحریک خلافت کے دوران مسلم لیگ کو معطل کر دیا گیا' اور علی گڑھ یونیورسٹی بند کر دی گئی۔ مولانا محمد علی جوہر [خدا انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دے] جن کے لئے میرے کے دل میں بہت احترام اور محبت ہے' بنفس نفیس علی گڑھ گئے اور یونیورسٹی بند کروا دی۔ لیکن بنارس ہندو یونیورسٹی سے ایک لڑکا بھی باہر نہیں آیا۔ مسلمانوں نے مسلم لیگ کو اپنی یونیورسٹی کو قربان کر دیا اور اس سے کیا برآمد ہوا؟ ان سے توقع کی گئی کہ وہ خیمہ بردار بن جائیں' جیسا کہ کانگرس اب بھی ان سے یہی چاہتی ہے۔ انہیں ریاضی بہت کم آتی ہے لیکن میں ان مسلمانوں میں شامل ہوں؟ جنہیں تھوڑی سی سفارت کاری آتی ہے۔ میں انتباہ کرتا ہوں کہ کسی کو وہ چیز ہاتھ نہیں آتی جس کے لئے اس نے کام نہ کیا ہو۔ مسلمان سو رہے تھے اور وہ ایسے سوئے جیسے کلورو فارم' بے ہوشی کی دوا کے زیر اثر ہوں۔ میں ہندوؤں بتانا چاہتا ہوں کہ کانگرس کی حکمت عملی خود ہندوؤں اور باقی ماندہ ملک کے لئے بھی تباہ کن ہے۔ مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر کے انہیں دبا کے اور محکوم بنا کے ہندو ہرگز آگے نہیں بڑھ سکتے۔ مسلمان اس طرح دبنے سے انکار کرتے ہیں۔

(مسلم لیگ کو جو اعزاز بخشا گیا اس پر مسٹر جناح نے اپنی جانب سے ممنونیت کا اظہار کیا۔)

(دی آگرہ سٹیزن' ۳۰' جنوری ۱۹۳۸ء)

۹۴- باوقار زندگی کے لئے مسلمانوں کو اپنی صفوں میں یک جہتی اور اتحاد پیدا کرنا ہو گا

دہلی مسلم لیگ کے سپاسنامے کا جواب' مسلمانوں کے جم غفیر سے خطاب

دہلی' ۳۰' جنوری ۱۹۳۸ء

[تقریباً پچیس ہزار مسلمانوں کا ایک جم غفیر اس جلسہ عام میں موجود تھا جس میں مسٹر جناح کو دہلی صوبائی مسلم لیگ کی طرف سے ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ بیگم مولانا محمد علی جوہر کرسی صدارت پر رونق افروز تھیں۔ سپاسنامے میں مسٹر جناح کے اعلیٰ وارفع اور یکساں سیاسی نصب العین اور مسلمانان ہند کی ترقی کے ضمن میں بے لوث خدمات کا تذکرہ کیا گیا۔ مسلمانان ہند کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے ضمن میں ان کی انتھک کوششوں اور مسلم لیگ کے احیاء پر خراج عقیدت پیش کیا گیا اور مسٹر جناح کو مسلمانان ہند کا غیر متنازعہ قائد تسلیم کیا گیا۔

سپاسنامے میں مسئلہ مسجد شہید گنج کے حوالے سے امید ظاہر کی گئی کہ مسٹر جناح اپنی سیاسی دانش اور قانونی اہلیت کو بروئے کار لا کر مسجد شہید گنج کو مسلمانوں کے لئے واگذار کرا دیں گے اور انہیں اس معاملے میں مسلمانان دہلی کی مکمل دلی حمایت کا یقین دلایا گیا۔]

تقریباً رواں اردو میں سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا کہ جن سات صوبوں میں کانگرس نے حکومتیں بنائی ہیں اور وہاں اس نے جو حکمت عملی اختیار کی ہے اس سے مسلمانوں کو یہ اندازہ ہو جانا چاہئے کہ اس کا آخرکار مقصد کیا ہو گا۔ مسلمان تعداد کے لحاظ سے کم' تعلیمی اور اقتصادی اعتبار سے ہندوؤں سے کم تر ہیں۔ اگر انہیں باوقار زندگی مطلوب ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ ملک کے معاملات میں ان کی آواز بھی شامل ہو تو وہ اپنی صفوں میں یک جہتی اور اتحاد پیدا کرنے کی بساط بھر کوشش کریں۔

ایک تنبیہہ

وہ چاہتے ہیں کہ انہیں [مسلمانوں کو] بروقت تنبیہہ کر دیں' جیسا کہ کانگرس کے رویے سے انہیں یقین ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کانگرس کے ہاتھوں میں غیر محفوظ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لیگ ابھی بچی ہے اگر اس کی صحیح طرح سے دیکھ بھال کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ تھوڑی مدت ہی میں بڑے آدمی کا سا قد کاٹھ نکال لے اور اتنی ہی طاقتور بن جائے جتنی کہ ملک میں اس جیسی کوئی اور تنظیم ہے۔

انہوں نے دعویٰ کیا کہ ماضی میں مسلمانوں کی اعانت اور ان کے تعاون سے کانگرس نے موجودہ پوزیشن حاصل کی ہے۔ انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ اگر سارے مسلمان مسلم لیگ کے گرد جمع ہو جائیں تو یہ بھی اتنی طاقتور ہو جائے گی۔

جب وہ مرحلہ آ جائے گا تب وہ بتائیں گے کہ فلسطین اور شہید گنج جیسے معاملات میں انہیں کیا کرنا چاہیے۔

انہوں نے اپنی تقریر مسلم لیگ کے مستقبل اور اس کے ذریعے سے مسلم ہند کے بارے میں خوش امیدی پر ختم کی۔ انہوں نے کہا کہ ان کی خوش امیدی کی اساس مسلمانوں میں بیداری کی متعدد نشانیوں پر استوار ہے جن کا اظہار روز افزوں ہے۔ [اے۔ پی]

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۳۱، جنوری ۱۹۳۸ء)

۹۴۔ ''کانگرس ہندو تنظیم نہ ہوتی تو وہ اسقدر بے وقوف ہوتی کہ مقننہ میں بندے ماترم، متعارف کراتی؟''

اسٹوڈنٹس یونین اینگلو عربیک کالج کے جلسہ سے خطاب

دہلی، ۳، فروری ۱۹۳۸ء

''ایک دو طالب علموں نے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کو چیلنج کیا جب انہوں نے تیز و تند تقریر کے دوران کانگرس کو ہندو تنظیم قرار دیا۔ یہ تقریر انہوں نے اینگلو عربیک کالج ہال میں کی جس کا اہتمام کالج یونین نے کیا تھا۔ مسٹر جناح مداخلت پر بھڑک اٹھے اور اپنے نکتے کی تائید میں کہا: ''اگر کانگرس ہندو تنظیم نہ ہوتی تو وہ اس قدر بے وقوف ہوتی، کہ مجالس قانون ساز میں 'بندے ماترم' کو متعارف کراتی۔''

مسٹر جناح نے کہا: ''میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ کانگرس میں ایک ہندو بھی ایسا نہیں جو قوم پرستی پر یقین نہ رکھتا ہو۔ لیکن ایک ابابیل سے موسم گرما تو نہیں آ جاتا۔ ہندوؤں کی عظیم اکثریت ہندو ہی رہے گی۔ مسٹر جناح نے مداخلت کرنے والوں سے دریافت کیا کہ کیا ایک معمولی ہندو میرے ہاتھ سے پانی پی لے گا۔ جلسہ میں موجود ہندو طلباء نے پر زور انداز میں ان کے سوال کا اثبات میں جواب دیا۔ تاہم مسٹر جناح خاموش نہ ہوئے اور انہوں نے سوال کیا پھر کالجوں میں الگ الگ کمرہ طعام کیوں ہیں۔ ایک ہندو طالب علم نے جواب دیا، کیونکہ تیسری پارٹی بھی یہاں موجود ہے۔ مسٹر جناح نے بلند آواز میں جواباً کہا: '' تیسری پارٹی ہمیں اکٹھے کھانے سے نہیں روکتی۔ ہمیں حقائق کو تسلیم کرنا چاہیے۔''

مسٹر جناح ہال میں داخل ہوئے تو طلباء نے زبردست تالیوں سے ان کا استقبال کیا۔ میر مشتاق نے جنوں نے جلسے کی صدارت کی مسٹر جناح کو مسلمانوں کو جرات مندانہ قیادت مہیا کرنے پر خراج عقیدت پیش کیا۔

مسٹر جناح اللہ اکبر اور اسلام زندہ باد کے نعروں کی گونج میں تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ شروع میں انہوں نے یاد دلایا کہ تین چار برس قبل انہوں نے اسی ہال میں کہا تھا کہ " مسلمان غیر مملوکہ سر زمین آج مجھے یہ دعویٰ کرنے دیجئے کہ اب یہ ہماری سر زمین ہے" صدر مجلس کی گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا اگر میں نے آپ کو ناپسندیدہ ملا اور مولوی کے چنگل سے آزاد کرایا ہے (اور میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نے آزاد کرایا ہے)۔ اور اگر آپ بعض ناپسندیدہ 'ملا' اور 'مولوی' کے اثر سے آزاد ہو گئے ہیں تو ہمیں اپنی خواتین کو بھی نجات دلانی چاہیے۔ (اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ان برائیوں کو جو بعض مغربی ممالک میں آزادی نسواں کے نام سے موجود ہیں' مدعو کر لیں۔)"

مسلم لیگ اور پچھلے انتخابات

مسٹر جناح نے مسلم لیگ کی گذشتہ انتخابات سے ابتک کی تاریخ تفصیلاً بیان کرتے ہوئے کہا: جب ہم نے مسلمانوں کو منظم کرنے کا کام شروع کیا تو تمام حلقوں کی طرف سے اس کی مخالفت کی گئی۔ انہیں خوف تھا کہ شاید اب مسلمانوں مزید غیر مملوکہ سر زمین نہ رہیں۔ اس سے قبل ہر شخص مسلمانوں کا استحصال کر رہا تھا۔ نوکر شاہی اس امر کے امکان پر کہ آٹھ کروڑ مسلمان منظم ہو جائیں گے خوف زدہ ہو گئی۔ اب تک وہ ان کے ساتھ جیسا چاہتے ویسا سلوک کرتے۔ شروع میں کانگرس نے یہ سمجھا اتنی بری چیز بھی نہیں اور یوپی اور دیگر صوبوں میں کانگرسی جب انتخابی مہم پر نکلتے تو وہ مسلمانوں کو مشورہ دیتے کہ وہ لیگی امیدواروں کی حمایت کریں۔ 'صوبہ جات متحدہ [یوپی] میں مسلم لیگ کے ممتاز رہنماؤں نے لوگوں سے کہا کہ وہ نیشنل اگریکلچرسٹ پارٹی کے امیدواروں کی حمایت نہ کریں وہ سرمایہ دار ہیں۔

مسلم لیگ اس تمام عرصے میں اسی حکمت عملی پر کاربند رہی جو اس نے شروع میں اپنے لئے وضع کی تھی۔ وہ ہمیشہ کسی بھی گروہ کے ساتھ تعاون کی قائل رہی اور اب بھی ہے' جس کا پروگرام سے ملتا جلتا ہو۔ ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں سے ناپسندیدہ عناصر کو نکال باہر کریں اور ایسے آزاد لوگوں کو آگے لائیں جن کا نقطۂ قوم پرستانہ ہو۔ میں آپ کو بتادوں کہ ہم نے کسی حد تک رجعت پسندوں اور ٹوڈیوں سے خود کو آزاد کرا لیا ہے جو ہمارے درمیاں پھول پھل رہے تھے۔"

انتخابات کے بعد

تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا ان کا فرقہ تعلیمی لحاظ سے پسماندہ اور مالی اعتبار سے دیوالیہ ہے اور انہوں نے کام شروع کیا تو بغیر کسی تنظیم کے۔ انہیں مسرت ہے کہ وہ اس دعوے کو درست ثابت کر سکے کہ کچھ کیا جا سکتا ہے۔ مسٹر جناح نے خیال ظاہر کیا کہ انتخابات کے بعد اقتدار کے نشے سے کانگرس والے بدمست ہو گئے وہ چھ صوبوں میں اکثریت میں آئے اور شمال مغربی سرحدی صوبہ بھی ان کی جھولی میں آن گرا۔ مسٹر جناح نے اپنے سامعین کو بتایا کہ کانگرس کے تین لوگ ان کے کانوں میں ہمہ وقت یہ انڈیل رہے تھے کہ کانگرس سات صوبے فتح کر چکی اور بہت جلد باقی چار صوبے بھی فتح کر لے گی۔ اقتدار کے نشے میں بدمست اب وہ لیگ پارٹی سے کہیں بھی کوئی سروکار نہیں رکھے گی۔ کانگرسیوں نے حقائق کی طرف سے اپنی آنکھیں موند رکھی تھیں۔ جو لوگ حقائق کی جانب سے اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں' وہ اپنے لوگوں کی قیادت کے نااہل ہو جاتے ہیں۔ آپ! خواب دیکھنے والے کچھ نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حقائق کی باتیں فضول ہیں۔ اصل مسئلہ جو آپ کو مرغوب ہے' وہ یہ ہے کہ ہم اس سامراجی طاقت کو ملیامیٹ کر دیں اور بھوک اور ناداری دور کر دیں۔ یہ مسئلہ مجھے بھی مرغوب ہے۔ نوجوان دوستو! میں آپ کو بتا دوں کہ لیگ کی حکمت عملی اور اس کا پروگرام کانگرس سے ذرا بھی پیچھے نہیں۔ لوگوں کو سہولت بہم پہنچانے' ان کے لئے تعمیری اور رفاحی کام کرنے کے معاملے میں کوئی تنظیم ہم سے زیادہ آمادہ نہیں۔ اس امر میں کانگرس اور لیگ میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔ ہم مسلمان دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ غریب ہیں اور اتنے احمق کیوں ہوں گے کہ ایسے کسی اقدام کی مخالفت کریں جو غریبوں کو سہولت پہنچائے۔"

مسٹر جناح نے پنڈت جواہر لال نہرو کا مشہور جملہ یاد کرایا کہ "یہ دستور جائے جہنم میں" اور کہا کانگرس نے خاموشی سے عہدے قبول کر لئے۔ ہر نوکری کانگرس نے ہتھیالی۔ اور میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ وہ پانچ برس سے قبل عہدے نہیں چھوڑیں گے بلکہ وہ تو خواہش کر رہے ہوں گے کہ مقننہ کی میعاد دس برس ہوتی۔ کانگرس کہا کرتی تھی کہ وہ دستور کو ملیامیٹ کرنا چاہتی ہے اور لیگ کہا کرتی تھی کہ ہم دستور کو چلانے کے قائل ہیں۔ آج دونوں میں کیا فرق ہے؟"

بندے ماترم کا ترانہ

بندے ماترم کے ترانے کا دوبارہ ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ مجالس قانون ساز کے اجلاس کے پہلے ہی روز کسی سے صلاح مشورہ کئے بغیر کانگرس نے بندے ماترم کا ترانہ متعارف کرا دیا کیونکہ وہ اقتدار کے نشے سے سرشار تھے۔ کیا اس سے زیادہ احمقانہ اور کوئی کام ہو

سکتا تھا- اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ بندے ماترم کا گیت غیر معمولی ہے تب بھی وہ تسلیم شدہ طور پر ہندو ثقافت اور ہندو فلسفے کی تخلیق ہے- فرض کیجئے کہ مسلمان اور پارسی مجالس قانون ساز میں داخل ہوتے وقت اپنے نعرے بلند کریں تو کیا ہو گا؟ 'اللہ اکبر' کے نعرے میں تو کوئی خرابی نہیں- اگر میری قیادت میں مسلمان ارکان مرکزی مجلس قانون ساز کے ایوان میں داخل ہوتے وقت 'اللہ اکبر' کا نعرہ بلند کریں تو کیا یہ توقع کرنا درست ہو گا کہ دوسرے لوگ اس نعرے کو دہرائیں گے؟ سوال یہ ہے کہ میں جارحانہ انداز میں اندر کیوں داخل ہوں؟ آپ کسی مسلمان سے یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ بندے ماترم کا احترام کرے گا- یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ یہ بت پرستانہ ہے اور اگر آپ اس کی تاریخی پس منظر پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ گانا مسلمانوں کے خلاف نفرت سے پر ہے- اور پھر سب سے بڑی بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ ابھی تک حقیقی اقتدار کانگرس کے ہاتھ نہیں آیا- ابھی 'ہندو راج' کہیں نہیں- 'برٹش راج' ابھی موجود ہے- میں ان لوگوں کو نہیں سمجھ سکتا جو اس گانے کو ہم پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں- وہ معمولی استدلال سے بھی محروم ہیں-

ہندی- اردو بحث

اردو- ہندی بحث کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے ہندی کے خلاف اپنے اعتراضات کا اعادہ کیا- انہوں نے یہ تسلیم کیا مسلمان سارے ہند میں اردو نہیں بولتے اور یہ سارے ہندو بھی ہندی نہیں بولتے- لیکن مسلمانوں کو ہندو ثقافت اپنانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا- ہندی میں سنسکرت کے الفاظ زیادہ سے زیادہ آ رہے ہیں- انہیں اس پر کوئی کا نہیں ہو گی اگر وہ یہ فیصلہ کریں کہ سارے ہند میں ہندوؤں کی ایک مشترکہ زبان ہونی چاہئے- مجھے بھی یہ خواہش کرنے دیجئے کہ تمام مسلمان اردو سیکھیں- زبان کے ذریعے سے ہی خیالات پھیلتے ہیں- اگر آپ ہمیں ہندی سیکھنے پر مجبور کریں گے تو ہمارے بچوں میں ہندو ثقافت رچ بس جائے گی- زبان ذریعہ ہے خیالات کی تفہیم کا- اگر آپ پورے ملک کے لئے آزادی حاصل کرنے کی خواہش کرتے ہیں تو مسلمان کیوں محکومی میں مبتلا ہیں-

تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "جب ہم اسلام کا تذکرہ کرتے ہیں تو ایک اوسط درجہ کا ہندو خوفزدہ ہو جاتا ہے- میں چاہتا ہوں کہ آزاد ہند میں آزاد اسلام ہو- اسلام کے معنی صرف میرا دین نہیں ہے- اسلام کا مطلب ہے کہ ایک ضابطہ جس کا دنیا میں اور کوئی ثانی موجود نہیں ہے- یہ ہے ایک مکمل قانونی اور عدالتی نظام اور معاشرتی اور معیشی تانا بانا- اس کے اساسی اور بنیادی اصول ہیں' مساوات' اخوت اور آزادی-

اقلیتوں کے حقوق

اقلیتوں کے حقوق پر اپنے موضوع پر دوبارہ آتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "تاآنکہ ہمارے حقوق اور مفادات کا تحفظ کر دیا جائے یہ امکان ہے کہ اکثریتی فرقہ ظالمانہ رویہ اختیار کرے۔ ۱۹۱۶ء کے میثاق لکھنؤ سے سمجھدار کانگرسی لیگ کے ساتھ اشتراک کی حکمت عملی پر کاربند ہیں۔ لیکن گذشتہ دو برس سے کانگرس کے ارباب حل و عقد کہتے ہیں کہ یہ سب لغویات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لیگ اور کانگرس کے مابین تلخ بحث چھڑی ہوئی ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں —— آپ اسے نعرے کی شکل میں استعمال کر سکتے ہیں —— کہ کانگرس ایک ہندو جماعت ہے۔

مداخلت کرنے والے طلباء کرنے والے کو جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برسراقتدار فرقہ اپنی ثقافت اوروں پر مسلط کرے گا۔ ہمیں مدبروں کی حیثیت سے اس کا حل تلاش کرنا چاہئے اور احمق اور نابینا لوگوں کا کردار ادا نہیں کرنا چاہئے جو حقائق کو تسلیم نہیں کرتے۔ جتنا طویل عرصہ ہم نابینا رہیں گے اتنا ہی آزادی کا سفر طویل ہوتا جائے گا۔ میں اپنے ہندو دوستوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کی عظیم ترین غلطی کر رہے ہیں۔ انہیں زمین پر اتر آنا چاہئے کیونکہ وہ مسلمانوں کو اپنا محکوم اور انہیں اپنا خیمہ بردار بنانے کے خواب میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔"

مسٹر جناح نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ان کی آمد پر لوگوں نے جس جوش و خروش کا مظاہرہ کیا وہ علامت ہے لیگ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کی مقبولیت کی۔ ورنہ وہ پہلی بار تو دہلی نہیں آئے۔ انہوں نے یاد کیا کہ جب وہ پہلی بار امپریل کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے دہلی آئے تھے تو انہوں نے خاموشی سے تانگہ لیا اور اپنے ہوٹل چلے گئے تھے۔

مسلمانوں سے تعمیری کام کرنے کی اپیل

مسٹر جناح نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کانگرس اقتدار کے نشے میں بدمست نہ ہو۔ انہوں نے طلباء کو مشورہ دیا کہ وہ غصہ میں آنے سے احتراز کریں کہ جو غصہ میں آیا وہ اپنا مقدمہ ہار گیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ طلباء نتھنے پھلانے کی عادت نہ اپنائیں۔ کانگرس بیس سالہ تنظیمی کام کے بعد طاقتور بنی ہے۔ انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ مسلم لیگ اس مرحلے پر پہنچ گئی ہے کہ جہاں اسے تباہ نہیں کیا جا سکتا۔ مسٹر جناح کے مطابق لیگ کا اسٹاک اوپر چلا گیا ہے اور اس کی قدر و قیمت بڑھ گئی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنی قوت بڑھائیں تاکہ ان کی تنظیم کی حمایت طاقت کی حاصل ہو۔ انہوں نے بے لوث ہندو کارکنوں کی کامیابی کے لئے دعا کی جو سماجی

سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور خواہش ظاہر کی کہ مسلمان بھی ان کی تقلید کریں۔ انہوں نے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان تعلیم نسواں کی جانب خصوصی توجہ دیں اور انہیں مردوں کے برابر لے آئیں۔ انہوں نے مسلمان کارکنوں کی کمی پر افسوس کا اظہار کیا اور ابتدائی کام کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے اپنی تقریر اس اپیل پر ختم کی مسلمان تعمیری کام شروع کریں۔

(دی ہندوستان ٹائمز' ۴' فروری ۱۹۳۸ء)

۹۵۔ آپ مطالعہ کریں' تدبر کریں اور اپنی ذمہ داری محسوس کریں

مسلم یونیورسٹی یونین سے خطاب

۵ فروری ۱۹۳۸ء

"آج تقریباً ہر ضلع' ہر قصبہ اور ہر قریہ میں ابتدائی مسلم لیگیں قائم ہو چکی ہیں۔ وہ وہاں قیمتی پتھر' لعل' نیلم اور جواہرات یعنی مسلم فرقے کی بکھری ہوئی توانائیاں اور صلاحیتیں جمع کر رہے ہیں اور جب آپ کو ایک فن کار زرگر ہاتھ لگ جائے اور وہ انہیں کسی زیور میں جڑ دے تو پھر وہ ایسا زیور ہو گا جس پر آپ ناز کریں گے" یہ ہے لب لباب اس ولولہ انگیز تقریر کا جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلم یونیورسٹی یونین کے اجلاس منعقدہ اسٹریچی ہال میں ۵ فروری ۱۹۳۸ء کو ارشاد فرمائی۔ اس اجلاس میں جو عمائدین موجود تھے ان میں نواب زادہ لیاقت علی خاں سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ اور سر ضیاء الدین احمد' وائس چانسلر' مسلم یونیورسٹی علی گڑھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مسٹر جناح تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو یونین کی وزارت نے انہیں پھولوں کے ہاروں سے لاد دیا۔ انہوں نے آغاز گفتگو کرتے ہوئے کہا "مجھے پتہ نہیں کہ اس قدر شاندار استقبال کا جو آپ لوگوں نے کیا اس کا شکریہ کس طرح ادا کروں؟ جناب صدر! آپ نے میری تعریفوں کے پل باندھ دیئے ہیں لیکن جس چیز سے مجھے واقعی تقویت پہنچی' وہ پیام امید ہے جو آپ نے مجھے عنایت کیا اور جوانی کا وہ جذبہ ہے جو آپ نے مجھے عطا کیا۔ آپ نے ہماری حمایت کے لئے قربانی کے جس عزم کا اظہار کیا ہے اور پہلے مسلمانوں کی اور بعد میں ملک کی خدمت کرنے کے لئے جو آمادگی ظاہر کی ہے اور مجھ سے توقع کی ہے کہ میں اسے باور کر لوں' اگر اس کا نصف بھی مل جائے تو ہمارے فرقے کا مستقبل یقینی ہو جائے گا۔ پہلے ہمیں اپنی نگہداشت خود کرنے کا طریقہ سیکھنا چاہئے تب ہم دونوں کی خبر گیری کر سکیں گے۔ میں حقائق کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ جناب صدر! آپ نے کہا کہ مسلمان آزاد پیدا ہوتا ہے' وہ کب آزاد تھا؟ کم سے کم اس ملک میں

تو ہم ڈیڑھ سو برس سے غلام چلے آ رہے ہیں۔ میں آپ کو مایوس کرنا نہیں چاہتا' مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ مسلمان نوجوان بزرگوں کی دانش میں شرکت کے لئے آمادہ ہے اور دقیانوسی باتوں اور نعروں کی جگہ عملی ذمہ داری کے شعور کو دینا چاہتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مطالعہ کریں' تدبر کریں اور اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔

میثاق لکھنؤ اور اس کے بعد

مسٹر جناح نے کچھ پرانی یادیں تازہ کیں اور میثاق لکھنؤ کا تذکرہ کیا جس کے ساتھ ان کی گہری وابستگی رہی۔ اس کی اساس حکومت خود اختیاری کی جانب ایک چھوٹی سی پیش رفت پر استوار کی گئی تھی۔ ۱۹۲۴ء سے مسلمان مکمل خود اختیاری حکومت کی دیانتدارانہ خواہش کے معاملے میں کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ اس بارے میں کوئی اختلاف بھی نہیں تھا۔ اس وقت کانگرس اور مسلم لیگ کی حکمت عملی کا بنیادی اصول یہ تھا کہ کسی بھی دستور میں' اور اسے خواہ کوئی بھی کیوں نہ وضع کرے' تمام اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ ہونا چاہئے۔ ۱۹۲۴ء سے لے کر گول میز کانفرنس کے انعقاد تک مسلم ہندو مسئلہ کو حل کرنے کی بہت سی کوششیں کی گئیں۔ مسٹر جناح نے کہا اس وقت مجھ میں خودداری نہ تھی اور میں کانگرس کی منت کیا کرتا تھا۔ میں نے مفاہمت کرنے کے لئے اس قدر مسلسل کام کیا کہ ایک اخبار نے لکھا کہ مسٹر جناح ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوشش سے کبھی تھکتے نہیں۔ لیکن گول میز کانفرنس کے جلسوں میں ایسا دھچکا لگا جو زندگی میں پہلے کبھی نہ لگا تھا۔ خطرے کے سامنے ہندو جذبہ' ہندو ذہن' اور ہندو رویے نے مجھے اس نتیجے پر پہنچا دیا کہ اتحاد کی کوئی امید نہیں۔ مجھے اپنے ملک کے بارے میں سخت مایوسی کا احساس ہوا۔ صورت حال بہت افسوسناک تھی مسلمانوں کا حال ایسا تھا جیسے ہوا میں معلق ہوں۔ ان کی رہنمائی یا تو برطانوی حکومت کے کاسہ لیس کر رہے تھے یا کانگرس کے حاشیہ نشین۔ جب بھی مسلمانوں کو منظم کرنے کی کوشش کی گئی' ایک طرف ٹوڈیوں اور کاسہ لیسوں نے اور دوسری طرف کانگرس کیمپ میں موجود غداروں نے ان کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ میں نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا کہ نہ تو میں ہندوستان کی کوئی مدد کر سکتا ہوں' نہ میں ہندو ذہنیت کو بدل سکتا ہوں اور نہ ہی میں مسلمانوں کو یہ احساس دلا سکتا ہوں کہ وہ کس درجہ سنگین صورت حال سے دوچار ہیں۔ مجھے اس قدر مایوسی ہوئی اور میں اتنا آزردہ ہوا کہ میں نے لندن میں سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ بات نہیں تھی کہ مجھے ہندوستان سے محبت نہیں تھی' بلکہ مجھے مکمل بے چارگی کا احساس تھا۔ میں نے ہند سے تعلق برقرار رکھا۔ چار سال بعد میں نے دیکھا کہ مسلمان مہیب ترین خطرے میں ہیں۔ میں نے ہند واپس آنے کا فیصلہ کر لیا' کیونکہ میں لندن میں بیٹھ کر بھی کوئی مفید کام نہیں کر

سکتا تھا- کیوں کہ مجھے کسی کی پشت پناہی حاصل نہ تھی- میرا حال بھکاری جیسا تھا اور میرے ساتھ سلوک بھی وہی روا رکھا گیا جس کا ایک بھکاری مستحق ہوتا ہے-

۱۹۳۵ء کے مذاکرات اور صوبائی انتخابات

پھر ۱۹۳۵ء میں میں نے صدر کانگرس سے مذاکرات کئے- ایک فارمولا وضع کیا- لیکن ہندو اس پر نظر ڈالنے کے بھی روادار نہ تھے- ۱۹۳۶ء میں میں نے کانگرس سے کہا جو کچھ ہوا اس کی پروا نہ کیجئے فرقہ وارانہ ایوارڈ پر یہ تلخ بحث ختم کر دیجئے- اچھا' برا یا جیسا کیسا بھی ہے کسی متفقہ حل کی عدم موجودگی میں اسے چلنے دیجئے- ہمیں بڑے مسائل کا سامنا کرنا چاہئے- لیکن جب میں نے یہ محسوس کیا کہ میں نے اتحاد کی خاطر ہر حربہ استعمال کر لیا ہے تو پھر میں نے جائزہ لیا کہ اصل صورت حال کا تقاضا کیا ہے؟ میں نے دیکھا کہ نیا دستور آ رہا ہے- ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۶ء تک کا ماحصل کیا رہا— کچھ نہ کرو- انتہائی مایوسی کے عالم میں میں نے اپریل ۱۹۳۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس طلب کیا اور لیگ نے صوبائی مجالس قانون ساز کے انتخابات لڑنے کا فیصلہ کیا- ہر طرف سے مخالفت ہوئی' کانگرس کی جانب سے' ہمارے اپنے بہت سے لوگوں کی طرف سے- ابتدائی جماعتیں مفقود تھیں' وسائل بہت تھوڑے تھے' بایں ہمہ لیگ نے انتخابات لڑے اور خاصی کامیابی حاصل کی- لیکن ہمارے اپنے اکثریتی صوبوں میں سے چند میں کوئی مسلم لیگ پارٹی نہیں تھی- تاہم اپریل ۱۹۳۶ء سے عزم اور مستقل مزاجی کے ساتھ کام کرنے کے باعث ہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے' وہ قابل تعریف ہے- (تحسین و آفرین)

مسلمانوں کی صورتحال کا از سرِنو جائزہ

آیئے ہم اپنی صورتحال کا از سرنو جائزہ لیں- اول نوکر شاہی تھی- وہ محسوس کرتے تھے جیسے انہیں کسی فرمان کے تحت مسلمانوں پر اختیارات حاصل ہو گئے ہوں- انہوں نے کہا کہ اگر یہ شخص جناح آ گیا تو مسلمان ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے- ہوا بھی ایسا ہی' اللہ کا شکر ہے کہ آج مسلمان ان کے ہاتھوں سے نکل گئے ہیں- لیکن اب قوت کسی حد تک اکثریتی فرقے کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے اور یہ واضح ہو گیا ہے کہ برطانوی حکومت اب مسلمانوں کی مدد کو پہنچنے کا کوئی اشارہ نہیں کرتی بلکہ انہیں بھیڑیوں کے سامنے پھینک رہی ہے- مجھے مسرت ہے اب تک جو ہوا سو اچھا ہوا- بڑی حد تک مسلم لیگ نے مسلمانوں کو برطانوی حکومت کے پنجوں سے آزاد کرا لیا ہے- لیکن اب ایک اور قوت ہے جو برطانوی حکومت کی جانشینی کی دعویدار ہے- آپ اسے جو چاہیں نام دے دیں لیکن ہے یہ ہندو' اور ہندو حکومت-

سیاسی زبان پیچ دار اور گمراہ کن ہوتی ہے' اس لئے میں صاف بات کروں گا- کانگرس کا

رویہ کیا ہے؟ اس کو مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ مسلم لیگ ٹوڈیوں پر مشتمل ہے' یہ ایک رجعت پسند جماعت ہے' اس نے سامراجی قوت کے ساتھ گٹھ جوڑ کر رکھا ہے۔ اس طریقے سے وہ مسلم لیگ کو ملامت کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مسلم لیگ نے کیا کیا ہے؟ موجودہ حالات کے حوالے سے لیگ نے فیصلہ کیا کہ صوبائی دستور کو' وہ جیسا کیسا بھی ہے' استعمال کرنا چاہئے۔ دوسری طرف کانگرس کا فیصلہ تھا کہ دستور کو توڑا جائے۔ کانگرس لیگ کو برداشت نہ کر سکی جس نے مکمل طور پر قومی پروگرام اپنایا تھا۔ ہم یہ کوشش کر رہے تھے کہ مسلم لیگ کو کلیتاً مسلم فرقے کی نمائندہ بنا دیا جائے۔ کانگرسی اخبارات میں میری غلط ترجمانی کی گئی اور میرے خلاف اتہام طرازی کی گئی۔ مجھے فرقہ پرست کہہ کر رسوا نیا گیا۔ انہوں نے کہا اچھا صاحب' ہو سکتا ہے کہ جناح ٹھیک ٹھاک ہوں لیکن وہ ٹوڈیوں اور چاپلوسوں کے نرغے میں ہیں جو انہیں ہڑپ کر جائیں گے۔ ہر بار مسلمانوں کو نظرانداز کرنے کے لئے کوئی معقول سا بہانہ تراش لیا گیا۔ کانگرس نے ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں کو مسموم کرنے کی کوشش کی اور انہیں یہ باور کرایا گیا کہ کانگرس آزادی کامل کی علمبردار ہے اور غربت اور بھوک کا خاتمہ کر دے گی۔ لیکن ان کے عزائم کیا تھے؟ وہ برطانوی حکومت سے کچھ یقین دہانیاں طلب کر رہے تھے جو وہ حاصل کرنے میں ناکام ہو گئے وہ اس دستور کو استعمال ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ اسے چلا رہے ہیں جسے توڑنے کے انہوں نے بلند بانگ دعوے کئے تھے۔ مسلمانوں کو انہوں نے ہر قسم کی احمقانہ یقین دہانیاں کرائیں۔ ایک صوبے میں کانگرسی وزیراعظم اس حد تک چلے گئے کہ انہوں نے اعلان فرمایا کہ اگر کسی نے مسجد کی ایک اینٹ کو بھی ہاتھ لگایا تو وہ اپنی جان دے دیں گے۔ لیکن درحقیقت ہوا کیا؟ اسی صوبے یعنی بہار میں رائے دہی کا مجموعی نظام ختم کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ گزشتہ انتخابات میں ایک مسلمان بھی منتخب نہیں ہو سکا۔ لہٰذا ہم یقین دہانیوں اور خیر سگالی پر انحصار نہیں کر سکتے۔ سیاست میں خیر سگالی اور محبت و انسیت اور لحاظ کا مظاہرہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب آپ مضبوط ہوں۔ لوگ جانتے ہیں کہ آپ کی دکھتی رگ یا اگر آپ چاہیں تو صحت مند رگ کہہ لیجئے کو کس طرح چھیڑا جا سکتا ہے۔ جب کوئی آپ کو دلدوز بھوک اور غربت کی بات بتاتا ہے' جب کوئی شخص آپ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے بھائی کسی بھی چیز کا کیا فائدہ؟ آیئے ہم ان ہولناک حالات کو ختم کر دیں۔ کانگرس حصول آزادی کے لئے جدوجہد کر رہی ہے تاکہ اشتراکی اور اشتمالی حکومت قائم کی جا سکے۔ اقتصادی مسئلہ ہی وہ مسئلہ ہے جس سے ہم دوچار ہیں —— آپ متاثر ہو جائیں گے۔ مجھے اعتراف ہے کہ مجھے خود محسوس ہوتا ہے جیسے میں متاثر ہو رہا ہوں۔ یہ بات مسلسل نوجوانوں کے کانوں میں انڈیلی جا رہی ہے۔ جب آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ بیک جنبش قلم برطانوی حکومت کو'

زمینداروں کو اور سرمایہ داروں کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں۔ ذرا یوروپ کے حالات پر نظر ڈالیں۔ جرمنی میں ہٹلریت معرض وجود میں آئی' اشتمالی اور اشتراکی تحریکوں کی وجہ سے' اسی طرح اٹلی میں فاشیت نے سر اٹھایا۔ اسپین میں لڑائی کس چیز کے لئے ہو رہی ہے۔ مسئلہ وہی ہے' جب کانگرس کے صدر سے یہ سوال دریافت کیا گیا کہ وہ اپنا خوبصورت پروگرام کب تک پورا کر لیں گے؟ انہوں نے کہا اپنی زندگی کے اندر اندر۔ اور مزید فرمایا جب ہم اقتدار پر قبضہ کر لیں گے تو ہم اس دستور کو تہس نہس کر دیں گے۔ پر کے قلم سے نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ پر کا قلم کب تک ان کے ہاتھ میں رہے گا یا بلکہ وہ سرخ قلم جو اس وقت ان کے ہاتھ میں ہے؟ (قہقہہ)

ہندوستان میں ہم برطانوی پارلیمانی جمہوریت کی روایات کے زیر سایہ پروان چڑھے ہیں۔ دستور جو ہم پر مسلط کیا گیا ہے وہ بھی کم و بیش برطانوی نمونے پر وضع کیا گیا۔ لیکن اس ملک کے جسد سیاست اور برطانیہ میں ایک اہم فرق ہے۔ برطانیہ میں اکثریتی اور اقلیتی جماعتیں تبدیل ہو سکتی ہیں۔ ان کی ہیئت اور قوت اکثر بدل جاتی ہیں۔ آج قدامت پسندوں کی حکومت ہے' کل اعتدال پسندوں کی ہو سکتی ہے اور پرسوں مزدوروں کی۔ لیکن ہندوستان میں یہ صورت نہیں۔ یہاں ہندوؤں کی مستقل اکثریت ہے اور باقی سب اقلیتیں ہیں جو کسی قابل فہم مدت کے دوران اکثریت بننے کی توقع کر ہی نہیں سکتیں۔ اکثریت غیر فرقہ وارانہ نام کا لیبل چپکانے کی متحمل ہو سکتی ہے لیکن جذبے اور عمل کے اعتبار سے وہ خالصتاً ہندو ہی رہتی ہے۔ اقلیتوں کے لئے ایک ہی امید رہ جاتی ہے کہ وہ خود کو منظم کر لیں اور اپنے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لئے اقتدار میں ایک قطعی حصہ حاصل کر لیں۔ اس اختیار کے بغیر کسی دستور کو بھی ہند میں کامیابی کے ساتھ نہ چلایا جا سکے گا۔

میری آپ سے اپیل یہ ہے کہ لیگ کے پلیٹ فارم پر آ جایئے۔ اگر مسلمان متحد ہو جائیں تو سمجھوتہ آپ کے اندازے سے بھی پہلے ہو جائے گا۔ آپ حصول آزادی کے ضمن میں اپنے دعوے کو درست ثابت کر چکے ہوں گے۔ چند ماہ کے کام کے بعد ہند کے ہر گوشے میں مسلم لیگ کا نام معروف ہو گیا ہے۔ لاکھوں لوگ اس میں شمولیت اختیار کر رہے ہیں۔ وہ لوگ بھی جو ہمارے مخالف ہیں یہ محسوس کر لیں گے کہ وہ سراب کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور ان کے سامنے بھی ایک ہی راہ رہ جائے گی کہ وہ لیگ میں شمولیت اختیار کر کے مسلمانوں کو بیک آواز بولنے کا موقع دے دیں۔

مسلم لیگ نے کیا کیا؟

مسلم لیگ نے جو کچھ کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے آپ کو' مسلمانوں کو رجعت پسند عناصر

سے آزادی دلا دی ہے اور یہ تاثر پیدا کر دیا ہے کہ جو خود غرضی پر مبنی کھیل کھیل رہے ہیں وہ غدار ہیں۔ اس نے آپ کو مولویوں اور مولاناؤں کے ناپسندیدہ عنصر سے بھی نجات دلا دی ہے۔ میں مولویوں کے بارے میں من حیث الجماعت بات نہیں کر رہا ہوں۔ ان میں بھی بعض ایسے ہیں جو اتنے ہی محب وطن اور مخلص ہیں جتنا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے۔ لیکن ان میں ایک طبقہ ایسا ہے جو ناپسندیدہ ہے۔ برطانوی حکومت' کانگرس' رجعت پسند اور نام نہاد مولویوں سے رہائی پانے کے بعد کیا میں نوجوانوں سے اپیل کر سکتا ہوں کہ وہ ہماری خواتین کو بھی نجات دلا دیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی ہماری زندگی میں' نہ صرف سماجی بلکہ سیاسی زندگی میں بھی' حصہ لیں۔ (تحسین و آفرین)

لیگ کے عہدیدار بے عیب نہیں ہیں۔ شکایتیں کرنا بے سود ہے۔ مجھے یہ بتانا کہ یہ آدمی برا ہے اور وہ ناپسندیدہ' اگر آپ مخلص ہیں تو آپ کے لئے واحد راستہ یہ ہے کہ مسلم لیگ میں شامل ہو جایئے اور اس کی اصلاح کیجئے۔

مجھے یقین ہو گیا ہے اور آپ لوگ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ کانگرس کی حکمت عملی یہ ہے کہ مسلمانوں میں نفاق ڈال دو۔ یہ برطانوی حکومت کی پرانی ترکیب ہے۔ وہ اپنے آقاؤں کی حکمت عملی کا تتبع کرتے ہیں۔ جال میں مت پھنسیں۔ یہ مسلمانوں کے لئے زندگی اور موت کا لمحہ ہے۔ آپ میری اس بات کو گرہ میں باندھ لیں۔ اگر ان کی صفوں میں اتحاد نہیں ہو گا تو وہ غائب ہو جائیں گے۔ اگر ہمارے گھر میں کچھ نقص ہے تو پہلے ہمیں اسے درست کرنا چاہئے۔ اگر آپ ہماری حمایت کرتے ہیں تو ہم اسے اپنی پسند اور خواہش کے مطابق خود درست کریں گے۔

مسلم قوت کی شیرازہ بندی

جناب صدر! آج مجھے آپ کی طرف سے عظیم ترین پیام امید ملا ہے۔ آگے بڑھئے اور دنیا کی کوئی طاقت آپ کی مزاحمت نہیں کر سکے گی۔ میں اپنے سامنے بھرتی کا بہترین میدان دیکھ رہا ہوں۔ لاکھوں لوگ آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم اور پرچم کی خدمت کے لئے تیار ہیں۔ ایک اہل سپاہی تیار کرنے میں ایک سال درکار ہوتا ہے۔ ایک عمدہ نائب تیار کرنے میں کم سے کم پانچ برس لگتے ہیں۔ میں ان لوگوں میں زبردست خوابیدہ قوت دیکھ رہا ہوں۔ موجودہ صورت حال تک تو آپ نسبتاً آسانی کے ساتھ پہنچ گئے۔ لیکن ان لوگوں کی شیرازہ بندی اور انہیں ایک سیاسی فوج کی شکل دے دینا مشکل کام ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کیا فرق ہے؟ اگر واردھا کوئی فیصلہ کرتا ہے اور کل اس ضمن میں احکام جاری کرتا ہے تو لاکھوں ہندو اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ فرض کیجئے مسلم لیگ کوئی حکم جاری کرتی ہے تو کیا ہو گا؟

ہم نہ مناسب طریقے سے لیس ہیں نہ تربیت یافتہ' اس لئے اس حکم کی بجا آوری کے لئے لاکھوں مسلمانوں کو نکال لانا مشکل کام ہو گا۔ برطانوی حکومت ہمہ وقت یہ سوچتی رہتی ہے کہ کانگرس کیا کر رہی ہے۔ برطانوی حکمت عملی کا کانگرس کیمپ میں کیا ردعمل ہو گا۔ لیکن کیا برطانوی حکومت آپ کے بارے میں سوچے گی؟ نہیں! کیونکہ آپ کوئی منظم قوت نہیں ہیں لہٰذا آپ اپنی قوت کو ترقی دیں اور اپنی یک جہتی قائم کریں۔

مسلم لیگ حصول آزادی کا عزم کر چکی ہے۔ لیکن یہ آزادی صرف مضبوط اور زبردست کے لئے ہی نہ ہو گی' بلکہ کمزور اور مظلوم کے لئے بھی ہو گی۔ (مسلسل' طویل تالیاں)

۹۶۔ مجوزہ لیگ۔ کانگرس مذاکرات کے بارے میں اخباری بیان

۹' فروری ۱۹۳۸ء

ایسوسی ایٹیڈ پریس کے نمائندے سے گفتگو کے دوران مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا کہ انہیں مسٹر گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو کی جانب سے فرقہ وارانہ مسئلہ کے ضمن میں مجوزہ لیگ۔ کانگرس مذاکرات کے سلسلے میں مکتوب موصول ہوئے ہیں۔ وہ ان کے جواب ارسال کر دیں گے۔ چونکہ ان خطوط کی نوعیت خفیہ ہے لہٰذا وہ ان کا متن ظاہر نہیں کر سکتے۔

مسٹر سبھاش چندر بوس کی حالیہ اخباری ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے' جس میں کانگرس کے صدر۔ منتخب نے کہا تھا "لیگ کیا چاہتی ہے مجھے دراصل اس کا علم نہیں۔" مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں اسے پڑھ کر حیرت ہوئی اور مزید کہا:

"میں سمجھتا ہوں کہ ہر حقیقی قوم پرست ہندی کو نہ صرف اس ملک میں اقلیتوں کے مسئلے کا مطالعہ کرنا چاہئے بلکہ اپنی توجہ بھی اس پر مرکوز کرنی چاہئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر بوس۔ ہند کو درپیش مسائل کے بارے میں قطعی رائے رکھتے ہوں گے لیکن صدر منتخب کے بارے میں یہ معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ انہیں یہ علم نہیں کہ مسلمان کیا چاہتے ہیں۔

اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کانگرس کے اہم رہنما درحقیقت اس باب میں سنجیدہ نہیں ہیں اور یہ وہی ذہنیت ہے جس کا پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی مظاہرہ کیا تھا جب انہوں نے کہا تھا کہ انہیں یہ علم نہیں کہ بحث کس بارے میں ہے۔

"آپ اس مسئلہ کو نظرانداز کر کے حل نہیں کر سکتے بلکہ آپ کو اسے نمٹنا ہو گا۔ [اے۔ پی]

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۱۰ فروری ۱۹۳۸ء)

۹۷۔ طلباء کو دوسرا نقطۂ نظر سننا بھی سیکھنا چاہئے

میرٹھ کالج میرٹھ کے طلباء سے خطاب

۲۱' فروری ۱۹۳۸ء

مسٹر ایم۔اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے میرٹھ کالج میرٹھ کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ طلباء کو یہ بات سیکھنی چاہئے کہ وہ مختلف نقطۂ نظر سنیں اور ان پر غور کریں۔ صرف ایک طرف کی بات سن کر اس سے متاثر ہو جانا کوئی اچھی بات نہیں۔

"You shall be disqualified from the rank of the honourable judges if you do not listen to the other point of view. And I have come here to present the other point of view."

[قائد اعظم کی زندگی میں یہ آخری مخالفانہ اجتماع تھا جس سے انہوں نے خطاب کیا۔ میں اس اجتماع میں موجود تھا ان کی تقریر کا پہلا جملہ آج بھی میرے کانوں میں گونجتا ہے جو متذکرہ بالا ہے۔ اس تقریر کو سمجھنے کے لئے سپرد منظر کے طور پر اس روز کے واقعات کا جاننا از بس ضروری ہے۔ یہ واقعات میں نے ۱۹۸۵ء میں سپرد قلم و قرطاس کئے جو تقریر کے بعد ہدیہ قارئین ہیں۔ اس سے قبل ۳' فروری ۱۹۳۸ء کے دن۔ اینگلو عربک کالج دہلی میں اسٹوڈنٹس یونین کے زیر اہتمام ان کے خطاب کے دوران چند طلباء نے مداخلت کی کوشش کی لیکن میرٹھ کالج کے جلسہ میں ان کی تقریر سے قبل ہنگامہ آرائی کی کوشش کی گئی جسے فوراً ہی ناکام بنا دیا گیا۔ تقریر انتہائی خاموشی اور سکون کے عالم میں ہوئی اور سنی گئی۔]

اس موقع کی تفصیل ضمیمہ الف میں ملاحظہ کیجئے۔ [اقبال احمد صدیقی]

"طلباء کے لئے یہ از بس ضروری ہے کہ انہیں اپنے ملک کو درپیش مسائل کے صحیح تنازعے کا علم ہو۔ بسلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اقلیتوں کا مسئلہ اس ملک کا سب سے بڑا بنیادی مسئلہ ہے اور تمام سیاستدانوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کئے ہوئے ہے۔ جونہی یہ مسئلہ حل ہو گیا وہ اپنے ملک کی آزادی حاصل کر لیں گے۔"

انہوں نے کینیڈا کی مثال دی جہاں انگریز اور فرانسیسی دو قوموں کی اکثریت اور اقلیت کے مسئلہ پر سیاستدانوں کی توجہ مرکوز تھی۔ اگرچہ ان کی ثقافت اور نقطۂ نظر میں بہت تھوڑا سا فرق تھا۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ ایک دوسرے کے ساتھ شادی بیاہ بھی ہوتے

تھے تاہم فرانسیسی اقلیت کو مطمئن کرنا پڑا۔ یہاں ہند میں دو فرقوں کے مابین بہت بڑا فرق ہے۔ اکثریتی اور اقلیتی فرقوں کے مابین۔ اکثریتی فرقہ کا معاشرتی تانا بانا اقلیتی فرقے سے بہت مختلف ہے اور وہ دانستہ یا نا دانستہ طور پر لازماً اپنی ثقافت اقلیتی فرقے پر مسلط کرنے کی کوشش کرے گا۔ اقلیتی فرقے کو اس خوف نے اپنی پوزیشن کے تحفظ پر اکسایا ہے۔ لہٰذا وہ اکثریتی فرقے پر ذرا سی پابندی عائد کرنا چاہتے ہیں اور اس طرح سے وہ اقلیتی فرقے کے لئے اپنے ملک کی حکومت میں احساس تحفظ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

تلاش حل کی ضرورت

مسٹر جناح نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے کہا: کہ اگر دنیا کے دوسرے ملکوں میں تنازعہ کے فریقوں نے حل دریافت کر لیا تو وہ کیوں حل دریافت نہ کر سکیں گے۔ انہوں نے نوجوانوں کو مشورہ دیا کہ وہ ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں اور مختلف امور پر عزت' وقار اور انصاف کے ساتھ بحث و تمحیص کریں۔ { اے۔ پی۔ آئی }

(دی ہندوستان ٹائمز' ۲۲' فروری ۱۹۳۸ء)

۹۸۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے خصوصی اجلاس میں خطبہ صدارت

کلکتہ ۱۷' اپریل ۱۹۳۸ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے خصوصی اجلاس منعقدہ کلکتہ میں خطبہ صدارت ارشاد فرماتے ہوئے کہا:

"آل انڈیا مسلم لیگ کے گزشتہ سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۵/ اکتوبر ۱۹۳۷ء کے بعد جو کام ہوا اور جو واقعات رونما ہوئے میں ان کا ایک مختصر خاکہ آپ کے رو برو پیش کروں گا۔ آپ کو علم ہے کہ گزشتہ اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے دستور اور قواعد و ضوابط پر نظرثانی کی گئی تھی اور ان میں بعض بہت اہم تبدیلیاں کی گئیں تھیں۔ نیا دستور اب نافذ العمل ہو گیا ہے اور آل انڈیا مسلم لیگ کی قرارداد کے مطابق مختلف صوبوں میں سارے ہند میں مسلم لیگ کی صوبائی اور ضلعی شاخوں کی تنظیم کی غرض سے لیگ کی کمیٹیاں تشکیل کر دی گئیں ہیں۔ مجھے آپ کو یہ بتاتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ ہر صوبے میں ضلعی کمیٹیاں قائم ہو گئی ہیں۔ گزشتہ چھ ماہ کے دوران سینکڑوں نہیں' ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد مسلم لیگ کے رکن بنائے گئے ہیں۔

سیاسی بیداری

ضد کے مختلف حصوں کے دوروں میں میں نے مسلمانوں میں زبردست سیاسی بیداری اور جوش و خروش پایا۔ اور لوگوں میں آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہونے کی بے پایاں خواہش موجود ہے۔ اس زبردست عوامی حمایت کو' جو آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام کو حاصل رہی ہے' تدوین میں لانے' منظم کرنے' اس میں باہمی ربط پیدا کرنے اور اس کی نگرانی کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر اس صورت میں ہم مناسب رہنمائی کے ساتھ وہ منزل حاصل کر سکیں گے جس کے لیے ہم لڑ رہے ہیں۔

ہم نے کسی حد تک اپنے لوگوں کو بے حد ناپسندیدہ رجعت پسند عناصر سے' آزاد کرا لیا ہے اور ہم نے ان کی اس طبقے کو جو خود کو مولانا مولوی کہلواتا ہے' مضرت رساں اثر اور خوف سے بھی گلو خلاصی کرا دی ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ ہم اپنی جدوجہد میں اپنی خواتین کو ساتھ لے کر چلیں۔ اور بہت سے مقامات پر جہاں میں گیا انہوں (خواتین) نے زبردست دلچسپی کا اظہار کیا اور مختلف تقریبات اور اجتماعات میں شرکت کی۔

ہمیں مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام کو سیاسی سطح پر چلانا اور برقرار رکھنا ہے۔ ہم چھ ماہ سے کم عرصہ میں سارے ہند میں مسلمانوں کو اس انداز سے منظم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جس انداز سے وہ گذشتہ ڈیڑھ سو برس میں کبھی نہ ہوئے تھے۔ وہ اس طور پر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے ہیں اور بیدار ہو گئے ہیں کہ ہمارے مخالفین بھی حیران و ششدر رہ گئے ہیں۔ انہوں نے اپنی مردہ دلی کو جھٹک دیا ہے اور اپنی ضرر رساں یاس و حرماں کی کیفیت کو خیرباد کہہ دیا ہے جس میں وہ کس قدر گہرائی میں غرق ہو چکے تھے۔ انہوں نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا ہے کہ وہ ایک قوت ہیں۔ ان کے پاس طاقت ہے اور ایسی صلاحیتیں ہیں جن کا انہیں اب تک احساس ہی نہیں تھا۔ اور اگر وہ محض اپنے معاملات کو اپنے ہاتھوں میں لے لیں اور باہم دگر متحد ہو کر کھڑے ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت ان کے عزم کی مزاحمت نہیں کر سکتی۔

یوم شہید گنج

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے ۱۸' فروری کو یوم شہید گنج منانے کا فیصلہ کیا۔ ملک کے طول و عرض میں جلسے منعقد ہوئے اور دفتر میں موصول ہونے والی اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم لیگ کا پیغام ملک کے دور افتادہ گوشوں تک پہنچا۔ عملاً ہر شہر اور قصبے میں اور حتیٰ کہ بعض گاؤں میں بھی لیگ کی قرارداد منظور کی گئی۔

مجھے اس کا پورا احساس ہے کہ پورے ہند میں ہر مسلمان کے ذہن میں مسئلہ شہید گنج سب

سے زیادہ اہم حیثیت رکھتا ہے اور اس باب میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ان کے محسوسات اور جذبات بالکل حقیقی اور مخلصانہ ہیں۔ اور یہ سوال بھی پیدا نہیں ہوتا کہ مسجد کے انہدام کی وجہ سے ان کی دینی جذبات شدید مجروح ہوئے۔ ایک اوسط درجہ کا آدمی یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی مسجد کو بے رحمی اور بے ہودگی کے ساتھ برباد کر دیا گیا۔ یہ افسوناک بات ہے کہ سکھوں جیسا ایک عظیم فرقہ جذبات کی رو میں بہہ گیا اور جس طور پر انہوں نے مسجد کو منہدم کرنے کے ناعاقبت اندیشانہ طریقہ کار کو اپنایا وہ بہت افسوسناک ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں محسوس کرتا ہوں کہ دونوں اطراف کے بعض افراد ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ عزائم رکھتے تھے اور رکھتے ہیں' اور یہ کہ انہوں نے ایسی صورت حال پیدا کر دی ہے جس نے دو بڑے فرقوں کو تعطل کی شکل سے دو چار کر دیا۔ دونوں طرف سے جو زیادتیاں کی گئیں میں ان کی مذمت کرتا ہوں اور دونوں فرقوں کے معصوم لوگوں کے جانی اتلاف پر گہرے افسوس کا اظہار کرتا ہوں اور ان طریقوں کی ملامت کرتا ہوں جو معصوم جانوں کی تلخی پر منتج ہوئے۔ اگر اس مسئلہ کو صحیح تناظر میں دیکھا جائے اور دونوں فرقے ایک دوسرے کی جانب اپنی اخلاقی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور کچھ شرارتی اور جارح عناصر کو خاموش کر دیں جو ایک آبرو مندانہ سمجھوتے کے کٹھن کام کو دشوار تر بنا رہے ہیں تو اس کا حل بہت سہل تھا۔

میں سکھ فرقے کے رہنماؤں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اسے وقار کا سوال بنانے کی سطح سے بلند تر ہو جائیں اور مسلمانوں کو ان کے شدید محسوسات کو تسلیم کرتے ہوئے اور ان کے مذہبی تاثرات میں شراکت کرتے ہوئے جن کے بارے میں مجھے مطلق شبہ نہیں کہ وہ حقیقتاً شدید مجروح ہوئے' مشورہ دیتا ہوں کہ وہ یہ محسوس کریں کہ سمجھوتے کی راہ ایک فرقے کے دوسرے کو حکم احکام دینے میں مضمر نہیں ہے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے پہلے ہی ایک قرار داد منظور کی ہے جس کی جانب ان مندوبین کی توجہ مبذول کراوں گا جو یہاں تشریف فرما ہیں۔ یہ حسب ذیل ہے :

"وزیراعظم پنجاب کے اس فیصلے کے پیش نظر کہ اگر مسلم اراکین کی اکثریت شہید گنج کے حوالے سے ان کی حالیہ اعلان کردہ کارروائی کو مسترد کر دیا تو وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو جائیں گے' کونسل محسوس کرتی ہے کہ اب تمام تر بار اور ذمہ داری مجلس قانون ساز پنجاب کے مسلم اراکین اور عوام پر ہے۔ کونسل اس بات کو سراہتی ہے کہ متعلقہ مسائل کی سنگینی اور نوعیت سر سکندر حیات اور ان کی حکومت کے ذہن میں موجود ہے۔ انہوں نے اپنے اعلان میں جو یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ مسئلہ کے ایک آبرو مندانہ تصفیے کی مخلصانہ کوشش کر رہے ہیں' کونسل کی رائے

میں بہترین طریقہ کار ہے اور اس جہت میں ہی دو عظیم برادر فرقوں مسلمانوں اور سکھوں' کے مابین دائمی امن و امان اور جذبہ خیر سگالی کی راہ ہے' جن کی ایک دوسرے کے ساتھ اخلاقی ذمہ داری' جن کا مفاد اور جن کی فلاح و بہبود اور صوبے اور ملک کے وسیع تر مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی عظیم تاریخ' مذہب' اور روایات ان کی پشت پر ہیں' وہ عدالتی ٹری بیونل' مقننہ اور حکومت کے فیصلوں سے بلند تر ہو کر اور موقع کی نزاکت کے پیش نظر آبرو مندانہ سمجھوتہ طے کر لیں۔ یہ کہ مقننہ فریقوں کے مابین باہمی تصفیہ کی قابل خواہش شے کے حصول میں ناکامی' جو انتہائی بدقسمتی کی بات ہو گی۔ کونسل' حکومت پنجاب کے اس عزم کو بے حد اطمینان کی نظر سے دیکھتی ہے کہ وہ مسئلہ کا تسلی بخش اور عادلانہ حل تلاش کرنے میں جملہ دستوری ذرائع کو جو اسے مہیا ہیں بروئے کار لانے میں ناکام نہیں ہو گی۔ کونسل کو مسرت ہے کہ حکومت پنجاب نے اس ضمن میں پہلے ہی کام شروع کر دیا ہے۔ اور یہ کہ حکمت عملی اور لائحہ عمل کے بارے میں حتمی فیصلہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کو کرنا ہے۔ تاہم وہ اس اثناء میں معاملہ کے حل کی جانب جملہ امداد و اعانت کے لئے آمادہ رہے گی۔

اب خواتین و حضرات یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ مسئلہ شہید گنج کے بارے میں پورے غور و خوض سے کام لیں اور ایسی حکمت عملی اور لائحہ عمل متعین کریں جو آپ کے نزدیک مناسب ہو۔

لیگ اور صوبائی مجالس قانون ساز

گیارہ صوبائی مجالس ساز میں سے سات میں مسلم لیگ پارٹیاں کام کر رہی ہیں۔ ان تمام سات مجالس قانون ساز میں مسلم اراکین کی اکثریت مسلم لیگ پارٹیوں سے وابستہ ہے' اور ان پارٹیوں کی رکنیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ مسلم لیگ نے مختلف صوبوں کی مجالس قانون ساز کی رکنیت کے لئے متعدد ضمنی انتخابات نہایت کامیابی کے ساتھ لڑے ہیں۔ لیگ کونسل نے مسلمانوں کی معاشی' معاشرتی اور تعلیمی پروگرام کی تشکیل کی غرض سے ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ اس کمیٹی کی رپورٹ کا نہایت دلچسپی کے ساتھ انتظار کیا جا رہا ہے۔

ہم ان فرقہ وارانہ فسادات کی شدید مذمت کرتے ہیں جو صوبہ جات متحدہ [یوپی] اور دیگر صوبوں میں ہوئے۔ کانگرسی وزراء علی الاعلان یہ بات کہہ رہے ہیں کہ ان فسادات کی ذمہ داری مسلم لیگ پر عائد ہوتی ہے۔ یہ بے حد لائق ملامت بات ہے کہ حکومت کا ایک وزیر ایسے بودے اور نادرست بیانات جاری کرے۔ مسلم لیگ کے خلاف یہ الزامات "کلیتا" بے بنیاد ہیں اور ان صوبوں میں صوبے کے عوام کے جان و مال کی حفاظت کے ضمن میں کانگرسی حکومتوں کی نااہلی پر

پردہ ڈالنے کی غرض سے لگائے جا رہے ہیں۔ مسلم لیگ کو بدنام کرنے کے لئے ہر قسم کا مذموم پروپاگنڈا کیا جا رہا ہے لیکن انشاء اللہ اس سب کے باوصف مسلم لیگ روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جائے گی۔

چند ماہ قبل مسلم فرقہ غیر مملوکہ سرزمین کی مانند تھا لیکن آج وہ اپنے مقام پر آ گیا ہے اور اب دنیا میں کوئی ایسی طاقت نہیں جو اسے جامد یا بے عمل رکھ سکے۔ مسلمانوں نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ ان کی نجات مسلم لیگ کے پرچم تلے منظم ہونے میں ہے اور وہ ایک بار منظم ہو گئے تو انہیں کسی سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

مسلم لیگ کے مرکزی دفتر میں مختلف کانگریسی صوبوں میں مسلمانوں اور بالخصوص آل انڈیا مسلم لیگ کے کارکنوں اور اراکین کے خلاف زیادتیوں' بدسلوکیوں اور ناانصافیوں کی شکایات اور عرضداشتیں موصول ہو رہی ہیں۔ لہٰذا کونسل راجہ محمد مہدی صاحب کی زیر صدارت ایک خصوصی کمیٹی قائم کرنے پر مجبور ہو گئی تھی کہ وہ جو مناسب خیال کرے اقدام کرے اور اپنی رپورٹ کونسل اور صدر کو پیش کر دے۔

کونسل نے بحیثیت صدر مجھے یہ اختیار دینے کا فیصلہ لیا تھا کہ میں مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی کے قیام کے سلسلے میں جملہ ضروری اقدام کروں۔ ساتھ ہی اس طرح قائم ہونے والی پارٹی کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ کسی بھی ایسی پارٹی یا گروہ کے ساتھ اشتراک عمل کر سکے جس کی حکمت عملی اور پروگرام کم و بیش وہی ہو جو آل انڈیا مسلم لیگ کا ہے۔ مجھے آپ کو یہ اطلاع دینے میں مسرت محسوس ہوتی ہے کہ مرکزی مقننہ کے دونوں ایوانوں میں مسلم لیگ پارٹی قائم ہو گئی ہیں اور وہ مقننہ کے آئندہ اجلاس سے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی نگہبانی اور نگرانی میں کام شروع کر دیں گی۔

ہندو۔ مسلم مسئلہ

اگرچہ ہری پور میں کانگرس کے صدر اور دیگر رہنماؤں سے . . . سے ہندو۔ مسلم تصفیے کی حقیقی خواہش کا تاثر پیدا ہوا ہے اور اسی کے مطابق مسٹر گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو نے مجھے خطوط لکھے تھے اور میں نے ان کے جواب دیئے۔ ان کے ساتھ خط کتابت جاری ہے تاہم کانگرس کے اس مقصد کی تکمیل میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی کہ ہر پارٹی کو تباہ و برباد کرو' بالخصو آل انڈیا مسلم لیگ کو۔

اب تک کانگرسی رویے کو مختصراً اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ اول تو کمیونل ایوارڈ کا بستر بوریا گول کیا جائے۔ دوم جداگانہ انتخابات نہیں ہونے چاہئیں اور سوم کوئی الگ رائے دہی کا نظام

نہ ہو اور اگر ممکن ہو تو کسی فرقے کے لئے نشستیں مخصوص نہ ہوں۔

اس کا نتیجہ بالکل بدیہی ہو گا : مسلمانوں کو مجالس قانون ساز اور بلدیاتی اداروں میں مناسب نمائندگی کا امکان ختم ہو جائے گا' جیسا کہ حال ہی میں بہار میں ہوا ہے۔ چونکہ حکومت نے مجموعی رائے دہی بھی ختم کر دی جو ان کے عہدے قبول کرنے سے پہلے موجود تھی۔

بنیادی حقوق کے بارے میں کانگرس کی قرار دادیں اور مذہب' ثقافت اور زبان کے ضمن میں ان کے اعلانات کاغذی قرار دادوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اس باب میں ذرا سا بھی شبہ نہیں کہ یہ بے حد جارحانہ رویہ کانگرسی حکومت نے اس وقت اپنایا جب وہ [بادی النظر میں] عہدے قبول کرنے کی دہلیز پر ہیں۔ انہوں نے مجالس قانون ساز میں ' بندے ماترم' کے گیت کو مسلط کرنے کی کوشش کی اور بہت تلخی اور مخالفت کے بعد ہی اسے ترک کیا گیا۔

وہ ہندی کو لازمی زبان قرار دینے کی حکمت عملی پر کاربند ہیں جس کا مطلب ہے کہ لازماً اگر وہ مکمل طور پ تباہ نہیں کرتی —— تو بھی بہرنوع اردو زبان کی ترقی اور فروغ کو شدید زک پہنچائے گی اور جو بدترین بات ہے وہ یہ ہے کہ ہندی زبان' جس میں سنسکرتی ادب' فلسفہ اور خیالات کی بھرمار ہے ساری طور پر مسلمان بچوں اور طالب علموں پر ٹھونسی جائے گی۔

ہند کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کی اپنی مذہبی رسوم کی آزادی کے ساتھ ادائیگی کی راہ میں سنگین قسم کی دشواریاں حائل کی جا رہی ہیں۔ بلند بانگ اعلانات کرنا جیسا کہ کانگرس نے اپنی عادت بنا رکھی ہے اور اس کی مجلس عاملہ نے انہیں دہرانے کی ایک چیز ہے۔ لیکن انہیں جامہ عمل پہنانا بالکل دوسری چیز ہے اور اب تک کانگرس پرچار ایک بات کر کرتی ہے اور عمل اس کے بالکل برعکس کرتی ہے۔

صدر کانگرس مسٹر سوبھاش چندر بوس نے مذہب' ثقافت اور زبان کے نام نہاد تحفظ کے تعلق میں کاغذی قرار دادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے : کہ "یہ نہایت مناسب وقت ہے کہ ہم اس مسئلہ کے حتمی حل کے لئے ازسرنو کوششیں کریں۔ میں باور کرتا ہوں کہ میں تمام کانگرسیوں کے احساسات کی ترجمانی کر رہا ہوں جب میں یہ کہتا ہوں کہ ہمیں بہت اشتیاق ہے کہ ہم اپنی بھرپور کوشش کریں کہ ہم ایسے متفقہ حل پر پہنچ جائیں جو قوم پرستی کے بنیادی اصولوں سے ہم آہنگ ہو۔"

مجھے امید ہے کہ وہ تمام کانگرسیوں کی جانب سے بول رہے تھے جیسا کہ انہوں نے باور کیا قوم پرستی کے نام سے سو رنگ بھرنا بے سود ہے۔ کانگرس اصلاً ایک ہندو تنظیم ہے۔ یہ تو دو بات ہوئی کہ کوئی کہے کہ ہم خواہش مند ہیں کہ ہم اپنی بھرپور کوشش کریں کہ ہم کسی متفقہ تصفیے پر

پہنچ جائیں پھر اسے اس بات سے مشروط کرنا کہ وہ قوم پرستی کے بنیادی اصولوں سے ہم آہنگ ہو گویا مسلم لیگ قوم پرستی کی مخالف ہے۔ مسلمانوں نے ایک سے زیادہ مرتبہ یہ واضح کیا ہے کہ مذہب' ثقافت' زبان اور شخصی قوانین کے علاوہ ایک اور سوال ہے جو ان کے لئے مساوی طور پر موت اور زندگی کا سوال ہے اور وہ یہ کہ ان کا مستقبل اور ان کی تقدیر کا انحصار قطعی طور پر سیاسی حقوق کے حصول پر ہے۔ یعنی قومی زندگی' ملک کی حکومت اور انتظامیہ میں ان کا جائز حصہ۔ وہ اس کے لئے آخری دم تک لڑیں گے۔ اور ہندو راج کے بارے میں سارے خواب اور تصورات کو ترک کر دیا جائے۔

مسلمان' جب تک ان کے دم میں دم ہے ضم یا زیرنگیں نہیں ہوں گے اور نہ ہی سر تسلیم خم کریں گے۔

کانگرس سے مساوات

مسلم لیگ کانگرس یا کسی اور تنظیم کے ساتھ ساتھ مکمل مساوات کے مرتبے کی دعوے دار ہے اور ہمارے اپنے مسائل ہیں جنہیں ہمیں حل کرنا ہے۔ موجودہ حالات کے تحت ہمیں اپنے لوگوں کو منظم کرنا ہے' انہیں بہتر زندگی کے لئے تیار کرنا ہے ان کی معاشرتی اور معاشی اعتبار سے فوری ترقی کا اہتمام کرنا ہے اور ہمیں تعمیری اور رفاہی کردار کے لئے منصوبے بناتے ہیں جو انہیں غربت اور بے چارگی' سے فوری نجات دلا دیں جن میں وہ ہند کے لوگوں کے کسی بھی طبقے سے زیادہ بری طرح مبتلا ہیں۔

میں "جیو اور جینے دو!" کی حکمت عملی کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میں معاشی اور سیاسی امور میں مفاہمت کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ لیکن ہم نہ سر تسلیم خم کریں گے' نہ ضم ہوں گے نہ اطاعت کریں گے اور نہ کانگرس کے ارباب حل و عقد' کے فرمان کی تابعداری کریں گے' جو آمرانہ اور حاکمانہ روپ دھار رہی ہے اور مجلس عاملہ کے نام سے کام کر رہی ہے اور مستقبل کی جمہوریہ میں ایک متبادل کابینہ کا خواب دیکھ رہی ہے۔

مسلم لیگ نہ صرف مسلمانوں کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے بلکہ اس کی قائل ہے کہ تمام دیگر اہم اقلیتیں بھی اسی احساس تحفظ کی حامل ہوں اور وہ بھی ہند کے سورج تلے آزاد شہریوں کے حقوق اور مراعات سے لطف اندوز ہوں اور اعلیٰ ذات کے مظالم اور اعلیٰ ذات کی حکمرانی تلے کچلی نہ جا سکیں۔

میرے خیال میں کانگرس اپنی موجودہ حکمت عملی پر کاربند رہ کر عظیم ترین غلطی کا ارتکاب کر رہی ہے۔ کانگرس کے ارباب حل و عقد کی ماسوا موقع پرستی اور تکبر کے کوئی حکمت عملی

نہیں۔ وہ اپنی تنظیم کو اس مقصد کی غرض سے استعمال کرتے ہیں' کیونکہ وہ اتفاق سے سب سے بڑی اور بہت زیادہ طاقتور ہے' کہ باقی دیگر پارٹیوں سے حقارت آمیز سلوک روا رکھ سکیں اور وہ یہ تصور کرتے ہیں کہ وہ پہلے ہی سے ہند کے فرمانروا بن گئے ہیں۔ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ وہ یہ یقین کرتے ہیں کہ انہوں نے چھ صوبے تو "کلیتاً" فتح کر لئے ہیں اور ساتویں میں ان کی غالب آواز ہے' چونکہ شمال مغربی سرحدی صوبے کی مخلوط حکومت میں کانگرسی اکثریت میں ہیں۔ وہ ڈھول تاشے بجانے کی بات کرتے ہیں' اور وہ یہ باور کرتے ہیں کہ اس میں بہت مدت درکار نہیں ہو گی کہ باقی چار صوبے بھی کانگرس کے فاتح ارباب حل و عقد کی جھولی میں آن گریں گے۔

لیکن میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ وہ یہ محسوس کریں کہ دو فریقوں کے مابین آبرو مندانہ سمجھوتہ ہو ہی نہیں سکتا جب ان میں ایک فریق دوسرے سے برتر ہونے کا مدعی ہو اور اس کے اغراض و مقاصد میں دوسرے پر غلبہ حاصل کرنا اور حکم چلانا ہو۔ آبرو مندانہ تصفیہ دو برابر کے لوگوں میں ہوتا ہے اور جب تک دونوں فریق ایک دوسرے کا احترام کرنا اور ایک دوسرے سے خوف کھانا نہیں سیکھیں گے تصفیہ کے لئے کوئی مضبوط اساس ہی موجود نہیں ہو گی۔

مزید برآں اگر کوئی تصفیہ ہو بھی جاتا ہے تب بھی جب تک کہ مسلمان پوری طرح سے منظم نہیں ہوں گے اور ان کی حمایت پر مضبوط اور متحدہ طاقت نہیں ہو گی' تصفیہ' سمجھوتہ اور معاہدوں کی اس کاغذ سے زیادہ کوئی قدر و قیمت نہ ہو گی جس پر وہ تحریر کئے گئے۔ گویا ردی کا ایک ٹکڑا۔۔۔ یعنی جب تک کہ وہ پیچھے سے ایک قوت کے ذریعہ نافذ نہ کر دیا جائے۔ جو یہ دیکھے کہ شرائط پر عمل کیا جا رہا ہے اور وہ برقرار ہیں۔

لہٰذا میری مسلمانوں سے یہ اپیل ہو گی کہ آپ کسی پر انحصار نہ کیجئے۔ آپ کو اپنی ہی طاقت پر انحصار کرنا چاہئے۔ مسلمانوں نے ابتک یہ محسوس نہیں کیا کہ اگر انہیں ایک مضبوط لوگوں کی طرح راہ پر لگایا جائے تو ان کی طاقت اور قوت کیا ہو گی۔ ابھی ہمیں بہت سا ابتدائی کام کرنا ہے اور ابتلا سے گذرنا ہے۔ ہمارے مخالفین ہمیں دبانے کی غرض سے جملہ ممکن ذرائع استعمال کریں گے۔ وہ ہم پر ظلم کر سکتے ہیں اور ستم ڈھا سکتے ہیں۔ لیکن مجھے بھروسہ ہے کہ ہم اس آزمائش سے بہتر اور زیادہ مضبوط ہو کر ابھریں گے' اتنا جتنا پہلے کبھی نہ تھے۔

(۱۔ "آل انڈیا مسلم لیگ اجلاس خصوصی منعقدہ کلکتہ اپریل ۱۹۳۸ء مطبع مسلم یٹ پریس دریا گنج دہلی ۱۹۴۵ء صفحات ۱ تا ۲۳۔ ۲۔ انڈین ایول رجسٹر ۱۹۳۸ء جلد اول صفحہ ۳۷۷ تا ۳۸۷۔)

۹۹۔ علامہ اقبالؒ کی رحلت پر تعزیتی جلسہ عام سے خطاب

کلکتہ' ۱۲' اپریل ۱۹۳۸ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کہا کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے انتقال پر ملال کی خبر نے عالم اسلام کو رنج و الم میں مبتلا کر دیا ہے۔ بلاشبہ وہ عظیم ترین شعراء' فلسفیوں اور بنی نوع انسان کے صاحبان بصیرت میں سے ایک تھے۔ انہوں نے ملک کی سیاست اور عالم اسلام کی دانش و بینش اور ثقافتی تعمیر نو میں ایک ممتاز کردار ادا کیا۔

میرے لئے تو وہ ایک ذاتی دوست' فلسفی اور رہنما تھے اس طرح میرے لئے وجدانی اور روحانی تائید کا ایک بہت بڑا منبع تھے۔ وہ صاحب فراش تھے لیکن یہ وہی تھے جو پنجاب مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے پنجاب کے تاریک ترین ایام میں تن تنہا ایک چٹان کی طرح مسلم لیگ کے پرچم کے ساتھ ڈٹ گئے اور ساری دنیا کی مخالفت کو خاطر میں نہ لائے۔ جب وہ اپنی خطرناک علالت کے باعث بالکل ہی صاحب فراش ہو گئے تو انہوں نے پنجاب مسلم لیگ کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا لیکن صدارت کی بجائے انہیں پنجاب مسلم لیگ کا سرپرست منتخب کر لیا گیا۔ وہ اب بھی اپنے بستر علالت سے پنجاب مسلم لیگ کی رہنمائی فرمایا کرتے تھے اور کسی سے لیگ کے متعلق جملہ خطوط کے جوابات لکھواتے تھے۔ ان کے لئے اس خبر کا سننا بے حد مسرت اطمینان کا باعث ہوتا کہ بنگال اور پنجاب کے مسلمان آل انڈیا مسلم لیگ کے مشترکہ پلیٹ فارم پر "یکتا" متحد ہو گئے ہیں۔ اس کامیابی میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کا ان دیکھا کردار عظیم ترین تھا۔ اس مرحلے پر مسلمانوں پر ان کی رحلت سے بڑی اور کوئی افتاد نہیں پڑ سکتی تھی۔

(دی اسٹار آف انڈیا' ۲۲' اپریل ۱۹۳۸ء)

۱۰۰۔ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ کے انتقال پر ملال پر تعزیتی پیغام

کلکتہ' ۲۱' اپریل ۱۹۳۸ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے علامہ اقبالؒ کے انتقال پر حسب ذیل تعزیتی پیغام جاری کیا:

"مجھے سر محمد اقبالؒ کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر بے حد افسوس ہوا۔ وہ عالمی شہرت کے بہت نفیس شاعر تھے اور ان کا کلام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ملک اور مسلمانوں کے لیے ان کی خدمات کی تعداد اس قدر ہے کہ ان کے ریکارڈ کا تقابل کسی بھی عظیم ترین ہندی رہنما کی خدمات سے کیا جا سکتا ہے۔ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سابق صدر تھے اور حال ہی تک صوبہ پنجاب مسلم لیگ کے صدر رہے' جب ان کی منحوس علالت نے انہیں صدارت سے مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔

لیکن وہ آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام کے سخت ترین اور بے حد مخلص علم بردار تھے۔

"میرے لئے وہ ایک دوست، رہنما اور فلسفی تھے اور وہ، ان تاریک ترین ایام میں جن سے مسلم لیگ کو گزرنا پڑا، ایک چٹان کی طرح ڈٹے رہے اور ایک لمحے کے لئے بھی ان کا پائے استقامت متزلزل نہ ہوا۔ اور تین دن قبل انہوں نے پڑھا ہو گا یا انہیں اس امر کی اطلاع دی گئی ہو گی کہ کلکتہ میں پنجاب کے رہنما بالکل متحد ہو گئے اور آج میں فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانان پنجاب خلوص دل کے ساتھ لیگ کے ساتھ ہیں اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو گئے ہیں۔ یہ بات ان کے لئے عظیم ترین اطمینان کا باعث ہوتی۔ اس اتحاد کے حصول میں سر محمد اقبالؒ نے بے حد منفرد کردار ادا کیا۔ اس وقت میری مخلص اور عمیق ترین ہمدردیاں ان کے خاندان کے ساتھ ہیں جنہیں ان سے بچھڑنا پڑا۔ اس مرحلے پر یہ ہند کے لئے بالعموم اور مسلمانوں کے لئے بالخصوص ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ (دی اسٹار آف انڈیا، ۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء)

۱۰۱۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے بیان کی تردید میں بیان

بمبئی ۳، مئی ۱۹۳۸ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے حسب ذیل بیان جاری کیا ہے:

"میری توجہ اس بیان کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جو مولانا ابوالکلام آزاد نے اخبارات کو جاری کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ انہوں نے اس مرحلے پر ایسا کرنا مناسب سمجھا۔ مزید یہ بھی کہ مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ بمبئی میں ملاقات کے دوران مجھ سے ہونے والی گفتگو جس انداز سے بیان کی ہے وہ غلط اور گمراہ کن ہے۔

اس بیان میں مجھ سے جو کچھ منسوب کیا گیا ہے میں اس کی تردید کرنے پر بھی مجبور ہوں۔ میں نے ہرگز مسٹر گاندھی سے ملاقات یا ان کے ساتھ مراسلت کی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ یہ بھی اسی طرح بے بنیاد ہے جس طرح یہ کہ میں نے گذشتہ فروری میں مسٹر گاندھی کو لکھا کہ میں ۱۰، مارچ کو واردھا جا سکتا ہوں لیکن وہ ملاقات میری علالت کے باعث ملتوی ہو گئی۔ میں مزید کچھ اور کہنا نہیں چاہتا کیونکہ میں اصولی طور سے نجی گفت و شنید کے انکشاف کی مذمت کیا کرتا ہوں چنانچہ میں یہیں رک جاؤں گا۔ [اے۔ پی] (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۴، مئی ۱۹۳۸ء)

۱۰۲۔ بمبئی میں منعقدہ جلسہ عام سے خطاب

بمبئی، ۴، جون ۱۹۳۸ء

"مسلمان فرقہ وارانہ اتحاد کے لئے تیار ہیں لیکن یہ اتحاد دو مساوی فریقوں کے مابین ہونا چاہئے۔ جب اتحاد ایک مضبوط اور ایک کمزور فریق کے مابین ہوگا تو اس کا صرف یہ مطلب ہو گا کہ موخر الذکر نے اول الذکر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔" اس امر کا اعلان مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ایک کثیر الاجتماع جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ "میں پہلے ہی کانگرس کی یاد داشت کا جواب مسٹر سوبھاش چندر بوس کو ارسال کر چکا ہوں اور میں نے یہ وعدہ کیا ہے کہ مذاکرات کے بارے میں میں جلد بیان جاری کر دوں گا۔" سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ خود کو منظم کریں تاکہ ان میں قوت پیدا ہو۔ انہوں نے کہا کہ اگر مسلمانوں نے خود کو منظم نہیں کیا تو دیگر صوبوں میں جہاں مسلم وزارتیں کام کر رہی ہیں ان کا کہیں وہی حشر نہ ہو جیسا سندھ اور صوبہ سرحد میں ہوا [اے۔ پی۔ آئی]

(دی اسٹار آف انڈیا، ۶، جون ۱۹۳۸ء)

۱۰۳۔ کانگرس تھوڑے سے اقتدار کے نشہ سے بدمست ہو گئی ہے

صوبائی مسلم لیگ دہلی کے زیر اہتمام عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب

دہلی، ۳۰، جولائی ۱۹۳۸ء

فرقہ وارانہ تصفیے کے ضمن میں مذاکرات کے بارے مسلمانوں کا حتمی رویہ کیا ہوگا اس کا اشارہ مسٹر جناح کی اس تقریر سے ملتا ہے جو انہوں نے صوبائی مسلم لیگ دہلی کے زیر اہتمام منعقد کثیر الاجتماع جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کی۔

مسٹر جناح نے کانگرس کے ارباب حل و عقد پر الزام لگایا کہ وہ تھوڑے سے اقتدار کے نشے سے بدمست ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا اگرچہ ابھی تک ہندو راج نہیں، برطانوی راج ہی ہے لیکن اس ذرا سی طاقت سے جو کانگرس کو ملی ہے وہ پھولی نہیں سماتی۔ اگر کانگرس کی بدمستی کا یہی حال رہا تو ملک کو آزادی نصیب نہ ہو گی۔ کانگرس کی اپنی لغت ہے۔ جب وہ قوم پرستی کی بات کرتے ہیں تو ان کی حقیقی مراد ہندو مت ہوتی ہے۔ لیکن مشکل یہ آن پڑی ہے کہ جب کانگرس اس کو مخفی رکھنا چاہتی ہے تو ہندو مہاسبھا اسے افشا کر دیتی ہے۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے مسٹر جناح نے کہا کہ کانگرس مسلم لیگ کو کچل دینا چاہتی ہے اس بنیاد پر کہ وہ ایک فرقہ وارانہ جماعت ہے۔ لیکن انہوں نے زور دے کر کہا کہ یہ اظہار حقیقت نہیں

ب- حقیقت یہ ہے کہ مسلم لیگ ایک فرقہ وارانہ تنظیم نہیں ہے بلکہ ایک قوم پرستانہ جماعت ہے جب کہ کانگرس بذات خود ایک فرقہ وارانہ تنظیم ہے- وہ [مسلم لیگ] کسی فرد یا تنظیم کے ساتھ مفاد یا دشمنی پیدا نہیں کرنا چاہتے- وہ صرف اتنا چاہتے ہیں کہ وہ عزت اور وقار کے ساتھ زندہ رہیں اور اس کی خاطر' اس سے' آخری دم تک لڑیں گے- جو ان کی راہ میں حائل ہو گا انہوں نے کہا مسلم لیگ کسی بھی تنظیم کا دم چھلا بننے کے لئے آمادہ نہیں اور نہ ہی وہ رضاکارانہ طور سے کسی کی تابع بنے گی- وہ صرف دیگر تنظیموں کے ساتھ بالکل مساوی سطح پر نبٹ سکتی ہے-

فرقہ وارانہ تصفیے کے لئے کانگرس و لیگ مذاکرات کے ضمن میں مسٹر جناح نے کہا کہ میسرز گاندھی اور نہرو کے ساتھ ان کی خط و کتابت پہلے ہی شائع ہو چکی ہے- اس میں تازہ ترین بات یہ ہے کہ انہیں فرقہ وارانہ مذاکرات کے تعلق میں صدر کانگرس کا ایک مکتوب ۲۷' جولائی کو موصول ہوا ہے جسے انہوں نے لیگ کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کر دیا ہے اور انہیں امید ہے کہ ایک دو روز میں اس کا جواب چلا جائے گا- انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ وہ اس وقت اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ اس کا انکشاف کر سکیں کہ معاملہ کس مرحلے میں ہے- جس قدر جو ان کے لئے ممکن ہو گا وہ صدر کانگرس اور اپنے درمیان خط کتابت کو [اخبارات کو بغرض اشاعت] جاری کر سکیں' وہ جاری کر دیں گے- لیگ اور کانگرس کے درمیان کوئی تصفیہ ہو یا نہ ہو' یہ بدیہی بات ہے کہ کمزور اور طاقتور کے درمیان کوئی مفاہمت نہیں ہوتی- اگر ان دو تنظیموں کے درمیان سمجھوتہ ہو بھی جائے تب بھی لیگ اپنی مقابلتاً کمزوری کی حالت میں کانگرس سے معاہدے کی شرائط پر عمل درآمد نہ کرا سکے گی لہذا یہ سمجھوتہ کاغذ کے ایک پرزے سے زیادہ کچھ نہ ہو گا-

انہوں نے اپنے سامعین کو تلقین کی کہ وہ کانگرس کے جھوٹے پروپا گنڈے کے فریب میں نہ آئیں کہ ان [کانگرس] کے سامنے جو اصل مسئلہ ہے وہ اقتصادی ہے- یہ محض ایک کرتب ہے اور مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں اور لیگ کے ذریعہ سے اپنی طاقت میں اضافہ کریں- انہوں نے انہیں یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ اپنی صفوں میں انتشار پیدا نہ ہونے دیں- مسٹر جناح نے اپنی تقریر اردو زبان میں کی اور نصف گھنٹے سے زیادہ دیر تک بولے- [اے- پی- آئی] (دی ٹری بیون ۳۱' جولائی ۱۹۳۸ء)

۱۰۴- مسلمانان شملہ کی جانب سے سپاسنامے کے جواب میں خطاب

شملہ' ۷' اگست ۱۹۳۸ء

"اپنے فرقے اور ملت کی خدمت کی غرض سے مسلمان اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں" یہ

ہے وہ اپیل جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے مسلمانان شملہ سے خطاب کرتے ہوئے کی۔ وہ شملہ کے مسلمانوں کی جانب سے پیش کردہ سپاسنامے کا جواب دے رہے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو ترغیب دی کہ وہ اپنی اقتصادی اور مالی حالات کو بہتر بنانے کے لئے' جسے ماضی میں مسلمانوں نے نظر انداز کیا' محفوظ لائحہ عمل ترتیب دیں۔

مسٹر جناح نے کہا: "میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آج صبح آپ نے اسٹیشن پر میرا شاندار استقبال کیا اور رات کو میرے کام کو سراہا۔ فی الوقت مسلم لیگ جس حکمت عملی اور پروگرام پر کاربند ہے اسے آگے بڑھانے میں یہ امر میری حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ یہ مظاہرہ مسلمانوں کی جانب سے اس حکمت عملی کو منظوری کا اعلان کرتا ہے۔ اس جلسے کے انعقاد کے ایک ہی معنی ہیں کہ آپ نے مجھے اس اعزاز سے اس لیے نوازا ہے کہ میں آپ کے احساسات اور رائے کی ترجمانی کرتا ہوں اور اس وقت آپ یہ اس لئے کر رہے ہیں کہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر ہوں۔ میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے صبح کے استقبال اور اب اس جلسے کے ذریعے سے میری حمایت کی۔

ملک کی خدمت

مسلمانوں کے لئے اپنے پیغام میں مسٹر جناح نے کہا: "ہمارا پہلا فریضہ یہ ہے کہ ہم اپنی صفوں میں مکمل ہم آہنگی اور اتحاد پیدا کریں۔ ہمیں یہ بات واضح طور سے سمجھ لینی چاہئے کہ ماضی میں اپنے آپ کو نظر انداز کرنے اور خود سے لاتعلقی برتنے کی وجہ سے ہم لوگ پیچھے رہ گئے۔ آج ہم نہ صرف تعداد کے لحاظ سے کمزور ہیں بلکہ اقتصادی' مالی اور تعلیمی اعتبار سے بھی ایک بہت ہی پس ماندہ فرقہ ہیں۔ اگر آپ اپنا جائز کردار ادا کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنے لئے ایک محفوظ راہ متعین کرنا ہو گی اور ضروری اہلیت اور صلاحیت حاصل کر کے اس سمت میں پیش قدمی کرنا ہو گی۔ جس قدر زیادہ آپ ایسا کریں گے اسی قدر آپ اپنے فرقے اور ملک کی خدمت کر سکیں گے۔ اور اپنے ملک کی آزادی کی جدوجہد میں باوقار کردار ادا کر پائیں گے۔ میں ہر مسلمان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ آپس کے اختلافات کو بالکل ختم کر دے اور سب ایک آواز سے بولیں۔ ہم اپنے لوگوں کو خود پر انحصار کرنے والے اور اپنے بیش قیمت ورثے کا اہل بنانا چاہتے ہیں۔ ہمارے ارادے مخلصانہ ہیں۔ ہمارا مقصد منصفانہ اور آبرو مندانہ ہے اور ہم اپنے ملک کی خدمت کے لئے باوقار کردار ادا کرنے کا عزم کر چکے ہیں۔ میں اعتماد کے ساتھ یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہم کامیاب ہو کر رہیں گے۔ [اے۔ پی]

(دی اسٹیٹسمین' ۹' اگست ۱۹۳۸ء)

۱۰۵۔ انجمن اسلامیہ شملہ کی طرف سے چائے کی ضیافت میں تقریر

شملہ، ۱۳ اگست ۱۹۳۸ء

"کیا جمہوری پارلیمانی حکومت ہند میں کامیاب ہو سکتی ہے؟ کیا یہ ملک کے حالات کے مطابق سازگار ہے؟ یہ جمہوری اکثریت نہیں ہے جس نے سات صوبوں میں حکومتیں تشکیل دیں بلکہ یہ دائمی ہندو اکثریت ہے جسے کسی بھی تبدیلی کے تحت بدلا نہیں جا سکتا یہ اس نظام کی ایک مضحکہ خیز نقل ہے جو انگلستان میں کارآمد ہو سکتا ہے۔" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے چائے کی اس ضیافت میں کہی جس کا اہتمام انجمن اسلامیہ شملہ کی جانب سے مرکزی مجلس قانون ساز میں نئی تشکیل دی جانے والی مسلم لیگ پارٹی کے اعزاز میں کیا گیا۔

اس اعزاز پر انجمن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا آج سات صوبوں میں کانگرس کی حکومتیں ہیں اور وزیروں کو اختیارات سونپے گئے ہیں۔ یہ فی الحقیقت لائق مذمت بات ہے کہ جو تھوڑے سے اختیارات انہیں میسر آئے ہیں انہیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے اور کانگرس کے ارباب حل و عقد یہ جانتے ہوئے بھی اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔

چار قوتیں

"ہمارے ملک میں چار بڑی قوتیں جو شطرنج کی بساط پر بیٹھی ہیں۔ ایک برطانوی حکومت، بے حد منظم قوت جو ابھی تک اس ملک پر حکمرانی کر رہی ہے۔ دوسری ہندو، ایک عظیم فرقہ، بے حد منظم اور بہت طاقتور۔ آج بدقسمتی سے وہ کانگرس کے ارباب حل و عقد کے ہاتھوں میں ہیں۔ تیسری قوت مسلمان ہیں ایک برس پہلے یتیموں کی طرح، بے دیار، بے سہارا، منتشر، منقسم اور شکستہ، پست حوصلہ اور انحطاط کا شکار اس کا سبب خاص طور پر ان کا اپنا قصور تھا کیونکہ وہ لاتعلق اور لاپروا تھے۔ ہم منتشر تھے۔ یہ تھا ہمارا حال ایک برس پہلے آج، مسلمان [خواب غفلت سے] بیدار ہو گئے ہیں اور تیسری قوت ہیں۔ ہم تیسری قوت رہنا چاہتے ہیں اور ہم اپنا کردار ادا کریں گے جو ہمارے ماضی کے ورثے کے شایان شان ہو گا تاہم ایک اور قوت بھی ہے جو فی الوقت بالکل نظر نہیں آتی لیکن وہ ہے بہت بڑی قوت —— ہندی ریاستیں۔ چند تعلیم یافتہ مسلمانوں کے رویے پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا: "ہند ایک قومی ریاست نہیں یہ ایک ریاست بہ اقوام کی۔ جتنا زیادہ آپ اسے نظر انداز کریں گے اتنا ہی آپ خود فریبی میں مبتلا رہنے کی کوشش کریں گے۔

کیا پارلیمانی نظام مناسب ہے؟

"ہندو جو بہت وفادار ہیں وہ کانگرس کے ارباب حل و عقد کی اندھی تقلید کر رہے ہیں اور بلاشبہ یہ ایک فطری احساس ہے کہ ایک ہندو کو ایک ہندو کے ساتھ شانہ سے شانہ ملا کر کھڑا ہونا چاہئے اور لہٰذا وہ یہ باور کرتے ہیں کہ کانگرس کے ارباب حل و عقد جو کچھ کرتے اور کہتے ہیں وہ انہی کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن کانگرس کے ان ارباب حل و عقد کو ان کے حواس میں لانا ہو گا انہیں ان کے حواسوں میں ہم ہی لا سکتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ہمارے ہندو دوست یہ محسوس کریں گے کہ یہ لوگ آج جس حکمت عملی پر کاربند ہیں وہ ان کے لئے سخت مضرت رساں ہیں لہٰذا سوال یہ ہے : اب کیا ہونا چاہئے؟ ہم فی الوقت ایک تجربہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہ تجربہ کیا ہے؟ عظیم برطانوی حکومت قدرتی طور سے حکومت کے کسی اور نظام کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتی کیونکہ ان کی اپنی حکومت جمہوری پارلیمانی نظام حکومت ہے اور اس لئے وہ کسی اور شے کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتی۔ انگلستان میں اس کی نشوونما میں چھ صدیاں صرف ہوئیں جو ان کے لوگوں کے مزاج کے موافق ہے۔ اس کے ارتقا میں گذشتہ سو برس لگے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ جمہوری پارلیمانی طرز حکومت اس ملک میں کامیاب ہو سکتی ہے؟ کیا یہ اس ملک کے حالات کے لئے سازگار ہے؟ کیا یہ اس ملک کے لوگوں کے مزاج کے موافق ہے؟ پہلے رابطے میں سات کانگرسی صوبوں میں جمہوری اکثریت نہیں ہے۔ یہ جمہوری اکثریت نہیں ہے جس نے حکومت ترتیب دی ہے اور جو اسے چلا رہی ہے۔ یہ دائمی ہندو اکثریت ہے جسے کسی بھی تبدیلی کے تحت بدلا نہیں جا سکتا اور لہٰذا یہ اس نظام کی ایک مضحکہ خیز نقل ہے جو انگلستان میں کارآمد ہو سکتا ہے۔ لیکن جب یہ پودا یہاں لگایا گیا تو آپ دیکھتے ہیں کہ یہ یہاں بالکل ناکام ہو گیا۔ نتیجہ کیا نکلا —— دائمی ہندو اکثریت اور وزارت وہ بھی ہندو وزارت اور یہ قدرتی بات ہے اس کے علاوہ آپ توقع بھی کیا کر سکتے ہیں؟ پھر انہیں اس حکمت عملی اور پروگرام کو روبہ عمل لانا ہو گا جو لازمی طور سے ہندو حکمت عملی ہے، لہٰذا وہ سب کو اس پروگرام کے مطابق ہی چلائیں گے۔

"انہوں نے کہا مجھے علم نہیں کہ اس مشینری کو جسے یہاں نصب کر دیا گیا ہے، اور جسے کہ یوروپ کے ہر ملک نے ترک کر دیا۔ کس حد تک کامیاب ہو گی۔ لہٰذا، میرے دوستو، میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ ایک پلیٹ فارم پر آ جائیں اور ایک پرچم تلے جمع ہو جائیں۔ یہ آج کا سوال نہیں یہ کل کا سوال نہیں ایک مدبر اپنے وقت سے کم از کم ۲۵ برس آگے دیکھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی تنظیم کریں اور اپنے آپ کو دفاع کے لئے تیار کریں اور اگر ضرورت پڑے تو اپنے حقوق پر قبضے اور تجاوز کی مزاحمت کریں اور کسی ہنگامی صورت حال میں، جو آئندہ پچیس

سال کے دوران کسی بھی وقت پیش آ سکتی ہے۔ اپنا کردار ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ کٹھن کام ہے جو آپ کو درپیش ہے۔

فرقہ واریت کا ڈھکوسلہ

کسی نے بھی کوئی مدد نہیں کی نہ ہی کانگرس کے جلیل القدر ارباب حل و عقد نے۔ انہوں نے کبھی مسلمانوں کی فلاح و بہبود اقتصادی' معاشرتی' سیاسی اور تعلیمی [شعبوں میں] ترقی میں کوئی دلچسپی لی؟ ہندوؤں میں سینکڑوں نہیں ہزاروں اسکول چل رہے ہیں۔ ہندوؤں کی اقتصادی ترقی کے لئے بہت سے ادارے کام کر رہے ہیں۔ گذشتہ تیس برس کے دوران اس پس ماندہ فرقے کے لئے کوئی خصوصی دلچسپی لی گئی جو تعداد میں کم' مالی اعتبار سے دیوالیہ' اقتصادی لحاظ سے صفر اور تعلیمی نقطۂ نظر بے حد پس ماندہ ہے؟ کس موقعہ پر؟ کانگرس نے کوئی ایسا سوال اٹھایا جس میں مسلمانوں کو خصوصی دلچسپی ہوتی اور کہ ان کی حوصلہ افزائی ہوتی۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم اپنے لوگوں کی تنظیم کرنا چاہتے ہیں کیوں کہ موجودہ حالات کے تحت مسلمانوں کو خود منظم کرنا چاہئے کسی سے لڑنے کے لئے نہیں بلکہ تعاون کرنے کی غرض سے۔ ہم تعاون کے لئے تیار ہیں دراصل ہم تعاون کرنے کی خاطر بے قرار ہیں اور تعاون چاہتے ہیں۔ ہم اپنی مادر وطن کی اسی طرح خدمت کرنا چاہتے ہیں جس طرح کوئی اور تنظیم کرتی ہے اور اس کے لئے خود کو منظم کریں۔ اور ہم نے سوچا کہ وہ وقت آ پہنچا ہے کہ جب ہم اپنے گھر کو درست کر لینے کی کوشش کریں۔ اور جب ہمارے نمائندے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر مجالس قانون ساز کے رکن منتخب ہو کر آ گئے تو کیا جواب دیا گیا۔ "سر تسلیم خم کر دو' ہمارے عہدنامے پر دستخط کر دو' ہمارے پروگرام کو قبول کر لو اور مسلم لیگ کو ختم کر دو تو ہم کچھ وزارتیں تمہیں دے دیں گے۔" یہ ہے جواب۔ جب میں کوشش کر رہا ہوں کہ ہند کے اس بڑے حیرت انگیز جزو کو نیچے سے اوپر اٹھانے کی کوشش کر رہا ہوں' اس عظیم فرقے کو جو ہواؤں کے رحم و کرم پر ادھر ادھر اتیرتا پھر رہا ہے' جب میں ان میں نئی زندگی کی روح پھونکنے کی کوشش کر رہا ہوں' انہیں منظم کرنے اور اکٹھا کرنے کی تو یہ ہے وہ رویہ جو اختیار کیا جاتا ہے اور اخیر میں مجھے کہا جاتا ہے کہ میں فرقہ پرست ہوں اس کا جواب تھا میں فرقہ پرست ہوں چونکہ میں یہ سب کچھ کر رہا ہوں تو مجھے اپنے فرقہ پرست ہونے پر بہت فخر ہے۔

کانگرس کے حملے کا دفاع

جب کانگری اخبارات مجھے فرقہ پرست کہتے کہتے تھک گئے تو انہوں نے سوچا کہ انہیں کوئی اور نعرہ ڈھونڈھنا چاہئے یہ تو باسی ہو رہا ہے کیونکہ یہ شخص کہتا ہے کہ مجھے فرقہ پرست ہونے پر فخر ہے۔ پھر انہیں۔ ایک اور نعرہ مل گیا مسلم لیگ رجعت پسند ہے جس میں بہت سے ٹوڈی ہیں۔

کچھ ٹوڈی بھی ہوں گے میں اس سے انکار نہیں کرتا۔ لیکن میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ آج ہم پر یہ حملہ کر رہے ہیں وہ اس امر سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ مسلم لیگ پر الزام لگانا اور اسے رجعت پسند کہنا بالکل نادرست ہے لکھوکھا لوگ مسلم لیگ کے رکن ہیں اور اس کی رہنمائی ان کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے رہنماؤں کو چننا یا انہیں برخاست کرنا ان کا حق ہے۔ یہ ان کے ہاتھ میں ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ہم عنقریب یہ دکھا دیں گے کہ اب ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ ہم اپنے رہنماؤں کو اپنے عہدہ داروں کو اور اپنے لوگوں کو اپنی پسند کے مطابق چن لیں۔ وہ مسلمانوں کے نمائندہ ہوں گے اور انہیں ان کا احترام حاصل ہو گا۔ لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم میں کچھ ٹوڈی بھی ہیں تو میں یہ جاننا چاہوں گا کہ کانگرس میں کتنے بدمعاش اور مخبوط الحواس ہیں۔ اب وہ اس نعرے کو بھی دہراتے دہراتے تھک گئے ہیں کہ ہم رجعت پسند ہیں [کیونکہ وہ جانتے ہیں] کہ آخرکار ایسی بات کو دہراتے جانے سے کیا حاصل جو درست نہ ہو۔ پس اب ان کا تازہ ترین نعرہ ہے کہ ہم متعصب ہیں اور تعصب کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں جب کہ ہر شکایت اور ہر تنقید کا ایک ہی جواب ہے کہ مسلمان متعصب غنڈے ہیں اور نقص امن پیدا کرنے کے درپے ہیں۔ اب یہ جواب ہے۔ اب ہم اس مرحلے پر آ گئے ہیں۔ ہم تین مرحلوں سے گزرے ہیں' فرقہ پرست' رجعت پسند اور اب متعصب۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہم اس الزام سے بھی سرخرو گذریں گے اور انہیں دکھا دیں گے کہ ہم نظم و ضبط کے شیدا' ہیں اور پوری طرح سے منظم لوگ ہیں اور تنظیم کے اعتبار سے کسی اور کے برابر ہو سکتے ہیں۔

تقریر ختم کرتے ہوئے انہوں نے کہا: "آپ بہت دور تک دیکھیے۔ آپ کو اس ملک کے مستقبل کے ضمن میں بہت بڑا کردار ادا کرنا ہے۔ ہم اس ملک سے محبت کرتے ہیں لیکن ایک آزاد شہری کی طرح دوسرے آزاد شہریوں کے ساتھ' کسی کے تابع فرمان نہیں یا کسی اور کے غلام کی حیثیت سے نہیں۔ مجھے یقین ہے اور مجھے اعتماد ہے کہ اسے محسوس کر لیا جائے گا اور مجھے بھروسہ ہے کہ ہمارے ہندو بھائی ہمارے ساتھ آملیں گے اور کانگرس کے ان ارباب حل و عقد کو ختم کر دیں گے جو اس ملک کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ میں آج اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ باتیں کم کیجئے۔ آئے ہم کام کریں' کام' کام۔ خود کو منظم کریں اور اپنے وسائل کو مجتمع کریں۔ ہم آہنگی اور اتحاد پیدا کریں۔ صحیح معنوں میں ایثار کریں اور میں کہتا ہوں کہ اس ملک میں مسلمانوں کا مستقبل نہایت نفیس اور بہت درخشندہ ہے۔ (دکن ٹائمز' ۲۸' اگست ۱۹۳۸ء)

۱۰۶- ضابطہ فوجداری میں ترمیم کا مسودہ قانون
مرکزی مجلس قانون ساز میں تقریر
۲۲ اگست ۱۹۳۸ء

مسٹر ایم- اے- جناح : (بمبئی شہر' مسلم شہری) جناب والا اس بحث میں اتنی گرما گرمی پیدا کر دی گئی ہے اور اس قدر ہیجان اس میں داخل کیا جا چکا ہے کہ یہ بہت مشکل ہو گیا ہے کہ کوئی شخص اٹھے اور اس برق زدہ ماحول میں اس ایوان کے سامنے دلیل کی زبان میں گفتگو کر سکے- لیکن میں مجبور ہوں کہ کسی نہ کسی طرح اپنی پارٹی کا موقف' وہ جیسا کیسا بھی ہے' پیش کروں- جناب والا ! آپ جتنا زیادہ ہیجان اور جتنی زیادہ گرمی اس بحث میں لے آئیں گے اتنی ہی دلیل اور عقل کی بات کی گنجائش کم ہوتی جائے گی-

دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں' اور قدرے افسوس کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ قائد حزب اختلاف کو کیا وہ اسلوب بیان اختیار کرنا چاہئے تھا جو انہوں نے اپنی تقریر میں اختیار کیا؟ اگر وہ پچھلی قطاروں میں بیٹھنے والوں کی طرف سے ہوتا تو میں اس کی پروا بھی نہ کرتا کہ ہر کسی کے لئے وہ قابل فہم ہوتا- لیکن ان کی دلیل کیا تھی؟ ان کے دعاوی کیا تھے؟ جناب والا ! ان کی نوعیت کچھ اس طرح کی تھی کہ جو کوئی اس مسودہ قانون کی حمایت کرتا ہے اسے شرم آنی چاہئے- یہ افسوسناک بات ہے' اس لئے بھی کہ یہ قائد حزب اختلاف کی جانب سے کہی گئی ہے- انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص اس مسودہ قانون کی حمایت کرے گا وہ اپنے ملک کی آزادی فروخت کر رہا ہو گا اور ملک کی حریت کے ساتھ دغا کر رہا ہو گا- پھر انہوں نے اپنی تقریر ایک افسوسناک اور تہدید آمیز بات پر ختم کی جو قائد حزب اختلاف کے شایان شان نہیں تھی :
"مسلم لیگ والو! تم مسند توازن پر بیٹھے ہو- اغلباً" یہ صورت قائم و دائم نہیں رہے گی- عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب یہ مسند غائب ہو جائے گی-" اور پھر وہ ہمارے لئے کس چیز کی پیش گوئی کرتے ہیں کہ ہمیں وحشی ہندو اکثریت کچل دے گی' زمیں بوس کر دے گی؟ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم میں اپنے موقف اور اپنی رائے کی پاسداری کی ہمت بھی نہیں ہو گی؟ جناب والا' کیا یہی جمہوریت ہے؟ میں اس رویہ پر لاحول بھیجتا ہوں' میں اس کی مذمت کرتا ہوں اور قائد حزب اختلاف سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے موقف پر نظرثانی کریں- درحقیقت یہ ان کے شایان شان نہیں- انہوں نے اور ان کی پارٹی کے دیگر ارکان نے جو الزام تراشیاں اور دشنام طرازیاں کی ہیں' میں ان کے بارے میں مزید کچھ نہیں کہوں گا- لیکن میں ایوان اور کانگرس پارٹی کے معزز

دوستوں کو، جو میری داہنی جانب ہیں، جن سے بدقسمتی یا خوش قسمتی سے ہمارا اس مسئلہ پر اختلاف ہے، یقین دلانا چاہتا ہوں، آپ باور کریں کہ ہند کے مفادات کے علاوہ کوئی اور ترغیب میرے زیر غور نہیں ہے۔ لہٰذا! آیئے ہم پھر سے اس معاملہ پر سکون اور ٹھنڈے دل و دماغ اور احتیاط کے ساتھ غور کریں۔

جناب والا! اس مسودہ قانون میں اس قدر غیر متعلق باتیں داخل کر دی گئی ہیں --- یہ پیرو سے جاوا تک گیا اور چین تک ہم نے ادھر ادھر کی بہت سی باتوں پر بحث کی لیکن آیئے ہم سکون کے ساتھ اس مسودہ قانون پر غور کریں اور یہ دیکھیں، کہ کیا اس مسودہ قانون کی موجودہ حالات میں --- براہ کرم یہ یاد رکھیں --- ضرورت ہے؟ ہم جن حالات میں ہیں وہ بھی ایک عنصر ہے۔ کاش میں اس سے بہتر کچھ کر سکتا۔ یہ خیال نہ فرمائیں کہ میں اس حکمت عملی کو نہیں سمجھتا جس پر آپ کاربند ہیں۔ بدقسمتی سے میں اس حکمت عملی کو قبول نہیں کر سکتا۔ انہیں محرکات کے ساتھ اور جس طرح میں آپ کی بات کو سراہتا ہوں، آپ دیانتداری سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بات آپ کے لئے اچھی ہے اور میں دیانتداری کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں یہ بات ملک کے لئے اچھی نہیں ہے۔ بہرکیف آیئے ہم اس تحریک پر سکون، ٹھنڈے دل اور احتیاط سے بحث و تمحیص کریں جو اس وقت ایوان کے سامنے ہے۔ جناب والا! اس سے پہلے کہ میں آگے بڑھوں پہلی بات جس کی طرف میں اشارہ کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ کیا پنجاب کی صوبائی حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر وہ اپنے صوبے کے لئے یہ قانون بنانا چاہے تو بنا لے؟ تو، جناب والا معزز قائد حزب اختلاف نے تقریر کی اور میں نے اسے پوری توجہ سے سنا اور اسی طرح میں نے معزز ممبر قانون کی تقریر کو بھی سنا جو انہوں نے حکومت کی جانب سے کی۔ جب میں نے ممبر قانون کو سنا تو جہاں تک اس وقت میں سمجھتا ہوں انہوں نے صورت حال کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ لیکن جب معزز قائد حزب اختلاف نے اپنے دلائل پیش کئے --- اگر میں غلط ہوں تو وہ میری اصلاح کر سکتے ہیں --- تو انہوں نے وفاقی فہرست نمبر ۱ کے اندراج ۴۲ کو پیش نظر نہیں رکھا اور انہوں نے اس اندراج کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ اب اگر آپ صرف وفاقی فہرست نمبر ۱ کے اندراج ۴۲ کا ذکر کر دیں تو میں نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ ان کی ساری دلیل یکسر باطل ہو جاتی ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ آپ کے پاس وفاقی فہرست میں اندراج نمبر ۱ ہے جو اس ایوان میں پڑھا گیا اور مجھے اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اب اگر آپ اندراج نمبر ۱ کو اندراج ۴۲ کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ یہ اس مسودہ قانون کا احاطہ کرتی ہیں۔ پھر ہم فہرست نمبر ۲ کی طرف آتے ہیں، صوبائی فہرست، اور جو واحد اندراج مجھے نظر آتا ہے وہ نمبر ۲ ہے جس کا میری دانست میں اب تک

اس مسودہ قانون پر اطلاق نہیں ہوتا۔ پھر ہم فہرست نمبر ۳ کے اندراج نمبر ۱ کی طرف آتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی اس مسودہ قانون کو مستثنیٰ قرار دیتا ہے۔ کیونکہ اس فہرست میں جن امور کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے وہ بھی ممکنہ طور پر اس مسودہ قانون کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ درحقیقت یہ اسے مستثنیٰ رکھتا ہے۔ جناب والا ! میں آپ کی اجازت سے اس فہرست کا اندراج نمبر ۱ پڑھتا ہوں۔ جو یہ کہتا ہے :

"ضابطہ فوجداری، بشمول جملہ امور جو قانون فوجداری ہند میں اس قانون کی منظوری کی تاریخ تک شامل ہیں لیکن ماسوا قانون کے خلاف ان جرائم کے جن کا تذکرہ فہرست نمبر ۱ یا فہرست نمبر ۲ میں اور ماسوا ملک معظم کی بحری، بری اور فضائی افواج کے سول انتظامیہ کی امداد کے لئے استعمال کئے۔"

اس نکتہ پر دفعہ نمبر ۱۰۰ قانون حکومت ہند سے ایک یا زیادہ حوالے ہیں جن کا اس مضمون پر اطلاق ہوتا ہے۔ قانون حکومت ہند دفعہ نمبر ۱۰۰ کی ذیلی دفعہ نمبر ۱، جس کا میں ابھی حوالہ دینے والا ہوں، کو فہرست نمبر ۱، نمبر ۲ اور نمبر ۳ سے ملا کر پڑھنا چاہئے۔ ذیلی دفعہ نمبر ۱ کہتی ہے :

"باوجودیکہ ذیل کی دو ذیلی دفعات میں کچھ بھی مذکور ہو، وفاقی مجلس قانون ساز کو اختیار ہے اور صوبائی مجلس قانون ساز کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اس قانون کی فہرست نمبر ۱ کی جدول نمبر ۷ میں (جسے بعد ازیں وفاقی قانون سازی کی فہرست کہا جائے گا) متذکرہ امور میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی قانون سازی کریں۔"

بہرحال کوئی بھی شخص اس قانون کے مختلف حصوں اور ان فہرستوں کے مطالعے کے بعد اپنی رائے کا اظہار ہی کر سکتا ہے۔ اس دنیا میں کوئی چیز بھی حتمی نہیں۔ میں خود کو کسی بات کا پابند نہیں کرنا چاہتا کہ آئندہ نظیر کے طور پر حوالہ دیا جائے۔ لیکن جہاں تک میں نے غور و فکر کیا ہے میں مطمئن ہوں کہ صوبائی حکومت اس نوعیت کا کوئی قانون نہیں بنا سکتی۔ اگر ایسا ہے تو اگلا سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے سامنے ممبر قانون کا بیان موجود ہے جو انہوں نے حکومت ہند کی جانب سے دیا کہ ہند کی صوبائی حکومتوں نے اس پر غور کیا اور مواد کو جانچا اور اس نتیجے پر پہنچیں—— حکومت پنجاب سے اتفاق رائے کرتے ہوئے—— کہ اس نوعیت کے قانون کی ضرورت ہے۔ اب میں آپ کو بتاؤں گا کہ میرے ذہن نے کس طرح مختلف نکات مرتب کئے اور ان پر وقتاً" فوقتاً" ردعمل کیا۔ پہلا سوال جس پر میں نے سوچا یہ تھا کہ آیا اس قانون کی ضرورت ہے اور کیا مجلس قانون ساز کو اس نوع کا قانون منظور کرنا چاہئے؟ بلاشبہ یہ ایک ایسا قانون ہے جو ایک نئی غلطی کو جنم دیتا ہے۔ بے شک یہ کتلب قوانین میں ایک عارضی قانون کے اضافے کی تجویز پیش

کرتا ہے اور ہم اسے صرف اس لئے منظور نہیں کر سکتے کہ حکومت ہمارے سامنے آتی ہے اور کہتی ہے کہ انہیں اس کی ضرورت ہے۔ جب اس مسودہ قانون کے انچارج معزز ممبر نے اپنا مافی الضمیر بیان کیا تو میں نہایت وضاحت سے آپ کو بتا سکتا ہوں' اس وقت میرا ردعمل یہ تھا کہ اول تو کوئی بات ہی نہیں اور اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے' مجھے کہنا چاہئے کہ مجھے بہت حیرانی ہوئی تھی۔ مجھے علم نہیں کہ کیا وجوہات تھیں۔ پتہ نہیں کہ شروع سے یہ معاملہ اس انداز سے کیوں پیش نہیں کیا گیا جس انداز سے اسے پیش کرنا چاہئے تھا؟ پھر میں نے اس نکتہ پر غور جاری رکھا اور دیگر تقریریں سنیں۔ میں نے معزز ممبر داخلہ کی تقریر نہایت احتیاط سے سنی۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے معاف کر دیں گے کیونکہ میں کسی کو آزردہ کرنا نہیں چاہتا اور میں ایسی کوئی بات کہنا نہیں چاہتا جس سے کسی کے جذبات مجروح ہوں۔ لیکن معاف کیجئے اگر میں یہ کہوں کہ مجھے بہت سے شبہات تھے کہ بادی النظر میں ممبر داخلہ اپنا موقف ثابت بھی کر سکے۔ لیکن جب اس جانب ان کانگرسی بنچوں کی طرف سے تقریریں شروع ہوئیں تو میرا رہا سہا شک بھی زائل ہو گیا۔ آپ نے قطعی طور پر اعلان کیا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ غلط طور پر یا صحیح طریقے سے---کہ آپ تلقین کریں گے اور لوگوں کو راغب کریں گے اور فوج میں شمولیت اور فوج میں بھرتی کو روکنے کے لئے تحریک چلائیں گے۔ آپ نے قطعی طور پر یہ بات کہی اور یہی نہیں بلکہ یہ آپ کی حکمت عملی ہے کہ آپ مستقبل کے رنگروٹوں اور جو لوگ فوج میں ہیں' انہیں غدر اور نافرمانی کے اقدامات پر اکسائیں۔

مسٹر ستیہ مورتی : (مدراس شہر' غیر مسلم شہری) کسی نے یہ نہیں کہا۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح : مجھے علم ہے کہ کانگرسی بنچوں پر متمکن معزز اراکین کی تقریریں ایک دوسرے کے برعکس اور ایک دوسری سے متصادم ہیں۔ میں ایک یا دو تقریروں کی بات نہیں کر رہا ہوں' معاف کیجئے' میں جملہ تقریروں کے ماحصل کی بات کر رہا ہوں۔ ایک رکن نے کہا کہ وہ عدم تشدد کے حامی ہیں۔ ہر ملک میں خبطی اور چالباز ہوتے ہیں جو عدم تشدد کے قائل ہوتے ہیں۔ میں انہیں معاف کرتا ہوں۔ انہیں اپنی رائے قائم کرنے کا حق ہے۔ مجھے کچھ نہیں چاہئے بجز اس کے کہ سارا عدم تشدد پوری دنیا پر محیط ہو جائے۔ جنگ ہونی ہی نہیں چاہئے۔ ساری دنیا میں امن و امان ہو اور فراوانی سے ہو۔ مجھے مطلق کوئی اعتراض نہیں ہو گا اگر تمام جنگیں ممنوع قرار دے دی جائیں۔ اب مجھے ان معزز اراکین سے کوئی سروکار نہیں جو عدم تشدد کے قائل ہیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے سوال یہ نہیں ہے کہ عدم تشدد پر عقیدہ ہے یا عدم تشدد پر عقیدہ نہیں ہے۔ اگر خطرہ لاحق ہو تو میں تو اپنی گردن بچانے کا قائل ہوں۔ میں کسی کو گزند پہنچانا نہیں

چاہتا۔ میں تو بہت نیک انسان بننا چاہتا ہوں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اس دنیا میں ہر شخص نیک ہے اور مجھے گزند پہنچانا نہیں چاہتا۔ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ واقعتاً یہ عدم تشدد غیر عدم تشدد کا سوال نہیں ہے۔ عملی انسانوں کی حیثیت سے ہمیں اپنا دفاع کرنا ہے یا نہیں؟ سوال تو یہ ہے۔ میں کہتا ہوں، میں اپنا دفاع کروں گا۔ یہ میرا پہلا نکتہ ہے۔ میرے معزز دوست مسٹر ستیہ مورتی نے اس مسودہ قانون کو قبول کرنے سے پہلے ان کے پیش کردہ چھ نکات کو منظور کرنے کی شرط عائد کی ہے۔

ایک معزز رکن : آپ کے ۲۱ نکات کا کیا ہوا؟

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح : مسٹر ستیہ مورتی انہیں مختصر کر کے ۶ نکات پر لے آئے ہیں اور دیگر معزز اراکین نے خود کو چھ نکات تک محدود نہیں رکھا۔ انہوں نے زیادہ کا تقاضا کیا۔ جو انہوں نے کیا میں مناسب وقت پر ان کے بارے میں بات کروں گا۔ حقیقتاً سوال ہے، اولاً اس کی ضرورت کا۔ مجھے پتہ نہیں کہ میں درست ہوں یا غلط ہوں۔ مجھے بہت افسوس ہو گا اگر میں ان بنچوں پر تشریف فرما معزز اراکین سے کوئی ایسی بات منسوب کر دوں جو ان کا مطلب نہیں تھا۔ لیکن اس کا فیصلہ کرنا اور اس مسودہ قانون کی پڑتال بہرکیف اس ایوان کا کام ہے۔ اس کی بھی پروا نہ کیجئے کہ میں نے کانگرس کے رویہ کی صحیح تاویل کی ہے یا غلط۔ اس مسودہ قانون کا، جیسا کہ میں نے تجزیہ کیا ہے، تعلق دو نکات سے ہے۔ تیسرا نکتہ پیدا ہو یا نہ ہو۔ پہلا نکتہ یہ ہے:

> "عوام کو یا کسی شخص کو ملک معظم کی بری، بحری یا فضائی فوج میں شامل ہونے سے باز رکھنا یا باز رکھنے کی کوشش کرنا۔"

اس کا مطلب ہے واقعتاً بھرتی میں مداخلت کرنا۔ مسودہ قانون کا دوسرا حصہ ہے:

> "کسی شخص کے ان افواج میں شامل ہونے سے باز رکھنے یا باز رکھنے کی کوشش کئے بغیر عوام کو یا کسی فرد کے ان افواج میں شامل ہونے کے بعد ایسے اقدام پر اکسانا جو جرم ہو اور جس کی سزا غدر یا نافرمانبرداری کے ذیل میں آتی ہو...

لہٰذا اسے مختصرا اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ شورش ہے، تحریک ہے، منظم یا غیر منظم۔ مقصد ہے فوج کے رنگروٹوں کے معاملے میں مداخلت کرنا اور ثانیاً ان لوگوں کو جو فوج میں شامل ہیں یا جو فوج میں بھرتی ہوتے ہیں انہیں غدر یا نافرمانبرداری کے اقدامات کے ارتکاب پر اکسانا۔ اس مسودہ قانون میں صرف یہی دو نکات ہیں۔ اب میں معزز اراکین سے یہ سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں: کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے ہم وطنوں کو یہ پیغام بھیج دوں ــــ ان حالات کو فراموش نہ کیجئے جن سے ہم آج کل دوچار ہیں ــــ اور کہوں فوج میں بھرتی مت دیجئے؟ اگر

آپ بھرتی ہو جاتے ہیں تو غدر مچا دیجئے- کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں ہر فوجی کو سپاہی سے لے کر افسر تک اس بات پر اکساؤں— بلاشبہ میں ہندیوں کے بارے میں بات کر رہا ہوں کہ وہ غدر برپا کر دیں اور نافرمانبرداری کے واقعات کا ارتکاب کریں- کیا آپ مجھ سے ان حالات میں جن کا ہمیں سامنا ہے، ہند کی فوج کو یہ پیغام بھجوانا چاہتے ہیں؟ میں ایسا نہیں کر سکتا- کیا آپ چاہتے ہیں کہ یہ پیغام بھجوا دیا جائے؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے لوگوں کی اس طرح کی رہنمائی کی جائے، ان لوگوں کی جو آپ کا بہتر مواد ہوں گے، اعلیٰ درجہ کا مواد، کیونکہ یہی وہ لوگ ہوں گے جو اس پیغام یا رہنمائی کی فرمانبرداری کریں گے؟ ان لوگوں کا کیا حشر ہو گا؟ کیا ہم اس ایوان سے محض یہ پیغام بھیج دیں گے اور یہ رہنمائی کر دیں گے یا ہم اس بد حکومت کے خلاف کسی حتمی پروگرام کے ذریعہ اس پیغام کا تعاقب بھی کریں گے؟ کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں؟ اجازت دیجئے کہ میں اس ایوان کو بتا دوں کہ اس کا نتیجہ کیا ہو گا- مجھے صرف تین دن قبل ایک سابق قیدی کی جانب سے ایک خط موصول ہوا ہے- یہ ایک دل دوز خط ہے- اس نے بیان کیا ہے کہ کس طرح وہ جذبات کی رو میں بہہ گیا اور آج وہ کس حال میں ہے اور آج کس مصیبت میں گرفتار ہے- اگر وہ چاہیں تو میں یہ خط کانگرس پارٹی کے معزز دوستوں کو دکھا دوں گا- وہ اس کی خود تصدیق کر سکتے ہیں- کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں ان لوگوں سے جو متاثر ہو سکتے ہیں یہ کہوں کہ وہ خطرہ مول لے لیں- اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ان لوگوں میں بعض کی پیشہ ورانہ زندگیاں تباہ ہو جائیں گی، اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کی زندگیاں برباد ہو جائیں گی اور اگر بغاوت سنجیدہ قسم کی ہوئی تو نتیجہ ان لوگوں کی زندگی کے اتلاف کی شکل میں برآمد ہو گا- کیا آپ اس مشین کو توڑ پھوڑ سکتے ہیں؟ میں مطمئن نہیں ہوں کہ ہم اب ایسا کر سکتے ہیں یا اس کے لئے تیار ہیں- اس لئے کیا میں آپ کو یہ مشورہ دے سکتا ہوں— اپنے پورے جذبے کے ساتھ— آیئے، ہمیں دوسرے راستے اور دیگر راہیں تلاش کرنی چاہئیں- آیئے، ہم کسی ایسی بات پر اپنی توجہ مرکوز کر دیں جو عملی بھی ہو- تب ہی، میں سمجھتا ہوں، آپ شاید اپنا مقصود حاصل کر سکیں- میں انقلاب سے خائف نہیں ہوں- میں سمجھتا ہوں کہ بغاوت ہر ملک کا حق ہے- اگر آج میں فوج کو اکساتا ہوں- تو وہ میرے لئے تباہ کن ہو گی- مخالفوں کے لئے نہیں جن پر میں ضرب لگانا چاہتا ہوں- دوسرے لفظوں میں، میں کسی کو چڑانے کے لئے اپنی ناک تو نہیں کاٹ سکتا- یہی استدلال ہے جو مجھے وہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے جو میں نے اپنایا ہے- میرے معزز دوست مسٹر ستیہ مورتی نے اور دیگر معزز دوستوں نے شکایات کی فہرست یا موجودہ حکومت کے خلاف الزامات کی فہرست پیش کی- دراصل یہ کوئی فرقہ وارانہ سوال نہیں ہے- میں اسے ذرا سا بھی فرقہ وارانہ

رنگ دینا نہیں چاہتا۔ کیونکہ فرقہ واریت کا مسودہ قانون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا کسی خاص فرقے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ پس اگر دلیل ہی ضروری ہے' تو میں کہتا ہوں کہ کانگرسیوں کا یہ رجحان ہو گیا ہے کہ کبھی وہ مسلمانوں سے ان کے مذہب کے نام پر اپیل کرتے ہیں' بعض اوقات ان پر دباؤ ڈالنے کا رجحان ہوتا ہے۔ کبھی ان کا رجحان ہوتا ہے انہیں دھمکانے کا۔ اس بحث میں مسلم لیگ کے اراکین کو متاثر کرنے کا رجحان ظاہر ہوا۔ مسٹر گیڈگل اور دیگر معزز اراکین نے فلسطین کا سوال اٹھایا۔ میں فلسطین اور وزیرستان کے بارے میں ان کے نقطۂ ہائے نظر سے پورے طور پر متفق ہوں۔ بہرنوع آپ کو اپنی اصابت رائے کے بارے میں اطمینان دلانے کی غرض سے میں کہوں گا کہ ہم فلسطین اور وزیرستان کے باوصف اس مسودہ قانون کے اصول کی حمایت کرتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو کانگرس پارٹی کے مقابلے میں اس حکومت کے خلاف زیادہ شکایت ہے۔ ہم پورے خلوص دل سے آپ کے ساتھ ہیں اور اپنے ملک کے بارے میں ہم بھی اسی طرح سوچتے ہیں جس طرح آپ' مزید برآں ہمارے دلوں میں دنیا کے دیگر علاقوں میں آباد اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ ہمدردی کے جذبات بھی موجزن ہیں۔ قطع نظر اس بات کہ وہ ہمارے ہم مذہب ہیں' ہم محسوس کرتے ہیں کہ برطانوی حکومت فلسطین اور وزیرستان میں جس حکمت عملی پر کاربند ہے وہ غیر منصفانہ اور وحشیانہ ہے۔ پس' پھر ہمیں تو مقابلتاً" بہت زیادہ شکایت ہوئی۔ میں بالکل کوئی بھی فرقہ وارانہ سوال نہیں اٹھا رہا ہوں۔ میں صرف دلیل کے طور پر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ ہم مسلمانوں کو آپ کے مقابلے میں اس حکومت کے خلاف زیادہ شکایت ہے۔ پھر اس مسودہ قانون کی حمایت کرنے میں ہمارا مقصد کیا ہے؟ کیونکہ جیسا کہ کسی نے کہا' ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ کمتر درجہ کی لعنت ہے۔ یہ اس کا ناگزیر اور قابل عمل ہونا ہے جو ہمیں مجبور کر دیتا ہے۔

اب کچھ الزامات کے دفتر کے بارے میں' کسی معزز رکن نے کہا کہ "جب تک کہ آپ اسی وقت اور اسی ایوان میں اس امر کا یقین نہیں دلا دیتے کہ آپ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء کو منسوخ کر دیں گے اور مجھے میری پسند کا دستور دے دیں گے' میں آپ کو اس مسودہ قانون کو منظور نہیں کرانے دوں گا۔" ایک اور نکتہ تھا ــــ میں مسٹر ستیہ مورتی کی تقریر سے ان دلچسپ نکات کو پڑھوں گا جن سے میں کافی حد تک اتفاق کرتا ہوں:

> "اول قانون حکومت ہند میں ترمیم کی جائے اور ہمارا دفاع ذمہ دار وزیر کے حوالے کر دیا جائے جو ذمہ دار ہو ملک کے دفاع کا۔"

یہ ہو گا بھرتی کے حق میں پہلا اشارہ' کیا آپ نہیں سمجھتے کہ آپ تلوار کی نوک سے پیر کا

کانٹا نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر آپ نے اس مسودہ قانون کو مسترد کر دیا تو آپ حکومت کو وہ کچھ دینے پر مجبور کر دیں گے جس کی آپ کی خواہش ہے؟ کیا یہ ہتھیار اس حکومت کو ہلانے کے لئے کافی مضبوط ہے؟ کیا آپ مخلص ہیں؟

مسٹر ستیہ مورتی : ہاں۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح : محض اس مسودہ قانون کو مسترد کر کے یا غدر اور نافرمانبرداری کے واقعات کی حوصلہ افزائی کر کے بھی؟ یقیناً۔

اب اجازت دیجئے کہ میں آگے بڑھوں :

ثانیاً آپ چاہتے ہیں کہ "برطانوی فوج جس قدر جلد از جلد ممکن ہو مکمل طور پر ملک سے واپس چلی جائے۔"

لیکن کیا یہ فی نفسہ متضاد بات نہیں ہے؟ بلاشبہ ہم چاہتے ہیں کہ برطانوی افواج ملک سے واپس بلا لی جائیں۔ یہ وہ حکمت عملی ہے جسے ہم نے مستقل مزاجی کے ساتھ قائم رکھا ہے۔ یہ وہ استدلال ہے جو لاجواب ہے اور ناقابل تردید۔ ماسوا اس کے کہ 'بلاشبہ' حکومت اس پر آمادہ نہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں فوج مکمل طور پر ہندی ہو۔ میں نے اس کے لئے برسوں جدوجہد کی ہے اور اگر اس سلسلہ میں کوئی کامیابی ہوئی بھی تو وہ بہت تھوڑی سی ہوئی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کہتے ہیں کہ بہترین مواد کو۔۔۔ چونکہ جو لوگ آپ کے پیغام پر لبیک کہیں گے وہ آپ کا بہترین مواد ہو گا۔۔۔ فوج میں شمولیت اختیار نہیں کرنی چاہئے۔۔۔ نتیجتاً" ناپسندیدہ اور بدترین قسم کے بھاڑے کے ٹٹو فوج میں شامل ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی آپ چاہتے ہیں کہ فوج کو ہندی بنا دیا جائے۔ کیا یہ فی نفسہ تضاد نہیں ہے؟ مجھے علم ہے کہ ہم بے صبرے ہو گئے ہیں اور ہمارے بے صبرے ہونے کی وجہ ہے۔ لیکن یہ کام کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ آپ کہیں "یہ کرو ورنہ میں مسودہ قانون کو مسترد کر دوں گا" ۔۔۔ اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ مجھے اس مسودہ قانون سے مطلق محبت نہیں اور چاہوں گا کہ اسے مسترد کر دیا جائے مگر اس کی وجہ سے نقصان کسے پہنچے گا؟ سوال تو یہ ہے۔

پھر اگلا نکتہ یہ ہے :

"تیسرے' صاف دلی اور دیانتداری کے ساتھ فوج کو ہندیانے کی کوئی اسکیم قبول کر کے جو تمام مناصب کو زیادہ سے زیادہ بیس برس میں ہندی بنا دے۔"

میں پورے خلوص سے اس کی حمایت کرتا ہوں۔ میرا یہی موقف رہا ہے۔ بتا نہیں سکتا کہ کتنا عرصہ۔ اجازت دیجئے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ پہلی گول میز کانفرنس کی کمیٹی برائے دفاع میں

میں نے نہایت معمولی سی تجویز پیش کی تھی اور مجھے نہایت افسوس کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ ایک ہندی نے بھی میری حمایت نہیں کی۔ اور تجویز یہ تھی کہ بہرکیف آئندہ افسروں کے عہدوں کے لئے صرف ہندیوں کو ہی بھرتی کیا جائے' انگریزوں کو نہیں۔ اس وقت مجھے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ اس میں کتنا وقت لگے گا۔ ایک اندازہ تھا کہ چالیس برس لگ جائیں گے۔ دوسرا اندازہ تھا کہ پچاس برس لگ جائیں گے۔ لیکن اس وقت بھی ہندی فوج کے افسروں کے مناصب چالیس سے پچاس برس میں مکمل طور پر ہندی ہو جاتے۔ یہ تجویز تھی جس کے لئے میں تن تنہا لڑا اور اگر آپ روئیداد پر نظر ڈالیں تو آپ دیکھیں گے کہ میری حمایت کے لئے کوئی دوسرا ہندی نہیں تھا۔

پھر چوتھا نکتہ یہ ہے :

"ہمارے ہندی افسروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی حوصلہ افزائی کر کے"

لیکن آپ انہیں غدر مچانے اور نافرمانبرداری کے اقدامات پر اکسائیں گے۔ مسودہ قانون کا مقصد اسے روکنا ہے اور اگر کوئی بھی ایسا کرنے کی کوشش نہیں کرتا ہے تو یہ صرف مسودہ ہی رہے گا۔ یہ ۱۹۳۲ء میں موجود تھا اور ۱۹۳۵ء میں اسے منسوخ کر دیا گیا تھا۔ مجھے پتہ نہیں اس حکومت کو کیا ہوا تھا۔ بد تو یہ ہے ہی' اغلباً" وہ اس وقت کچھ خوشگوار موڈ میں تھے' ان کے اپنے اندازے ہوتے ہیں کبھی درست اور کبھی غلط۔ بہرحال انہوں نے ۱۹۳۵ء میں ضابطہ فوجداری کے ترمیمی قانون سے اسے حذف کر دیا۔ لہٰذا جب آپ یہ کہتے ہیں کہ "ہمارے افسروں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھئے اور ان کی حوصلہ افزائی کیجئے" اس کا انحصار ہم پر ہی ہو گا۔

"پانچویں' آٹھ اجزا کی اسکیم کو منسوخ کر کے اور انگریز اور ہندی افسروں کو مساوی قرار دے کر اور ہندی افسروں کو انگریز افسروں کے اوپر حکم چلانے کی اجازت دے کر اور نسل کی بنیاد پر انہیں پیچھے نہ رکھ کر۔"

میں "کلیتاً" اتفاق کرتا ہوں۔ یہ بالکل کوئی نیا نکتہ نہیں ہے۔

"چھٹے' ملک معظم کی حکومت پر یہ واضح کر کے کہ ہندی ہند کے مفاد اور رضا کے خلاف کسی جنگ میں حصہ نہیں لیں گے۔"

اس نکتہ سے میں پورا اتفاق کرتا ہوں۔ حکومت کہتی ہے کہ ہندی فوج بنیادی طور پر اور خصوصیت سے ہند کے مفاد اور ہند کے داخلی تحفظ کے لئے ہے۔ اس انداز بیان میں ایک سقم ہے اور میں اس سے آگے جانا چاہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ یہ "کلیتاً" اور محض اور صرف ہند کے مفاد میں ہونی چاہئے اور اگر آپ ہماری فوج کو استعمال کرنا چاہتے ہیں تو آپ ایسی جنگ میں یا مشکل یا پریشانی میں استعمال کر سکتے ہیں جس کا ہمارے مفاد پر اثرانداز ہونے کا امکان ہو اور ایسی صورت

میں ہم برضا و رغبت آپ کے ساتھ تعاون کریں گے اور آپ کی مدد کریں گے۔ لیکن میں اس سے بالکل اتفاق کرتا ہوں کہ موجودہ آئینی صورت حال میں ایک سقم موجود ہے اور یہ ملحوظ رکھتے ہوئے کہ اختیار کا حق' اور فوج کا ایسے ہاتھوں میں ہونا جو ہمارے سامنے جواب دہ نہیں ہیں اس کا مداوا کیسے ہو؟ جیسا کہ میرے دوست مسٹر ستیہ مورتی نے کہا اور کسی اور نے بھی کہا کہ ۱۹۱۴ء کے ہند سے ۱۹۳۸ء کا ہند مختلف ہے۔ بھرتی اور غدر اور نافرمانی پر اکسانے کے مرحلے سے گزر کر اب میں جنگ کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ آیئے ہم اس بات پر نظر کریں کہ جب یہ مسودہ قانون' قانون کی شکل اختیار کر لے گا تو ہماری فوج کے ساتھ کیا ہونا چاہئے یا کیا ہو گا؟ اجازت دیجئے کہ میں آپ کو بتا دوں کہ انگریز کتنا ہی غبی کیوں نہ ہو لیکن اتنا بھی غبی نہیں کہ وہ یہ بھی محسوس نہ کر سکے کہ اس مسودہ قانون کے مندرجات سے قطع نظر' اس ملک کی رائے عامہ کی صحیح قوت کیا ہے؟ اور جیسا کہ میں نے کہا ہے اور دوبارہ آپ سے سفارش کرتا ہوں کہ ہمیں دوسری راہوں اور دیگر طریقوں کو آزمانا چاہئے جو ہمارے ہاتھ میں ہیں' جنہیں ہم نظر انداز کر رہے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں اپنی توانائیاں ضائع کر رہے ہیں۔ وہ وقت آ جانے دیجئے — مجھے علم نہیں کہ جنگ چھڑے گی بھی یا نہیں۔ ہم نے پچھلے دنوں میں اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے لیکن مجھے اس کا علم نہیں کہ جنگ چھڑ جائے گی۔ کچھ عرصے تو چھڑتی نظر نہیں آتی لیکن جہاں تک اس ہنگامی حالت کا تعلق ہے اس ہنگامی حالت کو پیدا ہو جانے دیجئے اور پھر — اگر ہم نے صحیح راہ' جو ہمیں دستیاب ہے' اختیار کر لی — میرا اعتبار کیجئے کہ اس حکومت کے لئے یہ بہت ہی مشکل ہو گا کہ ہماری مرضی کے خلاف ہماری فوج استعمال کر سکے۔ آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ اگر ہم ایسا فیصلہ کر لیں تو ہمیں وہ رویہ اختیار کرنے سے روک دیا جائے گا؟ آپ کے راستے میں کون سی رکاوٹ حائل ہو گی؟ اس مسودہ قانون میں ایک سال کی سزا کا ذکر ہے یا وہ جو بھی کچھ ہے' کیا آپ کی راہ میں یہ رکاوٹ ہے؟ کیا آپ عملی انسانوں' سیاست دانوں کی حیثیت سے یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کل جنگ چھڑ جائے تو کیا حکومت کے سامنے یہ راستہ کھلا نہیں ہے کہ وہ ہنگامی قانون کے ذریعے اس نوعیت کا یا اس سے بھی بدتر ضابطہ نافذ کر دے۔ پھر آپ کیا کریں گے؟ کیا آپ اس وقت خوف زدہ ہو جائیں گے؟ کیا واحد رکاوٹ' اس مسودہ قانون میں ایک یا دو برس کی قید کی سزا ہے؟

ایک معزز رکن : کیا آپ نتیجے کا اندازہ لگا رہے ہیں؟

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح : اس ضمن میں ہم نے ایک ترمیم پیش کر دی ہے اور یہ حکومت ایسی کوئی چیز منظور نہیں کرا سکتی جس سے ہم متفق نہ ہوں۔ لیکن میں صرف اس نکتہ کی وضاحت کے طور پر یہ کہہ رہا تھا جسے میں اب پیش کرنے والا ہوں اور جو یہ ہے : یہ تیسری ہنگامی صورت کی

مدت کے دوران کے لئے ہے جس کا میں نے تذکرہ کیا۔ پہلی مدت ہے بھرتی، دوسری فوج کے افسروں اور سپاہیوں کو نافرماں برداری پر اکسانا۔ جیسا کہ میں وضاحت کر چکا ہوں میں اس کی تائید کرنے کی کوئی ذمہ داری نہیں لوں گا۔ تیسرا مرحلہ ہے کہ اگر جنگ چھڑ جائے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں نے نیشنلسٹ پارٹی کے رہنما کی تقریر نہایت احترام کے ساتھ سنی، میں کہوں گا کہ —— میں ان سے اتفاق کروں یا نہ کروں —— انہوں نے ایک رہنما کے وقار اور حیثیت کو برقرار رکھا۔ انہوں نے پرزور طریقے سے اپنے دلائل پیش کئے۔ اسی طرح میرے دوست نائب صدر نے بھی دلائل پیش کئے اور ایک رہنما کی حیثیت سے وقار کو برقرار رکھا اور یہی وہ نکتہ ہے جو میرے ذہن میں گھوم رہا ہے۔ میرے دوست مسٹر اینے کا نکتہ یہ ہے کہ درحقیقت یہ (کارروائی) متوقع جنگ کے پیش نظر کی جا رہی ہے۔ اب، اس وقت صورت حال یہ ہو گی جونہی کہ گذشتہ جنگ کا آغاز ہوا تو ہمیں اس ملک میں اور ہر ملک میں ہنگامی قوانین، قانون تحفظ ہند اور دوسری چیزیں مل گئیں۔ پس، جب جنگ چھڑ جاتی ہے تو کیا آپ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ یہ حکومت بے حس و حرکت بیٹھی رہے گی؟ غالباً ان کے پاس ان کے دفاتر میں یہ ہنگامی قوانین پہلے ہی سے تیار رکھے ہوں گے۔ خطرہ پہلے ہی سے منڈلا رہا ہے۔ ایک برس یا دو برس ممکن ہے پانچ برس ہوں، لیکن یہ نہ سوچئے کہ اگر ہم صحیح راہ پر چلے، یہ ہمارے راستے کی رکاوٹ بن سکتی ہے۔ انشاء اللہ، ہنگامی قوانین کے باوصف اور ان کی پشت پر اتنی بڑی انتظامیہ کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ اگر انہوں نے ہماری خواہش کا اتباع نہ کیا تو ہم انہیں مفلوج کر سکتے ہیں...

مولوی عبدالرشید چودھری : (آسام مسلم) کیا میں جان سکتا ہوں کس طرح؟

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح : میں آپ کو بتا دوں گا جب وقت آئے گا۔

میں نے مسٹر ستیہ مورتی کے چھ نکات ختم کر لئے۔ اب میں مسودہ قانون کی طرف لوٹتا ہوں۔ جہاں تک مسودہ قانون کا تعلق ہے مجھے مسٹر ستیہ مورتی سے اتفاق ہے کہ ہم نہیں چاہتے کہ ہم حکومت پنجاب کی خاطر بچے کو اٹھائے پھریں۔ میں اس رائے میں کہ مجلس قانون ساز پنجاب یہ قانون وضع کرنے کی مجاز نہیں ہے، درست ہوں، یا غلط ہوں، یہ فرض کرتے ہوئے کہ میں درست ہوں میں نہیں چاہتا کہ پنجاب یا کسی اور صوبے میں یہ قانون اس حیثیت سے کہ یہ مرکز کی جانب سے مسلط کیا جائے، نافذ العمل ہو۔ لہٰذا ہم نے اس معاملہ پر کمال احتیاط کے ساتھ غور کیا اور ہم نے ایک ترمیم پیش کر دی اور میں یقیناً اس مسودہ قانون کی حمایت نہیں کروں گا اگر اس ترمیم کو قبول نہ کیا گیا، یعنی...

مسٹر ڈی۔ کے لاہری چودھری : (بنگال زمینداران) یہ ایک متفقہ ترمیم ہے۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح : نہیں' ایسا نہیں ہے۔ اگر آپ الزام تراشی اور نیت پر حملہ کریں تو مجھے مزید کچھ نہیں کہنا۔ لیکن میں نے اس پر اصرار کیا تھا۔ یہ کہنا بے سود ہے کہ حکومت نے اتفاق کر لیا ہے۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہتر ہو گا کہ ہر صوبہ خود اس کا فیصلہ کرے یا نہ کرے؟ اگر صوبائی خودمختاری کے کوئی معنی ہیں تو حکومت پنجاب کا بچہ اسے واپس دے دیں گے اور ان سے کہیں گے "اپنا بچہ پکڑو۔" اگر آپ یہ قانون چاہتے ہیں' اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس کی ضرورت ہے تو اس قضیہ کو خود بھگتو اور ذمہ داری قبول کرو اور اپنی مجلس قانون ساز کا سامنا کرو۔ لہٰذا یہ ان نکات میں سے ایک نکتہ ہے جس پر میں نے اصرار کیا۔ ایک اور نکتہ یہ ہے کہ مقامی حکومت کی پیشگی منظوری کے بغیر کسی شخص پر مقدمہ نہیں چلایا جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس قانون کو کسی اور مقصد کے لئے استعمال کیا جائے یا اس کا غلط استعمال ہو۔ لہٰذا کسی شخص پر ماسوا مقامی حکومت کی منظوری کے مقدمہ نہ چلایا جائے۔ دوسری بات سزا سے متعلق ہے۔ میں خود یہ سمجھتا ہوں کہ اگر سزا ایک برس کی ہو اور اس سے زیادہ نہ ہو تو یہ کافی ہو گی اور پیش نظر مقصد بھی حاصل ہو جائے گا۔ بسلسلہ دفعہ نمبر ۲ (الف) میں اس سے مطمئن نہیں ہوں اور تجویز کرتا ہوں کہ یہ اس شکل میں ــــ ضمنی فہرست کی ترمیم نمبر ۷ یعنی ضمنی فہرست نمبر ۲ میں :

> "(الف) ملک معظم کی بری' بحری اور فضائی افواج میں بھرتی پر مخالفانہ طور پر اثرانداز ہونے کے ارادے سے اور دانستہ طور پر عوام کو یا کسی شخص کو ایسی کسی فوج میں بھرتی ہونے سے روکنے یا اس کی کوشش کرنے پر۔"

ترمیم کے معاملے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر کسی حلقے کی طرف سے کوئی بھی ترمیم آتی ہے' تو یہ حرف آخر نہیں ہے۔ یاد رکھیئے' میں اس پر غور کرنے اور یہ کہنے کے لئے کہ میں اس سے اتفاق کرتا ہوں یا نہیں' بالکل تیار ہوں۔

ایک معزز رکن : آپ کا شکریہ۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح :

لیکن یہ بالکل ایک الگ نکتہ ہے۔ لہٰذا اس معاملہ پر ہر زاویئے سے غور کرنے کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں اور میری پارٹی یہ سمجھتی ہے کہ موجودہ صورت حال میں اگر بھرتی کو روکنے اور غدر اور نافرمانبرداری کے اقدامات کے ارتکاب پر اکسانے کے لئے کوئی تحریک' کوئی منظم تحریک کوئی شورش برپا کرنے کی' جیسا کہ دھمکی دی گئی ہے' اجازت دینا قوم کو سخت نقصان پہنچانے کا باعث ہو گا۔ پس' جناب والا! میں اس خیال کی تائید نہیں کر سکتا اور مجھے امید ہے کہ شاید ایک دن میرے دوست یہ محسوس کریں گے کہ میں نے بھی انہیں محرکات کے تحت کردار ادا کیا جن کے وہ

خود مدعی ہیں اور یہ کہ میں نے ہند کے مفادات کی خدمت کی۔

(مباحث قانون ساز اسمبلی ۱۹۳۸ء جلد ۴)

۱۰۷۔ مسئلہ فلسطین پر مسلم کانگرس میں مسلم اراکین مجالس قانون ساز کو شرکت کی دعوت

نئی دہلی، ۷ ستمبر ۱۹۳۸ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کو پارلیمانی کمیٹی برائے دفاع در فلسطین، قاہرہ کے دفاتر سے ایک مکتوب موصول ہوا ہے جس میں ہند کی مجالس قانون ساز کے مسلم اراکین کو مسلم کانگرس کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ مسلم کانگرس ماہ اکتوبر کے دوران قاہرہ میں منعقد ہو گی جس میں مسئلہ فلسطین پر غور کیا جائے گا۔ مسٹر جناح نے ایک بیان میں ہند کی مختلف مجالس قانون کے مختلف اراکین سے کہا ہے کہ جو لوگ اس کانگرس میں شرکت کے متمنی ہوں وہ مجھے اطلاع دیں تاکہ انھیں باضابطہ دعوت نامے جاری کئے جا سکیں۔ مسٹر جناح اپنے بیان میں کہتے ہیں:

"مجھے پارلیمانی کمیٹی برائے دفاع در فلسطین کے دفاتر قاہرہ کی طرف سے حسب ذیل مکتوب مورخہ ۲۴ اگست موصول ہوا ہے:

مسئلہ فلسطین کے بارے میں آپ کی مساعی جمیلہ اور جوش و خروش کا بہت بہت شکریہ۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس کے حل کے ضمن میں اچھے بہت جلد نتائج برآمد ہوں گے۔ ہمیں مسٹر صدیقی کی جانب سے ایک خط موصول ہونے پر بڑی مسرت ہوئی کہ وہ کانگرس کی جانب سے مقرر کردہ کمیٹی کے لئے آپ کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں ہمیں امید ہے کہ آپ ہند کی مختلف مجالس قانون ساز کے مسلم اراکین سے اس کانگرس میں شرکت کے لئے کہیں گے تو آپ کو یقیناً کامیابی ہو گی۔ ہم آج کل دعوت نامے تیار کر رہے ہیں جو ہفتہ بھر میں تقسیم کے لئے تیار ہوں جائیں گے۔ ہم تقریباً دوسو دعوت نامے ہند میں اپنے بھائیوں میں تقسیم کے لئے آپ کی خدمت میں ارسال کریں گے۔ ہزایکسی لینسی علوبہ پاشا ستمبر کے پہلے ہفتے میں قاہرہ واپس تشریف لا رہے ہیں تاکہ وہ یہاں سے اپنی مساعی جاری رکھ سکیں۔ ہم آپ کے جوش و جذبہ اور ہمت پر انحصار کر رہے کہ آپ مختلف مجالس قانون ساز کے مسلم اراکین کی بڑی سے بڑی تعداد کو اس کانگرس میں شرکت کے لئے آمادہ کر لیں گے۔ بسرعت بہت سرگرم

کام کی ضرورت ہے کیونکہ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ کانگرس چالیس دن کے اندر اندر منعقد ہو جائے گی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ امید ہے کہ ہم آپ کی عظیم مساعی کے ثمر اور نتائج دیکھ سکیں گے۔"

کیا مختلف مجالس قانون ساز کے مسلم لیگ پارٹیوں کے اراکین جو قاہرہ میں منعقد ہونے والی کانگرس میں شرکت کے خواہشمند حضرات آنریری سیکرٹری' آل انڈیا مسلم لیگ' مرکزی دفتر' دہلی سے رابطہ قائم کریں گے تاکہ باضابطہ دعوت نامے جیسے ہی موصول ہوں ان کی خدمت میں ارسال کئے جا سکیں؟ امکان ہے کہ کانگرس اکتوبر کے اوائل میں منعقد ہو گی۔ مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی دفاتر دہلی گیٹ کی عمارت میں دوبارہ باقاعدہ طور پر قائم کر دیے گئے ہیں۔ گئی ہے آئندہ ذاتی خطوط کے علاوہ آل انڈیا مسلم لیگ سے متعلق جملہ مراسلت آنریری سیکرٹری' آل انڈیا مسلم لیگ' پارک مینشنز دہلی گیٹ' دہلی کے پتہ پر کی جائے۔ [اے۔ پی۔ آئی]

(دی ٹری بیون' ۸ ستمبر ۱۹۳۸ء)

۱۰۸۔ حکومت پنجاب کو رسوا کرنے کے لئے کانگرس کی ریشہ دوانیاں

نئی دہلی ۸' ستمبر ۱۹۳۸ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے حسب ذیل بیان جاری کیا:

"یہ بہت مشکل کام ہے کہ ہم ہر فرد کو یہ پیچیدہ بات سمجھا سکیں کہ ہم نے فوج سے متعلق مسودہ قانون کے اصول کی کیوں حمایت کی؟ اس مسودہ قانون کا مقصد پنجاب میں فوجی بھرتی کے خلاف پروپاگنڈے اور غدر کی سی کیفیت پیدا کرنے اور حکم عدولی کا سدباب کرنا ہے۔-ہمیں بہت افسوس ہے کہ جو لوگ یہ منظم تحریک چلا رہے ہیں اور ان کے مقاصد کی کانگرس کے ذمہ دار رہنماؤں کی جانب سے جو حمایت کی جا رہی ہے' وہ اگر کامیاب ہو گئی تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس سے آئندہ کی بھرتی متاثر ہو گی۔ اس وقت فوج میں مسلمان ۶۵ سے ۷۰ فی صد تک ہیں۔ اگر وہ اس گمراہ کن پروپاگنڈے سے متاثر ہوتے ہیں اور اشتعال انگیزی کے تحت حکم عدولی اور غدر کا ارتکاب کرتے ہیں تو ان کے کیریر کو تباہ کر دیا جائے گا اور ان میں سے بہت سوں کو سخت سزائیں بھگتنا ہوں گی۔ موجودہ حالات میں ہند مسلح انقلاب کے لئے تیار نہیں ہے۔ یہ ان خطرناک اور تباہ کن عواقب کو روکنے کے لئے ہے جو مسلمانوں اور سکھوں کو بھگتنا ہوں گے۔ حکومت پنجاب قدرتی طور سے ایک ایسے اقدام کے لئے مضطرب تھی جو اس صورت حال سے نپٹنے کے لئے ضروری ہو گا۔

اگر کانگرس کی وہ ریشہ دوانیاں کامیاب ہو جاتیں جن کا مقصد حکومت پنجاب کو بدنام کرنا تھا اور فوج میں سخت قسم کی بغاوت ہو جاتی تو اس کا سارا الزام پنجاب کی وزارت پر آتا جس کی غالب اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ ہند کے عام مفاد کے تحت ہم اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ایسا پیغام یا رہنمائی مجلس قانون ساز کے ذمہ دار رہنماؤں کی طرف سے نہیں آنی چاہئے۔ کیونکہ جو لوگ ہماری اس رائے کو وزن دے سکتے ہیں اور اس کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں وہ ہمارے لوگوں کے بہترین حصے سے تعلق رکھتے ہیں ان کی طرف سے بھی ہم پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں' اس سے قبل کہ ہم اس طرح کا کوئی اشارہ ان کی طرف بھیجیں جس پر وہ عمل پیرا ہوں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔

مرکزی معاملہ

یہ بات بھی نوٹ کیے جانے کے قابل ہے کہ کانگرس کا اس نوعیت کا پروپے گنڈا صرف پنجاب میں کیا جا رہا ہے' کسی اور صوبے میں نہیں۔ لہٰذا ہم نے یہ سوچا کہ ملک کے وسیع تر مفاد میں اور خصوصاً مسلمانوں کے مفاد میں موجودہ حالات کے تحت مسودہ قانون کے اصول کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس کی بجائے کہ مرکز کی طرف سے صوبوں پر کوئی اقدام نافذ کر دیا جاتا یہ ہر صوبے کی وزارت پر چھوڑ دیا گیا' جو اپنی مجلس قانون ساز اور عوام کے سامنے جواب دہ ہے کہ وہ اس مسودہ قانون کو جب وہ ضروری سمجھے اپنے صوبے میں روبہ عمل لے آئے۔ چونکہ یہ معاملہ صوبائی معاملہ نہیں ہے اس لئے صوبائی حکومتیں یا ان سے کوئی ایک اگر انہیں ضرورت ہو تو وہ اس موضوع پر اپنی مجلس قانون ساز میں اس نوع کی قانون سازی نہیں کر سکتی تھیں کیوں کہ اس کا تعلق دفاع اور فوج سے ہے جو خالصتاً مرکزی موضوع ہے اور صرف مرکزی مقننہ ہی اس سے نپٹ سکتی تھی۔

ہم ایک اوسط درجے کے مسلمان پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ان عام مسائل اور سوالات میں جن پر وقتاً فوقتاً ہماری توجہ مرکوز ہوتی ہے بہت سے الجھاوے ہوتے ہیں اور چکر ہوتے ہیں۔ انہیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سیاسی معاملات شطرنج کی بازی کی طرح ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ اوسط درجے (کی سوجھ بوجھ) کے مسلمان کو سمجھانا دشوار ہوتا ہے۔ انہیں جھوٹے اور اشتعال انگیز پروپے گنڈے کا یقین نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی جب ہمارے مخالفین ان کے جذبات اور مذہبی احساسات کو فلسطین اور وزیرستان کا نام لے کر اپیل کریں انہیں اس سے متاثر ہونا چاہئے۔ مجھے علم ہے کہ مسلمان ابھی تک کافی تعلیم یافتہ اور سیاسی لحاظ سے تربیت یافتہ نہیں ہیں۔ میں احتیاط کا مشورہ ان کے گوش گذار کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے مخالفین کے بظاہر معقول لیکن چکر دار استدلال

کے فریب میں آ کر جلد بازی میں کوئی کارروائی نہ کر بیٹھیں۔ [اے۔ پی]

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۱۰ ستمبر ۱۹۳۸ء)

۱۰۹۔ کراچی کلب کے عشایئے میں تقریر

کراچی، ۷ اکتوبر ۱۹۳۸ء

"ہم مسلمان محکومی کی کسی صورت کو قبول نہیں کریں گے۔ جو لوگ مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں ان کے خواب بہت جلد چکنا چور ہو جائیں گے" یہ بات مسٹر جناح نے کہی، وہ کراچی کلب میں اپنے اعزاز میں منعقد ہونے والے عشائیہ میں سر غلام حسین ہدایت اللہ کی تقریر کا جواب دے رہے تھے۔

سندھ کی سیاست کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر جناح نے تاسف کا اظہار کیا اور کہا سندھ لخت لخت ہو گیا ہے۔ یہ نہایت غیر معمولی بات ہے کہ گورنر، سندھ کی مجلس قانون ساز کا اجلاس طلب کرنے کی تجویز سے اتفاق نہیں کرتے۔ انہیں یہ سن کر بہت صدمہ ہوا کہ مجلس قانون ساز سندھ کا اجلاس فروری تک منعقد نہ ہو سکے گا۔ (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

۱۱۰۔ سندھ مسلم لیگ کانفرس میں خطبہ صدارت

کراچی، ۸، اکتوبر ۱۹۳۸ء

خواتین و حضرات! میں اس اعزاز کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے مجھے اس کل سندھ مسلم لیگ کانفرس کی صدارت کے لئے مدعو کر کے بخشا ہے۔ سندھ کے پیچھے ایک قابل تعریف تاریخ ہے اور مجھے اس امر سے ایک منفرد قسم کی مسرت ہو رہی ہے کہ مجھے مسلمانوں کی ایک عظیم کانفرس کی صدارت کا اعزاز حاصل ہے۔ میں اپنے قلب کی انتہائی گہرائی سے آپ کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ آپ نے تقریباً اپنے تمام اضلاع میں ضلعی مسلم لیگیں قائم کر دی ہیں اور اس پر بھی کہ آپ نے جس انداز سے اتنی قلیل مدت میں سندھ کے مسلمانوں کو منظم کیا ہے وہ لائق ستائش ہے۔

یہ عظیم سیاسی شعور اور بیداری جو سندھ کے مسلمانوں میں آئی ہے ایک عظیم خبر کا حصہ ہے اور مجھے بھروسہ ہے کہ آپ اپنے بے لوث قائدین اور کارکنوں کی مدد سے سندھ میں اپنا مقام حاصل کر لیں گے اور باقی ماندہ ہند کے لئے ایک مثال قائم کر دیں گے۔ آپ کو اس کا علم ہے کہ سندھ کی علیحدگی کے ضمن میں آل انڈیا مسلم لیگ کی مساعی کا سنجیدگی کے ساتھ ۱۹۲۷ء میں آغاز

ہوا اور مارچ ۱۹۲۷ء میں دہلی مسلم لیگ کی تجاویز میں سندھ کی علیحدگی کے مطالبہ کو شامل کیا گیا۔ یہ ایک مشکل اور کٹھن جدوجہد تھی اور مختلف حلقوں کی جانب سے سخت مخالفت کے باوصف آخر کار یہ فیصلہ کیا گیا کہ برطانوی ہند کے دیگر صوبوں کے مساوی سطح پر دستور کے ساتھ سندھ کو بمبئی پریذیڈنسی سے ایک آزاد صوبے کے طور سے علیحدہ کر دیا جائے۔

اب کہ آپ کے صوبے کو ایک آزاد وجود مل گیا ہے سندھ کے مسلمانوں کے شانوں پر اپنے صوبے کی فلاح و بہبود اور اس کی ترقی کے ضمن میں عظیم ترین ذمہ داریوں کا بار آ پڑا ہے۔ بہت عرصہ نہیں گذرا کہ سندھ لخت لخت تھا اور گروہوں میں بٹا ہوا تھا۔ لیکن آج مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ بہت عمدہ عوامی جذبے، ہم آہنگی، اور اتحاد کا مظاہرہ ہوا ہے - اور مناسب تنظیم کے ساتھ اگر آپ اپنی طاقت کو مجتمع کریں اور صحیح جہت کی طرف لگائیں تو آپ کے صوبے کی مسلم لیگ کو آپ کے صوبے کی عنان حکومت اپنے ہاتھ لینے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اب یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ آپ کا فرض اور ذمہ داری ہے جو آپ سے تقاضا کرتی ہے کہ حکومت سندھ کے معاملات کو آپ چلائیں۔ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء کے تحت جو دستور ترتیب دیا گیا ہے اگرچہ اس میں بہت سی قابل اعتراض باتیں ہیں، تاہم آپ اپنی اکثریت کی بنا پر کامیابی کے ساتھ سندھ کے عوام کی اور بالخصوص مسلمانوں کی اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی اور سیاسی ترقی کے لئے اسے استعمال کر سکتے ہیں۔ مجھے پورا اعتماد ہے کہ بڑی حد تک مسلمانان سندھ اور صحیح الخیال ہندو یہ محسوس کریں گے کہ صوبے کی ترقی اور فلاح و بہبود، عدل انصاف، سندھ کے لوگوں کے درمیان دوستانہ تعاون کے اعلیٰ وارفع اصولوں کو برقرار رکھنے میں مضمر ہے۔

اس عظیم شہر، سندھ کے دارالحکومت، کراچی، میں جسے اس کے شاندار محل وقوع کی بنا پر، ایک عمدہ بندرگاہ، اور مسلمانوں کا پہلا وطن بننے کی سعادت حاصل ہے مجھے کوئی کم خوشی نہیں ہوتی کہ میں ایسی کانفرنس کی صدارت کروں جیسی اس سے قبل سندھ میں منعقد نہیں ہوئی۔ آپ میرے جذبات میں تموج کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں جب میں آپ کو یہ بتاؤں گا کہ کراچی میرا مولد بھی ہے۔ میں اس بات کا پورے طور سے اظہار نہیں کر پا رہا کہ میں اس کی فلاح و بہبود کی خاطر کس قدر مضطرب ہوں اور کس خلوص کے ساتھ میں آپ کے صوبے کے بارے میں اس امر کا خواہاں ہوں کہ یہ اپنا پورا قد کاٹھ حاصل کرے اور مسلم ہند کی مشاورت میں اپنا عظیم اور جائز کردار ادا کر سکے۔

مسلمانان سندھ کو ایک اور مقدس فریضہ سرانجام دینا ہے اور یہ زیادہ اہم اور کٹھن کام ہے

جو آپ کے سامنے ہے۔ اس کا پہلو میں آپ کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں۔ مسلمانوں کی کل ہند جدوجہد میں جو مختلف قوتوں کے خلاف ہے اور ان قوتوں کے خلاف ہے جو بدعنوانی اور بدنیتی پر مبنی پروپاگنڈے کے ذریعہ سے مسلمانوں کو تباہ اور منتشر کرنے کے در پے ہیں آپ کو اپنا دفاع کرنا ہو گا۔ آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے پیچھے مضبوطی سے کھڑے ہو جایئے جو مسلمانان ہند کی واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔ یہ کتنی بدنصیبی کی بات ہے کہ وہ دو صوبے جن کی خاطر آل انڈیا مسلم لیگ نے کامیابی کے ساتھ جدوجہد کی' یعنی سندھ اور شمال مغربی سرحدی صوبہ یہ دونوں صوبے آل انڈیا مسلم لیگ کے حد نظر سے باہر ہوں۔ لیکن میں خوش ہوں کہ مسلمانان سندھ نے اسے محسوس کر لیا ہے۔ ان کی جانب سے یہ قابل تعریف اجتماع ایک درخشندہ علامت ہے اور آل انڈیا مسلم لیگ کی تاریخ کا نیا باب ہے۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ جس کی خاطر مسلم لیگ نے ہر ریشہ دوانی کے خلاف لڑائی مول لی' جس میں کانگرس کی مخالفت بھی ہمارے اس مطالبے کے خلاف شامل ہے کہ اسے بھی برطانوی ہند کے دیگر صوبوں کے مساوی سطح' آئین اور اصلاحات ملنی چاہئیں' پر جب اسے یہ سب کچھ مل گیا تب بھی وہ واردھا کی ایڑی تلے دبا ہوا ہے۔

لیکن مجھے بھروسہ ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب شمال مغربی سرحدی صوبے کے مسلمان آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر واپس آ جائیں گے اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے اسی وفاداری اور خلوص کے ساتھ کام کریں گے جس طرح کوئی اور مسلمان اس پرچم تلے کام کرتا ہے۔ وہ جو نے پہلے اور اب بھی پٹھانوں کو گمراہ کر رہے ہیں اپنے مکافات عمل' سے دو چار ہو جائیں گے۔

ہم جو جدوجہد کر رہے ہیں اس کا مقصد دال روٹی' وزارتیں یا نوکریوں کا حصول نہیں ہے نہ ہی ہم اپنے ہم وطنوں کی اقتصادی' سماجی اور تعلیمی ترقی کے خلاف ہیں جیسا کہ ہم پر غلط الزام لگایا جاتا ہے۔ ہم اپنے لوگوں کی بالخصوص مسلمانوں کی ترقی کے لئے ہر کردار ادا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہرگز باور نہ کیجئے جب آپ سے کہا جائے کہ لیگ کی حکمت عملی اور اس کا پروگرام رجعت پسندانہ ہے۔ کوئی دیانتدار شخص جس نے لیگ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کا مطالعہ کیا ہے وہ شعوری طور سے اور حقیقتاً کہے گا کہ یہ مکمل قوم پرستانہ اور بے حد ترقی پسندانہ کے سوا کچھ نہیں۔ تاہم مسلم لیگ اور اس کے رہنماؤں کی ہر روز غلط ترجمانی کی جاتی ہے اور انہیں بدنام کیا جاتا ہے۔ صداقت کو دبا دیا جاتا ہے اور کانگرسی اخبارات اور خبر رساں ادارے جھوٹ کا پرچار کرتے رہتے ہیں' بلاشبہ ہمارے پاس اخبارات نہیں ہیں۔ لیکن ہند کی سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ کانگرس نے جب سے اسے چھ صوبوں میں اکثریت حاصل ہوئی ہے آل انڈیا مسلم لیگ کے

خلاف بے حد بہیمانہ' ظالمانہ اور معاندانہ رویہ اختیار کر رکھا ہے۔

"عہدے قبول کرنے اور دستور کو چلانے کا فیصلہ کرنے کے بعد سے جب ہم تیار تھے اور ہم نے اپنا دست تعاون پیش کیا جیسا کہ ہم نے پہلے ہی انتخابات سے پہلے اور بعد میں واضح کر دیا تھا۔ پہلا مطالبہ جو کیا گیا وہ یہ تھا کہ لیگ خود کو ختم کر دے اور ہمیں بتایا گیا کہ لیگ متوسط طبقے کے چند لائق احترام شرفاء کے علاوہ کسی کی نیابت نہیں کرتی۔ دوم فیصلہ کیا گیا کہ ہمارے ساتھ ملعون و مردود والا سلوک کیا جائے اور کانگرس کی طرف سے مختلف مجالس قانون ساز میں لیگ پارٹیوں کا مقاطعہ کیا جائے اور مجالس قانون ساز میں لیگ کے اراکین کے ساتھ اچھوتوں جیسا سلوک کیا جائے اور ان میں سے کسی کو صوبائی وزارت میں اس وقت تک شامل نہ کیا جائے جب تک کہ وہ غیر مشروط طور پر کانگرس کے عہدنامے پر دستخط نہ کر دے اور وہ اس کی حکمت عملی اور پروگرام پر صاد نہ کر دے۔ دیانتداری کی بات یہ ہے کہ کانگرس کی حکمت عملی اور پروگرام مسلم لیگ سے بدتر ہے اور اس سے زیادہ فرقہ پرستانہ ہے۔ حقیقت میں ہم مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کے مناسب اور موثر تحفظ کے قائل ہیں اور یہ کہ ہم 'صداقت اور عدم تشدد' کے جھوٹے عقیدے سے اتفاق نہیں کرتے جس کا احترام اور جس پر عمل زیادہ تر خلاف ورزی کی شکل میں ہوتا ہے۔ مسلم لیگی ممبروں سے کہا گیا کہ وہ اپنی پارٹی کو خیرباد کہہ دیں اور اپنے اس عقیدے' حکمت عملی اور پروگرام کو ترک کر دیں جو زیادہ دیانتداری اور صاف گوئی پر مبنی اور قابل عمل ہے۔

انہوں نے مجالس قانون ساز میں 'بندے ماترم' کے ترانے سے آغاز کیا جو نہ صرف بت پرستانہ ہے بلکہ اپنی اصل اور مواد کے اعتبار سے مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز بھی ہے اور یہ مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کی غرض سے استعمال کیا جاتا تھا۔ پھر ان کی عقلمندی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے اسکولوں کی انتظامیہ پر دباؤ ڈالا اور جس پر وہ اب بھی مصر ہیں کہ اسکولوں کے اجتماع اور دعا کے وقت بندے ماترم گایا جائے۔ اگرچہ یہ تسلیم کیا جا چکا ہے کہ یہ قومی ترانہ نہیں ہے۔ انہوں نے بہت جارحانہ اور تکلیف دہ انداز میں سرکاری اور عوامی اداروں پر ترنگے جھنڈے لہرائے اگرچہ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ قومی پرچم نہیں ہے۔ انہوں نے مسلم عوام سے رابطے کی مہم چلائی جو نہ صرف احمقانہ بلکہ خطرناک بھی تھی اور ان میں سے کوئی بزرجمہر یہ سمجھتا ہے کہ اس طرح سے کمیونل ایوارڈ کا خاتمہ ہو جائے گا یا بہرنوع اس کا مقصد فوت ہو جائے گا اور مختلف مجالس قانون ساز میں مسلمانوں کی نمائندگی کا صحیح تناسب باقی نہیں رہے گا اور اس طرح سے وہ ہر مسلمان کو مجبور کر سکیں گے کہ وہ کانگرس کی رکنیت قبول کر لے۔ وہ صوبوں کے تعلیمی نظام میں زبردست تبدیلیاں لا رہے ہیں اور محکمے (تعلیم) کو واردھا اسکیم کے مطابق جسے ودیا مندر کا نام

دے دیا گیا ہے چلانا چاہتے ہیں اور "ہندوستانی کے بہروپ میں سنسکرت سے بھرپور ہندی زبان کو ہند کی قومی زبان قرار دینا چاہتے ہیں اور اردو زبان کو، دبانے میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھنا نہیں چاہتے، جو ہند کے مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد کی زبان ہے اور اس طرح ان کی ثقافت اور ہم آہنگی کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہیں۔

"ہر دستیاب عہدہ یا نوکری کانگریس کے لئے وقف ہے یا ایسے مسلمان کے لئے جو لیگ کو خدا حافظ کہنے یا اسے رسوا کرنے کے لئے تیار ہو۔ شہری آزادیوں نے نئی تعریف اختیار کر لی ہے یہ کہ سودیشی قوانین کی غیر موجودگی میں نبے قانون یا رجعت پسندانہ قوانین مثلاً فوجداری ترمیمی قانون اور دفعہ ۱۴۴ کو آزادی کے ساتھ ان لوگوں کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے جو کانگریسی وزارتوں کی حکم عدولی کریں یا ان سے اختلاف کی جرات کریں۔ بالخصوص مسلم لیگ کے ارکین کے خلاف ایسے اقدام کئے جا رہے ہیں اور ایسے قانون کے مسودے منظور کر کے انہیں قوانین کی شکل دی جا رہی ہے جو سراسر اور بدیہی طور سے مسلمانوں کے مفاد کے سخت خلاف ہیں مثلاً بلدیاتی اداروں میں اقلیتوں کی نیابت کے قانون میں ترمیم، مسلم اخبارات کو خوف زدہ کیا جا رہا ہے جرمانوں کی یا ضمانتیں ضبط کرنے دھمکیوں کے ذریعہ سے۔ انتظامیہ کے لائق مذمت احکام کے تحت مسلم اردو اخبارات کی ضمانتیں ضبط کی گئیں۔ کیا یہ وہ قومی پروگرام ہے جو اس ملک کے لوگوں کی ترقی کے لئے روبہ عمل لایا جا رہا ہے جس کے ذریعے ہند کے لئے آزادی اور خود مختاری حاصل کی جائے گی؟ اگر یہ اس محدود اور پابند اختیار اور اقتدار کا نمونہ ہے تو میں تو یہ سوچ کر کانپ جاتا ہوں کہ جب کانگریس کے ہاتھ میں حکومت ہند کا پورا اختیار اور اقتدار آ جائے گا تو ۹ کروڑ مسلمانوں کا کیا حشر ہو گا۔ اور طرفہ تماشا یہ کہ کانگریس کے صدر فروری ۱۹۳۸ء میں کانگریس کے ہری پورہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کس بے باکی سے دریافت کرتے ہیں کہ "میں ہند میں اقلیتوں کے سامنے یہ بات رکھتا ہوں کہ وہ غیر جانبداری کے ساتھ اس امر پر غور کریں اور بتائیں کہ جب کانگریس کا پروگرام روبہ عمل لایا جائے گا تو کیا انہیں اس سے کوئی خوف لاحق ہو گا۔ ابھی تک میں نے بدسلوکی، ظلم اور زیادتی کے معاملات کو نہیں چھپایا جن پر اخبارات کے کالم کے کالم سیاہ کئے ہیں۔ بالخصوص تین صوبوں، بہار، یو۔ پی اور سی۔ پی میں اور ہم اس کمیٹی کی رپورٹ کے منتظر ہیں جو اسی مقصد کے لئے [مقرر کی گئی تھی۔ مجھے امید ہے کہ رپورٹ مسلم لیگ کے آئندہ سالانہ] اجلاس دسمبر ۱۹۳۸ء سے قبل منظر عام پر آ جائے گی۔

"یہ بات ہر شخص کے علم میں ہے کہ ایک ادنیٰ درجہ کا کانگریسی خواہ وہ اپنے عقیدے کی بنا پر کانگریس کا رکن ہو یا سہولت کی خاطر، نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ اس ملک کے [illegible]

لیتا ہے اور ہر چند وہ برطانوی افسر شاہی کی تعلیمی اہلیت' تربیت' ثقافت اور روایات کا حامل نہیں ہوتا لیکن وہ مسلمانوں کے ساتھ اس سے بدتر بدسلوکی سے پیش آتا ہے جس سے انگریز ہندوستانیوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اعلیٰ کمان بدعنوانی' جھوٹ اور تشدد کی مذمت کرتی ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ مزید مذمت کرے کانگرس کے اراکین کے جعلی رجسٹر کی جو 'سہولت کی خاطر' تیار ہوا۔

یہ کانگرس کے پروگرام کی ابتک مسلمانوں کے تعلق میں چند خصوصی باتیں ہیں۔ لیکن حال ہی میں آپ کے شہر میں ایک اعلیٰ صاحب اختیار نے بتایا کہ یقینی طور سے اگر گورنروں نے ابھی تک یہ مناسب نہیں سمجھا کہ مداخلت کی جائے یا اپنے اختیارات خصوصی کو استعمال کیا جائے تو یہ ایک مثبت ثبوت ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ نہ صرف عادلانہ اور منصفانہ سلوک ہو رہا ہے بلکہ ان کے ساتھ بہت اچھا اور منصفانہ سلوک ہو رہا ہے۔ مجھے اس بات کا علم ہے کہ گورنروں اور گورنر جنرل نے اقلیتوں اور بالخصوص مسلمانوں کو مایوس کیا ہے۔ لیکن دوسری جانب ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ایک شریفانہ معاہدہ ہے۔ برطانوی حکومت اور کانگرس کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ یا مفاہمت ہے جس کے تحت کانگرس کو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ خصوصی اختیارات استعمال نہیں کئے جائیں گے۔ چنانچہ اس طور سے کانگرسی وزارتوں کو دراز ترین رسی دی جا رہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کانگرس کی احمقانہ حکمت عملی ذمہ دار ہے نہ صرف دو برادر فرقوں کے درمیاں بے حد تلخی کی بلکہ مختلف طبقوں اور مفادات کے درمیان بھی۔ نتیجتاً" گھمبیر قسم کے تصادم اور جھگڑے ہوئے اور عداوت پیدا ہوئی جو آخرکار ہند کی ترقی اور فلاح و بہبود پر اثر انداز ہو گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کانگرس ان لوگوں کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے جو ایک خطرناک صورت پیدا ہونے کے منتظر ہیں جو ہند کو عمودی اور افقی طور سے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی۔ لیکن یہی سب کچھ نہیں

اب آیئے ہم بنگال' پنجاب اور آسام کا رخ کریں۔ ان صوبوں کی وزارتوں میں غالب آواز مسلمانوں کی ہے چنانچہ کانگرس کے ارباب حل و عقد نے انہیں حتمی تباہی کا مصرف اور مقصد بنا رکھا ہے۔ بنگال میں فضل الحق وزارت کو شکست دینے کی تحریک شرمناک حد تک ناکام ہو گئی۔ پنجاب میں سر سکندر حیات کی وزارت کو کمزور کرنے کی متعدد کوششیں کی گئیں لیکن انہیں ابھی تک تحریک عدم اعتماد پیش کرنے کی جرات نہیں ہوئی' چنانچہ پنجاب کی وزارت کو ابھی جھکایا نہیں جا سکتا۔ آسام میں مسٹر سعد اللہ کی وزارت مستعفی ہو گئی۔ صدر کانگرس فوراً ہی اپنے گماشتوں اور حاشیہ برداروں کے ہمراہ دوڑے چلے گئے تاکہ نام نہاد کانگرسی وزارت کی ولادت میں ہاتھ بٹا سکیں

اور اپنے پچھلے دعوں اور اعلانات کا لحاظ کئے بغیر اور اپنے اس عزم بالجزم کے خلاف کہ وہ مخلوط [وزارت] سے کوئی سروکار نہ رکھیں گے انہوں نے مختلف اور متعدد گروہوں کو جمع کیا لیکن وزارت کو ترتیب دیتے ہوئے تین مسلم وزراء میں سے جنہیں وزارت میں شامل کیا جانا تھا ایک کے نام کا بھی اعلان نہ کر سکے۔ دیگر طریقوں کے علاوہ صدر کے لئے مجلس قانون ساز کا اجلاس غیر معینہ مدت کے واسطے ملتوی کرا دینا کوئی قابل ستائش فعل نہیں ہے۔ اور ایک عظیم پارٹی کے لئے پوری طرح سے یہ جانتے ہوئے کہ انہیں اکثریت کی حمایت حاصل نہیں مجلس کا سامنا نہ کرنا محض بزدلی ہے۔ یہ حلف برداری کی رسم کو ملتوی کر دینے کی دھمکی کے زیر اثر صدر کانگرس اس امر سے اتفاق کرنے پر آمادہ ہوئے کہ مجلس قانون ساز کا اجلاس جلد طلب کیا جائے گا اور اس لمحے تک مسٹر ابر دولائی تین مسلم وزراء میں سے ایک سے زیادہ حاصل نہ کر سکے اور وہ ابھی تک باقی ماندہ دو مسلم وزارء کے پٹو ڈالنے میں لگے ہوئے ہیں۔ جب مجلس قانون ساز کے ۱۰۷ اراکین میں سے ۵۶ رکن نہ صرف کانگرس وزارت کے قیام کے مخالف ہیں بلکہ انہوں نے تحریک عدم اعتماد بھی داخل کر دی ہے میں صدر مسٹر بوس کو اس مدبرانہ کامیابی' مردہ بچے کی ولادت' پر مبارکباد پیش کرتا ہوں جسے وہ آکسیجن چڑھا کر غذا مہیا کر کے زندگی بخشنے کے لئے بے قرار ہیں اور اس ضمن میں انہوں نے یوروپی چائے اگانے والوں سے اپیل کی ہے کہ وہ ان کی مدد کو پہنچیں۔

کانگرس کے ارباب حل و عقد کے سروں پر ایک ہی خبط سوار ہے' اور وہ یہ عزم کئے بیٹھے ہیں کہ مسلمانوں میں انتشار پیدا کر دیں اور بالخصوص مسلم لیگ کی ہم آہنگی توڑ دیں۔ کوئی حرج نہیں خواہ انہیں اس کے لئے کتنی بھی پستی میں کیوں نہ گرنا پڑے۔ ان کے طریقوں میں کوئی حس معقولیت یا کوئی معیار یا اصول نہیں ان کی حکمت عملی تکبر اور ابن الوقتی پر مبنی ہے اور بدقسمتی سے فی الوقت اسے ہندوؤں کی ایک کثیر تعداد کی حمایت حاصل ہو رہی ہے جو کانگرس کا احترام کرتے ہیں اور ان کا پورا پورا استحصال کیا جا رہا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ مسٹر گاندھی کو بھی' جن کا ہندو عوام کی بہت بڑی تعداد پر اثر ہے اور جن کے گرد مہاتمایت کا ہالہ بھی ہے' ان کے اردگرد رہنے والے لوگ استعمال کر رہے ہیں وہ اکثر کوشش کرتے ہیں کہ اندورنی آواز یا آواز خاموشی کا سہارا لے کر بھدے گوشوں سے باہر آ جائیں۔ وہ اس حقیقت پر بھروسہ کرتے ہیں کہ وہ تو کانگرس کے چار آنے کے رکن بھی نہیں ہیں۔ اور بدعنوانی' دروغ گوئی اور تشدد کی مذمت کرتے ہیں اور کانگرس کے ارباب حل و عقد کے فیصلوں کے بارے میں اپنی کمال بے چارگی کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس عظیم الشان فاشی کونسل' مجلس عاملہ جسے 'شیڈو کابینہ' کا نام دیا جاتا ہے جو حکومت ہند کے متوازی ادارہ ہے اور 'ہندی قوم' کی جانب سے بات کرنے کا مدعی ہے اس نے کچھ

بوالعجب اس مسخرے کی یاد تازہ کر دیتے ہیں جو سرکس کے فنکار کی بھونڈی سی نقل اتارتا ہے۔

گذشتہ ستمبر کے اواخر میں اور نازک صورت حال کے دوران یہ نام نہاد شیڈو کابینہ، مسلسل اجلاس میں رہی اور رت جگے میں مصروف رہی کیوں کہ آل انڈیا کانگرس نے اسے یہ اختیار سونپ دیا تھا کہ جنگ چھڑ جانے کی صورت میں ہند کے کردار کے بارے میں وہ جو مناسب سمجھیں فیصلہ کریں۔

"پس آغاز کار کے طور سے کانگرس کے ارباب حل و عقد نے چیکو سلاو یکیہ کی حکومت کے نام ہمدردی کا ایک پیام ارسال کر دیا اور مہاتما اور مجلس عاملہ رت جگے میں مشغول ہو گئے اور انتظار کرتے رہے کہ کب مہاتما گاندھی کو برطانوی حکومت کی جانب سے دعوت نامہ موصول ہو۔ لیکن جنگ ٹل گئی اور جلد ہی رت جگہ بھی ختم ہو جائے گا اور ہند کو اطمینان کا سانس لینا چاہئے کہ ہم جنگ کے ضمن میں فی الوقت کانگرس کے فیصلے سے بچ گئے۔ پس اب یہ ہے صورت حال اور پوزیشن جس کا ہمیں سامنا کرنا ہے۔ کسی پر انحصار کرنا بے سود ہے۔ ہمیں اپنی ہی طاقت پر کھڑا ہونا چاہئے اور اپنے فیصلوں کے پیچھے اپنی قوت کی تعمیر اور حمایت کی تشکیل کرنی چاہئے آج ہمیں کہا جاتا ہے کہ ہندو۔ مسلم مسئلہ کے حل کے سلسلے میں بھی ہم مسلمانان ہند کی نیابت نہیں کرتے۔ ہمیں اپنی پوزیشن اور اپنے مرتبے کو عالی مقام ارباب حل و عقد کے سامنے خدمت اور اہلیت کی بنیاد پر ثابت کرنا ہو گا۔

حضرات! معنی واضح ہیں۔ ہمیں صرف اپنے مخالفین کے سر الزام دھرنے کا کوئی فائدہ نہیں یہ بھی بے سود ہے کہ ہم توقع کریں کہ ہمارے دشمن ہمارے ساتھ مختلف طریقے سے پیش آئیں گے۔ اگر مسلمانوں کو اپنی قومی منزل اور امنگوں کے حصول میں شکست ہوتی ہے تو یہ اپنوں کی بے وفائی کی وجہ سے ہو گی اور ایسا ماضی میں ہو چکا بھی ہے۔ بے وفاؤں اور غداروں سے مجھے کچھ نہیں کہنا وہ اپنی سی کر لیں لیکن میں پورے خلوص کے ساتھ ان مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں جو دیانتداری سے اپنے فرقے اور اس کی فلاح و بہبود کے بارے میں محسوس کرتے ہیں اور ان سے جو گمراہ لاتعلق ہو گئے کہ وہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر اور اس کے پرچم تلے کام کریں اور ازراہ عنایت اپنی صفوں کو درست کریں اور ہر قیمت پر مضبوطی کے ساتھ متحد ہو کر کھڑے ہو جائیں اور ایک آواز سے بولیں اور عمل کریں۔

یہاں میں ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں ہندو فرقے کے خلاف نہیں لڑ رہا ہوں۔ اور نہ ہی میرا ہندوؤں سے کوئی جھگڑا ہے کیونکہ ان میں میرے بہت سے ذاتی دوست ہیں لیکن میرے خیال میں کانگرس کے ارباب حل و عقد ہند کی ترقی کے بہت بڑے دشمن ہیں اور اس

وجہ سے ہندوؤں کے مفاد کے بھی۔ اگرچہ بہت سے ہندو ایسے ہیں جو پورے طور سے ان کی مذمت کرتے ہیں اور ان سے تنگ آئے ہوئے ہیں تاہم ہندو عوام کی بہت بڑی اکثریت کو اشتعال انگیز اور گالیوں سے پر' پروپاگنڈے کے ذریعہ انہوں نے لبھا اور مسحور کر رکھا ہے۔ کیا وہ کبھی فیصلہ اور عمل کی آزادی حاصل کر پائیں گے؟

''جہاں تک فلسطین کے المیے کا تعلق ہے جو فی الوقت جاری ہے اور انتہائی بیرحمانہ طریقے سے عربوں پر ظلم کیا جا رہا ہے کیونکہ وہ اپنے ملک کی آزادی کی خاطر جدوجہد میں مصروف ہیں۔ مجھے آپ کو یہ بتانے کی بمشکل ہی ضرورت ہو گی کہ ہمارے پاس ایسے قائل کرنے والے ثبوت موجود ہیں اور جن کا ہند کے طول و عرض میں مظاہرہ کیا گیا کہ عربوں کی دلیرانہ اور قابل تعریف جدوجہد میں جو وہ جملہ مخالفت کے باوجود اور بغیر کسی دفاع کے کر رہے ہیں ہر مسلمان کا دل ان کے ساتھ ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی قرار داد کے مطابق سارے ہند میں ۲۶ اگست کو 'یوم فلسطین' منایا گیا اور اطلاعات کے مطابق میں بلامبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ سارے ملک میں ہزارہا جلسے منعقد ہوئے جن میں ان لوگوں کے ساتھ پوری پوری مخلصانہ ہمدردی کا اظہار کیا گیا جو اپنے ملک کی آزادی کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ مسلموں کے دل زخمی اور مجروح ہو جاتے ہیں جب وہ بہادر عربوں پر ظلم و تعدی اور بے رحمی کی خبر اور اس کی تفصیلات سنتے ہیں اور مجھے علم ہے کہ کل عالم اسلام وہاں برطانیہ عظمیٰ کے افعال کو دیکھ رہا ہے۔

''میں آپ کو یہ اطلاع دے سکتا ہوں کہ مسلم لیگ کونسل نے ۳۰ جولائی ۱۹۳۸ء کے اجلاس میں ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی تھی کہ وہ اس سوال پر غور کرے کہ ایک باضابطہ وفد بیرونی ممالک بھیجا جائے بالخصوص فلسطین اور انگلستان اور کمیٹی کو ہدایت کی گئی کہ وہ غور کرے کہ کن طریقوں اور ذریعوں سے حکومت برطانیہ پر موثر دباؤ ڈالا جائے۔ اور اس کمیٹی کا حال ہی میں بدایوں میں اجلاس ہوا جس میں مصری پارلیمانی کمیٹی برائے دفاع فلسطین کی دعوت کے جواب میں آل انڈیا مسلم لیگ کے پانچ نمائندے منتخب کئے گئے تاکہ وہ عرب اور مسلم ممالک کی پارلیمانی کانگرس میں شرکت کر سکیں کانگرس کا اجلاس ۷ اکتوبر ۱۹۳۸ء سے قاہرہ میں شروع ہو رہا ہے۔ جس میں فلسطین کی موجودہ صورت حال پر غور کیا جائے گا۔ پانچ میں سے ہمارے تین نمائندے مسٹر خلیق الزماں' مسٹر عبدالرحمان اور مولانا مظہر الدین پہلے ہی ہند سے قاہرہ کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ مزید' مصری پارلیمانی کمیٹی کی ہدایات کے مطابق ہم نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ اگر کسی مجلس قانون ساز کا کوئی مسلم لیگی رکن اس کانگرس میں شرکت کرنا چاہے تو اس امر کی اطلاع دیدے تاکہ سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ ان کے نام دعوت نامہ جاری کر دیں۔ اب ہم اس کانگرس

کے زیرِ غور آنے والے امور اور فیصلوں کا انتظار کریں گے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اختیار میں جو کچھ بھی ہے وہ فلسطین میں عربوں کے کاز کے ضمن میں مدد کرے گی۔

مجھے یہ نوٹ کرتے ہوئے مسرت محسوس ہوتی ہے کہ کانگرس کی مجلس عاملہ نے بھی دہلی میں ایک قرار داد منظور کی اس قرار داد کی اہمیت کے باوجود اسے کرسی صدارت کی جانب سے بلا کسی تبصرے کے پیش کیا گیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان امور کے بارے میں جو مسلمانوں کو دل و جان سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں کانگرس کتنی سطحی دلچسپی کا اظہار کرتی ہے۔ حالیہ زمانے میں برطانیہ عظمیٰ نے اپنے دوستوں کو بھیڑیوں کے آگے ڈال دیا اور ان سے کئے ہوئے مقدس عہد توڑ دیئے۔ انگریزوں کے معاملے میں وہی کامیاب ہوتے ہیں جن کے پاس طاقت ہو اور جو انہیں ذلیل کر سکتے ہوں۔ انہوں نے ہند کے مسلمانوں کے ساتھ بے وفائی کی اور انہیں بھی بھیڑیوں کے آگے ڈال دیا۔ مجھے یقین ہے کہ مشرق قریب میں کبھی امن نہیں ہو سکتا جب تک وہ فلسطین میں عربوں کے ساتھ دیانتدارانہ اور منصفانہ معاملہ نہیں کرتے۔

ہند کے بارے میں ملک معظم کی حکومت اور ان انگریز مدبرین کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں جو اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہیں کہ کانگرس ہندی عوام یا ہندی قوم کی ترجمانی کرتی ہے کیونکہ نو کروڑ مسلمان بھی ہیں اور میں ان کی توجہ اس طرف بھی مبذول کراونگا اور یہاں میں کانگرس کے ارباب حل و عقد سے بھی کہوں گا کہ وہ حالیہ تبدیلی اور اس کے نتائج و عواقب پر نظر کرے جس کی وجہ سے عالمگیر جنگ کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا اس سے کچھ سیکھیں اور اسے حرز جاں بنائیں۔ یہ سوڈیٹن جرمنوں کی وجہ سے ہوا چیکو سلاو یکیہ کی اکثریت نے اپنی ایڑی تلے دبا رکھا تھا۔ وہ ان پر ظلم کرتے تھے۔ انہیں دباتے تھے اور ان کے ساتھ بدسلوکی روا رکھتے تھے اور ان کے حقوق و مفادات کی طرف سے بیہمانہ اور بے رحمانہ عدم توجہی برتنے کا وتیرہ اختیار کر رکھا تھا۔ یہ سلوک بیس برس جاری رہا اور پھر جو ناگزیر تھا وہ ہوا یعنی جمہوریہ چیکو سلاو یکیہ ٹوٹ گیا اور نیا نقشہ تیار کیا جائے گا۔ جس طرح سوڈیٹن جرمن بے یارو مددگار نہ تھے اور بیس برس تک ظلم و ستم سہتے رہے اسی طرح مسلمان بھی بے دفاع نہیں ہیں اور وہ اس عظیم براعظم میں اپنا قومی تشخص اور امنگیں آپ کے حوالے نہیں کر سکتے۔ یہاں میں حکومت ہند کی سرحدی حکمت عملی کا ذکر بھی کر دوں یہ بھی جتنی جلدی ترک کر دی جائے اتنا ہی بہتر ہو گا اور اس کی بجائے صلح صفائی کے طریقے اپنائے جائیں۔ لہٰذا میں برطانوی حکومت سے اپیل کروں گا کہ وہ فلسطین، وزیرستان، مسلمانان ہند، اور عمومی طور سے مسلم ممالک کے ضمن میں اپنی حکمت عملی کا

جائزہ لے اور اس پر نظرثانی کرے یہ بات برطانیہ عظمیٰ کے اپنے مفاد میں ہے کہ گذشتہ دو عشروں کے دوران جو کچھ ہوا اس کی روشنی میں ان کے اسباب و عوامل پر سنجیدگی ساتھ غور کرے اور اپنی حکمت کو از سر ترتیب دے۔

"لہٰذا میں مسلمانوں سے یہ کہوں گا' آگے بڑھو اپنے لوگوں کو سارے ہند میں منظم کرو اور اگر معقولیت اور استدلال ناکام ہو جاتا ہے تو ہماری حتمی کارروائی کا تمام تر انحصار ہماری اپنی ذاتی طاقت اور قوت پر ہونا چاہئے میں مایوس نہیں ہوتا نہ ہی ہمیں موت و حیات کی اس زبردست جدوجہد میں نتائج اور عواقب سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت ہے جس پر ہمارے نو کروڑ لوگوں کے مستقبل کا دارومدار ہے۔" (دستاویزات تحریک آزادی' جلد ۲۴۲ دستاویز نمبر ۹)

۱۱۱۔ مسلم طلباء کی کانفرس سے خطاب

کراچی' ۱۱' اکتوبر ۱۹۳۸ء

"ہندو ہمیشہ آپ کو حصول علم سے روکیں گے۔ وہ آپ کو کبھی ترقی نہیں کرنے دیں گے۔ لہٰذا آپ کو اپنی مدد آپ کرنی ہو گی۔ یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے مسلم طلباء کی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد نے کانفرنس کی صدارت کی۔

تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اعداد و شمار تعلیم کے بارے میں ایک اندوہناک تصویر کا انکشاف کرتے ہیں انہوں نے طلباء کو تلقین کی کہ وہ اپنی گمشدہ میراث کی بازیابی کے لئے حقیقی اور پرخلوص کوششیں کریں۔ انہوں نے کہا کہ وقت آگیا ہے کہ انہیں اسلام کے لئے اور اپنے ملک کی اقتصادی' تعلیمی اور صنعتی ترقی کے لئے کام کرنا چاہئے۔

تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "مسلمانوں کے پاس نہ کوئی گھر ہے نہ کوئی ایسی جگہ جسے وہ اپنی کہہ سکیں۔ مسلم لیگ نے ان کے لئے ایک گھر بنا دیا ہے اور آپ کو پلیٹ فارم مہیا کر دیا ہے۔ اس پرچم کے گرد جمع ہو جائیے اور باور کیجئے کہ اس سے جلد تر آپ اپنا مقام حاصل کر لیں گے جتنا آپ تصور سکتے ہیں۔" [اے۔ پی] (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۱۲' اکتوبر ۱۹۳۸ء)

۱۱۲۔ ایک اور بیان

۱۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء

مسٹر محمد علی جناح نے یاد دلایا کہ ۲۸ برس پیشتر جب وہ امپریل کونسل کے رکن تھے تو ایک

سندھی ان کے پاس آیا اور ان سے یہ مشورہ کیا کہ سندھی کس طرح متمول ہو سکتے ہیں؟ [انہوں مسٹر جناح] نے کہا کہ مسلمانوں کو تین چیزیں حاصل کرنا چاہئیں ـــــ تعلیم، تجارت و صنعت اور گولہ بارود۔

انہوں نے والدین پر الزام لگایا اور انہوں نے کہا کہ والدین ذمہ دار ہیں مسلمانوں کی ناخواندگی کی شرح اس قدر کم ہونے کے۔ انہوں نے کہا کہ تعلیم یافتہ لوگوں کی اتنی کم تعداد مایوس کن ہے اور تعلیم کے جملہ مرحلوں ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ اور تعلیم نسواں میں مسلمانوں کے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے انہوں نے مشورہ دیا کہ 'اپنی مدد آپ بہترین مدد ہے' کے مقولے پر عمل کریں۔ انگریز نہیں چاہیں گے کہ اس ملک کے باشندے خواندہ ہوں اور برادر فرقہ۔ ہندو بھی وہ نہیں چاہیں گے کہ مسلمان تعلیم یافتہ ہوں کیونکہ ان کی نوکریاں سرکاری اور نجی خطرے میں پڑ جائیں گی جیسا کہ ان تمام برسوں کے دوران ان کی اجارہ داری قائم رہی۔ انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ عوامی سطح پر تعلیم کی تنظیم کریں۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کو اقتصادی شعبے کی تنظیم کرنا چاہئے انہیں صنعت و حرفت کا آغاز اور کاروباری ادارے قائم کرنا چاہیں۔ تیسری چیز جو حاصل کرنی چاہئے وہ ہے طاقت جس کا نام ہے شمشیر۔ جب کاروبار میں کامیابی حاصل ہو جائے تو "چاندی کی گولیاں دستیاب ہو جائیں گی اور ان سے سونا حاصل ہو سکے گا جن سے 'سونے کی توپ کے گولے' بنا سکیں گے جو اقتدار کی راہ ہموار کر دیں گے۔

اخیر میں مسٹر جناح نے طلبا سے اپیل کی کہ وہ خود کو منظم کریں۔

(دی اسٹار آف انڈیا، ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

۱۱۴۔ مسلم لیگ کانفرنس میں افتتاحی خطاب

کراچی، ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۸ء

مجنونانہ تصوریت

"کانگرس سات صوبوں کے ساتھ مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتی ہے۔ وہ ہندو راج، ثقافت اور فلسفہ مسلط کرنا چاہتی ہے۔ اس مجنونانہ تصوریت کے خلاف میں نے اپریل ۱۹۳۶ء سے بغاوت کر رکھی ہے" اس امر کا اعلان مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کیا۔ وہ مسلم لیگ کانفرنس سے اپنا افتتاحی خطاب کر رہے تھے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ جب تک میرے دم میں دم باقی ہے میں کانگرس کو ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔ جب تک کانگرس برابری کی حیثیت سے نہیں آتی اس سرزمین پر امن قائم

نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کے لئے یہ موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ اگر آپ مسلمان ابھی تک خطرہ نہیں دیکھ رہے ہیں تو میں آپ کے لئے خطرے کی گھنٹی بجاتا ہوں۔ مسلمانوں کے بارے میں ایک بات ہے کہ ان میں سیاسی شعور زیادہ ہے اور عملی سوجھ بوجھ بھی۔ آپ باور کیجئے کہ اگر ہم سنجیدگی کے ساتھ خود کو منظم کرنے لگیں کوئی تنظیم بھی ہمارے سامنے ٹھہر نہ سکے گی۔"

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۱۴' اکتوبر ۱۹۳۸ء)

۱۱۴۔ سندھ میں معاہدے سے انحراف پر بیان
کراچی میں جاری کیا گیا
(۱۳ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

۷ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو میری یہاں آمد پر مجھ سے یہ بات واضح طور پر کہی گئی کہ سندھ کے مسلمانوں میں یک جہتی اور اتحاد کی ہمہ گیر خواہش موجود ہے۔ میں جہاں کہیں بھی گیا اور جو بھی مجھ سے ملاقات کے لئے آیا اس نے نہایت دلسوزی کے ساتھ اس خواہش کا اظہار کیا کہ اتحاد قائم ہونا چاہئے۔ میں نے متعدد مسلمان رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور مجلس قانون ساز سندھ کے کچھ نہیں تو بیس اراکین سے ملا اور یہ زبردست جذبہ نہ صرف مسلمانوں میں تھا بلکہ ہندو' پارسی اور یورپی فرقوں کے اہل الرائے طبقہ میں بھی جاری و ساری تھا۔ ان سب کی خواہش تھی کہ سندھ میں ایک مستحکم حکومت ہونی چاہئے۔ یہاں میں بالکل آغاز ہی میں اس جھوٹے اور معیوب پروپیگنڈے کی مذمت کر دینا چاہتا ہوں جو اخبارات کے ایک حلقے اور کانگرسیوں کی جانب سے کیا جاتا رہا ہے کہ ہمارا مقصد سندھ میں خالصتاً مسلمانوں کی وزارت قائم کرنا ہے۔ پہلے تو ہم نے سوچا کہ مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کے جو متعدد گروہ موجود ہیں انہیں متحد کر لیا جائے۔ کیونکہ مجلس قانون ساز کے مسلمان اراکین میں کم از کم چار گروہ موجود تھے۔ اور اگر ایک بار ہم اپنا گھر درست کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ہم مجلس قانون ساز سندھ میں دوسرے گروہوں سے رابطہ قائم کر سکیں گے۔

اتحاد کی خواہش

اس ہمہ گیر خواہش کی تکمیل کے لئے میں نے خان بہادر اللہ بخش' جو مجھ سے ملنے آئے تھے' اور ان کے رفیق کار پیر الٰہی بخش سے بات چیت کی۔ انہوں نے بھی اس خیال کو سراہا کہ مسلمانوں کی ایک مضبوط اور متحد جماعت ہونی چاہئے اور بہت خلوص کے ساتھ مجھے اس امر کا یقین دلایا کہ اگر یہ مقصد حاصل ہو جائے تو انہیں کسی اور شے کی خواہش نہیں اور یہ کہ وہ

وزیراعلیٰ کے منصب پر برجمان نہیں رہنا چاہتے' نہ انہیں کسی اور عہدے کی کوئی پرواہ ہے۔ اسی طرح کے خیالات کا اظہار ان کے رفیق کار پیر الٰہی بخش کی جانب سے کیا گیا اور مجھے یہ بھی پتہ چلا کہ وزیراعلیٰ اور ان کے رفیق کار کے ساتھ ۷ ارکان ہیں۔

لہٰذا میں نے سر غلام حسین ہدایت اللہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے بھی اسی نوع کے خیالات کا اظہار کیا اور مجھے اپنی پوری حمایت کا یقین دلایا۔ ان کے گروہ کی تعداد ۱۳ تھی۔ اس کے بعد میں نے میر بندے علی' قائد بلوچ گروپ' سے ملاقات کی جو سات ارکان پر مشتمل تھا اور جو وزیراعلیٰ اور ان کے رفیق کار کے ساتھ تھے۔ آخر میں میں مسٹر جی ایم سید سے ملا اور میری دانست کے مطابق ان کے حامیوں کی تعداد ۶ تھی۔ انہوں نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا اور مجھے اپنی پوری حمایت کا یقین دلایا۔ لہٰذا میں نے ان میں سے ہر ایک کو یہ مشورہ دیا کہ ان سب کی اکٹھی ایک ملاقات ہونی چاہئے جس میں مسٹر فضل الحق اور سر سکندر حیات (جن سے وہ ملاقاتیں کر چکے تھے) بھی موجود ہوں۔ چنانچہ بنگال اور پنجاب کے وزرائے اعلیٰ اور تمام چاروں گروہوں کے رہنماؤں سے ۹ اکتوبر کی سہ پہر کو میری ملاقات ہوئی اور طویل بحث و مباحثہ اور تبادلہ خیال کے بعد ایک سمجھوتہ طے پایا جس پر خان بہادر اللہ بخش' پیر الٰہی بخش' سر غلام حسین ہدایت اللہ' میر بندے علی' مسٹر جی۔ ایم سید اور مسٹر عبدالمجید نے دستخط ثبت کئے۔

سمجھوتے کی شرائط

سمجھوتے کی شرائط حسب ذیل تھیں :

(۱) یہ طے پایا تھا کہ مجلس قانون ساز سندھ کے مسلم اراکین مسلم لیگ پارٹی کے نام سے مجلس قانون ساز کے اندر ایک مضبوط مسلم پارٹی تشکیل دیں گے۔ اور وہ تمام اراکین جو اس پارٹی کی رکنیت اختیار کریں گے مسلم لیگ کے رکن بن جائیں گے اور مسلم لیگ کے منشور پر دستخط کریں گے اور اس کی حکمت عملی اور پروگرام کو قبول کریں گے اور مسلم لیگ کے معمول کے میثاق پر دستخط کریں گے۔

(۲) نئی وزارت کی تشکیل کی راہ ہموار کرنے کے لئے موجودہ مسلمان وزراء نے اس امر سے اتفاق کیا ہے کہ وہ اپنے استعفے پیش کر دیں گے۔ یہ استعفے گورنر کو بھیج دیئے جائیں گے۔ ان کے ساتھ ہی نئی وزارت تشکیل دینے کے لئے مسلم لیگ پارٹی کے قائد کی تجویز بھی ارسال کر دی جائے گی۔

(۳) یہ کہ ان اراکین کا جو پہلے ہی مسلم لیگ میں شامل ہو چکے ہیں یا شامل ہونے کے لئے آمادہ ہوں' اجلاس ۱۲ اکتوبر کی صبح گیارہ بجے میرے کمرے میں منعقد ہونا چاہئے اور ان اراکین

سے جو اس وقت کراچی میں موجود نہیں ہیں درخواست کی جائے گی کہ وہ یہاں پہنچ جائیں۔ ۲۷ اراکین پہلے ہی سے شہر میں موجود ہیں۔

(۴) یہ کہ خان بہادر اللہ بخش اور سر غلام حسین ان مسلمان اراکین کو اطلاع دیں گے جو پہلے سے کراچی میں موجود نہیں ہیں اور ان سے کہیں گے کہ وہ ۱۲ اکتوبر کو منعقد ہونے والے اجلاس میں شرکت کریں۔

(۵) پارٹی کے قائد کا انتخاب پارٹی کی متفقہ رائے سے عمل میں لانا چاہئے۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو مسٹر جناح انہیں نامزد کر دیں اور پارٹی ان کے انتخاب پر صاد کر دے گی۔

(۶) تشکیل پانے والی وزارت کے اراکین کا فیصلہ بھی اسی اصول کے تحت ہو گا یعنی پارٹی متفقہ طور پر قبول کرے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر وزارت میں کون کون مسلمان شامل ہوں' اس کے بارے میں پارٹی مسٹر جناح کے فیصلے کو قبول کرے گی اور یہ فہرست پارٹی کے قائد گورنر کو پیش کر دیں گے۔

(۷) یہ کہ جہاں تک بیراج کے علاقے میں تشخیص اور آبادکاری پر نظرثانی کے سوال پر اختلاف رائے کا تعلق ہے معاملہ سر سکندر حیات خاں کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ اس معاملے کا جائزہ لیں اور مسلم لیگ پارٹی کو یہ مشورہ دیں کہ اسے اس معاملہ میں کیا لائحہ عمل اور رویہ اختیار کرنا چاہئے اور یہ کہ یہ تجویز ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۸ء کے اجلاس میں پیش کر دی جائے گی یعنی پارٹی سر سکندر حیات کے فیصلوں اور سفارشات کو قبول کرے گی۔

مشترکہ دستخطوں کے تحت برقی پیغامات

سمجھوتے کے مطابق ان اراکین کو جو کراچی میں موجود نہیں تھے' خان بہادر اللہ بخش اور سر غلام حسین کے مشترکہ دستخطوں سے برقی پیغام ارسال کر دیئے گئے جن میں ان سے درخواست کی گئی کہ وہ اس اجلاس میں شرکت کریں جو ۱۲ اکتوبر کو میرے کمرے میں منعقد ہونا قرار پایا ہے۔

کانگرس پارٹی کی چال

صبح سویرے ایک ذمہ دار اور باعتماد ذریعہ سے اطلاع ملی کی کانگرس اسمبلی بورڈ کے قائد نے صدر کانگرس پارلیمانی پارٹی کے نام ایک برقیہ میں کہا ہے کہ سندھ میں مسلم لیگ کی وزارت تشکیل پانے کے خدشہ کے پیش نظر عدم اعتماد کی تحریک کو پارٹی مسئلہ نہ بنائے اور پارٹی کے اراکین کو رائے دہی کی آزادی دینے کی اجازت دے دی جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو بلاشبہ کانگرس پارٹی کے دس کے دس ارکان تحریک عدم اعتماد کے خلاف رائے دیں گے۔ مسٹر ولبھ بھائی پٹیل نے اپنے بورڈ کے اراکین کو ان کی رائے دریافت کرنے کے لئے برقیے ارسال کر دیئے....

مجھے ان دستاویزات کے مندرجات کا علم ہے جو آپ کے قبضے میں ہیں اور جن پر ۶ حضرات نے اتوار کی شام (۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء) کو دستخط کئے لیکن میں نے سوچا کہ آپ کو اس نئی چال سے باخبر کر دوں۔

وزیراعلیٰ کا سمجھوتے سے انحراف

جب ہم ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۸ء کی صبح ۱۱ بجے جمع ہوئے تو خان بہادر اللہ بخش کا سمجھوتے سے انحراف ہر شخص کے لئے باعث حیرت بن گیا۔ انہوں نے یہ شرمناک رویہ اختیار کیا کہ وہ اور ان کے حامی صرف اس صورت میں مسلم لیگ پارٹی میں شامل ہوں گے جبکہ انہیں پہلے سے اس امر کا یقین دلا دیا جائے کہ پارٹی انہیں قائد منتخب کرے گی اور انہیں وزیراعلیٰ کی حیثیت سے برقرار رہنے دیا جائے گا۔

پستول بدست وزیراعلیٰ

اس اجلاس میں شریک اراکین کی عظیم اکثریت نے اس بنا پر اس رویہ پر اعتراض کیا کہ یہ پارٹی کی تشکیل کے تصور کے منافی بات ہے کہ کوئی فرد یا گروہ پستول ہاتھ میں لے لے اور پارٹی میں شمولیت سے قبل کوئی شرط عائد کر دے۔ چھ یا سات اراکین نے جو ان کی حمایت پر آمادہ تھے خان بہادر اللہ بخش کو سمجھانے بجھانے کی ہر ممکن کوشش کی اور اجلاس میں متعدد گھنٹوں کی بحث و تمحیص ہوئی اور انفرادی طور پر مختلف اراکین نے، انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ انہیں ایسا رویہ ترک کر دینا چاہئے اور اس سمجھوتہ پر قائم رہنا چاہئے جس پر انہوں نے دستخط کئے۔ ناکام کوششوں کے بعد آخرکار وہ اجلاس سے چلے گئے۔ اس اثناء میں ان اراکین نے جو مسلم لیگ پارٹی میں شمولیت پر آمادہ تھے مسلم لیگ کے نصب العین، حکمت عملی اور پروگرام کو قبول کرتے ہوئے عہد ناموں پر دستخط کر کے میرے حوالے کر دیئے۔ نتیجتاً ۲۷ اراکین مسلم لیگ کے پرچم تلے آ گئے۔ لیکن خان بہادر اللہ بخش ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور یہ الٹی میٹم دے گئے کہ جب تک کہ ان کی یہ شرط منظور نہیں کر لی جاتی کہ انہیں قائد کی حیثیت سے قبول کیا جائے گا اور وزیراعلیٰ برقرار رہنے دیا جائے گا وہ مزید آگے چلنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ان کے یہ غیر معمولی رویہ اختیار کرنے کی وجہ سے ان کے بعض حامیوں نے بھی عہدنامہ پر دستخط کر دیئے اور اجلاس میں موجود رہے۔

زبردست عہد شکنی

جو اراکین اس اجلاس میں موجود تھے انہوں نے خان بہادر اللہ بخش کے اس رویہ کو سخت نامناسب، غیر منصفانہ قرار دیا اور انہیں اس سمجھوتے سے پھر جانے پر جس پر انہوں نے سر سکندر،

مسٹر فضل الحق اور میری موجودگی میں دستخط کئے تھے سخت عہد شکنی کا مرتکب گردانا۔ بایں ہمہ چونکہ ان کے ذہنوں میں سندھ صوبائی مسلم لیگ کانفرنس میں میرے خطاب کے یہ الفاظ "اتحاد کسی بھی قیمت پر" بالکل تازہ تھے' اس لئے بغیر کسی پس و پیش کے ایثار کا حیرت انگیز مظاہرہ یہ موقعہ و محل کے عین مطابق فیصلہ کیا کہ خان بہادر اللہ بخش کی نامعقول شرط بھی قبول کر لی جائے صرف اس امید پر کہ وہ آنے پر آمادہ ہوں گے اور مسلم لیگ کے پرچم تلے پوری دل جمعی سے ساتھ کام کریں گے۔ لیکن جب سر عبداللہ ہارون اور دیگر اصحاب نے انہیں آٹھ بجے شام کو ۲۷ اراکین کے اس فیصلے سے مطلع کیا تو باوصف اس کے کہ وہ یہ وعدہ کر چکے تھے کہ اگر ان کی شرط منظور کر لی گئی تو وہ فورا اجلاس میں آ جائیں گے' انہوں نے جواب دیا کہ وہ اس معاملہ پر غور کریں گے اور "کل صبح" ہمیں اس کے بارے میں اطلاع دیں گے۔

اغیار کے ہاتھوں میں کھیلنا

اس اثناء میں' عامتہ الناس اس سے باخبر ہیں' اور اخباری اطلاعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خان بہادر اللہ بخش کانگرس کے ہاتھوں میں تھے اور کانگرس ہائی کمان کی ہدایات کے انتظار میں گھڑیاں گن رہے تھے۔

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان میں اتنا اخلاق بھی نہ تھا کہ وہ آج صبح مجھے اپنا موعودہ جواب بھی دے دیتے' حالانکہ میں نے یہ بیان جاری کرنے سے پہلے سارا دن انتظار کیا۔

عوام کے مفاد کی قربانی

اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ انہیں کانگرس ہائی کمان کی جانب سے یقین دہانی کرا دی گئی جس پر ایک ہی بھوت سوار ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں میں اتحاد قائم کرنے کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا جائے خواہ اس کے لئے نہ صرف ملک کے اہم ترین مفاد کو بلکہ سندھ کو بھی' جہاں عوام کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے مستحکم وزارت ازبس ضروری ہے' قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنے تمام اصولوں' اپنے مفادات' اپنے اعلانات و مواعید اور عامتہ الناس کے مفادات کو بھی قربان کرنے میں مطلق ہچکچاہٹ نہیں ہوتی جن کی خدمت کا وہ اس قدر زور شور کے ساتھ ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے مجھے اس امر پر مسرت ہے کہ ہم نے مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی قائم کر دی ہے اور ہم اہالیان سندھ کی بالعموم اور مسلمانوں کی بالخصوص معاشرتی' اقتصادی' تعلیمی اور سیاسی ترقی کے بارے میں اپنے پروگرام روبہ عمل لائیں گے۔ مجلس قانون ساز میں ہماری پارٹی' قطع نظر اس سے کہ سندھ میں مسلمانوں کی اکثریت ہے' سندھ کے عوام کی ترقی

اور فلاح و بہبود کی خاطر کسی بھی پارٹی یا گروہ سے تعاون کے لئے آمادہ و تیار ہو گی لیکن ہم کسی کی ماتحتی قبول نہیں کریں گے جو خان بہادر اللہ بخش نے اپنے لئے پسند کی ہے۔

۱۱۵۔ مسلم لیگ کے دعوے کے بارے میں بیان

سبھاش چندر بوس کے بیان کے جواب میں کراچی سے جاری کیا گیا

۲۰ اکتوبر ۱۹۳۸ء

ایک سانس میں تو یہ کہنا کہ کانگرس ہندو مسلم مسئلہ پر سمجھوتے کی غرض سے مسلم لیگ کے ساتھ مذاکرات کے لئے تیار اور آمادہ ہے اور دوسرے سانس میں یہ کہنا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت نہیں ہے کس قدر مضحکہ خیز بات ہے؟ تاہم کانگرس کے صدر مسٹر سبھاش چندر بوس نے کانگرس کی جانب سے یہ بڑا بول بولنے کا اختیار حاصل کر لیا ہے کہ کانگرس وہ واحد جماعت ہے جو نہ صرف یہ کہ وعدہ پورا کر سکتی ہے بلکہ ہندوستان کے مسئلہ کے حتمی حل کے ضمن میں برطانوی حکومت کے ساتھ مذاکرات کرنے کی اہل بھی ہے۔

مسٹر بوس نے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ سیاسی تنظیم تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے بڑی فیاضی کے ساتھ اقلیتوں کو اس امر کا یقین دلایا ہے کہ کانگرس تمام اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ اور عادلانہ سلوک کرے گی۔ مسٹر بوس نے واضح طریقے سے دانستہ یا نادانستہ طور پر خود کو اکثریتی فرقے سے وابستہ قرار دیتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے۔ مسٹر بوس نے جو کچھ کہا ہے میں اس پر انہیں مبارکباد دیتا ہوں کیونکہ یہی دیانت اور سچائی کی بات ہے۔

کانگرس مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کرتی اور تنہا کانگرس وعدہ بھی پورا نہیں کر سکتی جب تک وہ اس احمقانہ حکمت عملی پر کاربند رہیں گے ہندوستان آگے نہیں بڑھ سکتا۔

مجالس عاملہ پر چھوڑ دیجئے

جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے اس کی حکمت عملی کا تعین مجلس عاملہ نے کراچی میں کر دیا تھا اور میں اس ضمن میں مسٹر بوس کے ساتھ کسی لفظی جنگ میں ملوث نہیں ہونا چاہتا کیونکہ یہ معاملہ دونوں تنظیموں کی مجالس عاملہ کے سامنے ہے لیکن میں اتنی بات ضرور کہوں گا کہ مسٹر بوس نے کانگرس کی جانب سے جو بات کہی ہے اس سے کسی بھی ذہین شخص پر یہ حماقت آمیز صورت حال ظاہر ہو جائے گی۔

اخباری رپورٹر کی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر جناح نے سر سکندر کے اس انٹرویو کو بالکل غلط قرار دیا جس میں ان سے یہ منسوب کیا گیا تھا کہ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کی جانب سے

مسٹر بوس کو جو جواب بھیجا گیا تھا سر سکندر اس سے کچھ مختلف رائے رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا" لیگ کے کانگرس کے نام جواب مجلس عاملہ نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا اور سر سکندر نے جواب کی تیاری میں بھرپور کردار ادا کیا تھا۔"

مسٹر جناح نے کہا "مجھے اس بات کا اعتبار نہیں کہ سر سکندر نے کراچی سے لاہور کے درمیان سفر کے دوران اپنی رائے تبدیل کر لی ہو' جیسا کہ ان سے منسوب کیا گیا ہے۔"

۱۱۶۔ مسئلہ فلسطین کے بارے میں بیان

بمبئی' ۱۰' نومبر ۱۹۳۸ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اس خیال کا اظہار کیا کہ مسلمانان ہند پختہ طور سے اس جدوجہد کے ساتھ ہیں جو عرب فلسطین میں اپنی آزادی کے لئے چلا رہے ہیں۔ ملک معظم کی حکومت کی جانب سے مسئلہ فلسطین پر حکمت عملی کے اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا:

"میں محسوس کرتا ہوں کہ فلسطین کے عرب قائدین اور ان کی ہمسایہ ریاستیں معاملے سے نمٹنے کے لئے ایک ہندی کے مقابلے میں جو اتنے فاصلہ پر بیٹھا ہے کہیں زیادہ اہل ہوں گی چونکہ وہ نہ صرف پورے طور سے اہل ہیں بلکہ موقع پر ہونے کی وجہ صورت حال کو بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ لہٰذا میں اس مرحلے پر کوئی ٹھوس نوعیت کی تجویز پیش کرنے کی جسارت نہیں کروں گا بلکہ اس امر کو واضح کروں گا کہ مسلمانان ہند پختہ طور سے اس جدوجہد کی حمایت کرتے ہیں جو عرب اپنی آزادی کے لئے چلا رہے ہیں۔ ان [مسلمانان ہند] کے محسوسات اور جذبات بار بار حکومت برطانیہ کو پیش کئے جا چکے ہیں۔

مسلمانوں کی کشیدہ خاطری

گذشتہ ستمبر میں وائسرائے کے ساتھ ایک طویل ملاقات کے دوران میں نے انہیں اور حکومت ہند کو اس معاملہ پر ہند میں جذبات کی شدت سے آگاہ کیا تھا۔ گذشتہ چند ماہ کے دوران ہمارے لئے یہ بے حد مشکل کام تھا کہ ہم نے مسلمانان ہند کو کھلم کھلا بغاوت سے باز رکھا اور روکے رکھا۔ جس طرح سے برطانوی حکومت عربوں سے نمٹی وہ اس کے قومی وقار پر بہت بڑا دھبا ہے۔ میں اعتماد کرتا ہوں کہ انگریز قوم اور ملک معظم کی حکومت اپنی ماضی کی غلطیوں کا پورے طور سے مداوا کر دے گی اس سے قبل کہ بہت تاخیر ہو جائے۔ وہ بے انتہا غیر منصفانہ اعلان بالفور' کی تکمیل کا سہارا لیں گے جو ہرگز نہیں ہونا چاہئے تھا [بالفور] مزید بین الاقوامی صیہونیت کی خوشامد سے

استدلال کے تحت۔

"میری رائے میں برطانیہ عظمیٰ کو عربوں سے عہد شکنی نہیں کرنی چاہئے تھی اور بہت پہلے عربوں کو موعود آزادی دے دینی چاہئے تھے۔ مزید یہ بہت ظالمانہ بات تھی کہ یہودیوں کو' ان کے زیر اثر' بیرونی اقوام کے اشارے پر' کوڑے کرکٹ کی طرح فلسطین میں پھینک دینے کی کوشش کی جائے۔ اور اس طرح خود یہودیوں کیلئے بھی از حد قابل رحم صورت حال پیدا کر دی جائے جو عربوں کی سرزمین پر جائیں اور اپنے نام نہاد قومی وطن کی دلیل کے تحت وہاں قیام پذیر ہو جائیں۔"

"میں عرب قائدین کو ایک انتباہ کر سکتا ہوں کہ اگر وہ مجوزہ گول میز کانفرنس میں شرکت کا فیصلہ کرلیں تو وہ اپنی پسند کے نمائندے بھیجیں جو عربوں کے اعتماد اور احترام کے حامل ہوں اور یہ دیکھیں کہ کانفرنس اس کہانی کا روپ نہ دھارلے جس میں ایک بندر لڑاکا بلیوں کے درمیان انصاف کرتا ہے' (قائداعظیم دستاویزات ایف/۱۰ صفحہ ۲۲ اور اسٹار آف انڈیا' ۱۲' نومبر ۱۹۳۸ء)

۱۱۷۔ کمال اتاترک کے انتقال پر ملال پر تعزیتی بیان

بمبئی ۱۱' نومبر ۱۹۳۸ء

وہ [کمال اتاترک] جدید اسلامی دنیا کے عظیم ترین مسلمان تھے اور مجھے یقین ہے کہ سارا عالم اسلام ان کی رحلت پر گہرے رنج والم کا اظہار کرے گا۔

یہ ناممکن بات ہے کہ ایک اخباری ملاقات کے دوران کوئی بھی جدید ترکی کے بانی اور معمار کی حیثیت سے ان کی نوع خدمات کو کما حقہ سراہ سکے جو باقی ماندہ دنیا اور بالخصوص مشرق بعید کے مسلمانوں کے لئے ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ قابل تعریف طریقے جن کے ذریعے سے انہوں اپنی قوم کو بچایا اور پھر اس کی تعمیر کی' دنیا جہان کی مخالفتوں کے باوصف' اس کی تاریخ عالم میں کوئی اور نظیر نہیں۔

انہیں اس امر پر پورا اطمینان ہو گا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنا مشن پورا کیا اور اپنی قوم اور ملت کو مستحکم' متحد اور ایک قوم کے طور پر چھوڑا۔ ان کی رحلت سے نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ ساری دنیا نے ایک عظیم ترین انسان کو کھو دیا جس نے کبھی اس کرہ ارض پر زندگی بسر کی ہو۔

(قائد اعظم پیپرز فائل ۱۲۴/۷ ۵ اور دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۱۲' نومبر ۱۹۳۸ء)

۱۱۸۔ مولانا شوکت علی کی رحلت پر مرکزی مجلس قانون ساز میں تعزیتی تقریر

نئی دہلی، ۲۸ نومبر ۱۹۳۸ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح : [قائد مسلم لیگ پارٹی] جناب والا، میرا مولانا شوکت علی سے بہت نزدیکی اور قلبی تعلق فطرتاً مجھ پر ذاتی طور سے گہرا اثر چھوڑے گا۔ وہ میرے دوست تھے اور ہم ایک دوسرے کو پچھلے پچیس برس سے جانتے تھے۔ ان کی اچانک اور غیر متوقع موت نے مجھے ایسا صدمہ پہنچایا جس پر قابو پانا ذاتی طور پر میرے لئے بہت مشکل ہے۔ یہ ایک صدمہ ہے مسلمانان ہند کے لئے، اور اگر میں ایسا کہہ سکوں، اور ہند کے لوگوں کے لئے۔ مولانا شوکت علی نے حوصلے اور دیانتداری کے ساتھ کام کیا۔ وہ ایک عظیم مجاہد تھے۔ انہوں نے اپنے افعال کے ذریعہ سے اس امر کا مظاہرہ کیا کہ اپنے فرقے اور ملک کی خدمت کے ضمن میں کوئی قربانی زیادہ عظیم نہیں۔ وہ پیاری شخصیت کے مالک تھے۔ محبت سے لبریز اور کشادہ دل اور کسی کے خلاف کینہ نہیں رکھتے تھے۔ جناب والا! یہ اس امر کا مناسب اظہار ہے کہ کوئی اس طرح کی شخصیت کے بارے میں کیا جذبات رکھتا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں مطلق مبالغہ نہیں کرتا جب میں یہ کہتا ہوں کہ ان کی رحلت سے میں ذاتی طور سے ایک عزیز دوست، ساتھی، جری اور مخلص رفیق کار سے محروم ہو گیا ہے۔ ان کی موت سے آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنی تنظیم کا مضبوط ترین ستون کھو دیا ہوں۔ ان کے انتقال سے ہند ایک عظیم بڑے آدمی اور بڑی سے محروم ہو گیا ہے۔ جناب والا یہ نقصان ناقابل تلافی ہے اور میری خواہش اور دعا ہے کہ اللہ ان کی روح کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ وہ خدمت کی مثال تھے نہ صرف اپنے فرقے کی بلکہ ملک کی بھی جس کی نظیر ملنا دشوار ہو گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان کے خاندان کو ہمارے گہرے رنج و الم اور ان سے ہمدردی کا پیغام پہنچا دیں گے، جو ان سے براہ راست متعلق تھے، اس نقصان پر جو انہوں نے برداشت کیا۔ سارا ہی ملک ان کی موت پر بہت سوگوار ہے۔ (مباحث مجلس قانون ساز ۱۹۳۸ء جلد ہفتم صفحہ ۳۴۵۴)

۱۱۹۔ وفاقی اسکیم کے بارے میں بیان

بمبئی ۲۱، دسمبر ۱۹۳۸ء

"۱۶ دسمبر دارالعوام میں کئے جانے والے بعض سوالات کے جو جواب نائب وزیر ہند نے دیئے اور لندن سے ملک معظم کی حکومت کے رویئے کے بارے میں آج جو خبر موصول ہوئی ہے وہ کسی حد تک مسلمانان ہند کے سنگین خدشات کو زائل کر دے گی۔ جہاں تک کانگرس کے اس اہم

مقصد کا تعلق ہے کہ وہ وفاقی مقننہ میں اپنی اکثریت حاصل کرنے کے لئے ہندی ریاستوں میں گڑ بڑ کرائے تاکہ وہ ملک معظم کی حکومت پر یہ دباؤ ڈال سکے کہ وہ والیان ریاست کو مجبور کرے کہ وہ اپنی اپنی ریاستوں میں ایک انتخابی نظام قائم کریں ---- ناکام ہو گیا ہے۔" یہ بات مسٹر محمد علی جناح نے ایسوسی ایٹیڈ پریس کو ایک بیان دیتے ہوئے کہی۔

مسٹر جناح نے مزید کہا کہ جہاں تک وائسرائے ہند کی ہند سے اس اپیل کا تعلق ہے کہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء میں مذکور وفاقی اسکیم کی بھی آزمائش کر لی جائے مجھے اس بنا پر پریشانی لاحق ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی اپیل کا آغاز صوبائی دستور کی ابتک کامیابی پر اس پرجوش اطمینان سے کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو گزشتہ اٹھارہ ماہ کا تجربہ ہے وہ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ ان کے خواب مکمل طور سے بکھر چکے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ہزایکسی لینسی اس حقیقت سے آگاہ ہوں گے کہ کانگرس کی صوبائی حکومتیں جمہوری پارلیمانی نظام حکومت کے خطوط پر کام نہیں کر رہی ہیں بلکہ وہ فاشی اور آمرانہ حکومت کے طور سے کام کرتی ہیں جبکہ برطانوی فوج اور پولیس ان کی حمایت پر ہے۔ اور جہاں تک بالخصوص مسلمانوں کا تعلق ہے ان صوبوں کے بہت سے حصوں میں ان کے ساتھ بے رحمی کا سلوک روا رکھا گیا اور ان کو کچل دینے کی کوششیں کی گئیں جبکہ گورنر اپنے خصوصی اختیارات باوصف تحفظ دینے میں ناکام رہے۔

بے ثمر شجر ناشپاتی

یہ شجر ناشپاتی جو ثمر آور نہ ہو سکا صوبوں میں مرجھا ہے۔ اب ہزایکسی لینسی چاہتے ہیں کہ ہم اس پودے کو دہلی میں جمنا کے ریتیلے کنارے اگا دیں صرف اس واحد دلیل کے تحت کہ ہند کا اتحاد پورے برصغیر میں اس بے حد غیر مصنوعی اور غیر فطری اسکیم کے ذریعے ہی قائم رہ سکتا ہے۔ کیا یہی طریقہ ہے ہند کی سیاسی اور اقتصادی ہم آہنگی کے حصول کا؟ جو وائسرائے کی رائے میں ترجیحات کو بے وزن کر دیتا ہے اس سے قطع نظر کہ وفاقی اسکیم میں بنیادی نقائص اور خامیاں موجود ہیں!

"میری رائے میں برطانوی حکومت کے اس اسکیم کو ہند پر مسلط کرنے سے جملہ متعلقہ لوگوں کے لئے اس سے زیادہ تباہ کن نتائج و عواقب برآمد ہوں گے جتنے بدنصیب معاہدہ و رسیلز سے برآمد نہ ہوئے ہوں گے جس کے نتیجے میں مصنوعی طریقوں سے نام نہاد جمہوری پارلیمانی طرز حکومت کے تحت ایک نیا ملک چیکو سلاواکیہ منصہ شہود پر ابھرا اور جس نے "کیلتا" معاندانہ بیرونی عناصر اور لوگوں کے طبقوں اور نسلوں کو گھسیٹ لیا۔

شاید ہزایکسی لینسی کی ہند سے غیر حاضری بھی اس کی کسی حد تک ذمہ دار ہو۔ اگر انہیں اس

کا علم نہیں' کہ فرقہ وارانہ تصفیے کی تمام امیدیں کانگری فاشیت کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوئے ہیں جو اس مکتوب سے ظاہر ہے جو صدر کانگرس نے مجھے بھیجا اور چند روز پیشتر اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ جب تک کانگرس کے ارباب حل و عقد' یہ انتہائی لچر دعویٰ کرتے رہیں گے کہ صرف وہ ہی ہند کے لوگوں کی طرف سے بولنے اور معاملہ کرنے کے مجاز ہیں ہندو۔ مسلم تصفیہ نہیں ہو سکتا۔ آل انڈیا مسلم لیگ مسلمانان ہند کی بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے اور ہم ہر ایسی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں جو اس اہم اصول کو برقرار رکھنے کی خاطر کسی بھی قربانی کی قیمت پر پیدا ہو۔

"جیسا کہ نواب اسماعیل خان کی مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ مبینہ ملاقات کے بارے میں بہت سی تحقیقات ہو چکی ہیں اور اس ضمن میں اخباری اطلاعات سے کافی غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ نہ تو مسلم لیگ مجلس عاملہ کی جانب سے ان کے پاس ایسا کوئی اختیار تھا اور نہ ہی مجھے اس کا کوئی علم تھا۔ میں کسی مسلم لیگی کے مولانا ابوالکلام آزاد کے پاس جانے کی زبردست مذمت کرتا ہوں کہ اس طرح ان کا یہ ادعا بلاواسطہ بلاواسطہ طور سے تسلیم ہوتا ہے کہ کانگرس کے ارباب حل و عقد' میں مسلمانوں قلمدان ان کے پاس ہے۔(اے۔ پی)

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۳' دسمبر ۱۹۳۸ء)

۱۲۰۔ مسلم لیگ' سالانہ اجلاس پٹنہ

یہ خطبہ صدارت قائداعظم نے فی البدیہہ ارشاد فرمایا تھا

۲۶ تا ۲۹ دسمبر ۱۹۳۸ء

میں اس اعزاز کے لئے جس سے اہالیان پٹنہ اور بہار نے مجھے نوازا ہے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ امر میرے لئے بڑے اطمینان کا باعث ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں لوگ بہار کے اطراف و جوانب' اور ہندوستان کے طول و عرض سے اس اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ ان لوگوں نے جو زحمت اٹھائی ہے اس کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ میں ان لوگوں کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اس اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے اتنی زبردست محنت کی ہے اور جنہوں نے یہ حیرت انگیز پنڈال تعمیر کیا ہے اور یہ عظیم بالشان انتظامات کئے ہیں۔

اس سے قبل کہ میں ان مسائل سے نمٹوں جن پر ہماری توجہ مرکوز ہے مجھے سب کی طرف سے مولانا شوکت علی کی رحلت پر اپنے گہرے رنج و الم کا اظہار کرنا چاہئے۔ مولانا شوکت علی ایک عظیم انسان تھے۔ وہ ایک ایسے انسان تھے جو اس مقصد کے لئے جس پر انہیں یقین ہو کوئی بھی

بلکہ ہر قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار اور آمادہ رہتا ہے۔ وہ میرے رفیق کار اور ذاتی دوست تھے۔ انہوں نے اپنے لئے جو راہ پسند کی کبھی اس سے انچ بھر بھی ادھر یا ادھر نہیں ہوئے اور آخر دم تک بے تکان جذبے کے ساتھ مسلم لیگ کے مقصد کی خدمت کرتے رہے۔

ایک اور عظیم شخصیت، ایک عالمی شخصیت، جس نے انتقال کیا، وہ مصطفیٰ کمال اتاترک تھے۔ ان کی موت سے عالم اسلام کو شدید دھچکہ لگا ہے۔ وہ اسلامی مشرق میں اہم ترین شخصیت کے مالک تھے۔ ایران اور افغانستان میں، مصر میں اور بلاشبہ ترکی میں انہوں نے اس امر کا مظاہرہ کیا جو باقی ماندہ دنیا کے لیے وجہ پریشانی بن گیا ہے کہ مسلمان قومیں اپنے اصل روپ میں جلوہ گر ہو رہی ہیں۔ کمال اتاترک کی وفات سے عالم اسلام ایک عظیم ہیرو سے محروم ہو گیا ہے۔ روحانی فیض کے اکتساب کی غرض سے اس عظیم شخصیت کی مثال سامنے رکھتے ہوئے بھی کیا اسلامیان ہند بدستور دلدل میں پھنسے رہیں گے (آوازیں نہیں نہیں)

ڈاکٹر سر محمد اقبال کے انتقال پر مسلم لیگ پہلے ہی اظہار افسوس کر چکی ہے۔ ان کی رحلت بھی اسلامیان ہند کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ وہ بھی میرے ذاتی دوست تھے اور دنیا کی نفیس ترین شاعری کے خالق تھے۔ جب تک کہ اسلام زندہ رہے گا وہ بھی زندہ رہیں گے۔ ان کی عظیم شاعری اسلامیان ہند کی آرزوؤں اور امنگوں کی بالکل صحیح عکاسی کرتی ہے۔ ہم اور ہمارے بعد آنے والی نسلیں ان سے روحانی فیض حاصل کرتے رہیں گے۔

کانگرس کا جھوٹ

خواتین و حضرات! اب میں مسلم لیگ کی صورت حال کے بارے میں گفتگو کروں گا۔ صرف تین برس قبل ہم نے بمبئی میں آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور اس کا پروگرام وضع کیا تھا۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ مسلمانوں کا روشن خیال طبقہ جو اس جہت میں پیش پیش تھا جسے سیاسی زندگی کہا جاتا ہے، ان میں سے بیشتر—— میں سب نہیں کہتا، فکر معاش کے چکر میں تھے۔ وہ اپنی سہولت کے مطابق اپنا مقام تلاش کر لیتے۔ یہ مقام یا تو نوکر شاہی کا کیمپ ہوتا یا دوسرا کیمپ یعنی کانگرس کیمپ۔ جنہوں نے یہ سوچا کہ وہ نوکر شاہی کے کیمپ میں شامل ہو کر اپنے حالات بہتر بنا سکتے ہیں وہ اس میں داخل ہو گئے۔ دوسروں نے خیال کیا کہ انہیں کانگرس کیمپ میں اختیار اور طاقت حاصل ہو جائے گی وہ ادھر چلے گئے۔ ان کا مطمع نظر یہ تھا کہ وہ اپنے لئے بہترین معاش کس طرح حاصل کر سکتے ہیں؟ جہاں تک عوام کا اور میرے عزیز دوستوں مسلمان نوجوانوں کا تعلق ہے ان سب کی نظریں کانگرس کے جھوٹ نے خیرہ کر رکھی تھیں۔ نوجوان نعرے بازی پر اعتبار کر لیتا ہے۔ کانگرس نے ان کے لئے جو دام ہم [illegible] زمین پھیلایا تھا وہ اس کے اسیر

ہو چکے تھے- وہ اس غلطی میں آ گئے تھے کہ کانگرس مادر وطن کی آزادی کی خاطر لڑ رہی ہے-
چونکہ وہ خود دیانتدار تھے اس لئے وہ یہ یقین نہیں کر سکے کہ اور لوگ غیر دیانتدار بھی ہو سکتے ہیں- انہیں یہ باور کرا دیا گیا کہ دراصل مسئلہ تو اقتصادی ہے اور یہ کہ وہ مزدوروں اور کسانوں کے دال بھات کے لئے لڑ رہے ہیں- ان کے خالص اور سادہ ذہن آسانی سے کانگرس کے دجل و فریب کا شکار ہو گئے- جب ہم لوگوں نے جو کانگرس کے اصل کھیل کو سمجھ گئے تھے' اور جو کانگرسی رہنماؤں کی چالوں کا اصل مطلب سمجھتے تھے' انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ انہیں گمراہ کیا جا رہا ہے تو ہمیں رجعت پسند' فرقہ پرست اور نہ جانے اور کیا کیا کچھ کہا گیا-

۱۹۳۶ء میں یہ صورت حال تھی- مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ اب حالات بدل گئے ہیں- ایک بات بغیر کسی شک و شبہ کے بالکل واضح کی جا چکی ہے کہ کانگرس ہائی کمان مسلمانوں کو محض کانگرس کا نوکر بنا دینا چاہتی ہے- انہیں کانگرسی رہنماؤں کا اردلی بنا دینا چاہتی ہے کانگرس اپنا مطلب نکل جانے کے بعد انہیں استعمال کرنا' ان پر حکمرانی کرنا اور اپنے جوتے تلے دبا کر رکھنا چاہتی ہے- کانگرسی رہنما چاہتے ہیں کہ مسلمان غیر مشروط طور پر ہندو راج کے سامنے سپرانداز ہو جائیں یہ کھیل پوری طرح سے آشکار ہو گیا ہے- ہمارے پاس اس کے وافر ثبوت موجود ہیں- ان میں سے کچھ ثبوت صدر مجلس استقبالیہ نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں پیش کر دیئے ہیں- میں انہیں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے نہایت واشگاف انداز میں اس ملک کی صحیح صورت حال پیش کی اور ساتھ ہی کانگرس کے عزائم اور مقاصد کی نشاندہی کر دی-

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اب کانگرس نے فاشیت کے عین شاہی طریقے کے مطابق ہندو مسلم سمجھوتے کی ہر امید کو موت کی نیند سلا دیا ہے- کانگرس اسلامیان ہند کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہتی- جیسا کہ صدر مجلس استقبالیہ نے اپنے خطبے میں کہا کہ کانگرس چاہتی ہے مسلمان سمجھوتے کو اکثریت کی جانب سے ایک تحفہ سمجھ کر قبول کریں- کانگرس ہائی کمان یہ ناقابل فہم دعویٰ کر رہی ہے کہ انہیں پورے ہند کی طرف سے بات کرنے کا اختیار ہے- اور یہ کہ وہ تنہا ایفائے عہد کی اہلیت کے مالک ہیں- دوسروں سے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جلیل القدر فرمانروا کی جانب سے تحفہ قبول کریں- کانگرس ہائی کمان نے اعلان فرمایا کہ وہ مسلمانوں کی شکایات دور کر دیں گے اور وہ یہ توقع کرتے ہیں کہ مسلمان اس اعلان کو قبول کر لیں گے- میں جملہ متعلقہ لوگوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم مسلمانوں کو تحائف کی ضرورت نہیں- اسلامیان ہند نے یہ عزم کر لیا ہے کہ ہم اپنے پورے حقوق لے کر رہیں گے- لیکن ہم انہیں حقوق کی شکل میں لیں گے تحفوں اور مراعات کی صورت میں نہیں-

جیسا کہ میں اس سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ اس ملک میں چار قوتیں سرگرم عمل ہیں اول : برطانوی حکومت' دوم : ہندی ریاستوں کے فرمانروا اور ان کے عوام' سوم : ہندو ہیں' چہارم : مسلمان ہیں۔ کانگرسی اخبارات جتنا چاہیں شور مچائیں' وہ اپنے صبح کے' سہ پہر کے' شام کے اور رات کے ایڈیشن نکالیں۔ کانگرسی رہنما جتنا چاہیں چیخیں چلائیں کہ کانگرس ایک قومی تنظیم ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ سچ نہیں ہے۔ کانگرس ایک ہندو تنظیم کے سوا کچھ نہیں۔ یہی سچائی ہے اور کانگرسی رہنماؤں کو اس کا علم ہے۔ چند مسلمانوں کی موجودگی' چند گمراہ اور بھٹکے ہوئے اور چند بدنیت لوگ اسے ایک قومی تنظیم نہ بناتے ہیں نہ بنا سکتے ہیں۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی شخص بھی اس بات سے انکار کرے کہ کانگرس زیادہ تر ایک ہندو تنظیم ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا کانگرس مسلمانوں کی نیابت کرتی ہے؟ (آوازیں : نہیں نہیں)

میں پوچھتا ہوں کہ کیا کانگرس عیسائیوں کی نمائندگی کرتی ہے؟ (آوازیں : نہیں نہیں) میں پوچھتا ہوں کہ کیا کانگرس پست اقوام کی ترجمانی کرتی ہے؟ (آوازیں : نہیں نہیں) کانگرس' بلاشبہ ملک کی ایک سب سے بڑی جماعت ہے۔ لیکن یہ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کانگرس اپنے لئے جو چاہے لقب اختیار کر لے' کانگرس ہائی کمان قوت کے نشہ میں' ان لوگوں کی طرح جو شراب پی کر بدمست ہو جائیں' جو چاہے دعوے کر لے لیکن اس طرح کے دعوؤں کی وجہ سے کانگرس کی اصل ہیئت تبدیل نہیں ہو سکتی۔ یہ جو ہے سو رہے گی—— بیشتر ایک ہندو تنظیم۔

کانگرس اور اقلیتیں

اس طرح کے دعوؤں سے کچھ لوگوں کو وہ کچھ عرصے کے لئے فریب دے سکتے ہیں لیکن سب لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فریب میں مبتلا نہیں کر سکتے اور یقیناً مسلمانوں کو تو مزید دھوکہ نہیں دے سکتے۔ مجھے تو یقین ہے—— میں سمجھتا ہوں اب آپ کو بھی یقین ہو گیا ہو گا' اور وہ بہت سے لوگ جنہیں اب تک یقین نہیں آیا انہیں بھی بہت جلد یقین آ جائے گا اور انہیں جو دیانتداری کے ساتھ اس وقت غلطی کا شکار ہیں یقین ہو جائے گا۔ ان کو نہیں جو بددیانتی کے ساتھ اپنی رائے پر قائم ہیں کہ کانگرس ایک قومی تنظیم ہے۔ یہ ہمارے ملک کی بدنصیبی ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک المیہ ہے کہ کانگرس ہائی کمان نے یہ تہیہ کر رکھا ہے' پورا عزم کر رکھا ہے کہ وہ اس ملک میں دیگر تمام اقلیتوں اور تہذیبوں کو کچل کر رکھ دے اور ہندو راج قائم کرے۔ وہ بات تو سوراج کی کرتے ہیں لیکن ان کا مطلب صرف ہندو راج ہوتا ہے۔ لیکن بلبلے میں ذرا جلدی ہی سوراخ ہو گیا۔ نئے دستور کے تحت حاصل ہونے والے اقتدار کے نشہ میں بدمست' ٦ یا ٧ صوبوں میں اکثریت مل جانے سے کانگرس کا پردہ ذرا جلدی ہی چاک ہو گیا۔ جب اسے اقتدار حاصل ہوا

تو کانگرس نے کیا کیا؟ قوم پرستی کے ڈھونگ کے باوصف اس نے سیدھا بندے ماترم سے آغاز کر دیا۔ یہ مسلمہ بات ہے کہ بندے ماترم قومی ترانہ نہیں ہے۔ لیکن اسے اسی حیثیت سے گایا جاتا ہے اور دوسروں پر ٹھونسا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف ان کے اپنے اجتماعات میں گایا جاتا ہے بلکہ گورنمنٹ اور میونسپل اسکولوں کے مسلمان بچوں کو بھی اسے گانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ مسلمان بچوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ بندے ماترم کو قومی گیت تسلیم کریں' کوئی مضائقہ نہیں کہ ان کے مذہبی عقائد انہیں ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ یہ ایک بت پرستانہ اور مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز نغمہ ہے۔

کانگرس کے پرچم کے معاملے کو ہی لے لیجئے۔ مسلمہ طور پر یہ ہند کا قومی پرچم نہیں ہے۔ تاہم ہر شخص کو اس پرچم کا احترام کرنا ہو گا اور ہر سرکاری اور عوامی عمارت پر اس کو لہرایا جائے گا۔ اگر مسلمان اعتراض کرتے ہیں تو کوئی بات نہیں' کانگرسی پرچم کی ہند کے قومی پرچم کی حیثیت سے نمائش ہونی چاہئے اور مسلمانوں پر مسلط کیا جانا چاہئے۔

پھر ہندی — ہندوستانی کے معاملے کو لے لیجئے۔ اس موضوع پر صدر مجلس استقبالیہ جو کچھ کہہ چکے ہیں مجھے اس میں اضافے کی ضرورت نہیں۔ کیا کسی شخص کے ذہن میں اب بھی کوئی شبہ ہے کہ ہندی — ہندوستانی کی پوری اسکیم کا مقصد اردو کا گلا گھونٹنا اور اسے دبانا ہے؟ (آوازیں : بے شک)

اس کے بعد وردھا کی تعلیمی اسکیم کو لے لیجئے۔ جب یہ اسکیم تیار کی جا رہی تھی تو کیا مسلمانوں کو اس ضمن میں اعتماد میں لیا گیا تھا۔ مسلمانوں کو پس پشت رکھ کر پوری اسکیم تیار کی گئی اور اس کی جملہ تفصیلات طے کی گئیں۔ اس کے پیچھے کون ذہین و فطین شخصیت ہے؟ مسٹر گاندھی! مجھے یہ کہنے میں کوئی پس و پیش نہیں کہ یہ مسٹر گاندھی ہی ہیں جو اس نصب العین کو تباہ کر رہے ہیں جس سے کانگرس نے آغاز کیا تھا۔ وہ واحد شخص ہیں جو کانگرس کو ہندو مت کے احیاء کے لئے ایک آلہ کار میں تبدیل کر دینے کے ذمہ دار ہیں۔ ان کا منتہائے مقصود ہندو مت کا احیاء اور اس ملک میں ہندو راج قائم کرنا ہے۔ اور وہ اس مقصد کو آگے بڑھانے کی خاطر کانگرس کو استعمال کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کی زندگی میں مداخلت

اس نوع کی تعلیمی اسکیم پر مسلمانوں میں جو ردعمل ہو سکتا تھا وہی سارے ملک میں ہوا۔ آپ نے پیرپور رپورٹ دیکھ لی ہے اور اس دستاویز میں جو کچھ مذکور ہے میں اس میں اضافے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اس صورت حال کا ماحصل صرف ایک جملے میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

آج ہندو ذہنیت اور نقطۂ نظر کو احتیاط کے ساتھ پروان چڑھایا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی روزمرہ زندگی میں ہندو فلسفے کو قبول کر لیں۔ کیا مسلمانوں نے اس طرح کا کوئی کام کسی بھی جگہ کیا ہے؟ کیا انہوں نے کسی بھی جگہ ہندوؤں پر مسلمانوں کی ثقافت مسلط کرنے کی کوشش کی ہے؟ اس کے باوجود جب کبھی بھی انہوں نے اپنے اوپر ہندو تہذیب مسلط کرنے کی کوشش کے خلاف ہلکی سی صدائے احتجاج بلند کی ہے ان کو فرقہ پرست قرار دیا گیا اور انہیں نقص امن کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا اور ان کے خلاف کانگرس حکومتوں کی متشدد مشنری کو متحرک کر دیا گیا۔ بہار میں جو واقعات ہوئے انہیں کو لے لیجئے۔ کانگرس حکومت کے تحت کس کی ثقافت کو دبایا گیا؟ مسلمانوں کی! کس کے خلاف ظالمانہ اقدام کئے گئے' امتناعی احکام جاری کئے گئے اور کن کی گرفتاریاں کی گئیں؟ مسلمانوں کی! مجھے ایک مثال دے دیجئے—— میں معلوم کرنے کے لئے اور اپنی اصلاح کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ایک مثال جہاں مسلم لیگ نے یا کسی مسلمان فرد نے گذشتہ اٹھارہ ماہ کے دوران اپنی تہذیب ہندوؤں پر ٹھونسنے کی کوشش کی ہو (آوازیں : کہیں نہیں)

مسلمان جاگ گئے ہیں

میں اس معاملہ پر مزید گفتگو کرنی نہیں چاہتا جہاں تک کانگرس کا تعلق ہے میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ دیا۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے یہ بات آل انڈیا مسلم لیگ کے لئے وجہ مبارکباد ہے کہ وہ مسلمانوں میں قابل قدر قومی شعور بیدار کرنے میں کامیاب رہی۔ مسلمان' جیسا کہ میں اس سے قبل کہہ چکا ہوں' ان لوگوں کی مانند تھے جو اپنا اخلاقی' ثقافتی اور سیاسی شعور گم کر چکے ہوں۔ ابھی تک آپ اخلاقی' ثقافتی اور سیاسی شعور کے حصول کی حدوں کو چھو بھی نہیں پائے۔ ابھی آپ صرف اس منزل پر پہنچے ہیں جہاں بیداری آئی ہے آپ کے سیاسی شعور کو صرف جھنجھوڑا گیا ہے۔

آج آپ دیکھتے ہیں—— قطع نظر اس امر کے کہ کانگرس کے دعوے درست ہیں یا غلط ہیں —— آج آپ دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں نے بڑی حد تک وہ لازمی خصوصیت حاصل کر لی ہے یعنی اخلاقی' تہذیبی اور سیاسی شعور اور یہ ہندوؤں کا قومی شعور بن گیا ہے۔ یہ وہ قوت ہے جو میں چاہتا ہوں کہ مسلمان بھی حاصل کر لیں۔ جب آپ وہ حاصل کر لیں گے' تو باور کیجئے' مجھے اس ضمن میں مطلق شبہ نہیں کہ آپ جو چاہیں گے پا لیں گے۔ بندوں کو گننا ایک بہت اچھی بات ہو سکتی ہے لیکن یہ بات قوموں کے مقدر کا حتمی فیصلہ تو نہیں کر سکتی۔ ابھی آپ کو قومی شخصیت اور قومی انفرادی وجود کو پروان چڑھانا ہے۔ یہ بہت بڑا کام ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے آپ ابھی اس کے کناروں تک پہنچے ہیں۔ لیکن مجھے اپنی کامیابی کی بڑی امیدیں ہیں۔ اب تک جو

واقعات رونما ہوئے ہیں وہ معجزے سے کم نہیں- میرے تو کبھی خواب میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ ہم اتنا زبردست مظاہرہ کر سکتے ہیں جو آج ہم دیکھ رہے ہیں- لیکن پھر بھی ہم صرف معاملے کے کناروں تک پہنچے ہیں-

فلسطین کا مسئلہ

جن مسائل سے ہمیں فوری طور پر نمٹنا ہے اور جو مضامین کمیٹی کے سامنے آ سکتے ہیں مسئلہ فلسطین ان میں شامل ہے- مجھے علم ہے کہ فلسطین کے مسئلہ پر مسلمانوں کے جذبات کس قدر برا گیختہ ہیں- مجھے معلوم ہے کہ اگر عربوں کو' جو اپنی قومی آزادی کی جنگ میں مصروف ہیں' امداد کی ضرورت پیش آئی تو مسلمان کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے- آپ جانتے ہیں کہ عربوں کے ساتھ شرمناک سلوک روا رکھا گیا ہے- جو لوگ اپنے ملک کی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں انہیں دہشت گردوں کا نام دیا گیا ہے اور ان پر ہر طرح کا تشدد کیا جا رہا ہے- اپنے وطن کا دفاع کرنے والوں کو سنگین کی نوک اور مارشل لاء کی مدد سے دبایا جا رہا ہے- لیکن کوئی قوم' کوئی لوگ جو قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتے ہیں اس وقت تک کوئی عظیم شے حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اس کے لئے عظیم قربانیاں پیش نہیں کرتے' جو آج کل فلسطین کے عرب پیش کر رہے ہیں- ہماری تمام تر ہمدردیاں ان بہادر شہیدوں کے ساتھ ہیں جو غاصبوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں- ان لوگوں کے ساتھ زبردست ناانصافیاں کی جا رہی ہیں جو برطانوی سامراج بین الاقوامی صیہونیت کو خوش کرنے کے لئے بدنیتی کے ساتھ روا رکھے ہوئے ہے-

ہندوستانی ریاستیں اور کانگرس

ایک اور سوال جو زیر غور آئے گا وہ' وہ صورت حال ہے جو ہندی ریاستوں میں رونما ہو رہی ہے- آپ نے اس موضوع پر صدر مجلس استقبالیہ کی گفتگو سنی- میں اس سلسلے میں صرف ایک بات کا اضافہ کروں گا- جیسا کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں ہماری پوری ہمدردی ریاستوں کے عوام کی امنگوں کے ساتھ ہے- تاہم مجھے یقین ہے' جیسا کہ مجھے کانگرس کے اصل مقاصد کے بارے میں یقین ہے کہ ریاستوں کے عوام کے مفاد کی علمبرداری کے محرکات اس سے بہت بعید ہیں' جو وہ ظاہر کرتے ہیں- میں صرف ایک سوال کرنا چاہوں گا کہ ریاستوں میں یہ شورش کیوں برپا کی جا رہی ہے؟ ریاست حیدر آباد میں آریہ سماج اور ہندو مہاسبھا کے نام سے یہ سب قوتیں کیوں بے نیام کی جا رہی ہیں؟ میں کانگرس سے پوچھتا ہوں کہ وہ کشمیر میں کیا کر رہی ہے؟ آریہ سماجی' ہندو مہاسبھا اور کانگرسی قوم پرست' اخبارات اور کانگرس کے تابع فرمان اخبارات ریاست کشمیر کے معاملات میں خاموش کیوں ہیں؟ کیا اس کا سبب یہ ہے کہ کشمیر ہندو ریاست ہے؟ کیا اس

کی وجہ یہ ہے کہ ریاست کشمیر کی آبادی کی عظیم اکثریت مسلمان ہے؟ ہندی ریاستوں کے عوام سے کانگرس کی غم خواری کے اصل مطلب کے بارے میں مجھے مطلق کوئی شبہ نہیں۔ مسٹر سوبھاش چندر بوس نے اپنی ایک تقریر میں کہا ہے کہ کانگرس ہندی ریاستوں کے عوام کے ساتھ اتحاد قائم کرنا چاہتی ہے۔ کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ کیا وہ صرف ان لوگوں کے ساتھ اتحاد قائم کرنا چاہتے ہیں جو ہندو ہیں' یا مسلمانوں کے ساتھ بھی؟ مسلم لیگ کے موجودہ دستور کے مطابق لیگ ہندوستانی ریاستوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتی۔ لیکن میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر کانگرس مسلمان ریاستوں مثلاً حیدر آباد میں بدنیتی پر مبنی اپنی مہم چلاتی رہی جیسا کہ بلاشبہ اس وقت اس کی مہم ظاہر کرتی ہے تو مسلم لیگ کو ریاستی معاملات میں مداخلت کے سوال پر ازسرنو غور کرنا ہو گا۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو ہندو ریاستوں میں ظالموں اور ان کے استحصال کی خواہش کرنے والوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتے۔

وفاق کے بارے میں کانگرس کا ڈھونگ

اگلا سوال جس پر آپ کو غور کرنا ہے وہ وفاق ہے۔ آپ کانگرس کو یہ کہتے رہنے دیجئے کہ وہ وفاق کو کبھی قبول نہیں کریں گے لیکن مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیجئے کہ میں کانگرس کے اعلانات کا مطلق اعتبار نہیں کرتا۔ کانگرس اس ضمن میں بھی قلابازی کھائے گی جس طرح اس نے دستور کے صوبائی جزو کے سلسلہ میں قلابازی کھائی۔ پچھلے دنوں مسٹر سبھاش چندربوس کے اس اعلان کا بہت زور شور تھا کہ اکا دکا کانگرسی ادھر ادھر خواہ کچھ بھی کیوں نہ کہیں' کانگرس نے من حیث المجموع وفاق کو مکمل طور پر مسترد کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ میں اس طرح کے اعلانات کا یقین نہیں کرتا۔ میں ایک اور کانگرسی رہنما سے واقف ہوں' جنہوں نے کہا کہ کچھ نظرثانی اور ترمیم و تنسیخ سے وہ مطمئن ہو جائیں گے اور اگر انتخاب کا اصول تسلیم کر لیا جائے تو اس سے کانگرس کو تسکین ہو جائے گی۔ پھر ایک اور رہنما نے اعلان کیا کہ اگر وفاقی اسکیم کو اس طور پر بدل دیا جائے کہ جس سے آزادی کا شائبہ نظر آنے لگے تو شاید کانگرس اسے چلا سکے اور اس طرح ناپسندیدہ اور ناقابل عمل وفاقی دستور کو شاید پسندیدہ اور قابل عمل بنایا جا سکے۔ میں کہتا ہوں کہ کانگرسی رہنماؤں کی اس چال کا مقصد مسلمانوں کو ایک بار پھر دھوکہ دینا ہے۔ تاہم میں ان رہنماؤں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو مزید فریب نہیں دے سکتے۔ اب مسلمان وہ نہیں ہیں جو تین برس پہلے تھے۔ کانگرس کا سارا کھیل یہ ہے اور یہ رہا ہے کہ وہ اس ملعون' سخت قابل اعتراض اور ناقص دستور میں واضح اکثریت حاصل کریں جس سے وہ لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں۔ اگر انہیں اکثریت حاصل ہو جائے تو وہ بہ ہزار مسرت وفاق کو قبول کر لیں گے اور پھر وہ مسلم

ثقافت اور تنظیم کو تباہ کرنے اور کانگرس کی فاشسٹ طرز پر واحد مطلق العنان تنظیم کے طور پر تعمیر کرنے کے لئے اپنی مذموم ترکیب کو روبہ عمل لے آئیں گے اور پھر وہ ہندوستان میں ہندو راج کے قیام کے مقصد کو حاصل کر سکیں گے۔

کانگرسی سازشیں

کانگرسی رہنماؤں کو اس بات کا علم ہے کہ ان کا ہدف کیا ہے۔ انہیں سات صوبوں میں اکثریت حاصل ہے اور وہاں کانگرس کی حکومتیں قائم ہیں۔ صرف چار صوبے باقی رہ گئے ہیں۔ کانگرسی رہنماؤں کی حریص نظریں ان صوبوں پر لگی ہوئی ہیں۔ وقتاً" فوقتاً" وہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ ان صوبوں میں غیر کانگرسی حکومتیں متزلزل ہیں' اپنی اکثریتوں کے باوصف متزلزل ہیں' اور آخری دموں پر ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں۔ کانگرسی رہنما یہ سمجھتے ہیں کہ ان صوبوں میں وزارتیں بہت زیادہ مستحکم نہیں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان صوبوں میں جہاں بھی ان سے ہو سکے کانگرسی وزارت قائم کر دی جائے۔ میری شمال مغربی سرحدی صوبے کے بعض دوستوں سے بات ہوئی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس صوبے میں ہمارے ہم مذہبوں--- بھولے بھالے پٹھانوں--- کو بتایا گیا ہے کہ کانگرس عوام کی بھلائی چاہتی ہے۔ مسلم لیگ سامراج کی حامی ہے اور سامراج کی ایک دوست ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مسلم لیگ پر سامراج کی دوستی کے الزام سے بڑا جھوٹ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیا میں نے کبھی بھی مجلس قانون ساز کے اندر اور مجلس قانون ساز کے باہر کسی ایک موقع پر سامراج کی حمایت کی ہے۔ مجھے سامراج کا ساتھی ثابت کرنے کا تو ذکر ہی کیا؟ (آوازیں : نہیں نہیں)

مجھے یقین ہے کہ اگر کبھی مسلمانوں میں چند لوگ ایسے تھے جنہوں نے ماضی میں یہ سوچا کہ برطانوی سامراج کے ساتھ دوستی کے ذریعہ ان کی مقصد براری ہو سکتی ہے تو اب تو ان کی بھی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مسلم لیگ کسی کی بھی دوست نہیں ہو گی' لیکن اگر مسلمانوں کے مفاد میں ضرورت پیش آ جائے تو وہ شیطان سے بھی دوستی کر لے گی! (ایسا محسوس ہو تا تھا کہ اس مرحلہ پر مکمل سکوت نے پورے پنڈال کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے)

مسٹر جناح نے ایک لمحے کے لئے توقف کیا اور پھر سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا :

یہ بات نہیں ہے کہ ہمیں سامراجیت سے انس ہے۔ لیکن سیاست میں بھی کھیل ایسے ہی کھیلنا پڑتا ہے جیسے کہ شطرنج کی بساط پر کھیلا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں اور مسلم لیگ کا صرف ایک دوست ہے اور وہ ہے مسلم قوم' اور مدد کے لئے بھی وہ ایک اور صرف ایک ہی کی طرف دیکھتے ہیں اور وہ ہے اللہ (نعرہ ہائے تحسین)

وفاق کے ضمن میں کانگرس کا کھیل بڑا شاطرانہ ہے۔ اگر کانگرس وفاقی مشین پر قابو پا سکتی ہے تو پھر وفاقی حکومت کی بالواسطہ یا بلاواسطہ قوت کے ذریعے سے کانگرس بنگال میں عزت مآب مسٹر فضل الحق، پنجاب میں عزت مآب سر سکندر حیات خان کی حکومتوں کو بے مایہ بنا سکتی ہے؛ پس اخیر میں کانگرس کے پاس سات صوبے ہوں گے جہاں وہ عطیہ خداوندی کے طور پر عظیم عددی اکثریت سے بہرہ ور ہو گی۔ دیگر چار صوبے جہاں مسلمان غالب ہیں کانگرس ہائی کمان کی جاگیریں بن جائیں گے۔

اگر میرا اندازہ درست ہے تو یہ کانگرس کا منتہائے مقصود ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ کانگرس کی وفاق کی مخالفت دیانتداری پر مبنی نہیں ہے۔ کیا اس کے لئے میں مورد الزام ہوں؟ کیا میں غلط ہوں؟ (آوازیں : نہیں۔ نہیں)

خواتین و حضرات ! اب فیصلہ کرنا آپ کا اور صرف آپ کا کام ہے۔ تمام تر ذمہ داری بھی آپ کی ہی ہو گی۔ آپ زندگی اور موت کی کشمکش سے دوچار ہیں۔ آپ چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے اپنی توجہ نہ ہٹنے دیں۔ فلاں اور فلاں کو مسلم لیگ کی مجلس عاملہ میں شامل نہیں کیا گیا اور فلاں فلاں کو مسلم لیگ میں شامل نہیں ہونا چاہئے۔ ایسے چھوٹے چھوٹے معاملات کی وجہ سے آپ کی توجہ ان اہم مسائل سے نہیں ہٹنا چاہئے جو آج مسلمانوں کو درپیش ہیں۔ آج صبح ہی کچھ نوجوان میرے پاس آئے اور لیگ کے بعض ارکان کے بارے میں شکایت کی۔ انہوں نے کہا کہ کچھ لوگوں کو، جن کا نام لینے کی میں ضرورت محسوس نہیں کرتا، لیگ میں نہیں ہونا چاہئے۔ ان نوجوانوں کو اور دیگر حضرات سے بھی میں کہتا ہوں کہ ابھی تک مسلم لیگ وہ نہیں ہے جو اسے ہونا چاہئے۔ میں یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو مخلص رہنما نہیں ہیں۔ لیکن مسلم لیگ تو تمام مسلمانوں کی تنظیم ہے۔ یہ آپ کی تنظیم ہے۔ میں اپنے نوجوان دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر وہ مسلم لیگ کو پاک صاف کرنا چاہتے ہیں، اگر وہ مسلم لیگ کو عظمت کی انتہائی بلندی پر لے جانا چاہتے ہیں تو اس سے باہر رہ کر اس میں عیب جوئی کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اس کے اندر آ جائیے، اور اگر اس میں کوئی برائی ہے تو اسے درست کر دیجئے۔ (تالیاں)

لہٰذا میں ہر شخص سے اپیل کرتا ہوں : مسلم لیگ میں آ جائیے! یہ آپ کی تنظیم ہے۔ یہ اس آدمی کی یا اس آدمی کی ملکیت نہیں ہے۔ یہ آپ کی تنظیم ہے۔ اسے آپ ویسی ہی بنا سکتے ہیں جیسی آپ چاہتے ہیں اور جو آپ کو پسند ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا میں نے کہہ دیا۔ آپ مجھے معاف کریں گے کہ میں نے فی البدیہہ تقریر کی۔ میری صحت نے مجھے اپنی تقریر کو ضبط تحریر میں لانے کی اجازت نہ دی۔ علاوہ ازیں میں پہلے بھی اتنی تقریریں کر چکا ہوں۔

آخری تقریر جو میں نے کی وہ کراچی میں گذشتہ اکتوبر میں کی تھی۔ دیگر مواقع کی طرح اس موقع پر بھی میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اس لئے میرے خیالات خاصے معروف ہیں۔

خواتین و حضرات! یہ امر میرے لئے باعث طمانیت ہے کہ مسلمانوں میں زبردست بیداری کی لہر پیدا ہوئی ہے۔ انہوں نے اصل مسائل کا ادراک کر لیا ہے۔ یہ ایک عظیم آغاز ہے۔ اس عظیم آغاز کے بعد اگر آپ اپنی توانائیوں کو صحیح راہ پر لگا دیں اور ایک منظم فوج کی طرح اپنی قوتوں کو مجتمع کریں تو کامیابی آپ کے قدم چوم لے گی۔

اس کے بعد مسٹر جناح نے چند لفظ اردو میں کہے۔ انہوں نے اپیل کی کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔ انہوں نے کہا کہ جب کانگرس نے مسلم عوام سے رابطے کی مہم شروع کی تو اس نے یہ چیلنج دیا کہ مسلمان عوام اس کے ساتھ ہیں۔ یو۔ پی میں اسمبلی کے ضمنی انتخابات اور ہزاری باغ کے حالیہ انتخابات میں صوبے نے کانگرس کے چیلنج کا مناسب جواب دے دیا ہے اور اب کانگرس نے مرکزی اسمبلی کے ضمنی انتخاب میں جو مولانا شوکت علی کے انتقال کے باعث ہوا' اپنا امیدوار کھڑا کرنے سے بھی انکار کر دیا ہے۔

انہوں نے دریافت کیا کہ کانگرس کی مسلم عوام سے رابطے کی مہم کو کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ کانگرس کو اب اس رابطے کے معاملہ کو خیرباد کہہ دینا چاہئے۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "اب ہمیں کہا جاتا ہے کہ اب سمجھوتے کا کوئی امکان نہیں اور یہ کہ مسلمانوں کو آزادانہ طریقوں کی بنا پر جیتنا ہو گا۔ آیئے انتظار کریں اور دیکھیں کہ وہ "آزاد طریقے" کیا ہیں۔

اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے انہوں نے کانگرس کیمپ میں شامل مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ خود اپنی فلاح اور پورے مسلم فرقے کی بہبود کی خاطر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کریں۔

۱۲۱۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس' اختتامی اجلاس سے خطاب

پٹنہ ۲۹' دسمبر ۱۹۳۸ء

آل انڈیا مسلم لیگ کے چھبیسویں سالانہ اجلاس کے اختتامی اجلاس کی کارروائی کو سمیٹتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کہا اجلاس پٹنہ مسلمانوں ی یک جہتی کے ارتقاء کی تاریخ میں عہد آفریں اجلاس تھا جہاں تک لیگ کا تعلق ہے یہ بے حد [illegible]ب اجلاس تھا جو انہوں نے ۱۹۱۳ء سے' جب انہوں نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار ی تھی' اب تک دیکھا۔ مسٹر جناح نے پٹنہ کے عوام کو ان کے نظم و ضبط پر خراج تحسین پیش کرتے ہو ے

اپیل کی کہ وہ مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ موجودہ اجلاس میں لیگ نے انقلابی نوعیت کا ایک بنیادی اصول منضبط کیا ہے جو اس کے ماضی سے بالکل ہٹ کر ہے یعنی اس نے طے کیا ہے کہ راست اقدام' اگر اور جب ضروری ہو۔ ابتک لیگ آئینی حکمت عملی سے وابستہ تھی۔ انہوں نے کہا اجلاس پٹنہ' ۱۹۱۳ء سے جب انہوں نے لیگ میں شمولیت اختیار کی تھی' اب تک کامیاب ترین اجلاس تھا انہوں نے پٹنہ کے عوام کو خراج تحسین پیش کیا کہ انہوں نے نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا۔ "راست اقدام' کے ضمن میں انہوں نے صبر و تحمل سے کام لینے کی تلقین کی اور مسلمانوں سے کہا کہ وہ لیگ کو منظم کریں تاکہ نو کروڑ مسلمان اس کے پرچم تلے آ جائیں۔

(دی اسٹار آف انڈیا' ۳۰' دسمبر ۱۹۳۸ء)

۱۲۲۔ سالانہ اجلاس آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے افتتاحی خطاب

پٹنہ ۲۹' دسمبر ۱۹۳۸ء

"ملک میں تین قوتیں ہیں: انگریز' ہندی ریاستیں اور کانگرس۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم ان تینوں قوتوں کے خلاف نبرو آزما ہو جائیں۔ ہمارے نوجوان جس قدر جلد ایسا کرنے کا فیصلہ کر لیں گے اسی قدر ان کے حق میں بہتر ہو گا۔" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سالانہ اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے کہی [آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا سالانہ اجلاس اسی پنڈال میں منعقد ہوا جس میں بقول مسٹر جناح آل انڈیا مسلم لیگ کا کامیاب ترین اجلاس منعقد ہوا تھا۔ صدر مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن راجہ امیر احمد خاں والئے محمود آباد نے کرسی صدارت کو زینت بخشی]

کانگرس پر تفصیلی تنقید کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ہمارے نوجوان اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ کانگرس نے ملک اور عوام کی آزادی کی جنگ لڑی ہے اور یہ کہ کانگرس ملک میں دودھ اور شہد کی نہریں بہا دے گی لیکن اب یہ پوری طرح ظاہر ہو گیا ہے کہ یہ کہتی ایک بات ہے اور مطلب اس کا دوسرا ہوتا ہے۔

مسٹر جناح نے سختی سے ان الزامات کی تردید کی جو ان کے خلاف عائد کئے جاتے ہیں مثلاً وہ فرقہ پرست ہیں' جنونی ہیں اور استعمار کے ساتھی ہیں اور ان سنگین مسائل کی موجودگی میں جو ملک کو درپیش ہیں ذاتی تسکین حاصل کرتے ہیں۔

کانگرس کے ساتھ ہندو مسلم مسئلہ اور لیگ کے سیاسی مرتبے پر مذاکرات کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کانگرس نے ایسی شرائط کی پیش کش کی جو نامنصفانہ اور متعصبانہ تھیں۔ مسلم لیگ بالکل مساوی حیثیت سے کمتر کسی چیز پر مطمئن نہیں ہو گی۔ کانگرس کا یہ دعویٰ کہ وہ واحد تنظیم ہے جو پورے ملک کی نمائندگی کرتی ہے' احمقانہ ہے۔ ہند کبھی ایک قوم نہیں ہے بلکہ اس میں متعدد قومیتیں ہیں۔

وفاق کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے اپنے سامعین کو متنبہ کیا کہ وہ کانگرس کے اس اعلان سے کہ وہ وفاق نہیں چاہتی کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ انہوں نے کہا کہ کانگرس نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ نئے دستور کو قبول نہیں کرے گی لیکن وہ اب اس کے ساتھ معانقہ کر رہی ہے۔

[اے۔ پی] (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' یکم جنوری ۱۹۳۹ء)

۱۲۳- مسٹر گاندھی کی مسٹر ہڈسن کے ساتھ ملاقات پر بیان

پٹنہ یکم جنوری ۱۹۳۹ء

ایسوسی ایٹیڈ پریس کو ایک بیان کے دوران مسٹر ایم- اے- جناح نے لیگ اور کانگرس کے بارے میں مسٹر گاندھی کی رائے پر تبصرہ کیا جو ہریجن کے تازہ شمارے میں شائع ہوئی تھی- مسٹر جناح نے اس امر کا اعادہ کیا کہ مسٹر گاندھی کا یہ بیان کہ کانگرس واحد تنظیم ہے جو ہند کے عوام کی جانب سے معاملہ کر سکتی ہے "بے ڈھنگا" ہے-

مسٹر جناح کہتے ہیں: "میں نے مسٹر گاندھی کی مسٹر ایچ- وی- ہڈسن کے ساتھ ملاقات کی رپورٹ دیکھی ہے اور یہ واضح ہے کہ وہ اس بے ڈھنگے دعویٰ پر قائم ہیں کہ کانگرس واحد تنظیم ہے جو ہند کے عوام کی جانب سے معاملہ کر سکتی ہے- پھر انہوں نے کانگرس کی تاریخ اور اس کی یہ امنگ کہ صرف وہ ہی ساری قوم کی واحد نمائندہ بن سکتی ہے' کے ضمن میں زمین آسمان کے قلابے ملائے ہیں-

وہ کہتے ہیں کہ "یہ ایک تعریف امنگ ہے جو اس کی بہترین ہدایات سے مطابقت رکھتی ہے اور یہ کہ اگر آپ کانگرس کا مطالعہ تو آپ دیکھیں گے کہ اپنے قیام سے ابتک ملک کے تمام طبقوں کی یکساں خدمت اور نمائندگی کی ہے-"

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح کہتے ہیں: "مسٹر گاندھی کانگرس کے اس تصور اور روایت کی تباہی کے بڑے ذمہ دار ہیں' اس وقت سے جب انہوں نے اس پر قبضہ کیا- مسٹر گاندھی کے لئے یہ کہنا خوب ہے کہ کانگرس مسلم لیگ میں ضم ہونے کے لئے بمسرت رضامند ہے اگر مسلم لیگ اسے ضم کرنے کے لئے آمادہ ہو یا جہاں تک سیاسی پروگرام کا تعلق ہے مسلم لیگ کو اپنی باری پر اپنے میں ضم کرے- کیا یہ فی نفسہ اک لغو بات نہیں ہے کہ مسلم لیگ کو کانگرس کو اپنے میں ضم کرنے کے کٹھن کام پر لگا دیا جائے- کانگرس جو ایک ہندو تنظیم ہے جسے ایک کے مقابلے میں چار اکثریت حاصل ہے؟ مسٹر گاندھی بالکل محفوظ ہیں وہ جانتے ہیں کہ نتیجہ یہ ہو گا کہ کانگرس مسلم لیگ کو ضم کر لے گی چنانچہ وہ اس انداز میں گفتگو کرنے کے متحمل ہو سکتے

ہیں۔

مسٹر گاندھی سے جب سوال کیا گیا کہ اگر کانگرس اس طرح دیگر سیاسی جماعتوں کو خود میں ضم کرتی رہی تو کیا وہ ایک مطلق العنان جماعت نہ بن جائے گی؟ تو مسٹر گاندھی نے کہا کہ آپ اسے مطلق العنان جماعت کہہ کر اسے معتوب کر سکتے ہیں "در حقیقت ضم کرنا ناگزیر ہے"

پھر مسٹر گاندھی بعجلت تمام کہتے ہیں "آپ کو یہ بات اپنے ذہن میں رکھنی چاہئے کہ کانگرس اپنی مرضی دوسروں پر مسلط نہیں کرتی۔" کیا یہ درست ہے؟

"اور پھر وہ کہتے ہیں "اس کی حمایت عدم تشددانہ ہے۔" کیا یہ درست ہے؟

جب ان کے ملاقاتی نے دریافت کیا "کیا پوری ذمہ دار حکومت کی راہ زیادہ تیزی سے طے نہ ہو جاتی اگر آپ مسلمانوں کو ساتھ لے کر چلتے" تو ان کا جواب تھا: "بلاشبہ ایسا ہی ہوتا۔ ذاتی طور سے میں ایسی کوئی چیز نہیں چاہتا جس کی مسلمان مخالفت کرتے ہوں۔ لیکن مجھے اس بات پر یقین ہے کہ ہندو۔ مسلم مسئلہ اس سے جلد تر حل ہو جائے گا جتنا کہ بہت سے لوگ توقع کرتے ہیں۔"

"مجھے مسرت ہے کہ مسٹر گاندھی کو گھمبیر تاریکی میں کچھ روشنی نظر آئی۔"

مسلم لیگ کا نقطۂ نظر

مسٹر جناح کہتے ہیں "لیکن گاندھی کی یہ کہانی کہ "میں ایسی کوئی چیز نہیں چاہتا جس کی مسلمان مخالفت کرتے ہوں" اتنی پرانی ہے اور انہوں نے اسے اتنی بار دہرایا ہے کہ اب مسلمان مزید اس کے فریب میں نہیں آ سکتے۔ جب وہ اپنے غیر وابستہ ذہن کی بات کرتے ہیں تو اسے باور کرنا دشوار ہوتا ہے۔ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے وہ یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو گئی ہے کہ تصور اور نظریہ کچھ بھی کیوں نہ ہو اور یہ کتنا ہی قابل تعریف کیوں نہ ہو واقعتاً" حقائق نے یہ ظاہر کیا ہے کہ کانگرس نے اپنی پالیسی اور پروگرام میں یہ ثابت کیا کہ جب بھی ان سے اقدام کا تقاضا کیا گیا تو وہ ہندو مہاسبھا سے ذرا بھی بہتر نہیں، جو کھلم کھلا اس ملک میں ہندو راج کی علمبردار ہے، جیسا کہ انہوں نے چند روز پیشتر ہندو مہاسبھا کے ناگپور اجلاس میں اعلان کیا۔"

پنڈت جواہر لال نہرو کی یو-پی پولیٹیکل کانفرنس کی رائے کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں انہوں نے مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ میں ممتاز رہنماؤں کی کانگرس پر تنقید کا ذکر کیا تھا، مسٹر جناح کہا " مسٹر جواہر لال نہرو نے کہا کہ کانگرس پر مسلم لیگ کے حملے بے بنیاد اور لغو ہیں اور وہ اس بات پر شرمسار ہیں کہ کسی ملک میں جہاں سب لوگ آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہوں ایک شخص گالیاں بھی دے سکتا ہے۔"

"میں جو کچھ کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ یا تو مسٹر جواہر لال نہرو جو کچھ خود ان کے صوبے میں

ہو رہا ہے اس سے بالکل نابلد ہیں یا وہ انصاف اور عدل کے جملہ شعور کو کھو چکے ہیں' جب وہ کانگرس حکومت کے خلاف الزامات کو "بے بنیاد" قرار دیتے ہیں۔"

لیگ کے اجلاس پٹنہ کے متعلق اخباری تبصروں کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "اخبارات کے ذمہ دار حلقوں نے یہ کہا ہے کہ انہیں ان مثالوں کا علم نہیں جو کانگرسی حکومتوں کے صوبوں میں مسلمانوں کو ایذا رسانی کے واقعات کے بارے میں ہوں۔" اگر اخبارات کے نمائندے جو مسلم لیگ کے اجلاس میں موجود تھے ان مثالوں کی اطلاع دینے کی طرف دھیانی دیتے جو مقررین نے کھلے اجلاس میں یکے دیگرے پیش کیں' تو مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے ساتھ اتفاق کرتے کہ ہم جب متعدد واقعات میں مسلمانوں کے ساتھ سلوک کو ظلم و ستم قرار دیتے ہیں تو ہم مبالغہ آرائی نہیں کر رہے ہوتے۔

[اے۔ پی] (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۴' جنوری ۱۹۳۹ء)

۱۲۴۔ پنڈت نہرو کے بیان کے جواب میں بیان

بمبئی ۶' جنوری ۱۹۳۹ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اگر پنڈت جواہر لال نہرو اپنی اس پیش کش کے بارے میں درحقیقت مخلص ہیں کہ کانگرسی حکومتوں کے بارے میں لیگ کی شکایات کی ایک آزاد اور غیر جانبدار ٹری بیونل سے تحقیقات کرائی جائے تو انہیں ان [مسٹر جناح] سے رابطہ قائم کرنا چاہئے اور اسے یہ بتانا چاہئے کہ اس غیر جانبدار تحقیقات کے پیچھے کون سی قوت نافذہ کارفرما ہو گی۔

مسٹر جناح کہتے ہیں: "میری توجہ پنڈت جواہر لال نہرو کے بیان اور ان کی اس حجت کی طرف مبذول کرائی گئی ہے کہ تحقیقات کرائی جائے۔ میں یہ نوٹ کرتا ہوں کہ اب وہ یہ کہتے ہیں کہ خود ان کے صوبے میں کیا ہو رہا ہے وہ اس سے نابلد ہیں اور وہ مجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ میں کانگرس پارٹی حکومتوں کے خلاف الزامات سے انہیں مطلع کروں۔

"در آں حالیکہ میں انصاف کی خاطر ان کی تحریک پر کوئی شک نہیں کروں گا لیکن یہ بہت غیر معمولی بات ہے کہ پہلے تو انہوں نے شکایات کو بے بنیاد اور لغو تر قرار دے دیا اور کہا کہ وہ شرمسار ہیں کہ ایک ملک میں جہاں سب لوگ آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہیں ایک شخص اس طرح کی گالیاں دیتا رہے۔"

مسٹر جناح نے کہا "مسلم لیگ نے ۲۰ مارچ ۱۹۳۸ء راجہ صاحب پیرپور کی زیر صدارت ایک

کمیٹی مقرر کی تھی جس نے مختلف صوبوں میں موقعوں پر جا کر بے حد احتیاط کر کے اور جائزہ لے کر رپورٹ تیار کی جو اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ کیا کسی نے پنڈت جواہر لال نہرو کی توجہ اس جانب مبذول نہیں کرائی؟"

مسٹر جناح نے کہا "انہوں نے ازراہ عنایت یہ کہا ہے کہ مجھ جیسے ایک ممتاز قانون دان کو یہ جاننا چاہئے کہ یک طرفہ الزمات پر یقین کرنے سے پیشتر انہیں ثابت شدہ ہونا چاہئے [کہ وہ درست ہیں] لیکن پنڈت جواہر لال نہرو نے انہیں بے بنیاد اور لغو قرار دے دیا ہے۔ خود ان کے اعتراف کے مطابق یہ جانے بغیر کہ وہ الزمات کیا ہیں۔ نہرو اب چاہتے ہیں کہ میں انہیں مطلع کروں کہ وہ ہیں کیا؟ ایسی ذہنیت سے نمٹنا ایک دشوار کام ہے۔"

مسٹر جناح نے کہا "نہ صرف یہ بلکہ اسی کانفرنس میں، جس کی نہرو نے یو۔ پی کے شہر اجودھیا میں صدارت کی، یو۔ پی کے وزیر اعظیم کی یہ جسارت ملاحظہ کیجئے کہ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے ساتھ نہ صرف منصفانہ سلوک کیا جا رہا بلکہ فیاضانہ بھی۔

میں ان سے دریافت کروں گا ٹانڈہ، داوری، بھوگل پور اور ہزاری باغ کے بارے میں آپ کیا کہتے؟ میں اور بہت سی مثالوں کا ذکر نہیں کرتا جو پیرپور کمیٹی کی رپورٹ میں مذکور ہیں، جو مجھے پیش کی گئی ہے اور تمام اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ کیا پنڈت پنتھ، وزیراعظم یو پی اس فیاضانہ سلوک کی مثالیں پیش کریں گے جو یو۔ پی میں مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا گیا؟ پس یو۔ پی کے وزیر اعظم تو پہلے ہی اپنا فیصلہ صادر کر چکے ہیں۔ سی۔ پی کے ایک ذمہ داری پنڈت دوار کا پرشاد مصرا بھی ایسا ہی کر چکے ہیں جس کی آج کے اخبارات میں رپورٹ شائع ہوئی ہے۔"

مسٹر جناح نے کہا "پنڈت جواہر لال نہرو آگے چل کر کہتے ہیں مجھے ان الزامات کو ایک آزاد اور غیر جانبدار ادارے کے سامنے پیش کر کے مسرت ہو گی جو ان کی تحقیقات کرے گا۔" لیکن میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا یہ پیش کش محض پروپاگنڈا ہے یا سنجیدہ بات ہے یا صرف اخبارات کے لئے ہے؟ میں یہ سوال اس لئے کر رہا ہوں کہ تحقیقات کی خاطر ایک آزا اور غیر جانبدار ادارہ تشکیل دینے کے لئے آپ کو پہلے اس کا دائرہ کار طے کرنا ہو گا، اس کے اختیارات کا تعین، اس کے پیچھے کون سی طاقت ہو گی؟ یہ کس کے سامنے جواب دہ ہو گا؟ اور کس کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کرے گا؟ اور کون حاکم ہو گا جو اس کے مطابق کارروائی کرے گا؟

ان تمام سوالوں پر غور کرنا ہو گا۔ فی الوقت مسٹر جواہر لال کی پیش کش اخبارات کے ذریعے صرف ہوا میں ہے۔ اگر پنڈت جواہر لال اپنی پیش کش کے بارے میں واقعی مخلص ہیں تو وہ مجھ سے رابطہ قائم کریں اور یہ بتائیں کہ مجوزہ آزاد اور غیر جانبدار تحقیقاتی کمیٹی کے پیچھے کون

طاقت ہو گی؟ یہ کس کے سامنے جواب دہ ہو گا؟ اور کس کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کرے گا؟ اور کون حاکم ہو گا جو اس کے مطابق کارروائی کرے گا؟

ان تمام سوالوں پر غور کرنا ہو گا۔ فی الوقت مسٹر جواہر لال کی پیش کش اخبارات کے ذریعے صرف ہوا میں ہے۔ اگر پنڈت جواہر لال اپنی پیش کش کے بارے میں واقعی مخلص ہیں تو وہ مجھ سے رابطہ قائم کریں اور یہ بتائیں کہ مجوزہ آزاد اور غیر جانبدار تحقیقاتی کمیٹی کے پیچھے کون سی قوت نافذہ ہو گی اور تفصیل کے دیگر امور جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔

دریں اثناء میں پورے خلوص کے ساتھ پنڈت جواہر لال نہرو سے استدعا کروں گا کہ وہ دوبارہ یک طرفہ' فیصلہ سنانے سے قبل پیرپور کمیٹی رپورٹ کا مطالعہ کر لیں جو نہ صرف شائع ہو چکی ہے بلکہ لیگ کے دفتر سے دستیاب بھی ہے' اگر ان کی خواہش ہو۔"

[اے۔ پی]

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۷' جنوری ۱۹۳۹ء)

۱۲۵۔ فلسطین کانفرنس کے بارے میں بیان

بمبئی ۳۰' جنوری ۱۹۳۹ء

فلسطین کانفرنس کے پیش نظر جو ۷' فروری ۱۹۳۹ء کے لگ بھگ لندن میں منعقد ہو گی' میں نے مسٹر چیمبرلین وزیراعظم برطانیہ وزیر ہند اور مسٹر مالکم میکڈ انڈ وزیر نو آبادیات کو حسب ذیل برقیہ ارسال کیا ہے:

"آل انڈیا مسلم لیگ برطانوی حکومت پر زور دیتی ہے کہ وہ مسلم لیگ کو فلسطین کانفرنس میں نمائندگی دے اور فلسطین قومی۔عرب مطالبات کو تسلیم کرے۔ مسلم ہند نہایت بے قراری کے ساتھ نتائج کا منتظر ہے۔ میں ایک برقیہ کے ذریعہ سے سارے ہند میں پھیلے ہوئے جذبات کی شدت اور تاثرات کا کماحقہ اظہار نہیں کر سکتا۔ کانفرنس کی ناکامی کا سارے عالم اسلام میں تباہ کن اثر ہو گا اور سنگین نتائج برآمد ہوں گے۔ میں بھروسہ کرتا ہوں کہ آپ اس مخلصانہ اپیل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں گے۔"

مسٹر جناح مختلف صوبائی' ضلعی اور ابتدائی لیگوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہند کے طول و عرض میں ۸' فروری کو عام جلسے منعقد کریں اور اس طرح کے برقیے وزیر اعظم برطانیہ کو ارسال کریں۔

[اے۔ پی] (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' یکم فروری ۱۹۳۹ء)

۱۲۶۔ اپنے اور وزیر ہند کے مابین برقیوں کے تبادلے کا اجراء

نئی دہلی ۶ فروری ۱۹۳۹ء

"مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اس برقی مراسلت کو اخبارات میں اشاعت کے لئے جاری کر دیا ہے جو ان کے اور وزیر ہند کے مابین فلسطین کانفرنس میں مسلم لیگ کی جانب سے نمائندگی کے مطالبے پر ہوئی۔

وزیر ہند کی جانب سے برقیہ بنام مسٹر جناح

مجھے آپ کا برقیہ موصول ہو گیا ہے جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے فلسطین کانفرنس میں مسلمانان ہند کی نیابت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ملک معظم کی حکومت نے پہلے ہی اس نوعیت کے تمام امکانات پر بہ احتیاط غور کیا تھا لیکن معقول وجوہات کی بنا پر جن کا تعلق کانفرنس کی عام رکنیت سے ہے وہ افسوس کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچی کہ نیابت کی وسعت میں جس کے بارے میں پہلے ہی فیصلہ کیا جا چکا ہے، مزید اضافہ نہ کیا جائے۔

آپ اس بات کو سراہیں گے کہ دیگر امور سے قطع نظر، اگر کانفرنس کے ایک فریق کے حق میں نیابت کے اصول کو وسعت دی جائے تو اسے دوسری جہتوں میں بھی وسعت دینی پڑے گی لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس تمام عرصے کے دوران ملک معظم کی حکومت کو اس تعلق میں مسلمانان ہند کے احساسات سے باخبر رکھا گیا اور ان کے ذہن میں بھی مسلسل یہ بات رہی ہے اور رہے گی کہ کانفرنس کے سامنے جو مسائل ہیں انہیں ہندی مسلمانوں کی رائے عامہ کس قدر زبردست اہمیت دیتی ہے۔ یہ ان کی پرخلوص توقع ہے کہ کانفرنس مسئلہ فلسطین کا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ معاندانہ مفادات میں تصفیہ ہو جائے گا اور جسے دنیا بھر کے مسلمان منصفانہ حل کے طور سے قبول کر لیں گے۔"

برقیہ منجانب مسٹر ایم۔ اے جناح بنام وزیر ہند

"آپ کے جواب میں جس اخلاص کا اظہار ہوا ہے میں اسے بہت سراہتا ہوں۔ ملک معظم کی حکومت کے فلسطین کانفرنس میں مسلمانان ہند کو نمائندگی نہ دینے پر زبردست مایوسی ہوئی۔ جنگ کے دوران مسلمانان ہند کے ساتھ جو وعدے کئے گئے اور جو یقین دہانیاں کرائی گئیں ان کے پیش نظر مسلمانان ہند کا دیگر فریقوں میں کوئی مثل ہے اور نہ کوئی تقابل۔ فلسطین مسلمانوں کا پہلا قبلہ تھا۔ مسلمان اپنے مقدس مقامات کے بارے میں زبردست تشویش رکھتے ہیں۔ نہایت خلوص کے ساتھ ملک معظم کی حکومت پر زور دیتا ہوں کہ وہ درخواست کو قبول کرے۔

[اے۔ پی] (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۸ فروری ۱۹۳۹ء)

۱۲۷- ہندی ریاستوں کی جانب کانگرس رویہ پر بیان

نئی دہلی ۶' فروری ۱۹۳۹ء

"انڈین نیشنل کانگرس نے جو واضح جارحانہ انداز ہندی ریاستوں کی جانب اختیار کر رکھا ہے اس کا مطلب ہے برطانوی ہند کے رائے دہندگان سے بے وفائی-" یہ بات مسٹر ایم- اے- جناح نے کہی- وہ ایک خصوصی ملاقات کے دوران مسلم لیگ کی ایک حالیہ قرار داد پر گفتگو کر رہے تھے جس میں کانگرس کے اس رویہ کی مذمت کی گئی تھی جو انہوں نے والیان ریاست کی جانب اختیار کر رکھا ہے اور جس کی "ہریجن" میں مسٹر گاندھی کے تازہ ترین آرٹیکل میں بہت ستائش کی گئی-

مقصد کو پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا- تحریک' کانگرس کے اس اعلان کے فوراً بعد شروع ہوئی کہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء کے تحت وفاق کو قبول کرنے کی اولین شرط اس امر کا اہتمام ہے' اسی سانس میں کہا گیا کہ یہ ناقابل قبول ہے' کہ ریاستوں سے نمائندے نامزدگی کی بجائے انتخابات کے ذریعے آئیں- مقصد یہ ہے کہ مرکز میں کانگرس غیر متنازعہ قوت حاصل کر لے اور برطانوی ہند میں دیگر جماعتوں کا اثر بلکہ ان کا وجود تباہ و برباد کرے اور بالخصوص مسلم لیگ کا-

مسلمانوں اور مسلم لیگ کا' جو ان کے مفاد کی نیابت کر رہی ہے' رویہ بالکل شروع ہی سے واضح رہا ہے- گول میز کانفرنس کے دوران ہم نے اپنا جائز حق تسلیم کرا لیا کہ برطانوی ہند میں ہمیں ایک تہائی نمائندگی کا استحقاق حاصل ہے' جہاں تک ہندی ریاستوں کا تعلق ہے تاہم نہ کوئی اہتمام کیا گیا نہ کوئی ضمانت دی گئی- وفاقی ڈھانچہ کمیٹی کے اجلاس میں میں نے مرکزی مقننہ' میں ریاستوں کو ان کے استحقاق سے زائد نمائندگی دینے کے سوال پر اپنا احتجاج رقم کرایا تھا- میں نے یہ کہا تھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وفاقی مقننہ' جہاں تک ریاستوں کا تعلق ہے' صرف ان امور کے بارے میں قانون سازی کر سکے گی جن کا اختیار انہوں نے دستاویزات الحاق میں دیا ہو لیکن دوسری جانب ریاستوں کو برطانوی ہند کے معاملات میں مداخلت کا غیر متناسب اور فیصلہ کن حق حاصل ہو جائے گا- اس وقت یہ تجویز کیا گیا تھا کہ ریاستوں کے نمائندے ایسے معاملے پر رائے نہیں دیں گے جس کا تعلق صرف برطانوی ہند سے ہو گا لیکن قانون حکومت ہند میں ایسا اہتمام نہیں کیا گیا- جبکہ ہندو- مسلم مسئلہ بھی حل طلب باقی ہے- معقولیت کے ساتھ یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ریاستوں کے نامزد نمائندے ذمہ دار اور تجربہ کار تنظیم ہوں گے جو مشترکہ مفاد کو سراہنے کے لئے رضامند اور اہل ہوں گے' ان کے فرقہ وارانہ رجحان خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو-

"تاہم یہ پکی بات ہے کہ کانگرس کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ گھٹیا درجے کے لیڈروں کو منتخب

کرائے جنہیں کانگرس اچھالے اور جو کانگرس کے اندھے مقلد ہوں۔ جب سے صوبائی خود مختاری آئی ہے کانگرس نے متکبرانہ طور سے قومی تعمیر نو کی خاطر دیگر جماعتوں کا دست تعاون جھٹک دیا ہے اور اس صورت حال سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے واحد مطلق العنان جماعت کی حیثیت سے کانگرس کی تعمیر شروع کر دی ہے اور وہ یہ دعویٰ کرتی ہے کہ صرف اسے ہی ہند کے لوگوں کی جانب سے بات کرنے اور مذاکرات کرنے کا حق حاصل ہے۔ دوسری جانب وہ حکومتیں جو غالب مسلم ووٹ کے تحت ہیں اور مسلم لیگ کی سربراہی میں کام کر رہی ہیں' نمایاں تقابل پیش کرتی ہیں۔ یہ وسیع تر بنیاد پر مخلوط حکومتیں ہیں جن میں دیگر بڑے فرقوں کے نمائندے شامل ہیں اس امر کے باوصف کہ صرف مسلم ووٹ ہی اکثریتی حکومت کو چلانے کے لئے کافی ہوتا۔ کانگرس کا یہ رویہ حقارت آمیز ہے کہ کانگرس دیگر طبقوں کے ساتھ درست جمہوری مفاہمت کی بجائے مرکز میں غیر متنازعہ آمریت کی طلبگار ہے اور اقلیتی فرقوں پر اپنا زور جتانے کی خواہاں ہے۔ اس مقصد کی غرض سے وہ والیان ریاست پر دباؤ ڈال رہی ہے۔ بظاہر یہ دلفریب بہانہ کہ ریاستوں کے عوام کا حال زار قابل رحم ہے کسی کو فریب میں مبتلا نہ کر سکے گا۔

کانگرس کی تحریک غیر مصالحانہ' زہریلے انداز میں شدت کے ساتھ میسور' ٹراونکور اور حیدر آباد جیسی ریاستوں میں چلائی جا رہی ہے جہاں نظم و نسق کا اعلیٰ درجہ کا انتظام ہے جیسا کہ کاٹھیاواڑ اور نیلگری کی ریاستوں میں ہے۔

"مسلم لیگ غیر مبدل طور سے اور ان وجوہات کی بنا پر جو واضح ہیں برطانوی پارلیمان کی وفاقی اسکیم کی مخالف ہے۔ اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے غیر مبہم انداز میں کہا ہے کہ "اگر دباؤ اور دھمکیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ برطانوی حکومت کانگرس کے سامنے سپر انداز ہو گئی تو مسلمان ان کی مخالفت میں اس صورت حال پر جس میں ان کے ضروری مفادات قربان ہو جائیں انتہائی اقدامات کر گزرنے میں بالکل پس و پیش نہ کریں گے۔ مسلم لیگ کو ریاستی لوگوں کی جائز امنگوں اور دستوری ترقی کے حوالے سے ان کی خواہشوں سے پوری ہمدردی ہے۔ لیکن مجھے خوف ہے کہ ریاستی لوگوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے اور میرے خیال میں ان کا اس انداز سے استحصال کیا جا رہا ہے جو نہ صرف ان کے مفادات کے خلاف ہے بلکہ عام طور پر ملک کے بھی۔

(قائداعظم پیپرز فائل ۱۰۹۶ صفحات ۸۹-۱۸۸)

۱۲۸- مسلم لیگیوں کی جمعیت علمائے ہند کانفرنس میں شرکت کے بارے میں بیان

نئی دہلی یکم مارچ ۱۹۳۹ء

مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی کے سربراہ مسٹر ایم۔اے۔ جناح نے حسب ذیل بیان جاری کیا ہے:

"مجھے کچھ ممتاز اراکین مسلم لیگ نے یہ اطلاع دی ہے جمیعتہ علمائے ہند نے ان سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ ان کی کانفرنس میں جو دہلی میں ۲'۳'۴' اور ۵' مارچ کو دہلی میں منعقد ہو رہی ہے شرکت کریں۔ مزید برآں میری توجہ اس اخباری اطلاع کی جانب بھی مبذول کرائی گئی ہے کہ مسلم لیگ کے کچھ ممتاز اراکین کو اور مجھے دعوت نامے جاری کئے گئے ہیں اور لہٰذا میں صورت حال کو واضح کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔"

"میں توقع کرتا ہوں کہ کوئی مسلم لیگی اس کانفرنس سے کوئی سروکار نہ رکھے گا۔ کیونکہ ان کی حکمت عملی اور سرگرمیاں مسلم لیگ کے خلاف اور آل انڈیا مسلم لیگ کے لئے تباہ کن رہی ہیں۔ یہ چند افراد جو جمیعتہ علمائے ہند کا نام استعمال کر رہے ہیں' میرے خیال میں' اپنے فرقے اور ملک کو عظیم ترین نقصادن پہنچا رہے ہیں۔"

"وہ لوگ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین آج جو کشیدگی اور تلخی موجود ہے اس کے اسباب میں سے ایک ہیں اور دونوں فرقوں میں آبرومندانہ مفاہمت کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہیں۔ میں ان سے اب بھی اپیل کرتا ہوں کہ مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں جو مسلمانان ہند کی واحد بااختیار اور نمائندہ سیاسی تنظیم ہے۔"

[اے- پی] (سول اینڈ ملٹر گزٹ' ۲' مارچ ۱۹۳۹ء)

۱۲۹- مرکزی مجلس قانون ساز میں میزانیہ پر تقریر مسلم لیگ کے موقف کے بارے میں وضاحت

۲۲ مارچ ۱۹۳۹ء

مسٹر ایم- اے- جناح : (بمبئی شہر : محمڈن شہری) جناب والا! میں نے اس بحث میں ذرا پہلے شمولیت کا طریقہ اختیار کیا ہے- چونکہ میں مسلم لیگ پارٹی کے نقطۂ نظر کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اجازت دے دیں گے اگر میں اس ترمیم پر گفتگو سے انحراف کروں

جو اس وقت ایوان کے سامنے ہے۔ یہ واحد ترمیم نہیں ہے جسے اس ایوان کو نمٹانا ہے ــــ مسودہ قانون کے مطابق اس وقت ہمارے سامنے پانچ شقیں ہیں جنہیں میزانئے میں سمو دیا گیا ہے۔ نمک پر محصول' شکر پر محصول' کپاس پر درآمدی محصول اندرونِ ملک ڈاک کے ٹکٹوں کی شرح' اور آمدنی پر محصول اور زائد محصول (سپر ٹیکس)۔ جناب' میرے لئے اس میزانیہ کو' جس شکل میں کہ یہ پیش کیا گیا ہے' منظور کرنا ممکن نہیں کیونکہ اسے وضع کرنے میں ہمارا کوئی حصہ نہیں۔ اگر میزانئے کی تجاویز میں میرا کوئی حصہ ہوتا تو میں یا ہم میزانئے کی تشکیل ایک مختلف بنیاد پر کرتے۔ لیکن یہاں پورا میزانیہ اس ایوان کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے اور اب ہم اس سوال پر غور کر رہے ہیں کہ محاصل کی جو تجاویز پیش کی گئی ہیں کیا آپ ان میں ترمیم کر سکتے ہیں یا محاصل کو کم کرنے کی تجویز پیش کر سکتے ہیں۔ اب جناب والا اس ایوان میں آل انڈیا مسلم لیگ پارٹی کی صورت حال یکسر منفرد سی ہے۔ خوش قسمتی سے یا بدقسمتی سے ہمیں اس ایوان میں توازن حاصل ہے۔ اگر ہم حکومت کی حمایت کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ ممبر خزانہ اپنے اطمینان کے مطابق اس مسودہ قانون کو آگے بڑھا سکیں گے اور وہ اس مسودہ کو خفیف سی تبدیلی کے بغیر منظور کرا سکیں گے' اور قدرتی طور پر وہ اس ایوان سے اور میری پارٹی سے اپیل کریں گے کہ ہمیں اس کی حمایت کرنی چاہئے۔

جناب والا! ماضی میں ہم اس اصول پر کاربند رہے ہیں کہ اگر حکومت کوئی ایسا قانون لائے جس سے درحقیقت عوام کی فلاح و بہبود مقصود ہو تو ہم اس کی حمایت کرتے اور اگر وہ عوام کے مفاد میں نہ ہو تو ہم اس کی مخالفت کرتے۔ لیکن جناب اب میں یہ دیکھتا ہوں کہ اس حکمت عملی کو تبدیل ہونا چاہئے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہماری کیفیت یہ ہو گئی ہے کہ جب کانگرس درست ہو تو "کانگرس کی حمایت کیجئے۔" جب حکومت صحیح ہو تو "حکومت کی حمایت کیجئے۔" لیکن جب ہم درست ہوں تو ہماری کوئی حمایت نہیں کرتا۔ جناب والا! ہم یہ محسوس کرتے ہیں اور اس لئے میں حکومت سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی حکمت عملی کیا رہی ہے؟ آپ کا رویہ کیا رہا ہے؟ اور جہاں تک میری جماعت کا تعلق ہے اب تک آپ نے کیا کارروائی کی ہے؟ مجھے مسرت ہے کہ ممبر خزانہ نے اپنی طویل تقریر میں کہا : "یاد کریں کانپور کو' یاد کریں بنارس کو' یاد کریں بدایوں کو" لیکن میں اس ایوان کو بتا سکتا ہوں کہ اس ملک میں بہت سے دیگر مقامات بھی ہیں جہاں مسلمانوں کے بنیادی حقوق کو پامال کیا گیا اور حکومت نے کیا کیا؟ جناب والا! مجھے یاد ہے اور کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ میں ولبھ بھائی پٹیل کی تقریر پڑھ رہا تھا جس میں انہوں نے کہا تھا :

"ان تمام شکایات کی' بدسلوکی' ناانصافی' ظلم و ستم کی شکایات کی کوئی بنیاد نہیں ہو

سکتی- سادہ سی دلیل یہ ہے کہ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو یقینی طور پر گورنر مداخلت کرتے۔"

اور میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی نے ابھی حال ہی میں ایک تقریر کی جس میں انہوں نے اسی دلیل کا سہارا لیا یعنی کہ "اگر ان بے بنیاد شکایات میں جو ہم نے پیش کیں شمہ برابر بھی صداقت ہوتی تو گورنر یوں دم سادھے نہ بیٹھے رہتے اور فوری طور پر مداخلت کرتے۔" لہٰذا چونکہ گورنروں نے مداخلت نہیں کی' میرے فاضل دوست مطمئن ہیں....

مسٹر لال چندنول رائے: ایک نکتہ اعتراض پر جناب والا! میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ تقریر اس ترمیم سے مطابقت رکھتی ہے جو اس وقت ایوان کے سامنے ہے؟

صدر محترم: اگر میں فاضل ممبر کو درست سمجھا ہوں تو وہ عام سیاسی وجوہ کی بنیاد پر اپنی پارٹی کے رویہ کا جواز پیش کر رہے ہیں۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: یہ درست ہے۔

بجائے اس کے کہ متعدد تقریریں کی جائیں میں ایک ہی تقریر میں میزانئے کے بارے میں اپنی جماعت کی حکمت عملی اور اس کے رویئے کا اظہار کر دینا چاہتا ہوں۔ مجھے حیرت ہے کہ فاضل ممبر کو مجھے واقعی ٹوکنا چاہئے تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ میں ان اراکین میں شامل ہوں جو اس ایوان کا کم سے کم وقت لیتے ہیں اور یہ بھی میری عادت میں داخل نہیں کہ میں ہر مسئلہ پر بات کروں خواہ میں اسے سمجھتا ہوں یا اسے نہ سمجھتا ہوں۔

مسٹر لال چندنول رائے: میں اس نکتے کے قانونی پہلو کو سمجھنا چاہتا تھا۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: اب تو آپ نے اسے سمجھ لیا ہے۔ مجھے مسرت ہے کہ فاضل ممبر نے آج کچھ سیکھا۔ جناب والا! میں کہہ رہا تھا کہ یہ صورت حال ہے اور اب فلسطین کے بارے میں کیا ہے؟ وزیرستان کے بارے میں کیا ہے؟ جے پور کے بارے میں کیا ہے؟ اقتدار اعلیٰ کہاں ہے؟

بھائی پرمانند: (مغربی پنجاب' نان محمڈن) حیدر آباد بھی۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: جب آپ کی باری آئے تو آپ اپنی جماعت کے رویئے کی وضاحت کر دیجئے گا۔ میں اپنی جماعت کے رویئے کی وضاحت کر رہا ہوں۔ جے پور کے بارے میں کیا ہے؟ سترہ مسلمانوں کو کتوں کی طرح گولی مار دی گئی۔ ہماری یہ اطلاع ہے اور ہمیں اس اطلاع پر اس وقت تک اعتبار ہے جب تک کہ اسے غلط ثابت نہ کر دیا جائے کہ بغیر کسی انتباہ اور بلاجواز گولی چلائی گئی۔ اقتدار اعلیٰ کہاں ہے؟ اقتدار اعلیٰ کیا کر رہا ہے؟ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ ہندی ریاستوں پر دباؤ ڈالنے کیلئے مداخلت کریں یا ان پر "دستوری اصلاحات" قبول کرنے کے لئے دباؤ ڈالیں۔

بلکہ یہ تو مہذب نظم و نسق کو برقرار رکھنے کا اساسی اور بنیادی اصول ہے۔ کیا یہ عدل ہے؟ کیا شہریوں کے بنیادی حقوق کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کیا جاتا ہے؟ جناب والا! میں مثال پر مثال دے سکتا ہوں مگر اس ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ مزید برآں یہ اس کا موقع بھی نہیں ہے۔ میں حکومت سے پوچھتا ہوں کہ آپ ہم سے یہ توقع کیوں رکھتے ہیں کہ ہم آپ کی خاطر آگ میں ہاتھ ڈال دیں گے؟ آپ ہم سے یہ امید کیوں کرتے ہیں کہ ہم ان نمائشی درخواستوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے جو آپ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جہاں تک اس حکومت کا تعلق ہے ہم اس مالیاتی مسودہ قانون کے ضمن میں حکومت کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔ آپ اپنا رستہ ناپیں۔ دوسری طرف جہاں تک کانگرس پارٹی کا تعلق ہے میں اس مرحلے پر تفصیل میں تو جانا نہیں چاہتا لیکن میں یقیناً یہ سمجھتا ہوں کہ وہ مسلم لیگ کی مخالفت ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ دشمنی پر اتری ہوئی ہے۔ پس میں ان سے کہتا ہوں کہ آپ کے اور ہمارے مابین تعاون ممکن نہیں۔ مگر وہ کہیں گے کہ "ٹھیک ہے ہماری یہاں سب سے بڑی تعداد ہے" ہاں آپ کی تعداد سب سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ آپ زیادہ ترقی یافتہ بھی ہو سکتے ہیں آپ اقتصادی طور پر مضبوط تر ہو سکتے ہیں اور آپ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ سروں کی گنتی ہی آخری فیصلہ ہوتی ہے لیکن میں آپ کو بتا دوں اور میں آپ دونوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ تنہا آپ یا تنہا یہ جماعت یا دونوں مل کر ہماری روحوں کو کچلنے میں کبھی بھی کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ آپ کبھی بھی اس ثقافت کو تباہ نہیں کر سکیں گے جو ہم نے ورثہ میں پائی ہے' یعنی اسلامی ثقافت۔ اور وہ جذبہ زندہ ہے' زندہ رہا ہے اور زندہ رہے گا۔ آپ ہمیں مغلوب کر سکتے ہیں۔ آپ ہم پر ظلم و ستم توڑ سکتے ہیں اور آپ ہمارے ساتھ بدترین سلوک کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم نتیجے پر پہنچ گئے ہیں اور ہم نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ ہم لڑتے ہوئے مر جائیں گے' اگر ہمیں مرنا ہی ہے۔ لہٰذا اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پہلے قدم کے طور پر میں یہ احتجاج کرتا ہوں —— ایک باضابطہ احتجاج۔ ایک اعلان اس ایوان میں کہ اس مالیاتی مسودہ قانون کے تعلق میں ہمارا رویہ کیا ہو گا۔ ہمارے دل جلے اور جھلسے ہوئے ہیں۔ ہمارا خون کھول رہا ہے۔ ہم ستم برداشت کریں گے اور ہم آگ میں سے گذر جائیں گے۔ ہم جو رویہ اختیار کرنے والے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم کوئی ترمیم پیش نہیں کریں گے۔ ہم کسی ترمیم کی جو کانگرس پارٹی یا کوئی اور پارٹی پیش کرے گی حمایت نہیں کریں گے۔ ممکن ہے کہ اس کا یہ نتیجہ نکلے کہ حکومت کو شکست ہو جائے اور کانگرس فتح یاب ہو جائے گی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ انہیں کافی اکثریت حاصل ہے۔ اگر ہم غیر جانبدار ہو جائیں اور ہم غیر جانبدار ہو جائیں گے۔ لیکن میں اپنے کانگرسی دوستوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ کی کامیابی اس چھوٹے سے

کمرے سے آگے نہیں بڑھ سکے گی جسے لابی کہتے ہیں۔ اگر آپ کو اس جہت پر کوئی اطمینان حاصل ہو سکتا ہے تو حاصل کر لیجئے آپ کی صحیح فتح اور حقیقی کامیابی تو اس وقت ہو گی جب آپ اپنا ہاتھ اس طرف بڑھائیں گے اور اس پارٹی اور اس پارٹی کے درمیان دیوار کو گرا دیں گے۔ پس ہم نے قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ کسی بھی ترمیم کے حق میں رائے نہیں دیں گے' خواہ وہ کسی کی جانب سے پیش کی جائے۔ ہم حکومت کی حمایت نہیں کریں گے کیونکہ برطانوی حکومت ہمیں شہریت کے بنیادی حقوق بھی دینے میں ناکام رہی ہے اور وہ خصوصی اختیارات جو گورنروں اور گورنر جنرل نے اقلیتوں کے محافظ اور واقفوں کے نام پر حاصل کئے تھے فریب ثابت ہوئے۔ بدتر از فریب۔ لہٰذا میں خود اس مباحثے میں مزید حصہ لینا نہیں چاہتا لیکن میری پارٹی کے ارکان اس باب میں آزاد ہوں گے کہ وہ کسی بھی ترمیم کی افادیت کے بارے میں کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں تاکہ حکومت ہند کے وزیر خزانہ ان سے استفادہ کر سکیں جہاں تک مالیات کے مسودہ قانون کا تعلق ہے وہ ان کا ہے اور کانگرس کا ہے۔ آپ ذمہ داری قبول کریں اور اس کے ساتھ جو چاہیں سو کریں۔

۱۳۰۔ میرٹھ ڈویژنل مسلم لیگ کانفرنس میں تقریر

۲۵' مارچ ۱۹۳۹ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے میرٹھ ڈویژن مسلم لیگ کانفرنس میں اردو میں مختصر سی تقریر کی۔

مسٹر جناح نے اپنی تقریر کا آغاز یہ کہتے ہوئے کیا "نواب جمشید علی خاں انتہا پسند نہیں ہیں۔ بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا جب وہ اس بات کے قائل تھے کہ انگریزوں اور ہندوؤں کے ساتھ مل جل کر کام کرنا چاہئے۔ اسی طرح نواب زادہ لیاقت علی خاں کا تعلق قدیم مکتب فکر سے تھا اور وہ نواب خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ پھر وہ کون سی قوتیں برسرکار تھیں کہ ان دونوں کی ذہنیت میں یہ تبدیلی آئی؟

گذشتہ دو برس کے دوران' انہوں نے کہا' مسلمانوں کو یہ محسوس کرا دیا گیا ہے کہ کانگرس ایک بہت بڑا سیاسی ڈھونگ رچانے کی کوشش کر رہی ہے۔ مسلم لیگ کے اراکین کو اب بھی فرقہ پرست کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ان کے لئے کانگرس کے بچھائے ہوئے دام میں پھنسنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بعض مفاد پرست لوگ مسلمانوں کو یہ بتاتے ہیں کہ انہیں کانگرس کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے جو غریبوں کی ترقی کے لئے کام کر رہی ہے اور عوام کی روٹی کے مسئلے کو حل کرنے میں مصروف ہے۔ کیا کانگرس کا اصل مقصد لوگوں کو آزاد کرانا ہے [آوازیں نہیں نہیں]

مسلمانوں نے یہ دیکھ لیا ہے کہ کانگرسی صوبوں میں ان پر کیا کیا ظلم و ستم توڑے گئے۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اب بھی مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو غیر مشروط طور سے کانگرس میں شمولیت کے حق میں ہے۔

نیویارک ٹائمز کے نامہ نگار خصوصی کی مہاتما گاندھی کے ساتھ حالیہ ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ نامہ نگار کے ایک سوال کے جواب میں مسٹر گاندھی نے کہا ہے کہ کانگرس نے ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کیا کہ کیا اولاً وہ رتبہ قلمرو قبول کرے گی اور دوم کیا وہ جنگ کی صورت میں برطانوی حکومت کی حمایت کرے گی۔

مسٹر جناح نے دریافت کیا "اس کا کیا مطلب ہے؟"

"مزید' اپنے ایک حالیہ بیان میں گاندھی جی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ کانگرس کا برطانوی حکومت کے ساتھ معاہدہ ہو گیا ہے۔ کیا کانگرسیوں کو یہ کہنا زیب دیتا ہے کہ مسلم لیگ برطانوی حکومت کی رفیق ہے؟"

جھوٹا پروپاگنڈا

مسٹر جناح نے اپنے سامعین کو تلقین کی کہ وہ کانگرس کے جھوٹے پروپاگنڈے سے گمراہ نہ ہوں۔ انہوں نے انہیں یقین دلایا کہ اگر وہ متحد اور منظم ہو گئے تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں یا ان کی تنظیم یعنی مسلم لیگ کو کچل نہ سکے گی۔

جب ان پر زور دیا گیا کہ انگریزی میں بھی کچھ کہیں تو مسٹر جناح نے کہا غالباً یہ دانشور ہیں انگریزی بولتے ہیں۔ لہٰذا دانشوروں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے ان پر زور دیا کہ ان کی تنظیم کے لئے انہیں صفوں سے رہنما اور افسر آنے چاہئیں۔ ساری دنیا میں یہ دانشور ہی ہیں جو عظیم تحریکوں کو قیادت مہیا کرتے ہیں۔ لیکن انہوں نے انتباہ کیا کہ انہیں ہر قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ انہیں مسٹر جناح نے حسب ذیل پیغام دیا۔ ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار رہئے بلکہ سب کچھ' بجائے اس کے کہ آپ کے قومی فرقے کا ایک بال بھی قربان ہو۔

[اے۔ پی](دی ہندوستان ٹائمز' ۲۷' مارچ ۱۹۳۹ء)

دکن ٹائمز اس میں اضافہ کرتا ہے: پانچ ہزار کے قریب مردوں نے جن میں کسان اور مزدور تھے پر زور تالیاں بجائیں۔ بہت بڑے پنڈال کے حصے میں جس میں کانفرنس منعقد ہوئی نیم شفاف پردہ آویزاں تھا جس کے پیچھے خواتین اور بچے موجود تھے جن کی سریلی آوازیں مردانہ آوازوں سے بلند تر ہوتی جب وہ نعرہ ہائے تحسین و آفریں بلند کرتیں تھیں۔ (دکن ٹائمز' ۲' اپریل ۱۹۳۹ء)

۱۳۱- دو طلباء تنظیموں کی جانب سے سپاسناموں کا مشترکہ جواب

علی گڑھ، یکم اپریل ۱۹۳۹ء

دو طلباء تنظیموں کشمیری اسٹوڈنٹس فیڈریشن اور راجپوتانہ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن نے مسٹر ایم- اے- جناح کی خدمت میں دو خیر مقدمی سپاسنامے پیش کئے- دونوں کا مشترکہ جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا:

راجپوتانہ کے طلباء نے اپنے سپاسنامے میں واضح طور سے کہا ہے کہ ان کا منتہائے مقصود مکمل قومی، ثقافتی اور سیاسی آزادی ہے- چند روز قبل مجلس عامہ آل انڈیا مسلم لیگ نے میرٹھ میں ہندی ریاستوں کے بارے میں اپنی حکمت عملی کا اعلان کیا ہے یعنی ہم ریاستی مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو منظم کریں اور ظلم و ستم کا مقابلہ کریں- وہ جہاں کہیں بھی ہوں گے مسلم لیگ ہر طرح کی امداد فراہم کرے گی- کوئی جغرافیائی حدود اسلام کے بچوں کو تقسیم نہیں کر سکتیں- ہمارے تصورات کے بارے میں اب کوئی ابہام باقی نہیں رہا- لیکن ہم اپنے تصورات کو حاصل کیسے کریں گے؟ یہ خود مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے- مجھے مسرت ہے کہ اب وہ اسے محسوس کر رہے ہیں انہیں پہلے تو اپنی زندگی کے بنیادی اصولوں کو مضبوط سے پکڑنا چاہئے پھر ہر طرح کی قربانی سے اس کی حمایت کریں-

کشمیریوں کا نصیب

میں کشمیر گیا ہوں اور میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی بد نصیبی کا مشاہدہ کیا- کچھ مسلمان رہنما، خصوصیت کے ساتھ مسٹر عبداللہ گمراہ ہو گئے ہیں- وہ اپنے دوستوں کے نہیں بلکہ دشمنوں کے نرغے میں پھنس گئے ہیں، جیسا کہ ہمارے بہت سے بھائی برطانوی ہند میں ان کے جال میں پھنس گئے ہیں- ہمارا پہلا کام تو یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو اپنے مخالفین کے چنگل سے پھنسنے سے بچائیں- جب آپ کشمیر جائیں تو اپنے رہنما سے کہیں کہ وہ مسلم لیگ کی جان بخشی کریں اور اپنے لوگوں کی بہبود تک اپنی سرگرمیاں محدود رکھیں- بہت سے لوگ جو کہتے تھے کہ مسلم لیگ غلط راہ پر گامزن ہے آج تسلیم کرتے ہیں کہ یہ درست ہے- میں امید کرتا ہوں مسٹر عبداللہ بھی، جن کا میں بہت احترام کرتا ہوں، یہ محسوس کریں گے کہ ہم درست ہیں لیکن آپ کو مسلم لیگ کو مضبوط تر کرنا ہو گا اور اپنے دشمنوں کے چنگل میں پھنسنے سے احتراز کریں- مجھے کشمیر کے مسئلے کا پورا ادراک ہے- مجھے پورا یقین ہے کہ مسلم لیگ اور مسلمانان کشمیر کے تعاون سے ہم اب بھی کشمیر کو بچا سکیں گے-

مسلمانان راجپوتانہ

"میں راجپوتانہ کے بارے میں پہلے ہی بات کر چکا ہوں میں اپنے نوجوان دوستوں کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ انہیں اپنا دل چھوٹا نہیں کرنا چاہئے دنیا کی مختلف قوموں کی تاریخ پر نظر ڈالئے کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ دیگر قوموں نے کتنی قربانیاں دیں؟ اسپین کس ابتلا سے گزرا ہے؟ اس کا ہماری ابتلا سے تقابل کیجئے۔ آپ پر جو ظلم و ستم توڑے جا رہے ہیں میں ان کا جواز فراہم نہیں کر رہا ہوں لیکن یہ بدیہی بات ہے میں نے اس کا اندازہ لگالیا تھا۔ میں نے اپنی لکھنؤ کی تقریر میں مسلمانوں کو انتباہ کیا تھا کہ اگر انہیں ایک باوقار مقام کی جستجو ہے تو وہ قربانیوں کے بغیر انہیں مل سکتا۔ جنگ عظیم کے دوران کتنے ملین لوگ مارے گئے تاکہ اپنے ملک کے وقار کی خاطر لڑ سکیں۔ قربانی کی سخت آزمائش میں سے گزر کر ہی ایک قوم کی حیثیت سے آپ مستحکم ہوں گے اور آزادی حاصل کریں گے لیکن ہمیں قدم بہ قدم چلنا ہو گا میں نہیں چاہتا کہ مسلمان اچانک جوش میں آ جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ایک چیز ہے جسے انہیں سیکھ لینا چاہئے' میں ایک قدم اٹھاؤں اور وہاں جم کر کھڑا ہو جاؤں بجائے اس کے کہ میں دس قدم آگے بڑھوں اور پھر واپس چلا جاؤں۔

خود کو لیس کیجئے

وقت اور جو دشمن ہمارے سامنے ہے اس کے مطابق لڑائی کے طریقوں کو باقاعدہ شکل دینا ہو گی۔ سیکھیں اور مطالعہ کریں اور اپنی راہ دریافت کریں۔ پرانے ہتھیار اور حملے کے پرانے طریقوں کا وقت گزر گیا۔ میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ وہ مطالعہ کریں اور جدید ترین طریقے اور ہتھیار' لڑائی اور جدوجہد کے لئے دریافت کریں کامیابی یقینی ہو گی۔

[اے۔ پی۔ آئی] (دی اسٹار آف انڈیا' ۸' اپریل ۱۹۳۹ء)

۱۳۲۔ علی گڑھ اسٹوڈنٹس یونین کے سپاسنامہ کا جواب

علی گڑھ' ۷' اپریل ۱۹۳۹ء

"سونے کا پترا چڑھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ کر سیاست بگھارنے اور تفریح کرنے کے دن بیت گئے اب سخت حقیقت اور جدوجہد کا سامنا ہے۔" یہ بات مسٹر ایم اے۔ جناح نے کہی جو ایک خیر مقدمی سپاسنامے کا جواب دے رہے تھے۔ جو علی گڑھ اسٹوڈنٹس یونین نے ان کی خدمت میں پیش کیا۔

انہوں نے کہا کہ آپ کو اپنے لوگوں کی خاطر کچھ بھی اور سب کچھ' قربان کر دینے کے لئے

تیار رہنا چاہئے۔ یہ مسلمانوں کے لئے حیات اور موت کی جدوجہد ہے۔ اگر آپ باوقار زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور اپنا کردار باعزت طریقے سے ادا کرنا چاہتے۔ اپنے بنیادی حقوق حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ یہ عزم کر لیجئے کہ یہ جدوجہد آخر تک جاری رہے گی۔

انہوں نے دریافت کیا کہ مسلم لیگ کی ترقی اور اس کے استحکام کے لئے طلباء کیا کردار ادا کر رہے ہیں؟ "جب ایک آدمی دولت مند ہو جاتا ہے تو ہر شخص اس کے گرد جمع ہو جاتا ہے اور اس سے رشتہ داری کا دعویٰ کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہی بات مسلم لیگ کے لئے بھی درست ہے' مجھے مسرت ہے کہ ہر شخص دعویٰ کر رہا ہے کہ مسلم لیگ اس کی اپنی ہے۔"

مسٹر جناح نے ان مسائل کا ذکر کیا جن میں مسلم لیگ حال ہی میں مصروف رہی تھی۔ پہلا مسئلہ تھا فلسطین' کانگرس اور قوم پرست مسلمانوں نے فلسطین کے لئے کیا کیا' ماسوا اس کے کہ بے دلی کے ساتھ ایک مبہم سی قرار داد منظور کر دی؟ دوسری جانب مسلم لیگ نے اس معاملہ میں مسلمانوں کے محسوسات سے مناسب حلقوں کو باخبر کرنے میں ہر اثر و رسوخ استعمال کیا۔ ہزاروں جلسے منعقد کئے گئے برطانوی حکومت کو عرضداشتیں بھیجی گئیں۔ مسلم لیگ کے نمائندے قاہرہ اور لندن بھیجے گئے۔

پھر انہوں نے راجکوٹ کا ذکر کیا۔ کاٹھیاوار کی ریاستوں کے مسلمانوں کے لئے کون لڑ رہا ہے؟ راجکوٹ' جوناگڈھ جام نگر اور متعدد دیگر ریاستوں میں مسلم لگی کی شاخیں قائم کی گئیں "ہم ہندی ریاستوں میں اپنے بھائیوں کو درگور نہیں ہونے دیں گے۔ ریاستوں میں مسلمانوں کی حالت بالکل قابل رحم ہے۔ جہاں تک جے پور کا تعلق ہے تو یہ مسلم لیگ ہی تھی جس نے دلچسپی لے کر جوہری بازار کی مسجد کے باہر گولیاں چلنے کے بارے میں حقائق کو آشکار کیا۔ مسلمانان جے پور کی ایک ہجوم کی حیثیت تھی' نہ کوئی راہ' نہ کوئی کپتان اور نہ کوئی تنظیم۔ مسلم لیگ نے انہیں بچایا۔ "نتیجہ یہ نکلا کہ مسجد کا دروازہ بدلنے کی اجازت مل گئی یہی سارے جھگڑے کی جڑ تھی۔ جے پور دربار نے اس بات پر رضا مندی ظاہر کر دی ہے کہ ان مسلمانوں کے خاندانوں کو معاوضہ دیا جائے جو گولیوں سے شہید ہوئے اور مسلمانوں کے خلاف مقدمات واپس لے لئے گئے۔ مزید مہاراجہ نے خیر سگالی کا مظاہرہ کیا کہ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ اپنی مسلمان رعایا کے لئے اپنے خرچے سے ایک مسجد تعمیر کرا دیں گے۔"

جے پور سے مسلمانوں کی نقل مکانی سے ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا۔ "سوال یہ ہے کہ اس معاملے کے ضمن میں میں کس کے ساتھ مل کر کام کروں؟" "یہ کس قدر ضروری ہے؟" تقریر ختم کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ رہنما باہر آ جائیں آستینیں چڑھالیں اور مسلمانوں کی نگہداشت

کریں جب کبھی اور جہاں کہیں وہ مشکل میں ہوں۔" (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۸ اپریل ۱۹۳۹ء)

۱۳۴۔ بمبئی صوبائی مسلم لیگ کانفرنس میں افتتاحی تقریر

شولاپور، ۷ مئی ۱۹۳۹ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے برطانوی حکومت کو زبردست انتباہ کیا کہ اگر وہ یہ سوچتے ہیں کہ مسلم لیگ کو باہر رکھ کر کانگرس کے ساتھ وفاق کے مسئلہ پر وہ معاملہ طے کر سکتے ہیں تو وہ ایک زبردست غلطی کا ارتکاب کریں گے۔ مسٹر جناح نے شولاپور میں بمبئی صوبائی مسلم لیگ کانفرنس کا افتتاح کر رہے تھے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ایسی صورت میں مسلم لیگ تن تنہا وفاق سے لڑے گی اور اسے ناممکن بنا دے گی۔

اس ضمن میں مسٹر جناح نے اس امر کی نشان دہی کی کہ مسلمان عظیم تر قربانیوں کے لئے تیار ہیں کیونکہ انہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ آخرکار کانگرس وفاق میں شامل ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ یہ حیران کن اور اہم بات ہے کہ مسٹر گاندھی نے گذشتہ مہینوں کے دوران وفاق کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

مسٹر جناح نے اس امر کا اعادہ کیا کہ ہندی ریاستوں کے بارے میں مسلم لیگ کی حکمت عملی عدم مداخلت کی ہے۔ لیکن انہوں نے اعلان کیا کہ اگر اپنی قرار دادوں کے خلاف کانگرس نے ہندی ریاستوں میں اپنی مداخلت جاری رکھی تو مسلم لیگ بھی مسلمانوں کے مفادات کو بچانے کی خاطر مداخلت پر مجبور ہو جائے گی۔

مسٹر جناح نے مسلم لیگ تنظیم کے حالیہ ارتقا کی تاریخ پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے اس کے موجودہ استحکام پر اپنی طمانیت کا اظہار کیا انہوں نے کہا کانگرس کے ارباب اختیار نہیں چاہتے کہ مسلمان ان کے ساتھ مساویانہ حیثیت سے اشتراک اور تعاون کریں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان ان کے خیمہ بردار بن کر رہیں۔ کانگرس کے ارباب اختیار کے ہر فعل کا مقصد خواہ یہ مقننہ کے اندر ہو یا باہر یہی ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو کچل دیا جائے اور انہیں منقسم کر دیا جائے۔ مسٹر جناح نے بمبئی میونسپل ترمیمی ایکٹس کی مثالیں دیں اور کہا کہ یہ دانستہ طور پر مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

راجکوٹ کے معاملے کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اس نے ان کے بدترین خدشات کو درست ثابت کر دیا ہے کہ مسٹر گاندھی چاہتے ہیں کہ مسلمان ان کے ملازمین کا کردار ادا کریں

جو وہ ہرگز نہیں کریں گے۔ مسٹر جناح نے مسٹر گاندھی کی اس تجویز پر شدید تنقید کی کہ مسلمانوں کو اصلاحات کی کمیٹی میں مشروط نمائندگی دے دی جائے اور کہا "کہ یہ ایسی تجویز ہے کہ جسے ہندوؤں کو پیش کرتے ہوئے مجھے شرم آئے گی۔

{ اے۔ پی۔ آئی } (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۹، مئی ۱۹۳۹ء)

۱۳۴۔ ایسوسی ایٹیڈ پریس سے ملاقات

شولاپور، ۷، مئی ۱۹۳۹ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے یو۔ پی کے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ فوری طور پر لکھنؤ میں شیعہ۔ سنی مناقشے میں اعلان صلح کر دیں تاکہ مسلم لیگ اس قصے کا کوئی معقول اور آبرومندانہ حل تلاش کر سکے۔ یہ بات انہوں نے ایسوی ایٹیڈ پریس کے ساتھ بمبئی روانہ ہونے سے قبل ایک ملاقات کے دوران کہی۔ مسٹر جناح نے کہا۔

"میں مسلمانوں کو تنبیہہ کرتا ہوں کہ وہ مسلمان دشمنوں کی خفیہ ریشہ دوانیوں سے بچیں جن کا مقصد ان کے آپس کے اختلافات سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔ لکھنؤ میں بدقسمتی سے جو واقعات رونما ہوئے ہیں ان میں کوئی شخص بھی یہ نوٹ کئے بنا نہیں رہ سکتا کہ دونوں شیعوں اور سنیوں کی رہنمائی یا گمراہی کے ذمہ دار کانگرسی مسلمان ہیں۔ تاہم مسٹر جناح نے اس امر پر اظہار اطمینان کیا کہ دونوں فرقوں کے ذمہ دار اور صاحبان فکر رہنماؤں نے نہایت دانشمندی کے ساتھ خود کو اس جھگڑے سے الگ رکھا ہے اور کوشش کر رہے ہیں کہ وہ صورت ختم ہو جائے جو پیدا کی گئی ہے۔

جے پور کے معاملات

مسٹر جناح نے جے پور اور راجکوٹ کی ریاستوں میں حال ہی میں رونما ہونے والے واقعات کا بھی ذکر کیا۔ مسٹر جناح نے مطالبہ کیا کہ حال ہی میں جے پور میں مسلمانوں پر جو گولیاں چلائیں گئیں اس کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرائی جائے ان کے خیال میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ گولیاں بغیر کسی جواز اور انتباہ کے چلائی گئیں اور مطالبہ کیا کہ جو لوگ مجرم پائے جائیں انہیں سزا دی جائے اور ان لوگوں کو رہا کیا جائے جن پر اس سلسلے میں مقدمے چلائے جا رہے ہیں تاکہ دربار اور مسلمانوں کے درمیان امن بحال ہو اور خیرسگالی کی فضا قائم ہو سکے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ اقتدار اعلیٰ کے نمائندے نے پھرتی سے اپنا دورہ منسوخ کیا اور راجکوٹ کے مسئلہ پر گاندھی کی جان بچانے کے لئے دوڑے چلے گئے اور آئینی ترقی کے ضمن میں بھی مداخلت کر دی جبکہ اقتدار اعلیٰ بلاشک و شبہ اس حق اور ذمہ داری کا حامل ہے کہ وہ کسی بھی

ریاست میں بدنظمی کی صورت اور مداخلت کرے گا لیکن اس نے جے پور میں ابھی تک کوئی اقدام نہیں کیا جہاں مسلمان تشویش میں مبتلا ہیں نتیجہ واضح ہے ہمیں خود کو منظم کرنا ہو گا اور خود کو لاکھوں کی بجائے کروڑوں میں شمار کرنا ہو گا تب مسلمانوں کی جانب ذمہ داری کے ضمن میں اقتدار اعلیٰ کے ہوش و حواس جاگ جائیں گے۔"

کانگرس کی حکمت عملی

"کانگرس کے بارے میں مسٹر جناح نے اس امید کا اظہار کیا کہ ہندوؤں کے صاحب فکر رہنما حقائق کا احساس کریں گے اور اس روش کا سدباب کریں گے جس پر کانگرس کے ارباب اختیار گامزن ہیں" انہوں نے کہا کہ ہندوٗ مغالطے کا شکار ہیں۔ بیشتر ہندو ان پڑھ اور بے ریا ہیں انہیں کانگرس نے یہ تاثر دے رکھا ہے کہ وہ ہندو راج کے لئے کوشاں ہے۔ بہت سے صاحب فکر ہندو بھی نہ صرف کانگرس کے ساتھ نہیں ہیں بلکہ مسٹر گاندھی اور کانگرس کے موجودہ ارباب اختیار کی حکمت عملی کے مخالف ہیں اور وہ اس رویے کی مذمت کرتے ہیں جس نے دو فرقوں کے مابین مکمل مغائرت پیدا کر دی ہے اور دونوں کے درمیان بے حد تلخی بڑھا دی ہے۔ جس سرتاپا غلط حکمت عملی پر کانگرس مقننہ کے اندر اور باہر گذشتہ ۱۸ ماہ کے دوران گامزن رہی ہے۔"

(دی مسلم آوٗٹ لک، ۱۰ مئی ۱۹۳۹ء)

۱۳۵۔ اسٹوڈنٹس یونین اسمٰعیل کالج آندھیری [بمبئی] سے خطاب

۴ اگست ۱۹۳۹ء

کانگرس پر حملہ، حکومت ہند کے لئے جمہوری پارلیمانی نظام کی مذمت اور مسلم لیگ کے اس عزم کا اعادہ کہ وہ مسلمانوں کو کسی اور جماعت یا طاقت کا فرمانبردار نہیں بننے دے گی۔ یہ اس تقریر کی خاص خاص باتیں ہیں جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اسمٰعیل کالج اسٹوڈنٹس یونین کے اجلاس میں آندھیری میں کیں۔ مسٹر جناح نے، جنہیں یونین کا اعزازی رکن بنایا گیا، ہند کی موجودہ سیاسی صورت حال پر تقریر کی تاہم بیشتر حصہ کانگرس کے ضمن میں مسلم لیگ کے منصوبوں اور اس حکمت عملی کی وضاحت پر مشتمل تھا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ مسلم لیگ کا پہلا اور اہم ترین کام مسلمانوں کی تنظیم کرنا ہے اور انہیں ایک مضبوط اور متحد جسد میں ڈھالنا ہے۔ یہ ازبس ضروری ہے تاکہ فرقہ ملک کے قومی معاملات میں اپنا جائز مقام حاصل کر سکے۔ جو اس خیال کے حامل ہیں ہو سکتا ہے کہ انہیں فرقہ پرست کہا جائے۔" انہوں نے اعلان کیا کہ "جہاں تک میرا تعلق ہے میں مسلمانوں کی اس خدمت کی خاطر فرقہ پرست کہلانے کے لئے آمادہ ہوں۔ میں ایک پیدائشی مسلمان ہوں اور مسلمان کی حیثیت سے

مروں گا۔"

جھوٹا پروپاگنڈا

انہوں نے کہا کہ "ہمیں اس بارے میں بالکل واضح ہونا چاہئے کہ اک اوسط درجہ کا ہندی قوم پرست کیا ہے؟ کیا کانگرس واقعی قوم پرست ہے؟ آپ یہ اعلان کر کے کہ آپ قوم پرست ہیں قوم پرست نہیں بن جاتے۔ میری رائے میں جب کانگرس قوم پرستی کی بات کرتی ہے تو اس کی مراد ہندو قوم پرستی سے ہوتی ہے جب وہ قوم پرست کہتی ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہندو قوم پرست۔ نہ صرف ان کا یہ مطلب ہوتا ہے بلکہ وہ ان معنوں میں عمل بھی کرتے ہیں۔"

مسٹر جناح نے زور دے کر کہا کہ صوبوں میں خود مختاری کے نفاذ کے بعد وہ اس خیال کے قائل ہوئے ہیں۔ انتخابات سے قبل انہیں یہ امید تھی مسلمانوں اور ہندوؤں کے بہتر ارکان مقننہ میں پہنچیں گے اور فرقہ وارانہ امن قائم کرنے کی خاطر ہم آہنگی کے ساتھ کام کریں گے۔ کانگرس کا جواب تھا انتخابات کے دوران مسلم لیگ کے خلاف متشددانہ پروپاگنڈا۔ کانگرس نے اعلان کیا کہ مسلمان رجعت پسند ہیں اور سامراجی طاقت کی حمایت کر رہے ہیں۔ کانگرس دستور کو توڑنا چاہتی تھی جب کہ مسلم لیگ دستور کو' وہ جیسا کیسا بھی ہے' چلانا چاہتی تھی انتخابات ختم ہوئے اور کانگرس کو معلوم ہوا کہ کچھ صوبوں میں اس کی اکثریت ہے تو اس نے عہدے قبول کر لینے کا فیصلہ کیا۔ اب وہ دستور کو چلا رہے تھے اور انتقامی جذبے کے ساتھ۔

مسلم لیگ نے کانگرس کی طرف جو دست تعاون درازیں کیا تھا اسے تھامنے کی بجائے کانگرس نے مطالبہ کیا کہ لیگ کو توڑ دیا جائے اور مکمل طور سے کانگرس کی فرماں برادری قبول کرے۔ یہ رویہ ایسا تھا جو نہ مسلمانوں کی مدد کرتا تھا نہ ہندوؤں کی اور نہ مسلک کی۔ مسٹر جناح نے پھر الزام لگایا کہ کانگرس نے مقننہ کے مسلم اراکین کو وزارتیں پیش کر کے انہیں بدعنوانی کا درس دیا۔ اس طرح کے حربے کانگرس جیسی زبردست تنظیم کو زیب نہیں دیتے۔ اس کے بعد مسٹر جناح نے کانگرس کی ریشہ دوانیوں اور بعض کانگرسی صوبوں میں اس کے مسلمانوں کی ثقافت اور اس کے مفادات پر حملوں کا ذکر کیا۔ ان میں انہوں نے جھنڈے کے سوال' بندے ماترم کے تعارف اور ہندی کے نفاذ کا ذکر کیا۔ مسلمانوں کے خلاف تازہ ترین اقدام نئی درسی کتب اور یونیفارم کا اجراء بغیر کسی ذمہ دار مسلم رائے عامہ سے مشورہ کے تھے۔

بے ہودہ بات

یہ کہنا کہ کانگرسی صوبوں میں مسلمان جارح ہیں ایک بے ہودہ بات ہے۔ وہ محض اپنا اور اپنی ثقافت کا دفاع کرتے ہیں گڑبڑ اقتدار کے نشہ میں دھت کانگرسیوں کی طرف سے ہوتی ہے ایسا

محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس تاثر میں ہیں کہ وہ ملک کے حکمران ہیں اور وہ مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ اور ان پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

مسلم لیگ کے پروگرام کا تذکرہ کرتے مسٹر جناح نے کہا "ہمیں بتایا جائے کہ کانگرس کا پروگرام کیا ہے؟" اس وقت ہمارا بہت سا وقت اور توانائی اپنی مدافعت کی ترکیبیں سوچنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم نے بہت سا تعمیری کام کیا ہے۔ ہماری رکنیت لاکھوں تک پہنچ گئی ہے اور آج ہم ایسی قوت بن گئے ہیں جسے تسلیم کرنا ہی ہو گا۔ میں ابھی چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی مزید تنظیم کروں تاکہ وہ عظیم تر طاقت بن جائیں اگر مسلمانوں کو ہندو راج کا سامنا کرنا ہی پڑے، اگر انہیں ہندوؤں کے سامنے درخواست گذاری کرنا ہی پڑے تو اگر وہ متحد ہوں گے اور ایک آواز سے بات کریں گے تو ان میں زیادہ وزن ہو گا۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں عقیدے، تعلیم، ثقافت اور فلسفے کے اعتبار سے قطبین کا فاصلہ ہے دو علاحدہ نسلیں یا قومیتیں ہیں۔ یہ قدرتی بات ہے کہ جس کے پاس زیادہ طاقت ہو گی وہ دوسرے کی ثقافت پر اثر انداز ہونے اور اسے دبانے کی کوشش کرے گا۔ مجھے حیرت ہے کہ اس طرح کے ملک میں جمہوریت کو کامیابی سے چلایا جا سکتا ہے۔ کانگرس جمہوریت کی قسم کھاتی ہے کیونکہ یہ زیادہ طاقتور فرقوں کے مناسب حال ہے۔ انہوں نے کہا میرے خیال میں آج دنیا میں کہیں بھی جمہوریت نہیں وہ ہند میں جمہوریت کی بات کرتے ہیں کہ یہ ہندوؤں کے لئے سازگار ہے۔ ان کے لئے یہ تو سروں کو گننے کی بات ہے۔ انہیں جس امر پر غور و خوض کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ کیا اتنے بڑے ملک کے لئے جمہوری پارلیمانی نظام حکومت مناسب ہے جس میں مختلف قومیتیں آباد ہوں۔

مسلمانوں سے دور ہٹو

ان کے خیال میں یہ ناممکنات میں سے ہے۔ آئندہ کیسا دستور ہو یہ ان کے فیصلہ کرنے کا کام ہے۔ مسلمان ہندوؤں کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتے۔ اس کے عوض وہ چاہتے ہیں کہ انہیں اپنی ثقافت اور مفادات کو ترقی دینے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے وہ ہندوؤں کی کسی طور کی غلامی برداشت نہیں کریں گے کانگرس کی مسلم عوام رابطہ تحریک پر نکتہ چینی اور سندھ میں کانگرسی حکومت تشکیل کرنے کی کوششوں پر تنقید کرنے کے بعد مسٹر جناح نے اعلان کیا میں کانگرس سے کہتا ہوں 'مسلمانوں سے دور ہٹو'۔ ہم پر اعتماد کرو اور ہمارے وقار پر بھروسہ کرو۔ ہم نہیں چاہتے کہ تم ہماری حفاظت کرو۔ ہم خود اپنی نگہداشت کر لیں گے۔ ہمارے آپ کے خلاف کوئی عزائم نہیں ماسوا اس کے کہ ہمیں اس ملک کی قومی حکومت میں ہمارا جائز حصہ مل جائے۔"

(دی اسٹار آف انڈیا، ۲۹ اگست ۱۹۳۹ء)

۱۳۶۔ شملہ میں وائسرائے کے ساتھ ملاقات کے بعد بیان

شملہ، ۷، ستمبر ۱۹۳۹ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ، اخبارات کے نام ایک بیان میں کہتے ہیں :

"جیسا کہ پہلے ہی اعلان کیا جا چکا ہے میری ۴، ستمبر کو وائسرائے سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے صورت حال کی اتنی وضاحت کر دی جتنی کہ وہ کر سکتے تھے۔ قدرتی طور پر میں اس گفتگو کا انکشاف تو نہیں کر سکتا جو ان کے اور میرے مابین ہوئی۔ ہمیں امید کرنی چاہئے کہ ان گہرے بادلوں میں کوئی رو پہلی کرن بھی ہو گی۔ ہزایکسی لینسی ۱۱، ستمبر کو مرکزی مقننہ کے دونوں ایوانوں سے خطاب کریں گے۔ عوام کے لئے صورت حال کو سمجھنے کا وہ بہتر موقع ہو گا۔

"کوئی بھی اسلح اور بہیمانہ طاقتوں کے استعمال کو برا سمجھنے اور ان کی مذمت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ یورپ کی تہذیب اور تدبر کے لئے کوئی قابل تعریف بات نہیں کہ باوقار حل دریافت نہ کیا جا سکا۔ یہ بالکل واضح ہے کہ ہمیں ایک نہایت سنگین صورت کا سامنا ہے جو حیات اور املاک کی تباہی پر منتج ہو کر رہے گی اور اس کا مطلب ہو گا ساری دنیا میں عظیم ترین تباہی۔ یہ وقت نہیں ہے کہ میں ملک معظم کی حکومت کی حکمت عملی کو منظور کروں یا نہ کروں۔ فطری طور سے میری تمام تر ہمدردیاں پولینڈ، فرانس اور برطانیہ کے عوام کے ساتھ ہیں چونکہ ہم فی الوقت دولت مشترکہ برطانیہ کے رکن ہیں۔ تاہم اگر برطانیہ اس جنگ کو کامیابی سے چلانا چاہتا ہے تو وہ مسلم ہند کو ان کی مسلمہ تنظیم آل انڈیا مسلم لیگ کے توسل سے اپنے اعتماد میں لے اور اپنی حکمت عملی کو اس ڈھنگ سے تشکیل دے کہ وہ اصول اس پر منطبق ہو جائیں جن کا تذکرہ انہوں نے اعلان جنگ کے بعد اپنی نشری تقریر میں گذشتہ اتوار کو کیا۔ مسلمان عدل اور انصاف کے خواہاں ہیں۔

"میں ہزایکسی لینسی وائسرائے کے خیالات مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سامنے پیش کردوں گا جس کا اجلاس ۷، ستمبر کو دہلی میں منعقد ہو رہا ہے۔ دریں اثناء میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مضبوطی کے ساتھ متحد ہو کر آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے کھڑے ہو جائیں۔ آیئے ہم دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس سنگین لمحے میں ہماری رہنمائی فرمائے کہ ہم درست فیصلہ کر سکیں جو مسلم ہند کے بہترین مفاد میں ہو۔" (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۹، ستمبر ۱۹۳۹ء)

۱۳۷۔ دارالامراء میں لارڈ زٹلینڈ کی تقریر پر بیان

یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء

دارالامراء میں لارڈ زٹلینڈ کی تقریر اور مسٹر گاندھی کے ایک بیان کی جانب میری توجہ مبذول کرائی گئی ہے جس میں انہوں (مسٹر گاندھی) نے برطانوی مدبروں سے برطانیہ کے "ایک دوست" کی حیثیت سے اپیل کی ہے مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ مسٹر گاندھی نے جو کانگرس کے واحد ترجمان اور آمر ہیں' اپنے بیان کو ایسی زبان کا جامہ پہنایا ہے جس سے ایک بار اور اس پر یہ خبط بھی سوار ہے کہ وہ تنہا ہند کی نمائندہ ہے۔ ثانیاً وہ ہند میں جمہوریت کا علم بلند کرتے ہوئے برطانیہ عظمیٰ کی جمہوری سامراجیت کے خاتمے کی خواہش مند ہے۔ اس نے گذشتہ ڈھائی برس کے دوران نہ صرف اپنے فاشی اور مطلق العنان تنظیم ہونے کا اعلان کیا بلکہ اس کو جامہ عمل بھی پہنایا اور ثالثاً" یہ سارے ہند میں ہندو مت کے احیاء اور سارے برصغیر میں ہندو مت کے غلبے کے لئے کوشاں ہے۔ جب تک کہ کانگرس ہائی کمان کو ان امراض سے مکمل صحت یابی حاصل نہیں ہو جاتی وہ ہند کی ترقی کے لئے' جو ہم سب کو دل سے عزیز ہے' کوئی پیش رفت نہیں کر سکے گی۔

جہاں تک لارڈ زٹلینڈ کی تقریر کا تعلق ہے میں اس کے بارے میں اپنے خیالات کے اظہار کے لئے ہزایکسی لینسی وائسرائے کے ساتھ اپنی ملاقات تک انتظار کو ترجیح دوں گا۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۳' اکتوبر ۱۹۳۹ء)

۱۳۸۔ مسلم نوجوانوں کے نام پیغام

مسلم یونیورسٹی یونین' علی گڑھ' کی درخواست پر

۴۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء

آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام کی نہایت مضبوطی اور کامل اتحاد کے ساتھ تائید کیجئے یہ وہ واحد تنظیم ہے جو مسلمانان ہند کی نیابت کر سکتی ہے۔

جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ مسلم لیگ ہند کی کامل آزادی کی قائل ہے۔ کسی ایک فرقے کے لئے نہیں بلکہ اس عظیم برصغیر میں بسنے والے تمام قوموں کے لئے۔ اور اس کا موقف ہے خود مختار اور آزاد اسلام۔

اسلام ہر مسلمان سے توقع کرتا ہے کہ وہ اپنے قومی فریضہ کو ادا کرے گا اور ہم میں سے ہر شخص تاریخ ہند کے اس نازک مرحلے پر وہ باعزت مقام حاصل کرنے اور اس برقرار رکھنے کے لئے

جو ہماری روایات اور عظمت رفتہ کے شایان شان ہو کسی خدمت اور قربانی کو زیادہ بڑا تصور نہیں کرے گا بالخصوص اس وقت جب کہ ہمیں ایک خوفناک جنگ اور ایک خطرناک اور سنگین بین الاقوامی صورت حال کا سامنا ہے جو ساری دنیا میں ایک نیا نظام برپا کر کے رہے گی۔

مجھے بھروسہ ہے کہ نوجوان مسلم ہندی جس پر نو کروڑ' مسلمانوں کی اعانت اور قیادت کا بار پڑنے والا ہے انہیں ناکامی سے ہمکنار نہیں کرے گا بلکہ وقت آنے پر ہر خدمت اور ایثار کے لئے بلا کسی پس و پیش کے تیار ہو گا۔ (دی اسٹار آف انڈیا' ۶' اکتوبر ۱۹۳۹ء)

۱۳۹۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد سے خط و کتابت کا اشاعت کے لئے اجراء

نئی دہلی ۱۳' اکتوبر ۱۹۳۹ء

مسٹر ایم۔ اے جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ڈاکٹر راجندر پرشاد' صدر انڈین نیشنل کانگرس اور اپنے مابین خط و کتابت کی نقول اخبارات میں اشاعت کے لئے جاری کر دی ہیں۔ یہ مراسلت کانگرس کی صوبائی حکومتوں کے خلاف الزامات کے تعلق میں ہوئی تھی۔

ڈاکٹر راجندر پرشاد نے برلا ہاؤس نئی دہلی سے ۵' اکتوبر ۱۹۳۹ء کو ایک مکتوب میں یہ لکھا:

برلا ہاؤس نئی دہلی
۵' اکتوبر ۱۹۳۹ء

ڈیر مسٹر جناح!

آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے حال ہی میں دہلی میں جو قرار داد منظور کی ہے اس میں صوبائی حکومتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ متعدد صوبوں میں صوبائی خود مختاری ہندوؤں کے مسلمان اقلیت پر غلبے پر منتج ہوئی ہے' جن کی زندگی' آزادی' املاک اور عزت و آبرو خطرے میں ہیں۔ ان کے مذہبی حقوق اور ان کی ثقافت پر بھی متعدد صوبوں میں آئے دن حملے ہوتے رہتے ہیں اور انہیں تباہ و برباد کیا جا رہا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی مجھے بتایا کہ آپ نے ان سے بھی ایک حالیہ گفتگو کے دوران اس معاملہ کا تذکرہ کیا تھا۔

ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ الزامات بالکل بے بنیاد ہیں اور خوف پر مبنی ہیں اور آپ اور لیگ کو یک طرفہ اطلاعات موصول ہوئی ہوں گی۔ جب بھی اس طرح کے الزامات عائد کئے گئے متعلقہ حکومتوں نے ان کی تحقیقات کرائی اور ان کی تردید کر دی۔ ایک گذشتہ موقع پر ہم نے اس آمادگی کا اظہار کیا تھا کہ خاص واقعات کی غیر جانبدارانہ تحقیق کرا لی جائے۔ ہم بڑی شدت سے محسوس کرتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارے ساتھ اتفاق کریں گے کہ اس نوع کے الزامات جب

سنجیدگی کے ساتھ عائد کئے جائیں تو ان کی تحقیقات لازماً ہونی چاہئے جو یا تو ثابت ہو جائے یا مسترد کر دیا جائے۔ ہم چاہیں گے کہ اگر مصدقہ نوعیت کی مثالیں پیش کی جائیں تو اس طرح کا طریقہ کار اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ اتفاق کریں تو ہم ہند کے اعلیٰ ترین عدالتی حاکم سر مورس گوائر چیف جسٹس فیڈرل کورٹ سے درخواست کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں کہ وہ دستیاب نہ ہوں تو ان ہی جیسے مرتبے کی کسی اور عدالتی شخصیت سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

میں اسے نہایت مسرت کے ساتھ کانگرس کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کردوں گا اور ان سے اس ضمن میں رسمی قرار داد منظور کرا لوں گا۔ میں آج واردھا روانہ ہو رہا ہوں آپ کا ممنون ہوں گا اگر آپ جلد جواب عنایت فرما دیں گے۔ میں واردھا میں ایک ہفتہ کے قریب قیام کروں گا۔

آپ کا مخلص راجندر پرشاد

مسٹر جناح نے اس مکتوب کا حسب ذیل جواب دیا۔

۸۔ بی" ہارڈنگ ایونیو نئی دہلی' ۶ اکتوبر ۱۹۳۹ء

ڈیئر ڈاکٹر راجندر پرشاد!

مجھے آپ کا مکتوب مرقومہ ۵' اکتوبر ۱۹۳۹ء موصول ہو گیا ہے۔ میں آپ کو یہ اطلاع دینے کی اجازت چاہتا ہوں کہ میں نے یہ تمام معاملہ وائسرائے اور گورنر جنرل کے سامنے پیش کر دیا ہے اور ان سے درخواست کی ہے کہ وہ اس معاملے کو بلا کسی تاخیر کے نمٹا دیں۔ چونکہ انہیں اور صوبائی گورنروں کو دستور نے بالوضاحت یہ اختیار تفویض کیا ہے اور ان پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے وہ اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ کریں۔

"اب یہ معاملہ ہزایکسی لینسی کے زیر غور ہے اور وہ اس تعلق میں حاکم مجاز بھی ہیں کہ وہ ایسی کارروائی کریں اور ایسے اقدام کریں جو ہماری ضروریات کی کفالت کر سکیں اور مسلمانوں میں کامل احساس تحفظ اور اطمینان بحال کر سکیں۔ ان صوبوں میں کانگرسی وزارتیں نظم و نسق کی ذمہ دار ہیں۔"

"ان حالات میں میں ان متعدد بیانات سے مزید بحث نہیں کر سکتا جو آپ کے مکتوب میں مرقوم ہیں کیونکہ یہ غیر ضروری ہیں لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ ان میں سے کچھ بالکل غلط ہیں۔

آپ کا مخلص ایم۔ اے۔ جناح

[اے۔ پی۔ آئی۔ دی اسٹیٹسمین' ۱۴' اکتوبر ۱۹۳۹ء]

۱۴۰- ہند میں جمہوریت کے سوال پر بیان

مانچسٹر گارڈین کو دیا گیا انٹرویو

۲۵' اکتوبر ۱۹۳۹ء

میں مانچسٹر گارڈین کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے برطانوی عوام کے سامنے اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع عطا فرمایا- ایک عام انگریز کو اس صورت حال سے کماحقہ آگاہ کرنا جس سے ہم مسلمان آج دوچار ہیں ایک مشکل بات ہے- لیکن میں چند چیدہ چیدہ نکات کا ذکر کروں گا جن سے انہیں ان مشکلات کا کچھ اندازہ ہو جائے گا جو ہمیں درپیش ہیں-

مسلمانوں کو ہمیشہ نمائندہ طرز حکومت سے خوف اور خدشات دامن گیر رہے چہ جائیکہ ہند میں سختی کے ساتھ جمہوری نظام نافذ ہو- ۱۹۰۸ء کی منٹو مارلے اصلاحات اور ۱۹۱۶ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین تاریخی میثاق لکھنؤ کے زمانے سے ان کے علیحدہ انتخابات' مراعات اور آئینی تحفظات پر اصرار ان کے خدشات کا واضح اظہار ہے- لیکن نئے صوبائی دساتیر کے نفاذ کے بعد تو یہ بات شک و شبہ سے بالاتر انداز میں ثابت ہو گئی ہے' بالخصوص جس طریقے سے کانگرس ہائی کمان اپنی حکمت عملی اور پروگرام کو بروئے کار لائی یہ واضح ہو گیا کہ کانگرس کا مقصد وحید ملک میں دیگر تنظیموں کو تباہ کرنا اور خود کو بدترین قسم کی فسطائی اور مطلق العنان تنظیم کے طور پر قائم کرنا ہے-

۳۵ ملین رائے دہندگان کا تصور کیجئے جن کی عظیم اکثریت مکمل طور پر جاہل' ناخواندہ ان پڑھ لوگوں پر مشتمل ہو اور وہ صدیوں پرانے توہمات کے تحت زندگی بسر کر رہے ہوں' ثقافتی اور معاشرتی لحاظ سے ایک دوسرے کے مخالف---- اس دستور پر عملدرآمد سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ ہند میں جمہوری پارلیمانی حکومت چلانا بالکل ناممکن ہے- قطعی طور پر اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ایک مستقل فرقہ وارانہ اکثریتی حکومت کی اقلیتوں پر فرمانروائی قائم ہو گئی- اس طرح طاقت اور اختیارات اور سرکاری مشنری کا استعمال' اکثریتی فرقہ کی حکمرانی اقلیتوں پر غلبے اور برتری کا ذریعہ بن گیا ہے-

ہندو راج

لہٰذا میری رائے میں دیگر وجوہات کے علاوہ جن کی تفصیل میں اس وقت جانا میرے لئے ضروری نہیں' جمہوریت کا مطلب یہ ہو گا کہ تمام ہند پر ہندو راج مسلط ہو جائے- یہ وہ صورت حال ہے جو مسلمانوں کے لئے کسی طور پر بھی قابل قبول نہیں ہو گی- مزید برآں اچھوت اور دیگر اقلیتیں بھی ہیں مثلاً ساٹھ لاکھ عیسائی' یہودی' پارسی اور انگریز آباد کار بھی ہیں- لہٰذا مسلم لیگ

نہایت محتاط غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ہند کے مستقبل کے دستور پر از سرنو غور کیا جائے اور یہ کہ برطانوی حکومت مسلم لیگ کی منظوری اور رضامندی کے بغیر کوئی اعلان یا وعدہ نہ کرے اس لئے کہ مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔

برطانوی عوام اس پروپیگنڈے سے گمراہ ہو سکتے ہیں کہ مسلمان ہند کی آزادی کے خلاف ہیں۔ ہم آزادی اور خودمختاری کے خواہاں ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کس کی آزادی اور کس کی خودمختاری؟ مسلم ہند آزاد ہونا چاہتا ہے اور خودمختاری سے پورے طور پر لطف اندوز ہونا چاہتا ہے اور اپنے سیاسی' معاشی اور معاشرتی اداروں کو اپنی صوابدید کے مطابق ترقی دینا چاہتا ہے اور مغلوب ہونا اور کچلا جانا نہیں چاہتا۔ اور ہندو انڈیا کی بھلائی چاہتے ہوئے اسے بھی ایسا کرنے کا پورا پورا موقع فراہم کرنا چاہتا ہے۔

مجھے معلوم ہے کہ انگریز جس نے اپنے ملک میں پارلیمانی نظام حکومت کو ترقی دی ہے کسی اور چیز کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتا ماسوا اس کے جس پر اس نے کام کیا اور صدیوں کے عرصے میں اسے ترقی دی کہ دنیا کے ہر ملک کے لئے وہی نمونہ ہو سکتا ہے لیکن اسے اپنے ذہن سے کینڈا اور آسٹریلیا کے تجربات کو یکسر محو کر دینا چاہئے جہاں حکومت کی بنیادیں عوام کے مزاج کے عین مطابق تھیں۔ صرف اس لئے کہ ان کا تعلق انگریز نسل ہی سے تھا۔

یہ ایک بہت شبہ کی بات ہے کہ یہ (نظام) جنوبی افریقہ میں کس طرح چلے گا جہاں بوئیر اور انگریز دو طاقتور حریف موجود ہیں اور پھر جہاں ان دونوں کے مابین اختلافات اتنے بنیادی نہیں ہیں جتنے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ہیں۔' آئرلینڈ نے بھی قرنوں کے اتحاد کے باوصف برطانوی پارلیمان کے سامنے سرتسلیم خم نہیں کیا' باوجود اس کے کہ انگریز اور اسکاٹ میں بڑی یگانگت پائی جاتی ہے۔ میں لارڈ مارلے کے مقولے کا حوالہ دے سکتا ہوں کہ "کینیڈا کا فرکوٹ ہندوستان کی سخت گرم آب و ہوا میں کام نہیں دے گا۔"

کانگرس کی فسطائیت

کانگرس کا یہ اصرار کہ وہ تنہا اقوام ہند کی نمائندگی کرتے ہیں نہ صرف بے بنیاد ہے بلکہ ہند کی نشوونما اور ترقی کے لئے سخت مضرت رساں ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ وہ مکمل ہند کی نمائندگی نہیں کرتے تمام ہندوؤں کی بھی نہیں اور مسلمانوں کی تو قطعی طور پر نہیں جنہیں اکثر عام اصطلاح میں جو مغرب میں معروف ہے غلط طور پر اقلیت کا نام دیا جاتا ہے۔ وہ (مسلمان) شمال مغرب اور بنگال میں اکثریت میں ہیں اور اس تمام راہداری میں جو کراچی سے کلکتہ تک پھیلی ہوئی ہے برعظیم ہند کے اس حصے کی آبادی برطانیہ عظمیٰ کی آبادی سے دوگنا زیادہ ہو گی اور رقبے کے لحاظ سے دس

گنا سے زیادہ۔ جب تک کہ کانگرس خیالی دنیا سے باہر نہیں آ جاتی اور حقائق کا سامنا نہیں کرتی وہ ہند کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی کیلتا" ذمہ دار ہو گی اور جب تک کہ وہ اپنی حکمت عملی اور پروگرام کی فسطائی اور مطلق العنان بنیاد کو خیرباد نہیں کہہ دیتے' جس پر وہ بڑی سختی کے ساتھ عمل پیرا ہیں' ہند میں امن و امان برقرار نہیں رہ سکتا۔"

مسٹر جناح سے یہ بھی دریافت کیا گیا تھا کہ مسلم لیگی رہنماؤں' مثلاً سر سکندر حیات خاں' کی جانب سے پیش کردہ مختلف اسکیموں اور ان کی تجویز کہ صوبوں میں مخلوط وزارتیں ہوں جو کانگرس اور مسلم لیگ کی نمائندگی کریں' کے بارے میں ان کی رائے کیا ہے؟ اس ضمن میں مسٹر جناح نے کہا: "بہت سی تجاویز اور اسکیمیں ہیں اور ان کو اہمیت بھی دی جا رہی ہے' بالخصوص سر سکندر حیات کی اسکیم کو خاص اہمیت دی جا رہی ہے اس امر کے پیش نظر کہ انہیں مسلم لیگ میں رتبہ حاصل ہے اور وہ پنجاب کے وزیر اعظم بھی ہیں۔"

اگرچہ ان کی تجاویز سے یہ تاثر قائم ہو سکتا ہے کہ بالواسطہ مسلم لیگ کی جانب سے پیش کی گئیں۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ان میں سے کسی کے لئے بھی مسلم لیگ بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ذمہ دار نہیں ہے۔ درحقیقت ہم نے اس سوال کا مفصل جائزہ لینے کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کی ہے اور جب یہ کمیٹی اپنی رپورٹ پیش کرے گی تو اس پر لیگ کی مجلس عاملہ غور کرے گی تاکہ اس تعلق میں مناسب اقدام کئے جا سکیں۔ جب تک کہ یہ مرحلہ نہیں آ جاتا مسلم لیگ سمجھتی ہے کہ وہ کسی طور بھی ان تجاویز اور اسکیموں کی پابند نہیں ہے جو مختلف اصحاب کی جانب سے پیش کی جا رہی ہیں۔

(دی نیو ایرا' ۲' نومبر ۱۹۳۹ء)

۱۴۱۔ خاکساروں کے مطالبات کے بارے میں بیان

نئی دہلی' ۲۶' اکتوبر ۱۹۳۹ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح اخبارات کے نام ایک بیان میں کہتے ہیں:

"۱۸' اکتوبر کو یو پی حکومت کی جانب سے ڈاکٹر کاٹجو نے دہلی میں مجھ سے ملاقات کی ہے۔ یہ ملاقات خاکساروں کے تعلق میں پیدا شدہ صورت حال کے ضمن میں تھی اور میں نے خاکساروں کی تجاویز ان کے سامنے رکھ دیں۔ پوری بحث و تمحیص کے بعد انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ لکھنؤ واپس جا کر اپنے رفقائے کار کے ساتھ صلاح مشورہ کر لیں گے اور ۲۵' اکتوبر کے لگ بھگ وہ مجھے حتمی طور پر یہ بتا دیں گے کہ خاکساروں نے جو مطالبات ترتیب دیئے ہیں یو۔ پی کی حکومت انہیں

کس حد تک تسلیم کر سکتی ہے۔ گزشتہ شب مجھے یو پی حکومت کی تجاویز موصول ہو گئیں کہ وہ خاکساروں کے مطالبات کس حد تک قبول کر سکتی ہے۔ آج میں نے خاکساروں کے مطالبات کے جواب میں یو پی حکومت کی تجاویز علامہ مشرقی کو بھیج دی ہیں تاکہ وہ ان پر غور کر لیں اور ان سے اس انداز سے نمٹ لیں جس طور سے ان سے نمٹنے کا انہیں مشورہ دیا جائے۔

میں اس امر کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ شروع ہی سے میری حیثیت ثالث کی نہیں تھی۔ نہ ہی کسی فریق نے میری صلاح کو قبول کرنے سے اتفاق کیا تھا۔ میں نے خاکساروں اور یو پی حکومت کے مابین ان کی ہمدرد اور دوست کی حیثیت سے اور مسلمانان ہند کے بہترین مفاد میں مصالحت کرانے کی کوشش کی تھی' کیونکہ یہ صورت حال سارے ہند کے مسلمانوں میں شدید جذبات پیدا کر رہی تھی۔ [اے۔ پی۔ آئی] (دی اسٹار آف انڈیا' ۲۷' اکتوبر ۱۹۳۹ء)

۱۴۲۔ ایسوسی ایٹیڈ پریس آف انڈیا کو بیان

نئی دہلی' ۲۷' اکتوبر ۱۹۳۹ء

مسلم لیگ کانگرسی وزارتوں کے استعفوں کی صورت میں کیا رویہ اختیار کرے گی' اس کی نشان دہی مسٹر جناح نے ایسوسی ایٹیڈ پریس کے نام ایک بیان میں کی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ: "میں نے پہلے ہی مجلس عاملہ کی ایک قرار داد کی نقل وائسرائے کو ارسال کر دی ہے' جو مجلس عاملہ کے اس فیصلے کے بارے میں تھی جو اس نے ۲۲ اکتوبر کو کیا تھا۔ جب تک مجھے ان کا جواب موصول نہ ہو جائے میں دارالعوام میں بحث اور بالخصوص سرسیموئیل ہور کی تقریر سے کے بارے میں جو انہوں نے برطانوی حکومت کی طرف سے کی' کوئی رائے زنی نہیں کروں گا۔

مجھے اطلاع ملی ہے کہ مدراس کی وزارت مستعفی ہو گئی ہے اور دیگر کانگرسی وزارتیں اس کی تقلید کریں گی۔

جہاں تک مختلف مجالس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹیوں کا تعلق ہے یہ فیصلہ کرنا ابھی قبل از وقت ہے کہ ہمیں کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے لئے ان صوبوں میں جہاں کانگرس کی بہت بھاری اکثریت ہے' عبوری حکومتوں کی تشکیل کے سوال پر غور کرنا نامناسب ہو گا۔ اگر گورنر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ صوبوں میں دفعہ ۹۳ کے تحت اقدام کیا جائے تو ہمیں اعلان کہ شرائط اور ان اہتمامات پر غور کرنا ہو گا جو اعلان میں مذکورہ ہوں گے۔"

[اے۔ پی۔ آئی] (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۹' اکتوبر ۱۹۳۹ء)

۱۴۳- مسٹر گاندھی کے مضمون مطبوعہ "ہریجن" کا جواب

نئی دہلی، ۴، نومبر ۱۹۳۹ء

"میں نے ہندو مسلم اتحاد پر مسٹر گاندھی کا مضمون جسے مقامی اخبارات نے آج صبح "ہریجن" سے نقل کیا ہے نہایت غور سے پڑھا۔ اس سے مجھے سخت صدمہ پہنچا ہے کہ ایک مضمون میں جسے مسٹر گاندھی نے سپرد قلم کیا ہے ایسے الزام کی تشہیر کی گئی ہے جس کی ذرا سی بھی بنیاد نہیں وہ اس مرحلہ پر میرے یا مسلمانان ہند کے بارے میں اس سے زیادہ اور کوئی بری بات کہہ ہی نہیں سکتے تھے۔

مسٹر گاندھی کہتے ہیں : "جناب جناح صاحب مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے برطانوی قوت کی طرف دیکھتے ہیں۔ کانگرس جو کچھ بھی کر سکتی ہے یا دے سکتی ہے اس سے وہ مطمئن نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ اور قدرتی طور پر اپنے نقطۂ نظر سے اس سے زیادہ طلب کر سکتے ہیں جو کچھ برطانیہ دے سکتا ہے یا دینے کی ضمانت دے سکتا ہے لہٰذا مسلم لیگ کے مطالبات کی کوئی حد ہی نہیں ہو سکتی۔"

یہ بات صداقت سے بہت بعید ہے اور ہند کے سارے مسلمانوں کی توہین ہے جس کا مسٹر گاندھی کے مرتبے کی شخصیت کو ارتکاب نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مسٹر گاندھی آگے چل کر کہتے ہیں کہ کانگرس مسلمانوں کی نیابت نہیں کرتی۔ کوئی پوچھے کہ فی الحقیقت وہ کس کی نمائندگی کرتی ہے؟ مسٹر گاندھی مزید کہتے ہیں کہ اس طرح تو کانگرس نے کبھی بھی ہندوؤں کی ترجمانی نہیں کی۔ اس کا دعویٰ تو ہندو مہاسبھا کرتی ہے۔ میں نے ایک سے زیادہ مواقع پر اس بات کی بھرپور وضاحت کی ہے کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کانگرس ایک ہندو تنظیم ہے۔ یہ ایک ہی سکہ ہے جس پر ایک طرف کانگرس کا نقش ہے اور دوسری جانب ہندو مہاسبھا کا۔ ایک جو کچھ علی الاعلان کہتی ہے دوسری اس پر عمل کرتی ہے۔ میں مسٹر گاندھی کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمان اپنی ہی طاقت پر انحصار کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے حقوق کی خاطر برطانیہ اور کانگرس کے علی الرغم آخری دم تک لڑنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ ہم کسی پر انحصار نہیں کرتے۔"

(اسٹیٹس مین مورخہ ۶ نومبر ۱۹۳۹ء)

۱۴۴- میں ہندو بھائیوں کے ساتھ مساوی سطح پر تصفیہ کرنے کے لئے ہروقت تیار ہوں

بمبئی ۷، نومبر ۱۹۳۹ء

"میں مساوی سطح پر ہندو بھائیوں کے ساتھ تصفیہ کرنے کی غرض سے ہمہ وقت تیار ہوں- میں ان کے خلاف کوئی کدورت نہیں رکھتا" یہ بات مسٹر ایم- اے- جناح بمبئی میں مسلمانوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہی-

مسٹر جناح نے کہا کہ "اعلان جنگ کے بعد اس ملک میں ایک سنگین صورت حال پیدا ہو گئی جب مسٹر گاندھی نے چشم تصور سے ویسٹ منسٹر ایبے اور پارلیمان کے ایوانوں کو تباہ ہوتے دیکھا تو انہوں نے برطانوی مقصد کی خاطر کانگرس کی غیر مشروط خدمات پیش کر دیں، لیکن اس رویے میں وہ تن تنہا رہ گئے- جب کانگرس کی مجلس عاملہ اور آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے قرار دادیں منظور کیں کہ کانگرس برطانیہ کی جنگ کو چلانے کے ضمن میں اسوقت تک اس کی حمایت یا اس کے ساتھ تعاون نہیں کرے گی جب تک کہ برطانیہ ہند کو ایک آزاد اور خود مختار قوم نہیں بنا دے گی اور لوگوں کو مجلس دستور ساز کے ذریعے، جسے وسیع ترین رائے دہی کی بنیاد پر منتخب کیا جائے، اپنا نیا آئین بنانے کی آزادی ہو-

لیکن برطانوی حکومت نے اعلان کیا کہ وہ اس حق کو اپنے لئے محفوظ رکھتے ہیں کہ ملک مختلف طبقات سے مشورے کے بعد ہند کے لئے دستور وضع کر دیں- در آنحالیکہ دونوں اس معاملے میں خود کو واحد ثالث اور منصف قرار دے رہے ہیں- مسلم لیگ کا موقف یہ تھا کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک کا بھی یہ حق تسلیم نہیں کرتی کہ وہ مسلمانوں پر ایسا دستور مسلط کر دے جسے مسلم لیگ کا اتفاق اور اس کی منظوری حاصل نہ ہو-

مسٹر جناح نے کہا کہ اقلیتوں کا یہ حق ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ نہ صرف ان کے مفادات محفوظ ہیں کہ ملک میں کس طرح کا دستور نافذ کیا جا رہا ہے- ہندو بھائیوں سے بالکل مساوات کی بنیاد پر تصفیہ کرنے کے لئے ہمہ وقت آمادہ ہیں، ایک اقلیت اور ایک اکثریت کی حیثیت سے نہیں- انہوں نے کہا کہ ان کے دل میں ہندوؤں کی طرف سے کوئی کدورت نہیں- مگر جب تک موجودہ صاحبان اختیار ایک فاشی گرانڈ کونسل کی شکل میں موجود ہیں تصفیے کی بہت کم امید ہے-

مسٹر جناح نے بعدازاں اس شور کی تردید کی کہ مسلم لیگ نے جمہوریت کی مذمت کر دی ہے- جمہوریت تخیل کے طور سے مختلف ہے اور عمل کے اعتبار سے اور جمہوریت گرگٹ کی مانند ہے، جو ماحول کے مطابق اپنا رنگ بدلتی رہتی ہے- انگلستان میں جمہوریت اس وضع کی نہیں ہے

جیسی کہ فرانس اور امریکہ میں ہے۔ اسلام مساوات، آزادی اور اخوت کا قائل ہے لیکن مغربی طرز کی جمہوریت کا نہیں ــــ جمہوری پارلیمانی نظام جس میں پارٹی کی حکومت دستور کا بنیادی اصول ہوتا ہے، ایسا نظام ہند میں ناکام ہو چکا ہے، جہاں ہندو مسلمانوں کے مقابلے میں تین اور ایک کے تناسب سے اکثریت میں ہیں۔

اس کے بعد مسٹر جناح نے کانگرس کی تنظیم کی جمہوری نوعیت کا جائزہ لیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا یہ جمہوریت ہے کہ ایک گرانڈ فاشی کونسل واردھا میں بیٹھ کر صوبوں میں ان وزراء کو احکام جاری کریں جو صوبائی مجالس قانون ساز کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اور اس گرانڈ فاشی کونسل کا واحد اور آخری آمر اس جمہوری تنظیم کا چار آنے کا رکن بھی نہیں۔ میں ان لوگوں سے کہتا ہوں جو صداقت کی تبلیغ کرتے ہیں کہ وہ مسائل کا سامنا کریں۔ وہ مسائل جن کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے، تب آزادی کا منشور آئے گا۔

[اے۔ پی، دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۱۱، نومبر ۱۹۳۹ء]

۱۴۵۔ کانگرس کی ثالثی کی تجویز پر بیان

بمبئی ۹، نومبر ۱۹۳۹ء

کوئی کانگرس کے ذمہ دار رہنماؤں کے بارے میں جن میں مسٹر گاندھی بھی شامل ہیں کیا سوچ سکتا ہے؟ مسٹر گاندھی اپنے ایک مضمون مطبوعہ "ہریجن" ۲۱ اکتوبر کا آغاز یہ کہتے ہوئے کرتے ہیں کہ میں نے صدر کانگرس ڈاکٹر راجندر پرشاد کے ایک مکتوب کے جواب میں جس میں انہوں نے کانگرس ــ لیگ سوال کو ثالثی کے لئے ایک ٹریبونل کے سپرد کرنے کی پیشکش کی تھی یہ کہا کہ میں نے تمام معاملہ پہلے ہی ہز ایکسی لینسی وائسرائے اور گورنر جنرل کو پیش کر دیا ہے۔ مسٹر گاندھی نے کہا کہ "یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ انہوں نے راجندر پرشاد کی تجویز کو مسترد کر دیا۔" کیا یہ دوستی کے ہاتھ کو رد کرنا ہے؟

میں کسی بھی ذہین آدمی سے کہتا ہوں کہ وہ خود فیصلہ کرے کہ کیا وہ کانگرس لیگ سوال کو ثالثی کے لئے پیش کرنے کی تجویز تھی؟ بعض دیگر حلقوں میں یہ کہا گیا کہ اس خط میں دوستی کا جو ہاتھ بڑھایا گیا تھا اسے رد کر دیا گیا۔ آیئے ہم تمام صورت حال کا جائزہ لیں۔

ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اپنے خط میں کہا تھا کہ وہ کانگرس کی مجلس عاملہ سے ایک قرارداد منظور کرا دیں گے جس کی رو سے سرمارس گائیر یا کسی اور صاحب کو ان مخصوص الزامات کی چھان بین کرنے کے لئے مقرر کر دیا جائے گا جو ہم کانگرس کے زیر اقتدار صوبوں کی وزارتوں کے

خلاف عائد کرتے ہیں۔

پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجلس عاملہ کا قانونی یا آئینی اختیار کیا ہے؟ شکایات بعض صوبوں کی وزارتوں کے خلاف ہیں جو اپنی مجالس قانون کے سامنے اور اپنے اپنے صوبوں کے رائے دہندگان کے سامنے جوابدہ ہیں۔ یہ درست ہے کہ کانگرس کی مجلس عاملہ "فسطائی گرانڈ کونسل" ہے اور کانگرس کی وزارتیں اس کی مخلوق بن کر رہ گئی ہیں۔ لیکن ہم اس صورت حال کو قبول کرنے پر رضامند نہیں۔ ملزم فریق صرف وزارتیں ہی نہیں بلکہ کانگرس کی مجلس عاملہ بھی ہے جس کے احکام کی تعمیل وزارتیں کرتی ہیں۔

اب آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ صدر کانگرس اپنی پیشکش کا آغاز کس طرح کرتے ہیں؟ وہ یہ کہتے ہوئے شروع کرتے ہیں کہ ہماری شکایات اور ہمارے الزامات بے بنیاد ہیں۔ تاہم.... اس طرح ملزم نے پہلے ہی اپنا فیصلہ سنا دیا اور رائے کا اظہار کر دیا۔ لیکن اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنے الزامات کی صراحت کر دیں تو وہ ایک غیر جانبدار اور آزاد ٹربیونل مقرر کرنے کے لئے کانگرس کی مجلس عاملہ سے ایک قرارداد منظور کرا دیں گے۔ اس طرح انہوں نے پہلے ہی سے اس ٹربیونل کے دائرہ کار اور اختیار کے بارے میں فیصلہ صادر کر دیا۔

پھر اس ٹربیونل کو گواہوں کو طلب کرنے' حلفیہ شہادت لینے اور ضروری دستاویزات طلب کرنے کے سلسلے میں کون اختیارات تفویض کرے گا؟ پھر یہ کہ یہ آزاد اور غیر جانبدار ٹری بیونل اپنے فیصلوں کی روشنی میں ضروری کارروائی کے لئے اپنی رپورٹ کسے پیش کرے گا؟ میں سمجھتا ہوں کہ کانگرس کی مجلس عاملہ خود ملزم ہے جو آخرکار اس امر کا فیصلہ کرے گی کہ متعلقہ وزارتوں کے خلاف' اگر ضروری ہے' تو کیا کارروائی کی جائے؟

یہ ایک ایسی ذہنیت ہے جو احساس ذمہ داری کی حدود کو پھلانگ گئی ہے۔ یہ ساری چیز تو انصاف کے برعکس ہو گی۔ (قائداعظم پیپرز' جزو ۶' صفحہ ۶۳)

۱۴۶- یوم عید پر نشری تقریر

قرآن کریم کے مطابق عبادت اور زندگی کے مابین ایک حقیقی ربط ہوتا ہے

آل انڈیا ریڈیو' بمبئی ۱۳ نومبر ۱۹۳۹ء

ہم پرانی نسل کے لوگ ـــــ اپنی آزمائشوں سے گذر چکے ہیں امشب اپنے دوستوں بالخصوص نوجوانوں کی موجودگی میں انہیں (آزمائشوں کو) فراموش کر دینا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ ـــــ اگر ہو سکے تو ـــــ ان کے دلوں میں موجزن تازہ تر بہاروں اور امنگوں کے تاروں کو چھیڑوں کیونکہ

آئندہ انہیں ہی ہماری امنگوں کا بار اٹھانا ہے۔

آج رمضان المبارک کے روزے اور عبادت کا نظم و ضبط اللہ جل شانہ کے حضور دل سے ایک لافانی عجز کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا لیکن یہ عجز کمزور دل کا عجز نہیں ہو گا اور جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں وہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے ساتھ ناانصافی کا ارتکاب کرتے ہیں کیونکہ یہ تمام مذاہب کا قول محال ہے کہ عاجز مضبوط ہو گا اور اسلام کی صورت میں یہ بات خصوصی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اسلام فی الحقیقت عمل کا تقاضا کرتا ہے۔

ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رمضان المبارک کا نظم و ضبط ہمیں عمل کیلئے ضروری قوت مہیا کرنے کی خاطر وضع فرمایا تھا' اور عمل میں انسانی معاشرہ ملحوظ خاطر ہے۔ جب ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عمل کی تلقین فرمائی تو ان کے ذہن مبارک میں ایک فرد واحد کی تنہا زندگی نہیں تھی' جو افعال اپنے طور پر اس سے سرزد ہوتے ہیں عبادت اور وہ سب کچھ جس کا روحانیت سے تعلق ہے۔

قرآن کریم کے مطابق عبادت اور زندگی میں ایک بہت ہی حقیقی ربط موجود ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ کتنے اور حیرت انگیز مواقع ہمیں عطا کئے گئے تاکہ ہم اپنے بھائیوں سے مل سکیں' ان کا مطالعہ کر سکیں' انہیں سمجھ سکیں' اور سمجھ کر ان کی خدمت کر سکیں اور آپ دیکھیں گے کہ یہ تمام مواقع عبادات کا نظم قائم کر کے تخلیق کئے گئے۔ دن میں پانچ بار ہمیں محلّہ کی مسجد میں جمع ہونا ہے۔ پھر ہر ہفتہ جمعہ کے روز ہمیں جامعہ مسجد میں جانا ہے۔ پھر سال میں دو بار عیدین کے دن سب سے بڑی مسجد یا شہر کے باہر میدان میں ہمارا اجتماع ہوتا ہے اور اخیر میں حج ہے جس کے لئے مسلمان دنیا کے اطراف و جوانب سے سفر کرتے ہیں تاکہ کم سے کم زندگی میں ایک بار بیت اللہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور حاضر ہو سکیں۔ آپ نے ملاحظہ کیا ہو گا کہ ہماری عبادات کا یہ نظام لازمی طور پر نہ صرف دیگر مسلمانوں سے ہمارے رابطے استوار کرتا ہے' بلکہ جملہ اقوام کے افراد سے بھی جن سے ہمارا دوران سفر لابدی طور پر سابقہ پڑتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہماری عبادات کے بارے میں یہ احکام محض خوشگوار اتفاق ہو سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ انہیں اس انداز سے وضع کرنے کا مقصد انسانوں کو ان کے معاشرتی احساسات کو تکمیل کے مواقع فراہم کرنا ہے۔

قرآن کریم میں انسان کو درحقیقت خلیفتہ اللہ کا نام دیا گیا ہے اگر انسان کی اس تعریف کی کوئی اہمیت ہے تو یہ ہم پر اتباع قرآن کا فریضہ عائد کرتی ہے' کہ ہم دوسروں کے ساتھ سلوک روا رکھیں جو اللہ اپنی مخلوق بنی نوع انسان کے ساتھ روا رکھتا ہے۔ اس لفظ کے وسیع تر مفہوم میں یہ فریضہ ہے محبت اور درگذر کرنے کا فریضہ اور یہ —— باور کیجئے —— کوئی منفی فریضہ نہیں بلکہ ایک

مثبت بات ہے۔

اگر ہم اللہ کی مخلوق کے ساتھ، خواہ ان کا کسی بھی فرقے سے تعلق کیوں نہ ہو، انسیت اور رواداری کے قائل ہیں تو ہمیں اس عقیدہ پر اپنے روزمرہ کے وظائف اور نیکی کے کاموں میں اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ آج عید کے دن اس جذبے کا جو ہمارے دلوں میں روزہ اور نماز کی بدولت روشن ہوا ہے اس سے بہتر کوئی مظاہرہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم اس امر کا عہد کریں کہ ہم یک جہتی پیدا کریں گے اپنے گھر میں، اپنے فرقے میں اور اپنے ملک میں جس میں مختلف مذاہب اور عقائد موجود ہیں اور کام کریں گے، خلوت ہو یا جلوت، خود غرضانہ مفاد کیلئے نہیں بلکہ اپنے ابنائے وطن اور آخرکار بنی نوع انسان کے عظیم تر مفاد کے لئے۔

یہ ایک عظیم آئیڈیل ہے جو سعی و ایثار کا تقاضا کرے گا۔ ایسا تو شاذو نادر بھی نہ ہو گا کہ آپ کے ذہن شک و شبہ کی آماجگاہ بن جائیں۔ ایسے تضادات ہو سکتے ہیں جن کی نوعیت مادی بلکہ روحانی بھی ہو اور جنہیں آپ جرات اور ہمت کے ساتھ حل کر لیں۔ ہمیں ان کا سامنا کرنا ہو گا اور اگر آج، جبکہ ہمارے دل عجز سے مملو ہیں، عالی حوصلگی سے کام نہ لے سکیں تو پھر کبھی بھی ایسا نہ کر سکیں گے۔ ہمارے تمام رہنما مسلمان اور ہندو دونوں فرقہ وارانہ مناقشات پر غمگیں ہوتے رہتے ہیں ان کے اسباب کی تاریخ کا تذکرہ نہیں کروں گا لیکن ایسے لمحے آئیں گے جب لوگوں کے جذبات مشتعل ہو جائیں گے اور جب اختلافات تصادم کا روپ دھار لیں گے ایسے لمحات میں میں آپ سے کہوں گا کہ آپ اپنی عید کی عبادت کو یاد کریں اور چند ثانیوں کے لئے اس بات پر غور کریں کہ کیا ہم اس رہنمائی کی روشنی میں ان سے احتراز نہیں کر سکتے جو ہمارے قرآن نے اور اس عظیم جذبہ نے ہمیں عطا کی ہے جو اسلام ہے۔ میں آپ سے کہوں گا کہ ایسے لمحات کے دوران آپ یہ یاد رکھیں کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کوئی قاعدہ قانون دیگر تمام بنی نوع انسان کے ساتھ انسیت اور رواداری سے بڑھ کر زیادہ متبرک اور مقدس نہیں ہو سکتا۔

تمام معاشرتی اصلاح اور سیاسی آزادی کا تمام تر انحصار ایسی چیز پر ہونا چاہئے جس کے زندگی میں زیادہ گہرے معنی ہوں۔ اور اگر آپ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں یہی اسلام اور اسلامی جذبہ ہے۔ صرف بڑی بڑی تقریروں اور کانفرنسوں سے ہی سیاست عبارت نہیں ہوتی۔ متعدد نوجوان میرے پاس آتے رہے ہیں یہ دریافت کرنے کے لئے کہ وہ کس طرح اپنے ملک کی خدمت کر سکتے ہیں۔

پس میرے نوجوان دوستو! اگر آج رات میں سیاست کا ذکر چھیڑتا ہوں تو آپ کو صرف یہ

بتانے کیلئے، مشورے کے طور پر، کہ مستقبل کے ہند میں ہمارے حقوق بھی ہیں اور دعاوی بھی لیکن ہم ان کے ضمن میں ضد کی راہ اختیار نہیں کریں گے کیونکہ ضد تو اس جذبہ انسیت اور رواداری کی تکذیب کرتی ہے جو آج عید کے دن ہمیں عطا ہوا ہے اور جس کی برکات کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیتے ہیں۔ لیکن ہم میں سے ہر شخص خود کو نظم و ضبط کا پابند بنا کر اپنے ملک کی خدمت کر سکتا ہے اور نظم و ضبط ہی اس مقدس مہینے کا ماحصل ہے۔

کیا کوئی شخص اپنی عادات و اطوار میں باقاعدہ ہے؟ کیا کوئی وقت پر سوتا ہے؟ کیا کوئی سڑک پر بائیں ہاتھ پر چلتا ہے اور سڑک پر کوڑا کرکٹ پھینکنے سے احتراز کرتا ہے؟ کیا کوئی شخص اپنے کام میں دیانتدار اور مخلص ہے؟ کیا کوئی آدمی دوسروں کو وہ امداد بہم پہنچاتا ہے جو وہ پہنچا سکتا ہے؟ کیا وہ روادار ہے؟ یہ چھوٹی چھوٹی سی باتیں نظر آئیں گی لیکن یہ ذاتی نظم و ضبط کے ضمن میں اصل اصول کا درجہ رکھتی ہیں اور عظیم تر ہند کی تشکیل کے تعلق میں جملہ فرقوں اور عقائد کی مشترکہ مساعی میں بڑی قدروقیمت کی حامل ہیں۔ یہ ہمارے ملک کی خدمت ہو گی جو شاید آپ کو سیاسی چمک دمک میں تو نہ لا سکے لیکن آپ کے دلوں کو ابدی سکون بخش دے گی اس خیال کے ساتھ کہ آپ نے سیاست دانوں کے کام کو آسان تر بنانے کے ضمن میں اپنا حصہ ادا کر دیا۔

میں اپنی مختصر سی گفتگو کو ختم کرنے والا ہوں اور اس وقت مجھے "مفاہمت" پر جان مورلے کی کتاب یاد آ رہی ہے۔ عام طور سے میں اپنے نوجوان دوستوں کو کتابیں پڑھنے کا مشورہ دینا ناپسند کرتا ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کو یہ کتاب پڑھنی چاہئے ایک بار نہیں بلکہ بار بار۔ اس میں ایک بہت اچھا باب ہے مفاہمت کی حدود پر اور اس سے صداقت پر کاربند رہنے اور عمل کے تعلق میں ہمارے اقدامات پر حدود کے ذیل میں جو سبق ملتا ہے وہ اس قابل ہے کہ اس پر غور و فکر کیا جائے۔

صداقت کو شعار بنانے اور اپنے عقائد پر عمل پیرا ہونے کے سلسلے میں ہمیں قرآن کریم کی عقلی تاویل کو مشعل راہ بنانا چاہئے۔ اگر ہم صداقت شعاری کو حرز جان بنائیں تو ہم اپنے طور پر منزل مقصود حاصل کر لیں گے۔ اس صداقت کو روبہ عمل لانے کے لئے ہم اس قدر پر اکتفا کریں گے اس طرح ہم دوسروں کے حقوق پر چھاپہ مارے بغیر اپنا مقصد حاصل کر سکیں گے جبکہ ہم مزید حاصل کرنے کے لئے اپنی مساعی کو ترک بھی نہیں کریں گے۔

آخر میں میں آپ پر زور دوں گا کہ "اسلام ہر مسلمان سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ اپنا قومی فریضہ سرانجام دے۔"

(دی بمبئی سٹیٹس، ۱۴، نومبر ۱۹۳۹ء، دی سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۵، نومبر ۱۹۳۹ء)

۱۴۷- یوم نجات منانے کیلئے اپیل

کانگرسی حکومتوں سے چھٹکارا پانے پر شکر ادا کیجئے

بمبئی ۶ دسمبر ۱۹۳۹ء

میں چاہتا ہوں کہ کانگرس اقتدار کے ختم ہو جانے پر چین حاصل ہونے پر مسلمان ہند کے طول و عرض میں ۲۲ دسمبر کو "یوم نجات و تشکر" منائیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ صوبائی' اضلاعی اور ابتدائی مسلم لیگیں تمام ہند میں کانگرس کے غیر منصفانہ اقتدار سے چھٹکارا پانے پر عمومی جلسے منعقد کریں گی اور مناسب ترامیم کے ساتھ قراردادیں منظور کریں گی اور نماز جمعہ کے بعد شکرانے کے نوافل ادا کرنے کا اہتمام کریں گی۔ مجھے اعتماد ہے کہ عام جلسے پرامن طریقے سے اور پورے احساس عجز کے ساتھ منعقد کئے جائیں گے اور ایسی کوئی بات نہیں کی جائے گی جس سے کسی اور فرقے کو تکلیف پہنچے۔ کیونکہ یہ صرف کانگرس ہائی کمان ہی ہے جو ان ناانصافیوں کی ذمہ دار ہے جو مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے ساتھ کی گئیں۔

قرارداد

مسلمانان (جگہ کا نام) کا یہ جلسہ عام اپنی اس رائے کا اظہار کرتا ہے کہ کانگرسی وزارت نے اپنی بین مسلم دشمن حکمت عملی کے ذریعہ کانگرس کے اس دعوے کو حتمی طور پر باطل ثابت کر دیا ہے کہ وہ تمام مفادات کی منصفانہ اور عادلانہ نمائندگی کرتی ہے۔ یہ اس جلسہ کی سوچی سمجھی رائے ہے کہ کانگرسی وزارت مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ کرنے میں ناکام رہی۔

یہ کہ کانگرسی وزارت نے انتظامیہ اور مجلس قانون ساز دونوں میں اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے دوران مسلم رائے عامہ کی مخالفت اور مسلم ثقافت کو تباہ کرنے کے لئے اپنی بہترین کوششیں صرف کیں۔ ان کی مذہبی اور معاشرتی زندگی میں مداخلت کی۔ ان کے اقتصادی اور سیاسی حقوق کو پامال کیا۔ یہ کہ اختلافات اور تنازعات کی صورت میں بلا استثناء مسلمانوں کے مفادات کو "کلیتا" نظرانداز کر کے ہندو مفاد کی حمایت کی اور اسے آگے بڑھایا۔

کانگرسی حکومتوں نے مسلسل طور پر ضلعی افسروں کے قانونی اور عام فرائض منصبی کی ادائیگی میں بلکہ چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی مداخلت کی جو مسلمانوں کیلئے سخت مضرت رساں ثابت ہوئی اور اس طرح ایسا ماحول قائم ہو گیا جس سے ہندو عوام میں یہ تاثر عام ہو گیا کہ ہندو راج

قائم ہو گیا ہے جس سے ہندوؤں اور بیشتر کانگریسیوں کو یہ جرات ہوئی کہ وہ مختلف مقامات پر مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی کریں اور آزادی کے ضمن میں ان کے بنیادی حقوق میں بھی مداخلت کریں۔ لہٰذا مختلف صوبوں میں کانگریسی حکومتوں کے خاتمے اور چھٹکارے کے احساس پر گہرے جذبہ مسرت کا اظہار کرتا ہے اور آج کے دن گذشتہ ڈھائی برس کے ظلم و ستم اور ناانصافیوں کے ختم ہونے پر مسرت و انبساط کے ساتھ "یوم نجات" مناتا ہے اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہے کہ وہ مسلم ہند کو اتنی طاقت، نظم و ضبط اور تنظیم عطا فرمائے کہ وہ آئندہ ایسی وزارت کے دوبارہ قیام کو کامیابی کے ساتھ روک سکے اور ایسی سچی ہردلعزیز وزارت قائم کر سکے جو تمام فرقوں اور مفادات کے ساتھ یکساں منصفانہ سلوک روا رکھے۔

یہ جلسہ عام ہز ایکسی لینسی گورنر اور ان کے مشیروں کی کونسل (صوبہ کا نام) سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ختم ہونے والی کانگریسی وزارت کے خلاف مسلمانوں کی جائز شکایات اور ان کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی تحقیقات کرائے اور دفعہ ۹۳ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء کے تحت صوبائی نظم و نسق سنبھالتے وقت کے اعلانات کے مطابق ان کے فوری ازالے کے لئے اقدام کرے اور اس طرح عوام کو اس امر کی یقین دہانی کرائے کہ نیا عہد حکومت تمام فرقوں اور متعلقہ مفادات کے ساتھ یکساں انصاف کا قائل ہے۔ (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۸، دسمبر ۱۹۳۹ء)

۱۴۸۔ یوم نجات و تشکر منانے کی اپیل کی وضاحت

بمبئی ۹، دسمبر ۱۹۳۹ء

جب بمبئی میں مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائی گئی کہ کانگرس۔ لیگ مذاکرات قریب الوقوع ہیں ایسے میں ان کی مسلمانوں سے یوم نجات و تشکر منانے کی اپیل بے وقت اور بے محل نہیں ہے تو مسٹر جناح نے ان حالات کی وضاحت کی جو خصوصیت سے اس وقت اس بیان کے اجراء کا سبب بنے۔"

مسلم لیگ کا ان وزارتوں کے جانے کے بعد جو مسلمانوں کے مفاد کی دشمن تھیں، اطمینان کا سانس لینا بالکل حق بجانب ہے۔ اور ان ہر دلعزیز وزارتوں کے لئے دعا کرنا جو ایک پارٹی کی نمائندگی کرنے کے بجائے پورے طور سے عوام کی نمائندہ ہوں۔ میں نے مسلمانوں سے یہی کچھ کرنے کے لئے کہا ہے۔

میں نے ہفتوں پہلے یہ اپیل جاری کرنے کا فیصلہ کیا تھا جونہی کہ پہلی وزارت مستعفی ہوئی تھی اور اس ضمن میں لیگ کے سیکرٹری کو دہلی لکھا بھی تھا لیکن اس معاملے میں تاخیر اس لئے ہوئی کہ

آسام کی وزارت نے اس وقت استعفیٰ نہیں دیا جب اوروں نے دیا پھر فیصلہ کیا گیا کہ اس وقت تک انتظار کیا جائے جب نئی وزارت قدم جمالے اور جونہی یہ ہو گیا لیگ سیکرٹری نے یہ اپیل دہلی سے جاری کر دی۔ اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ متوقع مذاکرات سے عین قبل اس اپیل کا اجراء محض اتفاق ہے۔

جہاں تک قریب الوقوع جناح۔ جواہر لال مذاکرات کا تعلق ہے مسٹر جناح صرف اتنا کہنا پسند کریں گے جو انہوں نے "نیوز کرانیکل کے نام مسٹر گاندھی کے پیغام کے جواب میں کہا' جب کہ وہ خود مجلس دستور ساز کی تجویز کے سراسر خلاف ہیں یعنی انہوں نے مسٹر گاندھی سے اپیل کی کہ وہ اپنا ذہن بدرجہا حقیقی مسئلہ ہندو۔ مسلم اتحاد کی طرف لگائیں اور مسٹر گاندھی کو یقین دلایا کہ وہ ہندو۔ مسلم مسئلہ کا ایسا حل دریافت کرنے کے لئے بے چینی کے ساتھ وہ کچھ کرنے کے لئے تیار ہیں جو ان کے بس میں ہے' جو کانگرس اور لیگ دونوں کے لئے عزت مندانہ ہو۔"

صرف یہ وہ جذبہ ہے جس کے تحت وہ پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ متوقع مذاکرات کے منتظر ہیں۔ (دی بمبئی سینٹینل ۱۱' دسمبر ۱۹۳۹ء' دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۱۲' دسمبر ۱۹۳۹ء)

۱۴۹۔ دستور سازی کے بارے میں

مسٹر گاندھی کے بیان مطبوعہ نیوز کرانیکل '۸' دسمبر ۱۹۳۹ء کا جواب

بمبئی' ۱۲' دسمبر ۱۹۳۹ء

میں خاموش رہنے کو ترجیح دیتا ہوں لیکن میں مجبور ہو گیا ہوں کہ کانگرس کے پر زور اور یک طرفہ پروپیگنڈے کا جواب دوں جو ہند میں اور بیرون ملک کیا جا رہا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مجھے جب بھی بولنا ہوتا ہے میں محض مسلم لیگ کے دفاع کی خاطر زبان کھولتا ہوں۔

یہ بہت عرصے کی بات نہیں ہے کہ مسٹر گاندھی نے ایک امریکی صحافی کو انٹرویو دیا جب انہوں نے اس سوال کے جواب میں کہ جمہوری ہند میں سیاسی جماعتوں کے بارے میں ان کے کیا خیالات ہیں۔ انہوں نے کہا کہ "صرف ایک جماعت ہے جو معاملہ کر سکتی ہے اور وہ ہے کانگرس۔" جب انہیں بتایا گیا کہ مسلم لیگ بھی تو ہے' تو مسٹر گاندھی نے کہا کہ "میں کانگرس کے علاوہ کسی اور جماعت کو تسلیم نہیں کروں گا۔" تب انہیں یہ بتایا گیا کہ اگر ہند میں صرف ایک ہی' جماعت ہو گی تو حکومت فسطائی ہو گی' جمہوری نہیں ہو گی۔ اس پر مسٹر گاندھی نے جواب دیا "آپ جس" نام سے چاہیں اسے مطعون کر لیں ہندوستان میں ایک ہی جماعت ہو سکتی ہے اور وہ ہے کانگرس۔

مسٹر گاندھی جو ہمیشہ مجلس دستور ساز کو شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اچانک اب اس کے جوش حامی بن گئے اور اس کے علمبردار ہو گئے ہیں- حال ہی میں انہوں نے "ہریجن" میں شائع ہونے والے مضامین میں مسلم لیگ کے بارے میں غلط بیانی کی اور اس کے خلاف الزام تراشی کی' مثلا "لیگ ملک کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے اور خود کو سب سے زیادہ بولی دینے والے کے ہاتھ فروخت کرنے پر تلی بیٹھی ہے-" عام طور سے وہ نزاعی اور مابعد الطبیعیاتی موضوعات پر بحث کرتے رہتے ہیں جیسے اہمسا' عدم تشدد اور صداقت وغیرہ-

لیکن نیوز کرانیکل کے ساتھ ان کا انٹرویو برطانوی عوام کے استفادے کے لئے ہے- (مسٹر گاندھی نے یہ بیان ۴ دسمبر ۱۹۳۹ء کو نیوز کرانیکل کو بذریعہ تار برقی بھیجا تھا-) اس سے زیادہ ذلیل اور زمانہ ساز بیان کا ملنا امر محال ہو گا- مسٹر گاندھی کی طرف سے اس کا آنا' ازحد افسوسناک ہے- بات یہ ہے کہ یہ اس شخص کی طرف سے آیا جو خود کو صداقت کا پرستار کہتا ہے- ان کی اچانک مجلس دستور ساز سے انسیت کیا ان مساعی سے لگا کھاتی ہے جن میں وہ بیس برسوں کے دوران مصروف رہے ہیں؟

رائے جو کسی شمار قطار میں آ سکتی ہے وہ ہند کی رائے عامہ ہے- کانگرس کی رائے بھی نہیں- اور ہند کی رائے عامہ اس کے لوگوں کی آزاد رائے دہی کے ذریعے دریافت کی جا سکتی ہے- واحد' صحیح اور جمہوری طریقہ یہ ہے کہ بالغ رائے دہی یا اس کے مساوی متفقہ طریقے سے ان کی رائے معلوم کر لی جائے-

پہلا سوال یہ ہو گا کہ جب وہ کہتے ہیں "بالغ رائے دہی کے مساوی متفقہ طریقہ" کن کن فریقوں کے درمیان یہ اتفاق رائے ہو گا- دوسری بات یہ کہ اگر برطانیہ کو مسلم' ہندو یا کسی دیگر رائے عامہ پر انحصار نہیں کرنا ہے' نہ ہی کانگرس کی رائے پر' تب ہند کی رائے عامہ کیا ہے؟

اب جبکہ کانگرس کا یہ بھرم تو کھل چکا کہ وہ ہند کی نمائندگی نہیں کرتی اور یہ کہ درحقیقت وہ ایک ہندو تنظیم ہے' تو اچانک مسٹر گاندھی مجلس دستور ساز کے حامی بن گئے ہیں جس کا مطلب ہند کے موجودہ حالات میں' کانگرس کا دوسرا اور بڑا اڈیشن ہو گا-

ہند کے والیان ریاست کو ایک طرف کر کے اور ان کے وجود کو "کلیتا" نظرانداز کر کے وہ (مسٹر گاندھی) آگے چل کر ایک عجیب و غریب صورت حال سامنے رکھتے ہیں- وہ کہتے ہیں کہ "یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہند کے بارے میں برطانیہ کے ارادوں کا انحصار مسلم' ہندو یا کسی دیگر رائے پر کیوں ہو؟"

مسٹر گاندھی آگے چل کر کہتے ہیں کہ "جہاں تک کانگرس کا تعلق ہے ہند کی ریاستوں کے

عوام کی نمائندگی بھی اسی بنیاد پر ہونی چاہئے جس پر برطانوی ہند کے عوام کی ہو" اس کا اہتمام کون کرے گا؟ اور وہاں رائے دہندگان کی تشکیل کس طرح سے ہو گی؟ اور برطانوی حکومت اور ہند کے والیان ریاست کے درمیان معاہداتی حقوق اور تعلقات کا کیا بنے گا؟

پھر وہ کہتے ہیں ""مسلمانوں اور دیگر تسلیم شدہ اقلیتوں کی نمائندگی، اگر ضروری ہو تو، علیحدہ انتخابات کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ یہ ایک رعایت ہے۔ لیکن اس میں کوئی احسان یا نوازش کی بات نہیں۔ جب وہ آگے چل کر کہتے ہیں کہ ایسا ان کی تعداد کے قطعی مطابق ہونا چاہئے۔ مسٹر گاندھی بخوبی علم ہے کہ مسٹر گاندھی کے تصور کے مطابق مجلس دستور ساز میں ان کی ایک لاچار اقلیت ہو گی، جہاں انہیں امید ہے کہ انہیں (ہندوؤں کو) مسلمانوں بشمول دیگر اقلیتوں کے خلاف ایک بے رحمانہ اکثریت حاصل ہو جائے گی۔

وہ (ازراہ نوازش) ایک رعایت اور دیتے ہیں کہ ""وہ اس امر کا فیصلہ کریں گے کہ ان کے تحفظ کے لئے کس شے کی ضرورت ہے" کیا مجلس دستور ساز اقلیتی رائے کی پابند ہو گی اور ہر اقلیت کو اپنے تحفظ کے لئے کیا مطلوب ہے؟ اور پھر وہ نامسعود دفعہ آ جاتی ہے جو بنیادی طور پر غلط ہے اور ایک بار پھر اس بے بصارت تکبر کا مظاہرہ ہوتا ہے، جب وہ کہتے ہیں کہ مشترکہ مفادات کے امور میں مخلوط اکثریت کا فیصلہ حاوی رہنا چاہئے۔ لہٰذا مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو اس مجلس دستور ساز کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہو گا کہ ہند کے مستقبل کے دستور کی نوعیت، اس کا مزاج، اور ڈھانچہ کس طرح کا ہونا چاہئے، جس کی املا اغلباً" کانگرس کی طرف سے مسٹر گاندھی کرائیں گے۔ مثال کے طور پر مسلمان اور دیگر اقلیتیں دو ایوانی مجلس قانون ساز کو ترجیح دے سکتے ہیں۔ لیکن مجلس (دستور ساز) کی کانگرس کے زیر نگرانی اکثریت اس کے خلاف فیصلہ صادر کر سکتی ہے، جو مسٹر گاندھی کے مطابق حتمی ہو گا۔

لیکن بدیہی طور پر مجلس دستور ساز پر ان کا نوزائیدہ اعتقاد پہلے ہی سے کسی قدر متزلزل ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر "عوام کی رائے دریافت کرنے کے ضمن میں مجلس دستور ساز سے بہتر کوئی طریقہ دریافت ہو جائے تو جہاں تک مجھے علم ہے کانگرس اسے بغیر کسی تردد کے قبول کر لے گی" مسٹر گاندھی کو نہ تو اس بات سے سروکار ہے کہ ملک کتنا بڑا ہے اور نہ ہی عوام کی خواندگی سے کوئی واسطہ۔ ایک صحیح نمائندہ مجلس قانون ساز اس مفروضہ پر قائم ہوتی ہے کہ عوام کی رائے کا مخلصانہ اظہار صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ رائے عامہ پوری طرح سے ترقی یافتہ ہو۔ رائے دہندگان تعلیم یافتہ اور تجربہ کار ہوں۔ توہمات سے آزاد ہوں اور ان میں ملک پر اثرانداز ہونے والے اہم سیاسی امور کے بارے میں رائے زنی کی اہلیت ہو۔ اور ایسے نہیں جیسے

کہ آج اہل ہند کی حالت ہے جو ذات پات' عقائد' توہمات اور صوبائی عصبیت کا شکار ہیں' قطع نظر اس بڑی تقسیم کے جو برطانوی ہند اور ہندی ریاستوں کی صورت میں موجود ہے۔

لہٰذا مسٹر گاندھی کی مجوزہ مجلس (دستور ساز) زیادہ سے زیادہ ایک ایسی کٹھ پتلی تنظیم ہو گی جس کے تار کانگرسی ٹولہ ہلا سکے گا۔ یہ حیرانی کی بات ہے جب مسٹر گاندھی بڑے اطمینان اور لاپرواہی کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ انتخابی مہم خود رائے عامہ دریافت کرنے کے لئے تعلیم و تربیت کا کام دے گی۔ لیکن ہمارے پاس ایسی مناسب شہادت موجود نہیں۔ اگرچہ موجودہ دستور کے تحت رائے دہندگان کی تعداد کم ہے اور وہ زیادہ باخبر ہیں۔ اور خود کانگرس کے تجربے کے بارے میں کیا خیال ہے (اس کی چار آنہ کی رکنیت والے رائےِ دہندگان کے ضمن میں) جس میں اختیار کا بیجا استعمال اور بدعنوانیاں ہیں' جن کی مسٹر گاندھی نے بے محابا مذمت کی ہے؟ یہ "رائے عامہ" نہیں ہو گی جس کا مسٹر گاندھی دعویٰ کرتے ہیں بلکہ یہ ایک فرقے کی رائے ہو گی جو بھاری اکثریت رکھتا ہے۔

لیکن وہ فکر مند ہیں "برطانیہ کے ایک دوست کی حیثیت سے جن کے بہت سے ذاتی تعلقات کے بندھنوں میں وہ بندھے ہوئے ہیں' کہ وہ فتح مند ہوں۔ اس اعتبار سے نہیں کہ انہیں اسلحہ کے استعمال میں برتری حاصل ہے بلکہ اس لئے کہ انہوں نے ہمیشہ انصاف پسندی کا تہیہ کیا" اس لئے وہ برطانیہ کو یہ مشورہ دینے کے لئے بے چین ہیں کہ وہ جنگ جیتنے کے لئے ان کا اتباع کریں!

انصاف کے بارے میں مسٹر گاندھی کا نظریہ یہ ہے کہ ان کے دیئے گئے مشورہ پر عمل کیا جائے اور صرف یہی انصاف ہو سکتا ہے۔ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ کاش مسٹر گاندھی ایسے خیالات کے اظہار سے اجتناب کریں جو روز بروز اور ہفتہ وار بدل جاتے ہوں اور جو دائمی طور پر تضاد بیانی کو راہ دیتے ہوں اور اپنے ذہن کو ایک اور صرف ایک سوال کو حل کرنے کی جانب مبذول کریں' یعنی ہندو،مسلم سوال کو حل کرنے کی طرف۔ کیونکہ کانگرس کے تمام رہنماؤں میں ہندوؤں کی ترجمانی کرنے کے حوالے سے میں وہ سب سے زیادہ اہل ہیں اور اس حیثیت مین وہ ہندوؤں کی طرف سے معاملہ کر سکتے ہیں اور دو بڑے فرقوں کے مابین مکمل افہام و تفہیم پیدا کر سکتے ہیں' اور باقی سب کچھ تو اس کے جلو میں آ جائے گا۔ مجھے اس امر کے اعادے کی چنداں ضرورت نہیں کہ میں مسلمانوں کی طرف سے ایک آبرومندانہ حل تک رسائی کے ضمن میں اپنی پوری بساط کے ساتھ مدد کرنے پر آمادہ ہوں۔

مجلس دستور ساز کے بارے میں اس نظریاتی بحث سے صرف نظر کرنا اور یہ توقع کرنا کہ

ایک بدیسی طاقت جو اس ملک پر حکمران ہو اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دے گی۔ اس سے تاریخی اور آئینی دونوں اعتبار سے زبردست ناواقفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ مجلس دستور ساز صرف اس وقت حقیقی ہو گی جب اس کی پشت پر عوام کی خودمختار حاکیت کارفرما ہو۔ اس کی تشکیل عوام نے کی ہو اور جو ایسے اعلیٰ قومی ادارہ کو طلب کرنے کے اہل ہوں جس کے فیصلے اور اعلان عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جائیں اور جس کے فرمان اور احکام کو نافذ بھی کیا جا سکے۔

یہ ایک طفلانہ سی بات ہے کہ برطانوی حکومت سے یہ کہا جائے کہ اولاً تو وہ ایک اور قوم کی مجلس دستور ساز طلب کرے اور بعد ازاں ہند کی اس اعلیٰ و ارفع مجلس کے تیار کردہ دستور کو برطانوی پارلیمان کی کتاب قوانین میں شامل کرنے کا اعزاز حاصل کر لے۔

(ٹیوابرا' ۱۴' دسمبر ۱۹۳۹ء)

۱۵۰۔ یوم نجات کے بارے میں اخبارات کے لئے بیان

بمبئی ۱۳۔ دسمبر ۱۹۳۹ء

ظلم و ستم سے چھٹکارا پانے پر ۲۲ دسمبر کو یوم نجات منانے کے ضمن میں مسلمانوں سے میری اپیل پر نہایت غیر ضروری بحث چھڑ گئی ہے اور چونکہ مجرم اپنے جرم کا اعتراف نہیں کرتا اور عوام کا حافظہ کمزور ہے اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان واقعات کا مختصراً ذکر کر دیا جائے جو ان اسباب کا باعث بنے جنہوں نے اس اپیل کی تحریک کی۔

سب سے پہلے تو یہ بات کہ مجوزہ قرارداد میں ایسی کوئی بات نہیں کہی گئی جو کم و بیش اس سے قبل بہت سے پچھلے مواقع پر کہی گئی تھی۔ کانگرسی وزارتوں کے اقتدار سنبھالنے کے تھوڑا عرصہ بعد ہی میں نے کانگرسی حکومت کے خلاف پہلی شکایت کی تھی اور ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں اپنی تقریر کے دوران میں نے لازمی طور پر بندے ماترم کا ترانہ گانے کے خلاف' کانگرس کے پرچم کے سوال' اور اردو کی بجائے ہندی کو مسلط کرنے کے خلاف شکایت کی تھی۔ اس وقت بھی میں نے گورنروں سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنے خصوصی اختیارات کو استعمال کریں۔

اس وقت سے کانگرس کے اقتدار اعلیٰ کی رفتار میں روایتی اسٹیم رولر کی طرح تیزی آ گئی اور مسلم لیگ کے مرکزی دفتر میں ظلم و ستم کی شکایات آنا شروع ہو گئیں۔ ان کی تعداد اتنی بڑھی کہ کونسل (مسلم لیگ) نے مارچ ۱۹۳۸ء میں پیرپور کمیٹی کی تقرری کا فیصلہ کیا جس نے نہایت جانفشانی کے ساتھ تمام کانگرسی صوبوں میں مفصل طریق سے تحقیقات کیں اور اپنی رپورٹ دسمبر ۱۹۳۸ء مین اجلاس پٹنہ میں پیش کر دی۔

مکمل اجلاس میں حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی :

"یہ کہ بہار، یو- پی اور سی- پی میں ستم رانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی حقوق کو باقاعدہ طریقے سے کچلنے کے پیش نظر اور اس امر کے باوصف کہ مسلمانوں کی طرف سے اب تک تمام آئینی طریقے اختیار کئے جا چکے ہیں لیکن ان صوبوں کے گورنر صاحبان صوبوں میں مسلمانوں کی شکایات کا ازالہ کرنے اور ان کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرنے میں ناکام رہے ہیں لہٰذا آل انڈیا مسلم لیگ کے اس اجلاس کی رائے میں وہ وقت آگیا ہے کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کو یہ اختیار دے دے کہ وہ جب ضروری تصور کرے "راست اقدام" کے بارے میں فیصلہ کرے اور اسے روبہ عمل لائے-"

اس عرصے کے دوران "راست اقدام" کو روکنے کے لئے میں بار بار، بالمشافہ اور مراسلت کے ذریعہ، گورنروں اور گورنر جنرل سے مطالبہ کرتا رہا کہ وہ اپنے اختیارات خصوصی استعمال میں لائیں اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں انتظامی کارروائی کریں جنہیں دستور کے تحت ان کی حفاظت میں دیا گیا ہے- یہ ۱۷ اپریل ۱۹۳۹ء کی بات ہے کہ وائسرائے نے مجھے مطلع کیا کہ وہ اس معاملے پر کارروائی کریں گے-

جہاں تک کہ کانگرسی وزارتوں کا تعلق ہے انہوں نے ہماری شکایات کو جھوٹ، بے وقعت اور پریشان کن کہہ کر ٹال دیا- مسٹر گاندھی نے بھی جن کے سامنے میں نے مئی ۱۹۳۸ء میں اپنی شکایات پیش کیں، یہ لکھ کر اصل مسئلے سے پہلو تہی کر لی کہ "میں باور کرتا ہوں کہ کانگرس کمیٹیوں کو یہ مشورہ دیا جا چکا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو بندے ماترم اور پرچم کے سوال پر اختلاف کے مواقع سے اجتناب کیا جائے..... پہلے دو مطالبے تو غیر متوقع عوام کے سامنے اچانک آ گئے ہیں تاہم بلاشک و شبہ ان کا اپنے حسن و قبح کی بنیاد پر جائزہ لیا جائے گا لیکن مجھے یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ مشترکہ کمیٹیوں کے غور وفکر کے نتائج کے بارے میں کوئی پیشگی رائے قائم کر لی جائے مجھے امید ہے کہ یہ کمیٹیاں بغیر کسی تردد کے معرض وجود میں آ جائیں گی....."

ازالے کی عدم موجودگی میں بعض صوبوں میں مسلمان مضطرب ہو گئے اور سی- پی میں انہوں نے مجلس عاملہ کو کلیتاً نظرانداز کرتے ہوئے ودیا مندر اسکیم کے خلاف "راست اقدام" کا آغاز کر دیا-

میں یہ کہتا چلوں کہ کسی مرحلہ پر بھی مجلس عاملہ نے "راست اقدام" کی حمایت یا اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی- جولائی ۱۹۳۹ء میں بہار مسلم لیگ کی جانب سے یہ درخواست موصول ہوئی تھی کہ انہیں "راست اقدام" کرنے کی اجازت دے دی جائے- مجلس عاملہ نے بہار مسلم لیگ کو

یہ ہدایت کی کہ سارا معاملہ گورنر جنرل، گورنر اور وزیراعظم کے روبرو پیش کرے اور اس عمل کے نتیجے سے مطلع کرے۔ اسی نوع کی ہدایت دیگر مسلم لیگوں کو بھی دی گئی جو اسی طرح کے اقدامات کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔

تاہم شکایات تواتر کے ساتھ موصول ہوتی رہیں اور ۲۷ اگست ۱۹۳۹ء مسلم لیگ نے دہلی میں حسب ذیل قرارداد منظور کی:

"قرار پایا کہ یہ کونسل برطانوی حکومت کی ہند کے مسلمانوں کے ضمن میں حکمت عملی کی مذمت کرتی ہے کہ ان (مسلمانوں) پر ان کی مرضی کے خلاف ایک دستور اور بالخصوص وفاقی اسکیم جیسی کہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء میں مذکور ہے مسلط کر دی گئی ہے جس کے ذریعہ ایک مستقل فرقہ وارانہ اکثریت ہمارے مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی حقوق کو پامال کرتی رہتی ہے اور اقلیتوں کے تحفظ اور انہیں انصاف فراہم کرنے کے ذیل میں اپنے خصوصی اختیارات استعمال میں نہ لا کر لاپرواہی اور لاتعلقی کا وائسرائے اور کانگرس کے زیر اقتدار صوبوں میں گورنروں نے مظاہرہ کیا ہے۔"

ستمبر میں جنگ کا اعلان ہو گیا اور اسی ماہ کی ۱۷ تاریخ کو مجلس عاملہ نے مندرجہ بالا قرارداد کی توثیق کی اور اسے مسلم حمایت کی بنیادی شرط قرار دیا اور وائسرائے نے صورت حال کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے مسٹر گاندھی اور کانگرسی زعماء پر زور دیا کہ وہ صوبائی دائرہ میں مخلوط وزارتوں کی تشکیل کی بنیاد پر کم از کم جنگ کے عرصے کیلئے مسلم لیگ کے ساتھ معاہدہ کر لیں۔

نتیجتاً" بابو راجندر پرشاد نے ۵ اکتوبر کو لکھا کہ کانگرس اس امر پر آمادہ ہے کہ سر مارس گائیر یا کوئی دوسری مناسب شخصیت مسلم لیگ کی جانب سے کانگرس کی زیر نگیں صوبوں کے خلاف عاید کردہ متعینہ الزامات کی تحقیقات کر لیں۔

میں نے اس تجویز کو مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر نامناسب اور ناقابل عمل قرار دیا:

اول: قانونی اور آئینی اعتبار سے کانگرس کی مجلس عاملہ کو دستور میں کوئی مقام یا اختیار حاصل نہیں۔

دوم: مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کی شکایات بعض صوبوں کی حکومتوں کے خلاف تھیں جو مجالس قانون ساز اور رائے دہندگان کے سامنے جواب دہ تھیں کانگرس کی مجلس عاملہ کے سامنے نہیں۔

سوم: مجلس عاملہ کی مجوزہ قرارداد زیر غور ٹری بیونل کو گواہوں کو طلب کرنے اور ان سے حلفیہ بیان لینے کا اختیار تفویض نہیں کر سکتی۔ نہ ہی ٹری بیونل مطلوبہ دستاویزات طلب کرنے کا مجاز ہوتا اور اخیر میں میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ ٹری بیونل اپنی رپورٹ کسے پیش کرے گا اور اگر ضرورت

پڑی تو وزارتوں کے خلاف کارروائی کرنے کا مجاز کون ہو گا؟

اگر یہ قطعی اختیار مجلس عاملہ (کانگرس) کے پاس ہو گا تو میں نے یہ کہا تھا کہ میری رائے میں مجلس عاملہ ہی تو ان ناانصافیوں اور زیادتیوں کی بنیادی طور پر ذمہ دار ہے جن کا ارتکاب لیا گیا- اس امر کے پیش نظر کہ مجلس عاملہ نے پہلے ہی یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ مسلم لیگ کے الزامات غلط اور بے بنیاد تھے میں یہ باور نہ کر سکا کہ وزارتوں کے خلاف کوئی مناسب کارروائی کی جائے گی-

میں نے بابو راجندر پرشاد کو یہ اطلاع بھی دی تھی کہ میں نے اس تمام معاملہ کو گورنر جنرل کے سامنے پیش کر دیا ہے اور ان سے درخواست کی ہے کہ وہ بغیر کسی تاخیر کے اقلیتوں کو تحفظ اور انصاف فراہم کرنے کیلئے انتظامی کارروائی کریں-

میں اس مرحلہ پر اس امر کی وضاحت بھی کر دوں کہ میں نے کبھی بھی گورنر جنرل یا گورنروں سے یہ نہیں کہا کہ وہ عدالتی ٹری بیونل کا کردار ادا کریں' جیسا کہ میرے نام مسٹر گاندھی کی اپیل میں کہا گیا ہے- میں نے ان سے جو کچھ کہا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہماری شکایات کا ازالہ کرنے کے لئے انتظامی کارروائی کریں اور مداخلت کے ذریعہ عدل و انصاف فراہم کریں-

لہذا مسٹر گاندھی کی اپیل میں یہ بات کہ وائسرائے کی رائے کا انتظار کرنا' دراصل ایک غلط مفروضہ پر مبنی ہے- اب تو مداخلت کی گنجائش بھی نہیں رہی کہ کانگرسی وزارتیں مستعفی ہو گئی ہیں' پھر میں کس چیز کا انتظار کروں گا؟

تاہم بابو راجندر پرشاد کے نام میرے مکتوب کے فورا بعد کانگرسی وزارتوں نے استعفے دے دیئے جس پر قدرتی طور پر مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں نے سکھ کا سانس لیا اور میں نے فورا ہی فیصلہ کیا کہ اپنے اطمینان کا اظہار کرنے کے لئے ایک یوم منانے کی اپیل کی جائے اور اس کی شدت ظاہر کرنے کے لئے ایسے طریقے اپنائے جائیں کہ وہ کان بھی سننے پر مجبور ہو جائیں جن پر ہماری باتوں سے جوں بھی نہ رینگتی تھی- میں یہ بھی واضح کر دوں کہ اگر مناسب وقت پر ہماری اپیلوں پر کان دھرے گئے ہوتے تو اب ہمارے لئے اس مرحلے پر کوئی کارروائی کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی-

اس اپیل کو بے وقت' اشتعال انگیز اور قوم دشمن کے مختلف نام دیئے گئے ہیں اور یہ کہ مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ منتخب حکومتوں کی روانگی پر حریصانہ نظریں ڈالیں اور سرکاری انتظام کو خوش آمدید کہیں-

میں ان نکات کا مسرت کے ساتھ جواب دوں گا- جہاں تک وقت کا تعلق ہے میری اپیل

جس وقت کی گئی اس سے قبل کی ہی نہیں جا سکتی تھی اور اس کی وجوہات کو میں پہلے ہی مشتہر کر چکا ہوں اور اس کے پنڈت جواہر لال نہرو کی آمد سے تعلق یا اس پر اثر کے بارے میں میں نے اپنے بیان کے آخر میں گفتگو کی ہے۔

جہاں تک اشتعال انگیزی کا تعلق ہے میں اپنی اپیل کے الفاظ کی طرف اشارہ کروں گا :

"مجھے اعتماد ہے کہ تمام عام جلسے پرامن طریقے سے منعقد کئے جائیں گے' پورے احساس عجز کے ساتھ اور ایسی کوئی بات نہیں کی جائے گی جس سے کسی اور فرقے کو تکلیف پہنچے....." تاہم میں اپنے اس اصرار کو واضح کرنے کیلئے کہ یہ دن ایسے جذبے کے ساتھ منایا جائے' ایک بار پھر کہتا ہوں کہ میں تمام اضلاعی اور ابتدائی لیگوں سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ یقین دہانی کرائیں کہ جلسے اسی جذبے کے ساتھ منعقد کئے جائیں گے کوئی ہڑتال نہ کی جائے۔ جلوس نہ نکالے جائیں اور اس طرح کا کوئی مظاہرہ نہ کیا جائے لیکن جذبہ عجز اور اندیشے کا احساس جاری و ساری ہو ہمارے دلوں میں اطمینان اور ممنونیت ہے شادمانی اور کامرانی نہیں۔

تیسرے' یہ کہنا کہ مسلمان موجودہ انتظام کو خوش آمدید کہتے ہیں بہت ہی نامنصفانہ اور ناروا بات ہے۔ یہ درست ہے کہ ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ہماری شکایات کی تحقیقات کریں اور ان کا مداوا کریں۔ لیکن یہ بھی ہم اس لئے کرتے ہیں کہ ایسا کرنا ان ہی کے حیطہ اختیار میں ہے۔ اس کے برعکس میری اپیل میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ دعائیں مانگی جائیں کہ ایسی وزارتیں قائم ہوں جو صحیح (معنوں میں) ہر دلعزیز ہوں اور جو جملہ فرقوں اور مفادات کے ساتھ یکساں انصاف کر سکیں۔

لیکن میری اپیل پر ایک بیان دیا گیا جسے میں نظرانداز نہیں کر سکتا کہ وہ چیئرمین کانگرس پارلیمانی کمیٹی جیسے بااختیار ذریعے سے آیا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تمام الزامات کلیتاً" غلط اور بلاجواز ہیں اور یہ متوقع تھا۔ لیکن مجھے ان کے اس اعلان کا نوٹس یقیناً لینا چاہئے انہوں نے کہا :

"مزید برآں میرے کہنے پر ہر وزیراعظم نے اپنے گورنر کو یہ دعوت دی کہ جب کبھی وہ یہ محسوس کریں کہ اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے امور پر اثرانداز ہونے والی وزارت کی کوئی کارروائی غلط ہے تو وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس معاملہ میں مداخلت کریں۔ جب حال ہی میں مسٹر جناح نے الزامات عائد کئے میں نے ہر وزیراعظم کو دوبارہ ہدایت کی کہ وہ گورنر کی توجہ اس جانب مبذول کرائیں کہ ان سے وہ بھی متاثر ہوتے ہیں اور مجھے اطلاع دی گئی کہ گورنر الزامات کو بلاجواز تصور کرتے ہیں۔"

مندرجہ بالا بیان ایک نہایت سنگین مسئلے کو جنم دیتا ہے کیونکہ یہ گورنروں کو اعانت جرم کا

مرتکب گردانتا ہے۔ مجھے مسٹر ولبھ بھائی پٹیل کو یہ اطلاع دینے دیجئے کہ ہمارے پاس ہمارے موقف کی تائید میں وافر شہادت موجود ہے اور تحقیقات سے پہلوتہی کرنے کی بجائے' جیسا کہ کہا گیا ہے' میں اصرار کرتا ہوں کہ اب بھرپور تحقیقات ہونی چاہئے۔ جو ایک باقاعدہ سے تشکیل دیئے گئے ٹری بیونل سے کرائی جائے جو جملہ ضروری اختیارات سے لیس ہو۔ میں اب مطالبہ کرتا ہوں کہ برطانوی حکومت ایک خالصتاً عدالتی اصحاب کا شاہی کمیشن مقرر کرے جو ملک معظم کی عدالت ہائے عالیہ کے ججوں پر مشتمل ہو اور جس کے سربراہ پریوی کونسل کے امرائے قانون میں سے کوئی صاحب ہوں۔

میں نہیں سمجھتا کہ کانگرس یا کسی اور حلقے کو میرے اس مطالبہ پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے اس لئے میں ان سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ میری درخواست کی حمایت کریں۔

ختم کرنے سے پہلے مجھے مسٹر گاندھی کی اپیل اور پنڈت جواہر لال نہرو کی آمد کے معاملے کو نمٹانا چاہئے۔ میں مسٹر گاندھی کی اس اپیل پر صاد کرتا کہ ایسا خوشگوار ماحول ازبس ضروری ہے جس میں فرقہ وارانہ معاملے پر سمجھوتہ ہو سکے۔ کاش وہ (مسٹر گاندھی) اور کانگرس کے دیگر زعماء اس ضرورت کے بارے میں جو کچھ تلقین کرتے ہیں اس پر عمل پیرا بھی ہوتے۔ کیا میں انہیں یہ یاد دلا سکتا ہوں کہ دہلی مذاکرات کے بعد سے لیگ کے خلاف جہاد جاری ہے جس کا آغاز خود مسٹر گاندھی کی طرف سے ہوا ہے۔

مسٹر گاندھی نے خود' میری ان سے اکتوبر میں دہلی میں ملاقات کے بعد' "ہریجن" میں مسلم لیگ کو سامراج کا گماشتہ اور ہند کی آزادی اور ترقی کی راہ میں رخنہ اور رکاوٹ قرار دیا اور کہا کہ مطالبات کے معاملے میں مسلم لیگ کی خواہش کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے برطانوی حکومت کا سہارا لے سکتی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو یہ دھمکی دی کہ وہ اس وقت تو ملک (ترقی کی راہ) کو روک سکتی ہے لیکن وہ زیادہ عرصے ایسا نہ کر سکے گی۔

مزید برآں کانگرس کے اخبارات اور تنظیم تمام ہند میں اور بیرون ملک مسلم لیگ کو رسوا کرنے کیلئے پروپیگنڈا کر رہی ہے اور مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ میرے قبضے میں جو بہت سی مثالیں موجود ہیں ان میں سے ایک مثال پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں :

مسٹر گاندھی کو شاید اس بات کا علم نہیں کہ ایک خفیہ مکتوب بہار صوبائی کانگرس کمیٹی کی جانب سے ضلع کانگرس کمیٹی گیا کے نام صداقت آشرم ڈاک خانہ دیگھا گھاٹ پٹنہ سے بھیجا گیا تھا (بہار کانگرس کے موجودہ صد نا اپنا صوبہ ہے) جسے "اسٹار آف انڈیا" کے ۴ دسمبر کے شمارے میں

شائع کیا گیا ہے اور جس کی تاحال تردید نہیں کی گئی- اس میں کہا گیا ہے :

"مجھے امید ہے کہ آپ کو اب تک اس امر کا یقین ہو گیا ہو گا کہ ایک مسئلہ جو اپنے حل کا ایک عرصے سے منتظر ہے اور جو' ہماری منزل مقصود یعنی حکومت خود اختیاری کی طرف بڑھنے کی راہ تیار کرے گا وہ ہندو- مسلم اتحاد کا حصول ہے- اس مقصد کے حصول کیلئے یہ ازبس ضروری ہے کہ کانگرس کا ذہن رکھنے والے اور ہند کے سچے قوم پرست مسلمانوں کو اس طرح اپنی آواز بلند کرنی چاہئے کہ ترقی کی راہ میں لیگ نے جو رکاوٹیں کھڑی کر رکھی ہیں وہ غائب ہو جائیں-"

میرے لئے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مطلق ضروری نہیں کہ ان خطوط سے آئے دن کے پروپیگنڈے کا قطعی طور پر وہ نتیجہ برآمد ہو گا جس کا مسٹر گاندھی کو خدشہ ہے کہ میری واحد اپیل کا نتیجہ نکلے گا-

اب میں سب سے اہم اعتراض کا جواب دیتا ہوں جو میری اپیل کے خلاف اٹھایا گیا ہے کہ اس کا ان فرقہ وارانہ مذاکرات پر برا اثر پڑے گا جو پنڈت نہرو اور میرے مابین ہو رہے ہیں- میں عوام الناس کو مطلع کر دینا چاہتا ہوں کہ عام طور پر یہ سمجھا جا رہا ہے کہ بس سمجھوتہ ہوا ہی چاہتا ہے- یہ مباحث تو ابھی شروع ہونے والے ہیں- ان کے اور کانگرس کے دیگر رہنماؤں اور میرے مابین مذاکرات محض سیاسی نوعیت کے ہیں اور ان کا تعلق ان سیاسی مطالبات کے ساتھ ہے جو اس وقت کانگرس نے پیش کئے تھے- یہ کانگرسی رہنماؤں نے خود کہا ہے- میں نے دہلی میں انہیں مطلع کر دیا تھا کہ میں مسلم لیگ کو کسی ایسے مشترکہ مطالبے سے منسلک نہیں کر سکتا جو برطانوی حکومت کو پیش کیا جائے تاآنکہ پہلے کانگرس- لیگ سمجھوتہ طے نہ پا جائے- میں نے انہیں یہ اطلاع بھی دے دی تھی کہ کوئی ایسا سمجھوتہ اس وقت تک طے نہیں پا سکتا جب تک کہ مسلم لیگ کو مسلمانان ہند کی بااختیار اور نمائندہ تنظیم تسلیم نہ کر لیا جائے- چونکہ یہ بات ان کے لئے قابل قبول نہ تھی اس لئے اس نکتے پر مذاکرات ختم ہو گئے- اور جب پنڈت نہرو نے دوبارہ مجھ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو میں نے نہایت مسرت کے ساتھ اتفاق کر لیا اور میں ان کی آمد کا منتظر ہوں-

(دی انڈین ایکسپریس' ۲۴' دسمبر ۱۹۳۹ء)

۱۵۱- اپنی سالگرہ کے موقع پر صحافیوں سے ملاقات

۲۵' دسمبر ۱۹۳۹ء

میرا مشغلہ؟ میں قالینوں کا بہت شوقین ہوں- میں ایرانی قالینوں سے محبت کرتا ہوں اور میں رک نہیں سکتا اگر کوئی اچھا قالین میری نظر پڑ جائے تو میں اسے خرید لیتا ہوں خواہ میں پیسے کی

طرف سے کتنی ہی تنگی میں کیوں نہ ہوں- یہ بات مسٹر ایم- اے- جناح نے آج اخبار نویسوں سے کہی جو ان کے پاس آئے تھے-

ملک میں موجود سیاسی صورت حال پر تبصرہ کرنے سے انکار کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ میری زندگی کا عظیم ترین دن وہ تھا جس دن میں نے سنا کہ وفاقی اسکیم معطل کی جا رہی ہے اور اس سے بھی عظیم تر لمحہ وہ ہو گا جب اسے قطعی طور سے دفن کر دیا جائے گا-

یوم نجات

جس کامیاب طریقے سے یوم نجات' منایا گیا اس پر انہوں نے اظہار اطمینان کیا انہوں نے کہا اخباری اطلاعات' نجی خطوط اور تاروں سے جو مجھے موصول ہوئے مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ یوم نجات ہند کے طول و عرض میں پورے نظم و ضبط کے ساتھ منایا گیا اور اس جذبے سے جس کی ایک عظیم فرقے سے توقع کی گئی تھی- اس نے ایک ہی جست میں مسلم ہند کی ہم آہنگی' اتحاد اور وقار کو قائم کر دیا ہے- اس کی قابل ذکر اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بالخصوص یہ حقیقت کہ دیگر اقلیتیں اور ان کے رہنماؤں اور غیر کانگرسی ہندوؤں نے بھی اس میں شرکت کی اور ہماری حمایت کی- یہ واضح طور سے اس بات کا مظہر ہے کہ ہمارا رویہ یہ ہے کہ عدل و انصاف سب کے لئے ہونا چاہئے- مسلم لیگ اس کی ہی علمبردار ہے- میں پورے خلوص سے توقع کرتا ہوں کہ اس عظیم مظاہرے سے جو سبق ملتا ہے اسے وہ لوگ ہرگز فراموش نہ کریں گے جو ہند کا مستقبل ڈھالنے کے ذمہ دار ہیں-

[اے- پی- آئی] (دی اسٹار آف انڈیا' ۲۶' دسمبر ۱۹۳۹ء)

۱۵۲- انجمن طلبائے قدیم جامعہ عثمانیہ کے عشائیہ میں تقریر

۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء

مجھے اس کی امید نہیں تھی کہ اس محفل طرب میں بھی جہاں اصحاب علم و دانش کی ایک کہکشاں موجود ہے- مجھے ہند کو درپیش سیاسی مسائل پر بحث میں ملوث کر دیا جائے گا لیکن چونکہ اس معاملہ کا حوالہ دے دیا گیا ہے اس لئے میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں اپنی قوم کے مفادات کے تحفظ کے ضمن میں کسی کے سامنے نہیں جھکوں گا نہ ہی میں اپنے ملک کے لئے حصول آزادی کی جدوجہد میں کسی کے سامنے سر تسلیم خم کروں گا-

میں لازماً ایک عملی آدمی ہوں مجھے عملی سیاست میں حصہ لیتے ہوئے ربع صدی سے زیادہ عرصہ بیت گیا- "قوم پرستی" کے الفاظ کی تعریف اور اہمیت کے ضمن میں بہت سی تبدیلیاں رونما

ہوئیں ہیں۔ بعض لوگوں کی صفت بھی اپنی ہی ہوتی ہے لیکن اس اصطلاح کے دیانتدارانہ معنی کی رو سے میں اب بھی قوم پرست ہوں۔

ہندو مسلم مفاہمت پر میرا ہمیشہ یقین رہا ہے لیکن اس طرح کی مفاہمت عزت مندانہ ہی ہو سکتی ہے اور ایسی مفاہمت نہیں ہو سکتی جس کا مطلب ایک کی تباہی اور دوسرے کی بقا ہو۔ بدقسمتی سے کانگرس ہائی کمان دوستی کا ہاتھ تھامنے کی روادار نہیں ہے۔ بلکہ اس ہاتھ کو ہی توڑ دینا چاہتی ہے جس نے دوستی کی پیش کش کی ہو۔ اس وقت تو کسی کو بھی زیادہ روشنی نظر نہیں آتی لیکن آپ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ کب دونوں فرقے متحد ہو جائیں گے۔ ہمارے سامنے جرمنی اور روس کی مفاہمت کی ایک تازہ مثال موجود ہے جو ایسی دو قوموں کے مابین ہوئی ہے جو ایک دوسرے کی بدترین دشمن تھیں۔

میں ہر مسلمان سے کہتا ہوں کہ اسلام آپ سے توقع رکھتا ہے۔ ہر ایک سے اور سب سے کہ آپ اپنا فریضہ ادا کریں اور ایک قوم کی طرح اپنے لوگوں کا سہارا بن جائیں۔

۱۵۳۔ مکتوب بنام مسٹر گاندھی

آپ کے صغریٰ اور کبریٰ غلط ہیں لازماً نتائج بھی غلط ہوں گے

یکم جنوری ۱۹۴۰ء

مجھے آپ کا مکتوب اور اس مضمون کی پیشگی نقل موصول ہو گئی ہے جو آپ نے "ہریجن" کو ارسال فرمایا ہے۔ میں نہ صرف آپ کی اس نوازش کا بلکہ اس اضطراب کے لئے بھی جو آپ کو میرے اس مقصد کو آگے بڑھانے کے ضمن میں لاحق ہے' شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جسے آپ میرے پیغامات اور اقدامات میں پڑھ رہے ہیں۔ تاہم مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ آپ کے صغریٰ اور کبریٰ غلط ہیں کہ آپ آغاز ہی ہندی قوم سے کرتے ہیں جس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کے نتائج بھی غلط ہیں۔ تاہم مجھے یہ سوچنا چاہئے کہ کم سے کم آپ تو یک طرفہ اخباری اطلاعات اور افواہوں سے گمراہ نہیں ہوں گے۔ آپ کے مضمون میں اتنا کچھ ہے جو قیاس آرائی کا نتیجہ ہے۔ اس کی کچھ وجہ تو یہ ہے کہ آپ سیگاؤں میں تنہائی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور کچھ اس وجہ سے کہ آپ کے تمام افکار و افعال "اندرونی آواز" سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا حقائق سے یا ایک عام سے فانی انسان کی زبان میں "عملی سیاست" سے بہت کم تعلق ہے۔ بعض مرتبہ مجھے اس بات حیرانی ہوتی ہے کہ عملی سیاست اور آپ میں کیا چیز مشترک ہو سکتی ہے؟ جمہوریت اور ایک سیاسی جماعت کے آمر کے مابین' جس کا وہ چار آنہ کا ممبر بھی نہیں' لیکن یہ اس لئے ہے کہ شاید آپ کانگرس کو اپنی رکنیت کے شایان شان نہیں سمجھتے۔

مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ آپ کو گلبرگ سے "یوم نجات" کا جو پیغام بھیجا گیا تھا' اس سے آپ کو کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوئی۔ درحقیقت یہ آپ کی عالی ظرفی ہے کہ آپ نے " قائداعظم جناح زندہ باد" کی خاموش دعا میں شرکت فرمائی۔ اگرچہ یہ چھوٹی چھوٹی سی باتیں ہیں' تاہم میں اس بات کو سراہتا ہوں کہ آپ نے "یوم نجات" کے صحیح باطنی معنی اور اہمیت کو محسوس کر لیا ہے۔

یہ درست ہے کہ بہت سے غیر کانگرسی ہندوؤں نے ہمارے موقف سے انصاف کرنے کے

لئے یوم نجات سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ یہی کچھ جسٹس پارٹی' اچھوتوں اور پارسیوں کے رہنماؤں نے کیا جو خود ابتلا کا شکار ہیں لیکن آپ نے اس تعاون کو جو معنی پہنائے ہیں اس سے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ نے اس کی صحیح اہمیت کو نہیں سراہا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مخالفت نے اجنبیوں کو یک جا کر دیا۔ دوسری وجہ یہ کہ مشترکہ مفاد مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے درمیان اتحاد کی راہ کھول سکتا ہے۔

بہت سی قومیتوں پر مشتمل یہ ایک برصغیر ہے جن میں ہندو اور مسلمان دو بڑی قومیں ہیں۔ آج آپ انکار کرتے ہیں کہ مذہب قوم کے تعین میں ایک بڑا عنصر ہو سکتا ہے۔ لیکن جب آپ سے یہ دریافت کیا گیا کہ آپ کی زندگی میں محرک کیا شے ہے' یعنی وہ چیز جو ہمیں وہ کچھ کرنے پر اکساتی ہے جو کچھ ہم کرتے ہیں' کیا وہ مذہبی ہے یا سماجی یا سیاسی؟ تو آپ نے خود جواب دیا تھا " خالصتاً مذہبی۔" یہی سوال آنجہانی مسٹر مانٹیگو نے مجھ سے اس وقت کیا تھا جب میں ایک خالصتاً سیاسی وفد کی معیت میں ان کے پاس گیا تھا۔ "آپ نے جو ایک سماجی مصلح ہیں' اس ہجوم میں کس طرح راہ پائی؟" میرا جواب دیا تھا: "یہ صرف میری سماجی سرگرمی کی ایک توسیع ہے۔ میں مذہبی زندگی گزار ہی نہیں سکتا جب تک میں پوری بنی نوع انسان کے ساتھ خود کو منسلک نہ کر دوں اور یہ میں اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ میں سیاست میں حصہ نہ لوں۔ آج ایک فرد کی سرگرمیوں کا محور ایک ناقابل تقسیم کل ہے۔ آپ معاشرتی' اقتصادی' سیاسی اور خالصتاً مذہبی کام کی سختی کے ساتھ درجہ بندی نہیں کر سکتے۔ میں کسی ایسے مذہب سے واقف نہیں جو انسانی سرگرمی سے جدا ہو۔ یہ تمام دیگر سرگرمیوں کو اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ بصورت دیگر وہ اس بنیاد سے محروم رہیں گی اور زندگی آواز اور جوش کی ایک بھول بھلیاں بن جائے گی جس سے اظہار کچھ نہیں ہو گا۔"

آج آپ کو اوروں سے کہیں زیادہ ہندو انڈیا کا اعتماد حاصل ہے۔ اور آپ کو یہ حیثیت حاصل ہے کہ آپ ان کی طرف سے معاملہ کر سکتے ہیں۔ کیا آپ سے یہ امید اور توقع کرنا بہت زیادہ ہے کہ آپ اپنا جائز کردار ادا کریں اور سراب کے پیچھے دوڑنا بند کر دیں؟ حالات نہایت تیز رفتاری کے ساتھ رواں دواں ہیں۔ نزاعی امور کے بارے میں مہم یا "ہریجن" میں مابعد الطبیعیات' فلسفہ اور اخلاقیات پھر آپ کے ہفتہ وار ارشادات یا کھدر' عدم تشدد اور چرخہ کاتنے کے ضمن مین آپ کے مخصوص نظریات سے ہند کو آزادی حاصل نہیں ہو گی۔ اقدام اور تدبر سے ہی ہمیں آگے بڑھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اب بھی اپنے قد کاٹھ کے مطابق ہماری مادر وطن کی خدمت کے لئے اٹھ سکتے ہیں اور ہند کو آسودگی اور خوشحالی کی منزل تک پہنچانے کے

ضمن میں اپنا مناسب کردار ادا کر سکتے ہیں۔

اخیر میں میں آپ کا' آپ کے اس اضطراب پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو میرے نام کے سابقے کے استعمال میں میری خواہش کے احترام کے ضمن میں آپ کو ہوا۔ سابقے میں کیا رکھا ہے۔ بہرحال ایک گلاب کو کسی بھی نام سے پکاریں اس کی خوشبو اسی طرح بھینی رہے گی۔ پس میں اس معاملے کو آپ پر ہی چھوڑتا ہوں کہ مجھے اس معاملے میں کوئی خاص خواہش نہیں۔ درحقیقت مجھے بالکل علم نہیں کہ آپ اس ضمن میں اس درجہ مضطرب کیوں ہیں؟ تاہم میں نے ایک بات محسوس کی ہے کہ آپ جو موجود سابقہ استعمال کر رہے ہیں' وہ اس رواج کے مطابق تھا جو حکیم صاحب (اجمل خاں) مرحوم نے آپ کو سکھایا تھا۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کی زندگی میں اور ان کے انتقال کے بہت بعد تک آپ مجھے "مسٹر" کہہ کر مخاطب کرتے رہے۔ پھر حال ہی میں آپ نے مجھے "شری" سے خطاب کیا اور ان دونوں کے درمیان "دوست" کے نام سے۔ لیکن براہ کرم اس معاملہ کے ضمن میں پریشان نہ ہو جیے۔

آپ کا مخلص' ایم۔ اے جناح

۱۵۴۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ مراسلت کو جاری کرتے ہوئے بیان

بمبئی' ۷' جنوری ۱۹۴۰ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے اور پنڈت جواہر لال نہرو کے درمیان مراسلت کو اخبارات میں اشاعت کے لئے جاری کر دیا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے ایک بیان کے دوران کہا:

"مجھے یہ جان کر افسوس ہوا کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنے پنجاب اور دیگر مقامات کے حالیہ دورہ میں یہ مناسب سمجھا کہ وہ مجھ پر اس انداز سے حملے کریں جو کسی ذمہ دار رہنما کے شایان شان نہیں۔ انہوں نے مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میں ہند پر برطانیہ کا غلبہ برقرار رکھنے کے درپے ہوں جسے میں نہ صرف غیر ضروری بلکہ کمینہ پن کا نام دوں گا۔ انہوں نے جو وجوہ بیان کیں جن کی بنا پر انہوں نے میرے ساتھ مذاکرات جاری رکھنے سے انکار کیا' وہ نہ صرف غلط بلکہ گمراہ کن اور نامنصفانہ بھی ہیں۔

میں ان کے ناعاقبت اندیش اور غیر ذمہ دارانہ بیانات پر مزید تبصرہ نہیں کروں گا بلکہ صرف اس خط و کتابت کو برائے اشاعت جاری کرنے پر اکتفا کروں گا جو اس موضوع پر ہم دونوں کے

مابین ہوئی۔ جس سے وہ صحیح اسباب ظاہر ہو جائیں گے جنکی بنا پر انہوں نے اس معاملے میں آگے بڑھنے سے انکار کر دیا' پھر اس معاملے کو عوام پر چھوڑ دوں گا کہ وہ اندازہ لگائیں کہ وہ [پنڈت نہرو] اور کانگریس کس قدر ناممکن رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔"

الہ آباد' یکم دسمبر ۱۹۳۹ء

مائی ڈیر مسٹر جناح!

جب ہم آخری بار دہلی میں ملے تھے تو یہ طے پایا تھا کہ ہمیں فرقہ وارانہ مسئلوں کے مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیال کرنے کے لے پھر ملنا چاہیئے۔ آپ نے مجھ سے کہا تھا بمبئی واپس پہنچنے پر آپ مجھے لکھیں گے جس میں آپ مجھے ایسی ملاقات کے لئے تاریخ بتائیں گے۔ میں توقع کرتا ہوں کہ جب آپ کو سہولت ہو گی اور تاریخ مقرر کر لیں گے تو ازراہ عنایت مجھے اطلاع دیں گے۔

سر اسٹیفورڈ کرپس جلد ہند آنے والے ہیں اور امکان ہے کہ وہ دو یا تین ہفتے اس ملک میں صرف کریں۔ وہ چین جا رہے ہیں۔ اس وقت تک مجھے ٹھیک علم نہیں کہ وہ کب یہاں پہنچیں گے لیکن اغلباً" ایک ہفتہ تک آ جائیں گے۔ ہند میں اپنے مختصر سے قیام کے دوران وہ آپ سے بھی ملاقات کرنا چاہیں گے اگر یہ ممکن ہوا تو۔ مجھے ان کے پروگرام کا مطلق علم نہیں۔ نہ ہی مجھے یہ معلوم ہے کہ وہ کن کن شہروں میں جانے کا قصد رکھتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ بمبئی جائیں گے۔ کیا آپ ازراہ عنایت مجھے بتا سکتے ہیں کہ کیا ماہ رواں کے تیسرے ہفتے یا اس کے تھوڑا بعد آپ کے بمبئی میں ہونے کا امکان ہے۔ اس اطلاع سے ہو سکتا ہے کہ انہیں اپنا پروگرام ترتیب دینے میں کچھ مدد مل سکے۔ وہ ہوائی جہاز سے آ رہے ہیں اور الہ آباد میں اتریں گے۔

آپ کا مخلص' جواہر لال نہرو

بمبئی' ۴' دسمبر ۱۹۳۹ء

مائی ڈیر جواہر'

مجھے آپ کا خط مرقومہ یکم دسمبر ۱۹۳۹ء موصول ہوا ہے اور میں اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جیسا کہ آج کل مجھے مشورہ دیا گیا ہے' میں توقع کرتا ہوں کہ میں آئندہ دو تین ہفتے بمبئی میں ہی قیام کروں گا۔ اگر آپ کے لئے آسانی ہو تو مجھے آپ سے ملاقات میں بڑی مسرت ہو گی اور میں آپ کی سہولت کے مطابق کوئی بھی تاریخ اور وقت مقرر کر سکتا ہوں۔

جہاں تک سر اسٹیفورڈ کرپس کا تعلق ہے مجھے ان کا خط موصول ہوا اور میں نے انہیں ان کی

ہدایت کے مطابق آپ کے پتہ پر اس کا جواب بھیج دیا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں بمبئی میں ہوں گا اور جیسا کہ ان کے خط سے ظاہر ہوتا ہے وہ ۸' دسمبر کو الہ آباد پہنچ رہے ہیں۔ جب وہ بمبئی آئیں گے تو مجھے ان سے مل کر بڑی خوشی ہو گی۔ اور میں ان کی سہولت کے مطابق ملاقات کی تاریخ اور وقت مقرر کر دوں گا۔

آپ کا مخلص' ایم۔ اے۔ جناح

مکتوب منجانب پنڈت نہرو بنام مسٹر ایم۔ اے۔ جناح مورخہ ۹' دسمبر ۱۹۳۹ء

مائی ڈیر جناح!

دو دن ہوئے میں نے آپ کو خط لکھا تھا جس میں آپ کو اطلاع دی تھی کہ میں جلد ہی بمبئی جانے کا قصد کر رہا ہوں اور توقع ہے کہ وہاں آپ سے ملاقات ہو گی۔ کل صبح میں نے اخبارات میں آپ کا بیان دیکھا ہے جس میں ۲۲' دسمبر کو یوم نجات و تشکر منانے کا دن مقرر کیا گیا ہے کہ آخر کار کانگرسی حکومتیں ختم ہو گئیں اور یہ کہ اس پر اظہار اطمینان کیا جائے۔

میں نے اس بیان کو بہت احتیاط سے ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھا اور اس معاملے پر ۲۴ گھنٹے غور و فکر میں صرف کئے۔ اس خط میں میرا یہ مقصد نہیں کہ میں واقعات یا تاثرات یا نتائج کے بارے میں کسی بحث میں پڑوں۔ ان کے متعلق آپ کو میرے خیالات کا علم ہے' جو مجھے امید ہے' کہ پورے خلوص کے ساتھ اور مکمل خواہش کے ساتھ صداقت دریافت کرنے کے لئے مرتب کئے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں لیکن میں نے زیادہ روشنی کی جستجو کی جو ابھی تک نہیں پہنچ پائی۔

لیکن جس چیز نے' کل سے' مجھ پر سب سے زیادہ' اور بری طرح سے' اثر کیا ہے وہ اس امر کا احساس ہے کہ زندگی اور سیاست میں قدروں کا شعور اور مقاصد اس درجہ مختلف ہیں۔ آپ کے ساتھ مذاکرات کے بعد میں نے امید کی تھی کہ (فرق) یہ اتنا زبردست نہیں ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلیج پہلے سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ ان حالات میں میں حیران ہوں کہ ہمارا ان مسائل پر جو ہمیں در پیش ہیں تبادلہ خیال کرنے سے کیا حاصل ہو گا؟ تبادلہ خیالات کے لئے کوئی تو مشترک میدان ہونا چاہئے تاکہ یہ ثمرآور ثابت ہو سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھ پر آپ کی طرف سے اور اپنی طرف سے یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ اس دشواری کو آپ کے سامنے رکھ دوں۔

آپ نے ازراہ عنایت مجھے دہلی میں ایک خط دکھایا تھا جو آپ کو بجنور —— موصول ہوا تھا میں نے اس معاملے کی تحقیقات کی اور مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ حقائق جس انداز میں آپ کے سامنے بیان کئے گئے وہ درست نہیں ہے اور سراسر گمراہ کن ہے اگر آپ چاہیں کہ آپ کو اس کی

وضاحت مل جائے کہ کیا ہوا تھا میں اسے آپ کے لئے بجنور سے منگوا سکتا ہوں۔ اس مقصد کے لئے مجھے اس خط کی ایک نقل درکار ہو گی جو آپ نے مجھے دہلی میں دکھایا تھا۔

آپ کا مخلص' جواہر لال نہرو

بمبئی سے مسٹر جناح کا مکتوب بنام پنڈت نہرو مورخہ ۱۳' دسمبر ۱۹۳۹ء

مائی ڈیر جواہر'

مجھے آپ کا ۹ دسمبر کا خط موصول ہو گیا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ میں اپنا جواب کہاں بھیجوں۔ آپ کی نقل و حرکت کی جو اطلاعات اخبارات میں شائع ہوئیں ان سے بے یقینی کی کیفیت کا پتہ چلتا تھا۔ تازہ ترین اعلان یہ ہے کہ آپ ۱۴' دسمبر کو بمبئی پہنچ رہے ہیں لہٰذا میں یہ خط آپ کے بمبئی کے پتہ پر بھیج رہا ہوں۔

میں آپ سے اس امر میں اتفاق کرتا ہوں کہ "تبادلہ خیال کے لئے کوئی مشترکہ میدان ہونا چاہئے کوئی مشترکہ مقصد کا ہدف ہو تاکہ گفت و شنید ثمر آور ہو سکے۔" یہی وہ سبب ہے کہ میں نے گذشتہ اکتوبر میں مسٹر گاندھی کو اور پہلے آپ کو اپنی گفتگو میں یہ واضح کیا کہ جب تک کہ کانگرس مسلم لیگ کو مسلمانان ہند کی بااختیار اور نمائندہ تنظیم تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہو ہندو' مسلم مصالحت کے ضمن میں مذاکرات کو آگے بڑھانا ممکن نہ ہو گا کیونکہ یہی وہ اساس ہے جو مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم لیگ نے طے کی تھی۔ دوم ہم اعلان کے ضمن میں کانگرس کے مطالبے کی توثیق نہیں کر سکتے جیسا کہ وہ مجلس عاملہ کی قرار داد میں مذکور ہے اور جس کی تصدیق آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے ۱۰' اکتوبر کو کی' قطع نظر اس سے کہ اس کی نوعیت غیر واضح اور ناقابل عمل ہے' جب تک کہ ہم اقلیت کے مسئلہ پر اتفاق رائے پر نہ پہنچ جائیں۔

مسلم لیگ بھی وائسرائے کے اعلان سے مطمئن نہ تھی۔ اگر ہم خوش قسمتی سے ہندو' مسلم مسئلہ حل کر پاتے تب ہم اس پوزیشن میں ہوتے کہ ہم ملک معظم کی حکومت کی جانب سے اعلان کے مطالبے کے لئے ایک متفقہ فارمولہ منضبط کر لیتے جو ہمیں مطمئن کر سکتا۔ میری نہ پہلی نہ ہی دوسری' تجویز' دہلی میں' مسٹر گاندھی اور آپ کے لئے قابل قبول تھی۔ لیکن آپ نے ازراہ عنایت اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ دوبارہ مجھ سے ملاقات کرنا چاہئیں گے اور میں نے کہا کہ مجھے ہمیشہ آپ سے مل کر مسرت ہو گی۔ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں دسمبر کے تیسرے ہفتے بمبئی میں ہوں گا اور مجھے آپ سے مل کر خوشی ہو گی اور میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس معاملے پر مزید گفت و شنید کے ضمن میں آپ کی خواہش ہو تو میں حاضر ہوں۔

جہاں تک بجنور کے واقعہ کے ضمن میں آپ کے تذکرنے کا تعلق ہے مجھے یقین ہے کہ آپ

مجھ سے اتفاق کریں گے کہ اس سے قبل کہ اس سلسلے میں کسی نتیجہ تک پہنچا جائے اس کے تفصیلی عدالتی جائزے اور تحقیقات کی ضرورت ہو گی اور یہ ہمارے لئے بمشکل مناسب ہو گا کہ ہم ایک واقعے کو نمٹانے بیٹھ جائیں۔ چونکہ میری رائے میں دستور کو چلانے اور کانگرسی حکومتوں کے خلاف ہمارے الزامات کی ایک شاہی کمیشن کے ذریعے تفصیلی چھان بین ہونی چاہئے۔

آپ کا مخلص' ایم۔ اے۔ جناح

بمبئی سے پنڈت نہرو کا خط مسٹر جناح کے نام مورخہ ۱۴' دسمبر ۱۹۳۹ء

مائی ڈیر جناح!

آپ کے ۱۳ دسمبر کے خط کا شکریہ یہ مجھے یہاں پہنچنے پر آج صبح دے دیا گیا۔ میں نے اپنا آخری خط الہ آباد سے مسلمانوں کی جانب سے یوم نجات و تشکر منانے کے تعلق میں آپ کا بیان پڑھنے اور اس پر غور و فکر کے بعد بھیجا تھا۔ اس بیان سے مجھے بہت اذیت پہنچی کیونکہ اس نے مجھے یہ محسوس کرا دیا کہ وہ خلیج جو ہمیں عوامی مسائل تک رسائی میں ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے بہت وسیع ہے۔ اس بنیادی اختلاف کے پیش نظر میں حیران ہوں کہ ہمارے مابین گفت و شنید کی خاطر مشترکہ میدان کیا تھا اور میں نے اس دشواری کو آپ کے سامنے رکھا۔ وہ دشواری برقرار ہے۔

آپ نے اپنے خط میں دو ابتدائی شرائط پر زور دیا ہے اس سے قبل کہ کوئی مشترکہ میدان دریافت کیا جا سکے اول یہ ہے کہ کانگرس مسلم لیگ کو مسلمانان ہند کی بااختیار اور نمائندہ تنظیم کی حیثیت دے۔ کانگرس نے ہمیشہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی ایک اہم اور بارسوخ تنظیم تصور کیا ہے اور اس سبب سے ہم اس اختلاف کو رفع کرنے کے مشتاق ہیں جو ہمارے درمیان موجود ہے۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ جو کچھ تجویز کرتے ہیں وہ اس سے بہت زیادہ ہے اور اس میں ہماری جانب سے کسی طرح کا استرداد یا دیگر مسلمانوں سے جو لیگ میں شامل نہیں ہیں لاتعلقی کا اظہار۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے ایک بہت بڑی تعداد میں مسلمان کانگرس میں شامل ہیں جو ہمارے نزدیکی رفقائے کار رہے ہیں اور ہیں۔ مسلم تنظیمیں ہیں جیسے جمیعتہ العلماء' دی آل انڈیا شیعہ کانفرنس' مجلس احرار' دی آل انڈیا مومن کانفرنس وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ مزدوروں اور کسانوں کی تنظیم کے بہت سے مسلمان جن کے ارکان ہیں ایک عام طریقہ کار کے مطابق انہوں نے بھی وہی سیاسی پلیٹ فارم اپنایا ہے جو کانگرس میں ہمارا ہے۔ ممکنہ طور سے نہ ہم ان سے علاحدہ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی کسی طریقے سے بھی اپنا دست شفقت ان کے سروں سے ہٹا سکتے ہیں۔

آپ نے بہت سے مواقع پر بجا طور سے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ کانگرس ہند کے ہر شخص

کی نیابت نہیں کرتی- بلاشبہ نہیں کرتی- یہ ان لوگوں کی نمائندگی نہیں کرتی جو اس سے اختلاف کرتے ہوں خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو- حتمی تجزیہ کے نتیجے میں یہ اپنے اراکین اور ہمدردوں کی نمائندگی کرتی ہے- اسی طرح مسلم لیگ بھی- لیکن ایک بہت اہم فرق ہے کہ کانگرس کی رکنیت اس کے اپنے دستور کے تحت ان سب لوگوں کے لئے کھلی ہے جو اس کے مقاصد اور اس کے طریقہ کار سے اتفاق کرتے ہوں- اس طرح آئینی اعتبار سے کانگرس کی قومی اساس ہے- جسے وہ اس وقت تک ترک نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے وجود کو ہی خیرباد نہ کہہ دے- جیسا کہ آپ جانتے ہیں ہندو مہاسبھا میں بھی بہت سے ہندو ہیں جو اس خیال کے مخالف ہیں کہ کانگرس اس انداز سے ہندوؤں کی ترجمانی کرے پھر سکھ ہیں اور دیگر ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ جب فرقہ وارانہ معاملات پر غور ہو تو ان کی بھی شنوائی ہونی چاہئے-

لیگ اور مسلمان

لہٰذا مجھے خدشہ ہے کہ اگر آپ کی خواہش یہ ہے کہ ہم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ تنظیم تسلیم کر لیں اور باقی ماندہ کو باہر رکھا جائے تو ہم اسے پورا کرنے سے "کلیتا" قاصر ہیں- یہ بھی حقائق سے دور بات ہو گی اگر کانگرس کی جانب سے اسی طرح کا دعویٰ کیا جائے اس کے باوصف کہ کانگرس کس قدر بڑی تنظیم ہے- لیکن میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ جب دو تنظیمیں آپس میں بات چیت کرتی ہیں تو اس قسم کے سوالات پیدا نہیں ہوتے-

آپ کا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مسلم لیگ کانگرس کے برطانوی حکومت سے اعلان کرانے کے مطالبے کی توثیق نہیں کر سکتی- مجھے یہ جان کر دکھ ہوا کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرقہ وارانہ مسائل کے علاوہ ہم خالصتاً" سیاسی محاذ پر بھی کلیتا" اختلاف کرتے ہیں- کانگرس کا مطالبہ ضروری طور سے یہ ہے کہ اعلان کیا جائے کہ جنگ کے مقاصد کا' بالخصوص ہند کی آزادی کا اور ہند کے عوام کے اس حق کا کہ وہ اپنا دستور خود وضع کر سکتے ہیں بنا خارجی مداخلت کے- اگر مسلم لیگ اس سے اتفاق نہیں کر سکتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے سیاسی مقاصد بھی ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں-

"کانگرس کا مطالبہ کوئی نیا مطالبہ نہیں- یہ کانگرس کی دفعہ نمبر ۱ میں بنیادی طور سے موجود ہے اور بہت برسوں سے ہماری ساری حکمت عملی کی اساس اسی پر استوار رہی ہے- میرے لئے یہ ناقابل فہم ہے کہ کانگرس اسے کس طرح سے ترک کر سکتی یا تبدیل بھی کر سکتی ہے ذاتی طور سے میں اس میں کسی طرح کی بھی تبدیلی کی کوشش کی مخالفت کروں گا- یہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی ایک قرار داد ہے جس کے سارے ہند میں ہزارہا جلسوں میں توثیق کی گئی ہے- اسے نظر انداز

کرنے کے ضمن میں میں بالکل بے بس ہوں۔

اس طرح ایسے نظر آتا ہے کہ سیاسی طور سے ہمارے پاس کوئی مشترکہ میدان موجود نہیں اور یہ کہ ہمارے مقاصد مختلف ہیں۔ یہ بات ہی فی نفسہ تبادلہ خیال کو دشوار اور بے ثمر بنا دیتی ہے۔

آپ کو پچھلا خط لکھنے کا جو محرک ہوا وہ ابھی باقی ہے ـــــ مسلمانوں کی طرف سے آپ کی تجویز ایک دن منانے کا امکان۔ اس سے بہت اہم اور دور رس مسائل جنم لیتے ہیں جن کی تفصیل میں مجھے اس وقت جانے کی حاجت نہیں لیکن جو ہم سب پر اثر انداز ہوں گے۔ فرقہ وارانہ مسئلہ کے ضمن میں طریقہ کار' اسے حل کرنے کی کوشش تصور کی نہیں جا سکتی۔

لہٰذا میں محسوس کرتا ہوں کہ اس مرحلے پر حالات کے تحت اور اس منظر میں ہماری ملاقات سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ تاہم میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ہم کانگرس اور لیگ کے درمیان آزادی اور صاف گوئی کے ساتھ فرقہ وارانہ یا کسی اور مسئلہ پر ہر وقت گفت و شنید کے لئے تیار ہیں۔ بجنور کے واقعہ کے بارے میں آپ نے جو کچھ کہا میں اسے نوٹ کرتا ہوں۔ یہ ہماری بدقسمتی رہی ہے کہ یک طرفہ طریقہ سے الزامات لگا دیے جاتے ہیں اور ان کی تحقیقات نہیں کی جاتی اور نہ انہیں بھگتایا جاتا ہے۔ آپ اس بات کو سراہیں گے کہ شکایات کرنا بہت سہل ہوتا ہے اور بغیر تحقیقات کرائے ان پر بھروسہ کرنا بہت غیر محفوظ۔

آپ کا مخلص' جواہر لال نہرو

بمبئی سے مکتوب منجانب مسٹر ایم۔ اے۔ جناح بنام پنڈت نہرو مورخہ ۵' دسمبر ۱۹۳۹ء

مائی ڈیر جواہر لال!

مجھے آپ کا ۱۴' دسمبر ۱۹۳۹ء کا خط مل گیا ہے اور مجھے افسوس ہے کہ آپ دوسرے نکتے کے ضمن میں میری پوزیشن کو سراہ نہ سکے۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ مسلم لیگ برطانوی حکومت سے اعلان کرانے کے مطالبے کی تصدیق نہیں کر سکتی۔ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ یہ ہے کہ ہم کانگرس کے مطالبے کی تصدیق نہیں کر سکتے جس طرح کہ وہ مذکور ہے۔ مجلس عاملہ کی قرار داد مورخہ ۱۰' اکتوبر ۱۹۳۹ء میں' اور جس کی کہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے تصدیق کی ہے ان وجوہات کی بنا پر جن کا میں نے پہلے ہی اپنے خط میں تذکرہ کر دیا ہے۔

اگر کانگرس کی یہ قرار داد کسی طور سے بھی تبدیل نہیں کی جا سکتی اور جیسا کہ آپ کہتے ہیں کہ ذاتی طور سے آپ اس میں کسی تبدیلی کی کوشش کے خلاف ہوں گے' اور جیسا کہ آپ نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ مسلم لیگ کو مسلمانان ہند کی بااختیار اور نمائندہ تنظیم کی حیثیت دینے سے کلیتاً" قاصر ہیں تو کیا آپ مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ ان حالات میں آپ مجھ سے کیا توقع کرتے ہیں

اور کیا خواہش کرتے ہیں کہ میں کیا کروں؟

آپ کا مخلص' ایم- اے- جناح

مکتوب بنام مسٹرایم- اے جناح منجانب پنڈت نہرو مورخہ ۱۶' دسمبر ۱۹۳۹ء

مائی ڈیر جناح!

آپ کے ۱۵' دسمبر کے خط کا شکریہ- آپ نے جس فرق کی نشاندہی کی ہے میں نے اسے محسوس کیا- بلاشبہ مسلم لیگ کوئی اعلان کرانے کے خیال کی مخالفت نہیں کر سکتی- کانگرس نے جو کچھ کہا تھا کہ جنگ کے مقاصد بیان کئے جائیں- ہند کی آزادی تسلیم کی جائے اور اس کے لوگوں کا یہ حق کہ وہ اپنا دستور خود ترتیب دیں- یہ وہ حق ہے جو لازمی طور سے آزادی میں مستور ہوتا ہے- یہ وہ تمام اصول ہیں جو ہمارے مقصد آزادی کے بطن سے جنم لیتے ہیں اور جیسا کہ مسلم لیگ کا بھی وہی اعلان کردہ مقصد ہے اس لئے ان کے بارے میں کوئی اختلاف رائے ہونا ہی نہیں چاہئے-

ان اصولوں کے اطلاق کے تعلق میں' بلاشبہ بہت سے اہم امور کو زیر غور لانا ہو گا- لیکن جہاں تک بنیادی مطالبات کا تعلق ہے وہ تو ہندی قوم پرستی کا نچوڑ ہیں- انہیں ترک کرنا یا ان میں اہم تبدیلی پیدا کرنا ایسا ہے جیسے ہم نے اپنی آزادی کے مقدمے کو دھڑام سے گرا دیا ہو-

جنگ کے ضمن میں بھی کانگرس نے اپنی حکمت عملی کا گذشتہ گیارہ برس کے دوران بار بار اپنی حکمت عملی کا اعادہ کیا ہے اور موجودہ اعلان اس حکمت عملی کا منطقی نتیجہ ہے- میرا ذاتی طور سے اس حکمت عملی کی تشکیل میں کچھ حصہ ہے اور میں نے اسے اہمیت دی ہے- آپ اس بات کو سراہیں گے کہ پسندیدگی کے سوال سے صرف نظر' یہ بے انتہا دشوار بات ہے کہ اتنے طویل عرصے سے مسلمہ اور بنیادی حکمت عملیوں کو تبدیل کر دیا جائے-

محض حکمت عملیاں

اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ حکمت عملیاں سیاسی ہیں' اور میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ محض یہ ہی حکمت عملیوں ہیں جو آزادی ہند کے مطالبے سے برآمد ہوتی ہیں- تفصیلات پر غور کیا جا سکتا ہے اور ان پر بحث و تمحیص بھی ہو سکتی ہے اور ان کے اطلاق کی تفصیلات باہمی تعاون سے طے کی جانی چاہئیں اور بالخصوص مختلف گروہوں اور اقلیتوں کے مفادات پر احتیاط کے ساتھ غور اور ان کا تحفظ ہونا چاہئے- لیکن اس اعلان کی اصل جڑ بنیاد کو چیلنج کرنے سے مقصود یہ مظاہرہ کرنا ہے کہ سیاسی نقطۂ نظر اور حکمت عملیوں میں بہت بڑا فرق ہے- اس کا اس اعتبار سے ہندو- مسلم مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے- اس وجہ سے میں محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے مقاصد میں

کوئی چیز مشترک نہیں۔

کیا میں یہ بات دوبارہ کہہ سکتا ہوں کہ ہماری جانب سے کسی نے بھی' جہاں تک مجھے علم ہے' مسلم لیگ کے اختیارات' اس کے اثر و رسوخ اور اس کی اہمیت کو چیلنج یا کم نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ معاملات پر گفت و شنید کرنے اور ان مسائل کا تسلی بخش حل دریافت کرنے کے لئے بیتاب ہیں جن سے ہم دو چار ہیں۔ بدقسمتی سے ہم کبھی بھی ان مسائل پر مناسب بحث و تمحیص کے مرحلے پر نہیں پہنچے کیونکہ درمیان میں پیشگی شرائط وغیرہ نئی شکل میں مختلف رکاوٹیں اور سر راہ آ جائیں۔ ان پیشگی شرائط' جیسا کہ میں نے عرض کرنے کی جسارت کی بڑی دوررس اہمیت ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ انہیں تمام ترقی کو روکنے اور ہمیں ان مسائل پر غور کرنے سے باز رکھنے کی کیوں اجازت دی جاتی ہے۔ یہ کوئی ایسی دشوار بات تو نہیں کہ ہم ان رکاوٹوں کو دور کر کے اصل موضوع پر آ جائیں۔

لیکن چونکہ یہ رکاوٹیں برقرار رہتی ہیں اور ان میں اوروں کا اضافہ کر دیا جاتا ہے تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ اصل دشواری نقطۂ نظر اور مقاصد میں اختلاف ہے۔

اس وقت اس فیصلہ نے کہ ۲۲' دسمبر کو ہند گیر مظاہرہ کیا جائے اس میں ایک نفسیاتی رکاوٹ کا اضافہ کر دیا ہے جو موثر طریقے سے باہمی رسائی اور بحث و تمحیص کو روکتی ہے۔ میں اس پر بہت دکھ کا اظہار کرتے ہوئے پورے خلوص سے اس امر کا خواہاں ہوں کہ آپ اس رکاوٹ کو دور کر دیں گے جو تلخی کی طرف لے جا رہی ہے اور تلخی کی جانب ہی لے جا سکتی ہے۔

میں آپ کو یقین دلانے کا خواہاں ہوں کہ اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرنا چاہتا جو ہمیں باہمی مفاہمت اور سمجھوتے تک لے جا سکے۔ لیکن آپ مجھے مقصد اور ضمیر کی راست بازی کو خیرباد کہنے کی تلقین نہیں کریں گے۔ جیسا کہ آپ کو نہیں کروں گا۔ کیونکہ اس طرح سے کچھ بھی تو حاصل نہیں ہو گا۔ میرے کچھ گہرے سیاسی عقائد ہیں۔ میں نے ان کے مطابق ان بہت سے برسوں کے درمیان بہت محنت کی۔ میں کسی بھی وقت انہیں ترک نہیں کر سکتا چہ جائے کہ اب جب کہ دنیا ایک مہیب بحران سے دو چار ہے۔

آپ کا مخلص' پنڈت جواہر لال نہرو

(دی بمبئی سینٹینل' ۸' جنوری ۱۹۴۰ء' دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۹' جنوری ۱۹۴۰ء)

۱۵۵۔ یوم آزادی پر بیان

عہد آزادی حقیقی نہیں ہے، ہتک آمیز ہے

راجکوٹ۔ ۲۲ جنوری ۱۹۴۰ء

میں دیکھتا ہوں کہ کانگرسیوں نے بھی یہ محسوس کر لیا ہے کہ یوم آزادی کا عہد، ترمیم شدہ یا اضافے کے ساتھ، بھی ایک ڈھکوسلہ ہے۔ تصور کے اعتبار سے حقیقی نہیں ہے اور ہتک آمیز ہے۔ اپنے مقصد کی تعبیر میں یعنی حصول آزادی "خالص اور سادہ" میں اسے ناکام ہو جانا چاہئے۔

مسٹر گاندھی کی تازہ ترین تحریروں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ کانگرس وائسرائے کے اقتدار اعلیٰ کے ساتھ مفاہمت کرنے پر کچھ اس انداز سے تلی بیٹھی ہے کہ ایک بار پھر شرفاء کے مابین معاہدہ اور برطانوی حکومت کے ساتھ اتحاد ہو جائے تاکہ مسلمان اور اقلیتیں اور دیگر مفادات ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیئے جائیں، اور وہ ایک بار پھر انہیں پورے طور پر کچلنے کا عمل شروع کر سکیں۔

کانگرس ہائی کمان نے بھپکی کے طور پر وزارتوں کو مستعفی ہونے کی ہدایت کی تھی۔ اب وہ واپس آنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیونکہ وائسرائے نے اس بھپکی کا بھرم کھول دیا ہے۔

اب تک دشواری یہ رہی ہے کہ لارڈ لنلتھ گو مسلم لیگ کی طاقت میں روز افزوں اضافے کے پیش نظر کانگرس کو ہند کا واحد ترجمان تسلیم کرنے سے انکار پر مجبور تھے۔ لہٰذا وہ کانگرس ہائی کمان کو خوش کرنے سے قاصر رہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ ایسی راہ اختیار کرنے سے برطانوی حکومت کو بہت بڑا خطرہ، بالخصوص اس مرحلے پر، لاحق ہو جائے گا۔ اگر مسلمانوں اور اقلیتوں اور دیگر مفادات کو نظرانداز یا قربان کیا جاتا ہے۔ مسٹر گاندھی جو اس طاقت سے ایک بار لطف اندوز ہو چکے ہیں جو ہائی کمان کو اس یقین دہانی کے ساتھ دی گئی تھی کہ گورنر اور گورنر جنرل اپنے اختیارات خصوصی استعمال نہیں کریں گے۔ وہ اس مرتبہ کچھ زیادہ کی خواہش کریں گے اگر انہیں وائسرائے کی بمبئی کی تقریر کی نوک پلک سنوارنے کی اجازت دے دی گئی جس میں انہیں مفاہمت کے جراثیم نظر آتے ہیں۔

لیکن میں خبردار کر دینا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ وائسرائے اور برطانوی حکومت پورے طور پر یہ محسوس کرتے ہیں کہ ایسی صورت حال کا اعادہ جس میں اقلیتوں کو پہلے سے دی ہوئی ضمانتوں کو جامہ عمل نہ پہنایا گیا ہو یا عملاً ان کا احترام نہ ہو ہند میں انتہائی سنگین بحران پیدا کر دے گا۔ مسلم ہند اپنی پوری قوت سے اور ایسے طریقوں سے جو اس کے بس میں ہیں اسے روکنے کی کوشش کرے گا اور کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا۔ اور برطانوی حکومت تمام تر نتائج کی ذمہ دار ہو گی اگر انہوں نے ایک جماعت کی دھمکیوں اور دباؤ کے سامنے سپر ڈال دی۔

میں ہمارے ملک کے مسلمانوں سے بالخصوص اور اپنے غیر مسلم ابنائے وطن سے عمومی اپیل کرتا ہوں کہ وہ ۲۶ جنوری کو یوم آزادی سے کوئی سروکار نہ رکھیں کیونکہ اس کا مقصد آزادی کے بہروپ میں لوگوں کو فریب اور لالچ دینا ہے۔ مسٹر گاندھی کے آزادی کے معنی وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے ہیں اور مجھے توقع ہے کہ مسلمان اس دام میں نہیں پھنسیں گے۔

(بمبئی سینٹینل' ۲۳' جنوری ۱۹۴۰ء)

۱۵۶۔ سر ہیو اونیل کو جواب

کانگرس ہائی کمان اور کانگرسی وزارتوں کے خلاف الزامات کی تحقیقات ہونی چاہیئے

۲۸' جنوری ۱۹۴۰ء

ہمیں اطلاع ملی ہے کہ کانگرس کے زیر نگین صوبوں میں مسلمانوں پر ظلم و ستم کے بارے میں ہمارے سنگین نوعیت کے الزامات کی تحقیقات کے لئے ایک غیر جانبدار عدالتی ٹری بیونل یعنی شاہی کمیشن کے تقرر کے سلسلے میں لندن میں ہمارے جائز مطالبے کا کھوج لگایا جا رہا ہے۔ سر ہیو اونیل کے بارے میں یہ خبر آئی ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ وہ نہیں سمجھتے کہ اس معاملے کی رسمی چھان بین سے متنازعہ کے فریقین میں سے کسی کا یا من حیث المجموع ہند کے عوام کا بھلا ہو سکتا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس غیر معقول جواب سے ہم پر ایک اضافی فرض عائد ہو گیا ہے ہمیں ان کی یہ غلط فہمی بھی دور کرنی پڑے گی کہ انصاف کرنا عوام کے مفاد میں ہو گا! یہ بھی ان کی یکسر غلط فہمی ہے کہ اس نوعیت کے چھان بین سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں تلخی پیدا ہو گی۔ یہ کانگرس ہائی کمان اور کانگرسی وزارتوں کے خلاف ایک الزام ہے اس کی یقیناً چھان بین ہونی چاہیئے تاکہ آئندہ اس کے اعادے اور تکرار کو روکا جا سکے۔

میری توجہ لندن ٹائمز کے ایک مضمون کی جانب بھی مبذول کرائی گئی ہے۔ یہ اخبار عام طور سے خاصا باخبر ہوتا ہے لیکن وہ جب یہ کہتا ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ مسلمانان ہند کی بااختیار اور نمائندہ جماعت نہیں ہے تو یہ یکسر گمراہ نظر آتا ہے۔ اور آج کے ہند کے بارے میں اس کی عدم واقفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ بلاشبہ مسلم لیگ ملک کی واحد مسلم تنظیم نہیں ہے اور نہ ہی یہ ملک کے صد فی صد مسلمانوں کی نیابت کرتی ہے' جو کسی بھی ملک میں کسی بھی تنظیم کے لئے ناممکن ہے۔ لیکن میں نہایت جرات کے ساتھ اور بلا خوف تردید کہنا چاہتا ہوں کہ یہ آج مسلم قوم کی اس سے زیادہ صحیح اور موثر نمائندگی کرتی ہے جتنی ملک معظم کی موجودہ حکومت برطانوی قوم کی

اڑتی ہے۔

لندن ٹائمز ایک بڑی غلطی کا ارتکاب کر رہا ہے اگر وہ اس خیال میں ہے کہ برطانوی حکومت کے ذریعہ کوئی سمجھوتہ مسلمانوں کی منظوری اور رضامندی کے بغیر ان پر مسلط کیا جا سکتا ہے۔ مسلمان اپنی تقدیر، اپنا مستقبل اور اپنی قسمت کسی کے ہاتھوں میں دینے کے لئے تیار نہیں۔ اس بات کا حتمی فیصلہ وہ خود کریں گے کہ ان کے لئے کیا چیز بہترین ہے۔ ان تمام جماعتوں کو جنہیں ہند کے مستقبل کی تشکیل میں کوئی حصہ لینا ہے ان (مسلمانوں) کے ساتھ ذمہ دار اور معزز لوگوں کا سا سلوک کرنا چاہئے۔

اچانک مسٹر گاندھی کو یہ پتہ چلا ہے کہ میرے سچ اور دیانت پر مبنی بیان سے جو میں نے ان کے ایک حالیہ طبع شدہ مکتوب کے جواب میں دیا، ہندو مسلم اتحاد کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے صورت حال واضح کر دی۔ پھر اس بات میں شک و شبہ کیوں پیدا کرتے ہیں کہ میں مسلم ذہن کی ترجمانی بھی کرتا ہوں کہ نہیں؟ میں جانتا ہوں کہ مسٹر گاندھی کی صورت حال کی حقیقت کے بارے میں یقین دلانا آسان کام نہیں۔ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ میں نے جو تصویر ان کے سامنے پیش کی ہے اگر اس میں رنگ بھر گیا تو کانگرس کی ان مساعی پر پانی پھر جائے گا جن میں وہ گذشتہ نصف صدی سے زیادہ عرصے سے مصروف ہیں۔ کانگرس کی پہلے تیس برسوں کی کوششیں تو پہلے ہی رائیگاں جا چکی ہیں، اور اس کے زیادہ تر ذمہ دار مسٹر گاندھی ہیں۔ گذشتہ بیس برس سے مسٹر گاندھی جس حکمت عملی اور پروگرام پر اندھا دھند طریقے سے عمل پیرا ہیں، وہی موجودہ صورت حال کا سبب ہے۔ وہ اب بھی ایک مغالطے میں مبتلا ہیں جب وہ یہ کہتے ہیں کہ مسلم لیگ کی تاریخ میں یہ ایک عارضی صورت ہے اور یہ کہ مسلمان کبھی بھی خود کو اپنے ہندو اور عیسائی بھائیوں سے الگ نہیں کر سکتے۔

یہ مسلمانوں کے اپنے ہندو اور عیسائی بھائیوں سے الگ ہونے کا سوال نہیں ہے۔ یہ ایک مسئلہ ہے ہمارے ہندو اور عیسائی بھائیوں کے سمجھنے کا کہ ہمیں ہند کے سورج تلے اپنے لئے مناسب مقام کا استحقاق ہے۔ (دی سول اینڈ ملٹر گزٹ، ۳۰ جنوری ۱۹۴۰ء)

۱۵۷۔ ہند کے آئینی مسئلے کے بارے میں لیگ کے رویے کی وضاحت

نئی دہلی، ۲، فروری ۱۹۴۰ء

بار بار کئے ہوئے اس سوال کے حوالے سے کہ مسلم لیگ کے حتمی آئینی مطالبات کیا ہیں،

ایک ملاقات کے دوران مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا کہ اس سوال کا جواب پہلے ہی ظاہر کیا جا چکا ہے بالخصوص اس قرار داد میں جو آغاز جنگ کے فوراً بعد مجلس عاملہ نے منظور کی تھی۔

انہوں نے کہا پہلا اور بنیادی نکتہ جس پر مسلم لیگ نے اصرار کیا وہ یہ تھا کہ قانون حکومت مجریہ ۱۹۳۵ء کا مکمل طور پر بستر بوریا گول کر کے اسے رخصت کیا جائے اور سارے آئینی مسئلے پر ازسر نو غور کیا جائے۔ مسٹر جناح نے زور دے کر کہا کہ اس طرح کے دوبارہ جائزے کے لئے مسلم لیگ تو اس وقت بھی تیار ہے لیکن یہ اس قدر جلد ہونا چاہئے جس قدر حالات اس کی اجازت دیں' اور زیادہ سے زیادہ جنگ کے فوراً بعد۔

لیگ نے مطالبہ کیا کہ برطانوی حکومت اس امر کے بارے میں اعلان کرے کہ وہ دوبارہ جائزے کے مطالبے سے اتفاق کرتی ہے جونہی یہ اعلان کر دیا جائے گا مسلم لیگ کچھ لو کچھ دو کے تعلق میں تفصیلی آئینی اسکیم پیش کر دے گی بشرطیکہ اس مقصد کے لئے ایک ایسا ادارہ قائم کر دیا جائے جسے اس کا اعتماد حاصل ہو۔

بنیادی اصول

مسلمانوں کے خیال میں چند بنیادی اصول ہیں جن پر ہند کا آئندہ دستور مبنی ہونا چاہئے۔ ان کی وضاحت آل انڈیا مسلم لیگ کی خارجی کمیٹی اور ان مصنفین کے مشترکہ اجلاس میں کی گئی جنہوں نے اپنی متبادل آئینی تجاویز مسلم لیگ کو ارسال کی تھیں۔ سر عبداللہ ہارون نے اس مشترکہ اجلاس کی صدارت کی تھی۔

اب تک جو نو تجاویز تیار کی گئیں ان پر بحث و تمحیص ہوئی' ہند کے حالات کی روشنی میں' بین الاقوامی صورت حال اور گاہ بگاہ مختلف خیالات کے اظہار اور ملک میں تازہ ترین صورت حال کے تناظر میں ان کا جائزہ لیا گیا۔

اجلاس میں جو قرار داد منظور کی گئی اس میں کہا گیا کہ "اس مرحلے پر یہ اجلاس محسوس کرتا ہے کہ یہ امر پسندیدہ اور از بس ضروری ہو گا کہ وہ نہایت ادب سے مجلس عاملہ سے یہ گذارش کرے کہ ہندی مسلم قوم کے مستقبل کے بارے میں اپنے خیالات کا غیر مبہم زبان میں اعلان کرے اور موخرالذکر کو حسب ذیل بنیادی حقوق کے حصول کے لئے جدوجہد شروع کرنے کی غرض سے تیار کرے:

۱۔ مسلمانان ہند جو نوے ملین نفوس پر مشتمل ہیں ایک علاحدہ قوم ہیں اور اسی حق خود اداریت کے مستحق ہیں جو دیگر قوموں کو تفویض کیا گیا۔

۲۔ مسلمانان ہند کسی صورت میں بھی ایک اقلیت کی حیثیت قبول نہیں کریں گے خواہ وہ کسی

خارجی اور بیرونی ملحوظات کے باعث ہو یا کسی سیاسی سہولت یا مصلحت کی خاطر۔

۳۔ یہ کہ مسلمانوں کے حق خود اداریت کو حقیقتاً موثر بنانے کے لئے ایک خود مختار ریاست کی شکل میں مسلمانوں کا علاحدہ قومی وطن ہو گا۔

۴۔ یہ کہ باقی ماندہ ہند میں رہنے والے مسلمان متذکرہ بالا ریاست کے شہری متصور ہوں گے اور ان کے حقوق اور مفادات کی پوری طرح سے حفاظت کی جائے گی۔

۵۔ ہند کے لئے اصلاحات کی کوئی بھی اسکیم جو ان بنیادی اصولوں میں مداخلت کرے گی اس کی دلیری کے ساتھ ہندی مسلم قوم کی جانب سے مذاحمت کی جائے گی تاآنکہ وہ اپنا متذکرہ بالا مقصد حال کرلے۔

اس قرار داد کو مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں پیش کیا جائے گا جو کل سے شروع ہو رہا ہے۔ مشترکہ اجلاس نے ایک نو رکنی ذیلی کمیٹی مقرر کی ہے جس کا روز بروز اجلاس ہوا کرے گا تاکہ وہ ان بنیادی حقوق پر مشتمل ایک تفصیلی آئینی تجویز مرتب کر سکے' جن کا قرار داد میں تذکرہ ہوا ہے۔

نو تجویزیں وہ ہیں جو نواب ممدوٹ' ڈاکٹر عبداللطیف' مسٹر رضوان اللہ' ڈاکٹر افضل حسین قادری' خان بہادر کفایت اللہ مسٹر اسد اللہ [کلکتہ] اور مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی مرتب کردہ پاکستان تجویز اور خلافت تجویز۔ (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۳ فروری ۱۹۴۰ء)

۱۵۸۔ لاہور میں پولیس اور خاکساروں کے درمیان تصادم پر بیان

نئی دہلی' ۲۰' مارچ ۱۹۴۰ء

مجھے کل شام لاہور میں پولیس اور خاکساروں کے درمیان تصادم کے المناک حالات سن کر بہت صدمہ ہوا جس کا نتیجہ دونوں جانب جانی اتلاف کی شکل میں نکلا۔ میں توقع کرتا ہوں کہ خاکسار ان ہدایات پر عمل پیرا ہوں گے جو ان کے رہنما مسٹر عنایت اللہ مشرقی نے جاری کیں اور آج صبح کے اخبارات میں شائع ہوئیں۔

"ایک اس شخص کی حیثیت سے جس کے ساتھ خاکساروں نے ہمیشہ شفقت کا برتاؤ کیا' میں ان سے پورے خلوص کے ساتھ اپیل کرتا ہوں کہ وہ امن برقرار رکھیں اور قانون کی خلاف ورزی کر کے حالات کو مزید سنگین نہ بنائیں۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ ان کی اطلاع کے مطابق آل انڈیا مسلم لیگ کے لاہور میں اپنا سالانہ اجلاس منعقد کرنے کے ضمن میں ان کے پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی۔ میں آج شام

ساڑھے سات بجے اسپیشل ٹرین کے ذریعہ' جیسے کہ پہلے انتظام کیا جا چکا ہے' روانہ ہو رہا ہوں۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۱' مارچ ۱۹۴۰ء)

۱۵۹۔ مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس سابقہ اعلان اور انتظام کے تحت منعقد ہو گا

نئی دہلی' ۲۰' مارچ ۱۹۴۰ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے حسب ذیل بیان بہ غرض اشاعت اخبارات کو جاری کیا:

"چیرمین مجلس استقبالیہ' دیگر تنظیموں اور بہت سے ممتاز مسلم رہنماؤں کے ساتھ جو اس وقت لاہور جانے کے لئے دہلی میں موجود ہیں' پورے مشورے کے بعد یہ حتمی اور قطعی طور پر فیصلہ کیا گیا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس سابق انتظام اور اعلان کے مطابق منعقد ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ لاہور اور پنجاب کے عام مسلمانوں کی رائے اور ان کے ہمہ گیر احساسات اور جذبات کے عین مطابق ہو گا۔

لہٰذا میں مسلمانان لاہور سے بالخصوص اپیل کرتا ہوں کہ وہ امن و امان برقرار رکھیں اور دنیا پر یہ ثابت کر دیں کہ وہ متنازع معاملات کو منصفانہ اور عادلانہ طریقے سے طے کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اس نازک لمحے میں آل انڈیا مسلم لیگ کی عزت اور وقار مسلمانان پنجاب کے ہاتھوں میں ہے اور مجھے پورا بھروسہ ہے کہ وہ میری اپیل پر لبیک کہیں گے اور لیگ کے سالانہ اجلاس کی کارروائی اس انداز سے سرانجام دیں گے جو اسلام کی پیشانی پر چار چاند لگا دے گا۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۱' مارچ ۱۹۴۰ء)

۱۶۰۔ اخبارات کے نمائندوں سے ملاقات

لاہور' ۲۱ مارچ ۱۹۴۰ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اخباری نمائندوں کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران کہا:

"مسلم لیگ کا اجلاس لاہور مسلم ہند کی آئندہ تاریخ میں ایک سنگ میل ہو گا۔ ہمیں بہت سے اہم مسائل سے' جن سے ہم دو چار ہیں' نبرد آزما ہونا ہے۔ مجھے پورا اعتماد ہے کہ سب لوگوں کے تعاون سے ہم مختلف مسائل سے کامیابی کے ساتھ نمٹ سکیں گے۔ ہمیں پر امن اور نظم و ضبط کے پابند لوگوں کی طرح رہنا ہو گا اور میں بھروسہ کرتا ہوں کہ آپ لوگ اجلاس لاہور کو

کامیاب بنانے میں میری ہر طرح سے امداد کریں گے۔"

لاہور کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "بدقسمت اور المناک واقعات سے جو گذشتہ تین دنوں کے دوران رونما ہوئے' جن میں جانیں تلف ہوئیں اور کچھ لوگ زخمی ہوئے' آپ کو اپنا توازن نہیں کھونا چاہئے۔ آپ کو صورت حال سے صبر و سکون اور غیر جانبدارانہ طور سے نمٹنا چاہئے اور مجھے اعتماد ہے کہ آپ صورت حال کا کوئی حل تلاش کر لیں گے۔"

(دی ٹری بیون' ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء)

۱۲۱۔ تقریب پرچم کشائی کے موقع پر تقریر

لاہور' ۲۱' مارچ ۱۹۴۰ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے پنڈال میں پرچم لہرانے کی تقریب سرانجام دی۔ مسٹر جناح نے خاکسار المیہ کو اپنی تقریر کا محور بنایا۔ مسٹر جناح نے کہا: "اس سے قبل کہ میں کچھ کہوں میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرے ذہن میں اس وقت سب سے مقدم چیز کیا ہے۔ جیسا کہ میں اسی وقت میو ہسپتال سے چلا آ رہا ہوں' مجھے یقین ہے کہ ہم سب لوگوں کو اس بدنصیبی اور المیہ پر سخت صدمہ ہے جس میں بڑی تعداد میں جانی اتلاف ہوا یا لوگ زخمی ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر مرد اور ہر عورت کو ان خاندانوں اور ان لواحقین سے اظہار ہمدردی کرنا چاہئے جن کے لوگ جان بحق یا زخمی ہوئے ہیں۔

"مسلم لیگ کا اجلاس اس بے حد المناک صورت حال کے زیر سایہ شروع ہونے والا ہے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ عظیم قوم اور عظیم لوگوں کی آزمائش کیا ہوتی ہے؟ جواب ہے جتنی زیادہ بڑی دشواریاں ہوں' اتنا ہی ہم خود کو پرسکون اور اعتدال میں رکھیں۔

مسٹر جناح نے کہا "مجھے یقین ہے کہ متعلقہ فریقوں سے قطع نظر مسلم لیگ جرات سے کام لے گی اور اس مسئلہ کو اس انداز سے نمٹائے گی جو عادلانہ اور منصفانہ ہو گا۔ آپ کو یہ محسوس کرنا چاہیے کہ ہماری تنظیم مسلمانان ہند کی واحد تنظیم ہے لہٰذا ہم اس پرچم تلے جسے لہرانے کا اعزاز آپ نے مجھے بخشا ہے ایک آواز کے ساتھ اور جسد واحد کی طرح کھڑے ہو جائیں۔

انہوں نے یہ کہتے ہوئے اپنی تقریر ختم کی کہ "مجھے اپنے لوگوں پر پورا بھروسہ ہے اور ہم ہر مشکل کا سامنا اس انداز سے کریں گے جو اس عظیم قوم کے شایان شان ہو گا۔ لہٰذا میں آپ سے مخلصانہ اپیل کرتا ہوں کہ ہمیں کوئی شک یا شبہ نہ ہونا چاہئے مسلم لیگ کے فیصلوں کے بارے میں آیئے' ہم صحیح فیصلہ کریں اور پھر اس پر ڈٹ جائیں۔ (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء)

۱۲۲- آل انڈیا مسلم لیگ کا ۲۷واں سالانہ اجلاس

منعقدہ لاہور میں خطبہ صدارت

۲۲' مارچ ۱۹۴۰ء

خواتین و حضرات!

آج پندرہ ماہ کے بعد اس اجلاس میں ہماری ملاقات ہو رہی ہے- آل انڈیا مسلم لیگ کا آخری اجلاس جس وقت دسمبر ۱۹۳۸ء میں پٹنہ میں منعقد ہوا تھا اس وقت سے اب تک بہت سے واقعات رونما ہوئے ہیں- سب سے پہلے میں آپ کو مختصراً بتاؤں گا کہ ۱۹۳۸ء میں پٹنہ اجلاس کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کو کیا کچھ درپیش آیا- آپ کو یاد ہو گا کہ ایک کام جو ہمیں سونپا گیا تھا اور جو ابھی تک تشنہ تکمیل ہے وہ ہند کے طول و عرض میں آل انڈیا مسلم لیگ کو منظم کرنا تھا- ہم نے اس جہت میں گذشتہ پندرہ ماہ کے دوران زبردست پیش رفت کی ہے- مجھے آپ کو یہ اطلاع دیتے ہوئے بڑی مسرت ہو رہی ہے کہ ہم نے ہر صوبے میں صوبائی لیگیں قائم کر دی ہیں- اگلا نکتہ یہ ہے کہ مجالس قانون ساز کا جو بھی ضمنی انتخاب ہوا' اس میں ہمیں طاقتور مخالفین سے مقابلہ کرنا پڑا- میں مسلمانوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے ہماری آزمائشوں کے دوران بڑے استقلال اور جذبے کا مظاہرہ کیا- صرف ایک ضمنی انتخاب تھا جسے ہمارے حریفوں نے مسلم لیگی امیدوار کے مقابلے میں جیتا- یو پی کونسل یعنی ایوان بالا کے گذشتہ انتخابات میں مسلم لیگ کی کامیابی صد فی صد رہی- مسلم لیگ کو منظم کرنے کی جہت میں ہم نے کیا کچھ کیا' اس کی تفصیل بیان کر کے میں آپ کو تھکانا نہیں چاہتا لیکن میں آپ کو یہ بتا سکتا ہوں کہ یہ کام بڑے زور شور سے ہو رہا ہے-

اگلی بات' آپ کو یاد ہو گا کہ اجلاس پٹنہ میں ہم نے خواتین کی ایک کمیٹی مقرر کی تھی- ہمارے لئے یہ بہت اہمیت کی بات ہے' کیونکہ میں اس کا قائل ہوں کہ ہمارے لئے یہ ازبس ضروری ہے کہ ہم اپنی خواتین کو اپنی زندگی کی جدوجہد اور کام میں ہر موقع مہیا کریں- خواتین گھروں اور پردے میں رہ کر بھی بہت کچھ کر سکتی ہیں- ہم نے یہ کمیٹی اس لئے مقرر کی تھی کہ وہ بھی لیگ کے کام میں حصہ لے سکیں' اس مرکزی کمیٹی کے اغراض و مقاصد تھے (۱) صوبائی اور ضلعی مسلم لیگوں کی تنظیم (۲) بڑی تعداد میں خواتین کو مسلم لیگ کی رکن بنانا (۳) سارے ہند میں مسلم خواتین میں زبردست نشر و اشاعت کرنا تاکہ ہماری خواتین میں زیادہ سیاسی شعور اور بیداری پیدا ہو سکے- یاد رکھئے کہ آپ کے بچوں کے لئے فکر اور تردد کی کوئی بات نہیں ہو گی

(۴) مسلم معاشرے کی ترقی کے ضمن میں ان امور کے بارے میں ان کی رہنمائی کرنا اور مشورہ دینا جن کا زیادہ تر انہیں پر دارومدار ہوتا ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ اس مرکزی کمیٹی نے اپنا کام متانت اور خلوص کے ساتھ شروع کیا' اس نے بہت مفید کام کیا ہے' مجھے کوئی شک نہیں کہ جب ہم ان کے کام کے بارے میں رپورٹ کو نمٹانے کے مرحلے پر پہنچیں گے تو ہم' ان تمام خدمات کے لئے جو انہوں نے مسلم لیگ کے لئے سرانجام دیں' واقعتاً ان کے ممنون ہوں گے۔

جنوری ۱۹۳۹ء سے لے کر اعلان جنگ تک ہمیں بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ناگپور میں ہمیں ودیامندر کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمیں تمام ہند میں وردھا اسکیم کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ہمیں کانگرس کے زیر نگیں صوبوں میں مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی اور ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمیں اس سلوک کا بھی سامنا کرنا پڑا جو بعض ہندی ریاستوں جیسے جے پور اور بھاونگر میں مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا گیا۔ ہمیں ایک اہم مسئلہ کا سامنا بھی کرنا پڑا جو راجکوٹ کی چھوٹی سی ریاست میں پیدا ہوا جس کو کانگرس نے ایک آزمائش قرار دیا اور جس سے ایک تہائی ہندوستان متاثر ہوتا۔ اس طرح مسلم لیگ کو جنوری ۱۹۳۹ء سے لے کر اعلان جنگ کے وقت تک متعدد مسائل درپیش رہے۔ اعلان جنگ سے پیشتر سب سے بڑا خطرہ جو مسلمانان ہند کو درپیش تھا وہ مرکزی حکومت میں وفاقی اسکیم کے آغاز کا تھا۔ ہمیں علم ہے کہ کیا کیا ریشہ دوانیاں ہو رہی تھیں' لیکن مسلم لیگ ہر سمت میں قوت کے ساتھ ان کی مزاحمت کر رہی تھی۔ ہم نے محسوس کر لیا تھا کہ ہم قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء میں مذکور مرکزی وفاقی حکومت کی اسکیم کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم نے برطانوی حکومت کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی کہ وہ مرکزی وفاقی حکومت کی اسکیم تج دے۔ برطانوی حکومت میں یہ ذہن تیار کرنے کے لئے بلاشبہ مسلم لیگ نے کوئی کم حصہ نہ لیا۔ آپ کو علم ہے کہ انگریز بہت روکھے لوگ ہیں۔ وہ بہت قدامت پسند ہیں اور اگرچہ وہ بہت چالاک ہیں تاہم بات سمجھنے میں ذرا ست واقع ہوئے ہیں۔ اعلان جنگ کے بعد قدرتی طور پر وائسرائے کو مسلم لیگ کی اعانت درکار تھی۔ اس وقت انہیں یہ احساس ہوا کہ مسلم لیگ بھی ایک طاقت ہے کیونکہ یہ بات یاد ہو گی کہ اعلان جنگ کے وقت تک وائسرائے کو کبھی میرا خیال ہی نہیں آیا۔ اگر کسی کا خیال آیا تو وہ گاندھی تھے اور صرف گاندھی۔ میں کافی عرصہ مجلس قانون ساز میں ایک اہم پارٹی کا قائد رہا' اور وہ مسلم لیگ پارٹی سے بڑی پارٹی تھی جس کی قیادت کا اعزاز آج مجھے حاصل ہے۔ تاہم وائسرائے کو پہلے میرا خیال نہیں آیا۔ لہٰذا جب مسٹر گاندھی کے ساتھ مجھے بھی وائسرائے کا دعوت نامہ ملا تو پہلے تو میں اپنے طور پر حیران ہوا کہ میری

اچانک ترقی کیسے ہو گئی؟ اور پھر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کا جواب ہے "آل انڈیا مسلم لیگ"
جس کا میں صدر واقع ہوا ہوں- میں سمجھتا ہوں کہ کانگرس ہائی کمان کو یہ بدترین دھچکا لگا ہو گا-
کیونکہ اس سے ان کے اس دعوے کا بطلان ہو گیا کہ ہند کی ترجمانی کا انہیں ہی واحد اختیار ہے
اور مسٹر گاندھی اور کانگرس کے رویئے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ابھی تک اس صدمے سے سنبھل
نہیں پائے- میرا نکتہ یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ خود کو منظم کرنے کی قدر و قیمت'
اہمیت اور افادیت کو محسوس کریں- میں اس موقع پر مزید کچھ نہیں کہوں گا-

لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے- مجھے یقین ہے کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اس سے' اور جو
سن رہا ہوں مسلم ہند کو اب احساس ہو گیا ہے' وہ اب بیدار ہے اور مسلم لیگ اس وقت تک
اس قدر مضبوط ادارہ بن گئی ہے کہ اب کوئی شخص اسے تباہ نہیں کر سکتا خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ
ہو- لوگ آتے رہیں گے اور لوگ جاتے رہیں گے- لیکن مسلم لیگ ہمیشہ قائم رہے گی-

جنگ کے بعد

اب میں آتا ہوں اعلان جنگ کے بعد کے زمانے کی طرف- ہماری صورت حال یہ تھی کہ
ہم شیطان اور گہرے سمندر کے درمیان تھے- لیکن میں نہیں سمجھتا کہ شیطان یا گہرا سمندر اس
سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں- بہر نوع ہماری صورت حال یہ ہے-کہ ہم غیر مشروط طور پر ہند کی
آزادی کے حامی ہیں- لیکن یہ تمام ہند کے لئے آزادی ہونی چاہئے- کسی ایک طبقے کی آزادی
نہیں اور بدترین یہ کہ کانگرسی ٹولے کی آزادی اور مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کی محکومی نہ ہو-

خود انحصاری کی طرف

جیسا کہ ہم ہند میں واقع ہیں قدرتی طور پر ہمارے ماضی کے کچھ تجربات ہیں- خصوصیت کے
ساتھ گذشتہ ڈھائی برس کے دوران کانگرس کے زیر نگیں صوبوں میں صوبائی دستور کے تجربے سے
ہم نے بہت سے سبق سیکھے ہیں- لہٰذا اب ہم بہت خائف ہیں اور کسی پر اعتماد نہیں کر سکتے- میں
سمجھتا ہوں کہ یہ ہر شخص کے لئے ایک دانشمندانہ کلیہ ہے کہ کسی پر بہت زیادہ اعتماد نہیں کرنا
چاہئے- بعض اوقات ہم لوگوں پر اعتماد کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں لیکن عملی تجربے سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی گئی- یقیناً یہ کسی کے لئے بھی کافی سبق ہوتا ہے کہ وہ ان
لوگوں پر اپنا اعتماد برقرار نہ رکھے جنہوں نے اس سے غداری کی-

خواتین و حضرات! ہم نے یہ کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ کانگرس ہائی کمان اس انداز سے کام کرے گی
جس انداز سے واقعتاً اس نے کانگرس کے زیر نگیں صوبوں میں کام کیا ہے- میں نے تو خواب میں
بھی یہ نہ دیکھا تھا کہ وہ اس قدر پستی میں گر جائیں گے- میں کبھی یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ

کانگرس اور انگریزوں میں شرفا کے مابین ایسا معاہدہ ہو جائے گا اور وہ اس حد تک چلا جائے گا کہ ہم دن رات چیختے چلاتے رہ جائیں گے' گورنر کابل ہو گئے اور گورنر جنرل بے بس! ہم نے انہیں یاد دلایا کہ ہماری اور دیگر اقلیتوں کی طرف سے ان کی کچھ خصوصی ذمہ داریاں ہیں! اور یہ کہ انہوں نے ہمارے ساتھ کچھ خصوصی وعدے کئے تھے۔ لیکن وہ سب کچھ بے جان ہو کر رہ گئے۔ خوش قسمتی سے قدرت نے ہماری دستگیری کی اور شرفا کا وہ معاہدہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ کانگرس حکومت سے باہر چلی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے استعفوں پر بہت پچھتا رہے ہیں۔ بھبکی کا بھرم کھل چکا ہے۔ چلو جو ہوا سو اچھا ہوا۔ لہٰذا میں آپ سے اپیل کرتا ہوں پوری متانت سے' جس قدر میرے اختیار میں ہے' کہ آپ خود کو اس طور سے منظم کیجئے کہ آپ کسی پر تکیہ نہ کریں' سوائے اپنی طاقت کے' یہی آپ کا واحد تحفظ ہو گا اور بہترین تحفظ۔ خود پر انحصار کیجئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم دوسروں کے بارے میں برا چاہیں یا ان سے عناد رکھیں۔ اپنے حقوق اور مفادات کی حفاظت کے لئے خود میں وہ قوت پیدا کریں کہ آپ اپنا دفاع خود کر سکیں۔ بس یہی کچھ میں آپ سے پر زور طریقے سے کہنا چاہتا تھا۔

آئندہ دستور کا مسئلہ

اب' آئندہ دستور کے ضمن میں ہمارا موقف کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ جس قدر جلد حالات اجازت دیں یا زیادہ سے زیادہ اختتام جنگ کے فوراً بعد ہند کے آئندہ دستور کے مسئلہ پر ازسرنو غور کیا جائے اور ۱۹۳۵ء کے قانون کی بساط ہمیشہ ہمیشہ کیلئے لپیٹ دی جائے۔ ہم اس بات کے قائل نہیں کہ برطانوی حکومت سے مطالبے کریں کہ وہ اعلان کریں۔ ان اعلانات کا حقیقتاً کوئی فائدہ نہیں۔ ان سے اعلانات کرنے کے مطالبے کر کے آپ انہیں اس ملک سے باہر نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تاہم کانگرس نے وائسرائے سے مطالبہ کیا کہ وہ اعلان کرے۔ وائسرائے نے کہا کہ میں نے اعلان کر دیا ہے۔ کانگرس نے کہا "نہیں' نہیں' ہم ایک اور طرح کا اعلان چاہتے ہیں۔ آپ اعلان کریں اور فوراً کہ ہند آزاد ہے' اور خود مختار' اور اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ مجلس دستور ساز کے ذریعہ جس کا انتخاب حق بالغ رائے دہی پر ہو گا' یا جس قدر وسیع تر بنیاد پر ممکن ہو' اپنا دستور آپ وضع کرے۔ یہ مجلس بالضرور اقلیتوں کے "جائز مفادات" کو مطمئن کرے گی۔ مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ اگر اقلیتیں مطمئن نہ ہوں تو وہ اس پر آمادہ ہیں کہ اعلیٰ ترین نوعیت کا بے حد غیر جانبدار طرح کا کوئی ٹری بیونل مقرر کر دیں' جو تنازعہ کے بارے میں فیصلہ کر دے۔ اب' قطع نظر اس امر کے کہ یہ تجویز ناقابل عمل نوعیت کی ہے اور اس امر کے باوصف کہ تاریخی اور آئینی اعتبار سے یہ بے ہودہ بات ہے کہ آپ حکمران طاقت سے یہ کہیں کہ وہ ایک

مجلس دستور ساز کے حق میں دستبردار ہو جائیں' ان تمام باتوں کے باوصف فرض کیجئے کہ ہم اس حق رائے دہی کے معیار سے اتفاق نہیں کرتے جس کے تحت مرکزی مجلس منتخب کی جائے گی یا فرض کیجئے کہ ہم مسلمانوں کے نمائندوں کی ایک مستحکم جماعت کی حیثیت سے مجلس دستور ساز میں غیر مسلم اکثریت کو قبول نہیں کرتے۔ اس وقت کیا ہو گا؟ یہ کہا جاتا ہے کہ جو یہ مجلس اتنے بڑے برصغیر کے لئے قومی دستور وضع کرنے کے ضمن میں کرے ہمیں کسی چیز سے اختلاف کرنے کا کوئی حق نہیں' سوائے ان امور کے جن کا تعلق اقلیتوں کے تحفظات سے ہو۔ پس ہمیں یہ اعزاز بخشا گیا ہے کہ ہم صرف ان امور میں اختلاف کر سکتے ہیں جن کا شدید طور پر اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے ساتھ تعلق ہو گا۔ ہمیں یہ اعزاز بھی عطا کیا گیا ہے کہ ہم اپنے نمائندے جداگانہ طرز انتخاب کے ذریعہ بھیج سکتے ہیں۔ اب یہ تجویز اس مفروضے پر مبنی ہے کہ جیسے ہی یہ عمل شروع ہو گا انگریز کا ہاتھ غائب ہو جائے گا۔ وگرنہ اس کے کوئی معنی ہی نہ ہوں گے۔ مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ دستور اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ کیا انگریز غائب ہو جائے گا اور اگر ایسا ہو تو کس حد تک۔ دوسرے لفظوں میں ان کی تجویز کا لب لباب یہ ہے کہ پہلے آپ یہ اعلان کر دیجئے کہ ہم ایک آزاد اور خودمختار قوم ہیں۔ تب میں فیصلہ کروں گا کہ میں آپ کو کیا واپس دے سکتا ہوں۔ کیا مسٹر گاندھی ہند کے لئے مکمل آزادی طلب کرتے ہیں' جب وہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں؟ لیکن انگریز غائب ہو یا نہ ہو لیکن یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہت وسیع اختیارات لوگوں کو منتقل ہو جانے چاہئیں مجلس دستور ساز کی اکثریت اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں اول ٹری بیونل کون مقرر کرے گا؟ اور فرض کیجئے کہ ایک ٹری بیونل پر اتفاق رائے ممکن ہو گیا' ٹری بیونل نے ایوارڈ دے دیا اور فیصلہ صادر کر دیا گیا' کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ پھر کون ہو گا جو یہ دیکھے گا کہ ایوارڈ کی شرائط کے مطابق اس پر عملدرآمد ہو رہا ہے یا نہیں؟ اور یہ کون دیکھے گا کہ عمل کے دوران اس کا احترام بھی کیا جا رہا ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہمیں یہ بتایا جا رہا ہے کہ برطانیہ تو اپنے اختیارات سے کلی یا جزوی طور پر دستبردار ہو چکا ہو گا۔ پھر اس ایوارڈ کے پیچھے کون سی طاقت ہو گی جو اسے نافذ کرے گی؟ ہم اسی جواب پر پہنچتے ہیں' ہندو اکثریت یہ کام کرے گی۔ اور کیا یہ انگریز کی سنگینوں کے سایہ میں ہو گا یا مسٹر گاندھی کے "عدم تشدد" کے ذریعہ؟ کیا ہم ان پر مزید اعتماد کر سکتے ہیں؟ مزید برآں خواتین و حضرات کیا آپ یہ سوچ سکتے ہیں کہ اس نوعیت کے ایک سوال پر' ایک سماجی معاہدہ جس پر ہند کے آئندہ دستور کی بنا استوار کی جائے گی جو ۹ کروڑ مسلمانوں پر اثرانداز ہو گا' ایک عدالتی فیصلہ کے ذریعہ طے کیا جا سکتا ہے؟ پھر بھی یہ تجویز ہے کانگرس کی۔

اس سے قبل کہ میں مسٹر گاندھی کے چند روز پیشتر کے ارشادات کے بارے میں گفتگو کروں' میں کچھ اور کانگرسی رہنماؤں کے اعلانات کو نمٹاتا ہوں' ہر ایک مختلف آواز میں بول رہا ہے۔ مسٹر راج گوپال اچاریہ سابق وزیراعظم مدراس کہتے ہیں' ہندو مسلم اتحاد کا علاج مخلوط طرز انتخابات ہیں۔ یہ نسخہ ہے کانگرس تنظیم کے ایک بہت بڑے ڈاکٹر کا! (قہقہہ) دوسری طرف بابو راجندر پرشاد نے صرف چند روز پیشتر کہا' اوہ! اس سے زیادہ مسلمان اور کیا مانگتے ہیں؟ میں آپ کے سامنے ان کے الفاظ پڑھتا ہوں۔ اقلیتی مسئلے کا حوالہ دیتے ہوئے وہ کہتے ہیں "اگر برطانیہ ہمارا حق خود ارادیت تسلیم کر لیتا ہے تو یقیناً یہ تمام اختلافات غائب ہو جائیں گے۔" ہمارے اختلافات کس طرح غائب ہو جائیں گے؟ وہ اس کی وضاحت نہیں کرتے یا اس پر روشنی نہیں ڈالتے۔

"لیکن جب تک انگریز موجود ہیں اور اختیار ان کے ہاتھ میں ہے' اختلافات برقرار رہیں گے۔ کانگرس نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ آئندہ دستور' کانگرس تنہا نہیں بنائے گی بلکہ تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندے اور مذہبی گروہ بنائیں گے۔ کانگرس اور بھی آگے گئی ہے اور اس نے اعلان کر دیا ہے کہ اس مقصد کے لئے اقلیتیں اپنے نمائندے جداگانہ طرز انتخابات کے ذریعہ منتخب کر سکتی ہیں۔ حالانکہ کانگرس جداگانہ طرزِ انتخابات کو ایک لعنت سمجھتی ہے۔ یہ مجلس دستور ساز اس ملک کے تمام لوگوں کی نمائندہ ہو گی' بلالحاظ ان کے مذہبی اور سیاسی تعلق کے جو ہند کے آئندہ دستور کے بارے میں فیصلہ کرے گی نہ کہ یہ پارٹی یا وہ پارٹی۔ اس سے بہتر اقلیتیں اور کیا ضمانت مانگتی ہیں؟" پس بابو راجندر پرشاد کے مطابق جس لمحے ہم مجلس میں داخل ہوں گے ہم اپنے سیاسی روابط اور مذاہب اور باقی ہر چیز کو خیرباد کہہ دیں گے۔ یہ ہے وہ جو بابو راجندر پرشاد نے حال ہی میں یعنی ۱۸ مارچ ۱۹۴۰ء کو فرمایا۔ اور اب یہ ہے جو مسٹر گاندھی نے ۲۰ مارچ ۱۹۴۰ء کو کہا:

"میرے نزدیک ہندو' مسلمان' پارسی اور ہریجن سب برابر ہیں۔ میں غیر سنجیدہ نہیں ہو سکتا۔" لیکن میرا خیال ہے کہ وہ غیر سنجیدہ ہیں۔ "میں غیر سنجیدہ نہیں ہو سکتا' جب میں قائداعظم محمد علی جناح کے متعلق بات کروں۔ وہ میرے بھائی ہیں۔"

فرق صرف اتنا ہے کہ بھائی گاندھی کے تین ووٹ ہیں اور میرا صرف ایک ووٹ! (قہقہہ)

"مجھے فی الحقیقت مسرت ہو گی اگر وہ مجھے اپنی جیب میں رکھ سکیں" مجھے نہیں معلوم کہ میں ان کی اس تازہ ترین پیشکش پر کیا کہوں!

"ایک زمانہ تھا جب میں یہ کہہ سکتا تھا کہ ایک مسلمان بھی ایسا نہیں جس کا اعتماد مجھے حاصل نہیں۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ آج ایسا نہیں۔"

انہوں نے آج مسلمانوں کا اعتماد کیوں کھو دیا؟ کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں خواتین و حضرات؟

"اردو اخبارات میں جو کچھ شائع ہوتا ہے وہ سارا کچھ میری نظر سے نہیں گذرتا لیکن شاید اس میں مجھے بہت گالیاں دی جاتی ہیں۔ مجھے اس کا کوئی دکھ نہیں۔ میں اب بھی اس بات کا قائل ہوں کہ ہندو مسلم سمجھوتے کے بغیر کوئی سوراج نہیں ہو سکتا۔"

مسٹر گاندھی یہ بات پچھلے بیس برس سے کہہ رہے ہیں۔

"شاید آپ یہ دریافت کریں کہ میں لڑائی کی بات کیوں کر رہا ہوں؟ میں یہ اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ لڑائی مجلس دستور ساز کے لئے ہو گی۔" وہ انگریزوں سے لڑ رہے ہیں۔ لیکن کیا میں مسٹر گاندھی اور کانگرس کو یہ بتا سکتا ہوں کہ آپ اس مجلس دستور ساز کے لئے لڑ رہے ہیں جس کے بارے میں مسلمان کہتے ہیں کہ ہم اسے قبول نہیں کر سکتے۔ جس کے بارے میں مسلمان کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے تین اور ایک' جس کے بارے میں مسلمان کہتے ہیں کہ اس طرح' سروں کو گن کر' ہم کبھی بھی ایسا سمجھوتہ نہیں کر سکتے' جو حقیقی سمجھوتہ ہو گا دلوں سے' جس کی وجہ سے ہم دوستوں کی طرح سے کام کر سکیں گے۔ لہٰذا مجلس دستور ساز کا تصور قابل اعتراض ہے علاوہ دیگر اعتراضات کے۔ لیکن وہ مجلس دستور ساز کے لئے لڑ رہے ہیں' مسلمانوں سے مطلق نہیں لڑ رہے۔

وہ کہتے ہیں "میں ایسا اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ لڑائی مجلس دستور ساز کے لئے ہو گی۔ اگر وہ مسلمان جو مجلس دستور ساز میں آتے ہیں" ذرا الفاظ پر غور کیجئے جو مجلس دستور ساز میں آتے ہیں' مسلمانوں کے ووٹوں کے ذریعہ سے —— کہہ دیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔ صرف اس صورت میں تمام امید چھوڑ دوں گا۔ لیکن اس وقت بھی میں ان سے اتفاق کروں گا کیونکہ وہ قرآن پڑھتے ہیں اور میں نے بھی اس مقدس کتاب کا کچھ تھوڑا سا مطالعہ کیا ہے۔" (قہقہہ)

پس وہ مجلس دستور ساز مسلمانوں کے خیالات معلوم کرنے کے لئے مانگتے ہیں۔ اگر وہ اتفاق نہیں کرتے تب وہ امید چھوڑ دیں گے۔ لیکن پھر بھی وہ ہم سے اتفاق کریں گے (قہقہہ) میں آپ سے پوچھتا ہوں' خواتین و حضرات! کیا یہ طریقہ ہے مسلمانوں کے ساتھ مفاہمت کی اصلی اور حقیقی خواہش کے اظہار کا' اگر کوئی ایسی خواہش موجود ہے؟ (آوازیں: نہیں۔ نہیں) مسٹر گاندھی کیوں تسلیم نہیں کرتے' میں نے یہ بات ایک سے زیادہ مرتبہ کہی ہے' اور اس پلیٹ فارم سے پھر دہراتا ہوں' اب مسٹر گاندھی دیانتداری کے ساتھ کیوں تسلیم نہیں کر لیتے کہ کانگرس' ہندو کانگرس ہے

اور وہ ہندوؤں کی ٹھوس تنظیم کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مسٹر گاندھی کو یہ کہنے میں فخر ہونا چاہئے کہ "میں ہندو ہوں' کانگرس کو ہندوؤں کی زبردست حمایت حاصل ہے۔" مجھے یہ کہنے میں کوئی شرم نہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین و آفرین) میں صحیح کہتا ہوں' اور مجھے امید اور یقین ہے اور ایک اندھے کو بھی اب تک یقین ہو گیا ہو گا کہ مسلم لیگ کو مسلمانان ہند کی زبردست حمایت حاصل ہے۔ پھر یہ تمام جھانسے کیوں؟ یہ تمام چالاکیاں کیوں؟ پھر مسلمانوں کا تختہ پلٹنے کے لئے انگریزوں پر دباؤ ڈالنے کے طریقے کیوں اختیار کئے جا رہے ہیں؟ سول نافرمانی کی دھمکی کیوں دی جا رہی ہے؟ مجلس دستور ساز کے لئے لڑائی کیوں لڑی جا رہی ہے؟ صرف یہ دریافت کرنے کے لئے کہ مسلمان اتفاق کرتے ہیں یا اتفاق نہیں کرتے (نعرہ ہائے تحسین) وہ ہندو رہنما کی حیثیت سے کیوں نہیں آتے؟ وہ فخر کے ساتھ اپنے لوگوں کی نمائندگی کرتے ہوئے آئیں اور مجھے فخر کے ساتھ مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے ساتھ ملاقات کا موقع دیں۔ جہاں تک کانگرس کا تعلق ہے مجھے یہی کچھ کہنا تھا۔

برطانیہ سے گفت و شنید

جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ جہاں تک برطانوی حکومت کا تعلق ہے' ہمارے مذاکرات ابھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچے۔ ہم نے متعدد نکات پر یقین دہانیاں طلب کی تھیں۔ بہرنوع ایک نکتہ پر ہم نے کچھ پیش رفت کی ہے' اور وہ یہ ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء سے ہٹ کر ہند کے آئندہ دستور کے سارے مسئلہ پر از سرنو غور ہونا چاہئے۔ اس پر وائسرائے کا جواب' ملک معظم کی حکومت کی جانب سے اختیار کے ساتھ' یہ تھا—— بہتر ہو گا کہ میں ان کا۔ حوالہ دوں—— یہ میں اپنے الفاظ میں بیان کرنا نہیں چاہتا۔ یہ وہ جواب ہے جو ہمیں ۲۳ دسمبر کو بھیجا گیا۔

"میرا آپ کے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں نے ۱۳ اکتوبر کو ملک معظم کی حکومت کی منظوری سے جو اعلان کیا تھا وہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء کے کسی جزو یا اس حکمت عملی اور منصوبوں پر غوروخوض کو خارج نہیں کرتا جس پر وہ مبنی ہے۔ آپ ملاحظہ کیجئے الفاظ "خارج نہیں کرتا" (نعرہ ہائے تحسین)

جہاں تک دیگر امور کا تعلق ہے ہم مذاکرات کر رہے ہیں اور بہت اہم نکات یہ ہیں : (۱) ہند کے آئندہ دستور کے متعلق ہماری منظوری اور رضا کے بغیر ملک معظم کی حکومت کو کوئی اعلان نہیں کرنا چاہئے۔ (تحسین و آفرین) اور کسی مسئلے کے بارے میں ہماری پس پشت کسی جماعت سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا تا آنکہ اسے ہماری منظوری اور رضامندی حاصل ہو۔ (تحسین و

آفرین) پس خواتین و حضرات! برطانوی حکومت اپنی دانش کے لحاظ سے ہمیں یقین دہانی کرائے یا نہ کرائے، مجھے بھروسہ ہے کہ پھر بھی انہیں یہ آگہی ہو جائے گی کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم کسی اور منصف کے ہاتھ میں نو کروڑ مسلمانوں کا مستقبل نہیں چھوڑ سکتے، تو یہ منصفانہ اور جائز مطالبہ ہے۔ ہم اور صرف ہم ہی آخری ثالث ہو سکتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک جائز مطالبہ ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ برطانوی حکومت مسلمانوں پر ایسا دستور مسلط کر دے جسے وہ منظور نہیں کرتے، جسے وہ قبول نہیں کرتے۔ لہٰذا برطانوی حکومت کو بہترین مشورہ یہ ہو گا کہ وہ یہ یقین دہانی کرا دے اور مسلمانوں کو اس معاملے میں مکمل سکون اور اعتماد عطا کر دے اور ان کی دوستی حاصل کر لے۔ لیکن وہ ایسا کرتے ہیں یا نہیں کرتے، بہرنوع، جیسا کہ میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں، ہمیں اپنی ہی طاقت پر انحصار کرنا چاہئے اور میں اس پلیٹ فارم سے یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر ہماری منظوری اور ہماری رضامندی کے بغیر کوئی اعلان کیا گیا، کوئی عبوری بندوبست کیا گیا، تو ہند کے مسلمان مزاحمت کریں گے (تحسین و آفرین) اور اس باب میں کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔

اگلا نکتہ فلسطین کے بارے میں تھا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ عربوں کے معقول قومی مطالبات کو تسلیم کرنے کی کوششیں، مخلصانہ کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ہم سنجیدہ کوششوں، مخلصانہ کوششوں، اور بہترین کوششوں سے مطمئن نہیں ہو سکتے (قہقہہ) ہم چاہتے ہیں کہ برطانوی حکومت کو واقعتاً اور درحقیقت فلسطین میں عربوں کے مطالبات تسلیم کر لینے چاہئیں۔ (تحسین و آفرین)

پھر اگلا نکتہ تھا فوجوں کے باہر بھیجنے سے متعلق۔ اس معاملہ میں تھوڑی سی غلط فہمی ہے لیکن بہرکیف ہم نے اپنا موقف واضح کر دیا ہے کہ ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا، اور درحقیقت زبان بھی جو استعمال کی گئی اس سے اس کا کوئی جواز نہیں نکلتا، کہ یہ غلط خدشہ یا خدشہ لاحق ہو جائے کہ ہمارے اپنے ملک کے مکمل دفاع کے لئے افواج استعمال نہ کی جائیں۔ ہم جو کچھ چاہتے تھے وہ یہ تھا کہ برطانوی حکومت ہمیں یہ یقین دہانی کرائے کہ ہندی افواج کو کسی مسلم ملک یا کسی مسلم طاقت کے خلاف نہیں بھیجا جائے گا (تحسین و آفرین) ہمیں امید کرنی چاہئے کہ ہم اب بھی برطانوی حکومت سے صورت حال کی مزید وضاحت کرا سکیں گے۔

تو یہ ہے صورت حال جہاں تک برطانوی حکومت کا تعلق ہے۔ مجلس عاملہ کے گذشتہ اجلاس نے وائسرائے سے کہا تھا کہ مجلس عاملہ کی قرارداد مورخہ ۳ فروری میں جو وضاحتیں کر دی گئی ہیں ان کی روشنی میں اپنے ۲۳ دسمبر کے مکتوب پر نظرثانی کریں اور ہمیں اطلاع دی گئی ہے کہ یہ معاملہ بکمال احتیاط ان کے زیر غور ہے۔

ہندو مسلم صورت حال

خواتین و حضرات! سو یہ ہے صورت حال اعلان جنگ کے بعد سے ۳ فروری تک کی۔

جہاں تک ہماری داخلی صورت حال کا تعلق ہے ہم اس کا جائزہ لے رہے ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ باخبر ماہرین دستور سازی نے اور دیگر لوگوں نے جنہیں ہند کے آئندہ دستور کے مسئلے سے دلچسپی ہے ہمیں متعدد تجاویز ارسال کی ہیں اور ہم نے اب تک موصول ہونے والی تجاویز کی تفصیلات کا جائزہ لینے کے لئے ایک ذیلی کمیٹی مقرر کر دی ہے۔ لیکن ایک چیز بڑی واضح ہے۔ غلطی سے ہمیشہ سے یہ سمجھا جا رہا ہے کہ مسلمان ایک اقلیت ہیں اور بلاشبہ ایک طویل عرصے سے ہم بھی اس کے خوگر ہو گئے ہیں کہ بعض اوقات طے شدہ تصورات کو دور کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ مسلمان ایک اقلیت نہیں ہیں۔ مسلمان کسی بھی تعریف کے لحاظ سے ایک قوم ہیں۔ انگریز اور بالخصوص کانگرس اس بنیاد پر گفتگو کرتے ہیں "اچھا! بہرکیف آپ ایک اقلیت ہیں' آپ کیا چاہتے ہیں؟" "اقلیتیں اور کیا مانگتی ہیں؟" جیسا کہ بابو راجندر پرشاد نے کہا تھا۔ لیکن یقینی طور پر مسلمان اقلیت نہیں ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انگریز کے تیار کردہ برطانوی ہند کے نقشہ میں بھی ہم اس ملک کے وسیع علاقوں میں آباد ہیں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ جیسے بنگال' پنجاب' صوبہ سرحد' سندھ اور بلوچستان۔ اب سوال یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو یہ مسئلہ ہے اس کا بہترین حل کیا ہے؟ ہم اس پر غور و فکر کر رہے ہیں اور جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مختلف تجاویز پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی جا چکی ہے لیکن دستور کی حتمی تجویز جو بھی ہو' میں اپنے خیالات آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور ان کی تصدیق کے لئے میں آپ کی خدمت میں ایک خط پیش کروں گا جو لالہ لاجپت رائے نے مسٹر سی۔ آر۔ داس کے نام لکھا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خط چودہ یا پندرہ برس قبل لکھا گیا تھا اور کسی اندر پرکاش کی کتاب میں شائع ہوا ہے جو حال ہی میں طبع ہوئی ہے۔ لالہ لاجپت رائے' ایک زیرک سیاست دان اور کٹر ہندو مہاسبھائی' کہتے ہیں۔ لیکن اس سے پیشتر کہ میں یہ خط پڑھوں' اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ کو ہندو ہونے سے کوئی مفر نہیں ہو گا اگر آپ ہندو ہیں (قہقہہ) لفظ "قوم پرست" اب سیاست میں شعبدہ بازوں کا کھلونا بن گیا ہے۔ اس خط میں کہا گیا ہے :

"ایک اور نکتہ ہے جو کافی عرصے سے میرے لئے پریشانی کا باعث بن گیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس پر نہایت احتیاط سے غور کریں۔ اور وہ ہے ہندو مسلم اتحاد کا سوال۔ گذشتہ ٦ ماہ کے دوران میں نے اپنا بیشتر وقت مسلم تاریخ اور مسلم قانون کے مطالعے میں صرف کیا اور میں یہ سوچنے پر مائل ہوں کہ یہ نہ ہی ممکن ہے اور نہ ہی قابل عمل۔ مسلم رہنماؤں کے تحریک سول

نافرمانی کے دوران خلوص کو فرض اور تسلیم کر لینے کے باوجود میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے مذہب میں اس طرح کی کسی بھی چیز کے لئے موثر ممانعت موجود ہے۔

آپ کو وہ گفتگو یاد ہو گی جو میں نے آپ کو کلکتہ میں سنائی تھی اور جو میرے، حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر کچلو کے درمیان ہوئی تھی۔ حکیم اجمل خاں سے زیادہ نفیس مسلمان ہند میں موجود نہیں۔ لیکن کیا کوئی مسلمان رہنما قرآن سے سرتابی کر سکتا ہے۔ میں صرف یہ امید کر سکتا ہوں کہ اسلامی قانون کے بارے میں میرا ماحصل غلط ہو۔"

میں سمجھتا ہوں کہ ان کا ماحاصل بالکل درست ہے!

"کوئی چیز مجھے اس سے زیادہ سکھ نہیں دے سکتی جتنا اس بات کا یقین کہ یہ ایسا ہی ہے۔ لیکن اگر یہ درست ہے تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہم انگریز کے خلاف متحد ہو جائیں لیکن ہم برطانوی خطوط پر ہند پر حکومت کرنے کے لئے متحد نہیں ہو سکتے۔ ہم جمہوری خطوط پر ہند پر حکومت کرنے کے لئے متحد نہیں ہو سکتے۔"

خواتین و حضرات! جب لالہ لاجپت رائے کہتے ہیں کہ ہم جمہوری خطوط پر اس ملک پر حکومت نہیں کر سکتے، تو یہ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن جب ۱۸ ماہ قبل مجھے یہ سچی بات کہنے کی جرات ہوئی تو میرے خلاف حملوں اور تنقید کا طومار باندھ دیا گیا۔ لیکن لالہ لاجپت رائے نے ۱۶ برس قبل یہ کہا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے، یعنی جمہوری خطوط پر ہند پر حکمرانی۔ اس کا علاج کیا ہے؟ کانگرس کے نزدیک یہ ہے کہ ہمیں اقلیت بنا لیا جائے اور اکثریت کی حکمرانی میں رکھا جائے۔ لالہ لاجپت رائے آگے چلتے ہیں:

"پھر اس کا علاج کیا ہے؟ میں ۷ کروڑ مسلمانوں سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہند میں ۷ کروڑ جمع افغانستان، مرکزی ایشیا، عرب، میسوپوٹیمیا اور ترکی کا مسلح لاؤ لشکر ناقابل مزاحمت ہو گا۔" (قہقہہ)

"میں دیانتداری اور خلوص کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت اور پسندیدگی کا قائل ہوں۔ میں مسلم رہنماؤں پر اعتماد کرنے کے لئے بھی پوری طرح سے آمادہ ہوں۔ لیکن قرآن اور حدیث کے احکام کے بارے میں کیا خیال ہے؟ رہنما ان سے تو سرتابی نہیں کر سکتے۔ پھر کیا ہم مارے گئے؟ مجھے امید ہے کہ آپ کے فاضل ذہن اور دانشمند دماغ اس مشکل کا کوئی حل ڈھونڈ نکالیں گے۔"

خواتین و حضرات! اب یہ محض ایک خط ہے جو ایک عظیم ہندو رہنما کی جانب سے دوسرے عظیم ہندو رہنما کے نام پندرہ برس پیشتر لکھا گیا۔ اب میں اس موضوع پر جملہ موجودہ حالات کو

ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے خیالات آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ برطانوی حکومت اور پارلیمان اور بیشتر انگریز قوم نے قرنوں پہلے طے شدہ تصورات کے مطابق ہند کے مستقبل کے تصور کو پالا پوسا اور اسے پروان چڑھایا۔ اس کی بنا استوار کی گئی' اس نظریئے پر جس نے ان کے ملک میں ترقی پائی اور جس کے تحت برطانوی دستور' پارلیمان کے ایوانوں اور کابینہ کے نظام کے ذریعہ کام کر رہا ہے۔ ان کا جماعتی حکومت کا تصور جو سیاسی بنیادوں پر کام کرتا ہے' ان کے نزدیک مثالی اور ہر ملک کے لئے بہترین طرز حکومت ہے۔ اور یک طرفہ اور طاقتور پروپیگنڈے نے' جو قدرتی طور پر انہیں پسند آیا' ان سے قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء میں مذکور دستور مرتب کرا کے ایک سنگین غلطی کا ارتکاب کرا دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ برطانیہ کے ممتاز مدبرین نے جو ان نظریات کے حامل ہیں سنجیدگی سے یہ دعویٰ کیا اور امید ظاہر کی کہ ہند کے متخالف عناصر میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی۔

لندن ٹائمز جیسے ایک مقتدر جریدے نے قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا : "بلاشبہ ہندو اور مسلمانوں میں اختلافات صحیح معنوں میں صرف مذہبی ہی نہیں بلکہ قانون اور ثقافت کے اعتبار سے بھی ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ وہ فی الحقیقت دو بالکل نمایاں اور علیحدہ تہذیبوں کے نمائندہ ہیں۔ تاہم وقت کے ساتھ توہمات ختم ہو جائیں گے اور ہند ایک قوم کی شکل اختیار کر لے گا۔" پس' لندن ٹائمز کے نزدیک دشواریاں محض توہمات ہیں۔ ان بنیادی اور گہرے روحانی' اقتصادی' معاشرتی اور سیاسی اختلافات کو "کھلا" "توہمات" کہہ کر جھٹک دیا گیا۔ یقینی طور پر معاشرے کے بارے میں اسلام اور ہندومت کے تصورات کے مابین فرق کو محض "توہمات" قرار دینا برصغیر ہند کی ماضی کی تاریخ کو بین طور پر نظرانداز کر دینا ہے۔ ہزار سال کے گہرے روابط کے باوصف اگر قوموں میں اس قدر بعد ہے' جتنا کہ آج ہے' تو یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی بھی وقت صرف اس لئے ایک قوم بن جائے گی کہ ان پر ایک جمہوری دستور مسلط کر دیا گیا اور انہیں برطانوی پارلیمانی قانون کے غیر قدرتی اور مصنوعی طریقوں کے ذریعہ زبردستی یکجا کر دیا گیا۔ جو کچھ ہند کی ڈیڑھ سو سالہ وحدانی حکومت حاصل کرنے میں ناکام رہی وہ مرکزی وفاقی حکومت کے نفاذ کے ذریعہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ناقابل فہم ہے کہ اس طرح کی ساختہ حکومت کے کسی فرمان یا حکم کو کبھی بھی سارے ہندوستان میں مختلف قوموں کی طرف سے وفادارانہ اور رضامندانہ اطاعت مل سکے' سوائے اس کے کہ ان کے پیچھے مسلح فوج کی طاقت ہو۔

خود مختار قومی ریاستیں

ہند میں جو مسئلہ ہے اس کی نوعیت فرقہ وارانہ نہیں بلکہ بدیہی طور پر بین الاقوامی ہے اور

اس کے ساتھ اسی انداز سے نمٹنا چاہئے۔ جب تک کہ اس اساسی اور بنیادی صداقت کو محسوس نہیں کر لیا جائے گا' جو دستور بھی وضع کیا جائے گا' وہ سانحہ پر منتج ہو گا۔ اور نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ انگریزوں اور ہندوؤں کے لئے بھی تباہ کن اور مضرت رساں ثابت ہو گا۔ اگر برطانوی حکومت اس برصغیر کے لوگوں کے لئے امن اور خوشحالی کے حصول کی حقیقتاً آرزومند اور مخلص ہے تو ہم سب کے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ ہند کو "خودمختار قومی ریاستوں" میں تقسیم کر کے بڑی قوموں کو علیحدہ وطن بنا لینے دیں۔ ایسی کوئی وجہ نہیں کہ یہ ریاستیں ایک دوسرے کی معاند ہوں۔ دوسری طرف ملک کی حکومت میں ایک فریق کا دوسرے فریق کے معاشرتی نظم کو دبانے اور سیاسی غلبے کے حصول' کی قدرتی خواہش بھی غائب ہو جائے گی۔ بین الاقوامی معاہدات کے ذریعہ قدرتی خیر سگالی کی طرف زیادہ پیش رفت ہو گی اور وہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ مکمل ہم آہنگی کے ساتھ رہ سکیں گے۔ اس سے اقلیتوں کے متعلق دو طرفہ انتظامات کیلئے آسانی کے ساتھ مسلم ہند اور ہندو ہند کے مابین دوستانہ سمجھوتوں کی راہ ہموار ہو سکے گی جس سے زیادہ مناسب اور موثر طریقے سے مسلمانوں اور متعدد دیگر اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ ہو سکے گا۔

یہ سمجھنا بہت دشوار بات ہے کہ ہمارے ہندو دوست اسلام اور ہندومت کی حقیقی نوعیت کو سمجھنے سے کیوں قاصر ہیں۔ یہ حقیقی معنوں میں مذاہب نہیں ہیں۔ فی الحقیقت یہ مختلف اور نمایاں معاشرتی نظام ہیں اور یہ ایک خواب ہے کہ ہندو اور مسلمان کبھی ایک مشترکہ قوم کی سلک میں منسلک ہو سکیں گے - ایک ہندی قوم کا تصور حدود سے بہت زیادہ تجاوز کر گیا ہے اور آپ کے بہت سے مصائب کی جڑ ہے۔ اور اگر ہم بروقت اپنے تصورات پر نظرثانی نہ کر سکے تو یہ ہند کو تباہی سے ہمکنار کر دے گا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کا دو مختلف مذہبی فلسفوں' معاشرتی رسم و رواج اور ادب سے تعلق ہے۔ نہ وہ آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں نہ اکٹھے بیٹھ کر کھاتے پیتے ہیں۔ دراصل وہ دو مختلف تہذیبوں سے متعلق ہیں جن کی اساس متصادم خیالات اور تصورات پر استوار ہے۔ یہ بھی بالکل واضح ہے کہ ہندو اور مسلمان تاریخ کے مختلف ماخذوں سے وجدان حاصل کرتے ہیں۔ ان کی رزم مختلف ہے' ہیرو الگ ہیں اور داستانیں جدا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے ایک کا ہیرو دوسرے کا دشمن ہوتا ہے اور اسی طرح ان کی کامرانیاں اور ناکامیاں ایک دوسرے پر منطبق ہو جاتی ہیں۔ ایسی دو قوموں کو ایک ریاست کے جوئے میں جوت دینے کا جن میں سے ایک عددی لحاظ سے اقلیت اور دوسری اکثریت ہو' نتیجہ بڑھتی ہوئی بے اطمینانی ہو گا اور آخرکار وہ تانا بانا ہی تباہ ہو جائے گا جو اس طرح کی ریاست کے لئے بنایا جائے گا۔

تاریخ نے ہمیں بہت سی مثالیں پیش کی ہیں' جیسے انگلستان اور آئرلینڈ کا اتحاد۔ چیکوسلاو یکیہ

اور پولینڈ' تاریخ نے ہمیں بہت سے جغرافیائی خطے بھی دکھائے ہیں' برصغیر ہند سے بہت چھوٹے' جنہیں ایک ملک کہا جا سکتا تھا- لیکن وہ اتنی ہی ریاستوں میں منقسم ہیں جتنی قومیں ان میں آباد ہیں- جزیرہ نما بلقان میں سات یا آٹھ خودمختار ریاستیں ہیں- اسی طرح پرتگال اور ہسپانیہ ایبریا کے جزیرہ نما میں منقسم ہیں- جبکہ ہند کے اتحاد اور ایک قوم' جس کا کوئی وجود نہیں' کے بہانے سے یہاں ایک مرکزی حکومت کا ڈول ڈالنے کی جستجو کی جا رہی ہے- جبکہ ہمیں علم ہے کہ گذشتہ بارہ سو برس کی تاریخ حصول اتحاد میں ناکام رہی اور مدت مدید سے ہند کو ہندو ہند اور مسلم ہند میں منقسم پایا- ہند کے موجودہ مصنوعی اتحاد کا آغاز انگریزوں کی فتوحات کے بعد سے ہوا اور برطانوی سنگینوں کے زور پر اسے برقرار رکھا گیا- لیکن برطانوی عہد کا اختتام جو ملک معظم کی حکومت کے تازہ ترین اعلان سے مترشح ہے' ٹوٹ پھوٹ کا اس قدر برا سانحہ ہو گا جس سے بدتر مسلمانوں کے زیر اقتدار پچھلے ہزار برس کے دوران کبھی نہ ہوا ہو گا- یقین ہے کہ ڈیڑھ سو برس کی حکومت کے بعد انگریز ہند کو یہ تحفہ تو نہ دیں گے' نہ ہی ہندو ہند اور مسلم ہند اتنے بڑے المیے کا خطرہ مول لے سکتے ہیں-

مسلم ہند کسی ایسے دستور کو قبول نہیں کر سکتا جو لازمی طور پر ہندو اکثریت کی حکومت پر منتج ہو- ایسا جمہوری نظام' جس کے تحت ہندوؤں اور مسلمانوں کو یکجا کر کے' اقلیتوں پر مسلط کیا جائے گا تو اس کا واحد مطلب ہندو راج ہو گا- اس نوع کی جمہوریت کا' جس کی کانگرس ہائی کمان بہت گرویدہ ہے' مطلب ہے ہر اس چیز کی مکمل تباہی جو اسلام کے نزدیک بے حد بیش قیمت ہے- ہمیں گذشتہ ڈھائی برس کے دوران صوبائی دستور پر عملدرآمد کا بہت کافی تجربہ ہے- اس طرح کی حکومت کا اعادہ خانہ جنگی اور نجی فوجوں کی تیاری ہو گا جیسا کہ مسٹر گاندھی سکھر کے ہندوؤں کو مشورہ دے چکے ہیں جب انہوں نے کہا کہ انہیں اپنا دفاع خود کرنا چاہئے' تشدد سے یا عدم تشدد سے' مار کے بدلے مار اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو انہیں ترک وطن کر دینا چاہئے-

معروف انداز کے مطابق مسلمان اقلیت نہیں ہیں- ہم ذرا سا پلٹ کر دیکھیں- ہند کے برطانوی نقشے کے مطابق آج بھی ۱۱ صوبوں میں سے ۴ صوبوں میں' مسلمان کم و بیش اکثریت میں ہیں' اور وہاں کانگرس کے اس فیصلے کے علی الرغم کام ہو رہا ہے کہ عدم تعاون کرو اور سول نافرمانی کی تیاری کرو- قوم کی کسی بھی تعریف کے مطابق مسلمان ایک قوم ہیں- اور ان کے اپنے وطن ہونے چاہئیں' اپنے علاقے اور اپنی ریاست- ہم آزاد اور خودمختار قوم کی حیثیت سے اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن اور آشتی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں- ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے عوام بھرپور روحانی' ثقافتی' اقتصادی' معاشرتی اور سیاسی زندگی میں ترقی کریں- اس انداز سے جسے ہم بہترین سمجھتے ہیں'

اپنے آئیڈیل کے مطابق اور اپنے عوام کی سوچ کے مطابق۔ دیانت کا تقاضا ہے اور ہمارے کروڑوں لوگوں کا اہم مفاد ہم پر یہ مقدس فریضہ عائد کرتا ہے کہ ہم ایسا آبرومندانہ اور پر امن حل تلاش کریں جو سب کے لئے جائز اور منصفانہ ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم نہ تو دھمکیوں اور گیدڑ بھبکیوں سے متاثر ہوں گے اور نہ ہی اپنے اغراض و مقاصد سے انحراف کریں گے۔ ہمیں جملہ دشواریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ہم نے اپنے سامنے جو مقصد رکھا ہے اس کے لئے جتنی قربانیوں کی ضرورت پڑی پیش کر دی جائیں گی۔

خواتین و حضرات! یہ کام ہے ہمارے سامنے ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ میں اپنے وقت کی حد کو پار کر گیا ہوں۔ بہت سی باتیں ہیں جو میں آپ سے کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے پہلے ہی ایک کتابچہ شائع کر دیا ہے جس میں وہ بیشتر باتیں آ گئی ہیں' جو میں کہتا رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ بہت آسانی سے یہ کتابچہ جو انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوا ہے مسلم لیگ کے دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس میں مسلم لیگ کی اہم قراردادیں اور دیگر بیانات موجود ہیں۔ بہرنوع میں نے وہ کام آپ کے سامنے رکھ دیا ہے جو ہمیں آئندہ کرنا ہے۔ کیا آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ کس قدر زبردست اور بڑا کام ہے؟ کیا آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ آپ آزادی اور خودمختاری محض دلائل کے بل پر حاصل نہیں کر سکتے؟ مجھے دانشوروں سے اپیل کرنی چاہئے۔ دنیا کے تمام ملکوں میں دانشور ہی آزادی کی تحریکوں کے سرخیل ہوتے ہیں۔ مسلمان دانشور کیا کرنا چاہتے ہیں؟ میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ جب تک کہ آپ اسے اپنے خون میں نہ دوڑا دیں گے' جب تک کہ آپ آستینیں چڑھانے پر آمادہ نہیں ہو جائیں گے' جب تک کہ آپ وہ سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار نہ ہوں گے جو قربان کر سکتے ہیں' جب تک کہ آپ اپنی قوم کیلئے بے لوثی اور خلوص کے ساتھ کام نہیں کریں گے' آپ کبھی بھی اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکیں گے۔ دوستو! پس میں چاہتا ہوں کہ قطعی طور پر آپ اپنا ذہن تیار کر لیں اور پھر ترکیبیں سوچیں' اور اپنے لوگوں کو منظم کریں' اپنی تنظیم کو مضبوط بنائیں' اور پورے ہند میں مسلمانوں کو مجتمع کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ عوام پوری طرح بیدار ہیں۔ انہیں صرف آپ کی رہنمائی اور قیادت کی ضرورت ہے۔ اسلام کے خادموں کی حیثیت سے آگے بڑھیں اور اپنے لوگوں کو اقتصادی' معاشرتی' تعلیمی اور سیاسی طور پر منظم کریں۔ مجھے یقین ہے آپ ایسی طاقت بن جائیں گے جسے ہر کوئی تسلیم کرے گا۔

(آل انڈیا مسلم لیگ' اجلاس لاہور مارچ ۱۹۴۰ء رپورٹ' خطبہ صدارت' مطبوعہ دہلی ۱۹۴۵ء)

۱۶۳۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں اختتامی تقریر

لاہور، ۲۵ مارچ ۱۹۴۰ء

اپنی اختتامی تقریر میں مسٹر جناح نے استقبالیہ کمیٹی کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اتنے عمدہ انتظامات کئے اور کارروائی کو چلانے میں ان کی مدد کی۔ انہوں نے کہا کہ جب انہوں نے لاہور کے المناک واقعات کے بارے میں سنا، جب انہوں نے سنا کہ لاہور میں خاکساروں پر گولیاں چلائی گئیں تو وہ بہت پریشان ہوئے اور ان کی عمر کچھ نہیں تو دس برس کم ہو گئی ہو گی۔ بعض لوگوں نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ لاہور میں اجلاس منعقد نہ کریں۔ لیکن انہیں پنجاب کے لوگوں پر بھروسہ تھا چنانچہ انہوں نے اجلاس کو ملتوی نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

جب وہ لاہور پہنچے تو انہوں نے رپورٹروں کو بتایا کہ مسلم لیگ کا لاہور اجلاس مسلمانان ہند کی تاریخ میں ایک عہد آفرین باب ہو گا۔ انہیں اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ اجلاس سے ذرا قبل اگر یہ المیہ نہ ہوا ہوتا تو اجلاس کہیں زیادہ کامیاب ہوتا۔ ایک نہایت عظیم الشان جلوس ہوتا جس میں لوگوں کو اپنے جذبات کے اظہار کا موقع ملتا۔ ہمارے دشمنوں نے اجلاس کو بھی برباد کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی کوششیں رائیگاں گئیں اور اجلاس بے حد کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔

انہیں خوشی ہوئی کہ اجلاس کی کارروائی جب کہ ہمارا خون کھول رہا تھا نہایت ٹھنڈے اور پرسکون ماحول میں ہوئی۔ جب تمیں مسلمانوں کو گولیاں مار کر موت کی نیند سلا دیا گیا ایسے میں پرسکون رہنا بہت دشوار تھا۔ آپ لوگوں نے دنیا کے سامنے یہ مظاہرہ کیا کہ مسلمان غم و اندوہ کو برداشت کرنے کی اہلیت بھی رکھتے ہیں۔ آپ نے دنیا کو یہ بھی بتا دیا کہ آپ اپنی کارروائی لاکھوں کے اجتماع میں سرانجام دے سکتے ہیں۔ یہ بہترین سند ہے جو کسی قوم کو دی جا سکتی ہے۔ لیگ کا وقار مسلمانان پنجاب کے ہاتھ میں تھا۔ لہٰذا میں پنجاب کے مسلمانوں کو تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ بات مجھے آپ کی اور زیادہ خدمت کرنے کا حوصلہ بخشتی ہے۔

ایک عہد آفرین باب

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اجلاس لاہور واقعتاً" مسلم ہند کی تاریخ میں ایک عہد آفرین باب ثابت ہوا۔ چونکہ انہوں نے اپنی منزل متعین کر دی۔ انہوں نے سامعین کو یقین دلایا کہ وہ حصول منزل کی خاطر لڑیں گے۔ انہوں نے فیصلہ بالکل صحیح طور سے کیا ہے۔

آخر میں انہوں نے مسلمانان پنجاب سے اپیل کی کہ وہ صوبے میں مسلم لیگ کو منظم کریں اس کا پیغام گاؤں گاؤں اور گھر گھر پہنچا دیں۔ (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۲۶ مارچ ۱۹۴۰ء)

۱۶۴- آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لاہور کی کامیابی پر بیان

۲۵، مارچ ۱۹۴۰ء

آل انڈیا مسلم لیگ کے لاہور اجلاس کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے کہا :

"آل انڈیا مسلم لیگ کے اس اجلاس سے پہلی چیز جو ابھر کر سامنے آئی وہ یہ ہے کہ ۱۹ مارچ کے افسوسناک سانحہ کے علی الرغم جس میں بہت سی جانوں کا اتلاف ہوا اور جس نے ہند اور بالخصوص پنجاب اور لاہور کے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا، مجلس مضامین نے گھنٹوں کے غور و فکر کے بعد متفقہ فیصلہ کیا۔ اس سے بھی زیادہ قابل ذکر عمل یہ تھا کہ کھلے اجلاس میں مندوبین کی پوری جماعت اور عوام کے زبردست اجتماع نے بھی اس قرارداد کو جو کرسی صدارت کی جانب سے پیش کی گئی متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ اس نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ بات شبہ سے بالاتر ہے کہ مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور ایسی ابتلا اور آزمائش سے گزرنے کے لئے تیار ہیں جو کسی بھی عظیم سیاسی تنظیم کے شایان شان ہو۔

پس میرے خیال میں اس نقطۂ نظر کے اعتبار سے یہ اجلاس بہت زیادہ کامیاب رہا جتنا، بصورت دیگر ہو سکتا تھا۔ اگر وہ سانحہ نہ ہوا ہوتا تو شاید یہ عظیم تر خوشنما سیاسی مظاہرہ ہوتا، اس المیے کے سائے اور رنج و محن کے بغیر، لیکن اس صورت میں وہ آزمائش نہ ہو پاتی جو مسلم لیگ اور پنجاب کی ہو گئی۔"

اخیر میں مسٹر جناح نے کہا کہ نتیجے کے اعتبار سے تو میں اپنے لاہور کے قیام سے بہت لطف اندوز ہوا، ویسے کام نے مجھے ادھ موا کر دیا۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، لاہور، ۲۶ مارچ ۱۹۴۰ء)

۱۶۵- یوم اقبال کی تقریب کی صدارتی تقریر

لاہور ۲۵، مارچ ۱۹۴۰ء

"اگر میں اس وقت تک زندہ رہا کہ ہند میں مسلم ریاست کا حصول دیکھ سکوں اور اس وقت مجھے کلام اقبال اور مسلم ریاست کی فرمانروائی پیش کی گئی کہ دونوں میں سے ایک چن لوں تو میں بلا تامل اول الذکر کا انتخاب کروں گا۔" اس خیال کا اظہار مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے یوم اقبال کی دوسری نشست کی صدارت کرتے ہوئے کیا۔ یوم اقبال کی تقریب کا اہتمام یونیورسٹی ہال لاہور میں کیا گیا تھا۔

تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اقبال میرے قدیم دوست تھے۔ اپریل ۱۹۳۶ء میں ہم میں سے بعض کو خیال آیا کہ مسلم لیگ کو مسلمانان ہند کی پارلیمان میں تبدیل کر دیا جائے۔ اس وقت مسلم لیگ کی حیثیت ایک علمی ادارے کی سی تھی۔ جب میں اس سلسلے میں پنجاب آیا تو اقبال پہلے شخص تھے جنہوں نے میرا ساتھ دیا۔ میں نے اپنے خیالات ان کے سامنے پیش کیے۔ انہوں نے فوراً لبیک کہا اور اس وقت سے تا دم مرگ وہ ایک چٹان کی طرح میرے ساتھ کھڑے رہے۔

مسٹر جناح نے کہا اقبال نہ صرف ایک عظیم شاعر تھے جن کا دنیا کے بہترین ادب کی تاریخ میں ایک مستقل مقام ہے بلکہ وہ ایک فعال اور متحرک شخصیت تھے جنہوں نے اپنی زندگی میں مسلمانوں میں قومی شعور پیدا کرنے میں اور اس کی نشوونما میں عظیم ترین کردار ادا کیا۔ انہوں نے اقبال کا انگلستان کی عظیم ادبی شخصیتوں مثلاً ملٹن اور شیلے سے تقابل کیا۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۶ مارچ ۱۹۴۰ء)

۱۶۶۔ جناح اسلامیہ کالج برائے خواتین طالبات سے خطاب

لاہور' ۲۵ مارچ ۱۹۴۰ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اسلامیہ کالج برائے خواتین کی طالبات سے خطاب کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا کہ 'صنف نازک' شمشیر اور قلم دونوں سے زیادہ طاقتور ہے۔

انہوں نے کہا کہ "میں ہمیشہ اس بات کا قائل رہا ہوں کہ کوئی قوم جو اپنی خواتین کو ساتھ لے کر نہیں چل سکتی وہ اپنے وجود کی شایان شان نہیں ہو سکتی۔ کوئی جدوجہد اس وقت تک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی جس میں خواتین مردوں کے شانہ بشانہ نہ چلیں۔

دنیا میں دو طاقتیں ہیں ایک کی نیابت شمشیر کرتی ہے اور دوسری کی قلم۔ ان دونوں میں بڑا مقابلہ اور رقابت ہے۔ ایک اور طاقت بھی ہے جو دونوں سے زیادہ طاقتور ہے اور وہ ہے عورت۔

"یہ عورت ہے اور واحد عورت جو مرد کو یہ سکھا سکتی ہے کہ جب موقع آئے تو کب اسے تلوار چلانا ہے یا قلم۔

مسلم لیگ اس امر سے بالکل غافل نہیں کہ خواتین کو ساتھ لے کر چلنے کی کتنی بڑی اہمیت ہے تاکہ وہ بھی قومی جدوجہد میں حصہ لے سکیں۔

"پٹنہ میں ہم نے 'کل ہند خواتین مرکزی کمیٹی قائم کی تھی۔ گذشتہ ماہ کے دوران میں ان کی مساعی' دشواریوں اور راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اس سب کے

باوصف کمیٹی نے زبردست ترقی کی ہے۔

"آپ نوجوان خواتین اپنی ماؤں کے مقابلے میں زیادہ سوس نصیب ہیں۔ آپ کو آزادی دی جا رہی ہے۔ میری یہ مراد نہیں کہ آپ مغرب کی نقالی شروع کر دیں لیکن میری یہ مراد ضرور ہے کہ مرد کو یہ سمجھایا جائے اور اسے محسوس کرایا جائے کہ عورت اس کے برابر ہے اور یہ عورت اس کی دوست ہے اور رفیق کار اور وہ دونوں مل کر گھر' کنبہ اور قوم بنا سکتے ہیں

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۷' مارچ ۱۹۴۰ء)

۱۶۷- قرارداد لاہور ۱۹۴۰ء پر بیان

نئی دہلی' یکم اپریل ۱۹۴۰ء

جونہی مسلم لیگ نے مارچ ۱۹۴۰ء میں اپنے اجلاس لاہور میں وہ قرارداد منظور کی جس میں تجویز کیا گیا تھا کہ مسلم اکثریت کے علاقوں میں خودمختار ریاستیں قائم کر دی جائیں' کانگرس اور دیگر ہندو حلقوں میں شدید ہیجان پیدا ہو گیا۔ تجویز کے حسن و قبح کے بغیر انہوں نے اس کی مذمت اور بھرپور مخالفت شروع کر دی۔ مسٹر جناح نے ہندوؤں کے بہتر اذہان اور دیگر فرقوں سے اپیل کی کہ وہ قرارداد لاہور پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں کیونکہ یہ ہند کیلئے آزادی کے جلد حصول کا واحد راستہ ہے۔

مسٹر جناح نے کہا : "مجھے اب بھی امید ہے کہ ہندوؤں کے بہتر ذہن ہماری تجاویز پر صحیح طور سے اور سنجیدگی کے ساتھ غور کریں گے کیونکہ اس میں جلد سے جلد حصول آزادی ہند مضمر ہے۔ ہم اس آزادی کو دونوں داخلی اور خارجی طور پر پرامن طریق سے برقرار رکھ سکیں گے۔"

مسلم اقلیتیں

مسلم لیگ کی قرارداد کے نکتہ چینوں کو جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ایک غلط بات اور جھوٹا پروپیگنڈا مسلمان اقلیتوں کو خوفزدہ کرنے کیلئے شروع کر دیا گیا ہے کہ انہیں' من حیث الجماعت بھی اور وسیع پیمانے پر بھی' ترک وطن کرنا پڑے گا۔ میں اپنے مسلمان بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اس پرفریب غلط بیانی کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ہند کی تقسیم کی صورت میں آبادی کے ممکن العمل تبادلے پر غور کیا جائے گا۔ دوم : مسلمان اقلیتوں کو یہ غلط بات سمجھائی جا رہی ہے کہ تقسیم ہند کی کسی بھی تجویز میں ان کی حالت بد سے بدتر ہو گی اور انہیں درمیان میں معلق لٹکا دیا جائے گا۔ میں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ مسلمان جہاں کہیں بھی اقلیت میں ہیں متحدہ ہند میں یا مرکزی حکومت کے تحت اپنی صورت حال کو بہتر نہیں بنا سکتے۔ جو بھی ہو وہ اقلیت ہی رہیں

گے۔ وہ ایسے تمام تحفظات کا مطالبہ بھرپور انداز میں کرنے میں حق بجانب ہوں گے جو کسی بھی مہذب حکومت کے علم میں ہوں گے۔ لیکن تقسیم ہند میں رکاوٹ ڈالنے سے ان کی اپنی صورت حال بہتر نہیں ہو گی۔ برعکس ازیں وہ اپنے رکاوٹ کے رویئے سے ٦ کروڑ مسلمانوں کے وطن کو بھی ایک ایسی حکومت کے تحت لے آئیں گے جہاں وہ دائمی طور پر ایک اقلیت بن کر رہ جائیں گے۔

علیحدہ وطن

اس امر کے احساس ہی کی وجہ سے ہندو انڈیا کی مسلمان اقلیتوں نے آمادگی کے ساتھ قرارداد لاہور کی تائید کی تھی۔ ہندو انڈیا میں مسلم اقلیتوں کے سامنے سوال یہ ہے کہ کیا نو کروڑ نفوس پر مشتمل پورے مسلم ہند پر ہندو اکثریت کا راج مسلط کر دیا جائے یا اکثریتی علاقوں میں آباد ٦ کروڑ مسلمانوں کو اپنا علیحدہ وطن حاصل کر لینے دیا جائے' جہاں انہیں اپنی روحانی' اقتصادی اور سیاسی زندگی کو اپنی مرضی و منشاء کے مطابق ترقی دینے اور اپنا مستقبل خود سنوارنے کا موقع حاصل ہو اور ہندوؤں اور دیگر لوگوں کو بھی یہی موقع حاصل ہو۔ مسلمانوں کے وطن میں ہندوؤں اور دیگر اقلیتوں کی یہی صورت حال ہو گی۔

میری رائے میں ایک فرقے کی دوسرے پر حکمرانی کرنے اور باقی ماندہ لوگوں پر اپنی برتری قائم کرنے کی خواہش کی وجہ سے جو کشیدگی پیدا ہو گئی ہے اس کے ختم ہو جانے کے بعد ہمیں ماحول میں زیادہ مفاہمت اور خیرسگالی میسر آ جائے گی۔ ہندوستان کی تقسیم کی وجہ سے اپنے اپنے علاقوں میں اکثریت پر یہ عظیم ذمہ داری عائد ہو جائے گی کہ وہ اپنی اقلیتوں میں تحفظ کا حقیقی احساس پیدا کریں اور ان کا مکمل اعتماد اور بھروسہ حاصل کریں۔

سکھوں کی صورت حال

اس کے بعد مسٹر جناح نے ان خدشات کے بارے میں گفتگو کی جو قرارداد لاہور کے ضمن میں سکھوں میں پیدا کر دیئے گئے اور کہا کہ میں ہمیشہ سکھ فرقے کی تعریف اور اس کا احترام کرتا رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میرے سکھ دوست ہند کے دستوری مسئلے کا جو آج ہمیں درپیش ہے تفصیل کے ساتھ مطالعہ کریں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ متحد ہند یا ایک مرکزی حکومت کے تحت ہونے کے مقابلے میں شمال مغربی منطقے یں زیادہ بہتر رہیں گے۔ کیونکہ ایک مرکزی حکومت کے تحت ان کی آواز نہ ہونے کے برابر ہو گی۔ پنجاب' بہرکیف ایک آزاد اور خودمختار اکائی ہو گی اور آخرکار انہیں رہنا تو پنجاب ہی میں ہے۔ بدیہی طور پر متحدہ ہند میں ان کا حال کسمپرسی کا ہو گا' جبکہ شمال مغربی علاقے کی خودمختار وفاقی ریاستوں پر مشتمل مسلمانوں کے وطن میں جس میں پنجاب کی خودمختار

اور آزاد ریاست بھی شامل ہو گی' سکھوں کو ہمیشہ معزز مقام حاصل ہو گا اور وہ موثر اور بارسوخ کردار ادا کر سکیں گے۔

ہندی ریاستیں

ہندی ریاستوں کے بارے میں مسٹر جناح نے کہا' اہم ریاستیں جو قابل ذکر ہیں مشرق میں نہیں بلکہ شمال مغربی منطقے میں واقع ہیں۔ وہ ہیں کشمیر' بہاولپور اور پٹیالہ وغیرہ' اگر یہ ریاستیں رضامندی کے ساتھ مسلمانوں کے وطن کے وفاق میں شامل ہونا چاہیں تو ہمیں ان کے ساتھ معقول اور آبرو مندانہ سمجھوتہ کرنے میں مسرت ہو گی۔ لیکن ہمیں کسی طرح انہیں مجبور کرنے یا ان کے ساتھ زبردستی کرنے کی کوئی خواہش نہیں۔

برطانیہ کے ساتھ تعلقات

مسلمانوں کے وطن کے برطانیہ کے ساتھ تعلقات کے بارے میں مسٹر جناح نے قرارداد لاہور کا حوالہ دیا جس میں کہا گیا تھا : "یہ اجلاس مجلس عاملہ کو اختیار دیتا ہے کہ وہ ایسی دستوری تجویز مرتب کرے' جس میں ان بنیادی اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور متعلقہ علاقوں کے جملہ اختیارات کے سنبھالنے کا انتظام ہو۔ جیسے دفاع' خارجی امور' مواصلات' کسٹم اور دیگر ضروری امور۔"

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا جہاں تک دیگر منطقے یا منطقوں کا تعلق ہے جو باقی ماندہ ہند میں تشکیل پائیں گے' ہمارے تعلقات کی نوعیت بین الاقوامی ہو گی۔ ہند کے برما اور سیلون کے ساتھ تعلقات کی مثال پہلے ہی سے موجود ہے۔

کانگرسی ناقدین

آگے چل کر مسٹر جناح نے کہا : تنقید کا ایک حصہ کانگرسی مسلمانوں کی طرف سے آیا ہے۔ بدیہی طور پر وہ اپنے آقاؤں کی آواز میں بول رہے ہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی کو ان کے بارے میں کوئی تردد کرنے کی ضرورت ہے۔ کانگرسی رہنماؤں کی تنقید کا جہاں تک تعلق ہے' یہ طوطے کی ٹیں ٹیں ہے' بالکل بے مغز۔ راج گوپال اچاریہ واحد شخص ہیں جنھوں نے قرارداد لاہور پر نکتہ چینی کی سنجیدہ کوشش کی ہے۔ لیکن وہ دوسروں کی سیاسی دیانت کو اپنے ہی معیار کے مطابق پرکھتے ہیں' جب وہ کہتے ہیں کہ ہمارا مطلب وہ ہوتا ہے جو ہم کہتے نہیں ہیں۔ یعنی مسٹر جناح کی خواہش ہے کہ نام نہاد مسلم صوبوں کو زیادہ سے زیادہ وسعت کار ملے اور وہ مرکزی حکومت کی رخنہ اندازی کے بغیر اپنی ترقی کی راہ پر کام کر سکیں' جو (مرکزی حکومت) ان حالات کے تحت کام کر رہی ہے جو ہند کی آبادی کے اعتبار سے اور ایسے مرکز میں سیاسی قوتوں کے کردار

کے لحاظ سے ناگزیر ہیں۔ یقینی بات ہے کہ وہ اپنی مستحسن خواہش کی تکمیل کے لئے زمانہ قدیم کے تصور کے مطابق ہند کو دو حصوں میں منقسم کرنے کے علاوہ اور بھی بہت کچھ طلب کر سکتے ہیں۔

مسٹر راج گوپال اچاریہ کی بچے کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی کہانی پر مبنی دلائل ان کی شعوری قوتوں کی سرحدوں سے ماورا نکل گئے ہیں۔ وہ اس کہانی کو ہماری تجاویز پر منطبق کرنا چاہتے ہیں۔ یقیناً ہند کانگرس کی واحد ملکیت نہیں' اور اگر اصل ماں کا کھوج لگانا ہی ہے تو یہ دراوڑ ہوں گے اور اگر اس سے بھی آگے جائیں تو قدیم اصلی باشندے' یہ نہ آریائی ہوں گے نہ مسلمان۔ ہند پر آریاؤں کا دعویٰ مسلمانوں سے کچھ زیادہ بہتر تو نہیں' سوائے اس کے کہ وقت کے اعتبار سے وہ پہلے آئے۔

تاہم مسٹر راج گوپال اچاریہ کی سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ درحقیقت ٹیپو سلطان یا حیدر علی یا اورنگزیب یا اکبر یہ سب اس زمانے میں رہے جب اختلافات آج کے مقابلے میں بظاہر زیادہ گہرے تھے اور یہی سمجھتے رہے کہ ہند اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ایک ہے اور ناقابل تقسیم۔ یہ عظیم انسان بہت سے امور میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہوں گے لیکن وہ اس بیش قیمت سرزمین کو ایک' اور ناگزیر طور پر ناقابل تقسیم تصور کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ متفق تھے۔ جی ہاں' قدرتی طور پر وہ ایسا سمجھتے ہوں گے۔ بحیثیت فاتح اور موروثی فرمانروا کے! کیا مسٹر راجگوپال اچاریہ آج بھی اسی نوعیت کی حکومت کا تصور رکھتے ہیں' اور کیا اس وقت کے ہندوؤں نے برضا و رغبت "عظیم انسانوں" کی حکمرانی کو قبول کیا تھا؟ میں مریض ذہنیت کا شکار ہوں یا نہ ہوں لیکن راج گوپال اچاریہ کے بیان اور ان کی قرارداد لاہور پر تنقید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اب ان میں دماغ ہی باقی نہیں رہا۔ مجھے امید ہے کہ وہ صحیح ہندو رائے عامہ کی ترجمانی نہیں کرتے۔ مجھے تو اس باب میں بھی بہت شبہ ہے کہ جہاں تک قرارداد لاہور پر ان کے بیان کا تعلق ہے وہ کانگرس یا اس کے ہائی کمان کی نیابت بھی کرتے ہیں۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' لاہور ۲ اپریل ۱۹۴۰ء)

۱۶۸۔ مسٹر گاندھی کے مضمون مطبوعہ ہریجن کے جواب میں بیان

بمبئی ۱۱' اپریل ۱۹۴۰ء

"میری توجہ 'ہریجن' میں اس ہفتے کی اخیر میں شائع ہونے والے مسٹر گاندھی کے ایک مقالے کی جانب مبذول کرائی گئی ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا کہ یہ اس قدر تضاد بیانی سے پر ہے کہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ مسٹر گاندھی کیا چاہتے ہیں اور ان کا موقف کیا ہے۔ جب میں نے اسے

پڑھا تو خود ان کے تجزیے کے مطابق واضح طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ اس ملک میں دو قومیں ہیں۔ یقینی طور سے ابتک یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ کوئی دیانتدار مسلمان ان کے عقیدے اور ان کے تصور کے مطابق ہندی ثقافت کا پیروکار نہیں بن سکتا۔ مسٹر گاندھی اپنے کام کا آغاز دعا اور بھگوت گیتا کو خوش الحانی سے پڑھوا کر کرتے ہیں۔ مسٹر گاندھی' آشرم' سمیتی' عدم تشدد' چرخہ کاتنے' کھدر' بندے ماترم' سنسکرت آمیز ہندی' ودیا مندر' اور واردھا اسکیم پر یقین رکھتے ہیں اور کوئی مسلمان دیانتداری کے ساتھ اس عقیدے اور ثقافت کو قبول نہیں کر سکتا۔

"رام گڑھ مسٹر گاندھی کے تصور کے ہندومت کے احیاء کا نقیب تھا۔ ماسوائے صدر اور چار متوقع اراکین مجلس عاملہ کے اور کیا تھا جسے مسلمان کہا جا سکے؟"

"مجھے علم ہے کہ مسٹر گاندھی بہت ضدی اور اڑیل ہیں۔ شاید جب جذبات سرد پڑ جائیں یا شاید کچھ عرصے بعد ٹھنڈے اور پرسکون لمحات میں وہ اس بات کو سراہیں جس پر میں زور دیتا چلا آ رہا ہوں۔ لیکن مسٹر سی۔ راج گوپال اچاری نے سالیم میں اپنی تقریر میں جو ۷' اپریل کے اخبارات میں شائع ہوئی کہا: "ہند کی تقسیم کے ضمن مسٹر جناح کی تحریک ایسی ہی ہے جیسے دو بھائیوں کا خود اپنی گائے کو دو ٹکڑے کرنا تھا چونکہ ان میں اس کی ملکیت پر جھگڑا تھا۔"

مجھے حقیقتاً دکھ ہوا کہ اس منصب پر فائز ہونے کے باوصف' انہوں نے مجھے عوام کے سامنے ایک ایسے شخص کے روپ میں پیش کر دیا جو گائے کے دو ٹکڑے کرنا چاہتا ہے کیونکہ میں نے یہ تجویز پیش کی ہند کے شمال مغربی اور مشرقی منطقوں میں آزاد ریاستیں قائم کر دی جائیں۔

"اس کا مقصد یہ ہو سکتا ہے یا یہ سوچی سمجھی اسکیم ہے کہ میرے خلاف ہندو فرقے کے جذبات انتہائی برانگیختہ کر دیئے جائیں۔ ایسی مثال دینا بہت ہی پست حرکت ہے مسٹر راج گوپال اچاری جیسے شخص کو جو کانگرس کے اعلیٰ طبقے میں اتنے ارفع مقام پر متمکن ہیں زیب نہیں دیتی۔

ایک فرقے کی حیثیت سے ہندوؤں کے لئے میرے دل میں بہت احترام رہا ہے اور ان کے مذہبی احساسات' جذبات اور عقیدوں کے لئے بھی۔ ختم کرنے سے پہلے اگرچہ میں محسوس کرتا ہوں کہ مسٹر گاندھی کو کوئی چیز مطمئن نہیں کر سکتی سوائے ان کی اندرونی آواز کے یا جب تک کہ چاند کی بڑھیانہ بولے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قرارداد لاہور پچاس ہزار مسلمانوں کی موجودگی میں منظور ہوئی' جیسا کہ وہ کہتے ہیں' لیکن یہ حقیقتاً سوچ سمجھ کر' سارے ملک میں قطعی طور سے مسلمانان ہند کی پختہ رائے کی نیابت اور عکاسی کرتی ہے۔ میں توقع کرتا ہوں کہ یوم نجات' کی طرح سے یہ بھی ۱۹' اپریل کو ثابت ہو جائے گا کہ یہ مسلمانوں کے حقیقی جذبات ہیں۔

(قائداعظم پیپرز' فائل ۳۲-۱/ صفحہ ۷ اور (اے۔ پی۔) سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۱۳' اپریل ۱۹۴۰ء)

۱۶۹- ۱۹' اپریل کو مسلم یوم آزادی منانے کی اپیل

بمبئی ۱۵' اپریل ۱۹۴۰ء

مجھے پورا اعتماد ہے کہ ہند کے طول و عرض میں مسلمانوں نے اس قرار داد کی زبردست اہمیت کو محسوس کر لیا ہو گا جو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں ۲۴' مارچ ۱۹۴۰ء کو کھلے اجلاس میں منظور کی گئی- مسلم ہند اور برصغیر ہند کی آئندہ تاریخ میں یہ ایک مبارک و مسعود دن تھا- قرار داد لاہور کامل اور نہایت محتاط غور و فکر کے بعد ہماری منزل کو واضح ترین انداز میں متعین کرتی ہے-

مسلم لیگ نے اس قرار داد کی وضاحت اور اس کی حمایت کرنے کے لئے ۱۹' اپریل ۱۹۴۰ء کا دن مقرر کیا ہے تاکہ مسلم لیگ کی تمام صوبائی' ضلعی اور ابتدائی شاخیں اس روز سارے ملک میں عام جلسے منعقد کریں اور اپنی رائے ظاہر کریں تاکہ کسی شخص کے ذہن میں مسلم ہند کے فیصلے کے بارے میں کوئی ابہام باقی نہ رہ سکے-

لہٰذا میں سارے ہند کے ہر مسلمان سے پورے خلوص کے ساتھ اپیل کرتا ہوں کہ وہ ۱۹' اپریل ۱۹۴۰ء کو یوم مسلم آزادی منائیں تاکہ مسلمانوں کے حق خودارادیت کی توثیق ہو جائے-

"میں محسوس کرتا ہوں کہ مسلم ہند پوری دلجمعی سے ہمارے ساتھ ہے اور ساری دنیا کے سامنے یہ مظاہرے کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گا کہ ہم نے پورے تقدس کے ساتھ اپنی منزل مقصود متعین کی ہے اور اس کے حصول کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہیں-

[اے- پی-] (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۱۶' اپریل ۱۹۴۰ء)

۱۷۰- خاکساروں کے بارے میں بیان

ماتھرین ۸' مئی ۱۹۴۰ء

مسٹر ایم- اے- جناح نے ایک بیان میں کہا ہے کہ مجھے ہند کے مختلف حصوں سے گذشتہ چند دنوں میں بااثر لوگوں کی جانب سے متعدد تار موصول ہوئے ہیں اور بالخصوص پنجاب سے' جن میں مجھ پر زور دیا گیا ہے کہ میں فوراً لاہور جاؤں اور خاکساروں کے متعلق حکومت پنجاب سے گفت و شنید کروں-

میں عامتہ الناس اور بالخصوص مسلم لیگیوں کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھے خاکسار تنظیم کی جانب سے یا ان لوگوں کی طرف سے جو اس وقت اس کے رہنما ہیں اور تحریک کی قیادت کر رہے

ہیں کوئی اختیار نہیں دیا گیا۔ میں نے ان میں سے بہت سے لوگوں سے جو مجھ سے ملاقات کے لئے آئے بات کی۔ لیکن نہ تو وہ خود ہی اختیار کے ساتھ بات کر سکتے تھے نہ مجھے اختیار دیا کہ میں حکومت سے ایک عادلانہ اور آبرومندانہ مفاہمت کرا سکوں۔

لاہور میں مسلم لیگ کو صورت حال سے خالصتاً اس نقطۂ نظر سے اور اس بنیاد پر نمٹنا پڑا کہ خاکساروں کے مسلم تنظیم ہونے کے ناتے سے ہمارے لئے یہ ضروری تھا کہ ہم دیکھیں کہ ان کے ساتھ پورا انصاف ہو اور حکومت پنجاب ان کے ساتھ عادلانہ اور منصفانہ طریقے سے نمٹے۔ لیکن اس تنظیم نے یہ ضروری نہیں سمجھا کہ وہ ہماری خدمات سے کماحقہ فائدہ نہیں اٹھائے جیسا کہ انہوں نے مسلم لیگ سے آزادانہ کام کیا اور کر رہے ہیں۔

"عوام کا حافظہ تازہ کرنے کے لئے میں یہ کہوں گا کہ لاہور میں مسلم لیگ کا اجلاس شروع ہونے سے ذرا پہلے ٹھیک صورت حال یہ تھی کہ چار سوال اٹھائے گئے تھے:

۱۔ حکومت پنجاب نے خاکساروں کی فوجی سرگرمیوں پر پہلے ہی پابندی عائد کر دی تھی

۲۔ اس پابندی کی خلاف ورزی، جو جاری تھی۔

۳۔ خاکساروں اور حکومت کے درمیان بدقسمت تصادم جو ان پر گولیاں چلانے پر منتج ہوا جس میں ۱۹، مارچ ۱۹۴۰ء کو خوفناک جانی اتلاف ہوا اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔

۴۔ وہ حکم جس کے تحت خاکسار تحریک کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔

"مسلم لیگ کے اجلاس نے ایک قرار داد کے ذریعے حکومت پر زور دیا کہ وہ ایک غیر جانبدار اور آزاد ٹریبونل مقرر کرے جو گولیاں چلانے اور تصادم کے سبب کی تحقیقات کرے جس کا نتیجہ خون بہنے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ یہ تحقیقات جاری ہے مسلم لیگ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اس حکم کو جتنی جلدی ممکن ہو واپس لے لے جس کے تحت خاکسار تنظیم کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔ اس اثناء میں توقع یہ تھی کہ خاکسار پابندی کی خلاف ورزی بند کر دیں گے اور امن و امان بحال ہو جائے گا تاکہ ہمیں یہ موقع مل جائے کہ ہم پابندی کی وجوہ کا جائزہ لے سکیں جو ان کی مبینہ فوجی اور نیم فوجی سرگرمیوں کی بنا پر لگائی گئی تھی۔"

"خاکساروں کے اعلان شدہ عقیدے کے مطابق اس بات پر زور دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ ان کی غرض و مقصد مذہبی اور سماجی خدمت ہے۔ چنانچہ اگر حکومت کو غلط فہمی یا خدشہ لاحق ہو گیا ہے تو اسے دور کر دیا جائے۔ لیکن قرار داد لاہور کی منظوری کے بعد خاکساروں کی جانب سے ایسے شخص کی تلاش دشوار ہو گئی جو اپنے اراکین کو قابو میں رکھ سکے یا ان کی رہنمائی کر سکے اور مجھے حکومت سے مذاکرات کرنے کا اختیار دے سکے۔ اس کے برعکس نظم و نسق کی خلاف ورزی جاری

رہی جس کی وجہ سے صورت حال بد سے بدتر ہو گئی۔"

مجھے یہ ظاہر کر دینا چاہئے کہ خاکسار تحریک مسلم لیگ سے علاحدہ اور آزاد تنظیم ہے اور اس کا مسلم لیگ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس معاملے میں مسلم لیگ کچھ نہیں کر سکتی چونکہ ہمیں اس تنظیم کی سرگرمیوں پر کوئی قدرت یا نگرانی حاصل نہیں۔ نہ ہی ہمیں ان کی جانب سے بات کرنے یا کوئی مفاہمت کرنے کا کوئی اختیار حاصل ہے جسے پورا کیا جائے یا پوری طرح سے اس پر عمل درآمد ہو اور اس کی پابندی کی جائے۔"

"ان حالات میں خاکسار تحریک کے ساتھ پوری ہمدردیاں رکھنے کے باوصف میں خود کو اس معاملے میں بالکل بے بس محسوس کرتا ہوں۔

[اے۔ پی۔] (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۱۰ مئی ۱۹۴۰ء)

۱۷۱۔ ٹائمز آف انڈیا میں مسٹر گاندھی کے انٹرویو کا جواب

ماتھران' ۱۸ مئی ۱۹۴۰ء

ہند کی آزادی کا اعلان اور ہند کا دستور مرتب کرنے کے لئے مجلس دستور ساز طلب کرنے کے ضمن میں کانگرس کے مطالبات کا بھرم کھل جانے اور ان کے رد ہو جانے کے بعد کانگرس نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا ہے کہ ان کی غلط حکمت عملی کے باعث جمود طاری ہو گیا ہے۔ چنانچہ ایسی تجاویز پیش کی گئیں کہ ایک چھوٹی سی ابتدائی کانفرنس منعقد کر لی جائے جو ہند کے لئے دستور سازی کی راہ ہموار کر سکے۔ مسٹر جناح نے ایک بیان میں ان تجاویز کی غیر واضح نوعیت' مسٹر گاندھی کے چیستانی رویئے اور کانگرس کی مسلم لیگ کا گھیراؤ کرنے اور مسلمانوں کے اتحاد پر ضرب لگانے کی چال پر روشنی ڈالی اور کہا :

ایک چیستان

"میں نے بہت احتیاط کے ساتھ مسٹر گاندھی کا انٹرویو پڑھا ہے۔ مجھے یہ اعتراف کر لینا چاہئے کہ مجھے اس میں کوئی ٹھوس اور عملی تجویز نظر نہیں آتی۔ یہ ایک چیستان ہے۔

اس انٹرویو میں بہت سے نکات ایسے ہیں جو وضاحت طلب ہیں۔ اول : اس بات سے مسٹر گاندھی کی کیا مراد ہے کہ وہ اس مفاہمت کا خیرمقدم کریں گے جس سے وقار کے ساتھ امن یقینی ہو جائے؟ دوم : اس بات سے ان کا کیا مطلب ہے کہ وہ دفاع اور تجارتی مفادات جیسے امور کے بارے میں انگریزوں سے سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار ہیں؟ سوم : مسٹر گاندھی تجویز کرتے ہیں کہ بہترین انگریزوں اور بہترین ہندیوں کی ایک ابتدائی کانفرنس منعقد کی جائے' لیکن یہ بہت سی شرائط

سے مشروط ہے۔ مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ اگر وائسرائے کو یہ اعلان کرنے کا اختیار دے دیا جائے کہ ملک معظم کی حکومت قطعی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ چکی ہے کہ یہ صرف ہند کا حق ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ وہ کس طرز کی حکومت کے تحت رہنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے پیش نظر وہ بہترین انگریزوں اور بہترین ہندیوں کی ایک کانفرنس طریں—— موخر الذکر ایک قابل قبول طریقہ کار کے مطابق منتخب ہوں گے—— جو ایسا ضابطہ وضع کرے جس کے ذریعہ دستور سازی اور پیدا ہونے والے تمام مسائل کو حل کرنے کے لئے ایک مجلس دستور ساز کو طلب کیا جا سکے—— تب وہ یعنی مسٹر گاندھی تجویز کو قبول کریں گے۔ اس سے تین باتیں سامنے آتی ہیں :

اول : اس نوع کی کانفرنس طلب کرنے سے قبل وائسرائے کو مطلوبہ اعلان کرنے کا اختیار دیا جائے۔

دوم : اس نوع کی کانفرنس کے لئے بہترین انگریزوں کا انتخاب کیسے ہو گا اور انہیں کون منتخب کرے گا؟

سوم : بہترین ہندیوں کو "قابل قبول طریقہ کار" کے ذریعہ منتخب کیا جائے گا۔ "قابل قبول" کس کے لئے؟ اور منتخب کون کرے گا؟

حیران کن

فرض کیجئے کہ سارے "اگر مگر" اور شرائط پوری ہو سکتی ہیں۔ کانفرنس ایسا ضابطہ وضع کرے گی جس کے ذریعہ دستور سازی اور پیدا ہونے والے تمام مسائل کو حل کرنے کے لئے ایک مجلس دستور ساز کو طلب کیا جا سکے۔ یہ سب کچھ انتہائی غیر واضح ہے بلکہ کلیتاً" حیران کن۔

کانگرس کی موجودہ امنگ اور حکمت عملی کو ایک ممتاز کانگرسی کے الفاظ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے :

"اگر بین الاقوامی صورت حال کچھ اور ہی زیادہ بگڑ جائے تو برطانیہ کانگرس کی خیرسگالی حاصل کرنے کے لئے اس کے مطالبات کو تسلیم کرنے کی کوشش کرے گا (بہت ممکن ہے نصف سے زیادہ) اس وقت برطانیہ اپنے یار وفادار سکندر حیات سے رجوع کرے گا۔ اغلباً" آغا خان کی خدمات اور طاقتور حمایت' بھی دستیاب ہو جائیں۔ نہ ہی فضل الحق وزیراعظم بنگال غیر آمادہ ملیں گے۔ جناح کے پاس پھر بھی کافی تعداد میں حامی بچ جائیں گے۔ لیکن پھر انہیں یہ المناک احساس ہو گا کہ وہ تمام خان بہادر' سر اور خطاب یافتہ شرفاء جو آج کل ان کے اشارے پر ان کی بارگاہ میں مصروف رقص رہتے ہیں' برطانوی حکومت کا جن کی وہ تخلیق ہیں' اشارہ پاتے ہی چشم زدن میں انہیں چھوڑ جائیں گے۔ جناح اب بھی ایک قابل ذکر عنصر ہوں گے۔ لیکن صرف ایک عنصر' نہ کہ

واحد فیصلہ کن عنصر۔ ایک، گاندھی۔ آغا خان۔ سکندر۔ فضل الحق مفاہمت ۱۹۱۶ء کے میثاق لکھنؤ سے زیادہ دوررس اثر کی حامل ہو گی۔ جناح کو یا تو اس کی تقلید کرنی پڑے گی یا گھمنڈ کے جنگل میں تاریخ کا دھارا جوڑنے کے نااہل اکیلے رہ جانا ہو گا۔"

سخت خدشات

مجھے پورا بھروسہ ہے کہ یہ چال کبھی کامیاب نہ ہو گی۔ تاہم یہ مسلمانوں کے سخت خدشات کی تصدیق کرتی ہے اور برطانوی حکومت سے ان کے اس مطالبہ کو جواز مہیا کرتی ہے کہ جب تک ہند کے آئندہ دستور کے مسائل پر غوروخوض ہو ان کی رضامندی کے بغیر نہ کوئی سمجھوتہ کیا جائے نہ کوئی دستور ان پر مسلط کیا جائے۔

دارالعوام میں بحث کے حوالے سے مسٹر جناح نے کہا مسٹر ویج وڈ بین نے جو شاید مزدور پارٹی کی طرف سے بولے تھے سرسری طور پر ہی قرارداد لاہور کو مسترد کر دیا۔ انہوں نے اس طرح اس ملک کی صورتحال کے بارے میں اپنی عدم واقفیت کا اظہار کیا۔ اس طرح کے غیر ذمہ دارانہ بیانات سے ہند کے مسلمانوں کا اعتماد متزلزل ہوتا ہے۔

پہلی چیز پہلے

جب مسٹر جناح سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ ابتدائی کانفرنس کے بارے میں نکات کی وضاحت کے لئے مسٹر گاندھی سے ملاقات کے لئے تیار ہیں؟ تو مسٹر جناح نے کہا کہ میں تو بار بار اپنی اس خواہش کا اظہار کر چکا ہوں کہ مسٹر گاندھی ہندوؤں کی جانب سے مجھ سے ملاقات کریں۔ کیونکہ میں یقین کرتا ہوں کہ آج مسٹر گاندھی واحد شخص ہیں جو معاملہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں پہلی چیز کو پہلے نمٹانا چاہئے۔ سب سے زیادہ ضروری چیز ہندو اور مسلمان قوموں کے مابین مفاہمت ہے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ مسٹر گاندھی نے آپ کے اخبار کو جو انٹرویو دیا ہے اس میں کہا ہے کہ جب تک ہندو مسلم سمجھوتہ نہیں ہو جاتا، وہ کانگرس وزارتوں کو دوبارہ عہدے قبول کرنے کے سلسلے میں اپنا ذاتی اثر رسوخ استعمال نہیں کریں گے۔ مسٹر گاندھی نے کہا "مجھے انتظار کرنا چاہئے" لیکن انتظار کیوں کریں؟ کیوں نہ ہندو مسلم مسئلہ کو فی الفور نمٹا لیا جائے؟

جب ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ اصولا ابتدائی کانفرنس کی تجویز معقول ہے؟ مسٹر جناح نے جواب دیا۔ کانفرنس کے لئے جلد بازی میں ایک تجویز کی ناکامی کانفرنس کے نہ ہونے سے بدتر ہو گی۔

لیگ ذمہ دار نہیں ہے

جب یہ دریافت کیا گیا کہ جب تک مذاکرات کے لئے تازہ کوشش نہ کی جائے تو موجودہ جمود

کو کس طرح رفع کیا جائے؟ مسٹر جناح نے کہا مسلم لیگ جمود کی ذمہ دار نہیں ہے۔ ہم ان تجاویز پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں جو وائسرائے نے دہلی میں یکم نومبر ۱۹۳۹ء کے اس اجلاس میں پیش کی تھیں جس میں مسٹر راجندر پرشاد، مسٹر گاندھی، وائسرائے اور میں شریک تھے۔ مسٹر گاندھی نے سرسری طور پر ہی ان تجاویز کو مسترد کر دیا تھا۔

(دہلی کے اجلاس میں فضیلت مآب وائسرائے کی تجاویز یہ تھیں کہ کانگرس اور مسلم لیگ اپنے طور پر اس امر پر مذاکرات کریں کہ کیا وہ صوبائی سطح پر کسی سمجھوتے کی بنیاد تلاش کر سکتے ہیں؟ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو وہ وائسرائے کے سامنے تجویز پیش کر سکتے ہیں جس کے فوراً بعد دونوں تنظیموں کے نمائندے وائسرائے کی مجلس عاملہ میں رکن کی حیثیت سے شرکت کر سکیں گے۔)

(دی ٹائمز آف انڈیا، ۱۸ مئی ۱۹۴۰ء)

۱۷۲۔ بمبئی صوبائی مسلم لیگ کانفرنس کے نام پیغام
شریک نہ ہو سکنے پر اظہار افسوس
(ماتھران، ۲۵ مئی ۱۹۴۰ء)

مجھے بہت افسوس ہے کہ میں بمبئی پریذیڈنسی صوبائی مسلم لیگ کانفرنس میں شرکت سے قاصر ہوں۔ باور کیجئے کہ اگر میرے لئے ممکن ہوتا تو میں ضرور آ جاتا۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میں نہایت آسانی سے شاید ایک دن کے لئے تو آ ہی سکتا تھا اور یہ کہ میں پہلو تہی کر رہا ہوں۔ لیکن مجھے امید ہے کہ آپ یہ مان لیں گے جب میں یہ کہوں گا کہ اس وقت مجھے سفر کرنے سے باز رکھنے کی بہت سخت اور معقول وجوہ موجود ہیں۔ تاہم میرا دل اور میری جان آپ کے ساتھ ہیں۔ میں پورے خلوص اور تہہ دل سے کانفرنس کی کامیابی کے لئے دعاگو ہوں۔

میں منتظمین اور عوام کا ان کی اس خواہش کیلئے ممنون ہوں کہ وہ مجھے اس کانفرنس میں شرکت کرتے دیکھنا چاہتے تھے۔ میں ان سب کا ان کی شفقت اور محبت کیلئے شکر گزار ہوں لیکن مجھے پورا اعتماد ہے کہ راجہ صاحب محمود آباد کی رہنمائی اور صدارت میں اور دیگر ممتاز رہنماؤں (کی وجہ سے) جو اس کانفرنس میں شرکت کرنے والے ہیں یہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو گی۔

جنوبی خطے کے مسلمانوں سے مجھے چند لفظ کہہ لینے دیجئے۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے مسلمانوں کی درست رہنمائی کی ہے۔ اس نے انہیں ایک پرچم ایک پلیٹ فارم ایک حکمت عملی اور ایک سوچا سمجھا پروگرام عطا کیا ہے، اور اخیر میں مسلم ہند کے لئے گذشتہ مارچ کی قرارداد لاہور کے

ذریعہ ایک آئیڈیل اور صحیح منزل کا تعین کر دیا ہے' جس کے لئے انہیں لڑنا ہے' اور اسے کسی قربانی سے دریغ کئے بغیر حاصل کرنا ہے کیونکہ اسی میں ان کی نجات مضمر ہے۔

مجھ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ کیا انگریز قرارداد لاہور کے اساسی اور بنیادی اصولوں سے اتفاق کر لیں گے؟ یعنی ہند کے شمال مغربی اور مشرقی منطقوں میں آزاد مسلم ریاستیں قائم کرنا۔ وہ اس سے اتفاق کریں یا اتفاق نہ کریں' ہم اس کی خاطر آخری دم تک لڑیں گے۔ مجھے علم ہے کہ انگریز سیاست دان' اخبارات اور عوام ابھی تک اتحاد کے تصور اور ایک ہند سے چمٹے ہوئے ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ خود فریبی اور حقیقت سے مکمل نا آشنائی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں پر اعتماد ہوں کہ جب ہم کامیابی کے ساتھ جھوٹے پروپیگنڈا کا پول کھول دیں گے اور اس خام خیالی کو رفع کر دیں گے جس میں انگریز قوم مبتلا ہے' تو وہ اپنے احساس فراست اور برطانوی سیاست دان اور حکومت' جو بڑے بڑے مسائل کو مدبرانہ انداز میں حل کرنے کے اہل ہیں ہم سے اتفاق کرنے سے قاصر نہیں رہیں گے اور وہ اتنے صاحب کمال ہیں کہ وہ مسائل کو اپنی گرفت میں لے لیں گے۔ اگر مسلم ہند متحد ہے' پرعزم ہے اور ان غلط تصورات کو' جو اب تک نہایت سرگرمی کے ساتھ پھیلائے گئے ہیں' زائل کرنے کے لئے پرجوش پروپیگنڈا کریں تو ہم کامیاب ہو کر رہیں گے۔

اتحاد کا تصور جسے کانگرس ہائی کمان گلے سے لگائے ہوئے ہے اور اس کی تبلیغ کر رہی ہے ناروا خود غرضی کی وجہ سے ہے' اور گھٹیا حکمت عملی پر مبنی ہے۔ یہ سوچی سمجھی بات ہے اور انگریزوں کی ہند کے حالات سے عدم واقفیت کے استحصال کی امید پر قائم ہے اور فی الحقیقت وہ اس ملک میں ہندو راج کے حصول اور قیام کے سلسلہ میں انگریز کی سنگینوں پر انحصار کر رہے ہیں۔ لیکن یہ ناقابل فہم ہے کہ کبھی بھی انگریز کی سنگینیں مسلم ہند پر تسلط کے لئے کانگرس ہائی کمان کے حوالے کر دی جائیں گی۔ کانگرس کی طرف سے یہ جوا کھیلنے کی کوشش ناکام ہو کر رہے گی اور اس سمت میں ان کی توقعات اور امنگیں کسی حد تک پہلے ہی رائیگاں جا چکی ہیں۔

یہ حیران کن بات ہے کہ مسٹر گاندھی اور مسٹر راج گوپال اچاریہ جیسے لوگ قرارداد لاہور کے بارے میں "ہند کی چیر پھاڑ" اور "بچے کو دو حصے میں کاٹنے" کی اصطلاحوں میں گفتگو کر رہے ہیں۔ یقیناً آج بھی قدرت نے ہند کو بانٹ اور تقسیم کر رکھا ہے۔ ہند کے نقشے پر مسلم ہند اور ہندو ہند موجود ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شور و غوغا کیوں ہے؟ وہ ملک کہاں ہے جسے بانٹا جا رہا ہے؟ وہ قوم کہاں ہے جسے غیر قومیایا جا رہا ہے۔ ہند قومیتوں پر مشتمل ہے۔ ذات پات کا تو ذکر ہی جانے دیجئے۔ وہ مرکزی قومی حکومت کہاں ہے جس کی حاکیت کو مجروح کیا جا رہا ہے؟

ہند انگریز کی طاقت کے زیر نگیں ہے اور وہی ہاتھ ہے جو اسے گرفت میں رکھے ہوئے ہے اور متحدہ ہند اور وحدانی حکومت کا تاثر دیتا ہے۔ ہندی قوم اور مرکزی حکومت کا کوئی وجود نہیں۔ یہ صرف کانگرس ہائی کمان کی سہل خیال آرائی ہے۔ یہ خالصتاً دانشوری اور ذہنی عیاشی ہے جس میں چند ہندو رہنما اس درجہ ناعاقبت اندیشانہ طریقے سے مبتلا ہیں۔

ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہمارا مطالبہ فرقہ واریت کی روح ہے۔ کیوں؟ چونکہ ہم یہ تجویز کرتے ہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو وطن دے دیئے جائیں' جہاں وہ دو معزز قوموں کی حیثیت سے ساتھ ساتھ رہ سکیں اور اچھے ہمسایوں کی طرح' ہندو ایک اعلیٰ اور مسلمان ایک ادنیٰ قوم کی طرح نہیں جنہیں مصنوعی طریقے سے ایک دوسرے کے ۔ اتھ نتھی کر دیا گیا ہو جس میں ہندوؤں کی مذہبی اکثریت مسلم ہند پر حکمرانی اور فرمانروائی کرنے کے لئے ہو۔

اس کے بعد ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہم اپنے ملک سے باہر دوستیاں لگائیں گے۔ یقیناً' جب ہم اپنے قومی وطن تشکیل دے لیں گے اور خود مختار حکومتیں قائم کر لیں گے تو یہ تو ناقابل فہم بات ہے کہ ہم اپنی سرحدوں کی حفاظت نہیں کریں گے۔ جس طرح مشرق وسطیٰ میں علاقائی مسلم ریاستیں پہلو بہ پہلو موجود ہیں۔ پھر ہمیں کہا جاتا ہے کہ یہ اسکیم ناقابل عمل ہے۔ لیکن موجودہ دستور کے تحت بھی خودمختار صوبے موجود ہیں' جن میں علی الترتیب مسلمانوں اور ہندوؤں کی حکمرانی ہے۔ ان کی جغرافیائی' متصل' متجانس اور خودمختار منطقوں میں تشکیل تو معقول اور لائق عمل اسکیم ہے۔ بشرطیکہ اس کا دیانتداری کے ساتھ جائزہ لیا جائے۔ لیکن یہ مفاہمت اس وقت تک وقوع پذیر نہیں ہو سکتی جب تک کہ کانگرس کا یہ عندیہ اور یہ خواہش ہے کہ مسلم ہند کو ایک مرکزی حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا جائے جس میں ہندوؤں کی اکثریت ہو اور اس طرح سارے ملک میں ہندو راج قائم ہو جائے۔ ہماری تجویز "عدم تشدد" اور "چرخہ" یا پھر رام راج اور سوراج کے آئیڈیل اور مسٹر گاندھی کے مکمل آزادی کے تصور سے زیادہ لائق عمل ہے۔

مزید برآں یہ عام طور سے ہندو یا مسلم مفادات کے لئے مضرت رساں نہیں ہے اور جہاں تک مختلف منطقوں میں اقلیتوں کا تعلق ہے' انہیں تحفظات فراہم کئے جائیں گے جو موثر' مناسب اور لازمی ہوں گے۔ یہ واحد حل ہے نہ صرف فرقہ وارانہ بلکہ دیگر سیاسی مسائل کا بھی جو آج ہمیں درپیش ہیں۔ تب دونوں قومیں مساوی مرتبے' حقوق اور مراعات سے لطف اندوز ہو سکیں گی اور اپنی روحانی' اقتصادی' معاشرتی اور سیاسی زندگی کو اپنے جذبات' اپنی ثقافت' اپنے حالات اور اپنی سوچ اور فکر کے مطابق ترقی دینے میں آزاد ہوں گی۔

آخر میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ خود مسلمانوں کے اپنے مفاد میں نہیں ہے۔ یقیناً اس کو مسلم ہند کے اپنے ارادے پر چھوڑ دیا جائے۔ یہ وہی پرانا اور فرسودہ استدلال ہے جو ہمارے حکمرانوں کی طرف سے اکثر اس وقت پیش کیا جاتا ہے جب ہم اپنے مطالبات پر زور دیتے ہیں۔ کانگرس ہائی کمان اور اخبارات کی طرف سے جب یہ پیش کیا جاتا ہے تو یہ انہیں کچھ زیب نہیں دیتا۔

مسلم لیگ کی قرارداد کے ضمن میں خانہ جنگی کی بات کیوں کی جا رہی ہے؟ یہ بے حد شرارت انگیز بات ہے۔ اگر کانگرس کی یہ خواہش نہ ہو تو کوئی تصادم نہیں ہو گا اور کوئی تصادم نہیں ہونا چاہئے۔ کوئی ابتری اور افراتفری نہیں ہو گی' الا یہ کہ مسٹر گاندھی مسلمانوں کو اپنے نصب العین کے حصول سے باز رکھنے کے لئے اپنے عدم تشدد کے طریقوں کی جملہ قوتوں کو بروئے کار نہ لے آئیں۔ ہمارا آئیڈیل ہند کی آزادی اور خودمختاری کے مفروضے پر قائم ہے اور ہم قرارداد لاہور میں مندرج اصولوں پر اتفاق کر کے بمقابلہ کسی اور طریقے کے ہند کی آزادی زیادہ جلد حاصل کر لیں گے۔

مسٹر گاندھی' اپنے تازہ ترین مضمون میں جو ۱۹ مئی کو اخبارات میں شائع ہوا ہے' کہتے ہیں "بصورت دیگر اگر تقسیم فیشن بن جائے تو یا تو تقسیم ہو گی یا تقسیم در تقسیم۔ بجائے غیر ملکی حکمرانی کے یا پھر ہم آپس میں دست بگریباں رہیں گے اور غیر ملکی حکمرانی کا طوق ہماری گردن میں یا پھر اچھی بھلی خانہ جنگی" اس سے یہ بالکل واضح ہے کہ مسٹر گاندھی یہ سمجھتے ہیں یا انہیں یہ سمجھنا چاہئے کہ خیالی اور ایک متحدہ ہند پر دست و گریباں ہونے کا نتیجہ غیر ملکی تسلط کی شکل میں ظاہر ہو گا۔ میری دعا ہے کہ "اچھی بھلی خانہ جنگی" کے بارے میں مسٹر گاندھی کی پیش گوئی کبھی سچی ثابت نہ ہو بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے بہتر اذہان واحد متبادل کو قبول کر لیں جو قرارداد لاہور میں مذکور ہے۔

اخیر میں میں کانفرنس سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں میں مکمل ہم آہنگی اور اتحاد پیدا کر کے انہیں تیار کرے گی تاکہ ہم کسی بھی ہنگامی ضرورت کا' جب کبھی بھی وہ سامنے آئے' مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔

ان امور کا نو کروڑ مسلمانوں کی آئندہ کی تقدیر اور قسمت سے تعلق ہے اور مجھے یقین ہے کہ آج مسلم ہند کو اس صورت حال کی سنگینی کا بدرجہ اتم احساس ہے جس کا ہمیں اندرون ملک اور بیرون ملک سامنا ہے۔ ہمارا آئیڈیل اور ہماری لڑائی کسی اور فرقے کے مفاد کو نقصان پہنچانے یا اسے مجروح کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ خود اپنے دفاع کیلئے ہے۔ ہم اس ملک میں آزاد انسانوں کی حیثیت سے باعزت زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور ہم قائل ہیں آزاد اسلام اور آزاد ہند کے۔

۱۷۳۔ وائسرائے کی اپیل کے جواب میں بیان
مسلم ہند کے موقف کی ترجمانی

ماتھران' ۲۷ مئی ۱۹۴۰ء

مئی ۱۹۴۰ء کے آخر میں دوسری جنگ عظیم ایسے موڑ پر پہنچ گئی کہ فرانس جیسی عظیم فوجی طاقت سرنگوں ہو گئی۔ صورت حال میں سنسنی خیز تلاطم پیدا ہو گیا۔ وزیر ہند اور وائسرائے دونوں نے اپنی ریڈیائی تقریروں کے ذریعہ ہند کے عوام سے اپیل کی کہ موقع کی نزاکت اور ہند کو درپیش خطرے کی سنگینی کا احساس کریں۔ مسٹر جناح نے مسلم ہند کی جانب سے اپیل کا جواب دیتے ہوئے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے اعانت پر آمادگی کا اظہار کیا بشرطیکہ تعاون کے لئے اطمینان بخش بنیاد طے ہو جائے۔

"میں یہ بات پوری طرح محسوس کرتا ہوں کہ صورت حال داخلی اور خارجی دونوں بہت نازک ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مسلم لیگ سے کیا توقع کی جاتی ہے' اسے فوری طور پر کیا کرنا چاہئے؟ اس لمحے تک نہ تو ہم نے کوئی دشواری پیدا کی ہے اور نہ ہی برطانوی حکومت کو جنگ جاری رکھنے کے سلسلے میں ہراساں کیا ہے۔ ان صوبوں میں جہاں مسلم لیگ کی آواز غالب ہے' انہیں برطانوی حکومت کے ساتھ تعاونُ کرنے کی آزادی دے رکھی ہے اور یقین دہانیوں کے معاملے کو بھی تعویق میں ڈال رکھا ہے' بالخصوص برطانوی حکومت سے ہم نے جو یقین دہانی طلب کر رکھی ہے کہ وہ ہند کے آئندہ دستور کے مسائل اور اس ضمن میں اٹھائے گئے دیگر اہم امور کے بارے میں ہماری پیشگی منظوری اور رضامندی کے بغیر کوئی اعلان نہیں کرے گی۔

آبرومندانہ تصفیہ

اس کے باوصف' بڑے معاملات پر' جن کا تصفیہ بعد میں ہو گا' اثر انداز ہوئے بغیر' ہم گذشتہ نومبر میں بھی وائسرائے کی اس تجویز پر غور کرنے کے لئے آمادہ تھے کہ صوبائی سطح پر کوئی آبرومندانہ اور لائق عمل تصفیہ ہو جائے جس کے بعد موجودہ دستور کے ڈھانچے کے اندر اور رائج الوقت قانون کے تحت رہتے ہوئے وائسرائے کی مجلس عاملہ میں ہمارے نمائندوں کا تقرر ہونا تھا۔ لیکن اس تجویز کو مسٹر گاندھی اور کانگرس کی طرف سے نہایت سرسری انداز میں مسترد کر دیا گیا۔ اسی طرح کی ایک اور کوشش فضیلت مآب کی جانب سے اوائل فروری میں کی گئی اور اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ ایسا معلوم ہوا کہ اس وقت سے وائسرائے کانگرس کی طرف سے سلسلہ جنبانی کے منتظر ہیں۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی اخبارات تک رسائی ہے اور وہ نہایت آسانی سے کہہ دیتے ہیں "دونوں گھروں پر اللہ کی مار" اور وہ یا تو اصل حقائق اور صورت حال سے نابلد ہیں یا صاف گوئی سے ڈرتے ہیں اور یہ سہل سمجھتے ہیں کہ مسلم لیگ اور کانگرس کو ایک ہی لاٹھی سے ہانک دیا جائے۔

راست اقدام

اب تک ہم نے نہ عدم تعاون کا اعلان کیا ہے نہ راست اقدام کرنے کا فیصلہ' نہ ہی ہم کسی بھی لمحے تحریک سول نافرمانی کے آغاز کی تیاری کر رہے ہیں۔ اگرچہ ہمیں کانگرس کے مقصد کا بدرجہ اتم ادراک ہے کہ ایک بار پھر انگریزوں کو مجبور کر دیا جائے کہ وہ مسلمانوں کو کانگرس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔

یہی وہ بات ہے جو کانگرس پارٹی کے ڈپٹی لیڈر مسٹر ستیہ مورتی نے مرکزی مجلس قانون ساز میں کہی ہے: "ہر دلعزیز حکومتیں آنی چاہئیں۔ دونوں جگہ' صوبوں میں بھی اور مرکز میں بھی۔ جتنی جلد ہو اتنا ہی بہتر۔ مسٹر ایمرے کی اہلیت اور ان کے خلوص کی آزمائش ہے۔ ان کو مسلم لیگیوں سے یہ کہنا ہو گا کہ کوئی پاکستان نہیں' کوئی مخلوط وزارتیں نہیں' کوئی ناممکن تحفظات نہیں۔ آپ لوگ اکثریتوں سے تصفیہ کریں۔ ایک بار یہ کہہ دیا جائے تو باقی ماندہ سہل ہو جائے گا۔"

میں سمجھتا ہوں کہ برطانوی حکومت کو یہ محسوس کر لینا چاہئے کہ مسلم لیگ کی جانب سے کانگرس کی ریشہ دوانیوں کی مزاحمت ہی سے مجبور ہو کر کانگرسی رہنماؤں نے مجبوری کو صبر کا نام دیا ہے' جب وہ کہتے ہیں کہ وہ برطانوی حکومت کو ہراساں اور فوری طور پر سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنا نہیں چاہتے' لیکن مسلم ہند کے سر پر ننگی تلوار لٹکتی رہے گی۔

مسٹر جناح نے مسٹر ایمرے کے بیان اور فضیلت مآب وائسرائے کی نشریاتی اپیل کے بارے میں کہا "میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مسلم قیادت پر اظہار اعتماد برطانوی حکومت پر منحصر ہے اور اس اظہار کے بہت سے طریقے ہیں۔ باعتماد دوستوں کی طرح سے ہمارا دلی تعاون حاصل کیجئے۔ ہم مایوس نہیں کریں گے۔"

میں مجلس عاملہ کا اجلاس بمبئی میں جون کے وسط میں یا ممکن ہوا تو اس سے قبل طلب کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ اس وقت تمام صورت حال کا جائزہ لیا جائے گا اور اس وقت اس نازک صورت حال کی روشنی میں غور کیا جائے گا جو ہمیں درپیش ہے۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۹ مئی ۱۹۴۰ء)

۱۷۴۔ جنگ سے متعلق کمیٹیوں کے بارے میں بیان

بمبئی، ۱۹ جون ۱۹۴۰ء

"سر سکندر حیات خان کے ایسوسی ایٹیڈ پریس کو دیئے جانے والے بیان کے حوالے سے، جس کا ریڈیو نے تذکرہ کیا، کہ پنجاب کو اس قرار داد سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے جس میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ جنگ سے متعلق کمیٹیوں میں شامل نہ ہوں۔ یہ بات ناقابل یقین ہے اور یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ سر سکندر حیات خان یہ بات کس طرح سے کہہ سکتے ہیں۔" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک بیان میں کہی۔

"انہوں نے کہا کہ اس شرارت کو روکنے کے لئے جو اس طرح کی اطلاع سے پیدا ہو سکتی ہے میں اس بات کو بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی قرار داد میں بالکل کوئی استثنیٰ نہیں اور واضح ترین زبان میں مسلمانوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ جنگ سے متعلق کمیٹیوں میں شمولیت اختیار نہ کریں جب تک صدر کی جانب سے مزید ہدایات جاری نہ ہوں اور تاآنکہ وائسرائے کے ساتھ مراسلت کا نتیجہ سامنے نہ آ جائے۔ میں توقع کرتا ہوں کہ مسلم لیگی اور بالعموم مسلمان پوری طرح سے اس اپیل پر لبیک کہیں گے۔"

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۱۹ جون ۱۹۴۰ء)

۱۷۵۔ ہیڈن کلب دہلی کے خطبہ استقبالیہ کے جواب میں

۲۶ جون ۱۹۴۰ء

مسٹر جناح نے خطبہ استقبال میں مقصد کی حمایت اور اس کی خاطر قربانی کی تیاری کی یقین دہانی کیلئے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ وائسرائے سے اپنی ہونے والی ملاقات اور اس کی ممکنہ نتیجے کے بارے میں وہ کوئی قیاس آرائی نہیں کر سکتے۔ تاہم وہ بمبئی میں مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کی منظور کردہ قراردادوں کے بارے میں، جو اپنے مطالب میں واضح ہیں، اس موقع پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ پہلی قرار داد میں ان سے کہا گیا ہے کہ وہ "وار کمیٹیوں" میں اس وقت تک شامل نہ ہوں جب تک لیگ ورکنگ کمیٹی اس بارے میں کوئی دوسرا حکم نہ دے۔ دوسری قرار داد، اور وہ بھی واضح ہے، ان سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ مسلم نیشنل گارڈ قائم کریں۔

مسٹر جناح کا خیال ہے کہ مسلم نیشنل گارڈز کا قیام مسلمانوں کے تحفظ کے لئے لازمی ہے۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ "مسلم نیشنل گارڈز کے قیام کی ضرورت و اہمیت پر داخلی و خارجی نازک

صورت حال کے پیش نظر' وہ زیادہ تفصیل میں تو نہیں جا سکتے مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ "مسلمان سخت خطرناک حالات سے گزر رہے ہیں۔ اس لئے آپ میں سے ہر ایک کی ذمے داری ہے کہ مسلم نیشنل گارڈ کے قیام میں مدد دے۔ اس ضمن میں مسلم لیگ کی قرار داد پر لازماً عمل ہونا چاہئے۔" انہوں نے امید ظاہر کی کہ "دہلی کے مسلمان بلاتاخیر یہاں مسلم نیشنل گارڈ قائم کریں گے۔ مسلمانوں کی اس سے بہتر کوئی خدمت نہیں ہو سکتی۔"

("دی ہندوستان ٹائمز" ۲۸' جون ۱۹۴۰ء)

۱۷۶۔ خاکساروں کے بارے میں بیان

شملہ ۲۸' جون

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک بیان میں خاکسار رہنماؤں سے اپیل کی ہے کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور انہیں [مسٹر جناح کو] اختیار دے کر اپنی خدمت کا موقع دیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایک آبرو مندانہ تصفیہ کے ضمن میں ان سے جو کچھ بن پڑا کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

مسٹر جناح کہتے ہیں کہ : "مجھے متعدد خطوط موصول ہوئے ہیں اور بمبئی سے شملے تک کے راستے میں مسلم عوام نے زور دیا ہے کہ میں حکومت پنجاب اور خاکساروں کے درمیان جھگڑے میں مداخلت کروں۔ مسلم عوام اور خاکساروں کی صفوں میں ایک یہ تاثر بھی ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ اس معاملے میں کچھ نہیں کر رہی ہے۔

"میں اس امر کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی یہ علی الاعلان حکمت عملی ہے کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں ان کی مدد کے لئے جو کچھ بھی کر سکتی ہے' کرے اور یہ دیکھے کہ ان کے ساتھ انصاف کیا جاتا ہے۔ ذاتی طور پر میں نے خاکساروں کے ساتھ اپنی ہمدردی کو نہیں چھپایا۔ میں اس بات کو دہراؤں گا کہ خاکسار رہنما سر جوڑ کر بیٹھیں اور مجھے اختیار دے کر اپنی خدمت کا موقع دیں اور میرے مشورے پر عمل پیرا ہوں کہ میں موجودہ قضیہ کا آبرومندانہ حل تلاش کرنے میں جو کچھ مجھ سے بن پڑے گا کرنے کے لئے تیار ہوں گا۔[اے پی۔ دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۹' جون ۱۹۴۰ء)

۱۷۷۔ اسلامیہ کالج پشاور کے طلباء کے نام پیغام

بمبئی، ۳۰، جولائی ۱۹۴۰ء

"اسلام ہر مسلمان سے توقع کرتا ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کرے گا۔" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اسلامیہ کالج پشاور کے نام ایک پیغام میں کہی۔

وہ کہتے ہیں کہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۶ء میں میں پشاور میں تھا اور یہ میری پشاور میں پہلی آمد تھی۔ اس وقت میں اسلامیہ کالج پشاور بھی گیا تھا اور اس وقت مجھے اس درس گاہ کے طلباء کو خطاب کرنے کا اعزاز حاصل ہوا اور سعادت نصیب ہوئی۔ اس وقت میں آپ کے کالج کے بارے میں جو تاثر لایا، وہ یہ تھا کہ آپ کا کالج ایک منفرد اور قابل ذکر ادارہ ہے۔"

آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ میں آپ کو یہ بتاؤں کہ آپ کس طرح خود کو کارآمد شہری بنا سکتے ہیں۔ میرا آپ کو مشورہ یہ ہے کہ آپ وقار اور راستبازی کا اعلیٰ ترین شعور قائم کیجئے اور اسے برقرار رکھئے اور اپنے لوگوں کی بے لوث خدمت کیجئے ہر طرح سے جس طرح سے بھی کر سکتے ہیں۔ اپنے لوگوں کو خود دار، خود اعتماد اور خود کفیل بنا دیجئے۔"

آج آپ کا صوبہ بیرونی اثرات اور اندرونی انتشار کی گرفت میں ہے اور یہ بد قسمتی کی بات ہے کہ جو لوگ آپ کے صوبے کی ترقی اور اس کے آئینی ارتقا کے مخالف ہیں وہی صوبے میں اتنا اثر و رسوخ رکھتے ہیں کہ آپ کے صوبے کے مسلمانوں میں یگانگت پیدا ہونے سے روک رہے ہیں۔

"اسلام ہر مسلمان سے توقع کرتا ہے کہ وہ اپنے فرض بجا لائے۔ میرے نوجوان دوستوں آپ اپنی مثال سے راہ دکھایئے اپنے صوبے کی رہنمائی کیجئے آگے بڑھئے متحد ہو کر ایک پلیٹ فارم پر ایک پرچم تلے اور ایک آواز سے بولئے۔ "میں آپ کی کامیابی کیلئے دعاگو ہوں۔"

[اے۔ پی۔ آئی] (دی اسٹار آف انڈیا، ۳، اگست ۱۹۴۰ء)

۱۷۸۔ خاکسار تنازعہ کو حل کرنے کے لئے خط و کتابت

بمبئی، ۸، اگست ۱۹۴۰ء

معلوم ہوا کہ مسٹر جناح نے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل نامی کو یہ اطلاع دی ہے کہ انہوں نے ہزایکسی لینسی وائسرائے کی توجہ پنجاب میں خاکساروں کی صورت حال کی جانب منعطف کرائی ہے اور ان سے درخواست کی ہے کہ وہ اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ ہزایکسی لینسی کی جانب سے جواب

موصول ہونے پر انہوں نے خاکسار رہنما کو مشورہ دیا کہ وہ وزیر اعظم پنجاب سے رابطہ قائم کریں اور ان سے دریافت کریں کہ وہ کیا شرائط ہیں جن کی بنا پر خاکساروں کو خلاف قانون تنظیم قرار دینے والا حکم منسوخ ہو سکتا ہے۔

(دی اسٹار آف انڈیا' ۹' اگست ۱۹۴۰ء)

۱۷۹۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس سے خطاب

نئی دہلی' ۲۹' ستمبر ۱۹۴۰ء

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برطانوی حکومت کا اقتدار سے علاحدہ ہونے کا کوئی ارادہ نہیں۔ موجودہ پیش کش سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نوّے ملین مسلمانوں سے جو ایک قوم ہیں کھیل رہی ہے۔ طویل اور صبر آزما مذاکرات سے جو وائسرائے مختلف جماعتوں کے ساتھ کر رہے ہیں' اس کا نتیجہ نکلتا ہے یعنی کہ برطانوی حکومت ابھی بھی آقا اور خادم کا تعلق برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ ہم اس صورت حال کو قبول کریں گے۔"

یہ بات مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے آج صبح آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی کاروائی شروع ہونے سے پہلے کہیں۔

شروع ہی میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے صدر کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ وہ ایوان کو یہ بتائیں کہ ان کے اور وائسرائے کے درمیان کیا معاملہ رہا اور قرار داد کا عام پس منظر بیان کر دیں تاکہ اراکین اپنی آراء کا اظہار صحیح طریقے سے کر سکیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ وہ نہایت مسرت کے ساتھ وہ خط و کتابت کونسل کے سامنے پیش کر دیں گے تاکہ اراکین صورت حال کا صحیح صحیح اندازہ لگا سکیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ مسلمانوں کو ان خطرات کا پورا ادراک ہے جو جنگ نے پیدا کر دیئے ہیں وہ جنگ کو چلانے کے لئے حکومت کو ہر ممکن مدد دینے کے لئے تیار تھے اس کے ساتھ ساتھ انہیں اس بات کا یقین تھا کہ ان امداد کی قدر و قیمت حقیقی اور موثر ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلم لیگ کو مرکز اور صوبوں میں دونوں جگہ حاکیت کا مقام دیا جائے۔

وائسرائے کے ساتھ اپنی خط و کتابت کا حوالہ دیتے ہوئے جس کے بارے میں انہوں نے کہا کہ وہ آج اخبارات کو اشاعت کے لئے جاری کر دی جائے گی۔ مسٹر جناح نے کہا کہ طویل مذاکرات کے بعد حکومت نے یہ اصول تسلیم کر لیا کہ حکومت لیگ کے نمائندوں کو مرکز میں حکومت میں شامل کر لے گی' لیکن کانگرسی صوبوں میں نہیں۔ پھر وائسرائے انہیں حتمی طور پر یہ

بتا سکے کہ جنگ کے ضمن میں مشاورتی بورڈ کی ہیئت' ترکیبی' اس کی رکنیت اور اس کا کیا کام ہو گا ماسوا اس کے کہ وہ لگ بھگ بیس ارکان پر مشتمل ہو گا جن میں سے پانچ مسلمان ہوں گے۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا وائسرائے کی پیش کش کچھ ایسی تھی کہ گورنر جنرل کی ایگزیکٹیو کونسل میں دو نشستیں مسلم لیگ کے نامزد نمائندوں کے لئے مختص کر دی جائے گی۔ یہ کل کتنی تعداد میں سے ہوں گی اس کا ابھی علم نہیں۔ اپنے پہلے مکتوب میں وائسرائے نے یہ عندیہ دیا کہ توسیع شدہ ایگزیکٹیو کونسل کے اراکین کی تعداد لگ بھگ گیارہ۔ لفظ لگ بھگ بھی کافی لچکدار لفظ ہے۔ میرے نام اپنے تازہ ترین مکتوب میں انہوں نے کہا کہ تعداد ابھی تک متعین نہیں کی گئی۔ یعنی لچکدار لفظ لگ بھگ' بھی غائب ہو گیا۔ پھر ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اور کون کون سی جماعتیں ہیں جن کے نامزد نمائندوں کو وائسرائے کی کونسل میں شمولیت کی دعوت دی گئی ہے۔

"اگر ہمیں اپنے دو افراد کے لئے نوکریاں مطلوب ہوتیں تو ہم فوراً ہی اپنے نمائندے نامزد کر دیتے۔ یہ بہت ہی خوش آئند انتظام ہوتا۔ لیکن کیا یہ مرکز کے اختیارات میں بھی حقیقی شراکت ہوتی؟ نہیں۔ پیش کش دراصل اختیارات میں ہماری شراکت کا مذاق اڑاتا ہے۔ لہٰذا اگر ہمیں اس کا علم بھی ہو کہ اور کون سی جماعتیں شامل ہو رہی ہیں' تب بھی ایک نہایت اہم سوال حل طلب رہ جاتا ہے۔

"فرض کیجئے کوئی جماعت جس نے فی الحال خود کو باہر رکھا ہے' بعد میں یہ فیصلہ کرتی ہے کہ وہ شامل ہو جائے —— اور ہم خوش ہوں گے اگر وہ ایسا فیصلہ کرے —— پھر اغلباً" ایگزیکیوٹو کونسل کے ارکان کی تعداد میں مزید اضافہ ہو جائے اور اگر ایگزیکیوٹو کونسل میں رد و بدل ہوتا ہے تو مسلم لیگ کی پوزیشن کیا ہو گی؟

میں نے اس معاملہ کا تذکرہ وائسرائے سے ۲۴' ستمبر کو اپنی آخری ملاقات میں کیا۔ میں نے اس وقت یہ مطالبہ کیا کہ اگر کوئی جماعت جو اس وقت تعاون سے انکار کر رہی ہے' بعد میں آ جاتی ہے تو اسے آنے کی اجازت ان جماعتوں کے ساتھ اتفاق رائے کے بعد دی جائے' جن کی پہلے سے کونسل میں نمائندگی ہے۔ مجھے وائسرائے کی جانب سے اس بات کا بھی کوئی اطمینان بخش جواب نہیں ملا۔ یہ ہے ساری کہانی مذاکرات کی۔

میں اس امر کا اعادہ کر سکتا ہوں کہ میں نے اس تمام عرصے کے دوران اس امر کو فراموش نہیں کیا کہ ہمیں بھی خطرہ لاحق ہے۔ ہمیں' اس پر بہت تشویش ہے کہ ہمارا مستقبل برطانیہ کے ساتھ منسلک ہو رہا ہے۔ یہی سبب تھا کہ میں نے اپنے مطالبات کم سے کم حد پر رکھے لیکن اس

سے نیچے نہیں جا سکتا۔"

مسلمانوں کی پوزیشن

مسٹر جناح نے کہا کہ "مسلم لیگ کی پوزیشن دیگر جماعتوں کے مقابلے میں کافی حد تک مختلف تھی۔ اس کے معاملے میں اس وقت عدم تعاون کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ان کے لئے یہ از بس ضروری تھا کہ وہ ہند کے دفاع کی خاطر مساعی جنگ کو تیز تر کرنے کے لئے پورے طور سے حمایت کرے۔ یہ ان کے مفاد میں تھا لیکن در آں حالیکہ وہ امداد دینے کے خواہاں تھے کچھ بنیادی لوازمات ایسے تھے جن کا پورا ہونا مسلمانوں کی پوری دلجمعی کے ساتھ تعاون کے حصول کی غرض سے ضروری تھا۔"

اس سے قبل مسٹر جناح نے اپنی تقریر میں لیگ کے اس مطالبے کا تذکرہ کیا کہ ۱۹۳۵ء کے دستور کا از سر نو' جائزہ لیا جائے اور کہا کہ برطانوی حکومت نے عملاً یہ مطالبہ پورا کر دیا ہے جو وائسرائے اور مسٹر ایمرے [وزیر ہند] کے بیانات سے ظاہر ہے۔ تاہم یہ مستقبل کا معاملہ ہے۔ فوری طور پر مسلمانان ہند موجودہ جنگ میں برطانیہ عظمیٰ کو مدد دینے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ اور آخری پیسہ بہانے کے لئے تیار ہیں۔ مختصر یہ کہ وہ برطانیہ عظمیٰ کے ساتھ ڈوبنے یا تیرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

سر سکندر حیات خان: بغیر کسی بدگمانی کے؟

مسٹر جناح: ہاں ہند کے آئندہ دستوری مسائل اور بڑے اور بنیادی مسائل کے ضمن میں کسی بدگمانی کے بغیر۔"

پاکستان اسکیم

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ پاکستان اسکیم کے ضمن میں قرار داد لاہور کی تکمیل کے سلسلے میں اب تک مسلم لیگ نے کیا کیا ہے' مسٹر جناح نے ڈاکٹر مونجے کے ایک حالیہ بیان کا حوالہ دیا جو انہوں نے بمبئی میں دیا جس میں انہوں نے کہا کہ وائسرائے نے انہیں بتایا کہ جب ہند کا آئندہ دستور زیر غور آئے گا تو پاکستان اسکیم کو نظر انداز نہیں کیا جا سکے گا۔

مسٹر جناح نے اپنی یکم جولائی کی ایک یادداشت کا بھی حوالہ دیا جس میں انہوں نے وائسرائے سے مطالبہ کیا تھا کہ ملک معظم کی حکومت کی جانب سے کوئی ایسا اعلان نہیں ہونا چاہئے جو قرار داد لاہور میں مذکور بنیادی اصولوں سے متصادم ہو۔

سر رضا علی کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وضاحت کی کہ وہ وائسرائے ساتھ ان کی ملاقات کے دوران انہوں نے مسلم لیگ کی دیگر جماعتوں کے مقابلے پوزیشن کی صراحت کی۔

انہوں نے وائسرائے کو بتایا کہ اگر کانگرس آتی ہے تو مسلمانوں کی نمائندگی ہندوؤں کے برابر ہونی چاہئے' ورنہ اضافی نشستوں کے معاملے میں ان کی اکثریت ہونی چاہئے چونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ اس صورت میں زیادہ بار اور ذمہ داریاں مسلمانوں کو اٹھانا ہوں گی۔

مولانا حسرت موہانی' اگرچہ قرار داد کے حق میں تھے' تاہم انہوں نے مجلس عاملہ کی قرار داد میں ایک ترمیم پیش کرنا چاہی' انہوں نے کہا کہ چونکہ وائسرائے کی پیش کش مسترد کرنے کی غرض سے جو وجوہات دی گئی ہیں وہ کافی نہیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ مولانا یا کوئی اور مقرر قرار داد کی حمایت میں مزید اسباب کا ذکر کر سکتے ہیں لیکن ایوان کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ مجلس عاملہ کی قرار داد میں ترامیم پیش کریں وہ اسے من و عن قبول کر سکتے ہیں یا مسترد کر سکتے ہیں۔

تاہم انہوں نے یہ کہا کہ موجودہ حالات میں قرار داد کے استرداد کا مطلب ہو گا مجلس عاملہ پر اظہار عدم اعتماد۔

[اے۔ پی۔ آئی] (دی اسٹار آف انڈیا' ۳۰' ستمبر ۱۹۴۰ء۔

۱۸۰۔ مسلمانان ہند سے یکم نومبر کو یوم مسلم ممالک منانے کی اپیل

۱۱' اکتوبر ۱۹۴۰ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اعلان کیا ہے کہ یکم نومبر کو یوم مسلم ممالک منایا جائے جس کا مقصد مسلم ممالک کے حق میں مسلم ہند کے گہرے جذبات ہمدردی اور تشویش کا اظہار اور مظاہرہ کرنا ہو تاکہ مسلم ممالک کے خلاف ممکنہ عزم یا ان کی آزادی کے خلاف جارحانہ اقدامات [کو روکا جا سکے]۔

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے اپنے گذشتہ اجلاس میں ایک قرار داد منظور کی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ "اس امر کے پیش نظر کہ حال ہی میں ہند میں ایسی اطلاعات موصول ہوئیں اور ان کا اعادہ ہوا کہ یہ امکان موجود ہے کہ جنگ کے شعلے پھیل جائیں اور مسلم ممالک جیسے مصر' فلسطین شام اور ترکی کی آزادی اور اقتدار اعلیٰ کے خلاف خارجی قوتوں کا جارحانہ اقدام ہو۔ صدر مسلم لیگ ایک دن مقرر کریں جس کا مقصد ہو مسلم ہند کی جانب سے مسلم ممالک کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار اور تشویش کا مظاہرہ اور ان ملکوں کو یہ بتانا جن کے مسلمان ملکوں کے خلاف ایسے عزائم ہوں کہ مسلم ممالک کے خلاف حملے کی صورت میں مسلم ہند ان کی حمایت کی غرض سے کھڑا ہونے پر مجبور ہو جائے گا اور انہیں جملہ حمایت فراہم کرے گا جو وہ کر سکتا ہے۔"

اس قرار داد کو روبہ عمل لانے کے لئے مسٹر جناح نے یکم نومبر کا دن مقرر کیا ہے۔ وہ مسلم لیگ کی صوبائی شاخوں کے نام اور گشتی مراسلے میں کہتے ہیں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی قرار داد کے مطابق جس میں مجھے ایک دن مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا تھا میں نے یکم نومبر کا دن مقرر کر دیا ہے جو رمضان المبارک کا آخری جمعہ یعنی جمعتہ الوداع ہو گا تاکہ اس دن مسلم ممالک کے حق میں مسلم ہند کی طرف سے گہرے جذبہ ہمدردی اور تشویش کا اظہار اور مظاہرہ کیا جائے۔ اس نازک لمحے میں جب جنگ کے شعلے پھیل رہے ہیں کسی بھی ممکنہ عزم یا مسلم ممالک کی آزادی اور خود مختاری کے خلاف جارحیت کا [سدباب ہو سکے]۔

"میں اس کے ساتھ ہی آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی متعلقہ قرار داد ملفوف کر رہا ہوں جس کی ہر صوبہ میں عام جلسوں میں حمایت اور توثیق کی جائے میں یہ توقع بھی کرتا ہوں کہ نماز جمعہ کے دوران تمام مساجد میں سارے صوبوں میں مسلم ممالک کی آزادی' خود مختاری سالمیت اور حفاظت کی خاطر خصوصی دعائیں کی جائیں۔"

میں امید کرتا ہوں کہ میری اس خلوص بھری اپیل کو مسلمانوں کی بالعموم اور مسلم لیگ کی بالخصوص پوری پوری حمایت حاصل ہو گی اور یہ کہ یہ دن اسلامی روایات کے شایان انداز سے منایا جائے گا۔

[اے۔ پی۔ آئی]

۱۸۱۔ یوم مسلم ممالک کے سلسلے میں جلسہ عام سے خطاب

بمبئی' یکم نومبر ۱۹۴۰ء

یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کریں' وہ جہاں بھی ہوں' چین سے لے کر پیرو تک' چونکہ اسلام نے یہ ہمارا فرض منصبی قرار دیا ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو بچانے کی خاطر جائیں۔

جلسہ کے مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ مسلم بھائیوں کی طرف دست اعانت دراز رنا مسلم لیگ کے آئین میں عقیدے کی ایک شق ہے۔ واقعات تیزی کے ساتھ رونما ہو رہے ہیں اور کسی کو خبر نہیں کہ کب حملہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس اسلحہ اور گولہ بارود تو نہیں ہے۔ لیکن ایک ہزار ایک طریقے ہیں جن کے ذریعے ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کر سکتے ہیں اگر وہ مصیبت میں پھنس جائیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے فیصلہ کیا تھا کہ شروع میں ہلال احمر مشن کے قیام کے ضمن میں تیاری کی جائے جو اور کچھ نہیں تو زخمیوں کی

امداد ہی کرے گا۔

"ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ ہند کے مفاد میں [برطانوی حکومت کے ماضی میں خواہ کچھ بھی کرتوت کیوں نہ ہوں] ہمیں ان کی حمایت کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے کیونکہ اب ہم ایک ہی کشتی میں سوار ہیں اور خود ہمیں اپنے گھر بار کو بچانے کے لئے بھی۔ اس صورت میں کہ جنگ ہند کے ساحلوں تک پہنچ جائے ہمیں ہر طرح کی تیاری کر لینی چاہئے۔

مسلم لیگ نے ہمیشہ اس امر کو واضح کیا ہے کہ ہم آدمی' خون اور پیسہ سے مدد کے لئے تیار ہیں لیکن برطانوی حکومت کو حکومت میں ہماری حقیقی شراکت کے ذریعہ ہمارا تعاون درکار نہیں اور جہاں تک حکومت میں شراکت کا تعلق ہے انہوں نے جو پیش کش کی ہے وہ محض برائے بیت ہے۔ جنگ کو چلانے کے ضمن میں مسلم ہند کے پورے طور سے دلی حمایت کی راہ میں یہی ایک دشواری ہے۔ شاید حکومت ہمارے ساتھ معقولیت کا رویہ اس لئے اختیار نہیں کرتی کہ وہ کانگرس سے ڈرتی ہے یا پھر یہ کہ وہ ہم پر اعتماد کرنے پر تیار نہ ہو لیکن یہ صرف میرے اندازے ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اصل سبب کیا ہے کہ وہ تسلی بخش انداز میں ہم سے معاملہ کیوں نہیں کرتے۔

تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ مختلف حلقوں ـــــ معاشرتی' معیشی اور سیاسی میں خود کو منظم کریں۔ فرقے کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ فرقے کی ترقی کے لئے کچھ نہ کچھ قربانی دے۔

[اے۔ پی]

۱۸۲۔ یوم مسلم ممالک منانے کے تعلق میں لندن کے اخبار کے نامہ نگار سے ملاقات

بمبئی' یکم نومبر ۱۹۴۰ء

لندن کے ایک اخبار [نیوز کرانیکل] کے نمایندہ سے خصوصی ملاقات کے دوران مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلمانان ہند کی جانب سے مسلم ممالک کے حق میں گہری ہمدردی کے اظہار اور تشویش کے مظاہرے کا دن منانے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"برطانوی حکومت کا رویہ مسلمانان ہند کے تعلق میں اور ان کی حکمت عملی مسلمانوں کے مطالبات کے ضمن میں بالکل اطمینان بخش نہیں۔ جنگ کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے مرکز ' صوبوں میں حقیقی شراکت اور اختیارات میں حصہ دینے کے سلسلے میں وائسرائے کی پیش کش

محض برائے نام ہے۔"

نہ ہی ہند کے مسلمان اس حکمت عملی سے مطمئن ہیں جو برطانیہ عظمیٰ فلسطین میں چلا رہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت کو ایک آبرومندانہ اساس پر حکومت میں حقیقی شراکت کے ساتھ ہماری حمایت اور ہمارے تعاون کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یکم نومبر کا دن منانے کی بنیاد اس اخوت پر ہے جو مسلم ہند اور مسلم ممالک کے درمیان موجود ہے۔ اور یہ مسلم ممالک کے ساتھ ہماری گہری ہمدردی اور تشویش کا اظہار ہے کہ ہم نے ان کی حفاظت' سالمیت' آزادی اور خود مختاری کے لئے دعائیں کرنے کا فیصلہ کیا اور سارے ملک میں عام جلسے کرنے کا اہتمام کیا تاکہ لوگوں کو تیار کیا جا سکے کہ وہ کسی بھی بیرونی طاقت کے ان کے خلاف جارحانہ اقدام کی صورت میں جملہ امداد فراہم کر سکیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ نہ صرف نازی اور فاشی [حکومتیں] عالم اسلام کی یک جہتی کی خلاف ورزی سے احتراز کریں گی بلکہ فرانسیسی اور برطانوی [حکومتیں] بھی شام اور فلسطین میں اپنی حکمت عملی پر نظرثانی کریں گی۔

("ٹائمز آف انڈیا۔" یکم نومبر ۱۹۴۰ء قائد اعظم پیپرز فائل ۲۷۷ صفحہ ۲)

نوٹ : حکومت نے اس ملاقات کی روداد کو دبا دیا تھا اور اسے لندن پہنچنے نہیں دیا۔

۱۸۳۔ مرکزی مجلس قانون ساز میں تقریر

۱۹ نومبر ۱۹۴۰ء

مسٹر ڈپٹی پریذیڈنٹ! میں قدرے رنج و الم کے ساتھ اس بحث میں حصہ لینے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب یہ محسوس کریں گے کہ یہ ایک نازک لمحہ ہے۔

جناب والا! گذشتہ چھ دنوں کے دوران ہم نے مختلف تقریریں سنیں۔ ان میں جواب مضمون تھے۔ وعظ تھے لیکچر تھے ۔ تاریخی' اخلاقی اور مذہبی۔ میں ایک معمولی سا فانی انسان ہوں۔ میں اس فاضلانہ اور محققانہ کارروائی میں حصہ نہیں لوں گا' جو اس ایوان میں ہوئی۔

جناب والا' ہمیں خود کو اپنے اسلوب تک ہی محدود رکھنے کی اجازت دیجئے۔ سیاست اور قانون سازی کا بے کیف اسلوب۔ اب جیسا کہ میں دیکھتا ہوں اور پوری صورت حال کا جائزہ لیتا ہوں' اسے تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ ماضی ہے' اگلا حال ہے اور اس سے اگلا مستقبل ہے۔

اب' جناب والا! ماضی کے ضمن میں' کیا ماضی کے بارے میں تلخ الزامات' اتہامات اور

تنازعات پر گفتگو کرنے سے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے؟ کیا یہ وہ گھڑی ہے جب ہم ایک دوسرے پر الزام لگائیں' ایک دوسرے کو گالیاں دیں اور کہیں کہ "یہ ہیں تمہارے مذموم کرتوت-" اور دوسرا فریق کہے "یہ ہیں تمہاری حماقتیں" کیا اس سے کوئی مفید مقصد حاصل ہو سکتا ہے؟ اس سے تلخیوں میں مزید اضافہ ہو گا- اس سے ایک مسئلہ جو پہلے ہی پیچیدہ اور مشکل ہے' زیادہ دشوار ہو سکتا ہے اور اس نقطہ سے دور اور مزید دور ہو سکتا ہے جہاں اس کا حل مل سکتا ہو- اس لئے میں ماضی کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا- ہم اسے جانتے ہیں' ہم اسے سمجھتے ہیں-

اب یہ کہا جا چکا ہے- میں اسے مختصرا کہہ دینا چاہتا ہوں—— یہ کہ پہلی اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ حکومت ہند نے افواج کو بیرون ملک بھیجنے کے بارے میں ہم سے مشورہ نہیں کیا- بلاشبہ ہمیں علم ہے کہ کچھ انوکھی قسم کی روایت قائم کی گئی- ہمیں مطلع کیا گیا—— اگر آپ اسے مشاورت کہہ سکیں- کوئی شک نہیں کہ یہ غیر رسمی ہے- ہمیں بتایا گیا ہے کہ ملک معظم کی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ فوجوں کو بیرون ملک فلاں فلاں مقام پر بھیج دیا جائے- اگر آپ اسے مشاورت کا نام دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں- میں اس وقت کوئی شکایت نہیں کر رہا ہوں- ہمیں بتایا گیا ہے کہ ہمارے لئے حکومت سے اتنا کہہ دینا کافی ہو گا کہ "ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہو گا-"

جناب والا! یہ بھی ماضی کی بات ہے- اب ہم اسے بدل نہیں سکتے- کیا ہم اس گھڑی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اس دستور کی پوری صفائی کریں گے اور فی الفور ملک کے دستور کی دوبارہ تدوین کریں گے اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ ملک کے دستور کا ایک نہایت اہم عنصر ہے-

ہمیں بتایا گیا تھا کہ ہم سے اعلان جنگ کے بارے میں مشورہ نہیں کیا گیا تھا- اس ضمن میں بہت سی دستوری اور قانونی بحث و تمحیص ہوئی- میں یہ نہیں کہوں گا کہ یہ فریق درست ہے اور وہ فریق غلط ہے- لیکن یقیناً ہم سب جانتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے آنریبل دوست سر راما سوامی موالیار بھی پوری طرح سے باخبر ہیں کہ حکومت ہند کی صورت حال ویسٹ منسٹر نوعیت کے ممالک قلمرو (Dominions) کی صورت حال سے مختلف ہے—— "کیتا"—— ہنتے کیوں ہو؟ اور مسٹر گریفتھس یہ کچھ کیوں کہنے دیتے ہو؟ انہوں نے کہا' اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک بہت غیر دانشمندانہ بات تھی جب انہوں نے کہا کہ جس گھڑی کانگرس پارٹی یہاں نہیں ہوتی یہ ایوان نمائندہ ایوان نہیں رہتا- کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں' یعنی باقی ماندہ کسی شمار قطار میں نہیں' آپ کا مطلب کیا تھا؟

مسٹر پی جے گریفتھس : میرا مطلب تھا کہ ایک جزو کل کی نمائندگی نہیں کر سکتا

مسٹر ایم اے جناح : بلاشبہ نہیں۔ اگر ایک بڑا حصہ باہر چلا جائے' لیکن کیا یہ جواز ہے یہ کہنے کا کہ اس لئے حکومت نے اس ایوان سے مشورہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کیوں نہیں؟

یہ وجہ نہیں ہے جناب والا! وجہ یہ ہے کہ حکومت ہند کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے۔ اصل وجہ یہ ہے اور اس ایوان کے پاس یہ کہنے کا کوئی اختیار نہیں "ہم ہند کے شریک جنگ ہونے کا اعلان نہیں کرتے" ہمارے پاس یہ اختیار نہیں ہے۔ یہ کتنی ہی بری بات کیوں نہ ہو' اور یہ ہمیں کتنا ہی برا کیوں نہ لگے' یہ ایک حقیقت ہے دستوری' قانونی اور واقعی حقیقت کہ ہندوستان برطانیہ عظمیٰ کا مقبوضہ اور اس کے زیر نگیں ہے۔ آپ کو اس سے مفر نہیں۔ کیا آپ ایک لمحے کے لئے بھی یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اس حکومت کو اور فضیلت مآب وائسرائے کو بھی جو تاج کے نمائندہ ہیں' یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس مجلس قانون ساز سے مشورہ کریں اور اس سے بھی بہتر کہ اعلان جنگ کے بارے میں اس کے فیصلے کی پابندی کریں؟ پھر ہنتے کیوں ہو؟ گمراہ کیوں کرتے ہو؟ ہمیں معلوم ہے کہ حکومت ہند یہ نہیں کر سکتی۔ اور یہ بات ختم ہو جاتی ہے۔ جنگ کا اعلان ہو چکا ہے۔ بہت اچھا۔ پس' اب جیسا کہ میں کہتا ہوں کہ میں گذشتہ افعال پر بحث نہیں کرنا چاہتا' مجھے معلوم ہے کہ ملک معظم کی حکومت اور ملک معظم نے اعلان جنگ کیا اور ہند نے اسے پسند کیا یا ہند نے اسے پسند نہیں کیا۔ ہند آمادہ ہے یا غیر آمادہ ہے' ہند اس میں ہے اور یہی ایک حقیقت ہے۔

اب میں اس ایوان کے معزز اراکین سے کہتا ہوں کہ وہ اس صورت حال کو اپنے ذہن میں رکھیں جو ہمیں درپیش ہے اور یہ ہے موجودہ صورت حال۔ اب ہمیں کرنا کیا چاہئے؟ جناب والا! یہ افسوسناک بات ہے کہ دوسری جانب سے وہ دلائل پیش کئے جا رہے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

پھر' اب کیا کرنا چاہئے؟ یہ ہے وہ سوال جو اس وقت ایوان کے سامنے ہے۔ پس اگر حکومت مجھے یہ بتانا چاہے اور یہ دلیل پیش کرے کہ اگر انگلستان کو شکست ہو جائے تو ہمارا کیا بنے گا' میرے دل میں خوف پیدا کرنا چاہے تو جو کچھ میں کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ انگلستان شکست کھا جائے۔ میں نے یہ کبھی نہیں کہا لیکن کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر انگلستان ہار جائے تو زیادہ نقصان کس کو ہو گا؟ تمہیں یا مجھے؟ اگر انگلستان کو شکست ہو جائے تو نہ صرف انگلستان اپنی حریت اور آزادی سے محروم ہو جائے گا' نہ صرف یہ کہ وہ نازیوں کے جوتے تلے آ جائے گا بلکہ اس کا کچھ بھی نہ بچے گا۔ کیا میں حکومت سے نہیں کہہ سکتا کہ آپ مجھ سے زیادہ خطرے میں ہیں۔ کیا اس سے ہمیں کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ آپ بے خبر اور ناخواندہ لوگوں میں

پروپیگنڈے کے لئے یہ کہہ سکتے ہیں۔ اوہو! اگر انگلستان کو شکست ہو جائے تو ہند کی صورت حال کیا ہو گی! آپ کی آزادی بلکہ آرزوئے آزادی یا ذمہ دار حکومت کی امنگ' آپ کا مذہب' آپ کے کلیسا اور آپ کی مساجد ڈھا دی جائیں گی! ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو۔ لیکن کیا یہ حربہ کامیاب ہو جائے گا یا اس کے جواب میں وہ بات تو نہ کہہ دی جائے گی جس کا میں نے ابھی ذکر کیا تھا؟

ایک اور دلیل بھی ہے جس کا رخ خصوصیت کے ساتھ اس ملک کے مسلمانوں کی جانب ہے۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ مسلم ممالک خطرے میں ہیں۔ بلاشبہ وہ ہیں۔ اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا لیکن جیسا کہ میں نے کہا ایک حکومت کو دراصل ذمہ دارانہ انداز میں سوچنا چاہئے۔ کیا آپ اس استدلال اور پروپیگنڈے کی بنا پر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بلاشبہ آپ پروپیگنڈے کے ذریعہ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن کچھ کام ایسے ہیں جو آپ محض خوف پیدا کر کے حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا صورت حال یہ ہے کہ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں' بلاخوف تردید' کہ شروع ہی سے ہم نے حکومت کی راہ میں کوئی رکاوٹ ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ آغاز ہی سے ہم نے کسی طرح بھی حکومت کو ہراساں نہیں کیا۔ ۴ ستمبر ۱۹۳۹ء سے لے کر اس سال کے ۲۹ ستمبر تک' جو ایک سال بنتا ہے ہم نے مذاکرات کے دوران کسی قسم کی کوئی دشواری حائل نہیں کی۔

میں اس ایوان کو مختصرا اور جس قدر جلدی سے میرے لئے ممکن ہے اہم واقعات سے روشناس کرا دینے کی اجازت چاہتا ہوں۔ تاج کے نمائندے نے ہند کے ممتاز نمائندوں کے ساتھ ملاقاتوں کے بعد اکتوبر ۱۹۳۹ء میں مجھے' مسٹر گاندھی اور بابو راجندر پرشاد صدر کانگرس کے ساتھ طلب کیا۔ اکتوبر میں نہ مجھے علم تھا' اور میں سمجھتا ہوں کہ نہ ہی مسٹر گاندھی یا بابو راجندر پرشاد کو کوئی علم تھا۔ جب ہم نے اکٹھے وائسرائے سے ملاقات کی تو فضیلت ماب کی طرف سے ایک تجویز آئی۔ وہ تجویز کیا تھی؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ سب کو اس کا علم ہے۔ میں ان کی تجویز کو چند جملوں میں آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔ جہاں تک صوبائی میدان کا تعلق یہ پورے طور پر دو بڑی جماعتوں کے ہاتھ میں تھا۔ یعنی کانگرس اور مسلم لیگ' اور اگر ہم صوبائی میدان میں کوئی تصفیہ کر سکیں تو وہ اپنی مجلس عاملہ میں توسیع کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ قانون کے تحت مجلس عاملہ کی رکنیت نہ محدود ہے اور نہ متعین۔ اس کی تعداد غیر محدود ہے۔ انہوں نے یہ پیغام دیا کہ اپنی مجلس عاملہ کی توسیع کے سلسلے میں وہ ہماری خواہشات پوری کرنے کی غرض سے اپنی پوری کوشش کرنے کیلئے آمادہ ہوں گے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا میں سمجھتا ہوں کہ معزز اراکین مجھے غلط نہیں سمجھیں گے۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ اس سے کانگرس کا مطالبہ پورا ہو رہا تھا' نہ ہی اس سے میرا

یا مسلم لیگ کا مطالبہ پورا ہو رہا تھا- جہاں تک ہمارے مطالبات کا تعلق ہے حکومت کے جواب سے ہم مطمئن نہیں تھے اور وہ مطمئن نہیں تھے- لیکن نکتہ یہ ہے کہ میں نے اس وقت کہا کہ ہم وائسرائے کی تجویز پر غور کرنے کو تیار ہیں- بدقسمتی سے مسٹر گاندھی نے وہیں اور اسی وقت اس کو مسترد کر دیا- وہ اس کی طرف دیکھنے کے بھی روادار نہیں تھے- فی الوقت یہ معاملہ وہیں ختم ہو گیا- فروری میں دوبارہ--- مجھے پتہ نہیں کہ کیا ہوا' میں صرف وہی کچھ کہہ سکتا ہوں جو اخبارات میں شائع ہوا--- وائسرائے کی اورینٹ کلب والی تقریر نے مسٹر گاندھی کو یہ پیغام دیا کہ ایک آبرو مندانہ مفاہمت کا جرثومہ موجود ہے- فروری میں ایک اور کوشش کی گئی' لیکن اس کا بھی وہی حشر ہوا- فروری سے اب تک کیا ہوا اس کا مجھے علم نہیں-

اب میں برطانوی حکومت کے بارے میں بات کرتا ہوں' کیونکہ' بہرکیف تاج کے نمائندے کو دراصل ملک معظم کی حکومت کی ہدایات ہی کو جامہ عمل پہنانا ہوتا ہے- بدیہی طور پر ایک سکوت طاری تھا- پھر آپ مسلم لیگ کو الزام کیوں دیتے ہیں؟ میں بہت سے لوگوں سے ایک بات سنتا ہوں- ان میں سے کچھ اس ایوان کے رکن ہیں اور کچھ نہیں ہیں "تم دونوں پر پھٹکار ہو" جو مسلم لیگ کیلئے ناروا ہے- اسے کانگرس کے ساتھ نتھی کر دینے سے زبردست قسم کی عدم واقفیت کا اظہار ہوتا ہے-

پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ اس کے بعد ہم نے سوچا کہ سارا معاملہ نیند کی وادی میں چلا گیا- لیکن ہندوستان کے مفاد میں--- اور میں نے یہ بات بہ تکرار کہی ہے--- یہ ہر ہندی کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ خطرے کی صورت میں ہمارے گھربار کے تحفظ کی خاطر ہند کے دفاع کو زوردار بنا دیا جائے- میں سمجھتا ہوں کہ جون میں ہم نے ایک قرارداد منظور کی صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ ہمارا رویہ کیا تھا- میں ایک چھوٹا سا پیراگراف پڑھتا ہوں :

"سنگین عالمی صورت حال ہر ہندی سے اپنے ملک کے دفاع کی خاطر سنجیدہ مساعی کی متقاضی ہے- مجلس عاملہ حکومت ہند سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ہر صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے باقاعدہ طریقے سے ملک کو منظم کرے- مجلس یہ کہنے پر مجبور ہے کہ صورت حال کے فوری تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ہند کے دفاع کے ضمن میں فضیلت مآب وائسرائے اور کمانڈر ان چیف نے جو تجاویز پیش کی ہیں اور چند صوبائی گورنروں نے جو بیانات دیئے ہیں' وہ قطعی طور پر ناکافی ہیں- لہذا یہ مجلس اپنے صدر کو اختیار دیتی ہے کہ وہ مساعی جنگ اور ہند کے دفاع کو تیز تر کرنے کی غرض سے امکانات کا جائزہ لینے اور ملکی وسائل کو مجتمع کرنے کیلئے فوری اور موثر اقدام کرانے کے ضمن میں وائسرائے کے ساتھ مذاکرات کریں- مجلس کی یہ رائے کہ جب تک نہ

صرف صوبائی سطح پر بلکہ ہند گیر سطح پر گہرے تعاون کی تسلی بخش بنیاد کے بارے میں حکومت اور مسلم لیگ اور ان دیگر جماعتوں کے درمیان' جو فوری خطرے کے پیش نظر ہند کے دفاع کے ضمن میں ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ ہوں' مفاہمت نہیں ہو جاتی اصل مقصد اور مدعا حاصل نہ ہو گا۔"

جناب والا! یہ ۱۷ جون کی بات ہے۔ پھر میں سمجھتا ہوں کہ کچھ ہو گیا اور ایسا لگتا ہے کہ اس توضیح کا بھرپور اثر ہوا۔ مجھے دراصل علم نہیں لیکن میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جیسے ہی قرارداد صدر دفاتر پہنچی' دوبارہ ایک اور اقدام کیا گیا۔ لیکن اس کا نتیجہ کیا رہا؟ نتیجہ یہ رہا کہ بدقسمتی سے کانگرس کی صورت حال دوبارہ بھی وہی رہی۔ میں تھوڑی دیر میں اس سے بھی نمٹوں گا کہ کانگرس کے ساتھ ہمارا رویہ کیا ہے' جب میں اس بات پر پہنچوں گا۔ یہ ہے ہماری صورت حال' کانگرس کی صورت حال بھی وہی ہے۔

میرے معزز دوست مسٹر جیمز نے بہت خوبصورت تقریر کی اور یہ اس کے بہت قریب پہنچ گئے جیسا کہ انہوں نے کہا کہ ہم اس کے بہت قریب پہنچ گئے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا اصول کو تسلیم کر لیا گیا اور یہ بات انہوں نے بالکل درست بیان کی۔ "مرکز اور صوبوں کی حکومتوں میں موجود صاحبان اختیار میں تعاون" یہ تسلیم ہے' پھر وہ مجھ سے کہتے ہیں : "اب آپ کیا کہتے ہیں؟" آپ ہمارے سامنے اپنی صورت حال کی وضاحت کیجئے۔ میں ان کی تقریر سے جو اخبارات میں شائع ہوئی' ایک چھوٹا سا اقتباس پڑھتا ہوں :

"وہ (یعنی مسٹر جیمز) سمجھتے ہیں کہ مسلم لیگ اصولی طور پر ملک معظم کی حکومت کے بیان کے اصول کو قبول کرنے کے بہت قریب پہنچ گئی تھی بہ استثنا چند تحفظات کے۔ لیکن وہ یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ کیا یہ حتمی بات ہے؟" حتمی کیا بات ہے؟ اصول تسلیم کر لیا گیا۔ پھر وہ آگے چل کر کہتے ہیں "کیا وہ تفصیلات کی خاطر اصول کو بھی خیرباد کہہ دیں گے؟"

ہم اصول کو تسلیم کرتے ہیں لیکن تفصیلات پر عملدرآمد کرتے وقت یہ بالکل تباہ بھی تو ہو سکتا ہے اور جب اطلاق کا معاملہ آئے تو کم ہوتے ہوتے یہ صفر بھی رہ سکتا ہے۔ اس معاملہ میں آپ تمیز کس طرح سے کر سکتے ہیں؟ اصول کو تو کم کرتے کرتے احمقانہ بات تک لایا جا سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں' کیا میں آپ کو ایک مثال دے سکتا ہوں۔ مجھے آپ کی امداد کی ضرورت ہے میں خطرے میں ہوں اور اسی طرح آپ بھی ہیں۔ ہم دونوں کو کتنا کتنا خطرہ لاحق ہے۔ ہم اس کا تعین نہیں کریں گے۔ ہم دونوں خطرے میں ہیں۔ میں جس قدر وسائل جمع کر سکتا ہوں لا کر میدان میں ڈھیر کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور میں کہتا ہوں کہ میں تیار ہوں آیئے ہم دونوں مل

کر اس خدشے اور خطرے کا مقابلہ کریں۔ ہم اکٹھے ڈوبیں یا تیر جائیں۔ یہاں تک تو سب ٹھیک ہے۔ لیکن اس تمام سرمائے کے باوجود جو میں باہر لا کر ڈھیر کرتا ہوں اس کے استعمال میں میری آواز بھی شامل ہو' اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ فتح میں حصے کی بات کا تو ذکر ہی نہیں! کیا میرا اس کے استعمال میں کوئی حصہ نہیں ہونا چاہئے؟ کوئی آواز' کوئی رائے کہ اسے کس طرح استعمال کیا جائے اور مشترکہ ادارے کو کس طرح چلایا جائے؟ جواب ہے "اوہو' نہیں' اسے جیسا میں چاہوں گا استعمال کروں گا۔"

پھر جب میں ذرا مناسب آواز میں ضد کرتا ہوں کہ مجھے مناسب حصہ چاہئے' میری مناسب آواز ہونی چاہئے تب آپ کہتے ہیں : اچھا میں آپ کو شریک کار بنا لیتا ہوں تاکہ آپ کی آواز ہو ایک حصہ ہو اور اس معاملہ میں کچھ بول سکیں' میرا حصہ کیا ہو گا؟ میں آپ کے نمائندوں کو دو نوکریاں دے دوں گا! اس نگران ادارے میں کل کتنے لوگ ہوں گے؟ "یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا۔" اس ادارے میں اور کون آ رہا ہے؟ "یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا" قلمدان کیا ہوں گے؟ "یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا!" فی الحقیقت اس کے معنی یہ ہیں' اگر اسے مختصرا بیان کیا جائے۔ "میں آپ کو اپنا شریک کار بنا لیتا ہوں لیکن میں آپ کو آپ کے حصے کے طور پر صرف ایک پائی دیتا ہوں۔ اس صورت میں آپ کو نام کے لئے میری شراکت کی کیا ضرورت ہے؟ مسٹر ایمرِی کاروباری آدمی ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ کاروبار ہے؟

پھر مسٹر ایمرِی دوبارہ کہتے ہیں : "تاہم جنگ چلانے کے بارے میں مسلم لیگ نے اپنی صورت حال واضح کر دی ہے۔" مجھے مسرت ہے کہ ہم نے اپنی صورت حال واضح کر دی ہے پھر مسٹر ایمرِی نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے میرا حوالہ دیا "مسٹر جناح نے اپنی یوم عید کی تقریر میں کہا کہ ماضی میں برطانوی حکومت کے کرتوت چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہوں ہند کے مفاد میں مسلمانوں کا یہ فرض ہے۔" یہ بالکل درست نہیں ہے۔ میں نے "فرض" نہیں کہا۔ میں نے کہا تھا کہ ہمیں یقین ہے کہ ہند کے مفاد میں ہمیں ان کی حمایت اور ان کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے تاکہ ہمارے گھربار کی حفاظت ہو سکے۔

پھر جب میں نے ان سے کہا کہ آگے بڑھیں تو انہوں نے کہا "باقی میرے پاس نہیں ہے۔" جناب والا! درحقیقت ان معاملات پر میں اس ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یہ اہم بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر مسٹر ایمرِی نے میری پوری تقریر پڑھی ہوتی تو وہ اپنی گفتگو اس بات پر ختم نہ کرتے وہ یہ کہتے ہیں "میری تقریر کا حوالہ دینے سے ان کا واحد مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ میزانیہ پر مسلم لیگ کے قائد کی تقریر کا انتظار یہ دیکھنے کے لئے کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے اپنی

عید کی تقریر میں جس "فرض" کی طرف اشارہ کیا تھا وہ اسے کس طرح نبھاتے ہیں؟"

کیا میں مسٹر جیمز سے یہ اپیل کر سکتا ہوں کہ وہ میری طرف رخ کرنے کی بجائے اپنا رخ اس جانب کریں' اور ان سے دریافت کریں کہ وہ اس اصول کو کس طرح جامہ عمل پہنانا چاہتے ہیں؟ جسے' آپ نے درست فرمایا کہ مسلم لیگ نے قبول کر لیا تھا؟ اور میں نے جمعہ کے روز عید سے ایک دن قبل جو کچھ کہا تھا وہ یہ ہے :

"ہمیں یقین ہے کہ ہند کے مفاد میں' ماضی میں برطانوی حکومت کے افعال خواہ کچھ بھی رہے ہوں' ہمیں ان کی حمایت کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے کیونکہ اب ہم ایک ہی کشتی میں سوار ہیں اور اس صورت میں کہ جنگ ہندوستان کے ساحلوں تک پہنچ جائے ہمیں اپنے گھربار کی حفاظت کی خاطر ہر طرح کی تیاری کرنی چاہئے۔ مسلم لیگ نے ہمیشہ یہ بات واضح کی ہے کہ ہم افرادی قوت' خون اور دولت دینے کے لئے تیار ہیں لیکن برطانوی حکومت حقیقی اختیارات کے ساتھ ہمارے تعاون کی خواہاں نہیں ہے" میں ان الفاظ کو دہراتا ہوں۔۔۔ "حقیقی اختیارات" ۔۔۔ میں مسٹر جیمز سے کہتا ہوں کہ اگلی مرتبہ وہ حزب اقتدار سے خطاب کریں۔۔۔ حکومت میں' اور جو پیشکش انہوں نے کی وہ برائے نام اختیارات میں شراکت کی تھی۔ مسلم ہند کو ملانے میں یہ ہماری مشکل ہے۔ انہیں حکم تو نہیں دیا جا سکتا کہ وہ جنگ چلانے کے لئے "دلی حمایت پیش کریں۔" شاید حکومت معقول طریقے سے ہمیں جواب نہیں دے رہی۔ کیونکہ وہ کانگرس سے خوفزدہ ہے۔ یا یہ ہو گا کہ وہ ہم پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اب میں ایک اور وجہ کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں' یا یہ ہو سکتا ہے جیسا کہ قائد ایوان نے کہا کہ اب انگلستان مستحکم ہے اور ہم حکومت ہند کی جنگ کی مساعی کو نہ بہت زیادہ روک سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھا سکتے ہیں لہٰذا اس کی ضرورت ہی نہیں۔

پھر میں نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا "لیکن یہ صرف میرے اندازے ہیں۔ صرف اللہ ہی کو علم ہے کہ اصل سبب کیا ہے۔ وہ ہمیں اطمینان بخش جواب کیوں نہیں دے رہے۔"

جناب والا! یہ رہی ہے ہماری صورت حال شروع دن سے اور یہی ہے صورت حال آج کے دن۔ اب ہم سے کہا جاتا ہے ہم رقوم کی منظوری دے دیں۔ جناب والا جب تک یہ جنگ جاری ہے اور جب تک کہ حکومت ہند کو اس جنگ کیلئے مساعی کو جاری رکھنا ہے یہ بدیہی بات ہے کہ آپ پیسے کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ ہمیں شکر ادا کرنا چاہئے کہ ابھی تو صرف ۶ کروڑ کا ہی مطالبہ ہے لیکن ہم اس مسودہ قانون کی معقولیت کا نہ اندازہ لگا سکتے ہیں نہ اس کا جائزہ لے سکتے ہیں اور فی الحقیقت ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں کہ آپ اسے کیسے صرف کریں گے

اور آپ نے کیا کیا وعدے کر رکھے ہیں۔ ہماری کوئی آواز نہیں' کوئی رائے نہیں' کوئی حصہ نہیں' نظر نہیں ڈال سکتے' نگرانی نہیں کر سکتے کہ آپ نے کیا کیا ہے یا کیا کریں گے؟ ہمیں متعدد شکایات ہیں۔ ان کی بنیاد ہو سکتی ہے اور بنیاد نہیں بھی ہو سکتی کہ رسد کا محکمہ کیسے کام کر رہا ہے' فوج کا محکمہ کیسے کام کر رہا ہے۔ یہ اور وہ محکمہ کیسے کام کر رہا ہے۔ شک شبہ اور بداعتمادی ہے اور لوگ سوچتے ہیں کہ آپ پس پردہ کیا کر رہے ہیں؟

جناب والا : میں آپ سے کہتا ہوں کہ اس نازک مرحلے پر بھی' اگر حکومت خلوص دل سے چاہتی ہے' اگر وہ واقعی سنجیدہ ہے' اگر وہ واقعی ہمارے تعاون اور دوستی کا ہاتھ تھامنا چاہتی ہے. تو آبرومندانہ بنیاد پر تھام لے۔ جیسا کہ مسٹر ایمرے نے کہا ان کا واقعی مقصد مجلس عاملہ میں توسیع کرنا تھا' سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کو مجلس عاملہ میں لینا تھا۔ اچھا اور خوب' اس سے عوام کا اعتماد بحال ہو جائے گا۔ پھر یہ دیکھیں گے کہ وہی نمائندے اس ایوان کے اندر اور اس کے باہر لوگوں کے سامنے اس امر کی وضاحت کرنے میں آزاد ہوں گے کہ کیا ہو رہا ہے۔ لیکن اس وقت حکومت اور اس کا نظم و نسق کیتا" ایک سربمہر کتاب کی طرح ہے' اور مسٹر ایمرے کیا کہتے ہیں؟

"دوسری طرف وائسرائے کی پیشکش سے ہندی رہنماؤں کو ایک موقع ملتا ہے کہ وہ اپنے متعدد مواقف کو متاثر کئے بغیر حکومت ہند میں ایک موثر اور اہم حصہ لے سکتے ہیں اور جنگ چلانے کے ضمن میں اپنا اثر ڈال سکتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کسی چیز کا پابند بھی نہیں کریں گے ماسوا اس کے کہ وہ موجودہ ہنگامی صورت حال میں ہند کی حفاظت اور بہتری اور ایک مشترکہ مقاصد کے لئے جس پر وہ بھی یقین رکھتے ہیں ساتھ مل کر کام کریں گے۔"

فی الواقعی یہ ہے صورت حال مسلم لیگ کی۔ کیا آپ ہم سے توقع کر سکتے ہیں کہ ہم رسد کے مطالبات زر کے حق میں رائے دیں گے جس کے اخراجات اور استعمال میں ہماری کوئی رائے نہیں' کوئی آواز نہیں' کوئی حصہ نہیں' کوئی اختیار نہیں' کوئی نگرانی نہیں؟ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کس طرح معزز اراکین ایک کے بعد دوسری تقریر کیے جاتے ہیں جن میں جذبات سے اپیل کی جاتی ہے اور لیکچر دیئے جاتے ہیں اور مقالات پڑھے جاتے ہیں۔ میں حزب اقتدار سے کہتا ہوں' میں یوروپین گروپ سے کہتا ہوں آپ لوگ سر جوڑ کر کیوں نہیں بیٹھتے اور ان لوگوں میں بھی تھوڑی سی سوجھ بوجھ پیدا نہیں کر دیتے جو اس وقت برسراقتدار ہیں۔ میرے ایک معزز دوست ہیں سر ہنری گڈنے جو نہایت فصیح انداز میں مجھ سے اپیل کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے مجھے ایک تار بھیجا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ وہ آخری مورچے تک میرے ساتھ رہیں گے۔ دوبارہ انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ وہ آخری مورچے تک میرے ساتھ رہیں گے۔

لیکن اپنی تقریر کے ذریعے انہوں نے مجھے پہلے ہی آخری مورچے میں دھکیل دیا ہے۔ آیئے ہم پہلے مورچے میں چلتے ہیں اور وہاں وہ ان لوگوں کا سامنا کریں مجھ سے اپیل کرنے کی بجائے.....

لیفٹیننٹ کرنل سر ہنری گڈنے : میں نے ان کا سامنا کیا ہے۔

مسٹر ایم اے جناح : آپ نے نہیں کیا۔ آپ ان سے کیوں نہیں کہتے؟

سر گڈنے : میں نے کیا ہے۔

مسٹر ایم اے جناح : نہیں آپ نے نہیں کیا۔ میں آپ کی پوری تقریر کے دوران یہیں تھا۔

جناب والا! کمزور جماعت کو لیکچر پلانا ایک ریت بن گئی ہے اور آپ کمزور جماعت کو لیکچر پلانے کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ اب میں کہتا ہوں اور میں دوبارہ مسٹر جیمز سے کہتا ہوں۔ یاد رکھیں ہماری قرارداد نے اس مخصوص پیشکش کو مسترد کیا تھا۔ مسلم لیگ کے دروازے ابھی بھی کھلے ہیں لیکن ہم فی الحقیقت اور ممکنہ طور پر رسد کے مطالبہ زر کے حق میں رائے نہیں دے سکتے جس کے اخراجات میں ہماری کوئی رائے نہیں' کوئی حصہ نہیں' کوئی نگرانی نہیں۔

پھر ہمیں بتایا جاتا ہے—— اور یہ ان کی آخری دلیل ہے' ایک واحد دلیل—— باقی ماندہ تو خوشامد ہے حکومت کی حمایت کرنے کے لئے—— کیا ہو گا اور سب کچھ لیکن سب سے آخری یہ ہے—— کہ اگر ہم اس مسودہ قانون کو شکست کھا جانے دیں—— اور بلاشبہ کانگرس اسے مسترد کرنے پر تلی بیٹھی ہے—— تو اس کا بیرون ملک کیا تاثر ہو گا؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کانگرس حکومت کو شکست دینے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو یہ میرا قصور نہیں۔ یہ آپ کے دستور کی خامی ہے۔ آپ نے اس دستور کو وضع کیا ہے۔ آپ اسے چلا رہے ہیں۔ اس چوبی' طوفان کا سدباب کرنے والی حکومت کو قرنوں سے—— اور اب آپ چپڑی اور دو دو نہیں لے سکتے۔ یہ آپ کا دستور ہے۔ یہ آپ کا ساختہ ہے۔ لیکن مجھ سے کہا جاتا ہے کہ : "مگر اس کا بیرون ملک برا اثر پڑے گا۔" جب آپ کہتے ہیں "برا اثر بیرون ملک" کہاں اور کیا برا اثر؟ جناب والا! مجھے کہنے دیجئے کہ جو یہ برا اثر پیدا کرنا چاہتے ہیں انہوں نے اس کا باقاعدہ حساب کتاب لگا لیا ہے۔ اگر آپ چند ووٹوں سے جیت بھی جائیں۔ اگر مسلم لیگ آپ کی راہ داری میں چلی بھی جائے تو انہوں نے جو بیرون ملک لوگ ہیں' انہیں پہلے ہی اطلاع دے دی ہے کہ منتخب اراکین کی اکثریت اس کے خلاف ہے اور امریکہ میں کون بے وقوف ہے اور جرمنی میں کون بے وقوف ہے جو آپ کے دستور سے واقف نہیں؟ جو اس مجلس قانون ساز کی نوعیت اور اس کے کردار سے آگاہ نہیں ہے وہ کون شخص ہے جو اس قدر پریشان ہو جائے گا کہ آپ اس کے باعث جنگ ہار جائیں گے کیوں کہ میزانیہ مسترد ہو گیا؟

چلیئے میں دلیل کے طور پر فرض کئے لیتا ہوں—— یہ فرض کرتے ہوئے کہ اس سے پریشانی ہو گی۔ اگرچہ میں ایسا نہیں سمجھتا اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ غیر ضروری طور پر بہت زیادہ اہمیت دے رہے ہیں۔ لیکن اگر اس سے آپ کو پریشانی لاحق ہو سکتی ہے تو آپ مجھ سے کس طرح توقع کرتے ہیں کہ میں آپ کی حمایت کروں؟

ملحوظ خاطر رہے' میں یہ نہیں کہتا کہ میں گورنر جنرل کی مجلس عاملہ میں توسیع کے اصول کو تسلیم کر لینے سے مطمئن ہوں۔ لیکن یہ میرے پوری طرح مطمئن ہونے کا سوال نہیں ہے۔ سولہ آنے کسے ملتے ہیں اور بالخصوص—— باور کیجیے۔ جب آپ خطرے سے دوچار ہوں' یہ کسی بھی جماعت کے لئے دانشمندی کی بات نہیں کہ وہ غیر معمولی مطالبات پیش کر دے۔ کیونکہ نہ تو یہ درست ہے اور نہ یہ کاروبار' اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے کبھی ایک لفظ نہیں کہا کہ اس سے قبل کہ میں آپ کی حمایت کروں آپ مجھے پاکستان دے دیجئے اور باور کیجئے کہ میرے کانگرسی دوست خواہ کچھ بھی کہیں' ہم نے حتمی طور پر عزم کر رکھا ہے کہ یہ ہماری واحد منزل ہے اور ہم اس کے لئے لڑیں گے۔ اس ضمن میں کسی غلط فہمی میں نہ رہئے۔ جمہوریت مر چکی ہے۔ مسٹر ڈیسائی کی قسم کی جمہوریت۔ ہم تعداد میں کم ہو سکتے ہیں اور ہم ہیں۔ لیکن ہم پریشان کر سکتے ہیں۔ میں جرات سے کہہ سکتا ہوں' اور شاید آپ کو اس کا علم نہ ہو مگر مجھے ہے اور میں یہ بات دھمکی کے طور پر نہیں کہہ رہا بلکہ آپ کے لئے اطلاع کے طور پر کہہ رہا ہوں کہ ہم آپ کو پریشان کر سکتے ہیں۔ کانگرس سے سو گنا زیادہ اگر ہم اس کی خواہش یا تہیہ کر لیں۔ لیکن ہم ایسا چاہتے نہیں۔ آپ یہ محسوس کریں گے۔ لیکن ہم اب بھی ایسا نہیں چاہتے۔

مستقبل—— ہم مستقبل کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ وہ جو شکل اور صورت بھی چاہے اختیار کرے۔ لہٰذا جہاں تک کہ حکومت کا تعلق ہے یہ ہے صورت حال مسلم لیگ کی۔

میں اپنے کانگرسی دوستوں کے بارے میں صرف چند لفظ کہنا چاہتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میں انہیں یہ بتا دوں کہ میں کیا سوچتا ہوں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ مجھ سے اتفاق کریں یا اتفاق نہ کریں' لیکن جیسا کہ مسٹر ڈیسائی نے بجا طور پر کہا ہے کہ ہمیں حقائق کا سامنا کرنا چاہئے۔ صورت حال کیا ہے؟ میں اسے مختصر طور پر بیان کروں گا۔ مسٹر ڈیسائی نے مجلس عاملہ (کانگرس) کا ایک بیان پڑھا انہوں نے کہا کہ یہ ۱۰ ستمبر کا ہے۔ میں نے مداخلت کی۔ کیونکہ میرے ریکارڈ کے مطابق یہ ۱۴ ستمبر کا تھا۔ میری خواہش ہے کہ صحیح تاریخ مل جائے۔ مسٹر ڈیسائی کہتے ہیں ۱۰ تاریخ کا ہے' اور میں اسے قبول کرتا ہوں۔

مجلس عاملہ کے ۱۰ ستمبر کے بیان کے بعد وہ قرارداد یا بیان آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے سامنے

رکھا گیا اور اس کمیٹی نے گذشتہ سال ۱۰ اکتوبر کو ایک قرارداد منظور کی۔ اس قرارداد میں ایک اعلان کیا گیا ہند کی خودمختاری اور آزادی کے بارے میں' اور ایک بالغ حق رائے دہی کے تحت منتخب شدہ مجلس دستور کے ذریعہ اپنا دستور آپ وضع کرنے کے حق کے ضمن میں' اقلیتوں کیلئے خصوصی طریقہ انتخاب اور اقلیتوں کے اطمینان کے مطابق اقلیتوں کیلئے تحفظات سمیت۔

اور اگرچہ میرے پاس وقت کی کمی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مجھے ایوان کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دینا چاہئے اور میں آپ کو اور اپنے کانگرسی دوستوں کو بتاتا ہوں کہ ان کے تحت الشعور میں اب بھی یہ خیال جاگزیں ہے کہ کانگرس' اور تنہا کانگرس' اس ملک کی' ہند کے عوام کی' ہندی قوم کی (وغیرہ وغیرہ) نمائندگی کرتی ہے اور یہ کہ وہ واحد ترجمان ہیں اور یہ کہ مسلمان اور دیگر اقلیتیں ہیں۔ میں اس ایوان میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی مفاہمت نہ ہونے کا سبب یہی ہے—— کانگرسی رہنما مجھے یہ کہنے پر معاف فرمائیں گے کہ کانگرس ایک ہندو تنظیم ہے۔ وہ خواہ کچھ بھی کہیں—— یہ کہ ہندو رہنما اور کانگرسی رہنماؤں کے تحت الشعور میں ہمیشہ یہ بات رہی ہے کہ مسلمان کانگرس کے قبیلے اور ہندو راج کے اندر آئیں گے اور وہ جائز طریقے سے جو مطالبہ کر سکتے ہیں وہ ہے صرف ایک اقلیت کی حیثیت سے تحفظات! جبکہ میں کانگرس کے شرفاء اور نیشنلسٹ کانگرس پارٹی کے اراکین کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے تحت الشعور میں ہمیشہ جو بات رہی ہے—— اور اس میں گذشتہ پچیس برس کے دوران کوئی فرق واقع نہیں ہوا—— وہ یہ ہے کہ وہ علیحدہ سے موجود ہیں......

مسٹر ایم ایس اینے : کم از کم ۱۹۲۰ء سے قبل تو مسٹر جناح کا یہ خیال نہیں تھا۔

مسٹر ایم اے جناح : ۱۹۱۶ء سے' میثاق لکھنؤ دو وجودوں کے بنیادی اصول پر مبنی تھا۔

مسٹر ایم ایس اینے : میں وہاں تھا۔

مسٹر ایم اے جناح : ہو سکتا ہے کہ میرے دوست وہاں ہوں۔ لیکن اس وقت وہاں ان کا کوئی ذکر اذکار نہیں تھا۔ یہ خیال تھا مسلمانوں کے ذہن میں' اور دوسرا خیال تھا ہندو رہنماؤں کے ذہن میں۔ بنیادیں مختلف تھیں اور میں اپنے دوستوں کے سامنے ایک ثبوت اور پیش کرتا ہوں کیونکہ مجھے درمیان میں ٹوک دیا گیا۔ ایسا کیوں ہے——؟ آپ کو علم ہے یا نہیں ہے ایسا کیوں ہے کہ مسلمانوں نے سندھ کی علیحدگی پر اصرار کیا؟ آپ کو علم ہے کیا آپ کو علم ہے کہ اس شخص (مولانا محمد علی) نے جو اس وقت کانگرس کا فدائی تھا' کہا تھا—— "ہمیں کراچی سے کلکتہ تک راہداری چاہئے" کیا آپ کو یہ یاد ہے؟ ایسا کیوں ہوا کہ آپ میں سے کچھ نے سندھ کی علیحدگی کی نہایت سختی کے ساتھ مخالفت کی۔ بلاشبہ ظاہری اسباب مختلف ہیں۔ لیکن اصل اسباب کا ہمیں علم ہے۔

بظاہر سبب مالی ہے' یہ ہے وہ ہے۔ آپ نے کہا کہ سندھ بمبئی کے ساتھ بہتر رہے گا۔ یہ سندھ کے مفاد میں نہیں ہے کہ اسے علیحدہ کر دیا جائے' وغیرہ وغیرہ۔

مسٹر لال چند نول رائے : کیا اب یہ سندھ کی بدقسمتی نہیں؟

مسٹر ایم اے جناح : میرے عزیز دوست اب تو یہ ہماری سب کی بدقسمتی ہے۔ اس وقت تو کوئی بھی خوش قسمت نہیں۔ میں تو صرف اپنے اس نکتے کو ثابت کرنے کے لئے اشارے دے رہا ہوں کہ یہ بات مسلم ہند کے تحت الشعور میں تھی اور وہ بات ہندو ہند کے تحت الشعور میں' اور دونوں مختلف تھیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم اس لمحے تک کسی تصفیے پر نہیں پہنچ سکے۔

میں اپنے دوست ڈپٹی لیڈر (کانگرس پارٹی) مسٹر ستیہ مورتی کی تقریر سے ایک حوالہ دیتا ہوں اور یہ زیادہ دور کی بات نہیں۔ گذشتہ مئی میں مسٹر ایمرے کے بیان کے بعد' مسٹر ستیہ مورتی نے یہ کہا کہ اس کی آزمائش کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مسٹر ایمرے کی اہلیت اور ان کے خلوص کی آزمائش یہ ہو گی کہ وہ مسلم لیگیوں سے یہ کہہ دیں' کوئی پاکستان نہیں' کوئی مخلوط وزارتیں نہیں' کوئی ناممکن تحفظات نہیں' آپ کو اکثریت کے ساتھ تصفیہ کرنا ہو گا' ایک بار وہ یہ کہہ دیں باقی سہل ہو جائے گا......"

ایک معزز رکن : یہ کون کہتا ہے؟

مسٹر ایم اے جناح : مسٹر ستیہ مورتی۔ وہ کہتے ہیں کوئی مخلوط وزارتیں نہیں کوئی ناممکن تحفظات نہیں۔ آپ کو اکثریت کے ساتھ تصفیہ کرنا ہو گا۔ میرے دوست کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہمارے رحم و کرم پر چھوڑ دیجئے۔

مسٹر ستیہ مورتی : نہیں' نہیں۔ میں نے یہ نہیں کہا۔

مسٹر ایم اے جناح : میرے دوست کی آزمائش تو یہی ہے۔

مسٹر ستیہ مورتی : میں نے یہ نہیں کہا۔

مسٹر ایم اے جناح : جناب والا! میں کہتا ہوں کہ یہ ذہنیت ہے کانگرسی رہنماؤں کی۔

مسٹر ستیہ مورتی : بالکل نہیں۔

مسٹر ایم اے جناح : اور میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ یہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہے۔ مسٹر ستیہ مورتی مسٹر ایمرے سے کہتے ہیں : "ان سے کہہ دیجئے کہ اکثریت کے ساتھ معاملہ کیجئے" پس' میں جرات سے کہتا ہوں' میں مسٹر ایمرے سے بھی خوف زدہ ہو گیا ہوں۔ کیونکہ کانگرس کے لوگ اپنا چاقو تیز کر رہے ہیں۔ عدم تعاون کر رہے ہیں اور تحریک سول نافرمانی کی اور اسے شروع کرنے کی تیاری۔ یہ حکومت اور برطانوی حکومت۔ اگر میں کہہ سکوں۔۔۔۔

پریشان ہو گئی ہیں اور میں ڈرنے لگا ہوں اور کانگرس سوچتی ہے کہ اپنی مضبوطی کے باوصف آپ کو مجبور کر دیا جائے اور آپ سپرانداز ہو جائیں۔

لیکن پھر ۸ اگست کا بیان آیا اور پھر مسٹر ایمرے کی تقریر۔ اب یہ اہم بات ہے۔ میں نہیں کہتا کہ برطانوی حکومت کچھ اور کر سکتی تھی۔ اگر وہ کچھ اور کرتی اگر وہ مسلمانوں کو مجبور کرنے میں فریق بن جاتی۔ اگر وہ مسلمانوں کو اور دیگر اقلیتوں کو کانگرس کے رحم و کرم پر چھوڑنے میں ایک فریق بن جاتی تو وہ اس ملک کی تاریخ میں ایک غیر آبرومندانہ ریکارڈ چھوڑ دیتی۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا؟ درحقیقت اسی پر میرا کانگرس کے ساتھ اختلاف ہے۔ وہ ہندوستان کی آزادی نہیں چاہتے۔ مسٹر گاندھی نے جو کچھ کہا ہے میں اسے پڑھتا ہوں۔ وہ جو کچھ چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ برطانیہ کے زیر سایہ اور زیر سرپرستی اقتدار' تاکہ وہ مسلمانوں اور باقی اقلیتوں پر حکمرانی کر سکیں۔ مسٹر گاندھی خود یہ کہتے ہیں اور یہ وہ معاملہ ہے جس پر میں اتفاق نہیں کر سکتا۔ مجھے یقین ہے اور مجھے اطمینان ہے کہ یہی ان کا مقصد اور غرض ہے۔

۲۹ اکتوبر کو انہوں نے جو مضمون لکھا وہ اس کا مثبت ثبوت ہے۔ مسٹر گاندھی کے مضامین اور ان کی تقاریر سے آپ کسی بھی تجویز کی تائید حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ دہلی کے کاہن کی مانند ہیں۔ لیکن مسٹر گاندھی کو سمجھنے کے لئے آپ کو مطالعہ کرنا ہو گا اور معاملے کی گہرائی میں جانا ہو گا۔ یہ ہے وہ جو مسٹر گاندھی نے گذشتہ سال ۲۹ اکتوبر کو وائسرائے کی پیشکش کو مسترد کر دینے کے بعد کہا: "اگر آج انگریز ہند سے رخصت ہو جائیں۔ پنجاب سے پنجابی—— دیانتداری سے انہیں مسلمان کہنا چاہئے تھا—— اور مشرق سے گورکھے ملک کو تباہ کر دیں گے۔ لہٰذا اگر کوئی بھی ایسا ہو سکتا ہے جو ہند میں انگریز کی برتری کو برقرار رکھنے کا خواہاں ہو گا" —— ان الفاظ کو ملحوظ رکھئے—— "لہٰذا اگر کوئی بھی ایسا ہو گا جو ہند میں انگریز کی برتری کو برقرار رکھنے کا خواہاں ہو گا تو وہ صرف کانگرس ہو سکتی ہے۔"

ایک معزز رکن : مہربانی کر کے پڑھتے جایئے۔

مسٹر ایم اے جناح : میں پڑھ رہا ہوں۔ میں نے اس کا آپ سے کہیں زیادہ مطالعہ کیا ہے۔

اب اس کا دوسرا موثر حصہ آتا ہے: "یہ ہند کے لوگوں اور ان ہندوؤں کی' جو اکثریت کے باوجود کمزور ہیں' واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔"

میں اس ایوان سے دریافت کرتا ہوں' میں کسی بھی ذہین آدمی سے دریافت کرتا ہوں کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ گذشتہ سال ۲۹ اکتوبر کو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے ۱۰ اکتوبر کی قرارداد کے بیس دن سے بھی کم عرصے میں مسٹر گاندھی یہ مضمون لکھتے ہیں۔ قرارداد—— اگر آپ اس پر

دیانتداری کے ساتھ یقین رکھتے ہیں— مکمل آزادی کا مطالبہ کرتی ہے اور ہند کے عوام کا اصول بالغ رائے دہی کے تحت منتخب مجلس دستور ساز کے ذریعہ اپنا دستور خود وضع کرنے کا حق مانگتی ہے۔ لیکن یہاں اس کا مطلب کیا ہے؟ وہ برطانوی حکومت سے کہتے ہیں : "آپ میرے ساتھ مفاہمت کر لیجئے۔ میں یہاں آپ کی برتری برقرار رکھنے کے ضمن میں پنجابیوں اور گورکھوں کے مقابلے میں زیادہ خواہشمند ہوں۔" مسٹر گاندھی ۱۰ اکتوبر کی فنکارانہ قرارداد پر ایمان لے آئے تھے' مکمل ایمان۔ جب انہوں نے یہ محسوس کر لیا کہ یہ چال کامیاب نہیں ہو گی اور جب انہوں نے یہ محسوس کر لیا تو وہ ایمان لے آئے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ ان تمام اور ہر قسم کی بیماری کی دوا ہے جس میں ہند کے لوگ مبتلا ہیں۔ دوا کیا تھی؟ مجلس دستور ساز۔ یہ چلتا رہا جب اس مجلس دستور ساز کی پٹائی ہوئی اور وہ رحلت کر گئی تب ہم اس بات پر پہنچے جس پر قائد حزب اختلاف نے آج بہت زیادہ زور دیا— میں سمجھتا ہوں کانگرس کی قرارداد دہلی' وہ کیا ہے؟ انہوں نے صرف اس کے ایک جزو کا ذکر کیا ہے انہوں نے پہلے جزو پر زور نہیں دیا۔ اس کا پہلا جزو— اگر میں غلط ہوں تو براہ کرم میری اصلاح کر دیجئے۔ "ہند کی مکمل آزادی اور خودمختاری کا اعلان کرنا ہے۔ مجلس دستور ساز کے ذریعے اپنا دستور خود وضع کرنے کے حق سمیت۔" وغیرہ وغیرہ اور ملحوظ رہے کہ یہ عطفی ہے "اور" یا نہیں ہے "مرکز میں عبوری قومی حکومت جو اس ایوان کے منتخب اراکین کے سامنے ذمہ دار ہو۔"

خوبصورت ! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ میرے لئے اس سے زیادہ دلفریب ہے جتنی آپ کے لئے دلفریب ہے۔ اور میں نے اس کا خواب دیکھا' جب میں اکیس برس کا لڑکا تھا۔ یہ مجھے بہت دلفریب لگتی ہے۔ لیکن اس ایوان اور ملک میں صورت حال بدل گئی ہے۔ قائد حزب اختلاف نے کہا "ایک قومی حکومت کا مطلب جمہوری اکثریت کی حکومت نہیں ہے۔" میں بخوبی سمجھتا ہوں۔ اس کی وضاحت کر دی گئی اگرچہ لفظ "قومی" گمراہ کن ہے۔ تاہم ہم اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں دیں گے۔ ہم ہمیشہ یہ دیکھتے ہیں کہ کانگرس کی قراردادیں منظور کی جاتی ہیں میوکمہ اور متاشکرا جیسے شارحین آگے بڑھتے ہیں اور شرح بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے تاآنکہ آپ اصل متن بھول جاتے ہیں۔ بلاشبہ ہمارے پاس شارحین کی حیثیت سے بہتر فضلا موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ۔"قومی حکومت" کا مطلب ہے "مرکب حکومت۔" کیا میں درست ہوں؟

مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی : ہاں۔

مسٹر ایم اے جناح : مخلوط اگر آپ پسند کریں' اس کا مطلب ہے کہ کابینہ تمام جماعتوں سے لی

جائے گی۔

مسٹر بھولا بھائی جے۔ ڈیسائی : مسٹر ایمرے نے جو کچھ کہا۔۔۔ انگلستان کی حکومت، کم از کم اسی سے انہوں نے موازنہ کیا تھا۔

مسٹر ایم اے جناح : مسٹر ایمرے نے اسی تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ آپ کی حکومت ایسی تو نہیں ہو سکتی جیسی ان کی انگلستان میں ہے۔ مسٹر ایمرے نے یہ بھی کہا تھا "ہند ان معنوں میں وحدانی نہیں ہو سکتا۔ جس میں ہم اس جزیرہ میں ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ ایک وحدت ہو سکتا ہے۔ ہند کے مستقبل کے ایوان آزادی میں بہت سی حویلیوں کی گنجائش ہو گی۔" مسٹر ایمرے نے وہ بھی کہا تھا پھر کیا قرارداد کا پہلا جزو غائب ہو گیا۔ آپ کو اعلان کی ضرورت نہیں رہی۔۔۔ ایک اعلان فوری طور پر مکمل آزادی اور خودمختاری کے بارے میں، ہند کے لوگوں کے ایک مجلس دستور ساز کے ذریعہ اپنا دستور آپ وضع کرنے کے حق سمیت۔ کیا وہ بھی ختم ہو گیا یا باقی ہے؟

مسٹر ایم ایس اینے : ایک تشریح میں کہا گیا تھا یہ اعلان کرانے کا حق تھا۔

مسٹر ایم اے جناح : آپ برطانوی حکومت سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ اسی وقت اور فی الفور آزادی کا اعلان کر دیا جائے۔

مسٹر ایم ایس اینے : میں اس پر مسٹر راج گوپال اچاریہ کی تشریح پیش کر رہا ہوں۔

مسٹر ایم اے جناح : یہی ایک مصیبت ہے (تقریر میں مداخلت) ایک اور تشریح۔

لیکن جناب والا! میں کہتا ہوں کہ اگر کانگرس کے پاس کوئی قطعی اور قابل عمل تجویز ہے تو ہم اس پر غور کرنے کیلئے آمادہ ہیں۔ لیکن وہ نہیں جو انہوں نے پیش کی ہے۔ کیونکہ ہم نے بار بار کہا ہے، میں نے کہا ہے، لیگ نے بھی اپنی قراردادوں میں یہی کہا ہے کہ یہ مطالبہ غیرواضح اور بالکل ناقابل عمل اور مسلم ہند کے اہم مفادات کے لئے بے حد مضرت رساں ہے۔

اولا تو میں ایک لحہ کے لئے بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ کوئی طاقت کسی اور ملک کو ایک قوم کو صرف ایک اعلان کے ذریعہ آزاد قرار نہیں دے سکتی۔ اور میں کہتا ہوں کوئی طاقت کسی اور ملک کے لوگوں کو غلامی کی حالت میں نہیں رکھ سکتی اگر اس ملک کے عوام میں اپنی گردنوں سے طوق غلامی اتار پھینکنے کی صلاحیت ہو۔ اگر مکمل آزادی پر آپ کا یقین ہے تو میں آپ کا احترام کروں گا۔ اپنے مورچوں پر جمے رہیں تب برطانوی حکومت سے گفت و شنید کے لئے کچھ باقی نہیں رہتا۔ گفت و شنید کے لئے کچھ نہیں۔ ان سے یہ مطالبہ کرنے کا کیا فائدہ کہ پہلے مجھے ایک مجلس دستور ساز دے دیجئے اور وہ مجلس دستور ساز دستور وضع کرے گی؟ ان کا اس دستور سے کیا تعلق ہو گا؟ کیا انہیں یہ اعزاز و افتخار حاصل ہو گا کہ وہ اس دستور کو جو آپ کی مجلس دستور ساز وضع

کرے گی انگلستان کی کتاب قوانین میں شامل کر لیں گے؟ کس لئے؟ ان کا یہاں کیا کام ہے؟ ایسا نہیں۔ اگر آپ کو پسند ہو تو ہم ملک سے اپیل کر سکتے ہیں۔ ہم ملک کا فیصلہ لئے لیتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کا مطلب ہے' جیسا کہ میرا ہے' کہ فوری طور پر بیشتر اختیارات منتقل کر دیئے جائیں یہ کام برطانوی حکومت اور برطانوی پارلیمان اپنی کتاب قوانین میں ایک قانون درج کر کے کر سکتی ہے کہ اقتدار منتقل کر دیا جائے اور اس اقتدار کو اس ملک کے عوام کے نمائندوں کے حوالے کر دیا جائے۔ تب تو بات میری سمجھ میں آ سکتی ہے۔ پھر گفت و شنید کے لئے کوئی بنیاد ہو گی۔

اگر آپ پہلا جزو حذف کر دیں اور اگر آپ کی مراد مخلوط حکومت ہے جو عبوری طور پر اس مجلس قانون ساز کے منتخب اراکین کے سامنے ذمہ دار ہو تو پھر ہمیں اپنی فہم و ادراک کو تج نہیں دینا چاہئے۔ میں کانگرس پارٹی کے معزز اراکین سے کہتا ہوں ہم خطرے میں ہیں۔ بتایئے آپ کو کیا پسند ہے؟ اب ہم لاتعلق نہیں رہ سکتے۔ اگر آپ کے پاس دراصل قابل عمل تجویز ہے تو آپ صحیح راہ کیوں اختیار نہیں کرتے؟ صحیح طریقہ' صحیح ڈھنگ اس کو ڈیلی ہیرالڈ کو ارسال کرنے کا کیا فائدہ؟ پس' وہ لوگ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ مسٹر راج گوپال اچاریہ نے ایک "معقول پیشکش" کی ہے۔ اب ہم سے رات دن کہا جاتا ہے۔ اخبارات کے لائق اور اہل نمائندہ صاحبان جن کی ایک فوج میں یہاں دیکھ رہا ہوں—— یہ کیا ہے کہ مسٹر راج گوپال اچاریہ کی معقول تجویز پر غور کیوں نہیں کیا جاتا؟ وہ پیشکش کہاں ہے؟ مسٹر راج گوپال اچاریہ کیا کہتے ہیں؟ کیا میں وہ چند سطریں پڑھ سکتا ہوں جن میں انہوں نے اس پیشکش کو سمو دیا ہے وہ کہتے ہیں "جہاں تک مسٹر امرے کی اقلیتوں کے بارے میں مشکلات کا تعلق ہے کیا میں ایک معقول تجویز پیش کر سکتا ہوں کہ اگر ملک معظم کی حکومت فوری طور پر ایک عبوری حکومت تشکیل دینے پر رضامند ہو جائے تو میں کانگرس میں اپنے دوستوں کو اس بات پر رضامند کر لوں گا کہ مسلم لیگ کو وزیراعظم نامزد کرنے کی دعوت دے دی جائے اور پھر وہ جس طرح بہتر سمجھیں قومی حکومت مرتب کر لیں.....

اب جناب والا' وہ متوقع وزیراعظم کو گفت و شنید کی دعوت کیوں نہیں دیتے؟ اس کی بجائے وہ اس کو ڈیلی ہیرالڈ کی طرف رخ کر کے اپنا گولہ کیوں داغتے ہیں؟ اور یہ کہتے ہوئے کہ میں مجلس عاملہ میں اپنے رفقاء کار کو آمادہ کر لوں گا یہ کرنے کے لئے اور وہ کرنے کے لئے۔ میں اپنے معزز دوستوں سے ضرور دریافت کروں گا کہ کیا یہ کاروبار ہے؟ اور آج مسٹر راج گوپال اچاریہ اس کا جواز پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ پیشکش مسلم لیگ کو کیوں نہیں بھیجی۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں جب یہ سوچتا ہوں کہ ان کا ذہن کس طرح کام کرتا ہے تو میں ورطہ حیرت و استعجاب میں غرق ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اس کو سمجھنا عبث ہے۔ آج وہ کہتے ہیں' میں صرف

اس حصے کا حوالہ دوں گا جس کا اس موضوع سے تعلق ہے' دوسرے حصوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں- بلاشبہ انہوں نے ہمیں خراج تحسین بھی پیش کیا ہے کہ مسلمان دوسروں کے مقابلہ میں آزادی کے زیادہ متوالے ہیں- مجھے بڑی مسرت ہوئی-

سر سید رضا علی : آپ نے یہ کب دریافت کیا؟

مسٹر ستیہ مورتی : آپ سے پہلے-

مسٹر ایم اے جناح : نکتہ یہ ہے- وہ کہتے ہیں کہ "برطانوی حکومت نے معقول تجویز کو درخور اعتنا نہیں سمجھا اور کچھ ناقدین کا کہنا ہے کہ یہ پیشکش مسٹر جناح کو بھیجنی چاہئے تھی' برطانوی حکومت کو نہیں بھیجنی چاہئے تھی- لیکن یہ پیشکش تو برطانوی حکومت کو بھی نہیں کی گئی- اگرچہ میں یہ مانتا ہوں کہ برطانوی حکومت نے اس پر دھیان دیا تھا- ان کے خیال میں یہ پیشکش اولا مسٹر جناح کو بھیجنا نامناسب ہوتا- "اس وقت مسٹر جناح اسے اپنی توہین پر محمول کرنے میں حق بجانب ہوتے' اور کہتے کہ وہ نوکریاں تلاش نہیں کر رہے-" میں دریافت کرتا ہوں کہ اگر مسٹر ایمرے نے اس پیشکش کو قبول کر لیا ہوتا اور پھر یہ پیشکش مجھے کی گئی ہوتی' تو کیا اس کا وہی جواب نہ ملتا- کیونکہ وہی پیشکش تھی اور وہی شرائط- مسٹر راج گوپال اچاریہ کہتے ہیں کہ میں کہتا "مسٹر ایمرے اور مسٹر راج گوپال اچاریہ دونوں مل گئے ہیں اور میری توہین کر رہے ہیں اور یہ کہ میں یہاں نوکریاں نہیں ڈھونڈ رہا ہوں-" اتنا تو سمجھیں کہ دوسرے لوگوں میں بھی کم سے کم شے لطیف تو ہوگی- کیا یہ واقعی توضیح ہے؟ (ایک معزز رکن : اگلا حصہ بھی پڑھئے) میں دوسرا حصہ پڑھنے کے لئے بھی تیار ہوں- وہ کہتے ہیں "فرض کیجئے کہ مسٹر جناح پیشکش کو قبول کر لیتے- اس کو جامہ عمل پہنانا تو کہنے والے کے اختیار میں نہ ہوتا- الا یہ کہ برطانوی حکومت اقتدار کو ترک کر دینے کا پیشگی وعدہ کر لیتی- ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر میں قبول کر لیتا تو اسے جامہ عمل پہنانا نہ ان کے اختیار میں ہوتا اور نہ میرے اختیار میں- لیکن برطانوی حکومت کا تازہ ترین بااختیار اعلان یہ ہے : "اگر آپ سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور کوئی تصفیہ کر لیں تو ہم اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں- پھر مسلم لیگ سے بالا بالا مسٹر ایمرے کو یہ پیشکش بھیجنے سے کیا فائدہ؟ (ایک معزز رکن : ہم اتفاق کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اقتدار تج دینے پر آمادہ ہوں) میں نہیں سمجھتا کہ وہ کبھی بھی اس حد تک گئے ہوں جس حد تک آپ جانا چاہتے لیکن انہوں نے یہ کہا : "ہم آمادہ ہیں کہ فوری طور پر سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کو شریک کر لیں اور مجلس عاملہ میں توسیع کی تجویز کے ذریعہ انہیں حکومت ہند میں ایک موثر اور اہم حصہ دے دیں-"

یقیناً یہ حرف آخر تو نہیں ہے- درحقیقت سیاست میں حرف آخر تو کبھی کہا ہی نہیں جاتا-

اب اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں پہلے ہی ایک سادہ چیک دے دینا چاہئے جو مسٹر گاندھی مجھے گذشتہ پچیس برس سے دیتے چلے آ رہے ہیں- یہ بے سود ہے- میں اور آپ کیوں نہیں ملتے اور سرجوڑ کر بیٹھتے اگر آپ کوئی عملی تجویز پیش کرتے ہیں تو ہم ایک مشترکہ متحدہ مطالبہ پیش کر سکتے ہیں مسٹر ایمرے کو یا برطانوی پارلیمان کو یا آپ پسند کریں تو انگریز قوم کو (ایک معزز رکن : کانگرس کی طرف سے کوئی جواب نہیں)

مجلس دستور ساز ہندوستان کی تمام بیماریوں کی دوا نہیں ہے' نہ ہی مکمل آزادی- مجھے شکایت ہے—— پھر آپ اس پر قائم نہیں رہتے- اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو! اس پر دیانتداری کے ساتھ قائم رہئے میں آپ سے اتفاق کروں یا میں آپ سے اتفاق نہ کروں لیکن میری تحسین اور میرا احترام آپ کے لئے وقف ہو گا- آپ اس پر قائم رہیں اور اگر آپ اس پر قائم نہیں رہنا چاہتے تو پھر زمین پر اتر آیئے اور عملی انسانوں کی طرح معاملہ کریں اور حقائق کا سامنا کریں جیسا کہ مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی کہتے ہیں اور دوسروں کو فائدہ اٹھانے کا موقع نہ دیں- جیسا کہ مانچسٹر گارڈین—— ایک برطانوی اخبار—— کہتا ہے "صاف بات یہ ہے کہ ہند میں ہماری طاقت اور صورت حال دوسروں کی غلطیوں کی وجہ سے ہے اور یہ اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک کہ آپ غلطیاں کرتے رہیں گے-"

اب صرف ایک جملہ اور ہے اور پھر میں اپنی گفتگو ختم کروں گا- جب ہم اس معصوم بچے کی بات کرتے ہیں جو پیش کیا جاتا ہے یعنی قومی حکومت کا مطالبہ جو اس مجلس قانون ساز کے منتخب اراکین کے سامنے ذمہ دار ہو- جب آپ اس کا تفصیلی جائزہ لیں تو اس میں دوررس مضمرات مضمر پائیں گے—— دوررس مضمرات- اس کابینہ کی تشکیل کا مطلب ہو گا دستور میں بنیادی تغیر و تبدل اور جب یہ کابینہ تشکیل پا جائے گی تو یہ مجلس قانون ساز کے منتخب اراکین کے سامنے ذمہ دار ہو گی- بھولا بھائی ڈیسائی نے اپنی تقریر کے دوران دو چیزوں پر زور دیا- جمہوریت' جمہوریت' جمہوریت اور ایک قومی حکومت ! اس کا فائدہ کیا ہے؟ جو بھی کابینہ ہو گی وہ اس مجلس کے سامنے ذمہ دار ہو گی' جس میں دو تہائی منتخب اراکین کی تکمیل بھولا بھائی ڈیسائی کے ہاتھ میں ہو سکتی ہے- مجھے اس شخص پر ترس آئے گا جو اس کابینہ میں شامل ہوتا ہے' اور کانگرس کے فرمان اور کانگرس کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا!

(مجلس قانون ساز اسمبلی کے مباحث ۱۹۴۰ء)

۱۸۴- کانگرس کے جنگ کے مقاصد

اینگلو عربک کالج (دہلی) اسٹوڈنٹس یونین کے جلسہ میں تقریر

(نومبر ۱۹۴۰ء)

جب برطانوی حکومت کو کانگرس کے مطالبات منظور کرنے پر مجبور کرنے کے ضمن میں کانگرس کی ساری چالاکیاں، تدابیر اور گیدڑ بھبکیاں ناکام ہو گئیں تو نومبر ۱۹۴۰ء میں انہوں نے ایک انوکھے قسم کا راست اقدام شروع کیا، انفرادی ستیہ گرہ آزادی تقریر کے مسئلہ پر شروع کی گئی۔ مقصد تھا عوام سے اپیل کرنا کہ جنگ چلانے کے لئے حکومت کی اعانت نہ کی جائے۔ لیکن دراصل یہ ایک پردہ تھا جس سے اصل عزائم کو چھپانا مقصود تھا۔ اصل مقصد جس کی مسٹر جناح نے اپنی دو تقریروں میں نشاندہی کی، نومبر ۱۹۴۰ء میں دہلی میں کی گئیں۔ انگریز کی حکومت کو بلیک میل کر کے مجبور کر دیا جائے کہ وہ مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو کانگرس کے رحم و کرم پر چھوڑ دے اور کانگرس کے مطالبات کو تسلیم کر لے۔

کانگرس کے مقاصد

برطانوی حکومت کے خلاف کانگرس کی جنگ کے مقاصد کیا ہیں؟ یہ وہ سوال ہے جس کی نشان دہی جو مسٹر جناح نے اینگلو عربک دہلی کی اسٹوڈنٹس یونین کے زیر اہتمام ایک جلسہ میں کی۔

اس سوال کا نہایت شرح و بسط کے ساتھ جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا : "دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ کانگرس نے سول نافرمانی کی جو تحریک شروع کی ہے اس کا مقصد ہند کے لئے آزادی اور خودمختاری کا حصول ہے۔ کیا یہ واقعی ہند کی آزادی اور خودمختاری کے لئے ہے؟ زیادہ دور کی بات نہیں۔ گذشتہ سال ۲۹ نومبر کو مہاتما گاندھی نے لکھا تھا کہ اگر انگریز ہند سے رخصت ہو گئے تو شمال سے پنجابی اور گورکھے ہند کو روند ڈالیں گے۔ جب انہوں نے کہا پنجابی تو دراصل ان کا مطلب تھا مسلمان پھر انہوں نے مزید کہا کہ اگر کسی کی یہ خواہش ہے کہ ہند میں انگریزوں کی برتری برقرار رہے، تو وہ کانگرس ہے جو ہند کے لوگوں کی واحد نمائندہ اور بااختیار تنظیم ہے۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ "میں یہ بات قبول کرنے سے قاصر ہوں کہ ہندو اور کانگرس اس ملک کے عوام کی آزادی اور خودمختاری کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ انہوں نے تحریک سول نافرمانی کیوں شروع کی ہے اور برطانوی حکومت کو بھی اس کا علم ہے کہ کیوں؟ اس کا مقصد برطانوی حکومت کو مجبور کرنا ہے کہ وہ کانگرس کو ہند کے عوام کی واحد نمائندہ اور بااختیار تنظیم تسلیم کر لے۔ کانگرس کہتی ہے "ہمارے ساتھ تصفیہ کر لو۔ ہم تمہارے دوست ہیں۔ ہم خواہش کرتے ہیں کہ اس ملک میں تمہاری برتری برقرار رہے ہمارے ساتھ معاملہ کرو اور مسلمانوں کو اور

دیگر اقلیتوں کو نظرانداز کر دو۔"

مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی نے مسٹر گاندھی سے ایک ملاقات کے بعد مسلمانوں اور دیگر غیر کانگرسیوں سے یہ اپیل کی کہ وہ ان کی راہ میں روڑے نہ اٹکائیں۔ اصل میں انہوں نے کہا "کانگرس کو اس کے اپنے انداز میں لڑ لینے دیجئے" کیا میں کانگرس ہائی کمان سے دریافت کر سکتا ہوں جس کے مسٹر ڈیسائی بھی ایک رکن ہیں—— وہ مجلس قانون ساز (مرکزی) میں کانگرس پارٹی کے قائد بھی ہیں—— کہ برطانوی حکومت کے خلاف کانگرس کی جنگ کے مقاصد کیا ہیں؟ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ کانگرس کے مقاصد یہ ہیں کہ وہ برطانوی حکومت پر جس قدر دباؤ ڈال سکتے ہیں ڈال کر اسے مجبور کر دیں تاکہ وہ ہمیں مجبور کر سکے۔ ہم سے غداری کر کے ہمیں بھیڑیوں کے سامنے ڈال دیں۔ یہ ہے کانگرس کی جنگ کا مقصد میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ وہ شتر مرغ کی حکمت عملی پر کب تک کاربند رہیں گے؟ اور کس طرح ممکن ہے کہ ہم فریب کھاتے رہیں گے؟"

بے حد اضطراب

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ کانگرس کی تمام کوشش چمگادڑ کی طرح کی ہے کہ وہ ایک کمرے میں گول گول گھومتی رہتی ہے۔ دیواروں سے سر پھوڑتی رہتی ہے۔ لیکن نہ وہ یہ دیکھے گی اور نہ دیکھ سکتی ہے کہ دروازہ چوپٹ کھلا ہے۔ اس طرح کی ہے کانگرس کی حکمت عملی' اس لئے ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ ہم اس تحریک پر تحمل کی نظر ڈال سکیں۔ ہمیں اس تحریک کو بے حد اضطراب کے ساتھ دیکھنا ہو گا۔ میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ ازراہ کرم اس خطرناک صورت حال سے کوئی راہ و رسم نہ رکھیں' یا اس میں ملوث نہ ہوں۔ جس کی کانگرس تنہا ذمہ دار ہے۔ لیکن اگر کبھی ہم نے یہ محسوس کیا کہ ہمارے مفادات بھی اس کی زد میں ہیں تو پھر ہم محض تماشائی نہیں رہ سکتے۔ ہم اپنا کردار ادا کریں گے اور اگر ضرورت پیش آئی تو مداخلت بھی کریں گے۔ یہ سمجھ لینا چاہئے۔

مسلمان سیانے ہو گئے ہیں

آگے چل کر مسٹر جناح نے ان بیانات کا حوالہ دیا جو بسا اوقات کانگرسی اخبارات میں دیتے رہتے ہیں اور کہا ان سے کام نہیں چلے گا۔ کانگرسی رہنما کہتے رہتے ہیں کہ وہ مسٹر جناح کو یا مسلم لیگ کے کسی نامزد کو ہند کا وزیراعظم بنانے کیلئے آمادہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں "مسلمان پورا اقتدار لے لیں۔ ہمیں اقتدار نہیں چاہئے۔ ہم انگریز کی فرمانروائی کی بجائے مسلمانوں کی حکمرانی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں' کیا کوئی شخص جس میں ذرہ برابر بھی عقل ہو اس بات پر یقین کرے گا۔ نہیں'

مسلمان سیانے ہو گئے ہیں وہ اب یکسر مختلف ہیں- بنیادی طور پر، طبعی طور پر اس سے مختلف جیسے وہ تین برس قبل تھے اور مجھے اس بات کا ایسا ہی یقین ہے جیسا اس کہ میں یہاں کھڑا ہوں کہ وہ پانچ برس بعد اور بھی مختلف ہوں گے-

لیگ کی طاقت

اس سے قبل مسٹر جناح نے اپنی تقریر میں کہا کہ گزشتہ تین برسوں میں مسلم لیگ کی طاقت میں اضافہ ہوا ہے- انہوں نے کہا اس کی وجہ سے بھاری ذمہ داری بھی عائد ہو گئی ہے- میں چاہتا ہوں کہ آپ اس ذمہ داری کو اس ڈھنگ سے نبھائیں کہ مسلم لیگ طاقتور سے طاقت ور ہوتی رہے اور کامیابی پر کامیابی حاصل کرتی رہے اور اپنا مقصد حاصل کر لے-

انہوں نے اپنے سامعین کو تلقین کی کہ وہ اپنی کوتاہیوں اور اپنی طاقت دونوں کو محسوس کریں اور اول الذکر کو رفع کرنے اور آخر الذکر میں اضافہ کرنے کی تعمیری کوششیں کریں-"

(دی سول اینڈ ملٹر گزٹ، ۳، دسمبر ۱۹۴۰ء)

۱۸۵- مسلم اسٹوڈنٹس کانفرنس منعقدہ نئی دہلی سے خطاب

کانگرس اور انگریز کے ساتھ گفت و شنید کا دروازہ کھلا ہے

(۲۳- نومبر ۱۹۴۰ء)

"برطانوی حکومت کے ایک ترجمان نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ گفت و شنید کا دروازہ ابھی کھلا ہے- ہم مسلمان بھی اس بیان کو دہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گفت و شنید کا دروازہ ابھی تک کھلا ہے-" یہ ہے، وہ اعلان جو مسٹر جناح نے دہلی مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی پہلی کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے کیا- انہوں نے اپنے خطاب کے دوران مسلمانوں کی صورت حال بمقابلہ برطانوی حکومت اور بمقابلہ کانگرس پر روشنی ڈالی اور مطالبہ پاکستان کا اعادہ کیا-

تعاون کی قیمت کیا؟

مسٹر جناح نے کہا : "ہم محسوس کرتے ہیں کہ صرف برطانیہ ہی تنہا خطرے میں نہیں بلکہ ہند بھی ہے- اپنے محل وقوع کے پیش نظر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر برطانیہ ناکام ہو جائے اور حکومت ہند کا نظم و نسق تہہ و بالا ہو جائے، تو ہم سب کو حقیقی خطرہ لاحق ہو جائے گا- دیگر وجوہ کے علاوہ بھی ہم نہیں چاہتے کہ نازی یہ جنگ جیت جائیں- ہم چاہتے ہیں کہ برطانیہ عظمیٰ یہ جنگ جیتے، ہمارے لئے آقاؤں کی تبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا- ہم اپنی آزادی برطانیہ عظمیٰ

سے ہی حاصل کرنا چاہتے ہیں- یہی وجہ ہے کہ ہم نے شروع ہی سے برطانیہ عظمیٰ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی نہیں کیں- مثلاً اس امر کے باوصف کہ پاکستان ہماری زندگی کا سہارا ہے' ہم نے برطانوی حکومت سے دلی تعاون کو مطالبہ پاکستان سے مشروط نہیں کیا- ہم نے صرف یہ کہا کہ برطانوی حکومت کانگرس کے ساتھ عبوری یا حتمی تصفیہ کرتے وقت ہم سے غداری نہیں کرے گی- یہ تنازعہ سے متعلق فریقوں پر اب یا مستقبل میں اثرانداز ہوئے بغیر ایک جنگ کا معاہدہ تھا- ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم افراد' دولت اور دیگر اشیاء کی شکل میں بہت کچھ دیں گے--- درحقیقت ۹ کروڑ مسلمانوں کے دلی تعاون میں یہ سب کچھ میں میدان میں لا سکتا ہوں لیکن مجھے بھی طاقت میں مساوی' حقیقی اور موثر حصہ ملنا چاہئے اس کو ہند کی چوبی اور طوفان روکنے والی حکومت کے معذرت خواہ کہتے ہیں کہ یہ مسٹر جناح کی ناقابل مصالحت تجاویز ہیں- وہ صرف اس یقین دہانی کے عوض ہماری حمایت طلب کرتے ہیں کہ جنگ کے بعد ہمیں خدام وفا شعار کی حیثیت سے یاد رکھا جائے گا اور ہمیں بخشش بھی دے دی جائے گی-

کانگرس کا بھرم کھل گیا

کانگرس کا تذکرہ کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "ہر دیانتدار مسلمان کو یقین ہو گیا ہے کہ کانگرس ایک ہندو تنظیم ہے' اور کانگرس ہائی کمان کے پیش نظر صرف ایک مقصد ہے اور وہ ہے ہندوستان میں ہندو راج کا قیام اور مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں پر تسلط- انہوں نے ڈاکٹر مونجے اور مسٹر ساورکر کے بیانات کا حوالہ دیا' جنہوں نے اعلان کیا کہ "مسلمان ایسے ہیں جیسے جرمنی میں یہودی' اور ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک ہونا چاہئے- اور کہا کانگرس کی قوم پرستی گمراہ قوم پرستی ہے- اگر یہ قوم پرستی کا لبادہ اتار پھینکے تو اسے اپنی صفوں میں دوسرے فرقوں کے "نمائشی لوگوں" کی کوئی ضرورت نہ ہو گی-" کانگرس آزادی چاہتی ہے جس کے لئے وہ برطانوی حکومت سے اعلان طلب کرتی ہے- کیا تاریخ کسی ایسے ملک یا ایسی قوم سے واقف ہے جس نے اپنی آزادی کسی بیرونی طاقت کے اعلان سے حاصل کی ہو- آزادی صرف اس کے مستحق ہونے کی بنا پر حاصل کی جاتی ہے- یہ صرف چھینی اور جھپٹی جا سکتی ہے- حقیقت یہ ہے کہ کانگرس ہند پر انگریزوں کی سنگینوں کے سایہ تلے تسلط چاہتی ہے- کانگرس کو اقتدار مطلوب ہے' لیکن دوسرے فرقوں پر دباؤ ڈالنے کے لئے- آج یہ برطانوی حکومت کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ اقتدار اس کے حوالے کر دے- یہ بلیک میل کا ایک عمل ہے لیکن برطانوی حکومت کو یہ جرات نہیں کرنی چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو کانگرس اور ہندوؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں- اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ اس دن کو پچھتائیں گے-"

مسلمانوں کی منزل

آگے چل کر مسٹر جناح نے کہا : "مسلمان کیا چاہتے ہیں؟ گزشتہ ۲۵ برس کے دوران مسلمانوں نے متعدد بار اور دیانتداری سے کوششیں کیں کہ کوئی آبرومندانہ مفاہمت ہو جائے۔ ہندو رہنماؤں اور کانگرس کی اعلان شدہ خواہش کے باوصف یہ مفاہمت ابھی تک نہیں ہو سکی۔ درحقیقت ہندو مسلم اتحاد کانگرس کے تعمیری پروگرام کی اہم شقوں میں سے ایک ہے۔ اور ابھی تک وہ متحد ہونے کی بجائے ایک دوسرے سے بعید سے بعید تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کانگرس اور ہندو ایسی مفاہمت چاہتے ہیں جس کے تحت وہ تمام ہند پر تسلط حاصل کر سکیں۔ جبکہ دوسری طرف مسلمان آزادی' خودمختاری اور مستقبل کی حکومت ہند میں مساوی حصے کے طلب گار ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے نقطۂ نظر میں یہ ایک بنیادی اختلاف ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہم انگریز سے مشترکہ ذمہ دار حکومت حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ دریں اثناء ہمیں کانگرس کی حکمرانی کا ایک بہت خوفناک تجربہ ہوا۔ اور کانگرس کے تصور کے مطابق مفاہمت کی ذرا سی اور آخری کرن بھی خاک میں مل گئی۔ اس کے لئے کانگرس کو معاف کرنے میں بہت عرصہ لگے گا۔ اسے کبھی فراموش نہ کیا جا سکے گا۔ اب ہم اپنے ہندو بھائیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ دیانتدار اور عملی مدبرین کی حیثیت سے ہم گزشتہ ۲۵ برس کے تجربات اور اسباق کی روشنی میں مفاہمت کے تصورات پر نظرثانی کر لیں ہندوؤں کو ہندو راج کے خواب کو ترک کر دینا چاہئے اور ہند کو ہندو اوطان اور مسلم اوطان میں تقسیم کرنے پر اتفاق کر لینا چاہئے۔ آج ہم ایک چوتھائی خود لینے اور تین چوتھائی ان کے لئے چھوڑ دینے پر آمادہ ہیں۔ اگر وہ سودے بازی میں مصروف رہے تو ممکن ہے کہ یہ تین چوتھائی ان کے ہاتھ نہ آئے۔ آج پاکستان ہماری منزل ہے جس کے لئے ہند کے مسلمان زندہ رہیں گے اور اگر ضروری ہوا تو جانوں کا نذرانہ بھی دے دیں گے۔ یہ سودے بازی کے لئے کوئی بولی نہیں۔ انہوں نے مسلمان نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے آپ کو تیار کریں اور خود کو اس منزل کے حصول کا اہل بنائیں۔ ہماری توقعات کا انحصار مسلم قوم کے جوانوں پر ہے۔

(دی سٹار آف انڈیا' ۲۵' نومبر ۱۹۴۰ء)

۱۸۶۔ جلسہ عام منعقدہ بمبئی سے خطاب

بمبئی' ۸' دسمبر ۱۹۴۰ء

"اگر کانگرس حصول آزادی کی خواہاں ہے تو اس کا ماسوا اس کے اور کوئی طریقہ نہیں کہ دونوں فرقے علیحدہ علیحدہ تشخص کے ساتھ زندگی بسر کرنے پر اتفاق کر لیں۔ "پاکستان" ہند کی

آزادی کا واحد راستہ ہے۔ اس امر کا اعلان مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کیا وہ ایک جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے۔

انہوں نے کانگرس کے رہنماؤں کو انتباہ کیا کہ ہو سکتا ہے کہ مسٹر گاندھی یا کانگرس برطانوی حکومت کو اس امر پر مجبور کرنے میں کامیاب ہو جائیں کہ ایسا دستور دینے کا وعدہ کرے جس کے تحت مسلمانوں کی حیثیت غلاموں جیسی ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان ایسی صورت حال ہرگز پیدا نہیں ہونے دیں گے۔

مسٹر جناح نے اس بات کی ضمانت دی کہ مسلمانوں کے زیر نگیں منطقوں میں اقلیتوں کو کسی طور سے بھی مجبور نہیں کیا جائے گا۔ انہیں اپنی زبان' ثقافت اور مذہب پر کاربند رہنے کی آزادی ہو گی۔

مسٹر جناح نے ہندو منطقوں میں مسلم اقلیتوں کو یقین دلایا کہ پاکستان اسکیم کے تحت ان کی حالت بھی بہتر ہو جائے گی۔ چونکہ مسلم صوبوں میں ہندو اقلیتوں کے ساتھ یکساں مساویانہ سلوک ہو گا۔

اس وقت نوے ملین مسلمان ہند کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں علاحدہ مسلم ریاستوں کے قیام کا مطالبہ کر رہے ہیں جہاں وہ اپنے معاملات کا خود انتظام کر سکیں۔ مسلمانوں کی خواہش ہے کہ وہ ہندوؤں کے ساتھ امن و امان اور دوستانہ ماحول میں رہیں لیکن فرقے وارانہ مسئلے کے حل کی کوئی امید نہیں جب تک کہ کانگرس کے ارباب اختیار کے ذہنوں سے اکثریت کی حکومت کا خناس نہ نکل جائے۔

مسٹر جناح نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ ملک میں جنگ کی وجہ سے صنعت میں جو ترقی ہو رہی ہے اس میں وہ اپنا اس میں وہ اپنا جائز حصہ لیں۔ انہوں نے زور دیا کہ اقتصادی شعبے میں سرمایہ کاری کی طرف توجہ دیں۔ [اے۔ پی۔ آئی] (دی اسٹار آف انڈیا' ۹' دسمبر ۱۹۴۰ء)

۱۸۷۔ کانگرس کے عزائم اور ستیہ گرہ کا اصل مقصد

کراچی میں خطاب

۱۵ دسمبر ۱۹۴۰ء

مسٹر جناح نے کہا کہ "وائسرائے اور مسٹر ایمرے کی مساعی کی ناکامی کی وجہ برطانوی حکومت کی کمزوری' تذبذب اور غیر یقینی حکمت عملی ہے۔"

مسٹر جناح نے کہا : "مسٹر گاندھی، کانگرس اور ہندو مہاسبھا کے مطالبات نہ صرف فی الفور بنیادی اور دوررس نوعیت کی دستوری تبدیلیوں کے متقاضی ہیں بلکہ وہ علی الاعلان دائمی ہندو اکثریت کے اصول حکمرانی پر مبنی ہیں جس میں عبوری حکومت کا قیام بھی شامل ہے۔ اگر برطانوی حکومت ان مطالبات کے سامنے سپرانداز ہو گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اور دیگر اقلیتیں کانگرس کی غلامی کے جوتے تلے آ جائیں اور کانگرس کی مرضی و منشاء کے مطابق عمل پیرا ہوں اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔"

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "ہماری مزاحمت اور اس صورت کو قبول کرنے سے انکار کو کلیتا" غلط رنگ دیا گیا اور اسے ناجائز طور پر ویٹو کے مطالبے کی نوعیت دے دی گئی۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہم وہ کھیل کھیلیں جس کے قواعد و ضوابط کانگرس منضبط کرے گی اور پانسہ بھی اپنی پسند کا جعلی ہو گا۔ یہ صورت حال ہم قبول نہیں کر سکتے۔"

ستیہ گرہ

مسٹر جناح نے آگے چل کر کہا : "موجودہ صورت حال یہ ہے کہ مہاتما گاندھی مذاکرات کی بجائے ستیہ گرہ پر اتر آئے ہیں اور ستیہ گرہ کی پستول تھام لی ہے۔ ہندو مہاسبھا سنجیدگی کے ساتھ غور کر رہی ہے کہ اگر برطانوی حکومت ان کے مطالبات پورے نہیں کرتی تو جلد سے جلد ایک ستیہ گرہ شروع کر سکتی ہے۔ لیکن مسلم لیگ کو بعض حلقوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا رویہ غیر مصالحانہ ہے چونکہ وہ مسلمانوں کی جانب سے' اس بات پر زور دیتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ اقلیت کی حیثیت قبول نہیں کر سکتی اور یہ کہ اسے مساوی حصہ ملنا چاہئے تاکہ جنگ کو کامیابی کے ساتھ چلانے کی غرض سے مسلم ہند کی مکمل اور دلی پرجوش حمایت حاصل کی جا سکے۔ چنانچہ روزانہ ہمارے مخالفوں کی طرف سے جھوٹے اور پرجوش پروپیگنڈے کے ذریعہ سے ہماری غلط ترجمانی کی جاتی ہے۔ یہ ہمیں پریشان نہیں کر سکے گی۔ ہمیں علم ہے کہ ہمارا مقصد درست اور جائز ہے۔ جھوٹ اور غلط ترجمانی کی بنیا پر جتنا پروپیگنڈا ہو کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے اس بات پر زور دیا کہ "ہمارے لئے ایک ہی راستہ ہے' ہمیں خود کو منظم کرنا چاہئے اور متحد رہنا چاہئے۔" (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۱۷' دسمبر ۱۹۴۰ء)

۱۸۸۔ ۶۴ ویں سالگرہ کی تقریب پر پیغام
تعمیری پروگرام کی اشد ضرورت ہے، مسلم طلباء سے خصوصی اپیل

۲۴ دسمبر ۱۹۴۰ء

۲۴ دسمبر ۱۹۴۰ء کو اپنی ۶۴ ویں سالگرہ کی تقریب سے ایک دن قبل مسٹر جناح نے حسب ذیل پیغام جاری کیا جس میں انہوں نے تعمیری پروگرام کی ضرورت پر زور دیا اور مسلم طلباء اور تعلیم یافتہ طبقے پر زور دیا کہ وہ تعمیری پروگرام میں حصہ لیں۔

میری سالگرہ کے موقع پر مسلمانان ہند نے ذاتی طور پر میرے لئے جس فکر کا اظہار کیا ہے اور ان کی آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی کی حمایت دونوں کو، درحقیقت، میں بہت سراہتا ہوں۔ دراصل یہ میرے لئے بہت حوصلہ افزائی کا باعث ہے۔ اب ہمیں کام کرتے ہوئے تین برس سے زیادہ مدت بیت گئی اور سیاسی میدان میں ہماری کامیابیاں بڑی ہمت افزا ہیں۔ اب تک ہمیں محض ایک منتشر اور غیر منظم اقلیت تصور کیا جاتا تھا لیکن اب ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ہم متحد ہیں اور دنیا کی کسی بھی دوسری قوم کی طرح ایک قوم ہیں۔ اب ہمیں دنیا کے سامنے یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم حکمرانی کرنے اور اپنا منتہائے مقصود حاصل کرنے کے اہل ہیں، جیسا کہ آل انڈیا مسلم لیگ قرارداد لاہور میں مذکور ہے اور جسے عرف عام میں قرار داد پاکستان کہا جاتا ہے۔ ہماری تنظیم نے جو بلاشبہ مسلمانان ہند کی واحد بااختیار اور نمائندہ جماعت ہے ہمیں ایک پرچم، ایک پلیٹ فارم، ایک پروگرام اور ایک عزیز منزل عطا کی ہے جس کے لئے ہم نے لڑنے کا عزم کر رکھا ہے اور اگر ضرورت پڑے تو مرنے کا بھی۔ لیکن اپنی سیاسی نجات حاصل کرنے سے پیشتر ابھی ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔

لہٰذا میں اپنے عوام سے اپیل کروں گا کہ وہ خود کو منظم کریں اور تیار رہیں۔ وقت آ گیا ہے جب ہمیں اپنی سرگرمیوں کو زندگی کے دیگر پہلوؤں تک وسعت دینی چاہئے ہمیں اپنے لوگوں کی تعلیمی، معاشرتی، اقتصادی اور جسمانی بہتری کیلئے تعمیری پروگرام شروع کر دینے چاہئیں۔

لہٰذا میں اپنے لوگوں سے اپیل کروں گا کہ وہ منظم ہو جائیں اور خود کو تیار رکھیں۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنی سرگرمیوں کو زندگی کے دیگر پہلوؤں تک پھیلا دیں۔ ہم اپنے عوام کی تعلیمی، معاشرتی، اقتصادی اور جسمانی بہتری کیلئے تعمیری پروگرام ہاتھ میں لے لیں۔

میں خصوصیت کے ساتھ مسلم طلباء اور تعلیم یافتہ لوگوں سے اپیل کروں گا کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور کاربند عمل ہو جائیں۔ ایک قوم کی خوشحالی اور ترقی کا دارومدار اس کے تعلیم یافتہ طبقے پر

ہوا کرتا ہے اور مسلم ہند اپنی نوجوان نسل اور تعلیم یافتہ طبقے سے توقع کر رہا ہے کہ وہ ہماری رہنمائی کیلئے جرات مندانہ قیادت فراہم کریں جو ہماری تاریخی کامیابیوں اور روایات کے لئے ایک شاندار ریکارڈ بن جائے۔ اسلام ہر مسلمان سے اپنا فریضہ انجام دینے کی توقع رکھتا ہے اور اگر ہم اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں گے تو وہ وقت جلد آ جائے گا جب ہم پر شکوہ ماضی کا جائز امین کہلانے کے مستحق بن جائیں گے۔ [اے۔ پی] (دی سول اینڈ ملٹر گزٹ، ۲۵ دسمبر ۱۹۴۰ء)

۱۸۹۔ سندھ میں وزارتی بحران

ایسوسی ایٹیڈ پریس کو دیا گیا بیان

۲۵ دسمبر ۱۹۴۰ء

کانگرس پارٹی نے ریشہ دوانیوں کے ذریعے سندھ میں وزارتی بحران پیدا کرا دیا۔ مقصد یہ تھا کہ مسلم لیگ کو زک پہنچائی جائے اور اسے نیست و نابود کر دیا جائے۔ اس بحران کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر جناح نے مسلم لیگ کی صورت حال کی وضاحت کی اور مجلس قانون ساز کے اندر مسلم لیگ کو منظم کرنے اور صوبے میں مسلم لیگ کی تنظیم کو مستحکم کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

سندھ صوبائی مسلم لیگ کی حالیہ قراردادوں نے مجلس قانون ساز کے اندر اور باہر مسلم لیگ تنظیم کو رہنمائی عطا کی ہے۔ اور انہوں نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ مسلمان کسی ایسے قانون کو قبول نہیں کریں گے جس کا مقصد بلدیاتی اداروں میں مخلوط طریقہ انتخاب کو رائج کرنا ہو اس کی وجوہات پہلے ہی بیان کی جا چکی ہیں یہ آل انڈیا مسلم لیگ کی قرارداد کے خلاف ہے اور یہ ایک ہند گیر سوال ہے لہذا کسی صوبہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ بغیر ان کی منظوری کے ایسا کوئی فیصلہ یا کوئی سمجھوتہ کرے جو آل انڈیا مسلم لیگ کی قرارداد کے خلاف ہو۔ مجھے امید ہے کہ سندھ کی مجلس قانون ساز اور حکومت اس مرحلہ پر اس معاملہ پر زور نہیں دے گی۔ سندھ میں بہت سے اہم امور ہیں جن کے بارے میں ٹھوس، تعمیری اور فلاحی پروگرام پر صوبہ کے عوام کی بہتری کے لئے قانون سازی کی ضرورت ہے۔

کانگرس کا مقصد

میں نے کراچی میں اپنے قیام کے دوران سندھ کی صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کی اور مجھے سندھ کے تمام فرقوں کے مختلف لوگوں سے اور مسلمان اور ہندو رہنماؤں سے ملنے کے بہت سے مواقع میسر آئے۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ کانگرس نے ایک چھوٹے سے گروہ کی، جو اس

کی پشت پر ہے' حمایت کے بل پر یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ وہ ہر قیمت پر اور قطع نظر اس سے کہ اس کا صوبے پر کیا اثر مرتب ہو گا' مسلم لیگ کو ایک جماعت کی حیثیت سے مجلس قانون ساز کے اندر منظم نہ ہونے دے اور مجلس قانون ساز کے اندر اور باہر ہندوؤں کے ساتھ تعاون اور صلح و آشتی کے ساتھ کام نہ کرنے دے۔ اس صوبے میں کانگرس کا ایک مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خصوصیت سے مسلمانوں میں خلفشار اور انتشار پھیلائے' اگرچہ کثیر التعداد ہندو اسے پسند نہیں کرتے اور دراصل ان چالوں کے خلاف ہیں۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے' اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہ بالکل بے سود ہے اور کامیاب نہیں ہو گی۔ اس امر میں ذرا سا بھی شبہ نہیں کہ اس صوبے میں مسلمان بھرپور طریقے سے مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور اس صوبے کے ہندو کانگرس کی ان ریشہ دوانیوں کی حوصلہ افزائی یا حمایت نہیں کریں گے۔ میں خلوص دل سے توقع کرتا ہوں کہ ہندوؤں کے فہیم اور بہتر ذہن مسلمانوں کے ساتھ پرامن طریقے سے اس صوبے کے عوام کی حقیقی ترقی اور بہتری کے لئے کام کریں گے۔ مجھے اعتماد ہے اور یہ بدیہی بات ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت مسلم لیگ کو منظم ہونے سے نہیں روک سکتی اور مسلم لیگ خود کو کیوں نہ منظم کرے' مجلس قانون ساز میں ایک کانگرس کی جماعت ہے اور باہر ایک ہندو جماعت ہے۔ اس میں کیا غلط بات ہے کہ مسلمان خود کو منظم کریں اور مجلس قانون ساز میں اپنی ایک جماعت تشکیل دے لیں اور مجلس قانون ساز کے باہر مسلم لیگ کو فروغ دیں اور اسے مستحکم بنائیں؟ میں خلوص سے امید کرتا ہوں کہ اس صوبے کے اہم مفادات کے پیش نظر صائب مشورے حاوی رہیں گے۔

(اے پی' دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۵' دسمبر ۱۹۴۰ء)

۱۹۰۔ سرلیزی ولسن مسلم ہاسٹل میں تقریر

کراچی' ۲۵' دسمبر ۱۹۴۰ء

"نظریہ ظاہر یہ ایک بے ہودہ بات ہے کہ کسی بیرونی طاقت سے یہ کہا جائے کہ صرف ایک اعلان کے ذریعہ ہمیں آزادی دے دیجئے دوم کسی بھی غیر ملکی طاقت کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ کسی ایسی قوم کو غلامی کے بندھن میں جکڑے رکھے اگر وہ قوم آزادی کی اہل ہو۔" یہ ہے وہ اعلان جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کیا۔ وہ سرلیزی ولسن مسلم ہاسٹل میں ایک کثیر الاجتماع جلسے سے خطاب کر رہے تھے جناب شیخ عبدالمجید سندھی وزیر تعلیم نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔

مسٹر جناح نے تقریر شروع کرتے ہوئے کہا کہ وہ گذشتہ تین دنوں کے دوران ایک پیچیدہ

مقدمے میں مصروف رہے جس نے ان پر بہت بوجھ ڈالا۔ پھر بھی وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں گے اور طلباء کو ملک کی سیاسی صورت حال سے آگاہ کریں گے۔

جب ۳' ستمبر ۱۹۳۹ء کو جنگ چھڑی تو ہند بھی جنگ میں ایک فریق ملک بن گیا۔ جنگ کا اعلان کرنا ہند کے بس میں نہیں تھا۔ موجودہ آئین کے مطابق وائسرائے کا یہ اعلان کہ ہند جنگ میں ایک فریق ہی کافی تھا۔ اس موقعہ پر وائسرائے نے مسٹر گاندھی اور مجھے طلب کیا دیگر رہنماؤں کے ساتھ' اپنی ایگزیکیوٹو کونسل میں اضافے کے تعلق میں مشورے کی غرض سے۔

پہلا موقع

۱۹۳۶ء سے قبل مسلمان تقریباً جسد مردہ کی طرح تھے کیونکہ نہ ان کی حکمت عملی تھی نہ کوئی پروگرام نہ پریس اور نہ کوئی پلیٹ فارم' ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ ارض غیر مملوکہ کے باشندے ہوں۔ یہ پہلا موقعہ تھا جب انہیں وائسرائے نے بحیثیت صدر مسلم لیگ مشاورت کی دعوت دی۔

مسٹر جناح نے کہا گذشتہ بیس برس کے دوران مسٹر گاندھی کی قیادت میں کانگرس نے بتدریج روز افزوں اثر حاصل کیا اور اس تنظیم نے ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں بہت صوبوں میں برسر اقتدار آ گئی۔ ان بیس برسوں میں مسلمان بے جان تھے ان کی اپنی کوئی تنظیم نہ تھی۔ اس سے قبل ملک میں —— نوکر شاہی اور کانگرس۔ حکومت کے خلاف واحد تنظیم کانگرس تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ بہت سے رہنما مسلمانوں پر مسلط کر دیئے گئے۔ ان میں سے کچھ حکومت کیمپ میں چلے گئے اور خطابات اور دیگر مراعات حاصل کر لیں۔ چونکہ انہوں نے سوچا کہ نوکر شاہی کے ساتھ دینے میں ان کے امکانات زیادہ روشن ہیں دیگر جن کا تعلیم کی طرف رجحان زرا آیا وہ تھا وہ کانگرس کیمپ میں چلے گئے اور کھادی زیب تن کر لی۔

۱۹۳۶ء میں جب نیا دستور نفاذ پذیر ہوا کچھ مسلمانوں نے نئے قانون کے تحت مسلمانوں کی پوزیشن کے بارے سوچا انہوں نے آخری عام انتخابات لڑنے کے لئے پروگرام' حکمت عملی اور مشینری تشکیل دی۔ اپریل ۱۹۳۶ء سے ستمبر ۱۹۳۹ء سے چند روز پہلے انہیں ہر جہت میں لڑنا پڑا۔

مجلس دستور ساز

کانگرس کی قرار داد ۱۰' اکتوبر ۱۹۳۹ء کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ قرار داد ہندی قوم کے لئے آزادی اور خود مختاری کا مطالبہ کرتی ہے اور یہ کہ آئندہ کا دستور وسیع ترین بنیاد پر منتخبہ مجلس دستور ساز وضع کرے اور جو اقلیتوں کے لئے اطمینان بخش ہو۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں کی گئی کہ اقلیتوں وہ اطمینان کس طرح سے فراہم کیا جائے الفاظ کے گورکھ دھندے میں پھنسنا ایک بے سود سی بات ہے۔ کانگرس کے مطالبات کیا تھے؟ وہ ایسی نوعیت کے تھے جنہیں کوئی

بیرونی طاقت محض ایک اعلان کے ذریعے سے نہیں دے سکتی تھی۔

اولاً یہ نظریہ ظاہر لغو بات ہے کہ کسی بیرونی طاقت سے کہا جائے کہ وہ آزادی عطا کر دے۔ ثانیاً" یہ ایک ناممکن بات ہے کہ ایسے لوگوں کو غلامی کے بندھن میں جکڑا جائے جو آزادی کے اہل ہوں۔ آزادی تمام لوگوں کو ایک مشترکہ میدان میں رکھ کر حاصل کی جاتی ہے۔ انہیں اس بارے میں ذرا بھی شبہہ نہیں اگر مجلس دستور ساز کے مسلم اراکین. جداگانہ حق رائے دہی تحت بھی منتخب ہوں تب بھی مسلم ہند ہندو اکثریت کے غلبے تلے آ جائے گا۔ اس مہتم بالشان قومی ادارے میں ایک مسلمان کو تین ہندوؤں کا سامنا کرنا ہو گا۔ مسلمانوں کو اپنا آئین مرتب کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہو گا کیونکہ مجلس دستور ساز میں اکثریت انہیں بہا لے جائے گی۔

لیگ اور جنگ

لیگ اس وقت جنگ کی مساعی میں مداخلت نہیں کرنا چاہتی۔ انہیں اس بات کا یقین ہے کہ ہند ایک مشترکہ خطرے سے دو چار ہے اور مسلمان اپنے تمام وسایل حکومت کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن لوگوں کو ساتھ لے کر چلنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مساعی جنگ کے اہتمام میں ان کی بھی آواز ہو۔ ہم نے یہ بات برطانوی حکومت پر واضح کی۔ برطانوی حکومت نے اس اصول کو قبول کر لیا اور اسی مقصد کے پیش نظر وہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں توسیع کرنا چاہتی تھی۔ کانگرس نے پیش کش کو فی الفور مسترد کر دیا۔ البتہ حکومت نے یہ یقین دہانی کرا دی کہ کسی دستوری پیش رفت سے قبل بڑی سیاسی جماعتوں سے مشورہ کیا جائے گا۔ لیکن کون سی سیاسی جماعتوں سے مشورہ کیا جائے گا۔ کانگرس ہندو پارٹی ہے اور ہندوؤں کی بہت بڑی تعداد کی نمائندگی کرتی ہے۔ مسلمان اس [کانگرس] سے باہر ہیں مساعی جنگ میں اضافے کی خاطر جن کا تعاون ضروری ہے۔ فی الوقت کانگرس تعاون نہیں کر رہی ہے۔ عہدوں سے مستعفی ہو گئی ہے اور تحریک سول نافرمانی شروع کر رکھی ہے۔ یہ پستول برطانوی حکومت کے سر پر تان رکھی ہے صرف ایک مقصد کی خاطر کہ وہ اسے مجبور کر دے کہ وہ کانگرس کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

مہاسبھا اور مسلمان

لیگ کے موقف کی صراحت کرتے مسٹر جناح نے کہا کہ اسے آزادی اور خود مختار حکومت مطلوب ہے آزادی ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے بھی۔ آزادی ہندوؤں کے لئے اور محکومی مسلمانوں کے لئے نہیں مسٹر ساورکر اور ڈاکٹر مونجے نے اس ضمن میں کوئی تکلیف نہیں برتا انہوں نے برملا یہ بات کہی کہ ہند کے مسلمان ایسے ہیں۔ جیسے جرمنی میں یہودی۔ کانگرس اور ہندو

مہاسبھا میں فرق صرف اتنا ہے کہ ہندو مہاسبھا جو بات لگی لپٹی رکھے بغیر کہتی ہے کانگرس وہی بات گھما پھرا کر کہتی ہے۔ مسز سیتا مورتی نے بھی اپنی ایک حالیہ تقریر میں یہ کہا ہے کہ مسٹر ایمرے کا بہترین آزمائش یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو یہ بتا دیں کہ کوئی پاکستان نہیں۔ کوئی ناممکن تحفظات نہیں آپ کو اکثریت سے معاملہ کرنا چاہئے۔

اگر لیگ بہت سے لوگوں کو ہندو راج کے خطرے کا قائل نہیں کر سکی تو اس کی وجہ تنظیم، اخبارات اور مالی و سائل کی کمی ہے۔ لیکن اس میں بہت زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔ لیگ صرف گذشتہ تین برس سے کام کر رہی ہے جب کہ کانگرس پچھلے ۲۵ برس سے اپنا کام کر رہی ہے۔

پاکستان

پاکستان کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ہند ایک قومی ریاست نہیں بلکہ یہ قومیتوں کی ریاست ہے۔ فی الوقت ملک پر نیم نوکر شاہی وحدانی حکومت ہے اور اس کی پشت پر برطانوی حکومت کی طاقت ہے اس وقت ہندو مسلمانوں پر اعتماد نہیں کرتے۔ ممبر داخلہ کو ایک ہندو رہنما نے یہ تجویز پیش کی کہ مسلمانوں پر ہندوؤں سے نگرانی کرائی جائے اور ہندوؤں پر مسلمانوں سے نگرانی کرائی جائے یہ صاحب محکمہ مردم شماری سے متعلق ہیں اس محکمہ میں ہندو غلبہ چاہتے ہیں اور جب آئین مجلس دستور ساز سے بنوانا ہو تو مسلمانوں سے یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ہندوؤں پر اعتماد کریں گے۔

لہٰذا واحد حل پاکستان ہے جو پہلے سے موجود اور اس کی اپنی تخلیق نہیں ہے۔ مسلمان اپنی ریاستیں شمال اور مشرق میں طلب کرتے ہیں جو سارے ملک کا صرف ایک چوتھائی ہے اور چاہتے ہیں کہ' ہندو باقی ماندہ لے لیں کیونکہ یہی ان کی مستقبل دوستی کا حل ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کو ضمانت دے سکتے ہیں عہد کر سکتے ہیں کہ دونوں ریاستوں میں مختلف اقلیتوں ایک مقدس امانت کا سا سلوک کیا جائے گا۔

کانگرس کی پیش کش

اس وقت مسٹر جناح کی تقریر میں ایک آواز نے مداخلت کی جس نے کہا کہ آپ کانگرس کی پیش کش کو قبول کیوں نہیں کر لیتے؟

مسٹر جناح نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ وہ کانگرس کی پیش کش اس لئے قبول نہیں کرتے کہ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ کانگرس کا مقصد غلبہ ہے وہاں جہاں ہندو اکثریت میں ہیں اور ان صوبوں میں بھی جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ کیونکہ ہندو اقلیت ہمیشہ مرکزی حکومت سے اپیل کرے گی جس میں ہندوؤں کی اکثریت ہو گی۔

کانگرس کی دو برس سے ذرا زیادہ کی حکمرانی مسلمانوں کے لئے برسہائے برس کی ظلم و ستم کی کہانی۔ دوسری جانب اگر مسلم اقلیتوں پر ہندو اکثریت کے صوبوں میں ظلم و ستم ہوتا تو وہ کس سے اپیل کریں گے ان کے لئے اپیل کی عدالت کون سی ہو گی؟ یقیناً مرکزی حکومت تو نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں تو پہلے ہی ہندو اکثریت کا غلبہ ہو گا۔

تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ وہ مسلمان اپنی منزل مقصود اس وقت حاصل کریں گے جب ان کے پاس اپنے کاز کیلئے بے لوث کارکن ہوں گے۔ انہوں توقع ظاہر کی کہ سندھ بھی چند بیٹے پیش کر دے گا جو اپنے بھائیوں کے لئے کام کریں گے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو صرف خدا ہی اس صوبے کی مدد کر سکے گا۔ (دی اسٹار آف انڈیا' ۲۶' دسمبر ۱۹۴۰ء)

۱۹۱۔ جلسہ عام منعقدہ احمد آباد سے خطاب

احمد آباد' ۲۷' دسمبر ۱۹۴۰ء

"پاکستان زیادہ دور نہیں۔ ہر قصبے اور گاؤں میں ہر مسلمان پاکستان کی خاطر قربانی کے لئے تیار ہے۔" اس امر کا اعلان مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ اپنی تقریر کے دوران کیا۔ وہ پچاس ہزار سے زیادہ مسلمانوں کے ایک جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے۔

انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر مونجے ہندو قوم' ہندو حکمرانی اور ہندو ریاست کی بات کرتے ہیں۔ جب کہ ہندو مہاسبھا علی الاعلان جو بات کرتی ہے کانگرس وہی بات ذرا چالاکی سے گھما پھرا کر کرتی ہے لیکن دونوں کا مفہوم ایک ہوتا ہے۔ کانگرس جمہوریت' مخلوط انتخابات اور قومی حکومت منتخب جو مقننہ کے سامنے جواب دہ ہو' کی بات کرتی ہے۔ اگر اسے قبول کر لیا جائے تو اس کا مطلب ہو گا ہندو ریاست اور ہندو راج۔ کانگرس مہربانی کے طور سے مسلمانوں کو جداگانہ طریقہ انتخاب عطا کرنے کے لئے تیار ہے لیکن آخر میں اس کا مطلب ہو گا مرکزی حکومت میں تین ہندو اور ایک مسلمان۔ مسلمان سات صوبوں میں کانگرس راج کا کافی مزہ چکھ چکے ہیں۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ جمہوریت ہندو زندگی اور معاشرے کے لئے بالکل اجنبی ہے وہ جمہوریت کی بات ووٹ حاصل کرنے کے مقصد سے کرتے ہیں۔ انہوں نے ۶ کروڑ اچھوتوں کی مثال دی مسلمانوں کے بارے میں تو یہ کہنا ہی کیا ہے جن کے ہاتھوں سے وہ پانی اور خوراک بھی نہیں لیتے۔ ہندو معاشرے میں جمہوریت کے ہر جزو کا فقدان ہے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ پاکستان صدیوں سے موجود ہے۔ ان اوطان شمال مغرب اور مشرق ہیں جہاں وہ آج بھی ۷۰ فی صد اکثریت میں ہیں۔ ان علاقوں میں خود مختار مسلم ریاستیں ہونی چاہیں

تاکہ وہ اپنی زندگی اپنے مذہب اپنی ثقافت اور اپنے قوانین کے مطابق بسر کر سکیں۔ ہند کے نو کروڑ مسلمانوں میں سے ساڑھے چھ کروڑ مسلمان ان علاقوں میں بستے ہیں۔ ہندو مہاسبھا اور کانگرس کو سارا ہند مطلوب ہے تاکہ وہ مرکز میں وحدانی طرف کی حکومت قائم کر کے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر سکیں اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ سات ہندو صوبوں میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب زیادہ سے زیادہ سات سے چودہ اور وہ کلیتاً" ہندو راج کے زیر نگیں ہوں گے۔ مرکزی حکومت کو ناانصافی کے خلاف اپیل ایسا ہو گا جیسے آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ چونکہ وہاں بھی جمہوریت کے ریاضی حساب کتاب کے مطابق ہندوؤں کی اکثریت ہو گی۔

مسٹر جناح نے کہا کہ یہ ایسی صورت حال ہو گی جسے وہ ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ اور ایسی زبردست تباہی پر منتج ہو جس کی ہند میں نظیر نہیں ہو گی۔ پاکستان دونوں اکثریتی قوموں کے لئے حصول آزادی کا جلد ترین راستہ ہے مسلمانوں کو یہ خوف دامنگیر نہیں ہونا چاہئے کہ ہندو اکثریت کے صوبے انہیں کچل دیں گے۔ ہمیں اقلیتی میں "اپنی تقدیر کا سامنا کرنا چاہئے لیکن مسلم اکثریتی صوبوں کو آزاد کرا دینا چاہئے تاکہ وہ اپنی زندگی بسر کریں آزاد ریاستوں میں اسلامی قوانین کے مطابق اپنی حکومت بنا سکیں۔

[اے۔ پی۔ آئی] (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۲۹ دسمبر ۱۹۴۰ء)

۱۹۲۔ پاکستان کی اسکیم کے مضمرات

کراچی سے واپسی پر احمد آباد میں تقریر

۲۸ دسمبر ۱۹۴۰ء

کراچی سے واپس آتے ہوئے مسٹر جناح احمد آباد تشریف لے گئے اور وہاں ایک جلسے سے خطاب کیا۔ مسٹر جناح نے اپنی تقریر میں پاکستان کی اسکیم اور مرکز میں ایک قومی حکومت کی تجویز کے مضمرات کی وضاحت کی۔

ہند کو تقسیم کر دینا چاہئے تاکہ ہندو اور مسلمان دوستوں اور ہمسایوں کی طرح سے رہ سکیں اور اپنی فکر کے مطابق ترقی کر سکیں، یہ ہے وہ اعلان جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلم اسٹوڈنٹس یونین کے زیر اہتمام منگل داس میموریل ہال میں ایک پرہجوم جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

وحدانی طرز حکومت کا تصوّر مر چکا ہے

انہوں نے کہا اگر ہندوؤں نے سارا ہند حاصل کرنے کی کوشش کی تو وہ سارا گنوا دیں گے

لیکن اگر انہوں نے ایک تہائی مسلمان کو دے دیا تو دو تہائی انہیں مل جائے گا۔ ہندو صوبوں میں مسلمان اقلیتیں اپنی تقدیر پر شاکر رہیں گی۔ لیکن وہ مسلم اکثریت کے صوبوں کی آزادی کی راہ میں مخل نہیں ہوں گی۔ مسٹر جناح نے ہندو اکثریت کے صوبوں کے مسلمانوں سے یہ نہیں کہا کہ جب پاکستان قائم ہو جائے تو وہ جوق در جوق پاکستان ہجرت کر جائیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں جہاں پہلے ہی سے پاکستان معرض وجود میں ہے' ہندو اکثریت والی مرکزی حکومت کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ وحدانی طرز کی مرکزی حکومت کا تصور مر چکا تھا۔ لیکن اگر اس کا احیاء کیا گیا تو مسلمان اس کی مزاحمت کریں گے۔ کیونکہ مسلم صوبوں کی ہندو اقلیتیں ہندو اکثریت کی مرکزی حکومت کی اعانت سے کاروبار حکومت کو چلانا ناممکن بنا دیں گی' اور اس طرح مسلم اکثریت ہر پہلو سے مرکزی حکومت کی باجگذار بن کر رہ جائے گی۔

ہندو راج

مسٹر جناح نے مزید کہا کہ ہندو مہاسبھا کا علی الاعلان اور کھلم کھلا موقف ہے پورے برصغیر پر ہندو راج کا قیام کانگرس جمہوریت' تقلید طریقہ انتخاب اور مجلس قانون ساز کے منتخب ارکان کے سامنے ذمہ داری مرکزی حکومت کی بات کرتی ہے۔ دنیا میں کہیں بھی جمہوریت اپنے اصل مفہوم کے مطابق موجود نہیں ہے۔ انگلستان میں بھی حکمران طبقہ ہی حکومت کرتا ہے لیکن ہند میں ایسی جمہوریت بھی ممکن نہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں معاشرتی اور ثقافتی اعتبار سے کوئی چیز مشترک نہیں مذہب کا تو ذکر ہی جانے دیجئے۔ ایک قوم کا ہیولیٰ اور قومی رائے کا اظہار کہاں ہے جس کی بنیاد پر انگلستان کی کمزور اور نام نہاد جمہوریت کو ہی اپنایا جا سکے۔

مسلمان اور قومی حکومت

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ایک قومی حکومت جو مرکز میں مجلس قانون ساز کے منتخب اراکین کے سامنے ذمہ دار ہو وہ صرف دائمی ہندو اکثریت کے دباؤ کے تحت ہی تشکیل پا سکتی ہے اور (اس صورت میں) مسلمان اور دیگر چھوٹی اقلیتیں بالکل ہندو راج کے رحم و کرم پر ہوں گی۔ مسٹر جناح نے اس پر حیرت کا اظہار کیا کہ مسٹر گاندھی اس صورت حال پر خوش ہو سکتے ہیں۔ بسا اوقات دو بھائیوں کے لئے بھی ایک مشترکہ خاندان میں اکٹھے رہنا ناممکن ہو جاتا ہے اور تقسیم سے ان دونوں کے درمیان سکون اور بہتر روابط قائم ہو جاتے ہیں۔ پھر انہیں ہند کی تقسیم سے کیوں محروم رکھا جائے۔ جب انہیں اس بات کا علم ہے اور یقین ہے کہ ثقافت' مذہب اور معاشرتی زندگی میں اس سے کہیں زیادہ اہم اختلافات اور مخالفتوں کے پیش نظر جو ایک ہی خاندان کے دو بھائیوں میں ہو سکتے ہیں' وہ سکون کے ساتھ اکٹھے نہیں رہ سکتے؟

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۳۱' دسمبر ۱۹۴۰ء)

۱۹۳۔ ڈاکٹر مکرجی کے ساتھ ملاقات کے بارے میں یونائیٹڈ پریس کے لئے بیان

۲ جنوری ۱۹۴۱ء

ڈاکٹر آر۔ مکرجی پروفیسر تاریخ لکھنؤ یونیورسٹی نے ہند کے آئندہ دستور کے موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے مسٹر ایم اے جناح سے ملاقات کی۔ بعد ازاں مسٹر جناح نے یونائیٹڈ پریس کو اس ملاقات کا لب لباب بتایا۔

کاغذی تحفظات

نمائندہ یونائیٹڈ پریس' نے یہ دریافت کرنے کے لئے کہ گفت و شنید کی کیا نوعیت رہی' مسٹر جناح سے ملاقات کی' تو انہوں نے کہا کہ "ڈاکٹر مکرجی کے اس سوال کے جواب میں کہ اگر دستور میں مختلف فرقوں کو مکمل ثقافتی خودمختاری کی ضمانت عطا کر دی جائے تو کیا مسٹر جناح کے نقطۂ نظر کا تقاضا پورا نہیں ہو جائے گا؟ انہوں نے ڈاکٹر مکرجی کو بتایا کہ جب تک مرکز میں واحدانی طرز حکومت ہے تو وحدتوں کے بارے میں خودمختاری کی بات کرنا کار عبث ہے۔" انہوں نے کہا : سوال محض ثقافت کا نہیں یہ سیاسی' اقتصادی اور معاشرتی مسائل ہیں جنہیں ہماری فکر اور صوابدید کے مطابق ہمارے اوطان میں حل کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ یہ خودمختار ریاستیں ہوں جن میں کل ہند کے کسی مرکز کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ تحفظات دستوری ہوں یا کسی اور نوعیت کے بے سود ہوں گے۔ جب تک کہ مرکز میں ہندوؤں کی فرقہ وارانہ اکثریت ہو گی تحفظات صرف کاغذ تک ہی محدود رہیں گے۔ لہٰذا میرا خیال یہ ہے کہ حالات اور حقائق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مسلمانوں کے لئے میرے تجویز کردہ علیحدہ اوطان سے بہتر اور زیادہ مناسب کوئی اور چیز نہیں۔

باہمی خطرہ

ڈاکٹر مکرجی نے دریافت کیا کہ کیا یہ خودمختار مسلم ریاستیں دیگر مسلم طاقتوں کے ساتھ مل کر ہند کے لئے خطرہ تو نہیں بن جائیں گی؟ مسٹر جناح نے کہا پہلی بات یہ کہ ان علیحدہ شدہ اوطان کے مسلمان بڑے ہی بے وقوف ہوں گے اگر وہ کسی بھی طاقت کو اپنے اوطان پر فرمانروائی کی

دعوت دیں گے جن کی حکومتیں خود ان کے ہاتھ میں ہوں گی۔ یہ بالکل واضح ہے کہ اس وقت رجحان زیادہ تر علاقائی خودمختاری کی جانب ہے جیسا کہ حال ہی میں مشرق اور مشرق بعید کے مسلمان ملکوں کی تاریخ اور ترقی سے ظاہر ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے بالکل برعکس مجھے یقین ہے کہ ہندو ہند یہ محسوس کرے گا کہ مسلم ہند نہ صرف دوست ہمسایہ ہے بلکہ بیرونی جارحیت کے خلاف ہند کا دفاع بھی کرے گا۔ اس صورت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ موثرو نظریہ دونوں ہندو ہند اور مسلم ہند کے مفاد میں رو بہ عمل آ جائے گا اور اس اعتبار سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شمال مغربی مسلم آزاد ریاستوں کو ہند کی بیرونی سرحدی چوکیاں سمجھنا چاہئے۔

۱۹۴۔ لندن کے ایک اخبار کے نامہ نگار کو بیان

بمبئی، ۳ جنوری ۱۹۴۱ء

"برطانوی حکومت" پارلیمان اور برطانوی عوام عظیم ترین غلطی کا ارتکاب کریں گے اگر وہ کانگرس کے اس پروپاگنڈے کی رو میں بہہ گئے کہ مسلم ہند کا مطالبہ پاکستان پیش کرنے کا مقصود سودے بازی ہے یا پھر یہ مسلم لیگ کا غیر مصالحانہ رویہ ہے" یہ بات مسٹر جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے لندن کے ایک اخبار سے ملاقات کے دوران کہی۔

مسٹر جناح نے مزید کہا "یہ افسوسناک بات ہے کہ وزیر ہند نے گزشتہ ۱۴ اگست کے سرکاری اعلان کے بعد سے مشکوک قسم کی تقریریں کرنی شروع کر دی ہیں اور بالخصوص ان کے 'ہند پہلے' کے اس نعرے کے تعلق میں تقریر پروپاگنڈے کے اعتبار سے یہ بہت اچھی تقریر تھی لیکن اس کا امکان ہے کہ یہ مسلمانوں کے اعتماد کو متزلزل کر دے جنہوں نے ابتک اپنی تنظیم کے توسل سے خیر اندیشانہ غیر جانبداری کا رویہ اپنا رکھا ہے۔ وزیر ہند کے لئے ایک پروپاگنڈا ادارے کا کردار ادا کرنا بے حد غیر معقول بات ہے جیسا کہ ان کے اعلانات عام طور سے ان کے اختیار اور مرتبے سے، بحیثیت وزیر ہند جو ملک معظم کی حکومت کی حکمت عملی کا اظہار کرتے ہیں، علیحدہ نہیں کئے جا سکتے۔"

(اپنے نامہ نگار سے، دی اسٹار آف انڈیا، ۴ جنوری ۱۹۴۱ء)

۱۹۵۔ تجویز تقسیم ہند اور اقلیتیں

بمبئی میں مسلم پراگریس سوسائٹی اور مسلم یوتھ مجلس سے خطاب

۳ جنوری ۱۹۴۱ء

بمبئی میں ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے تجویز تقسیم ہند اور اقلیتوں

کے مقام پر روشنی ڈالی۔

مسٹر ایم اے جناح نے بمبئی میں مسلم پراگریس سوسائٹی اور مسلم یوتھ مجلس کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کا اعادہ کیا اور دریافت کیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ سارے برصغیر ہند کے لئے ایک وحدانی طرز کی مرکزی حکومت ہو جو چالیس کروڑ لوگوں پر حکمرانی کرے۔ اس نظام میں تین ہندوؤں اور ایک مسلمان کا تناسب ہو گا۔ جس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہندوؤں کا فرمان اور حکم سب پر مسلط کر دیا جائے گا۔ اس ملک میں موقع کے مطابق جمہوریت اور بالغ رائے دہی کا مطلب ہو گا ہندو راج۔

کوئی غلبہ نہیں

پاکستان کی تجویز کی وضاحت کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ان کا پورے ہند پر غلبہ حاصل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں اور نہ ہی ہندوؤں پر حکمرانی کرنے کا کوئی قصد اور منصوبہ ہے۔ مسلم لیگ جو کچھ چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ موقع ملے کہ وہ ان دو منطقوں میں' جنہیں وہ اپنا وطن تصور کرتے ہیں' ان کی اپنی حکومت ہو اور اپنی ثقافت کو ترقی دے سکیں۔ انہوں نے دعا کی کہ ہندو دوسرے حصوں میں اپنی حکومت قائم کریں اور اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق ترقی کریں۔

اپنی تقدیر پر شاکر رہنے پر آمادہ ہیں

ان مسلمانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جو بعض صوبون میں اقلیت میں رہ جائیں گے مسٹر جناح نے کہا کہ "ان کی صورت حال سے کسی کو تشویش نہیں ہونی چاہئے۔ انہوں نے ان سے پوچھا کہ کیا ان ساڑھے ۶ کروڑ مسلمانوں کو جو دو منطقوں میں اکثریت میں ہیں کل ہند وحدانی طرز کی حکومت میں ایک اقلیت میں رکھ کر باقی ماندہ ڈھائی کروڑ مسلمانوں کو' جو دیگر صوبوں میں پھیلے ہوئے ہیں' کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ مسٹر جناح نے اعلان کیا کہ جہاں تک ان کا تعلق ہے وہ اس صوبے میں جس میں وہ اقلیت میں ہیں' اپنی تقدیر پر شاکر رہیں گے۔ لیکن وہ ان مسلمانوں کو جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں ہندوؤں کے غلبے اور دائمی طور پر اقلیت میں رہنے سے آزادی دلا دیں گے۔

بہتر ماحول

مسٹر جناح نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے ابھی تک تجویز پاکستان کے خلاف کوئی حقیقی دلیل نہیں سنی اور کہا کہ قیام پاکستان سے ملک میں ایک بہتر ماحول پیدا ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ مسٹر گاندھی اور کانگرس اور ہندو مہاسبھا پورا ہند چاہتے ہیں۔ وہ انہیں کبھی نہیں ملے گا لیکن انہیں

دو تہائی مل جائے گا اگر وہ لالچ نہیں کریں گے اور ایک تہائی ہمیں دے دیں گے اور قصہ ختم کر دیں گے۔

مسلمانوں کا رتبہ بلند ہو گیا

اس سے قبل مسٹر جناح نے اپنی تقریر میں مسلم لیگ کی ترقی کا جائزہ لیا جو اس نے گذشتہ چند برسوں کے دوران کی اور دعویٰ کیا کہ مسلم لیگ نے مسلمانوں کو وقار' قوت اور خودداری کے مرتبے پر پہنچا دیا ہے اور انہیں یہ رتبہ دلا دیا ہے کہ انہیں ان بڑی جماعتوں میں سے ایک تسلیم کر لیا جائے جو اس ملک کے آئندہ دستور پر بحث و تمحیص اور غوروخوض میں شریک ہوں گی۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۵' جنوری ۱۹۴۱ء)

۱۹۶۔ سکندر آباد ینگ مینز ایسوسی ایشن کے نام پیام عید

بمبئی' ۵ جنوری ۱۹۴۱ء

"میں مسلمانوں کی تعلیم اور ان کی تنظیم کی ضرورت پر اس سے زیادہ زور نہیں دے سکتا کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں' تعلیم پہلا قدم ہے۔" یہ بات مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے مسٹر برہان اللہ جنرل سیکرٹری سکندر آباد ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کے نام ایک پیغام میں کہی جو جشن عید کے موقع پر ارسال کیا گیا۔

مسٹر جناح نے مزید کہا: "مسلمانوں کی اجتماعی بہبود کی جانب اقتصادی' معاشرتی اور سیاسی اعتبار سے صرف اپنے لوگوں کو تعلیم دے کر ہی ہم انہیں بالکل نظم و ضبط کا پابند' تربیت یافتہ اور منظم قوم بنا سکتے ہیں۔"

(دی اسٹار آف انڈیا' ۱۱ جنوری ۱۹۴۱ء)

۱۹۷۔ مردم شماری کے بارے میں بیان

بمبئی' ۱۱ جنوری ۱۹۴۱ء

اس امر کے پیش نظر کہ ہند کے بہت سے حصوں سے لوگوں نے مسٹر جناح سے یہ دریافت کیا کہ وہ کس طرح اس برصغیر کی آبادی میں اپنی صحیح تعداد حاصل کرنے کی غرض سے مردم شماری کے حکام کی مدد کر سکتے ہیں اور اس امر کے پیش نظر کہ ۱۱ جنوری کو ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن بمبئی کے ایک وفد نے اس ضمن میں ان سے ملاقات کی۔ وفد مسٹر قلعہ دار ایم ایل اے' جے پی' مسٹر اے ایچ اسماعیل اور مسٹر خیار پر مشتمل تھا۔ انہوں نے اس بارے میں حسب ذیل بیان جاری کیا:

"میں آئندہ مردم شماری کی زبردست اہمیت کو تسلیم کرتا ہوں اور میں نہ صرف خود اپنے شہر کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں بلکہ سارے ہند کے مسلمانوں سے بھی کہ وہ حکام اور مردم شماری کے متعلقہ افسروں کے ساتھ پوری اعانت' امداد اور تعاون کریں۔ میں بالخصوص مندرجہ ذیل سوالات پر زور دیتا ہوں:

سوال نمبر ۳: نسل' قبیلہ یا ذات

ہر مسلمان کی جانب سے جواب ہونا چاہئے کہ وہ مسلمان ہے۔

سوال نمبر ۴۳: مذہب جواب ہونا چاہئے اسلام۔

سوال نمبر ۱۸: مادری زبان

جواب ہونا چاہئے "اردو" لیکن اگر کوئی مرد یا عورت اردو سے بالکل نابلد ہے' پھر وہ زبان جو وہ جانتا/ جانتی ہو۔

آخری بات ہر کنبے کے سربراہ کو یہ احتیاط کرنی چاہئے کہ وہ اپنے کنبے کے جملہ افراد کی صحیح تعداد بتا دے۔ مجھے امید ہے کہ ہند کے طول و عرض میں منظم کوششیں کی جائیں گی۔

مسٹر جناح نے وفد کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ان کے پاس آنے کی زحمت گوارا کی' سارا معاملہ ان کے روبرو رکھا اور ان کے سامنے اس امر کی وضاحت کی کہ وہ کس طرح تعاون کریں گے اور حکام کی امداد کریں گے۔

(اپنے نامہ نگار سے' دی اسٹار آف انڈیا' ۱۸ جنوری ۱۹۴۱ء)

۱۹۸۔ "نظرثانی شدہ پاکستان اسکیم" کمیٹی کی سفارشات کی تردید

نئی دہلی' ۱۸ فروری ۱۹۴۱ء

مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اخبارات کو حسب ذیل بیان جاری کیا:

"میری توجہ اس اطلاع کی جانب مبذول کرائی گئی جو آج کے اخبار میں شائع ہوئی جس کی سرخی ہے "نظرثانی شدہ پاکستان اسکیم کمیٹی کی سفارشات" یہ بالکل غیر درست ہے۔ گذشتہ مارچ قرار داد لاہور کی منظوری کے بعد جسے اب عام طور سے قرار داد پاکستان کہا جاتا ہے مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک سب کمیٹی تشکیل دی تاکہ وہ قرار داد لاہور میں مذکور بنیادی اصولوں کی بنیاد پر کوئی تجویز طلب کر سکے۔

قرداد لاہور میں منجملہ دیگر چیزوں کے کہا گیا ہے کہ کوئی آئینی منصوبہ اس ملک میں قابل عمل نہیں ہو گا اور نہ مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہو گا تاآنکہ وہ حسب ذیل بنیادی اصول پر ترتیب

نہ دیا جائے۔ یعنی جغرافیائی لحاظ سے ملحقہ وحدتوں کو ایسے منطقوں میں تشکیل دے دیا جائے' ایسے علاقائی رد و بدل کے ساتھ جو ضروری ہو کہ جہاں مسلمان تعداد کے اعتبار سے اکثریت میں ہوں جیسا کہ ہند کے شمال مغربی اور مشرقی منطقے' انہیں اکٹھا کر کے 'آزاد ریاستوں' کی شکل میں تشکیل دے دیا جائے۔ جن میں شامل وحدتیں خود مختار اور آزاد ہوں گی۔

یہ بھی درست نہیں کہ لیگ کی مجلس عاملہ اپنے ۲۲ فروری کے اجلاس میں ان میں سے کسی اسکیم پر غور کرے گی۔ تاہم میں کسی بھی اسکیم یا تجویز کا خیر مقدم کروں گا خواہ وہ کسی بھی ذریعہ سے آئے اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت سے مسلمان اور دیگر صاحبان ہیں جو اس مسئلہ پر اپنا ذہن استعمال کر رہے ہیں۔

تاہم میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلم لیگ کا سرکاری طور پر ان اسکیموں سے کوئی تعلق نہیں ہے جو وقتاً" فوقتاً" اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

بعض افراد کے ذہنوں میں لفظ 'پاکستان' کے استعمال سے کچھ الجھن پیدا ہو رہی ہے۔ یہ لفظ قرارداد لاہور کا مترادف بن گیا ہے۔ اس وجہ سے قرار داد لاہور کو جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے بیان کرنے کا ایک سہل اور آسان طریقہ ہے۔ اس سبب سے برطانوی اور ہندی اخبارات مسلم مطالبے کو جیسا کہ وہ قرار داد لاہور میں مذکور ہے لفظ "پاکستان" سے بیان کرتے ہیں۔ دراصل میں تو اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں پاتا۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ بعض لوگ رائی کے اس دانے کو پہاڑ کیوں بنا رہے ہیں۔

[اے۔ پی۔ آئی] (دی اسٹار آف انڈیا' ۱۹ فروری ۱۹۴۱ء)

۱۹۹۔ اسلامیہ کالج میں پرچم کشائی کی تقریب سے خطاب

لاہور یکم مارچ ۱۹۴۱ء

اسلامیہ کالج کے میدان میں تقریب پرچم کشائی سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا " قرار داد لاہور کو جسے عرف عام میں قرار داد پاکستان کہا جاتا ہے جامہ عمل پہنانے کے ضمن میں پنجاب کو ایک کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

اردو میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا تین برس قبل مسلم ہند "سرزمین غیر مملوکہ" تھی اور جس کا دل چاہتا وہ یہاں ڈیرہ ڈال لیتا۔ لیکن مسلم لیگ ان کے آڑے آئی۔ اس نے نہ صرف انہیں ایک پلیٹ فارم عطا کیا بلکہ ان کے سیاسی احیاء کے لئے ایک زبردست پروگرام بھی دے دیا اور آج ان کا اثر جملہ حلقوں میں محسوس کیا جا رہا ہے۔

انہوں نے کہا کانگرس کے پروپاگنڈے کے زیر اثر امریکہ کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ کانگرس ہند میں واحد سیاسی نمائندہ جماعت ہے۔ اب وہ مسلم ہند کے مسائل سے دلچسپی کا اظہار کرنے لگے ہیں۔ یہ صرف مسلم لیگ کے تحت مسلمانوں کے منظم ہونے کا نتیجہ ہے کہ تمام ممالک میں ان کی عزت اور ان کے وقار میں بے حد اضافہ ہوا ہے۔ سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا مسٹر ایمرے کو بھی اپنی ایک حالیہ تقریر میں یہ تسلیم کرنا پڑا' نو کے ملین مسلمانوں کو ہند کے آئندہ آئین کو مرتب کرتے وقت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

مسلم لیگ کی قرار داد کی جانب رجوع کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں کہ اس کی کس نے مخالفت کی۔ مسلمانوں نے اس کی خاطر لڑنے کا عزم کر لیا ہے۔ مسلمانان پنجاب کو تصور پاکستان کے رو بہ عمل آ جانے سے سب سے زیادہ فائدہ پہنچے گا۔"

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲ مارچ ۱۹۴۱ء)

۲۰۰۔ پاکستان کانفرنس کے افتتاحی اجلاس سے خطاب

لاہور یکم مارچ ۱۹۴۱ء

پاکستان کانفرنس کے کھلے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "آج مارچ کا پہلا دن ہے۔ میرا مسلم نوجوانوں کو مشورہ یہ ہے کہ مارچ کرتے جایئے۔(آگے بڑھتے جایئے)

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ وہ یہ نہیں چاہتے کہ نوجوان اہم سیاسی مسائل پر اپنی رائے کے اظہار اور اس کی تشکیل کے تعلق میں ان کی موجودگی سے متاثر ہوں۔ اس لئے اب وہ ہند اور مسلمانوں کو درپیش اہم ترین مسائل پر اظہار رائے کا حق محفوظ رکھتے ہوئے کل نوجوانوں کو موقع دیں گے کہ وہ مسلم لیگ کی قرار داد پاکستان پر بغیر کسی روک ٹوک کے اظہار خیال کریں۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲ مارچ ۱۹۴۱ء)

۲۰۱۔ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن' پنجاب

خصوصی اجلاس "پاکستان" میں خطبہ صدارت

۲ مارچ ۱۹۴۱ء

خواتین و حضرات!

اولاً تو آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ایک بار پھر اس اعزاز کیلئے آپ کا شکریہ ادا کر دوں جو آپ نے پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی اس کانفرنس کی کارروائی کی صدارت کرنے کی دعوت دے کر مجھے بخشا ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا' میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ یہ جذبہ اپنائیت کی صدا ہے اور میں نے بڑی مسرت کے ساتھ اس صدا پر لبیک کہا ہے۔ ثانیاً میں یکم مارچ یعنی کل سے آپ کے ساتھ ہوں' میں نے اس کانفرنس کے ضمن میں آپ کے انتظامات اور کارروائیاں دیکھی ہیں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ جس انداز سے آپ نے اس کانفرنس کا انتظام کیا اس پر آپ کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کروں۔ (تالیاں) میں نہ صرف نوجوانوں کو بلکہ لاہور کے کثیر التعداد مسلمانوں کو اور ان سب لوگوں کو جو مختلف حصوں سے یہاں تشریف لائے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں اسے حقیقتاً سراہتا ہوں اور مجھے مسرت ہے کہ مسلمانان پنجاب بیدار ہو گئے ہیں اور یہ کہ نوجوانوں کا ایک چھوٹا سا دستہ ہے جس نے پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی اس کانفرنس کے انعقاد کے سلسلے میں بے حد محنت کی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں نے اس کے لئے کام کیا' جنہوں نے اس کے لئے محنت کی انہیں پورا اطمینان ہونا چاہئے کہ ان کی محنتیں بار آور ہوئیں اور انہیں اپنے کام کا پورا ثمر مل گیا ہے۔

اراکین پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن اور خواتین و حضرات! اجازت دیجئے کہ میں سب سے پہلے صدر مسلم لیگ کی حیثیت سے آل انڈیا مسلم لیگ کی گذشتہ تین برس کی کارگزاری کی روئیداد ممکنہ حد تک مختصراً آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ قریب المرگ تھی اور مسلمان جاں بلب' گذشتہ تین برسوں کے دوران مسلم لیگ نے سارے ہند میں مسلمانوں کو اس حد تک منظم کر دیا کہ یہ امر حلیفوں اور حریفوں دونوں کے لئے تعریف و توصیف اور استعجاب کا باعث بن گیا (مرحبا' مرحبا) یہ ایک غیر معمولی بات ہے' جب اس دور کی تاریخ لکھی جائے گی کہ کس طرح ان تین برسوں میں نو کروڑ مسلمان ایک پلیٹ فارم پر' ایک پرچم تلے جمع ہو گئے تھے۔ یہ ایسا کارنامہ ہے جس سے مسلمانوں کی گذشتہ دو سو برس کی تاریخ نا آشنا ہے (مرحبا' مرحبا) ایسا بھی ہو سکتا ہے' یہ ایک معجزہ معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے سب دشمنوں کو ہمارے سب مخالفوں کو پورا بھروسہ تھا اور اس بات کی توقع تھی کہ مسلمان کبھی متحد نہیں ہوں گے۔ یہ کہ وہ آپس میں لڑتے رہیں گے اور اسی امید میں انہوں نے مسلمانوں میں افتراق اور انتشار پھیلانے کا منصوبہ بنا لیا۔ آج میں آپ کو بتا دوں کہ انہوں نے مسلمانوں میں نفاق اور انتشار پھیلانے کی کوششوں کو ترک کر دیا ہے (مرحبا) میں مرکزی مجلس قانون ساز کے حلقہ انتخاب روہیل کھنڈ کی تازہ ترین مثال لیتا ہوں۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ وہ کانگرس کا گڑھ ہے' ہندوؤں کا

گڑھ ہے اور یہ کہ آخری رکن جو منتخب ہوئے تھے وہ ایک مسلمان تھے۔ لیکن وہ ایک کانگرسی مسلمان تھے۔ بہرکیف' میں کبھی ایسی زبان استعمال نہیں کرتا جس سے کسی طرح بھی یہ ظاہر ہو کہ میں کسی کی بدنصیبی سے لطف اندوز ہوتا ہوں (مرحبا)۔ میں سمجھتا ہوں روہیل کھنڈ کے حلقہ کی نشست پر جو صاحب متمکن تھے ان کے لئے کانگرسی ہائی کمان کے انفرادی ستیہ گرہ کے حکم سے سرتابی ممکن نہیں تھی۔ انہوں نے ستیہ گرہ کی اور نتیجتاً" شاہی مہمان بنا لئے گئے' ایک برس سے زیادہ عرصے کے لئے' اور اس کا جو انجام ہونا تھا ہوا' میرا مطلب ہے قانونی انجام' وہ اس نشست سے محروم کر دیئے گئے۔ لیکن جب ہم نے اپنے امیدوار' نواب زادہ لیاقت علی خان کو کھڑا کیا' تو وہاں کہیں کانگرس نظر نہیں آئی' نہ زمین پر نہ افق پر۔ یہ صرف ایک مثال ہے ویسے مثالیں بہت ہیں لیکن ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ مسلم لیگ نے کیا کیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں درست کہہ رہا ہوں' آج مسلم لیگ نے مسلمانان ہند کو پُروقار مقام پر لاکھڑا کیا ہے۔ اس نے مسلمانان ہند کو اس ملک کے معاملات اور اس ملک کی قومی زندگی میں ایک باعزت مرتبہ دلا دیا ہے۔ اس نے مسلمانوں کو اور ان کے کارکنوں کو جذبہ نظم و ضبط عطا کیا۔ اس نے مسلمانوں کو عزت نفس اور خود اعتمادی دی' جس کی سب سے زیادہ احتیاج تھی۔ اس نے مسلم ہند کے سامنے صحیح تصویر کشی کی جس کا عکس آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس نے ان اہم امور کا درست پیش منظر سامنے رکھا جو آج مسلم قوم پر اثرانداز ہیں۔ پس اس نے مسلمانان ہند کے وقار اور شہرت میں اس درجہ اضافہ کیا ہے جو توقعات سے ماورا ہے' میری توقعات سے' اور ہم میں سے بہت سوں کی توقعات بھی۔ آج مسلم ہند کو افسر شاہی کے چنگل سے گلو خلاصی مل گئی ہے۔ وہ لوگ جنہیں مسلمانوں پر قائدین کے طور پر مسلط کر دیا گیا تھا اور جو مسلمانوں کے رہنماؤں کی حیثیت سے اکڑتے پھرتے تھے' اور اصلاً افسر شاہی کے کیمپ میں تھے' بے دست و پا ہو کر رہ گئے ہیں۔ وہ لوگ جو گاندھی کیپ پہن کر کانگرس پلیٹ فارم پر اکڑفوں دکھاتے تھے اب بے بس ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے (مرحبا' مرحبا) مسلمان اپنے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ وہ اپنے پلیٹ فارم پر' اپنے پرچم تلے جمع ہو گئے ہیں اور اپنی حکمت عملی پر عمل پیرا ہوں گے تاکہ اس منزل مقصود کو حاصل کر سکیں جو ہم نے اپنے لئے متعین کی ہے (تحسین و آفرین) تاہم ابھی بہت کچھ کرنا ہے اور اسی لئے میری آپ سے یہ اپیل ہے کہ نوجوانوں اور بوڑھوں' مردوں اور عورتوں سے' کہ ہمیں کام کرنا چاہئے۔

یاد رکھئے' پہلے تو آپ کو وہ منزل مقصود حاصل کرنی ہے۔ یعنی آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسلم ہند ہماری حکومت کے تابع ہو۔ یہ آپ کو حاصل کرنا ہے اور یہ آپ محض قراردادیں منظور کر

کے حاصل نہیں کر سکتے۔ آپ محسوس کرتے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ بلاشبہ' ہم نے سینکڑوں پلیٹ فارموں سے یہ اعلان کیا ہے کہ ہم ایک اقلیت نہیں ہیں۔ بالکل درست' ہم ایک اقلیت نہیں ہیں۔ اگرچہ مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہندو رہنما ابھی تک وہ پرانا راگ ہی الاپ رہے ہیں کہ ہم ایک اقلیت ہیں اور یہ کہ وہ انجمن اقوام عالم کے طے کردہ اصولوں کے مطابق تمام تحفظات دینے کے لئے آمادہ ہیں۔ میں نے آج ہی یہ فارمولا پڑھا ہے جسے اس ایک عظیم ہندو رہنما نے پیش کیا ہے جنہوں نے ہندو اقلیتوں کی اس کانفرنس میں تقریر کی تھی جو کل آپ کے شہر میں منعقد ہو رہی تھی۔ میں اپنے دوستوں کو' ہندو رہنماؤں کو بتا دوں کہ انجمن اقوام عالم مر چکی ہے (مرحبا' مرحبا) کیا آپ کو ابھی تک اس کا علم نہیں؟ میں ان کو بتا دوں کہ آپ کم سے کم ربع صدی پیچھے رہ رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ یہ محسوس نہیں کرتے کہ یورپ اور جنگ کے دیگر میدانوں میں دنیا کا سارا حلیہ ہفتہ سے ہفتہ اور مہینے سے مہینے تبدیل ہو رہا ہے۔ کیا یہ قدامت پسند فرقہ' یہ خوذ میں مگن فرقہ جدید طور طریقے نہیں اپنا سکتا اور اپنے ارادے اور خیالات تبدیل نہیں کر سکتا؟ لیکن یہ اظہر من الشمس ہے کہ ہم ایک اقلیت نہیں۔ ہم ایک قوم ہیں (تحسین و آفرین) اور ایک قوم کے پاس خطہ زمین بھی ہونا چاہئے۔ محض یہ کہنے کا کیا فائدہ کہ ہم ایک قوم ہیں؟ قوم ہوا میں تو نہیں رہتی۔ یہ زمین پر رہتی ہے۔ اس کو زمین پر حکمرانی کرنی چاہئے۔ اور اس کے پاس علاقائی ریاست ہونی چاہئے اور یہی آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں (مرحبا' مرحبا)

یاد رکھئے یہ کوئی چھوٹا موٹا کام نہیں۔ یہ کار عظیم ہے جس کا بیڑا آپ نے سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد اپنی زندگی میں اٹھایا ہے۔ آپ محسوس کرتے ہیں' اسے تمام ضروری اجزاء اور تیاری مطلوب ہے تاکہ منزل مقصود تک رسائی ہو سکے اور اسے پا سکیں۔ آپ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں گے کہ جذبات کی رو میں نہ بہہ جائیں' نعروں کی رو میں نہ بہہ جائیں۔ ایک قوم کس طرح تشکیل پاتی ہے؟ جب ایک قوم زوال کا شکار ہو جاتی ہے تو اس میں زندگی کی روح کس طرح پھونکی جاتی ہے؟ یہ ہیں سوالات۔

ہم زوال پذیری کے ذیل میں آتے ہیں۔ ہم نے بدترین دن دیکھے ہیں۔ اگرچہ مجھے مسرت ہے کہ اس ملک میں مسلم قوم کا نمایاں اور قطعی احیاء ہوا ہے اور اسے حیات ثانیہ مل گئی ہے۔ لہذا ہماری صورت حال یہ ہے۔ ہم ابھی بیدار ہوئے ہیں۔ ہم ابھی اپنی آنکھیں کھول رہے ہیں۔ ہم نے اردگرد نظر ڈالی ہے' ابھی ہمیں شعور حاصل ہوا ہے۔ ابھی آپ ایک مرد بیمار ہیں۔ ابھی آپ معذور ہیں۔ ابھی آپ کو افاقے کے بعد بحالی صحت کے ایام گزارنا ہیں تاکہ آپ مکمل صحت مند' توانا اور رواں دواں ہو سکیں۔ آپ اپنے عوام کو اس منزل پر اور تیاری کے مرحلہ پر کیسے

لے جائیں گے جب آپ اپنا منتہائے مقصود حاصل کر سکیں گے؟ کوئی شاہراہ نہیں۔ میرے نوجوان دوستو! آپ کو سب سے پہلے اپنی توجہ قومی تعمیر کے شعبوں پر مرکوز کرنی ہو گی۔ آپ کہیں گے یہ کیا ہے؟ قومی تعمیر کے شعبے کون سے ہیں؟ میں آپ کو بتاتا ہوں وہ کیا ہیں؟ آپ دیکھئے کہ کم سے کم تین بڑے ستون ایسے ہیں جو ایک ایسی قوم کی تشکیل کر سکتے ہیں جو ایک علاقے کی ملکیت اور کاروبار شہریاری چلانے کی اہل ہو۔

اول ہے تعلیم۔ تعلیم کے بغیر ہمارا حال وہی ہو گا جو گذشتہ شب اس پنڈال میں تاریکی میں ہمارا ہوا تھا۔ تعلیم کے ساتھ آپ کا یہی حال ہو گا جو اس وقت روز روشن میں ہے۔ دوسرے' کوئی قوم اور کوئی لوگ خود کو تجارت اور صنعت و حرفت میں اقتصادی طور پر مستحکم کئے بنا کبھی کچھ نہیں کر سکے۔ اور آخر میں جب آپ کو تعلیم کے ذریعے علم کی روشنی مل جائے اور جب آپ اقتصادی اور صنعتی اعتبار سے مضبوط ہو جائیں' تب خود کو اپنے دفاع کے لئے تیار کرنا ہو گا ---- دفاع بیرونی جارحیت کے خلاف اور داخلی امن و امان برقرار رکھنے کے لئے۔ پس یہ ہیں تین بڑے ستون' جن پر ایک قوم کی اساس استوار ہوتی ہے اور قوم کی قوت اسی تناسب سے ہوتی ہے جس تناسب سے آپ کی ان تین بڑے ستونوں کے ساتھ آمادگی اور تیاری ہوتی ہے۔ آج آپ ان تین بڑے ستونوں کے ضمن میں سیڑھی کے بالکل نچلے ڈنڈے پر ہیں۔ تعلیمی اعتبار سے ایک بڑا خلا ہے جسے آپ کو پُر کرنا ہے۔ اقتصادی اور مالی لحاظ سے مسلمان غربت کا شکار ہے اور سارے ہند میں دیوالیہ پن سے قریب تر۔ جہاں تک دفاع کا تعلق ہے حکومت کے موجودہ نظام کے تحت جو مواقع میسّر ہیں ان میں بھی مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ پس میرے نوجوان دوستو! میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے پاس کچھ عزائم ہیں اور فی الحقیقت یہ بہت عمدہ عزائم ہیں۔ آپ تن تنہا ان میں سے کچھ امور کے ضمن میں اپنی قوم کے لئے کچھ کام کرنا چاہتے ہیں۔ لیجئے یہ ہے آپ کے لئے پروگرام۔ آپ محض بے خوفی اور تکبّر کی زبان میں گفتگو نہ کیجئے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ہمیں اس زبان میں بات کرنے کی کوئی احتیاج نہیں اور ہمیں دھمکیوں کی زبان میں بات کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیوں؟ چونکہ اولاً تو یہ کہ ہمارا مقصد دیانت پر مبنی ہے' جائز ہے اور درست ہے۔ یہ تو ہوئی پہلی وجہ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو لوگ توانا ہوتے ہیں اور جنہیں خوداعتمادی اور خود انحصاری حاصل ہو جاتی ہے' انہیں غیر ضروری دھمکیوں اور متکبّرانہ زبان استعمال کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہوتی۔

لہٰذا ہمیں جہاں تک ممکن ہو مخالفوں کو دلیل کے بل پر قائل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بلاشبہ مجھے اس بات کا علم ہے کہ ہماری دلیل اور قائل کرنے کی کوشش ہمیشہ کامیاب نہیں ہوتی۔

لے جائیں گے جب آپ اپنا منتہائے مقصود حاصل کر سکیں گے؟ کوئی شاہراہ نہیں۔ میرے نوجوان دوستو! آپ کو سب سے پہلے اپنی توجہ قومی تعمیر کے شعبوں پر مرکوز کرنی ہو گی۔ آپ کہیں گے یہ کیا ہے؟ قومی تعمیر کے شعبے کون سے ہیں؟ میں آپ کو بتاتا ہوں وہ کیا ہیں؟ آپ دیکھئے کہ کم سے کم تین بڑے ستون ایسے ہیں جو ایک ایسی قوم کی تشکیل کر سکتے ہیں جو ایک علاقے کی ملکیت اور کاروبار شہریاری چلانے کی اہل ہو۔

اول ہے تعلیم۔ تعلیم کے بغیر ہمارا حال وہی ہو گا جو گذشتہ شب اس پنڈال میں تاریکی میں ہمارا ہوا تھا۔ تعلیم کے ساتھ آپ کا یہی حال ہو گا جو اس وقت روز روشن میں ہے۔ دوسرے' کوئی قوم اور کوئی لوگ خود کو تجارت اور صنعت و حرفت میں اقتصادی طور پر مستحکم کئے بنا کبھی کچھ نہیں کر سکے۔ اور آخر میں جب آپ کو تعلیم کے ذریعے علم کی روشنی مل جائے اور جب آپ اقتصادی اور صنعتی اعتبار سے مضبوط ہو جائیں' تب خود کو اپنے دفاع کے لئے تیار کرنا ہو گا —— دفاع بیرونی جارحیت کے خلاف اور داخلی امن و امان برقرار رکھنے کے لئے۔ پس یہ ہیں تین بڑے ستون' جن پر ایک قوم کی اساس استوار ہوتی ہے اور قوم کی قوت اسی تناسب سے ہوتی ہے جس تناسب سے آپ کی ان تین بڑے ستونوں کے ساتھ آمادگی اور تیاری ہوتی ہے۔ آج آپ ان تین بڑے ستونوں کے ضمن میں سیڑھی کے بالکل نچلے ڈنڈے پر ہیں۔ تعلیمی اعتبار سے ایک بڑا خلا ہے جسے آپ کو پُر کرنا ہے۔ اقتصادی اور مالی لحاظ سے مسلمان غربت کا شکار ہے اور سارے ہند میں دیوالیہ پن سے قریب تر۔ جہاں تک دفاع کا تعلق ہے حکومت کے موجودہ نظام کے تحت جو مواقع میسّر ہیں ان میں بھی مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ پس میرے نوجوان دوستو! میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے پاس کچھ عزائم ہیں اور فی الحقیقت یہ بہت عمدہ عزائم ہیں۔ آپ تن تنہا ان میں سے کچھ امور کے ضمن میں اپنی قوم کے لئے کچھ کام کرنا چاہتے ہیں۔ لیجئے یہ ہے آپ کے لئے پروگرام۔ آپ محض بے خوفی اور تکبّر کی زبان میں گفتگو نہ کیجئے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ہمیں اس زبان میں بات کرنے کی کوئی احتیاج نہیں اور ہمیں دھمکیوں کی زبان میں بات کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیوں؟ چونکہ اولاً تو یہ کہ ہمارا مقصد دیانت پر مبنی ہے' جائز ہے اور درست ہے۔ یہ تو ہوئی پہلی وجہ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو لوگ توانا ہوتے ہیں اور جنہیں خوداعتمادی اور خود انحصاری حاصل ہو جاتی ہے' انہیں غیر ضروری دھمکیوں اور متکبّرانہ زبان استعمال کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہوتی۔

لہٰذا ہمیں جہاں تک ممکن ہو مخالفوں کو دلیل کے بل پر قائل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بلاشبہ مجھے اس بات کا علم ہے کہ ہماری دلیل اور قائل کرنے کی کوشش ہمیشہ کامیاب نہیں ہوتی۔

لیکن ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ ہمیں ان لوگوں کے خلاف غیر ضروری طور پر تلخی پیدا نہیں کرنی چاہئے جو اس وقت لاہور کی اس قرارداد پاکستان کے مخالف ہیں۔ ہم (ایسا) کیوں کریں؟ مجھے اعتماد ہے کہ ہمارے یہ مخالفین یہ محسوس کرلیں گے کہ یہ ہندوستان کے نہایت پیچیدہ مسئلہ کا' جس کی دنیا میں اور کوئی مثال نہیں' واحد حل ہے اور بہترین حل ہے۔ ہمارے مخالفین' وہ جہاں کہیں بھی ہوں' اور اس ملک میں مسلمانوں کے علاوہ تین طاقتیں اور جماعتیں—— جن کا ہماری قرارداد لاہور سے تعلق ہے—— برطانوی حکومت' ہندی ریاستوں کے فرمانروا اور ہندو ہیں—— میں آپ کو بتا دوں کہ یہ برعظیم کے ان تین بڑے اور اہم عناصر کے مفاد میں ہے اور وہ خود محسوس کرلیں گے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں محض یہی حل ہے۔ کیوں! یہ میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔ میں اپنے نکتے سے دور ہٹنا نہیں چاہتا۔ اگر آپ اپنی منزل مقصود کو مختصر مدت میں اور جلد سے جلد طریقے سے پا لینا چاہتے ہیں تب آپ اپنی قوم کی بنیادوں کی تعمیر اس انداز سے کیجئے جس کا میں نے تذکرہ کیا ہے۔

دوسری بات جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں خواتین و حضرات ! وہ یہ ہے۔ ہمارے سامنے دو سوال ہیں ایک سوال حال کے بارے میں ہے اور دوسرا مستقبل کے بارے میں۔

اب جہاں تک حال کا تعلق ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے سامنے بیان کر دوں کہ مسلم لیگ کا احوال کیا ہے۔ آپ کو علم ہے کہ دنیا کے ایک سے زیادہ براعظموں میں ایک عظیم جدوجہد جاری ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس جنگ میں برطانوی حکومت بہت الجھی ہے۔ آپ جانتے ہیں' صحیح یا غلط' موجودہ صورت حال اور اس دستور کے مطابق جس کے تحت ہم پر حکومت کی جا رہی ہے' ہند جنگ میں ایک فریق ملک ہے اس وقت ہند برطانیہ کے زیر نگیں ہے۔ لہٰذا ہند کو اس جنگ کو چلانے کی مساعی کو تیز تر کرنے کے لئے پوری کوششیں کرنی ہیں۔ اب ہمیں خواہ کچھ بھی شکایات ہوں یا برطانوی حکومت کے خلاف جو بھی شکوے ہوں' ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہند کو بھی خطرہ لاحق ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ہماری بدقسمتی ہو' بلکہ آپ کے جذبات اور محسوسات خواہ کچھ بھی ہوں آپ کو اس مرکزی حقیقت سے مفر نہیں کہ ہند کو بھی خطرہ درپیش ہے۔ لہٰذا ہم اپنے مفاد میں جنگ کی ان مساعی میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتے جو ہند کے دفاع کو مستحکم کرنے اور فروغ دینے کی غرض سے کی جا رہی ہیں۔ ہماری یہ خواہش بھی نہیں کہ برطانیہ عظمیٰ کو کسی بھی وجہ سے کوئی پریشانی ہو۔ نہ میں برطانوی حکومت کی وکالت کر رہا ہوں اور نہ ہی میں رقت قلب یا جذباتیت کا قائل ہوں۔ اندریں حالات مسلم لیگ برطانوی حکومت کی حمایت اور اس کے ساتھ دلی تعاون کے لئے آمادہ تھی بشرطیکہ یہ طے پا جاتا کہ ہمیں نہ صرف سارا بار اور ذمہ داری اپنے

کاندھوں پر اٹھا لینا چاہئے لیکن اس ذمہ داری اور بار کے ساتھ ساتھ جو ہم اٹھانے کے لئے تیار تھے ہم نے کہا کہ دستور کے موجودہ ڈھانچے کے اندر مسلم لیگ کے نمائندوں کو مرکز اور صوبوں دونوں حکومتوں میں حقیقی اور واقعی اختیارات بھی حاصل ہوں تاکہ اصلی اور موثر امداد دی جا سکے۔ (مرحبا' مرحبا) ہم اپنی افرادی قوت کی منتقلی کی ذمہ داری اور بوجھ کس طرح اٹھا سکتے ہیں جب حکومت میں ہماری کوئی آواز نہ ہو یا اپنی فوج کی ترتیب میں ہمارا کوئی حصہ نہ ہو؟ ہم کس طرح لاکھوں اور کروڑوں روپے کے اخراجات کی ذمہ داری اور بوجھ اٹھا سکتے ہیں جبکہ ہماری اس حکومت میں کوئی آواز یا حصہ نہ ہو جو یہ پیسہ صرف کرنے کی مجاز ہے؟ ہم کس طرح وہ ذمہ داری اٹھا سکتے ہیں اور اسے نبھا سکتے ہیں جب تک کہ ہمیں حکومت میں کوئی اختیار اور قدرت حاصل نہ ہو۔ اس اصول کو برطانوی حکومت نے بھی قبول کر لیا تھا اور اس سے انکار نہیں کیا جاتا لیکن جب اسے جامہ عمل پہنانے کا وقت آیا تو لارڈ لنلتھگو یا مسٹر ایمرے یا دونوں' مجھے علم نہیں کون ذمہ دار ہے' ہلدی کی چھوٹی سی گرہ لے کر آ گئے' اور کہا ہم تمہیں مجلس عاملہ (ایگزیکٹو کونسل) میں دو نشستیں دیں گے بلا کسی مزید تفصیل کے (قہقہہ)۔ یہ پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹنے کے مترادف تھا اور آغاز ہی میں اس اصول کے ساتھ کھیلنا تھا جو اتنی جرات اور اتنی دانشمندی اور اس قدر فیاضی کے ساتھ پیش کیا گیا تھا۔ جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں اس پیشکش کو کوئی ذمہ دار تنظیم قبول نہیں کر سکتی تھی—— اور اسے آل انڈیا مسلم لیگ نے مسترد کر دیا۔

یہ ہے حال کے متعلق۔ اب ہم مستقبل کی طرف آتے ہیں۔ جہاں تک مستقبل کا تعلق ہے خواتین و حضرات! میں نے ہر ممکن توجہ دینے کی پوری کوشش کی ہے' اور جہاں تک ممکن ہے بغیر کسی جانبداری یا تعصب کے اور جتنا کسی بھی انسان کے لئے ممکن ہے میں نے قرارداد لاہور کے خلاف دلائل کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم قرارداد لاہور کے موئید ہیں (تحسین و آفرین) اور ہم چاہتے ہیں کہ جس قدر جلد حالات اجازت دیں یا جنگ کے فوراً بعد یہ ہمیں مل جائے۔ یہ ہے جو ہم چاہتے ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہندوؤں سے نہیں ہے کیونکہ ہندوؤں نے کبھی سارے ہند پر حکومت نہیں کی۔ یہ مسلمان تھے جنہوں نے سارے ہند پر قبضہ کیا اور سات سو برس حکمرانی کی اور یہ انگریز تھے جنہوں نے ہند کو مسلمانوں سے لیا۔ ہمارا مطالبہ انگریزوں سے ہے جو اب قابض ہیں۔ یہ کہنا کہ ہند ہندوؤں کی ملکیت ہے بالکل احمقانہ بات ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک وقت مسلمان ہندو تھے۔ یہ احمقانہ دلائل ان کے رہنماؤں کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ فرض کیجئے کہ ایک انگریز انگلستان میں مسلمان ہو جاتا ہے' وہ تو پاکستان کا مطالبہ نہیں کرتا۔ کیا آپ کے پاس دیکھنے کے لئے آنکھیں ہیں' کیا آپ کے

پاس یہ سمجھنے کے لئے مغز نہیں کہ ایک انگریز اگر وہ انگلستان میں اپنا مذہب تبدیل کر لیتا ہے' وہ اپنا مذہب بدل لینے کے باوصف اسی معاشرے کا رکن رہتا ہے؟ وہی ثقافت' وہی معاشرتی زندگی ہر چیز اسی طرح رہتی ہے' جب ایک انگریز اپنا مذہب بدل لیتا ہے؟ لیکن کیا آپ یہ نہیں دیکھ سکتے کہ ایک مسلمان جب بھی اس نے دین قبول کیا' یہ بھی تسلیم کہ اس نے ہزار برس پہلے دین قبول کیا اور بیشتر نے کیا' تب وہ آپ کے ہندو مت اور فلسفے کے مطابق ذات پات سے خارج ہو گیا۔ وہ ملیچھ ہو گیا (اچھوت ہو گیا) اور ہندوؤں کا اس کے ساتھ معاشرتی' مذہبی اور ثقافتی یا کسی اور قسم کا کوئی تعلق نہیں رہا۔ پس وہ نہ صرف مذہبی بلکہ معاشرتی اعتبار سے بھی ایک مختلف نظام سے وابستہ ہو گیا۔ اور اس نے نمایاں طور پر مذہبی' معاشرتی اور ثقافتی لحاظ سے علیحدہ اور مخالفانہ معاشرتی نظم کے تحت زندگی بسر کی۔ اب ہزار برس سے زیادہ مدت بیت گئی کہ مسلمان ایک مختلف دنیا' مختلف معاشرے میں اور مختلف فلسفے اور مختلف عقیدے کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کیا آپ اس بات کا اس احمقانہ بات سے موازنہ کر سکتے ہیں کہ محض عقیدے کی تبدیلی سے پاکستان کے مطالبہ کا کوئی جواز نہیں۔ کیا آپ ایک بنیادی فرق نہیں دیکھ سکتے؟ لہٰذا اب میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دیانتدار شخص اس بات سے اختلاف کر سکتا ہے کہ مسلمان ازخود ایک قوم ہیں جو ہندوؤں سے نمایاں طور پر علیحدہ ہیں۔ فرض کیجئے کہ وہ ہیں اور میرے ذہن میں اس ضمن میں کوئی شبہ نہیں۔ سینکڑوں ہزاروں ہندو ایسے ہیں جو دیانتداری کے ساتھ ایسا سوچتے ہیں اور سینکڑوں ہزاروں ہندو ہیں جو اس پر یقین رکھتے ہیں اور جو میرے پاس آئے اور جنہوں نے اکثر یہ کہا کہ صرف یہی حل ہے یعنی قرارداد لاہور۔ لہٰذا اس نکتہ پر مزید استدلال کا کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن اس کے خلاف پروپیگنڈا کیسے کیا جاتا ہے؟ پروپیگنڈا مسلسل کیا جاتا ہے اور جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ بغیر کسی جانب داری کے اور جس قدر ایک انسان کے لئے ممکن ہو سکتا ہے میں نے اس کے خلاف دلائل کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ دلیل کیا ہے؟

میں مسٹر گاندھی سے شروع کروں گا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ہند کی چیر پھاڑ ہے (گویا ہند کوئی زندہ' جانور ہے) یہ فوراً آپ کو ایک دہشت کا احساس دلاتا ہے۔ کیا اس کا مقصد فی الحقیقت مسلمانوں کو خوفزدہ کرنا ہے تاکہ وہ ہند کی چیر پھاڑ سے باز رہیں۔ یہ دراصل ہندوؤں کو ڈرانے کے لئے ہے کہ یہ پاجی مسلمان تمہاری مادر وطن کی چیر پھاڑ کر رہے ہیں (تحسین و آفرین) یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ ہند ایک کب تھا؟ کیا یہ کبھی ایک تھا؟ یہ چیر پھاڑ کے لفظ کیوں استعمال کئے جاتے ہیں۔ پھر ان کے چیلے مسٹر راج گوپال اچاریہ ان سے ایک قدم آگے جاتے ہیں اور کہتے ہیں—— اور انہوں نے آغاز گفتگو اس بات سے کیا کہ یہ بچے کو

کاٹ کر دو لخت کرنا ہے- میں ان سے کہتا ہوں کہ میرے عزیز' وہ بچہ کہاں ہے جسے کاٹ کر دو ٹکڑے کئے جانے والے ہیں- وہ اس سے بھی مطمئن نہیں ہوئے اور انہوں نے سوچا کہ یہ کافی نہیں ہے اور پھر وہ آگے بڑھے اور کہا کہ یہ ایسا ہے کہ جب دو ہندو بھائی آپس میں لڑ رہے ہوں اور ان میں سے ایک گئو ماتا کے برابر کے دو ٹکڑے کرنا چاہتا ہو- اب' خواتین و حضرات ! میرے دل میں ہمیشہ ہر فرقے کے مذہبی محسوسات اور جذبات کا بڑا احترام رہا ہے (تالیاں) لیکن مسٹر راج گوپال اچاریہ جیسا ممتاز سیاست دان' ہندوؤں کے جذبات' مذہبی جذبات برانگیختہ کرے' یہ مثال دے کر کہ میں گئو ماتا کے دو ٹکڑے کرنے کی تجویز کر رہا ہوں تو اسے امید موہوم کا نام ہی دیا جا سکتا ہے جب ان کے پاس پیش کرنے کے لئے اور کوئی معقول دلیل موجود نہ ہو- پھر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ اسلام کے خلاف ہے- (قہقہہ)

خواتین و حضرات ! میں کوئی عالم فاضل مولانا یا مولوی نہیں ہوں- نہ ہی میں یہ دعوئی کرتا ہوں کہ میں دینیات کا فاضل ہوں- لیکن میں بھی اپنے دین کے بارے میں تھوڑا سا علم رکھتا ہوں اور میں اپنے دین کا ایک حقیر پیروکار ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے (تحسین و آفرین) خدارا مجھے بتائیے کہ یہ قرارداد لاہور اسلام کے کس طرح خلاف ہے؟ یہ کیوں اسلام کے خلاف ہے؟ لیکن یہ وہ دلیل ہے جو مسٹر راج گوپال اچاریہ کے سے مرتبے کے سیاست دان نے پیش کی ہے-

پھر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ خود مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہے- میں اپنے ہندو دوستوں سے کہتا ہوں ازراہ کرم ہمارے لئے پریشان نہ ہوں (تحسین و آفریں) ہم آپ کے بے حد شکرگزار ہیں کہ آپ نے ہماری غلطی اور ہمارے غیر دانشمندانہ فیصلے کی نشاندہی کی اور یہ بتایا کہ یہ ہمارے مفاد میں نہیں ہے! ہم اپنی بخوبی سوچی سمجھی قرارداد کے عواقب و نتائج بھگتنے کے لئے آمادہ ہیں- براہ مہربانی آپ اپنا خیال رکھیں- اگلی دلیل یہ ہے کہ یہ اقتصادی اعتبار سے لائق عمل تجویز نہیں ہے- میں بہت غور سے دیکھ رہا ہوں اور باور کیجئے کہ ہندو رہنماؤں نے جہاں کہیں بھی کچھ کہا میں نے اسے پڑھنے کی کوشش کی—— ہو سکتا ہے کہ کہیں مجھ سے کچھ رہ گیا ہو—— میں نے کوئی بات نہیں سنی' ماسوا اس نعرے کے کہ اقتصادی لحاظ سے یہ ایک لائق عمل تجویز نہیں ہے- کیونکہ پنجاب ایک دیوالیہ صوبہ ہے' سندھ ایک دیوالیہ صوبہ ہے' بلوچستان صفر ہے- شمال مغربی صوبہ دیوالیہ ہے- لہٰذا اقتصادی نقطۂ نظر سے یہ ایک قابل عمل تجویز نہیں ہے- کیوں نہیں؟ کیا آپ یہ نہیں دیکھ سکتے کہ آج کل اس براعظم کے محاصل کا بڑا ذریعہ بلکہ بیشتر ذرائع مرکز کے ہاتھ میں ہیں؟ اگر تقسیم ہو جاتی ہے' اگر آزاد خطے وجود میں آ جاتے ہیں جیسا کہ ہم بیان کر رہے ہیں تو یہ خطے براہ راست محاصل وصول کریں گے اور یہ مرکز کو نہیں جائیں گے کیونکہ ہند کا کوئی مرکز

نہیں ہو گا- آپ اس کے لئے کیوں پریشان ہوتے ہیں؟ اگر برے سے برا وقت بھی آیا تو ہم ایک سمجھدار آدمی کی طرح جتنی چادر ہو گی اتنے ہی پاؤں پھیلا لیں گے۔

اگلی بات، مسلم خطّوں میں ہندو اقلیتوں کا کیا بنے گا؟ اس کا کیا ہو گا؟ آپ کیا تجویز کرتے ہیں؟ وہ کوئی تجویز نہیں کرتے- ہندو خطوں میں مسلم اقلیتوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ لیکن میں نے کچھ تجویز کیا ہے- میں کہتا ہوں کہ میری تجویز یہ ہے کہ مسلم خطے میں ہندو اقلیت کو ایک اقلیت کی حیثیت سے مکمل تحفظ عطا کیا جائے اور میں کہتا ہوں کہ ہندو خطے میں مسلم اقلیت کو ایک اقلیت کے طور پر مکمل تحفظ مہیا کیا جائے- آپ کیا تجویز کرتے ہیں؟ کیا آپ دلیل کے طور پر یہ تجویز کرتے ہیں کہ چونکہ مسلم خطے میں ہندو اقلیت یا اقلیتیں ہوں گی لہٰذا نو کروڑ مسلمانوں کو مصنوعی "ایک ہند" میں جس میں وحدانی طرز کی مرکزی حکومت ہو گی ایک اقلیت کے طور پر رہنا چاہئے تاکہ آپ ان سب پر حکمرانی کر سکیں بشمول ان خطوں کے جہاں ان کی بھاری اکثریت ہے- یہ احمقانہ اور بہت ہی گمراہ کن دلیل ہے جو بعض حلقوں میں پیش کی جا رہی ہے۔

پھر ہمیں بتایا جاتا ہے—— لیکن بلاشبہ یہ بات اکثر و بیشتر نہیں کہی جاتی—— آخر میں ہم سے کہا جاتا ہے کہ اگر ہند تقسیم ہو گیا تب مسلمان سارے ہند کو پامال کر ڈالیں گے اور ہندو محفوظ نہیں رہیں گے! میرے عزیز دوستو! اگر زیادہ نہ ہوئے تو بھی ہند میں بیس کروڑ ہندو ہوں گے اور غریب مسلمان شمال مغربی خطے میں اور مشرقی خطے میں سات کروڑ سے زیادہ نہیں ہوں گے- کیا آپ اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ اگر ان سات کروڑ مسلمانوں کو آزادی کے ساتھ کام کرنے اور ترقی کرنے کا موقع دیا گیا، اپنی فہم و فکر کے مطابق، اپنے قانون، اپنی ثقافت، معاشرتی زندگی اور مذہب کے مطابق اور اگر یہ آزاد ملک بن گئے تو کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ ان سات کروڑ سے خائف ہیں کہ وہ سارے ملک کو روند ڈالیں گے؟ تب میں یہ سوال کرتا ہوں کہ صرف ایک کاغذی دستور کی موجودگی سے آپ کس طرح اس خطرے سے بچ سکیں گے کہ یہ نو کروڑ مسلمان سارے ملک کو پامال نہیں کر دیں گے؟ کیا آپ کو متحدہ ہند کا صرف ایک کاغذی دستور چاہئے جبکہ ۹ کروڑ—— میں کیا کہوں—— خطرناک لوگ وہاں موجود ہوں گے- پھر آپ کیا چاہتے ہیں کہ اس ملک میں برطانوی حکومت ہندو راج کی چوکیداری کرے (تحسین و آفریں) تاکہ آپ بتدریج، آہستہ آہستہ اور یقینی طور پر انگریز کی سنگینوں کی مدد سے مسلمانوں کا گلا گھونٹ سکیں- کیا آپ یہ چاہتے ہیں (تحسین و آفریں)- میں اپنے ہندو دوستوں اور ان رہنماؤں سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ یہ سوچ سکتے ہیں کہ انگریز اور انگریز قوم اس حد تک خود کو گرا دیں گے اور خود کو اتنا ذلیل کر لیں گے کہ وہ یہاں رہیں گے اور آپ کے راج کا چوکیدارہ کریں گے اور آپ کو یہ

اجازت دے دیں گے کہ آپ ان کی سنگینوں کی مدد سے اس ملک میں مسلمانوں کا گلا گھونٹ سکیں؟ (تحسین و آفریں) پھر آپ کیا چاہتے ہیں؟ سوال تو یہ ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اگر ہندو امن کے خواہاں ہیں تو براہ کرم ہماری تجاویز کا غیر جانبداری اور دیانت داری کے ساتھ جائزہ لیجئے۔ ان نعروں' دلفریب اور حیرت زدہ کرنے والے فقروں کو ترک کر دیجئے۔ آپ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ لہٰذا ہمیں اس کا ٹھنڈے دل سے' عملی انسانوں کی طرح تاریخ اور ان مختلف دساتیر کی روشنی میں جو مختلف ممالک میں رائج ہیں' جائزہ لینا چاہئے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ تقسیم نہ صرف مسلمانوں کے بلکہ ہندوؤں کے اور والیان ریاست اور انگریزوں کے بھی بہترین مفاد میں ہوگی۔

اب میں نے تقریباً ہر اس دلیل کا جائزہ لے لیا ہے جو اب تک پیش کی گئی ہیں اور مجھے یقین واثق ہے اور دلیل اس کی تائید کرتی ہے کہ مسلمان اور ہندو امن اور آشتی کے ساتھ رہیں گے اور دوست ہمسایوں کی حیثیت سے' میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور یہ مجھے بدیہی بات لگتی ہے کہ مسلم ہند' ہند کے سرحدی پاسبان کی شکل اختیار کر لے گا۔ کیا آپ ایک لمحے کے لئے بھی یہ سوچ سکتے ہیں کہ افغانستان' ایران کو افغانستان پر حکمرانی کی اجازت دے سکتا ہے؟ کیا آپ ایک لمحے کے لئے بھی یہ سوچ سکتے ہیں کہ افغانستان یا ایران ترکی کو اپنے اوپر حکومت کرنے دیں گے؟ کیا آپ ایک لمحے کے لئے بھی یہ سوچ سکتے ہیں کہ عرب جیسے چھوٹے سے براعظم میں جہاں مختلف خودمختار ممالک یمن' سعودی عرب' عراق وغیرہ ہیں ان میں سے کوئی ایک اپنی علاقائی خودمختار حکومت کسی دوسرے کے حق میں چھوڑ دے گا؟ پھر آپ یہ کیوں فرض کر لیتے ہیں کہ جب مسلمان شمال مغربی خطے میں اپنی آزاد اور خودمختار مملکت قائم کر لیں گے تو کسی اور کو آنے اور ہم پر حکومت کرنے دیں گے۔ کیونکہ وہ پہلے مجھ پر حکومت کریں گے اور بعد میں ہندو ہند پر؟ لہٰذا جہاں تک سرحد کا تعلق ہے مسلم ہند اس کی حفاظت کرے گا اور مجھے امید ہے کہ جہاں تک جنوب اور مغربی ہند کا تعلق ہے ہندو اس کی حفاظت کریں گے۔ ہم اچھے دوستوں اور ہمسایوں کی طرح شیر و شکر ہو کر رہیں گے اور دنیا سے کہیں گے "ہند سے دور رہو" (مرحبا' مرحبا) میں کہتا ہوں کہ ہمارے لوگوں کی تاریخ کے اس مرحلے پر ہند کو ایک موقع ملا ہے اگر اسے ضائع کر دیا گیا تو پھر ممکن ہے کہ یہ مدت مدید تک دوبارہ نہ آپائے۔ آیئے ہم عملی انسان بن جائیں اور حقائق کا مقابلہ کریں اور سر جوڑ کر بیٹھیں اور اس مسئلہ کا حل پاکستان کے خطوط پر تلاش کریں۔ لوگوں کو دھمکیاں دینے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ یہ کہنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا کہ "بعض لوگ لفظ پاکستان کا ناروا استعمال کرتے ہیں" (مرحبا) اس ملک کا ہر ذہین شخص یہ سمجھتا ہے کہ پاکستان

سے ہمارا کیا مطلب ہے۔ اگر کوئی شرارتی ہے اور شرارت کرنا چاہتا ہے تو صرف خدا ہی اسے روک سکتا ہے۔ میں تو اسے باز نہیں رکھ سکتا۔ ہر وہ شخص جس میں ذرا سی ذہانت ہے' جو دیانت دار ہے بخوبی سمجھتا ہے کہ جب ہم پاکستان کہتے ہیں تو ہمارا کیا مطلب ہوتا ہے۔ ہمارا مطلب ہوتا ہے قرارداد لاہور (مرحبا)۔

ایک اور معاملہ ہے جس کا میں حوالہ دینا چاہوں گا اور اس کا تعلق ہے عظیم سکھ فرقے سے' خواتین و حضرات! یہ سمجھنا قدرے دشوار امر ہے کہ ہمارے بعض سکھ دوستوں کو ڈر اور خوف کیوں دامن گیر ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ بھی پوری احتیاط اور سکون کے ساتھ اس تجویز کا جائزہ لیں۔ سکھ فرقے کا حال اس اسکیم کے تحت کہیں بہتر ہو گا' جو ہم تجویز کر رہے ہیں —— قرارداد لاہور میں بمقابلہ متحدہ ہند میں وفاقی دستور کے تحت ان کا جو حال ہو گا' یہ بدیہی بات نہیں ہے' اول تو یہ پنجاب میں سکھ ایک اہم فرقہ ہو گا اور پنجاب میں ایک اہم فرقے کی حیثیت سے کیا وہ اس مجلس قانون ساز میں بہت اہم کردار ادا نہیں کریں گے جو پاکستان کی وحدت کی حیثیت سے پنجاب کے لئے تشکیل کی جائے گی اور کیا وہ وفاق پاکستان میں اس صوبے کے اہم فرقے کی حیثیت سے اہم کردار نہیں ادا کریں گے؟ متحدہ ہند کے وفاقی دستور میں ان کی کیا صورت ہو گی یہ سمندر میں ایک قطرہ ہو گا (مرحبا) آج بھی یہی ہے۔ میں اپنے سکھ دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں اگر میری آواز ان تک پہنچ سکے کہ آج بھی وہ موجودہ مجلس قانون ساز میں بھی وہ کسی شمار قطار میں نہیں۔ سو میں ایک آدمی کیا کرے گا۔ پھر ایک رکن کیا کرے گا جب اراکین تین سو پچاس ہوں اور آپ کے دو تین رکن ہوں۔ نہ صرف یہ کہ آپ کہیں کے نہ رہیں گے بلکہ متحدہ ہند کی اسکیم کے تحت آپ کی مثال سمندر میں ایک قطرے کی سی ہو گی۔ میرے سکھ دوستوں کو اس سنگدل قاعدے سے تو مفر نہیں کہ وہ پنجاب میں اقلیت میں ہیں اور آپ لڑ جھگڑ کر' دھمکیوں اور بھبکیوں سے اس بنیادی قاعدے کو تو تبدیل نہیں کر سکتے کہ مسلمان اس خطے میں اکثریت میں ہیں (مرحبا۔ مرحبا) میں اپنے سکھ دوستوں کو بتا دوں کہ میری پریذیڈنسی (بمبئی) میں میری صورت حال ان کے خدشات کے مطابق ہو گی' اگر میں ان پر اعتبار کروں' سو گنا بدتر' کیونکہ میری پریذیڈنسی میں ہم مسلمان آٹھ فیصد ہیں اور باقی ماندہ تقریباً نوے فیصد ہندو ہیں۔ جبکہ اس صوبے میں سکھ تیرہ فیصد ہیں۔ ساتھ ایک اور فرقہ ہے' ہندو' جو اٹھائیس فیصد ہے۔ لہٰذا میرا جو حال بمبئی پریذیڈنسی میں ہو گا آپ اس سے کہیں بہتر ہوں گے' تاہم میں خوفزدہ نہیں ہوں! (مرحبا' مرحبا) لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ لوگ درحقیقت ان حقائق اور ان کے مضمرات کا جائزہ لیں۔

صرف ایک اور بات ہے جو میں کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے۔ یہ بدیہی بات ہے کہ کبھی بھی

کوئی وفاقی دستور' وفاق میں شریک ہونے والی اکائیوں کی اپنی آزاد خواہش اور مفاہمت کے بغیر تشکیل و تدوین نہیں کیا گیا- مسلمانان ہند کے لئے واحد حل جو وقت کی آزمائش اور امتحان برداشت کر سکے گا یہ ہے کہ ہند کو تقسیم کر دیا جائے تاکہ دونوں فرقے آزادانہ اور بھرپور انداز میں اپنی فہم و فراست کے مطابق اقتصادی' معاشرتی' ثقافتی اور سیاسی ترقی کر سکیں- بھرپور مواقع اور مسلمانوں کی قومی رائے کے اظہار کی جدوجہد ہے' جس اہم مقابلے میں ہم مصروف ہیں وہ نہ صرف مادی فوائد کے لئے ہے بلکہ وہ مسلم قوم کی روح کی بقا کے لئے بھی ہے- اسی لئے میں نے بسا اوقات یہ کہا ہے کہ یہ مسلمانوں کے لئے زندگی اور موت کا معاملہ ہے' سودے بازی کی بات نہیں- مسلمانوں کو اس بات کا پورا احساس ہو چکا ہے- اگر ہم اس جدوجہد میں ہار گئے تو سب کچھ کھو جائے گا- ولندیزی ضرب المثل کے مصداق ہمارا موٹو یہ ہونا چاہئے :

"دولت کھوئی تو کچھ نہیں کھویا
حوصلہ کھویا تو کافی کچھ کھویا
عزت کھوئی تو بہت کچھ کھویا
روح کھوئی تو سب کچھ کھو دیا!"

(پرزور تالیاں)

(آرکائیوز آف فریڈم مومنٹ' بحوالہ قائداعظم : تقاریر و بیانات' خورشید احمد یوسفی)

۲۰۲- جلسہ یوم اقبال سے خطاب

لاہور ۳ مارچ ۱۹۴۱ء

مختلف مقررین نے نہ صرف ڈاکٹر اقبال کو دنیا کے عظیم ترین شعراء میں شمار کیا بلکہ انہیں سیاسی پیش گو بھی قرار دیا جنہوں نے اس سے پہلے ہند میں علیحدہ مسلم مملکت کا تصور پیش کیا- یہ اظہار تحسین یوم اقبال کی تقریبات میں کیا گیا جو یونیورسٹی سٹوڈنٹس یونین کے زیر اہتمام یونیورسٹی ہال میں منعقد ہوئیں-

یاد شاعر کو اپنی جانب سے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مسٹر ایم اے جناح نے کہا کہ اقبال کا پیغام دنیا کے دور دراز گوشوں تک پہنچا- جدید عہد میں وہ اسلام کے عظیم ترین شارح تھے-

انہوں نے کہا: "مجھے ان کے ساتھ کام کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی اور موقع بھی میسر آیا- مجھے ان سے زیادہ صادق اور وفادار رفیق کار نہیں ملا-

مسٹر جناح نے نوجوانوں کو ترغیب دی کہ وہ "اقبال کے پیغام کی روح کو سمجھیں- یہ انہیں

ان کی منزل کا پتہ دے گی۔ اقبال ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور آنے والی نسلیں انہیں مسلمانوں کا عظیم ترین محسن تصور کریں گی۔" (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۴ مارچ ۱۹۴۱ء)

۲۰۳۔ اورینٹ پریس سے ملاقات

لاہور ۴ مارچ ۱۹۴۱ء

"نہ صرف مستقبل بلکہ حال کی تشکیل کا دار و مدار بھی آج کے نوجوانوں پر ہے" یہ بات مسٹر ایم اے جناح نے ریلوے اسٹیشن پر اورینٹ پریس کے ایک نمائندے کے ساتھ ملاقات کے دوران کہی۔

انہوں نے کہا "ہم بوڑھے ہیں' مسلم لیگ کا پرچم منزل مقصود تک لے جانا نوجوانوں کی ہی ذمہ داری بنتی ہے۔ لہٰذا میں ہر مسلم نوجوان کو نصیحت کروں گا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو اور اسے مستحکم کرے۔ پنجاب کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پنجاب جسے مسلم لیگ کا گڑھ ہونا چاہئے تھا بالکل اس کے برعکس ہے۔ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے یہ ابھی تک پس ماندہ صوبہ ہے۔ لیکن مجھے توقع ہے کہ نوجوان اٹھیں گے اور لیگ کا پیغام گاؤں گاؤں پہنچائیں گے۔"

(دی اسٹار آف انڈیا' مارچ ۱۹۴۱ء)

۲۰۴۔ مسلم یونیورسٹی یونین علی گڑھ کے جلسے سے خطاب

خود کو تعمیری پروگرام کے لئے وقف کر دیجئے

۱۰ مارچ ۱۹۴۱ء

۱۰ مارچ ۱۹۴۱ء کو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح مسلم یونیورسٹی یونین علی گڑھ کے زیر اہتمام جلسے سے خطاب کرنے کے لئے اسٹریچی ہال تشریف لائے تو ان کا نہایت پرجوش اور والہانہ استقبال کیا گیا۔ یونین کے نائب صدر کے مختصر سے خیرمقدمی کلمات کے بعد مسٹر جناح نے ان واقعات پر روشنی ڈالی جو گذشتہ ایک برس کے دوران رونما ہوئے۔

مسٹر جناح نے گفتگو کا آغاز اس محبت اور انسیت کا نہایت گرمجوشی سے شکریہ ادا کر کے کیا جو علی گڑھ کے طلباء نے ان پر نچھاور کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ "گذشتہ برس جب انہوں نے ان سے خطاب کیا تھا اس وقت قرارداد لاہور جو پاکستان کے نام سے معروف ہے' منظور نہیں ہوئی تھی۔ لیکن انہوں نے یہ محسوس کیا تھا کہ وہ اس منتہائے مقصود کے اعلان کے ضمن میں بے قرار تھے جو قرارداد لاہور میں مذکور ہے۔ ہند کے دیگر حصوں میں انہوں نے یہی احساس جلوہ گر پایا تھا۔" مسٹر جناح نے کہا کہ "میں نے جو کچھ کیا یہ تھا کہ دلیری کے ساتھ اس خیال کا اعلان کر دیا

جو مسلم ہند کے دل میں کروٹیں لے رہا تھا۔ تمام ہندو اخبارات' ہندو رہنما اور کانگرس اس پر چراغ پا ہو گئے۔ انہوں نے مخالفت کا طوفان برپا کر دیا۔ لیکن اخبارات کے سارے پروپیگنڈے' گالم گلوچ' غلط بیانیوں اور ہذیانی گفتگو سے ہماری صورت حال میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ میں نے متعدد مواقع پر یہ بات زور دے کر کہی ہے کہ حکومت کا جمہوری پارلیمانی نظام جیسا کہ انگلستان میں یا دیگر مغربی ممالک میں ہے' ہند کے لئے بالکل نامناسب ہے۔ مجھے کانگرسی اخبارات میں آزادی ہند کے دشمن کا نام دے کر مطعون کیا گیا لیکن اس بیان کی صداقت تمام صاحبان فہم پر بتدریج منکشف ہو رہی ہے۔"

دو ستون

"اب تک ہند میں برطانوی حکومت عملی کی اساس دو ستونوں پر استوار رہی ہے۔ یعنی ہند کو ایک اکائی تصور کرنا چاہئے اور دوسرے مغربی طرز کا جمہوری نظام ہند کے دستور کی بنیاد ہونا چاہئے۔ لیکن مسلمانان ہند نے شک و شبہ سے ماورا یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ اصطلاح کے مسلمہ مفہوم کے مطابق ایک اقلیت نہیں ہیں' وہ ایک قوم ہیں اگر کبھی بھی ہند میں کسی قوم کا وجود تھا۔ مسٹر ایمرے' وزیر ہند بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ہند کے نو کروڑ مسلمانوں کے ساتھ ایک عددی اقلیت کی بجائے ایک علیحدہ دستوری عنصر کا سا سلوک ہونا چاہئے اور یہ کہ ان پر کوئی ایسا دستور مسلط نہیں کیا جا سکتا جس پر انہیں اعتراض ہو۔ میں آپ کو بتا دوں کہ آج ہند کا ایک اکائی والا ستون نہ صرف ٹوٹ گیا ہے بلکہ مکمل طور پر پاش پاش ہو گیا ہے (پرزور تالیاں) دوسرا ستون تھا جمہوریت۔ آیئے ہم دیکھیں کہ خود یوروپ میں جمہوریت کے بارے میں وہ کیا سوچتے ہیں۔ تب ہم یہ سمجھ سکیں گے کہ ہند میں اس کا کیا مفہوم ہے؟" مسٹر جناح نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ کس طرح جمہوریت یوروپ میں شکست و ریخت کا شکار ہے' ایچ۔ جی۔ ویلز اور سالوا ڈور ڈی ماوریاگا کے اقتباسات پیش کئے۔ "جمہوریت کے پردے میں امراء اور فرصت آشنا طبقوں کے لوگ حکومت کرتے ہیں۔ اس کے باوصف اگر جمہوریت مغربی ممالک اور بالخصوص انگلستان میں کسی قابل ذکر حد تک کامیاب ہے تو وہ خصوصی حالات کی بنا پر۔ جمہوریت اس ملک میں چلتی ہے جہاں ایک قوم اور ایک معاشرہ موجود ہو۔ انگلستان کے باسی صحیح طور پر ایک قوم تشکیل دیتے ہیں۔ زندگی کے بنیادی امور پر ان کے مفادات اور خیالات مشترک ہیں۔ یہ دقیق جمہوریت جو ہمیں انگلستان میں نظر آتی ہے دنیا کے کسی اور ملک میں جہاں دو قومیں اور دو معاشرے موجود ہوں' مفقود ہے۔ ہند میں جمہوریت کے تحت ایک دائمی' سدابہار اور ناگزیر اکثریت اس معاشرے پر حکمرانی کرے گی جو اقلیت میں ہو گا۔ دنیا میں ایسی کوئی مثال نہیں جہاں دو قوموں کو وحدانی

دستور کے جوے کے تحت جوت دیا گیا ہو۔ ہم نے عملی تجربے سے یہ دیکھا ہے کہ برطانوی پارلیمانی طرز حکومت کا نتیجہ ہند میں باقی سب پر ہندو تسلط کی شکل میں ظاہر ہوا۔ مسلمان اور دیگر اقلیتیں بالکل بے دست و پا ہو کر رہ گئیں اور دستور کے تحت حکومت میں شراکت کی کوئی امید باقی نہ رہی۔

حقائق کا سامنا کیجئے

ہر اس بات میں جو بنیادی ہے یا زندگی کے لئے ناگزیر ہے' ہندو اور مسلمان اختلاف کرتے ہیں۔ حقائق کی طرف سے آنکھیں موند لینے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ خود ہندوؤں میں ذات پات کی تقسیم ہے اور مخصوص ذاتیں ہیں اور نیچ ذاتیں ہیں۔ اپنے طور پر وہ بے حد غیر جمہوری معاشرہ ترتیب دیتے ہیں۔ تاہم وہ اچانک جمہوریت کی محبت میں مبتلا ہو گئے (قہقہہ) بمبئی میں حال ہی میں ساحل سمندر پر صرف ہندوؤں کے لئے پیراکی اور غسل کے ایک گوشہ کا افتتاح ہوا۔ وہ سمندر میں بھی مسلمانوں کے ساتھ تیرنے کے لئے تیار نہیں۔ میں ہندوؤں کے جذبات کا تمسخر اڑانا نہیں چاہتا۔ میں ہر شخص کے مذہبی جذبات کا احترام کرتا ہوں۔ میں ان چیزوں کا حوالہ محض یہ ظاہر کرنے کے لئے دے رہا ہوں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اختلاف کس قدر گہرا ہے۔ یہ کوئی دانشمندی کی بات نہیں ہو گی کہ ہند کے دستور کی تشکیل اس مفروضہ کی بنیاد پر کی جائے گویا یہ اختلافات موجود نہیں ہیں۔ حقائق اور ان دشواریوں کو نظرانداز کر دینے سے جو ہند کو ایک سیدھے سادے جمہوری نظام میں پیوست کر دینے کی راہ میں حائل ہوں گی' ہندو خود اپنی قوم کو زبردست نقصان پہنچائیں گے۔ جس طرح کی جمہوریت وہ ہند پر مسلط کرنا چاہتے ہیں وہ ناممکنات میں سے ہے۔ کیونکہ وہ حالات بھی جن کی بنا پر دیگر ممالک میں دقیق جمہوریت ممکن ہو جاتی ہے' ہند میں مفقود ہیں۔ جس قدر جلد اس خیال کو ترک کر دیا جائے گا اسی قدر بہتر ہو گا۔

آزاد ریاستیں

لہٰذا ہم نے پورے غوروخوض کے بعد قرارداد لاہور منظور کی جو مسلم اکثریت کے خطوں میں آزاد اور خودمختار ریاستوں کے قیام کی داعی ہے۔ یعنی ہند کے شمال مغربی اور شمال مشرقی خطوں میں۔ اور اپنی علاقائی ریاستوں کی اکائیوں میں اقلیتوں کے لئے دستوری تحفظات کا اہتمام بھی کرتی ہے۔ اب تقسیم کی تجویز کو سمجھنے کے لئے کسی غیر معمولی ذہین انسان یا کسی زبردست ماہر دستور کی ضرورت نہیں ہے۔ اس تجویز کے حسن و قبح پر غور کئے بغیر کانگرس اور ہندو حلقے ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو گئے۔ گویا یہ کوئی بھیانک خواب ہو یا کوئی خطرناک جانور ہو (قہقہہ) امر واقع یہ ہے کہ پاکستان صدیوں سے موجود ہے' یہ آج بھی ہے اور ابد تک موجود رہے گا۔ (مرحبا) یہ ہم سے

چھین لیا گیا تھا۔ ہمیں صرف اسے واپس لینا ہے۔ اس پر ہندوؤں کا کیا حق ہے؟ ہمیں اس چیز پر دعوے سے کس طرح باز رکھا جا سکتا ہے' جو ہماری اپنی ہے۔ دراصل یہ تو خود ہندوؤں کے اپنے مفاد میں زیادہ ہے۔ آخر مسلم لیگ کہتی کیا ہے؟ واضح مسلم اکثریت کے خطوں کی نشاندہی کر دی جائے اور ضروری علاقائی ترتیب نو کے ساتھ وہاں اپنی آزاد ریاستیں قائم کر لینے دی جائیں۔ اس تجویز کے تحت دو تہائی ہند ہندوؤں کے حصے میں آتا ہے جہاں وہ اپنی ریاستیں قائم کر سکتے ہیں اور وہ کریں۔ انہیں اپنے جائز حصے پر قناعت کرنی چاہئے۔ انہیں پورا ہند نہیں مل سکتا۔ میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ برطانوی اور کانگرسی دونوں حلقوں میں یہ احساس بڑھ رہا ہے کہ ہماری تقسیم کی تجویز دونوں قوموں کے مفادات کے ضمن میں بہت سودمند رہے گی۔

بیرونی حملے کا ڈھکوسلہ

پاکستان کے خلاف پرانے نعرے مثلاً ہند کی چیر پھاڑ' مادر ہند کو کاٹ چھانٹ کر دو حصوں میں تقسیم کرنا اور گئو ماتا کے دو ٹکڑے کرنا' ترک کئے جا چکے ہیں۔ اب انہوں نے یہ دریافت کرنا شروع کر دیا ہے کہ اگر ہند تقسیم ہو گیا تو کیا ہم محفوظ رہیں گے؟ ہندو اخبارات نے یہ ڈھکوسلہ کھڑا کر دیا ہے کہ اگر ہند تقسیم ہوا تو مسلمان سارے ملک کو روند ڈالیں گے۔ یہ ایک بے بنیاد الزام ہے۔ چونکہ اگر ہندوؤں کو یہ خوف دامن گیر ہے تو کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ پورے ہند پر کس طرح حکومت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ پاکستان میں سات کروڑ سے زیادہ مسلمان نہیں ہوں گے۔ ہندو ہند میں بائیس کروڑ سے کم ہندو نہیں ہوں گے۔ کیا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ بائیس کروڑ افراد محض سات کروڑ کے مقابلے میں اپنی آزادی کا تحفظ نہیں کر سکیں گے۔ پھر یہ کہا جاتا ہے کہ ہند کا مستقبل محفوظ نہیں رہے گا کیونکہ حملہ آور ہمیشہ ہند کے شمال مغرب سے وارد ہوئے اور پاکستان اپنے طور پر ان حملہ آوروں کو نہ روک سکے گا۔ کہا جاتا ہے صرف ایک متحدہ ہند' ایک جمہوری ہند ہی ایسے حملوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا ہند کی ایک مرکزی جمہوری حکومت ہونی چاہئے۔ ایک مرکزی حکومت ہونے سے اور رائے دہندگان میں اکثریت ہونے سے وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ملک کو بیرونی حملے سے محفوظ کر سکتے ہیں۔ (قہقہہ) پھر ہمارے ہندو دوست مسلم اقلیتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ پاکستان ان کے لئے کس طرح مفید ہو سکتا ہے۔ وہ تو ہندوؤں کے ہاتھوں دکھ اٹھاتے ہی رہیں گے۔ جہاں تک شمال مغرب کی جانب سے حملوں کا تعلق ہے کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ پرتگیز کہاں سے آئے؟ فرانسیسی کہاں سے آئے اور ہمارے انگریز آقا کہاں سے آئے؟ کیا وہ درہ خیبر کے راستے آئے؟ وہ ساحلوں کی طرف سے آئے۔ لیکن ہمیں علم ہے کہ امرواقع یہ ہے' جدید طرز کی جنگ کسی سرحد سے آشنا نہیں ہے۔

جدید جنگ کا فیصلہ کن اسلحہ فضائی اسلحہ ہے- اب بری اور بحری افواج کو ثانوی درجہ مل گیا ہے- لہٰذا ہمیں اچھے ہمسایوں کی طرح رہنا چاہئے- ہندو جنوب اور مغرب کی حفاظت کریں اور مسلمان شمالی مغربی سرحدوں کی پاسبانی- اس وقت ہم اکٹھے کھڑے ہو کر دنیا سے کہہ سکیں گے "ہند سے دور رہو- ہند ہندیوں کے لئے ہے-" (تالیاں)

مسلم اقلیتیں

دوسرے اعتراض میں جس کا تعلق مسلم اقلیتوں سے ہے کوئی وزن نہیں- ایک خوددار قوم کی حیثیت سے اقلیتی صوبوں کے مسلمان جرات سے کہتے ہیں کہ ہم اپنے مسلم اکثریتی علاقوں کے بھائیوں کی نجات اور آزادی کی خاطر ہر ابتلا اور قربانی کے لئے تیار ہیں- ان کی راہ میں حائل ہونے اور انہیں اپنے مسلم اکثریتی علاقوں کے بھائیوں کی نجات اور آزادی کی خاطر ہر ابتلا اور قربانی کے لئے تیر ہیں- ان کی راہ میں حائل ہونے اور انہیں اپنے ساتھ متحدہ ہند میں گھسیٹنے سے ہم کسی طرح بھی اپنی صورت حال کو بہتر نہیں بنا سکتے- اس کے بجائے ہم انہیں بھی اقلیت کی حیثیت پر لے آئیں گے- لیکن ہم نے عزم کر رکھا ہے کہ ہمیں کچھ بھی کیوں نہ ہو، ہم اپنے بھائیوں کو ہندوؤں کا غلام نہیں بننے دیں گے- لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان آزاد ریاستوں کا قیام ہی اقلیتوں کے ساتھ حسن سلوک کی ضمانت بن جائے گا- جب مشاورت اور مذاکرات کا وقت آئے گا تو اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں کا موقف عدم پیروی کا شکار نہیں ہو گا-

تیار رہیئے

پاکستان نہ صرف ایک قابل حصول منزل ہے بلکہ واحد منزل ہے اگر آپ اس ملک میں اسلام کو مکمل تباہی سے بچانا چاہتے ہیں- ابھی ہماری منزل بہت دور ہے- پاکستان تو موجود ہے لیکن ہمیں اسے لینا ہے- حصول آزادی آسان تر ہوتا ہے اسے برقرار رکھنے کے مقابلے میں! انگلستان اور امریکہ آزاد ممالک ہیں- لیکن انہیں اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے کس قدر محنت کرنا پڑی؟ ہمیں اپنے تئیں تیار کرنا ہے- خود کو مضبوط بنایئے- اپنی قوم کو تعلیم، تجارت، صنعت و حرفت، بیوپار اور دفاع میں تیار کیجئے- حصول پاکستان آپ کے ہاتھ میں ہے- اگرچہ ہند میدان جنگ سے دور ہے لیکن ہند میں بھی ایک طرح کی جنگ جاری ہے- میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ کمربستہ ہو جایئے اور کسی بھی پیدا ہونے والی ہنگامی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جایئے- علی گڑھ مسلم ہند کا اسلحہ خانہ ہے اور آپ اس کے بہترین سپاہی ہیں- دیہات میں نکل جایئے- اپنے لوگوں کو تعلیم دیجئے اور ان کی اصلاح کیجئے- ہمارے عوام کے سامنے وضاحت کیجئے کہ ہماری منزل مقصود کیا ہے- ایسے بہت سے لوگ ہیں جو انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کریں گے-

انہیں معاملات سمجھ لینے دیجئے۔ پھر وہ اپنی مقررہ منزل کی جانب رواں دواں ہوں جائیں گے۔

وقار بلند کر دیا گیا

مسلم لیگ نے حالیہ برسوں میں مسلمانوں کی غیر معمولی خدمت کی ہے۔ لیگ نے ان کا مرتبہ اور وقار اتنا بلند کر دیا ہے کہ آج ہم اس مرحلے پر پہنچ گئے ہیں جب انہیں ایک نمایاں سیاسی وجود کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ہے' جسے اپنی ارض وطن اور اپنی ریاست کا استحقاق حاصل ہے۔ ہمیں اپنا مقصود حاصل کرنے کے لئے زبردست کوشش کرنی ہے۔ تمام مخالفتوں اور کانگرس اور مسٹر گاندھی کی ریشہ دوانیوں کے باوصف مسلم لیگ آج ایک طاقت ہے۔ پچھلے سال ہی وہ دہلی میں مجھ سے ملاقات کے لئے آئے۔ وہ مسلم ہند کے پاس آئے کیونکہ میں مسلم ہند کا نمائندہ ہی تو ہوں (تالیاں) ہند میں انگریز حکومت کے قیام کے بعد سے اب تک کوئی ایسا زمانہ بھی آیا جب حکومت نے مسلم ہند کے ساتھ اس درجہ التفات کا برتاؤ کیا ہو جس میں قدرے خوف بھی ملا جلا ہو۔ مسلم لیگ کی آواز دنیا کے بعید ترین گوشوں' چین اور امریکہ تک پہنچ گئی ہے۔ یہ سب کچھ کس وجہ سے ہوا؟ آپ نے خود کو منظم کرنے اور اپنی قوتوں کو مجتمع کرنے میں چند قدم اٹھائے اور آپ نے نتائج دیکھ لئے۔ لیکن ابھی بہت سا خلا پر کرنا باقی ہے۔

تعمیری پروگرام

اب وقت آ گیا ہے کہ خود کو زیادہ سے زیادہ تعمیری پروگرام کے لئے وقف کر دیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اپنی تعطیلات' موسم گرما' تعمیری پروگرام کی طرف دھیان دینے میں صرف کریں۔ مثلاً خواندگی کا فروغ' معاشرتی اصلاح' اقتصادی بہتری' زیادہ سیاسی شعور اور ہمارے عوام میں نظم و ضبط کو عام کرنا۔ ہم ہند کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں مسلم ریاستیں قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین پرامن اور ہمسائیگی کے تعلقات استوار کئے جا سکیں۔ ملک میں دائمی امن اور مسرت و شادمانی کی بحالی کا یہ واحد طریقہ ہے۔ مجھے باوثوق ذریعہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ انگلستان کے ذمہ دار حلقوں اور کانگرس کے حلقوں میں بھی اس اسکیم پر سنجیدگی سے غور کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ہم منزل کی جانب رواں رہیں۔ وقت آئے گا اور جب آپ تیار ہوں گے' میں آپ کو بتاؤں گا کہ کرنا کیا ہے!" (مسلسل تالیاں)

(آرکائیوز آف فریڈم موومنٹ' بحوالہ : قائداعظم : تقاریر و بیانات (انگریزی) خورشید احمد یوسفی)

۲۰۵- ہندو مسلم مفاہمت' ناکامی کے اسباب

کانپور مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی کانفرنس سے خطاب

۳۰ مارچ ۱۹۴۱ء

مارچ ۱۹۴۱ء میں مسٹر ایم اے جناح کانپور تشریف لے گئے جہاں ان کا فقید المثال استقبال ہوا۔ مسلم طلباء سے خطاب کرتے ہوئے ہندو مسلم مفاہمت کے مسئلے اور مسلم نوجوانوں کو فریب دینے کی کانگرس کی تحریک پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے سٹی مسلم لیگ کانفرنس سے بھی خطاب کیا۔

کانپور مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی پہلی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا کہ "گذشتہ تیس برس سے فرقہ وارانہ اتحاد برپا کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں لیکن اس وجہ سے کوئی مفاہمت نہ ہو سکی کہ مذاکرات کے ضمن میں جس بنیاد سے ہندو رہنماؤں نے گفتگو کا آغاز شروع کیا اور جس بنیاد سے مسلمان رہنما آغاز کرتے' وہ بالکل مختلف تھی۔" انہوں نے کہا کہ "ہندوؤں نے اس بنیاد پر بات شروع کی کہ مسلمان ایک اقلیت ہیں۔ چنانچہ ضروری تحفظات مہیا کر دیئے جائیں' جب کہ مسلمان اس بنیاد سے بات شروع کرتے کہ وہ ایک علیحدہ وجود ہیں اور اس طرح کوئی مفاہمت نہ ہو سکی۔ جب کانگرس سات صوبوں میں برسراقتدار آئی تو اس نے مسلمانوں کے ساتھ ایک اقلیت کا سا برتاؤ کر کے اس نکتہ کو واضح کر دیا۔ چنانچہ مسلم لیگ کو اپنا نصب العین متعین کرنا پڑا' جو اس نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں پاکستان کے بارے میں قرارداد منظور کر کے کر دیا۔" سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "کانگرس یہ کہہ کر کہ وہ ملک کی آزادی کی خاطر لڑ رہی ہے اور یہ کہ وہ ایک قومی جماعت ہے' مسلم نوجوانوں کو فریب دے رہی ہے۔"

کانگرس کا فریب

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مزید کہا کہ "کانگرس ایک قومی جماعت نہیں ہے' بلکہ ایک عظیم فاشسٹ ٹولہ ہے جو ایک آمر کے تابع ہے' جو اس کا چار آنے کا ممبر بھی نہیں۔ اب مسلم لیگ نے کانگرس کے اس پردے کو چاک کر دیا ہے۔ کانگرس میں مہاتما گاندھی کی آمد کے بعد سے اس میں بدقسمتی سے روحانیت کا ایک عنصر داخل ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کانگرس ایک فرقہ پرست تنظیم کی حیثیت سے آشکارا ہو گئی۔ یہ ایک خالص ہندو تنظیم ہے لیکن مسٹر گاندھی اب ہٹ دھرمی کے ساتھ یہ دعوئی کرتے ہیں کہ وہ پورے ہند کی ترجمانی کرتے ہیں۔"

آگے چل کر مسٹر جناح نے کہا کہ "انہیں یقین ہے کہ کانگرس ہندوؤں کے سوا کسی کی

نمائندگی نہیں کرتی اور وہ بھی سب ہندوؤں کی نہیں۔" انہوں نے گول میز کانفرنس کا حوالہ دیا۔ جہاں مہاتما گاندھی نے پنجاب کے مسلمانوں کو اکیاون فیصد نیابت دینے سے بھی اتفاق نہیں کیا تھا۔ جب دونوں فرقوں کے ابین کوئی مفاہمت نہ ہو سکی تو پاکستان کا منصوبہ ترتیب دیا گیا۔ غیر پاکستانی خطے کے مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "سات کروڑ مسلمان جہاں اکثریت میں ہیں وہاں انہیں آزاد کرانے کے لئے اگر ضروری ہوا تو وہ شہادت کی آخری رسم ادا کرنے کے لئے بھی تیار ہیں اور دو کروڑ مسلمانوں کو قربان ہو جانے دیں گے۔"

سٹی لیگ کانفرنس

سٹی مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے اس خیال کا اظہار کیا کہ "کانگرس کی موجودہ حکمت عملی اور ستیہ گرہ کی تحریک ہندوؤں کو بدترین سانحہ سے دوچار کر دے گی۔" انہوں نے مزید کہا کہ "ہندوؤں کو مسلمانوں کے ضمن میں اپنی حکمت عملی پر نظرثانی کرنی چاہئے۔"

تدبر کا دیوالیہ پن

قیام پاکستان کی ضرورت پر زور دینے کے بعد مسٹر جناح نے موجودہ سیاسی جمود کے حوالے سے کہا کہ اس کی تمام تر ذمہ داری برطانوی حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کانگرسی قیادت پاگل ہو گئی ہے اور کانگرس کے رہنماؤں نے تدبر کے دیوالیہ پن کا مظاہرہ کیا ہے۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ نہ صرف مسلم لیگ نے ملک کے دفاع کی تیاریوں میں کوئی مشکلات حائل نہیں کیں بلکہ بہ تکرار حکومت سے یہ کہا کہ ان کا تعاون بھی اسے دستیاب ہو گا بشرطیکہ حکومت انہیں مرکز اور صوبوں میں موجودہ دستور کے ڈھانچے میں موثر اختیار بھی سونپ دے۔ انہوں نے حکومت سے کہا کہ وہ ان لوگوں کی پروا نہ کرے جنہوں نے دفاع کے امور میں تعاون نہیں کیا۔ انہوں نے حکومت کی حکمت عملی پر نکتہ چینی کی اور اسے کانگرس کی چاپلوسی کی کوشش سے تعبیر کیا۔

کانفرنس، تجویز پاکستان پر صاد کرتے ہوئے قرارداد کی منظوری کے بعد اختتام کو پہنچی۔

ریلوے کے ملازمین

ایسٹ انڈیا ریلوے مسلم ایمپلائز ایسوسی ایشن کے ایک وفد نے ملازمت کے ضمن میں درپیش مشکلات کے سلسلے میں مسٹر ایم۔ اے۔ جناح سے ملاقات کی اور اپنی معروضات پیش کیں۔

وفد کو جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ مسلم لیگ پارٹی ان مطالبات کے سلسلے میں لڑ رہی ہے۔ حال ہی میں انہوں نے اس موضوع پر وائسرائے کو ایک عرضداشت بھی بھیجی ہے۔

جنھوں نے جواب میں کہا ہے کہ وہ اس معاملے پر غور کریں گے۔ صبر و تحمل کا مشورہ دیتے ہوئے اس بات پر اپنی گفتگو ختم کی : میں یہ دیکھنے کے لئے انتظار کر رہا ہوں کہ حکومت کیا کرتی ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم آخر تک آپ کا ساتھ دیں گے۔

[(قائداعظم : تقاریر و بیانات (انگریزی زیر طبع) مرتبہ خورشید احمد یوسفی]

۲۰۶۔ مسلمانوں میں پھیلے ہوئے شعور اور بیداری پر اظہار اطمینان کانپور کے جلسہ عام سے خطاب

۳۰ مارچ ۱۹۴۱ء

مسٹر ایم اے جناح نے اپنے خطاب میں اس شعور اور بیداری کا ذکر کیا جو آج کل مسلمانوں میں موجود ہے اور اس پر اطمینان کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہفتے کے روز مسلمانوں نے جس جوش اور جذبے کا اظہار کیا اس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسلم لیگ عوام میں پھیل گئی ہے اور اب نوابوں اور خان بہادروں تک محدود نہیں رہی۔

مسٹر جناح نے ۲۳ مارچ کو یوم پاکستان منانے کا تذکرہ کیا اور کہا کہ یہ ہند کی تاریخ میں "یوم لال خط" کے مترادف ہے۔ انہوں نے ہندو اور برطانوی اخبارات پر تنقید کی کہ وہ اس اسکیم کی غلط تاویل کرتے ہیں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ اس ضمن میں مسلمانوں کا موقف بالکل شیشے کی طرح واضح کر دیا گیا ہے۔ اپنی اس تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے جو انہوں نے مالی بل کی مخالفت میں کی تھی کہا کہ اخبارات کے ایک طبقے نے اس کو غلط سمجھا اور اس کا یہ مطلب نکالا کہ مسلمانوں نے پاکستان اسکیم کو پس منظر میں ڈالنے سے اتفاق کر لیا ہے۔ مسلمان عزم بالجزم کے ساتھ پاکستان کے حامی ہیں۔

مسلم عوام میں مسلم لیگ کی مقبولیت کے بارے میں انہوں نے کہا کہ لاکھوں لوگ مسلم لیگ میں شامل ہو چکے ہیں۔ وہ جہاں کہیں بھی گئے انہوں نے عوام میں بے حد جوش و خروش دیکھا لیکن وہ اس سے کچھ زیادہ کے خواہاں ہیں۔ اگرچہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو اس عظیم تنظیم میں بھرتی کر لیا ہے لیکن وہ ابھی تک ایک زبردست ہجوم کے سوا کچھ نہیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ اس پر شکوہ اور شاندار مواد کو زیادہ تربیت یافتہ اور نظم و ضبط سے آراستہ تنظیم میں تبدیل کر دیں اور اس کے لئے انہیں بے لوث کارکنوں کی ضرورت ہے۔ ان کی نظر میں یہ ایک فوری ضرورت ہے۔ اگر وہ منظم ہوں تو چھ مہینے میں ان کے اپنے اخبارات ہوں گے۔

مسلم نیشنل گارڈز کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا ان کے لئے بہت کام

ہے اگر وہ کرنا چاہتے ہیں تب۔ انہوں نے انہیں ترغیب دی کہ وہ دیہی علاقوں میں جائیں اور لوگوں کی سماجی اور اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے کام کریں۔

(دی اسٹار آف انڈیا' ۳۱ مارچ ۱۹۴۱ء)

۲۰۷۔ آدی ہندو انجمن کانپور کے سپاسنامے کے جواب میں تقریر

۳۰ مارچ ۱۹۴۱ء

آدی ہندو ایسوسی ایشن، کے سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اچھوتوں کی کچھ تو دشواریاں تھیں ہی اور کچھ دشواریاں انہوں نے خود اپنے لئے پیدا کر لیں۔ اپنے سپاسنامے میں انہوں نے یہ تذکرہ کیا کہ گول میز کانفرنس میں میں نے ان کے لئے اپنی سی بہترین کوشش کی۔ وہاں انہیں جداگانہ انتخابات حاصل ہو گئے تھے جنہیں انہوں نے مسٹر گاندھی کی زندگی بچانے کے لئے ترک کر دیا۔ اب انہیں مسٹر گاندھی سے کہنا چاہئے کہ وہ ان کی زندگی بچائیں۔

پاکستان اور ڈاکٹر امید کر

پاکستان اسکیم کا تذکرہ کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ڈاکٹر امید کر نے اس ملک کی آئینی پوزیشن اور مسلم لیگ نے اپنی قرار داد لاہور میں پاکستان کی اسکیم پر جو موقف اختیار کیا ہے' اسے سمجھ لیا ہے۔ مسلم لیگ سارے فرقوں کے لئے مناسب اور پورے تحفظات کی قائل ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ کسی اچھوت پن کو نہیں جانتے۔ ہر انسان ان کا بھائی ہے۔ انہوں نے اچھوتوں کو مشورہ دیا کہ وہ خود کو منظم کریں۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ یکم اپریل ۱۹۴۱ء)

۲۰۸۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا ۲۸ واں سالانہ اجلاس مدراس

فی البدیہہ خطبہ صدارت

مدراس ۱۴ اپریل ۱۹۴۱ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس مدراس میں اپنا خطبہ صدارت بالکل غیر معمولی حالات میں ارشاد فرمایا۔ بمبئی سے مدراس تک ریل کے سفر کی تکان اور جنوب کی سخت گرمی کے باعث مسٹر جناح ناسازی طبع کا شکار ہو گئے اور اجلاس کے پہلے روز تقریر نہ کر سکے۔ لیکن دوسرے روز' ہر چند کہ کمزوری ان کے چہرے سے

عیاں تھی' انہوں نے اپنی غیر مرئی قوت کو مجتمع کیا اور حیران کن انداز میں ایسی فی البدیہہ تقریر کی جس نے ان کی خطیبانہ رفعتوں کو چھو لیا۔ یہ خطاب جو کم و بیش دو گھنٹے پر محیط تھا تاریخ میں بے حد ماہرانہ اور شاندار ارشادات کے ذیل میں درج کیا جائے گا۔ یہ ایسے قائد کا اعلان تھا جسے اپنے استدلال کی صحت کا یقین تھا اور جس نے خود کو ہر قسم کی ریشہ دوانی' افترا پردازی' لعنت ملامت' چاپلوسی اور گیدڑ بھبکیوں کے خلاف فولاد کا پیکر بنا دیا تھا —— ایک رہنما جسے اپنی منشاء کا بھی علم تھا اور اپنی قوم کی منشاء کا بھی' جو یہ بھی جانتا تھا کہ اس کا صاف' بے باک' پرزور اور بے خوفی کے ساتھ کس طرح اظہار کیا جاتا ہے۔ مسٹر جناح نے اپنی تقریر میں عالمی صورت حال کے حوالے سے ہند کی سیاست کے ہر پہلو پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔ انہوں نے مسلم لیگ کی منزل مقصود' اس کے نظریئے اور اس کی حکمت عملی کی' اس طور سے وضاحت کی کہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ چھوڑی۔ مسلم لیگ کی گذشتہ پانچ برس کی کارگزاری اور جنگ کی صورت حال کے بارے میں اس کے رویہ کا جائزہ لیا' آئندہ پانچ برس کے منصوبے کو اجاگر کیا اور برطانوی حکومت کی حکمت عملی اور کانگرس' ہندو مہاسبھا اور کانگرس کے بغل بچے سپرو کانفرنس کی حکمت عملی اور چالوں پر بے محابہ اور بے کم و کاست تنقید کی۔ اس تقریر سے مسٹر جناح کی ایک اور ایسی صفت کا اظہار بھی ہوا' جس کا ہند کی قیادت میں تقریباً فقدان ہے۔ یعنی ان کا وہی مطلب ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں اور جو وہ کہتے ہیں وہی ان کا مطلب ہوتا ہے۔ یہ تقریر بے جا جذباتیت' ابہام' لفاظی اور وعظ و نصائح سے پاک تھی۔ وہ اس شخص کے انداز میں گفتگو کرتے ہیں جسے اپنے پیروکاروں کی طاقت اور کوتاہیوں دونوں کا کماحقہ' علم ہو۔ ان کی تقریر مسلم قوم کے انداز' رجحان اور امنگ کا صحیح عکس تھی۔ کوئی شک نہیں کہ ان کی روح پرور اور بے حد پر مغز تقریر سے مدراس کے ایک لاکھ کے لگ بھگ سامعین میں ایک برقی لہر دوڑ گئی۔

"آیئے میں آپ کو بتا دوں اور اس واضح طریقے سے جس قدر میرے لئے بیان کرنا ممکن ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا منتہائے مقصود یہ ہے : ہم چاہتے ہیں کہ ہند کے شمال مغرب اور مشرق میں ایسی مکمل آزاد ریاستیں قائم کر دیں جنہیں حتمی طور پر دفاع' امور خارجہ' مواصلات' کسٹم' کرنسی اور زرمبادلہ وغیرہ پر پوری قدرت حاصل ہو۔ ہم کسی بھی صورت میں کل ہند نوعیت کا ایسا دستور نہیں چاہتے جس کے تحت مرکز میں ایک حکومت ہو۔ ہم اسے کبھی قبول نہیں کریں گے۔ اگر ہم اس پر ایک بار رضامند ہو گئے' تو میں آپ کو بتا دوں' مسلمانوں کا وجود بالکل نیست و نابود ہو جائے گا۔ جہاں تک شمال مغرب اور مشرقی خطوں میں ہمارے آزاد قومی اوطان کا تعلق ہے ہم مرکز میں کسی قوت یا حکومت کے باج گزار بن کر نہیں رہیں گے۔"

ان الفاظ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے ۲۸ ویں سالانہ اجلاس کے صدر مسٹر ایم۔ اے۔ جناح

نے اجلاس کے دوسرے روز مسلم لیگ کے منتہائے مقصود کی وضاحت کی۔

انگریزی زبان میں دو گھنٹے پر محیط فی البدیہہ تقریر کے دوران مسٹر جناح نے مسلم لیگ کی گذشتہ پانچ برس کی کارگزاری اور اس کے مطالبہ پاکستان پر روشنی ڈالی۔

مسٹر جناح کا خطبہ

مسٹر جناح نے ان سب لوگوں کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے خط' ٹیلی فون اور تار کے ذریعہ ان کی عیادت اور مزاج پرسی کی اور معذرت کا اظہار کیا کہ وہ فردا فردا ان کو جواب دینے سے قاصر ہیں۔ مسلم لیگ کی داخلی پیش رفت اور ترقی کا جائزہ لیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ مسلم لیگ کے احیاء کی بنا آج سے کم و بیش پانچ برس قبل بمبئی میں استوار کی گئی۔ ان پانچ برسوں کے دوران ـــــ یہ تقریباً ایک "پنج سالہ منصوبہ" تھا ـــــ انہیں مسلم لیگ کو ملک کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک منظم کرنے میں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اس امر کا سب ہی اعتراف کرتے ہیں۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد سے مسلم ہند نہ کبھی اس عمدگی سے منظم ہوا تھا نہ بیدار اور سیاسی طور پر باشعور' جیسا کہ آج ہے۔ (تالیاں) انہوں نے اپنا ایک پرچم اور ایک پلیٹ فارم بنا لیا ہے جس سے سارے مسلمانوں کی مکمل یک جہتی کا اظہار اور مظاہرہ ہوتا ہے' اور واضح ترین زبان میں اپنے نصب العین کا تعین کر دیا ہے ـــــ ایک نصب العین جس کے ضمن میں پہلے مسلم ہند تاریکی میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا یعنی پاکستان کا نصب العین (تالیاں) اسی سعی میں جنوبی ہند کے مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے میں اسے سراہے بنا نہیں رہ سکتا۔ اس صوبے میں مسلمانوں کو گوناگوں مشکلات کا سامنا تھا۔ میں نے اضلاع اور صوبے سے ڈاک اور تار کے ذریعے رابطہ استوار رکھا اور دیکھا کہ کس طرح یہاں مسلم لیگ کو منظم کیا جا رہا ہے اور کس طرح یہ اس صوبے میں پھول پھل رہی ہے' اوپر سے نیچے کی جانب نہیں بلکہ نیچے کی طرف سے اوپر کو۔ صرف ایک برس پیشتر زیریں سطح پر افزائش سے بالائی سطح پر دھماکہ ہوا اور جس کی وجہ سے ساری پریذیڈنسی کے مسلمانوں میں مکمل ہم آہنگی کا دور دورہ ہو گیا۔ مجھے یقین ہے کہ جس طرح اس صوبے کے سات فیصد مسلمانوں نے خود کو مسلم لیگ کے پرچم تلے منظم کیا ہے اس طرح کسی اور صوبے نے خود کو منظم نہیں کیا۔ یہ ماضی کا پنج سالہ منصوبہ تھا۔

ایک اور پنج سالہ منصوبہ

آئندہ کیا؟ یہ وہ سوال ہے جس کا ہمیں سامنا کرنا ہے۔ ہم نہ صرف ملک کے کونے کونے میں مسلم لیگ کا وقار بلند کرنے میں کامیاب رہے بلکہ اس کی شہرت چار دانگ عالم میں پہنچ گئی۔ اب مسلمانوں کی سرگرمیوں پر دھیان دیا جاتا ہے اور ساری دنیا کی نظریں ان پر لگی رہتی ہیں۔

لیکن آئندہ کیا؟ اب ہم ایک نہایت نازک وقت سے گزر رہے ہیں۔ مختلف قوتیں اندرون اور بیرون ہند بر سرپیکار ہیں۔ کسی کو بھی کسی کام میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی' تاآنکہ وہ اس کے لئے کام کرے اور محنت سے کام کرے۔ آج مسلمانوں سے جو شے مطلوب ہے اور بالخصوص ان مندوبین سے جو یہاں جمع ہیں' وہ یہ ہے کہ وہ مستقبل کے بارے میں غور و فکر کریں اور ایک اور پنج سالہ منصوبہ وضع کریں۔ یہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ کس قدر عمدگی اور کس قدر سرعت کے ساتھ مسلم ہند کی قومی زندگی کے شعبوں کی تعمیر کی جا سکتی ہے؟ یہ شعبے چار جہتی ہیں' اور ان چار ستونوں کی تشکیل کرتے ہیں جن پر ڈھانچہ کھڑا ہو گا۔

ان میں سب سے پہلا تعلیم ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ایک اچھا سوچا سمجھا تعلیمی منصوبہ وضع کریں۔ یہ علم اور روشن خیالی ہی ہے جو ایک قوم کو عظمت عطا کرتی ہے۔ ہماری اس ارض عظیم میں عوام کی اقتصادی اور معاشرتی ترقی کے ضمن میں مسلمان پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور فرقوں کے مقابلے میں مسلمان تحت الثریٰ میں ہیں۔ مثال کے طور پر مدراس میں صرف دو صنعتیں ایسی ہیں جن میں مسلمان کہیں نظر آتے ہیں' ایک چمڑے اور کھالوں کی صنعت اور دوسری بیڑی کی صنعت۔ کیا وہ محض "چمڑے والے" اور "بیڑی والے" ں حیثیت پر اکتفا کریں گے یا ملک کی صنعتی' تجارتی اور بیوپار کی ترقی میں کوئی کردار ادا کریں گے؟

کام کا اگلا شعبہ بھی کوئی کم اہم نہیں۔ یہ شعبہ ہے مسلمانوں کی سیاسی تربیت سے متعلق۔ جبکہ مسلمانوں نے ان معنی میں غیر معمولی ترقی کی ہے کہ ہم لاکھوہا لوگوں کو مسلم لیگ کے پرچم تلے لے آئے' جبکہ ہم نے ان میں سیاسی شعور بیدار کیا' ان کے نصب العین کو اعلیٰ و ارفع مقام پر پہنچایا' جبکہ مسلمانوں کو احساس عطا کیا اور ایک قوم کی حیثیت سے اپنی عزت نفس' خود اعتمادی' عزت اور وقار حاصل کر لیا۔ اب جو کچھ انہیں سامنے نظر آتا ہے وہ جوش و خروش اور احساس بیداری ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے صحیح راہ پر لگایا جائے۔ مجتمع کیا جائے اور تربیت—— سیاسی—— اس انداز سے کی جائے کہ ان میں رواں دواں رہنے اور منزل مقصود تک پہنچنے کی اہلیت حاصل ہو جائے۔ (تالیاں) میں ایک مثال کے ذریعے سے اس کی وضاحت کروں گا۔ میں جو' کچھ چاہتا ہوں' وہ یہ ہے کہ مسلم لیگ کے لئے جو ارکان بھرتی کئے جائیں انہیں تربیت دینی چاہئے (جیسے سپاہیوں کو تربیت دی جاتی ہے) لیکن ایک سیاسی فوج کے لئے' ایک عام آدمی کو ایک سیاسی سپاہی کی حیثیت سے تربیت دی جائے۔ ان سیاسی سپاہیوں کے اوپر افسر ہونے چاہئیں' کیونکہ اگر افسر نہیں ہوں گے تو ان کی درست طریقے سے رہنمائی نہ ہو سکے گی۔ ان کے لفٹین ہوں' کپتان' میجر' کرنل اور جرنیل ہوں وغیرہ وغیرہ۔ میں نے یہ مثال صرف اگلے اقدام کی

نوعیت واضح کرنے کے لئے دی۔ اب جو عظیم ترین کام ان کے سامنے ہے' وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو علم السیاست' زبان اور تحریکوں کے بارے میں عمدہ تربیت دی جائے۔ انہیں نہ صرف اس ملک کی تحریکوں کے بارے میں علم ہو بلکہ ساری دنیا کے بارے میں بھی تاکہ وہ کسی بھی وقت کوئی ہنگامی صورت حال پیدا ہونے کی صورت میں اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تیار ہوں۔

مسلمانوں کا نصب العین

اگلا مسئلہ جو میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمیں وضاحت کر دینی چاہئے— شک و شبہ سے بالاتر انداز میں کہ ہمارا نصب العین کیا ہے! بہت سے لوگ ہیں جو یا تو سمجھتے ہی نہیں' یا غلط سمجھتے ہیں یا سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔ یہ نادان لوگ ہیں' مسلمانوں میں نہیں — جس کے لئے ہم رب العزت کے شکر گزار ہیں— میں ایک دو مثالیں بعد میں دوں گا— کہ کس طرح ہمارے فیصلوں یا ہماری قراردادوں کی غلط تاویل کی گئی یا انہیں غلط معنی پہنائے گئے۔ صرف اس لئے کہ غلط فہمی کی گنجائش باقی نہ رہے اور کسی ذہین اور سمجھدار ہندی کے ذہن میں کوئی شک اور شبہ باقی نہ رہے— اس کی پروا نہیں کہ کس طبقے یا فرقے سے اس کا تعلق ہے — مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے نصب العین کے ضمن میں اپنی صورت حال کی وضاحت کر دوں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا نصب العین کیا ہے؟ اس کا نظریہ کیا ہے اور اس کی حکمت عملی کیا ہے؟ آیئے میں آپ کو نہایت صاف طریقے سے' جس قدر میرے لئے ممکن ہے' اس کی وضاحت کر دوں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا نصب العین یہ ہے : ہم ہند کے شمال مغرب اور مشرقی خطوں میں مکمل طور پر آزاد ریاستوں کا قیام چاہتے ہیں' جنہیں دفاع' امور خارجہ' مواصلات' کسٹم' کرنسی اور زرمبادلہ وغیرہ پر حتمی اور مکمل قدرت حاصل ہو۔ ہم کسی حالت میں بھی ایک ایسا دستور نہیں چاہتے جس کی کل ہند گیر نوعیت ہو اور جس کے تحت مرکز میں ایک حکومت ہو۔ ہم اسے ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ اگر مسلمانوں نے ایک بار ایسی کوئی چیز قبول کر لی تو مسلمان صفحہ ہستی سے بالکل مٹا دیئے جائیں گے۔ جہاں تک شمال مغربی اور مشرقی خطوں میں ہمارے آزاد قومی اوطان کا تعلق ہے ہم مرکز میں کسی طاقت یا کسی حکومت کے ہرگز باج گزار نہیں بنیں گے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہندو ہند کی قیادت کو بے وقوف بنایا گیا ہے۔ وہ برطانوی حکومت کی حکمت عملی اور تدبر سے جھانسا کھا گئے جو ان کے سامنے متحدہ ہند کا دستور اور جمہوریت کو لہرا رہے ہیں— گدھوں کے سامنے دو گاجریں۔ برطانوی حکومت کو اس بات کا علم ہے— اور میں ہندو قیادت سے کہتا ہوں کہ تم نے تدبر کا آخری تنکا بھی گنوا دیا۔ اگر تم ابھی تک یہ محسوس نہیں کر سکے کہ برطانوی حکومت کو اس بات کا علم ہے کہ مسلم ہند ہرگز

ایک ہند گیر دستور اور ایک مرکزی حکومت کو قبول نہیں کرے گا۔ برطانوی مدبرین کو علم ہے کہ نام نہاد جمہوریت اور پارلیمانی طرز حکومت اس ملک میں سراب کے سوا کچھ نہیں۔ یہ بات نہیں ہے' جیسا کہ کچھ لوگ گڈ مڈ کر دیتے ہیں' یہ سوال نہیں کہ مسلمان انسانی اخوت پر مبنی حکومت پر معترض ہیں جیسا کہ وہ لوگ اکثر الزام لگاتے ہیں جو درحقیقت یہ نہیں سمجھتے کہ وہ بات کیا کر رہے ہیں' جب وہ جمہوریت یا اسلام کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ اصلاً جمہوریت کا مطلب ہے اکثریت کی حکمرانی۔ ایک قوم اور ایک معاشرے میں اکثریت کی حکمرانی قابل فہم ہے۔ اگرچہ وہ یہاں بھی ناکام ہو چکی ہے۔ ایک قوم جو یک جہت اور یک خیال ہو لائق فہم ہے۔ لیکن اگر آپ اپنے ذہن پر صرف چند لمحے کے لئے زور دیں تو صداقت آپ پر عیاں ہو جائے گی۔ کیا اس طرح کا نظام وہاں کبھی بھی کامیابی کے ساتھ چل سکتا ہے' جہاں دو مختلف قومیں ہوں—— دراصل دو سے زیادہ مختلف قومیں—— جیسے اس برعظیم میں ہیں—— جب آپ کے یہاں دو کلیتاً" مختلف معاشرے ہوں مسلم معاشرہ اور ہندو معاشرہ؟ آپ کی سرزمین پر (مراد صوبہ مدراس) ایک اور قوم بھی ہے یعنی دراوڑ۔ یہ سرزمین فی الحقیقت دراوڑستان ہے۔ تصور کیجئے کہ تین فیصد اعلیٰ ذات کے برہمن اپنے استادانہ حربوں اور انتخاب لڑانے کی ماہرانہ چالوں کے ذریعے' جن کا انہوں نے مطالعہ کر رکھا ہے' غیر برہمنوں پر اکثریت حاصل کر لیں۔ کیا یہ جمہوریت ہے یا ڈھکوسلہ ہے؟ لہٰذا میں اپنی پوری ہمدردی اور حمایت غیر برہمنوں کو پیش کرتا ہوں' میں ان سے کہتا ہوں۔ آپ کے لئے واحد راستہ یہ ہے کہ آپ اپنا مقام پہچانیں۔ اپنی زندگی' اپنی ثقافت اور زبان کے حوالے سے بسر کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہندی یہاں زیادہ دور تک نہیں پہنچی—— اور آپ کی اپنی تاریخ آپ کے نصب العین کی رہنمائی کرے۔ مجھے آپ کے ساتھ پوری ہمدردی ہے اور یہاں دراوڑستان کے قیام کے ضمن میں میں آپ کی جتنی حمایت کر سکتا ہوں کروں گا۔ سات فیصد مسلمان آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے اور آپ کے ساتھ مساوات' عدل اور انصاف کے اصولوں کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔

اقلیتوں کے لئے تحفظات

اقلیتوں کے لئے تحفظات پر گفتگو کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا۔ جہاں کہیں بھی اقلیتیں ہوں ان کے لئے تحفظات کا اہتمام ہونا چاہئے۔ میرا ہمیشہ یہ عقیدہ رہا ہے—— اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ عقیدہ درست ہے—— کہ کوئی حکومت اقلیتوں میں احساس تحفظ اور اعتماد پیدا کئے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کوئی حکومت کامیاب نہیں ہو سکتی جس کی حکمت عملی اور پروگرام اقلیتوں کے ساتھ غیر منصفانہ' ناروا اور ظالمانہ ہو۔ ایک نمائندہ قسم کی حکومت کی کامیابی کی کسوٹی یہ ہے

کہ اقلیتوں کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ ان کے ساتھ عادلانہ اور منصفانہ برتاؤ کیا جائے گا۔ اس ضمن میں ہم دنیا کے کسی مہذب ملک سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ مجھے اعتماد ہے کہ جب وقت آئے گا ہمارے وطنوں میں اقلیتیں یہ محسوس کریں گی کہ ہماری روایات' ہمارا ورثہ اور اسلام کی تعلیمات نہ صرف مناسب اور منصفانہ ہوں گی بلکہ فیاضانہ (تالیاں) ہم بھاؤ تاؤ کے قائل نہیں۔۔ ہم سودے بازی کے قائل نہیں' ہم عمل کے قائل ہیں' ہم تدبر کے اور عملی سیاست کے قائل ہیں۔

آزاد قوم

مسلم لیگ کے نظریئے کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا اس کی پہلے ہی وضاحت کی جا چکی ہے۔ لیکن اس ملک میں کچھ لوگ ہیں بالخصوص ہندو اخبارات کا ایک حلقہ جس کو بار بار یاد دلانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ لیگ کا نظریہ اس بنیادی اصول پر مبنی ہے کہ مسلم ہند کی ایک آزاد قومیت ہے۔ ان کی قومیت یا سیاسی شناخت یا وجود کو کسی اور وجود میں گڈ مڈ کرنے کی کوشش کی نہ صرف مزاحمت کی جائے گی بلکہ میرے خیال میں کسی کے لئے ایسی سعی بھی لاحاصل ہو گی۔ ہم عزم کر چکے ہیں' اور اس ضمن میں کوئی غلط فہمی نہیں رہنی چاہیے' کہ اس برصغیر میں ایک آزاد قوم کا مرتبہ اور ایک آزاد ملک قائم کر کے رہیں گے۔

خیر سگالی اور ہم آہنگی

مسلم لیگ کی حکمت عملی کی تشریح کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اس سرزمین کے باشندوں میں خیرسگالی اور ہم آہنگی کو مساوات' منصفانہ سلوک اور رعایت باہمی کی بنیاد پر فروغ دینے کی کوشش ان کا مقصد ہے۔ اس کے حصول کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دوسری قوموں' جماعتوں اور ملکوں کے ساتھ سمجھوتے کئے جائیں اور قوموں کی برادری کے اراکین کی حیثیت سے اس طور پر اکٹھے رہا جائے کہ ایک دوسرے کے حقوق کے احترام کے پابند ہوں۔ ایک کی دوسرے پر غلبے کی خواہش کو ترک کر دینا چاہیے اور یہ جتنا جلد ہو جائے گا اتنی ہی جلد ہند کے مسائل حل ہو جائیں گے۔

سیاسی تعطل

اگلا مسئلہ جو آج ہمارے لئے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے وہ ہے جسے تعطل کہتے ہیں۔ آیئے ہم اس کا منصفانہ طریقے سے جائزہ لیں اور دیکھیں کہ اس کا ذمہ دار کون ہے۔ ہمارے ملک میں ایک دقت یہ ہے کہ ہمارے لوگوں میں صاف گوئی اور کھل کر دوسری جماعت کی مذمت کرنے کی جرات نہیں۔ جبکہ خود اپنے لئے غیرجانبداری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ تو میں سمجھ سکتا ہوں کہ ایک

جماعت دوسری کو مورد الزام ٹھہراتی ہے۔ لیکن اس کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ آپ کو اس کا بخوبی علم ہے کہ اعلان جنگ کے ساتھ ہی، جس میں ہم پھنسے ہیں، خواہ ہم نے اسے منظور کیا یا نہ کیا، یہ ہمیں پسند ہو یا نہ ہو، ہم اس میں ایک فریق بنا دیئے گئے۔ روز بروز جو واقعات رونما ہو رہے ہیں ان کا علم رکھتے ہوئے قدرتی طور پر ہمیں اپنے ملک کی فوری ضرورت کا پورا احساس ہو گیا۔ اس کے دفاع اور اپنے گھروں کی حفاظت، اور یہ سوالات ہماری اولین توجہ کا مرکز بن گئے۔ آغاز جنگ کے ساتھ ہی ہم نے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کر دی اور یہ صرف میرا ہی اعلان نہیں تھا، بلکہ مجلس عاملہ نے، کونسل نے اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پورے اجلاس نے واضح کیا۔ جیسے ہی جنگ چھڑی ہمیں جو پہلی خوش خبری دیگر بری خبروں کے ساتھ ملی وہ وائسرائے کا یہ اعلان تھا کہ ملک معظم کی حکومت نے ازراہ کرم قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء میں مذکور کل ہند وفاق کی اسکیم کو معطل کر دیا ہے۔ (تالیاں) یہ صرف معطلی تھی۔ ہمیں علم ہے کہ ہمارے انگریز دوست حکمت عملی کے فن اور کھیل میں کس قدر مشاق ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ کافی نہیں تھا کہ ایک چیز جو معطل کی جائے وہ کسی بھی وقت دوبارہ نافذ کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا ہمارا پہلا اور سب سے اہم مطالبہ یہ تھا کہ اس کو صرف معطل ہی نہ کیا جائے بلکہ اسے ترک کر دیا جائے۔ طول طویل مراسلت اور ملاقاتوں کے بعد حکوت نے اعلان کیا کہ ہند کے آئندہ دستور کے سارے مسئلے پر ازسرنو غور کیا جائے گا، جس میں وہ حکمت عملی اور منصوبہ شامل ہو گا جس پر قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء مبنی تھا۔ بلاشبہ ہمیں اس سے بڑا سکون حاصل ہوا۔ کیونکہ مسلم ہند شروع ہی سے قانون کے اس جزو کے خلاف برسرپیکار تھا۔ پھر ہم نے برطانوی حکومت کے سامنے دوسری کیا چیز پیش کی؟ ہم ایک اور چیز سے خوفزدہ تھے۔ آپ کو علم ہے کہ ہماری تمام کوششوں کے باوصف اس وقت مسلم لیگ اتنی طاقتور نہیں تھی جتنی تنظیمی اعتبار سے کانگرس تھی۔ میں آپ کو بتا دوں کہ کانگرس نہ اس سے کچھ زیادہ ہے اور نہ کم کہ ہندوؤں کی ایک ٹھوس جماعت اس کی پشت پر ہے۔ دیگر شاخیں اور چھوٹی موٹی شاخیں (بچے) مثلاً ہندو مہاسبھا، دی آل انڈیا ہندو لیگ، دی لبرل فیڈریشن اور کچھ اور چھوٹی چھوٹی سی جماعتیں، آپ جانتے ہیں، سب ایک ہی ہیں۔ میں اس مفہوم میں سب کو ایک نہیں کہتا۔ گویا یہ کانگرس کے جملہ افعال کو منظور کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی جماعت سارے ہند میں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی ترجمانی کرتی ہے تو وہ کانگرس ہے۔ ہمیں علم ہے کہ یہ ہندو جماعت مدت مدید سے جنگ چھڑنے کی منتظر تھی۔ دراصل، آپ کو یاد ہو گا ایک برس پیشتر جب جنگ چھڑنے کا امکان پیدا ہو گیا تھا تو کانگرس کی مجلس عاملہ دنوں چوکسی پر بیٹھی رہی کیونکہ جیسا کہ وہ علی الاعلان کہا کرتے تھے کہ وہ ان کی زندگی کا ایک سنہرا موقع ہو گا، جب وہ

کامیابی کے ساتھ برطانوی حکومت پر دباؤ ڈال سکیں گے' اور جو کچھ وہ ان سے لینے کے خواہاں ہیں' وہ ان سے جھپٹ کر لے سکیں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ طاقتور تنظیم مختصر ہے' اور چوکنی ہے' اور اسی لئے ہم یہ چاہتے تھے کہ برطانوی حکومت ہند کے دستور کے ضمن میں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کر دے۔ چنانچہ ہم نے مطالبہ کیا کہ دستور میں کوئی تبدیلی' عبوری ہو یا حتمی مسلمانان ہند کی منظوری اور رضامندی کے بغیر نہ کی جائے۔ طول طویل مراسلت اور ملاقاتوں کے بعد اب ہمیں وائسرائے کا ۸ اگست کا اعلان میسر آیا جس کی ۱۴ اگست کو مسٹر ایمرے نے مزید صراحت کی کہ یہ مطالبہ ہند کے نو کروڑ مسلمانوں کے ساتھ "محض انصاف" سے کم و بیش نہیں۔ کیا کانگرس اور ہند، عدل اور انصاف کی رُو سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ برطانوی حکومت کانگرس کے ساتھ مل کر ایسا دستور وضع کر سکتی ہے جو اس کے لئے قابل قبول ہو اور جسے مسلمانوں پر مسلط کر دیا جائے اور یہ کہ مسلمانوں کو اسے منظور بھی کر لینا چاہئے؟ کیا یہ کہنا پرلے درجے کی دیوانگی نہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلم لیگ کو "حق استرداد" (ویٹو) عطا کر دیا گیا اور مسٹر جناح اور لیگ کے لئے "ہٹ دھرمی کا ایک منشور۔" میں ایک لمحے کے لئے بھی یہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں کہ یہ حق استرداد یا ہٹ دھرمی کا منشور ہے۔ دوسری تجویز کے کیا معنی ہیں؟ دراصل اس کا مطلب یہ ہے: ہندوستان کا دستور ایک دستوری عنصر یعنی مسلمانوں کی منظوری اور رضامندی کے بغیر وضع کرنا۔ میں اس کا دوبارہ اعادہ کرتا ہوں کہ یہ محض انصاف ہے جس کا ہم مطالبہ کر رہے ہیں کہ ہمیں ایک دستوری عنصر کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے اور برطانوی حکومت نے اب درست طور پر یہ کہا ہے کہ ہمیں کوئی مفاہمت کر لینی چاہئے۔ مسٹر جناح نے دریافت کیا کہ "کانگرس کو کیسا لگے گا اگر برطانوی حکومت تنہا مسلم لیگ کی مشاورت سے ایک دستور وضع کر لے؟"

آگے چل کر مسٹر جناح نے کہا کہ گذشتہ سال جون میں کانگرس نے بمبئی میں برطانوی حکومت پر زور دیا — برطانوی حکومت نے ان سے جنگ کے بارے میں ان کے رویئے سے متعلق کوئی استفسار نہیں کیا تھا — اس ضمن میں انہوں (مسٹر جناح) نے کہا کانگرس یا بعض کانگرسیوں نے کہا ہے کہ مسلمان سامراجیت پرست ہیں اور یہ کہ وہ (مسٹر جناح) جو ایک زمانہ میں قوم پرست ہوا کرتے تھے' فرقہ پرست بن گئے ہیں۔ کیونکہ انہیں قائد بننے کی خواہش تھی۔ میں نے جب کبھی عوام کے سامنے نئے خیالات پیش کئے' ہندو اخبارات کے ایک حلقے نے اسے "مسٹر جناح کے شکوے شکایات" اور "لیگ کی ملامتوں" کا نام دیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کا کیا علاج کیا جائے جنہوں نے مریضانہ ذہنیت اپنائی ہے۔

مسلم لیگ کی عرضداشت وائسرائے کے نام

پھر مسٹر جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کی اس قرارداد کا تذکرہ کیا جو جون ۱۹۴۰ء میں منظور کی گئی تھی جس میں حکومت ہند سے کہا گیا تھا کہ وہ ہند کے دفاع کے استحکام کے ضمن میں اہم اقدام کریں اور مسٹر جناح کو اختیار دیا گیا کہ وہ وائسرائے کے ساتھ رابطہ قائم کریں اور جنگ کی مساعی کو تیز کرنے کے لئے امکانات کا جائزہ لیں اور ممکن ہو تو تمام فوری تدابیر تیار کریں۔ اس قرارداد میں ایک عرضداشت کا اضافہ کیا گیا' جو انہوں نے جولائی ۱۹۴۰ء میں وائسرائے کو پیش کر دی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ حکومت کی جانب سے ایسا کوئی اعلان یا بیان جاری نہ کیا جائے جس سے ان اساسی اور بنیادی اصولوں کی مخالفت ہو جو لاہور کی قرارداد پاکستان میں مذکور ہیں۔ یہ کہ حکومت مسلمانوں کو قطعی اور حتمی یقین دہانی کرائے کہ مسلمانان ہند کی رضامندی اور منظوری کے بغیر کوئی عبوری یا حتمی دستوری منصوبہ مرتب نہیں کیا جائے گا۔ یہ کہ ملک کو درپیش سنگین خطرے کے پیش نظر جنگ کی مساعی کو تیز تر کرتے' ملک کے دفاع اور داخلی امن و امان کو برقرار رکھنے کے لئے ہر اقدام کیا جانا چاہئے۔ پھر انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ موجودہ دستور کے ڈھانچے میں رہتے ہوئے وائسرائے کی انتظامی کونسل میں توسیع کی جائے اور اضافی تعداد مزید مشورے سے متعین کر دی جائے اور یہ کہ مسلم لیگ کے نمائندوں کی تعداد کانگرس کے نمائندوں کے مساوی ہو۔ انہوں نے یہ بھی تجویز کیا کہ ان صوبوں میں جہاں قانون حکومت ہند کی دفعہ ۹۳ نافذ ہے غیر سرکاری مشیروں کا تقرر عمل میں لایا جائے۔ انہوں نے جنگی کونسل کی تشکیل کی تجویز بھی پیش کی جس میں والیان ریاست کو بھی نمائندگی دی جائے۔ مسٹر جناح نے عرضداشت میں مرقوم دیگر تجاویز کا بھی تذکرہ کیا۔

کیا ہم نے اس عرضداشت میں کسی جگہ یہ کہا کہ "پاکستان فی الفور اور ابھی؟" قرارداد لاہور مارچ ۱۹۴۰ء میں منظور کی گئی تھی' اور یہ عرضداشت جولائی ۱۹۴۰ء میں تیار کی گئی۔ ایسا کیوں ہے کہ ہم نے اس عرضداشت میں پاکستان کے بارے میں کچھ نہیں کہا؟ اس کی وجوہ بتانے سے قبل مسٹر جناح نے کہا کہ میں آپ کو یہ بتانا چاہوں گا کہ جملہ قسم کے پیغامات بیرون ملک بھیجے جا رہے ہیں' یہ کہ پاکستان کا مسئلہ ملتوی کر دیا گیا' پاکستان کو ایک طرف رکھ دیا گیا۔ یہ ان لوگوں کی دل پسند سوچ کے سوا کچھ نہیں جن کے پاؤں دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ دیانتداری اور صاف گوئی سے کام لے کر یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ سے زبردست غلطی سرزد ہو گئی ہے' اور اب آپ راہ راست پر آنے کے لئے آمادہ ہیں؟

مسٹر جناح نے کہا کہ یہ خبیث پروپیگنڈا اور جس طرح سے وہ پریشان کئے جا رہے ہیں یہ

صرف اس ملک کے اخبارات اور عوام تک ہی محدود نہیں۔ میرے اچنبھے اور استعجاب کی حد نہ رہی جب میں نے یہ دیکھا کہ برطانوی اخبارات کو بھی گمراہ کیا جا رہا ہے۔ "لندن ٹائمز" جو بہترین باخبر اخبارات میں سے ایک ہے' اپنی یکم اپریل کی اشاعت میں رقم طراز ہے—— مسٹر جناح نے قہقہوں کی گونج میں کہا یہ یوم احمقاں' ہے اور ٹائمز کو بے وقوف بنا دیا گیا—— ٹائمز نے لکھا "درآنحالیکہ مختلف حلقوں کی طرف سے ان تجاویز کو بہت سی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا لیکن یہ ایک اہم بات ہے کہ عام اخبارات کی طرف سے ان پر یہ تبصرہ کیا گیا کہ انہوں نے سیاسی صورت حال کے دوبارہ جائزہ کا ایک نیا موقع فراہم کیا ہے۔ مرکزی مجلس قانون ساز میں مسٹر جناح کے اس حالیہ بیان سے کہ مسلم لیگ دوبارہ تشکیل شدہ انتظامی کونسل میں تعاون کے لئے تیار ہے بشرطیکہ برطانوی ہند کی تقسیم کے بارے میں ان کی تجویز پر بعد از جنگ غوروخوض کر لیا جائے' یہ بات آسان ہو گئی کہ ہند کی دو بڑی جماعتوں میں آپس میں کوئی عارضی مفاہمت ہو سکتی ہے۔" مسٹر جناح نے کہا کہ اخبارات نے ان کے رویئے کو تبدیل کرانے کے لئے یہ دانہ پھینکا ہے اور وہ متعدد برطانوی اخبارات سے یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ ناشکرگزاری ہے کسی غدار کے بازو نہیں۔ (تالیاں)

اس نکتے پر واپس آتے ہوئے کہ پاکستان کا فی الفور اور ابھی مطالبہ کیوں نہیں کیا گیا' مسٹر جناح نے کہا کہ اس کی ایک اور صرف ایک وجہ تھی۔ یعنی ہم نہیں چاہتے تھے کہ برطانوی حکومت کو ہراساں کیا جائے' جب وہ حیات و موت اور اپنی بقا کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ (تالیاں) اسی لئے ہم نے کہا کہ جس قدر جلد حالات اجازت دیں یا جنگ کے فوراً بعد ہند کے سارے دستوری مسئلہ پر ازسرنو غور کیا جانا چاہئے (تالیاں) بجائے اس کے کہ برطانوی حکومت ہمارے اس عزت مندانہ رویئے کا احسان مندی کے جذبے کے ساتھ جواب دیتی' میں دیکھتا ہوں' برطانوی اخبارات کانگرس اور ہندو اخبارات کے پروپیگنڈہ کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں (شرم شرم) مجھے پتہ نہیں کہ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا یہ لارڈ لنلتھ گو ہیں یا مسٹر ایمرے وزیر ہند ہیں یا یہ ملک معظم کی حکومت ہے؟ لیکن میں ایک بار پھر اسی پلیٹ فارم سے زور دیتا ہوں کہ ہند میں برطانوی حکومت کی بے عملی' کمزوری اور تذبذب کی حکمت عملی یوروپ کے مقابلے میں زیادہ تباہ کن ثابت ہو گی (مرحبا مرحبا)۔ دیکھئے یوروپ میں کیا ہو رہا ہے۔ دیکھئے محوری طاقتیں کیا کر رہی ہیں—— عمل اور عمل اور برطانوی حکومت کیا کر رہی ہے' چاپلوسی اور چاپلوسی' تذبذب' کمزوری اور بے عملی۔

یوگوسلاویہ اور ہند

اس ضمن میں مسٹر جناح نے یوگوسلاویہ میں رونما ہونے والے واقعات کا حوالہ دیا اور کہا جرمن خبر رساں ادارے کے مطابق زاگریب پر جرمنی کے قبضے کے بعد کروشیا (Croatia) کے صوبے یوگوسلاویہ کا "آزاد ملک" کی حیثیت سے اعلان کر دیا گیا۔ اور ایک کروٹ جرنیل نے جملہ اہلکاروں، فوج کے افسروں اور غیر کمیشن یافتہ افسروں سے کہا کہ وہ "نئی ریاست" سے وفاداری کا حلف اٹھائیں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یوگوسلاویہ کروٹ، سلووین اور سرب ہوتے تھے اور ان کی صورت حال ہند میں بہت حد تک ہماری صورت حال کے عین مطابق تھی : دراوڑستان اور دراوڑ، پاکستان اور مسلمان اور ہند اور ہندو۔ یہ تو ایک زبردست برصغیر ہے فی الحقیقت سوال یہ ہے کہ کیا آپ انتظار کریں گے کہ کوئی یہاں آئے اور آپ کی بجائے کام کر دے یا آپ خود کام کر دیں گے؟ (مرحبا۔ مرحبا، طویل تالیاں)

لیگ اور کانگرس کے مطالبات

پھر مسٹر جناح نے اس سوال کا جواب دیا کہ "کانگرس چاہتی کیا ہے؟" کانگرس نے ایک موقف اختیار کیا ہے جس کے بارے میں کسی کے ذہن میں ذرہ برابر بھی شک نہیں۔ میں کسی شخص سے جس میں ذرا سی بھی سمجھ ہو دریافت کرتا ہوں کہ اس فوج کے جرنیل اور سپریم کمانڈر مسٹر گاندھی نے یہ ستیہ گرہ آزادی تقریر حاصل کرنے کے لئے شروع کی ہے؟ (آوازیں : نہیں نہیں) کیا آپ اس ضمن میں مجھ سے اتفاق کرتے ہیں کہ یہ دباؤ کے حربے کے سوا کچھ نہیں جس کا مقصد برطانیہ کو جو اس وقت مصیبت میں پھنسی ہے بلیک میل کیا جائے کہ وہ کانگرس کے ان مطالبات کو تسلیم کر لے جن پر وہ مصر ہے۔

کانگرس کے مطالبات کیا ہیں؟ مسٹر جناح نے دریافت کیا اور پھر خود ہی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا مطالبہ یہ ہے کہ ہند کی خودمختاری اور آزادی کا فی الفور اور غیر مشروط اعلان، بشمول ہندیوں کے اس اختیار کے وہ ایک بالغ حق رائے دہی کی بنیاد پر منتخب مجلس دستور ساز کے ذریعے اپنا دستور خود وضع کریں — بلاشبہ جو اقلیتوں کے لئے اطمینان بخش ہو۔ (تمسخرانہ قہقہہ) یہ سب کچھ کیسے ہو گا؟ خدائے علیم و خبیر کو ہی اس کا علم ہو سکتا ہے مجھے اس کا کچھ پتہ نہیں۔ یہ تھا کانگرس کا مطالبہ اور جب انہوں نے دیکھا کہ یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی — برطانوی حکومت کو مسلم لیگ کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس نے انہیں اس بیش از بیش پریشانی سے بچا لیا جس کا کانگرس ان کے لئے اہتمام کرنے کا تہیہ کر چکی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ برطانوی قوم اپنے دل میں مسلم لیگ کی شکر گزار ہو گی — اور پھر انہیں ایک پہلو جانب سے حملے کے لئے تحریک سوجھ

گئی۔ کانگرس کو پتہ چل گیا کہ برطانوی حکومت کے ان کا مطالبہ منظور کرنے کا امکان نہیں۔ اگر وہ مطالبہ منظور ہو جاتا تو اس کا مطلب تھا مسلمانوں کی مکمل تباہی' لہذا قدرتی طور پر مسلم لیگ نے اس کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ دیگر اقلیتیں بھی تھیں جنہیں اپنے مرتبے کے بارے میں تشویش تھی جیسے اچھوت' عیسائی وغیرہ وغیرہ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسٹر گاندھی اور کانگرس کے لئے غیر متوقع اور حیران کن طور پر کانگرسی مطالبے کی شدید مخالفت سامنے آئی۔ پس کانگرس نے سوچا کہ اگر سامنے سے حملہ کرنے پر انہیں وہ کچھ حاصل نہیں ہو سکا جس کی انہیں خواہش تھی تو ایک پہلو سے حملے کی کوشش ہی سہی۔

کانگرس کی قرارداد پونا

مسٹر جناح نے دریافت کیا' یہ ایک پہلو سے حملہ کیا تھا؟ اور پھر "ایک اور قرارداد" کہہ کر خود ہی جواب دیا۔ اس مرحلے پر مسٹر جناح نے تشریح کی کہ جیسے ہی کانگرس ایک قرارداد منظور کرتی ہے فوراً تبصرہ اور تاویل کرنے والے نمودار ہو جاتے ہیں۔ ایک قرارداد کے معنی کی تشریح ہفتوں چلتی ہے اور جب مبصر اپنا کام ختم کرتے ہیں تو گزوں کے حساب سے بیانات جاری ہو جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ دہلی سے واردھا تک' واردھا سے دہلی تک اور دہلی سے پونا تک جاری رہتا ہے و علیٰ ہذا القیاس۔ پس' جب انہیں یہ علم ہوا کہ مسلم لیگ وہ طاقت ہے جو ان کی شیطانی ریشہ دوانیوں کو روک رہی ہے تو انہوں نے پونا میں سامنے سے حملے کی بجائے ایک پہلو سے حملے کا فیصلہ کیا۔ پونا میں یہ تبدیلی صرف برائے نام تبدیلی تھی۔ ایک پہلو سے حملہ ایک منصوبہ تھا' ایک چال تھی جو پونا میں عظیم جرنیل کی قیادت میں تیار کی گئی۔ کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ مسٹر گاندھی اس میں ایک فریق نہیں تھے۔ (مرحبا۔ مرحبا) کانگرس اس بات پر آمادہ تھی کہ وہ جرنیل صاحب' مسٹر گاندھی' کو دھتا بتا دے بشرطیکہ برطانوی حکومت اتنا کر دے کہ فوری طور پر ہند کی خودمختاری اور آزادی کا غیر مشروط اعلان' آئندہ دستور' حتمی دستور جنگ کے بعد وضع کر لیا جائے۔ لیکن عبوری دستور کے تحت مرکز میں ایک قومی حکومت ہو جو مجلس قانون ساز کے سامنے ذمہ دار ہو — یہ تھی پونا کی تجویز اور واقعی مسٹر گاندھی کو دھتا بتا دی گئی اور مسٹر کرپلانی سیکرٹری آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے کہا کہ وہ اپنے رہنما کو فروخت کر دینے کی حد تک چلے گئے۔ (قہقہہ) انہوں نے اپنے رہنما کو فروخت کر دیا اور اس کے ساتھ عدم تشدد کو بھی۔ (دوبارہ قہقہہ) جو ان کا عقیدہ تھا اسے بھی پونا شہر میں دفن کر دیا۔ کیونکہ کانگرس جنگ کو چلانے اور ہند کا دفاع کرنے میں انگریزوں کی اعانت کے لئے آمادہ تھی۔ جیسا کہ ہم کہتے ہیں جو کچھ "حرام" تھا وہ پونا میں "حلال" ہو گیا (قہقہہ)

مسٹر جناح نے آگے چل کر کہا کہ کانگرس نے دریافت کیا کہ اس سے بھی مطلب براری نہیں ہو سکتی- کیونکہ ایسی چیزوں سے کوئی دھوکہ نہیں کھا سکتا وہ خود ہی فریب کھا رہے ہیں- پھر انہوں نے کیا کیا؟ پھر اچانک آپ کے صوبے کے وہ عظیم ذہین و فطین' مسٹر راج گوپال اچاریہ نمودار ہوئے' کہ ایسی عجیب و غریب حرکتیں اس چال سے وقتاً" فوقتاً" وہی کیا کرتے ہیں- انہوں نے کہا "اس قومی حکومت میں جو ہم تجویز کر رہے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اس کے وزیراعظم مسٹر جناح ہونے چاہئیں اور وہ جس طرح چاہیں اپنی کابینہ مرتب کر لیں-" مسٹر جناح نے تبصرہ کیا کہ اس کا مقصد مسلم لیگ کو فریب دینا تھا جو ان کے خیال میں واحد جماعت تھی جو ان کے (کانگرس) کے کھیل کو روک رہی تھی- لیکن ایسی باتوں سے کوئی بھی فریب نہیں کھائے گا- اب تو ایک مسلمان لڑکا بھی ان باتوں کو سمجھتا ہے- خواتین و حضرات! آپ بات سمجھتے ہیں- درحقیقت مجھے پتہ نہیں کہ ان کے دماغوں کو کیا ہو گیا ہے- (قہقہہ) ماضی میں ایسے طریقوں سے وہ کامیاب ہوتے رہے ہیں- وہ یہ بات کیوں محسوس نہیں کرتے کہ اس طرح کی کسی چیز سے ان کا مطلب نہیں نکل سکتا اور آپ سب لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بے وقوف نہیں بنا سکتے؟ یہ کانگرس اور صرف کانگرس ہی ہے جس نے یہ رویہ اختیار کیا کہ کبھی حکم چلایا' کبھی چاپلوسی کی' کبھی بیوقوف بنایا' جھانسہ دیا اور کبھی آپ کو فریب دینے کی کوشش کی- میں کانگرسی رہنماؤں سے اور ہندو رہنماؤں سے کہتا ہوں کہ ازراہ عنایت ان طریقوں کو ترک کر دیجئے-

اس کی صراحت کرتے ہوئے کہ ان کے خیال کے مطابق ذمہ دار کانگرسی کس انداز سے گفتگو کرتے ہیں' مسٹر جناح نے کہا زیادہ دیر کی نہیں ۱۰ اپریل کی بات ہے' بابو راجندر پرشاد نے تجویز پاکستان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا "کانگرس کی مجلس عاملہ نے اس تجویز پر کبھی بحث و مباحثہ نہیں کیا چونکہ مسٹر جناح نے کبھی اس کا حوالہ ہی نہیں دیا-" مسٹر جناح نے دریافت کیا کہ کیا آپ کو یقین ہے کہ کانگرس کی مجلس عاملہ نے کبھی پاکستان کی تجویز پر بحث و مباحثہ نہیں کیا اور حاضرین نے جواب دیا "نہیں-" یہ بھوت تو انہیں مارچ ۱۹۴۰ء سے ڈرا رہا ہے- (مرحبا- مرحبا اور بہت سی تالیاں) صداقت کا یہ کون سا معیار ہے؟ ہر کانگرسی رہنما نے' مسٹر گاندھی سرفہرست' اس پر بحث کی اور بیانات جاری کئے اور جلدوں کی جلدیں تحریر کر دیں- بابو راجندر پرشاد نے توفی الواقعی تجویز پاکستان کے متعلق ایک پمفلٹ جاری کیا جس میں انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا- اور وہ کہتے ہیں کہ مجلس عاملہ میں اس پر کبھی بحث نہیں ہوئی کیونکہ مسٹر جناح نے کبھی ان کے سامنے تذکرہ ہی نہیں کیا! میں بابو راجندر پرشاد سے کہتا ہوں کہ اپنی مجلس عاملہ سے کہئے کہ وہ اس پر بحث کر لیں (مرحبا- مرحبا) اگر انہوں نے ابھی تک نہیں کی- میں کہتا ہوں نہ صرف اس

پر بحث کیجئے بلکہ اگر کانگرس کی قیادت میں اب بھی کوئی سیاسی دانش اور تدبر باقی ہے تو اس پر دیانتداری سے بغیر کسی تعصب اور بغیر احمقانہ جذباتیت کے دھیان دیجئے۔ (بہت سی تالیاں)

ہندو مہاسبھا کا رویّہ

ہندو مہاسبھا کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ یہ بالکل ناقابل اصلاح اور نااہل تنظیم ہے۔ مسٹر ساورکر نے سکھ کانفرنس کو جو کراچی میں منعقد ہو رہی تھی ایک پیغام بھیجا جس میں انہوں نے کہا کہ سکھوں کو بری' بحری اور ہوائی فوج میں اپنا پورا حصہ طلب اور حاصل کر کے پنجاب میں عظیم فوجی طاقت بننے میں مطلق وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ سکھوں کو ملک کے دفاع میں پورا حصہ حاصل کرنے کے مشورے کے بعد مسٹر جناح نے سکھوں کو یقین دلایا کہ جب مسلمان دن میں پاکستان کا خواب دیکھ کر بیدار ہوں گے تو وہ دیکھیں گے کہ پنجاب میں اس (پاکستان) کی بجائے سکھستان قائم ہو چکا ہے۔" مسٹر ساورکر نہ صرف ہندو مت' ہندو قوم اور ہندو راج کی بات کرتے ہیں بلکہ وہ پنجاب میں سکھستان قائم کرنے کے لئے بھی سکھوں پر انحصار کرنا چاہتے ہیں۔ جب بعض رہنماؤں کا یہ رویہ ہو تو ہمارے (مسلمانوں کے) لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ اس مسئلے کے کسی حل تک پہنچ سکیں۔ یہ صرف جنونی ہندو مہاسبھا تنہا نہیں جو اس بات کی قائل ہے بلکہ یہ بہت سے لوگوں کا تصور اور نظریہ ہے جن میں کانگرس کی قیادت شامل ہے۔ مسٹر نہرو جو ایک اشتراکی ہیں ان کے اخبار نے اپنے ۳۰ مارچ کے شمارے میں ایک مضمون میں لکھا ہے "دو باتوں پر کوئی سودے بازی نہیں ہو گی : جنونیوں کے ذوق کی تشفی اور ان کی امنگ کی تسکین کی خاطر ملک کو تقسیم نہیں کیا جائے گا" مسٹر جناح نے کہا کہ جب یہ لوگ تقسیم کی بات کرتے ہیں تو مسلمانوں کا تذکرہ "جنونیوں" کے نام سے کرتے ہیں اور جب وہ ہندو مت وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں تو وہ خود کو "آزاد خیال" اور قوم پرست کہتے ہیں۔ اس اخبار نے ہمیشہ لکھا ایک "اکھنڈ راج" ہونا چاہئے' اور یہ کہ جمہوریت ہونی چاہئے مطلب ہے اکثریت کی حکمرانی۔ مسٹر جناح نے کہا میں نے ان باتوں کا تذکرہ صرف مسلم ہند کے سامنے کانگرس کی قیادت اور ہندو مہاسبھا کی قیادت کے خیالات کا واضح تصور پیش کرنے کے لئے کیا ہے۔ نوزائیدہ ہندو لیگ کا تو ذکر ہی نہیں۔ کیونکہ یہ سب ایک ہی ہیں — ایک کے چھ اور دوسرے کے نصف درجن۔ صرف دکھ کی بات یہ ہے کہ ہندو عوام بھی اپنی قیادت کے ہاتھوں فریب کھا رہے ہیں اور بے وقوف بن رہے ہیں۔ ہندو عوام اور بالعموم ہندوؤں کے لئے یہ کہنا بے سود ہو جائے گا "ہم کیا کر سکتے ہیں؟" "ہم تو بے بس تھے" جب تک آپ اس قیادت کے پیچھے چل رہے ہیں آپ کو اس ذمہ داری اور ان عواقب سے مفر نہیں ہو سکتا جو اس قیادت کا نتیجہ ہو گا (مرحبا۔ مرحبا)

بمبئی کانفرنس کی تجاویز

بعد ازاں مسٹر جناح نے بمبئی کانفرنس اور اس کی تجاویز کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہندو مہاسبھا نے پہلے ہی اس کانفرنس کو مسترد اور اس سے لاتعلقی کا اظہار کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سرتیج بہادر سپرو خود اپنے اعتراف کے مطابق ایک عرصے سے سیاسی یتیمی کی زندگی بسر کر رہے ہیں (قہقہہ) یہ سیاسی یتیم دام میں پھنس گیا ہے کیونکہ وہ ایک وہم میں مبتلا ہے کہ جب ہند کو زبردست خطرہ لاحق ہو گا تو صرف تنہا وہ ایک عقل کل کی حیثیت سے ہند کو اس سے نجات دلا سکتے ہیں۔ ان کے محرکات اچھے ہو سکتے ہیں' ان کے ارادے نیک ہو سکتے ہیں۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ سپرو کانفرنس ولنٹیرزی فوج کی مانند ہے جس میں سپاہی نہیں ہوتے۔ (قہقہہ) میں سمجھتا ہوں کہ لیگ کی طرف سے درست جواب اسی کانفرنس میں روشن دماغ اور تجربہ کار ہندو رہنما سرچمن لال سیتل واد نے دے دیا تھا۔ اگر سرتیج بہادر سپرو ان کے مشورے پر عمل کر لیتے تو شاید خود کو بچا پاتے۔ میں اس کردار کے بارے میں کیا کہوں جو پیچھے سے تار ہلانے والوں نے ان کے سر منڈھ دیا ہے؟ بمبئی کی تجاویز پہلو سے حملے کا دوسرا نام ہے اس کے سوا کچھ نہیں اور قومی حکومت کی پونہ تجاویز کا دوسرا اڈیشن۔ اگر وہ اس عرضداشت کو پڑھ لیں جس میں قرارداد بمبئی کی تشریح کی گئی ہے تو اس میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہے گا۔ میں قرارداد بمبئی اور عرضداشت کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا لیکن جس قدر ممکن ہو سکتا ہے مختصراً آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ سرتیج بہادر سپرو بالکل غلط راہ اور غلط رستہ پر تھے اور مجھے افسوس ہے کہ پیچھے سے تار ہلانے والوں اور ان تنظیموں نے جو اس تحریک کے پس پشت تھیں انہیں جال میں پھنسا دیا۔

برطانوی حکومت کو انتباہ

اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے چند جملے آہستہ آہستہ اور نہایت نپے تلے انداز میں کہے جنہیں انہوں نے خود "ایک انتباہی اطلاع" سے تعبیر کیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں نے خود اپنی توقع سے کہیں زیادہ آپ کا وقت لے لیا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی تقریر ایک اطلاع پر ہی ختم کر سکتا ہوں جو فی الحقیقت برطانوی حکومت کے لئے ایک انتباہ ہے۔ کیونکہ بہرحال وہی اس سرزمین پر قابض ہے اور اس برصغیر کی حکمران ہے۔

انہوں نے کہا ازراہ کرم ختم کر دیجئے' براہ کرم ختم کر دیجئے اپنی اس حکمت عملی کو جس کا مقصد ان لوگوں کی چاپلوسی ہے جو جنگ کی مساعی کو ناکام بنانے پر تلے ہوئے ہیں' جو اس سنگین مرحلے پر جنگ جاری رکھنے اور ہند کے دفاع کی مخالفت میں اپنی بہترین کوششیں صرف کر رہے ہیں۔ کیا آپ انہیں اب یا جنگ کے بعد اعلیٰ اور غالب مرتبہ پر فائز کرنا چاہتے ہیں؟ اس ملک میں

برطانوی حکمت عملی کی اساس کو تبدیل کر دینا چاہتے ہیں۔ آپ ان کے وفادار نہیں جو آپ کو سہارا دینے کے لئے آمادہ ہیں اور جو خلوص کے ساتھ آپ کی حمایت کے خواہش مند ہیں۔ لیکن آپ ان کی خوشامد کے خواہاں ہیں جو سیاسی اور اقتصادی سب سے زیادہ باعث زحمت ہو سکتے ہیں۔ اس حکمت عملی کے غالب عنصر کو ترک کر دیجئے۔ بات یہ ہے کہ آپ ان کا ساتھ دینا چاہتے ہیں جو آپ کا ساتھ دینا نہیں چاہتے۔ اگر آپ کو دیانتداری کے ساتھ مسلم ہند کی حمایت اور اعانت مطلوب ہے تو کھل کر سامنے آیئے اور کارروائی کیجئے۔

واحد ہتھیار

مندوبین سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا ہم ہمیشہ اہم اور سنگین مسائل کو' مسائل جن کا زندگی اور موت سے تعلق ہو' حل کرنے کے لئے صرف اس پلیٹ فارم سے تقریریں کر کے یا اپنے مخالفوں اور دشمنوں کو طشت از بام کر کے ہی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ واحد ہتھیار جو آپ کو ڈھالنا ہو گا — اور اسے آپ جس قدر جلد ڈھال لیں گے اتنا ہی بہتر ہو گا — وہ ہے کہ آپ اپنی طاقت پیدا کریں' اپنی قوت اور اپنی تنظیم اس قدر مکمل کر دیجئے کہ آپ کسی خطرے' کسی طاقت' کسی مخالف یا کسی دشمن کا انفرادی طور پر یا مل جل کر مقابلہ کر سکیں۔ (پر زور اور طویل تالیاں)

اس کے بعد مسٹر جناح اپنی نشست پر تشریف فرما ہو گئے۔

(پھر مجلس استقبالیہ کے جنرل سیکرٹری مسٹر ملنگ احمد بادشاہ صاحب نے مسٹر جناح کی تقریر کا تامل زبان میں ترجمہ پیش کیا۔)

(رپورٹ' شائع کردہ شمس الحسن اسسٹنٹ سیکرٹری مسلم لیگ' دریا گنج دہلی ۱۹۴۵ء)

۲۰۹۔ مسئلہ پاکستان کے بارے میں بابو راجندر پرشاد کو جواب

پہلے بنیادی اصولوں پر اتفاق رائے ضروری ہے تفصیلات بعد میں طے ہو سکتی ہیں

مدراس۔ ۱۷ اپریل ۱۹۴۱ء

جن کانگرسی رہنماؤں نے بیک آواز مسلم لیگ کی قرارداد لاہور کی مخالفت شروع کر دی تھی انہوں نے اتنی زحمت بھی گوارا نہ کی کہ وہ اس قرارداد کا مطالعہ ہی کر لیتے۔ قرارداد کی روز افزوں حمایت کی وجہ سے انہوں نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ بابو راجندر پرشاد' رکن کانگرس ہائی کمان نے یہ حیران کن بیان جاری کیا کہ کانگرس نے تجویز پاکستان پر غور نہیں کیا' چنانچہ کانگرس اس تجویز پر اظہار رائے نہ کر سکی' چونکہ اس کی مکمل

تفصیلات دستیاب نہیں ہیں- مسٹر جناح نے ایک بیان میں اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ پہلی ضرورت یہ ہے کہ بنیادی اصولوں پر اتفاق رائے ہو جائے' تفصیلات سے ناقابل عبور دشواریاں جنم نہیں لیں گی اور ان پر بعد ازاں غور وخوض کیا جا سکتا ہے اور یہ طے کی جا سکتی ہیں-

بنیادی اصول پہلے

میری توجہ اس بیان کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جو ڈاکٹر راجندر پرشاد نے ۱۶ اپریل کو پٹنہ سے جاری کیا- میں سمجھتا ہوں کہ وہ تجویز تقسیم ہند کے بنیادی اصولوں کے تو مخالف نہیں ہیں لیکن وہ اس تجویز کی مکمل تفصیلات حاصل کرنا چاہتے ہیں' صرف اسی صورت میں کانگرس کی مجلس عاملہ اس پر بحث و تمحیص کر سکے گی- کیا یہ زیادہ منطقی راہ نہیں ہو گی کہ کانگرس پہلے اپنا ذہن تیار کر لے اور ان بنیادی اصولوں کو قبول کر لے جن پر آل انڈیا مسلم لیگ کی قرارداد لاہور (جو پاکستان کے نام سے معروف ہے) کی اساس استوار کی گئی ہے؟

عدالتی ذہن کے مالک بابو راجندر پرشاد کو معلوم ہونا چاہئے کہ پہلے تقسیم ہند کے اصول پر اتفاق رائے ہونا چاہئے' تب یہ سوال پیدا ہو گا کہ اس فیصلے کو جامہ عمل پہنانے کیلئے کون سے طریقے اور ذرائع استعمال کئے جائیں- تفصیلات کا سوال اس وقت پیدا ہو گا تب امید ہے کہ ہم خیرسگالی' مفاہمت اور تدبر کے ذریعے انہیں آپس میں طے کر لیں گے-

جہاں ارادہ ہو وہاں راستہ بھی نکل آتا ہے-

کیا ڈاکٹر راجندر پرشاد کے علم میں ایسی کوئی مثال ہے جہاں اصول کو قبول کرنے سے پیشتر تفصیلات پر بحث مباحثہ کیا گیا ہو؟ مشترکہ خاندانوں کی تقسیم کے معاملے میں بھی' جس سے بابو راجندر پرشاد اس قدر مانوس ہیں' پہلے یا کوئی سمجھوتہ ہوتا ہے یا کوئی عدالتی ڈگری تب ہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح بہترین اور منصفانہ طریقے سے املاک کو تقسیم کیا جائے-

آئرلینڈ' برما اور سندھ کی مثالیں

تاریخ میں تازہ ترین مثال آئرلینڈ کی ہے- شمالی اور جنوبی آئرلینڈ کے دستور پر حتمی طور پر اتفاق رائے اسی وقت ہوا جب پہلے تقسیم کی بنیاد اور اس کا اصول طے پا گیا تھا- برما کا بھی یہی معاملہ رہا- اسی طرح سے سندھ کی علیحدگی کا فیصلہ پہلے کیا گیا اور پھر اس تجویز کی تفصیلات پر غور وخوض کیا گیا اور انہیں جامہ عمل پہنا دیا گیا-

کانگرس کو چاہئے کہ وہ عدم تعاون اور سول نافرمانی کی پستول پھینک دے اور پاکستان کی بنیاد پر پرامن سمجھوتے اور مذاکرات کے میدان میں اتر آئے اور اس طرح وہ اس عظیم برصغیر میں آباد ہندوؤں' مسلمانوں اور دیگر مفادات اور اقلیتوں کی بہترین خدمت سرانجام دے سکے گی-

موقف میں تضاد

ان کے باقی ماندہ بیان سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ وہ ابھی تک چیزوں کو توڑنے اور مروڑنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ کانگرس نے گذشتہ تین چار برسوں کے دوران جو رویہ اور موقف اختیار کیا ہے اس کے بارے میں ہم جتنی کم گفتگو کریں گے اتنا ہی بہتر ہو گا۔ ان کا اپنا بیان بھی فی الحقیقت موقف میں تضاد کا آئینہ دار ہے۔ وہ خود اس امر کا اعتراف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گزشتہ تین چار برسوں کے دوران میرے اور کانگرس کے نمائندوں کے درمیان جو گفت و شنید ہوئی وہ فریقین کے اپنی اپنی حیثیتوں کے تعین کے ابتدائی مرحلے سے آگے نہ بڑھ سکی۔ فرقہ وارانہ مسئلہ کے حل کے ضمن میں کوئی ٹھوس تجویز سامنے ہی نہیں آئی' پھر یہ کیوں کہا جائے کہ میں طرح دیتا رہا؟

کانگرس کا ناممکن موقف

دو مخصوص مواقع وہ تھے جب مسٹر سبھاش چندربوس' جو اس وقت کانگرس کے صدر تھے' اور مسٹر گاندھی نے مجھ سے بمبئی میں ملاقات کی تھی۔ کانگرس نے جو رویہ اختیار کیا وہ ناممکنات میں سے تھا۔ اس کا اظہار اس مکتوب میں کیا گیا جو مسٹر سبھاش چندربوس نے ۲ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو مجھے ارسال کیا کہ "مسلم لیگ' کانفرنس سے یہ توقع نہیں کرتی کہ وہ صراحتاً" یا بداہتاً" مسلم لیگ کی ہند کی مستند مسلم تنظیم کی حیثیت کو تسلیم کرے" مسٹر بوس نے کہا "اگر لیگ اس خیال کو قبول کرے تو مجھے یہ کہنے کا اختیار دیا گیا ہے کہ مجلس عاملہ' مسلم لیگ کی مقرر کردہ کمیٹی سے مذاکرات کرے گی۔" دوسرے موقع پر جب بابو راجندر پرشاد' جو اس وقت صدر کانگرس تھے' اور مسٹر گاندھی نے نومبر ۱۹۳۹ء میں دہلی میں مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اور میرے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ مسلم لیگ کو کانگرس کی مجلس عاملہ کی اس قرارداد کی حمایت کرنی چاہئے جس کی توثیق ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے کی تھی اور جس میں ہند کی فوری اور غیر مشروط آزادی کا مطالبہ کیا گیا تھا اور یہ اعلان کیا گیا تھا کہ عوام کو ایک مجلس دستور ساز کے ذریعہ سے جسے حق بالغ رائے دہی کے تحت منتخب کیا جائے اپنا دستور خود وضع کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور انہوں نے مجھ پر یہ بات بھی واضح کر دی تھی کہ کانگرس مسلم لیگ کو اسلامیان ہند کی مستند اور نمائندہ تنظیم تسلیم کرنے سے یکسر قاصر ہے۔

کانگرس کا تکبّر

یہ دونوں تجویزیں ناممکن اور میرے لئے کیتا ناقابل قبول تھیں اور ہر بار جب میں نے یہ درخواست کی کہ پہلے ہندو مسلم مسئلہ کو حل کر لیا جائے تو مجھے بتایا گیا کہ برطانیہ سے اپنے ملک کی

آزادی کے حصول کے بعد فرقہ وارانہ سوال طے کیا جا سکتا ہے۔ اور یہی وہ موقف تھا جو انہوں نے وائسرائے کے سامنے ۲ نومبر ۱۹۳۹ء کو مشترکہ اجلاس میں اختیار کیا تھا۔ جب انہوں نے ہم سے یہ درخواست کی تھی کہ ہم سر جوڑ کر بیٹھیں اور کوئی سمجھوتہ کر لیں خواہ اس کی نوعیت عبوری ہی ہو جو بڑے مسائل پر اثر انداز نہ ہو۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ میں طرح دیتا رہا بمشکل ہی مناسب بات ہو گی اور یہ کہنا کہ انہیں مایوسی ہوئی فی الحقیقت نتیجہ کا درست اظہار نہیں ہے۔ سچ یہ ہے کہ کانگرس کا موقف بے حد متکبرانہ اور آمرانہ رہا ہے۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۱۹ اپریل ۱۹۴۱ء)

۲۱۰۔ اخباری نمائندوں سے ملاقات

مدراس، ۱۹ اپریل ۱۹۴۱ء

"میں فی الوقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا جتنا کہ جو میں بابو راجندر پرشاد کے جواب میں اپنے بیان میں کہہ چکا ہوں۔" یہ بات مسٹر جناح نے ان اخبار نویسوں سے کہی جنہوں نے ان سے پاکستان اسکیم کی تفصیل بیان کرنے کی درخواست کی تھی۔ انہوں نے اس مرحلے پر اس ضمن میں مزید کچھ کہنے سے انکار کر دیا۔

اپنی صحت کے بارے میں مسٹر جناح نے کہا کہ ان کا ذہن تو بہت کچھ کر سکتا ہے لیکن ان کا گوشت پوست ذہن کی آواز پر لبیک نہیں کہتا۔ مسٹر جناح نے کہا کہ میں ان بہت سے لوگوں کا تہِ دل سے شکر گذار ہوں جنہوں نے ازراہ عنایت میری مزاج پرسی کی۔ میں بھلا چنگا ہوں۔ مجھے صرف آرام کی ضرورت ہے اور وہ میں کرنے لگا ہوں۔ میں مدراس کے بہت سے فرقوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میرے لئے میری آمد کے موقع پر شفقت کا اظہار کیا اور مجھے افسوس ہے کہ علالت طبع کے باعث میں مسلم لیگ کے رہنماؤں اور کارکنوں سے اور دیگر جماعتوں کے رہنماؤں سے جیسے غیر برہمنوں، اچھوتوں اور عیسائیوں کے ساتھ رابطے قائم کرنے سے قاصر ہوں۔

"لیکن میں توقع کرتا ہوں کہ یہ موقع ضرور دستیاب ہو گا کہ میں اس پریذی ڈینسی کا دوبارہ جلد دورہ کروں۔ مجھے اس بات سے بہت مایوسی ہوئی کہ میرا دورہ منسوخ کرنا پڑا میں ان لوگوں کا بھی شکرگزار ہوں جو جنوبی ہند کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ میری صحت اجازت دیتی تو میں کم سے کم تین ہفتوں کا دورہ کرتا۔

اخبارات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا "میں مقامی اخبارات اور خبررساں اداروں کے

نمائندوں کا بھی شکر گزار ہوں جن کی یہ خواہش تھی کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی روئیداد کی صحیح اور پورے طور سے نشر و اشاعت کریں اور ایسی سرگرمیوں کی بھی جن سے میں اپنے مدراس کے قیام کے دوران ذاتی طور پر متعلق تھا۔"

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۳۰' اپریل ۱۹۴۱ء)

۲۱۱- سر تیج بہادر سپرو کے ساتھ خط و کتابت

چکبالپور' میسور یکم مئی ۱۹۴۱ء

ہر چند کہ برابری کی حیثیت سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین کسی حقیقی سمجھوتے کی خواہش تو کبھی پیدا نہیں ہوئی تاہم کانگرس اور دیگر ہندو زعماء نے یہ بات ہمیشہ محسوس کی کہ مسلمانوں کے تعاون کے بغیر کچھ بھی حاصل نہ ہو گا۔ لیکن مسلمانوں کا تعاون حاصل کرنے کے لئے جو کوشش کی گئی وہ ہمیشہ نیم دلانہ اور فریب آمیز تھی۔ کانگرس کو مصیبت میں گھرا دیکھ کر ایک "آزاد خیال" سر تیج بہادر سپرو نے مسٹر جناح اور مسٹر گاندھی کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے طور سے ان دونوں رہنماؤں کی ملاقات کا انتظام کر دیں۔ لیکن ایک طرف انہوں نے مسٹر گاندھی کو جو خط لکھا اس کے ساتھ انہوں نے مسٹر جناح کے نام اپنے خط کی ایک نقل منسلک کر دی' مسٹر جناح کے علم کے بغیر' لیکن مسٹر جناح کو جو خط لکھا اس کے ساتھ مسٹر گاندھی کے نام اپنے خط کی نقل نہیں بھیجی۔ جہاں تک مسٹر جناح کا تعلق تھا انہوں نے درحقیقت مسٹر گاندھی یا کسی بھی ہندو رہنما کے ساتھ ملاقات پر آمادگی کا اظہار کیا۔ یہ وعدہ کرنے کے باوجود کہ وہ اپنی تجویز پر مسٹر گاندھی کے ردعمل سے مسٹر جناح کو مطلع کریں گے' انہوں نے اپنا وعدہ وفا نہ کیا۔ اس کی بجائے انہوں نے ایک بیان جاری کیا جس میں غیر اعتدال پسندانہ زبان استعمال کی گئی۔ مسٹر جناح پر ذاتی حملے کئے گئے اور انہیں "جامد رہنما" تک کہہ ڈالا۔ لہٰذا مسٹر جناح نے یکم مئی ۱۹۴۱ء کو اپنے اور سر تیج بہادر سپرو کے درمیان ہونے والی خط و کتابت کو اشاعت کے لئے جاری کر دیا تاکہ عوام الناس خود فیصلہ کر سکیں کہ سمجھوتے کی تحریک کی ناکامی کے لئے مورد الزام کون ہے اور فی نفسہ اس تحریک کی نوعیت کیا تھی؟

مسٹر جناح نے اپنے اور سر تیج بہادر سپرو کے مابین ہونے والی خط و کتابت اشاعت کے لئے جاری کرتے ہوئے حسب ذیل بیان دیا :

میری اور مسٹر گاندھی کی ملاقات کرانے کے ضمن میں اپنی مساعی کے بارے میں سر تیج بہادر سپرو کے ذاتی بیان مطبوعہ ۲۹ اپریل کے کم سے کم ایک نکتہ کو تو فوری طور پر نمٹاتا چلوں' یہ ہے

وہ خط و کتابت جو میرے اور سر تیج بہادر سپرو کے درمیان ہوئی اور یہ اپنی وضاحت آپ کرتی ہے۔ ان کا یہ وعدہ جو انہوں نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۹ فروری میں کیا تھا کہ وہ مجھ سے مزید رابطہ قائم کریں گے' تشنہ ایفا ہے۔ خود اقدام کرنے کے بعد انہوں نے اتنے اخلاق کا بھی مظاہرہ نہیں کیا کہ وہ مجھے اپنی مساعی کے نتیجے سے آگاہ کرتے اور اپنی ناکامی کے اسباب اور وجوہ سے مطلع کرتے اور یہ بمشکل ہی قرین انصاف بات ہو گی کہ وہ اپنے بیان میں واعظانہ انداز میں یہ فرمائیں کہ وہ اس بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتے' رہنماؤں میں کون مورد الزام ہے؟ تاہم اپنے بیان میں ہی ایک دوسری جگہ کہتے ہیں کہ میں ایک "جامد رہنما" ہوں۔ جب کہ میں نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۹ فروری میں ان کی تجویز کے مطابق مسٹر گاندھی یا کسی اور ہندو رہنما سے بالمشافہ گفت و شنید کے لئے فی الفور آمادگی کا اظہار کر دیا تھا۔

جہاں تک دیگر امور اور ان نکات کا تعلق ہے' جو سر تی۔ بی۔ سپرو کے اپنے ذاتی بیان اور اس بیان میں اٹھائے گئے ہیں جو سپرو کانفرنس کی نام نہاد مجلس قائمہ کی جانب سے جاری کیا گیا' میں اگر ضروری ہوا تو بعد ازاں ان سے اس وقت ضرور نمٹوں گا جب مجھے ان کے بغور مطالعہ کی فرصت میسر آ جائے گی۔

مکتوب از سر تی۔ بی۔ سپرو بنام مسٹر جناح مورخہ الہ آباد ۶ فروری ۱۹۴۱ء

چند ماہ قبل جب ہماری بمبئی میں ملاقات ہوئی تھی اس وقت سے کئی بار مجھے آپ کو خط لکھنے کا خیال آیا۔ لیکن اس لمحے تک میں اپنے ذہن کو تیار نہ کر سکا اس وقت بھی جب میں نے آپ کو لکھنے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے' میں یہ خط کافی تذبذب کے عالم میں لکھ رہا ہوں۔ سوچتا ہوں گویا میں ان حالات کی شاید ہی اصلاح کر سکوں جو اس وقت موجود ہیں' یقیناً جانتے بوجھتے تو میں انہیں بد سے بدتر بنانا نہیں چاہتا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ۱۹۱۶ء سے جب ہم پرانی مجلس قانون ساز ہند میں اکٹھے ہوئے' آپ کو ہندو مسلم مسئلہ کے بارے میں میرے خیالات کا علم ہے' لہٰذا میں اس امید پر یہ جرات کر رہا ہوں کہ آپ میرے نقطۂ نظر کو غلط نہیں سمجھیں گے۔

اگرچہ میں گزشتہ چند برسوں میں ملک کی سیاست میں سرگرمی کے ساتھ حصہ نہیں لے رہا ہوں تاہم پرانی دلچسپی ہنوز برقرار ہے اور میں نے حالیہ واقعات کے رجحان کا خاصا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ ان سے میرے اس خیال کی تصدیق ہو گئی ہے کہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تصفیہ ہے یا اسے جماعتی سیاست کے اعتبار سے کانگرس اور ہندو مہاسبھا اور مسلم لیگ کے مابین کہہ لیجئے۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ بعض بہت پختہ عقائد کی بنا پر اول الذکر دو جماعتوں میں سے کسی ایک کا رکن نہیں بن سکا اور بوجوہ اس جماعت کا رکن بھی نہیں بن سکا

جس کے آپ صدر ہیں۔ تاہم میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر ہند میں رائے عامہ کی یہ تین عظیم تنظیمیں ایک دوسرے کے ساتھ موجودہ تعلقات ہی برقرار رکھنے پر مصر رہیں تو اس ملک کا مستقبل کسی طور پر بھی درخشندہ نہیں ہو سکتا۔

رہنماؤں کی ذمہ داری

اس خط میں اس بات پر بحث کرنا میرا مقصود نہیں کہ تینوں میں سے کون سی جماعت کو مورد الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نوع کی بحث کسی خیر کی جانب رہنمائی نہیں کر سکتی۔ درحقیقت میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے بھلائی کی بجائے الٹا نقصان ہو سکتا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ جب گذشتہ اگست کے دوران ہماری بمبئی میں ملاقات ہوئی تھی تو میں نے آپ سے یہ کہا تھا کہ اگر کانگرس اور ہندو مہاسبھا اختلافات کو رفع کرنے کے لئے ایک کانفرنس طلب نہیں کرتے یا طلب کرنے پر آمادہ نہیں ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ ایک عظیم اور با رسوخ لیگ کے صدر کی حیثیت سے آگے قدم نہ بڑھائیں۔ اس وقت سے میری توجہ مسلسل اس مسئلہ پر مرکوز رہی ہے اور آخرکار میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ میں ذاتی طور پر آپ سے اپیل کروں۔ تاہم میں نہ کسی خوش فہمی میں مبتلا ہوں اور نہ کسی غلط فہمی کا شکار۔ نہ میں کسی ایک جماعت کی نمائندگی کا دعوے دار ہوں نہ دوسری کا۔ نہ میں کوئی پیشکش کر سکتا ہوں نہ ہی شرائط قبول کر سکتا ہوں۔ میں صرف اپنی انفرادی حیثیت میں آپ سے اپیل کر سکتا ہوں۔ اس شخص کی حیثیت میں جو پوری شدت سے اور حقیقتاً اس رائے کا حامی ہو کہ مسلمان ہند کا جزو لاینفک ہیں' اور یہ کہ دیگر فرقوں کے ساتھ ان کے رضامندانہ تعاون سے ہی اس ملک کی ترقی' اس کی نوعیت اور رفتار ناگزیر طور پر مشروط ہو گی۔

میں دانستہ طور پر ان متنازع امور کا حوالہ دینے سے اجتناب کر رہا ہوں جن کی وجہ سے ایک دوسرے سے کٹ گیا کہ ان کا تصفیہ کرنا میرے بس میں نہیں۔ یہ آپ کا اور دیگر جماعتوں کے زعماء کا کام ہے' جو رائے عامہ پر اثرانداز ہو سکتے ہیں اور دوسروں کی ترجمانی کر سکتے ہیں' کہ ان مسائل کو اٹھائیں اور ان کے تعلق میں کسی سمجھوتہ پر پہنچ جائیں۔ ایک حقیقت پسند کی حیثیت سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ نہ صرف آپ بلکہ مسٹر گاندھی اور ہندو مہاسبھا کے رہنما بالخصوص مسٹر ساورکر وہ لوگ ہیں جن پر ان مسائل کے تصفیہ کی بنیادی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

تجویز ملاقات

نہ تو عام جلسوں میں تقریریں اور نہ ہی رہنماؤں کی طرف سے دیئے گئے بیانات اور اخباری ملاقاتیں اس صورت حال کو سنبھالنے میں مدد دے سکتی ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں گفت و شنید یا

اگر میں فرسودہ اصطلاح استعمال کر سکوں کہ کھلے دل کے ساتھ مذاکرات سے شاید یہ اطمینان حاصل ہو سکے کہ بہتر احساسات اور مفاہمت پیدا کرنے کے تعلق میں جو کچھ کیا جا سکتا تھا کیا جا چکا ہے لٰہذا میں بالکل اپنے طور پر کسی اور جماعت کو اپنی آراء یا تجاویز کا پابند کئے بغیر یہ تجویز پیش کرنے کی جرات کر رہا ہوں کہ (۱) سب سے پہلے آپ مسٹر گاندھی سے ملاقات پر آمادہ ہو جائیں اور پھر نجی مذاکرات کا یہ عمل دوسرے لوگوں تک بڑھایا جا سکتا ہے (۲) اگر آپ اور دیگر رہنما یہ سمجھیں کہ ایک مشترکہ کانفرنس طلب کرنے سے ملک کا بہترین مفاد حاصل ہو سکے گا تب آپ ضروری قدم اٹھا سکیں گے۔ اس معاملہ میں میں آپ کو اپنی ذاتی حمایت اور تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔

اگر میری تجویز کے ضمن میں آپ کا جواب یہ ہوا کہ آپ مسٹر گاندھی کے ساتھ ملاقات اور معاملات پر گفت و شنید کے لئے آمادہ ہیں تو میں مسٹر گاندھی کو لکھوں گا اور ان پر زور دوں گا کہ انہیں بمبئی میں یا آپ کی سہولت کے مطابق کسی اور مقام پر آپ سے ملاقات کرنی چاہئے۔ مجھے قوی امید ہے کہ وہ بمبئی میں یا کسی اور مناسب مقام پر آپ کے ساتھ ملاقات اور مذاکرات پر رضامند ہو جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پہلے آپ دونوں کی ملاقات ہونی چاہئے کیونکہ اگر ملک انہیں عزیز ہے' تو میں سمجھتا ہوں' کہ آپ کو کچھ کم عزیز نہ ہو گا۔ اس وقت ہو سکتا ہے کہ آپ کی شناخت مسلم لیگ ہو۔ یہ صورت حال کا اقتضا ہو سکتا ہے کہ آپ مسلم لیگ کی قیادت کر رہے ہیں۔ میرے دل میں نہ لیگ کے خلاف کسی قسم کا تعصب ہے اور نہ ہی اس سے متعلق کسی شخص کے خلاف اور جہاں تک آپ کا تعلق ہے۔ میں تو اب بھی اسی طرح آپ کی طرف نظریں اٹھانے کو ترجیح دیتا ہوں جس طرح گزرے زمانے میں میں آپ کی طرف دیکھا کرتا تھا جب اور لوگ بھی بلا امتیاز ذات پات' رنگ اور عقیدے کے ہند کے کاز کے سلسلہ میں رہنمائی اور وکالت کے لئے آپ کی طرف دیکھا کرتے تھے۔

مکتوب از مسٹر جناح بنام سر تی۔ بی۔ سپرو مورخہ' بمبئی ۱۰ فروری ۱۹۴۱ء

مجھے آپ کا ماہ رواں کی ۶ تاریخ کا لکھا ہوا خط موصول ہو گیا ہے اور اس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

وہ بڑا مقصد جس پر آپ کی تمام تر توجہ مرکوز رہی اس امر کی کوشش کرنا ہے کہ آپ مجھے مسٹر گاندھی کے ساتھ ملاقات کرنے پر آمادہ کر لیں۔ مجھے یہ جان کر دکھ ہوا کہ آپ کا تاثر یہ ہے کہ میں مسٹر گاندھی یا ہندو فرقے کی جانب سے کسی اور ہندو رہنما سے ملاقات کے ضمن میں پس و پیش یا مخالفت کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ اپنے مکتوب میں یہ کہتے ہیں کہ "پہلے میں مسٹر گاندھی کے ساتھ ملاقات کرنے پر آمادہ ہو جاؤں۔" اس کے بعد آگے چل کر آپ یہ کہتے ہیں کہ "اگر میری

تجویز کے ضمن میں آپ کا جواب یہ ہوا کہ آپ مسٹر گاندھی کے ساتھ ملاقات اور معاملات پر گفت و شنید کے لئے آمادہ ہیں تو میں مسٹر گاندھی کو لکھوں گا اور ان پر زور دوں گا کہ انہیں بمبئی میں یا آپ کی سہولت کے مطابق کسی اور مقام پر آپ سے ملاقات کرنی چاہئے۔" ازراہ کرم یہ غلط تاثر اپنے ذہن سے دور کر دیجئے۔ میں ہمیشہ مسٹر گاندھی یا ہندو فرقے کی جانب سے کسی ہندو رہنما سے ملاقات کے لئے تیار اور آمادہ رہا تاکہ ہندو مسلم مسئلہ کو حل کرنے میں مدد دینے کے ضمن میں جو کچھ مجھ سے بن پڑے کر سکوں۔

لیگ کا موقف

جہاں تک آپ کے مکتوب کے دیگر امور کا تعلق ہے میں اس سے بہتر کچھ نہیں کر سکتا کہ آپ کو ایک اخباری تراشہ بھیج دوں جس میں میری اس تقریر کا پورا متن موجود ہے جو میں نے گذشتہ نومبر میں ضمنی فنانس بل پر اسمبلی میں ہونے والی بحث کے دوران کی تھی۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ آپ کی توجہ' اگر ہوئی ہو تو وہ اس خلاصے تک محدود رہی ہو گی جو اس وقت بیشتر اخبارات نے شائع کیا تھا۔ اس سے آپ کو مسلم لیگ کے موقف اور اس کے نقطۂ نظر کا کچھ اندازہ ہو جائے گا۔

آپ نے میری ذات کے متعلق جو حوالے دیئے ان کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں اور یہ کہنے کی چنداں حاجت نہیں کہ میں انہیں بہت سراہتا ہوں۔

مکتوب از سر تیج بہادر سپرو بنام مسٹر جناح مورخہ' الہ آباد ۱۹ فروری ۱۹۴۱ء

آپ کے ۱۰ فروری ۱۹۴۱ء کے محبت بھرے مکتوب کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ گذشتہ پانچ چھ دنوں سے میں تیز بخار میں مبتلا ہوں لہذا سیاسی خط و کتابت کے بالکل ناقابل ہوں۔ جوں ہی مجھے افاقہ ہوا میں اس امر کے بارے میں لکھوں گا جس کے متعلق میں نے آپ کو ۶ فروری کو خط لکھا تھا۔ آپ نے ازراہ عنایت جس مستعدی سے میرے خط کا جواب دیا ہے میں اسے بہت سراہتا ہوں۔ (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲' مئی ۱۹۴۱ء)

۲۱۲۔ سپرو (بمبئی) کانفرنس پر بیان

نندی ہلز' بنگلور ۴ مئی ۱۹۴۱ء

سر تیج بہادر سپرو کے ساتھ اپنی خط و کتابت کے اخبارات میں اشاعت کے لئے اجرا کے تھوڑا عرصہ ہی بعد مسٹر جناح نے حسب ذیل بیان جاری کیا جس میں انہوں نے نام نہاد غیر جماعتی رہنماؤں کی کانفرنس کے اصل مقاصد اور عزائم کے چہرے کو کیلیتا" بے نقاب کر

دیا- اس کانفرنس کی صدارت سر تیج بہادر سپرو نے کی تھی- مسٹر جناح نے اسے ایک جانب سے گھیراؤ کرنے کی مہم کا نام دیا جس کا مقصد کسی اور نام سے مرکز میں ہندو غلبہ کا قیام تھا- انہوں نے اس قوت اور پس پردہ تار ہلانے والوں کی بھی نشاندہی کی-

سر تیج بہادر سپرو کے اپنے اظہار کے مطابق ہندو مہاسبھا کے رہنما اس کے پیچھے تھے- لیکن کانفرنس کے اختتام کے فوراً بعد ہندو مہاسبھا کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں مستند طور پر یہ کہا گیا کہ سرکاری طور پر ہندو مہاسبھا کا بمبئی کانفرنس سے کوئی تعلق نہیں تھا اور یہ کہ ان مذاکرات کے نتیجہ میں جو سمجھوتہ معرض وجود میں آئے اس کے بارے میں ہندو مہاسبھا اپنا فیصلہ کرنے میں آزاد ہو گی-

لیگ کو نظرانداز کیا گیا

اس کانفرنس کی طرف سے جس نوعیت اور طرز کی تجاویز پیش کی گئیں ان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلم لیگ کے موقف کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے یہ مسٹر گاندھی' کانگرس اور ہندو مہاسبھا کے مطالبات کو پورا کرنے کے لئے وضع کی گئیں- درحقیقت اس سے مرکز میں "قومی حکومت" کے ضمن میں کانگرس کا "مطالبہ پونا" پورا ہوتا ہے اور برطانوی حکومت کی جانب سے اس کی قبولیت سے مسلم لیگ کا مطالبہ پاکستان خود بخود تارپیڈو ہو جاتا ہے- لہٰذا اس کانفرنس کا مقصد اور قراردادوں کا منشا کانگرس کے لئے راہ ہموار کرنا اور مسٹر گاندھی کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ ستیہ گرہ کو تج کر معمول کی سیاست میں واپس آ جائیں اور اہم کامیابی اور دوسروں پر فتح کا سہرا اپنے چہرے پر سجا لائیں۔ج

کانگرس کی ساز باز

مزید برآں کانفرنس کا انعقاد اور اس کی قراردادیں اور تجاویز اس جراتمندانہ قیادت سے میل کھاتی ہیں جو مدراس کے روزنامہ "ہندو" نے جو صد فی صد کانگرس کا حامی اخبار ہے' فراہم کی جس میں مسٹر گاندھی پر زور دیا گیا کہ وہ ستیہ گرہ کو ترک کر دیں- عام طور سے کانگرسی اخبارات نے کانفرنس اور اس کی قراردادوں کا گہری ہمدردی کے ساتھ خیرمقدم کیا- عام حالات میں اس نوع کی کانفرنس اور اس کے خودساختہ مندوبین کو فی الفور بے حیثیت اور ایسے افراد قرار دیا جاتا جو کسی کی نیابت نہیں کرتے- قرارداد کی منظوری کے بعد "ہندو" نے ان الفاظ میں سر تیج بہادر سپرو کو بہترین سند عطا کی :

"یہ تجاویز نہ صرف کانگرس کے مطالبے کے بہت حد تک قریب ترین ہیں بلکہ ملک کے تمام ترقی پسند عناصر کے اہم اتحاد کی آئینہ دار ہیں-"

بلاشبہ دس کروڑ مسلمان' ۶ کروڑ پست اقوام اور جنوبی ہند کے لاکھوں غیر برہمن تو کسی شمار

قطار میں نہیں ہیں- جہاں تک ہندی ریاستوں کا تعلق ہے ان کا تو گویا وجود بھی نہیں- تمام تر مقصد تو یہ تھا کہ مسٹر گاندھی اور کانگرس کو مطمئن کرنے کا بہترین طریقہ کیا ہو؟ سپرو تجاویز کی جز بنیاد اور ولدیت کی جستجو کے سلسلہ میں نہایت آسانی سے کانگرس کے دہلی اور پونہ مطالبہ قومی حکومت کے مصنف تک رسائی ہو جائے گی- مسٹر راج گوپال اچاریہ کو جنہیں مسٹر گاندھی کے مقابلہ میں فتح پانے پر بیک جنبی و دو گوش نکال دیا گیا تھا' انہیں قرارداد پونہ کو تقویت پہنچانے کے لئے نہ صرف مسٹر گاندھی کی اجازت اور مشورہ مل گیا بلکہ حیرت انگیز طور پر مسٹر گاندھی نے مسلم لیگ بلکہ والیان ریاست تک کو یہ سفارش کی کہ وہ اس کا خیرمقدم کریں اور دلی حمایت پیش کر دیں اور عدم تشدد کے اپنے غیر متزلزل عقیدے کے باوصف برطانوی حکومت کو بدیں الفاظ مشورہ دیا : میں ایک بے لوث لیکن پکے دوست کی حیثیت سے یہ مشورہ دوں گا کہ کانگرس نے دوستی کا جو ہاتھ بڑھایا ہے برطانوی حکومت کو اسے مسترد نہیں کرنا چاہئے' کیا یہ اہم اور صداقت سے ہم آہنگ ہے؟

سی- آر کا اقدام

حال ہی میں ۱۹ اپریل کو ترچناپلی کے مقام پر ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں' اخبارات میں شائع ہونے والی اطلاعات کے مطابق' غیر برہمن جسٹس پارٹی کے رہنما مسٹر راما سوامی نائیکر نے یہ کہا کہ تعطل کو رفع کرنے کے لئے سرتیج بہادر سپرو کانفرنس طلب کرنے کا بھی کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن مسٹر کے- سری نواسن مینجنگ ایڈیٹر "ہندو" کے ایماء پر' جن پر مسٹر راج گوپال اچاریہ نے زور ڈالا' سرتیج بہادر سپرو اجلاس طلب کرنے اور قرارداد منظور کرنے پر آمادہ ہو گئے جس کا مسودہ مسٹر راج گوپال اچاریہ نے بنفس نفیس رقم فرمایا- کاش سرتیج بہادر سپرو نے سر چمن لال سیتل واد کے نہایت عمدہ مشورے پر عمل کیا ہوتا اور اس تحریک کے روح رواں لوگوں کو اپنا نام اور اپنی شہرت کا استحصال نہ کرنے دیتے-

سمجھوتہ ناگزیر ہے

بدیہی طور پر سرتیج بہادر سپرو ابھی تک گول میز کانفرنس کے ماحول میں زندگی بسر کر رہے ہیں- وہ یہ محسوس نہیں کرتے کہ اس وقت سے اب تک تو جمنا سے نیچے بہت سارا پانی بہہ گیا ہو گا' اور جب وہ برطانوی حکومت سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اقدام کریں اور ہند پر ایک دستور مسلط کر دیں تو وہ کچھ نہیں تو دس برس پیچھے نظر آتے ہیں- دوسری طرف وہ خود کہتے ہیں کہ "گول میز کانفرنس کے مباحث کے دوران جب مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے فرقہ وارانہ ایوارڈ کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا تو میں نے نہایت صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ اگر میں

برطانوی وزیراعظم ہوتا تو یہ ذمہ داری ہرگز نہ اٹھاتا اور پھر بھی اس امر کے باوصف کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی تصفیہ نہ ہو پایا تھا' مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کی حکومت' جو قدامت پرستوں پر بھی مشتمل تھی' اپنی اسکیم پر رو بہ عمل رہی۔ اس نے پہلے فرقہ وارانہ ایوارڈ دیا اور پھر مسودہ قانون حکومت ہند پیش کیا۔" سر تیج بہادر سپرو کو کیا ہو گیا کہ وہ اس وقت کے وزیراعظم مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کو دیئے ہوئے دانشمندانہ اور مدبرانہ مشورے سے منحرف ہو گئے؟ اب ان کی خواہش ہے کہ برطانوی حکومت ایک دستور نافذ یا مسلط کر دے' عبوری ہو یا حتمی' ہر چند کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین کوئی سمجھوتہ نہ ہو۔ درحقیقت سر تیج بہادر سپرو کو سب سے پہلے اس بات کو سراہنا چاہئے تھا کہ مسلم لیگ معروضات اور مراسلت کے ذریعہ برطانوی حکومت کو اس بات پر رضامند کرنے میں کامیاب ہو گئی کہ دستور کے سارے معاملے پر ازسرنو غوروخوض کیا جائے اور کسی حتمی دستور وضع کرنے کے سلسلے میں برطانوی حکومت کی جانب سے کسی تبدیلی کا فیصلہ مسلم انڈیا کی منظوری اور رضامندی کے بغیر نہ کیا جائے۔

عہد شکنی

وہ بے کم و کاست ایک مدبرانہ مشورہ تھا جو سر تیج بہادر سپرو نے اس وقت کے برطانوی وزیراعظم کو دیا جب وہ بدقسمتی سے ناکام ہو گئے۔ اب سر تیج بہادر سپرو کا برطانوی حکومت سے یہ کہنے کا کیا فائدہ کہ وہ اس عہد سے پھر جائیں جس کا انہوں نے اپنی حکمت عملی کے اعلان مجریہ ۸ اگست میں اظہار کیا اور جسے مسلم ہند اپنے ساتھ زبردست عہد شکنی کے مترادف قرار دیں گے۔ برطانوی حکومت سے یہ اپیل کرنے کا کیا فائدہ کہ وہ مسلم ہند اور دیگر طاقتور اقلیتوں اور ہندی ریاستوں کی نہ صرف خواہشات کے خلاف بلکہ ان کی شدید مخالفت کے علی الرغم کوئی عبوری یا حتمی دستور نافذ کر دے؟ یہ کہنا کہ آج جو ہند کا مسئلہ ہے اگر اس کا حل ہند کی مساعی پر موقوف ہوا تو یہ حل شاید ہی کبھی نکل سکے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ خود ہم نے ہی اپنے آزادی اور خودمختاری کے دعوے کو باطل قرار دینے کی دلیل پیش کر دی اور عدالت کے باہر ہو گئے۔ اگر ہم ایک دستور کی تجویز پر اتفاق رائے نہیں کر سکتے تو خدارا یہ بتایا جائے کہ ہم اکٹھے کسی نوع کی بھی خودمختار اور آزاد مملکت کا کاروبار کس طرح چلائیں گے؟

برطانوی رویہ

مسٹر ایمرے نے اپنی ۲۲ اپریل کی تقریر میں اس امر کی پوری وضاحت کر دی ہے کہ اعلان اگست سے ملک معظم کی حکومت کا مفہوم کیا ہے۔ انہیں کے الفاظ میں یہ تھا کہ "ہند کے آئندہ دستور کا ڈھانچہ خود ہندیوں کو تیار کرنا چاہئے اس ایوان کو نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک

دوررس اور درحقیقت ایک انقلابی اعلان تھا جس کی پوری اہمیت کو نہ اس ملک میں سراہا گیا اور نہ ہند میں پورے طور پر سراہا گیا۔"

پھر وہ مزید کہتے ہیں کہ "اس ضمن میں زیادہ اہم بات یہ امر ہے کہ فی نفسہ دستور اور وہ ادارہ جو اسے وضع کرے گا وہ ہند کی قومی زندگی کے اہم عناصر کے درمیان مفاہمت کا نتیجہ ہونا چاہئے۔ یہ آئندہ دستور کی کامیابی کی ناگزیر شرط ہے۔ کیونکہ اگر ہندی آپس میں اس بات پر اتفاق رائے نہیں کر سکتے کہ وہ کس قسم کے دستور کو چلانے کے لئے تیار ہیں تو وہ واقعتاً اسے چلانے پر کس طرح متفق ہوں گے۔" بعد ازاں انہوں نے کہا "میں نے اس معاملہ میں ہند کی ذمہ داری کا دانستہ طور پر تذکرہ کیا ہے کیونکہ اگر ہندی اس ذمہ داری کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہیں تو پھر وہ بعد میں بھی ناکام رہیں گے۔ باہر سے ہماری جانب سے کوئی سمجھوتہ مسلط کیا گیا تو ہماری قوت نافذہ کی واپسی کے بعد وہ برقرار نہیں رہ سکتا۔ صرف ایک حقیقی مفاہمت جو آزادی کے ساتھ طے پائے اس آزمائش سے گزر سکتی ہے۔"

آنریبل ممبر مسٹر گاڈفرے نکلسن نے بحث کے دوران کہا "ستارہ زہرہ ویسٹ منسٹر سے رخصت ہو گیا ہے اور اب ہند میں ہے۔" یہ تھا وہ مشورہ جو سر تیج بہادر سپرو نے دس برس قبل برطانوی حکومت کو دیا۔ صرف وہ ناکام ہو گئے تھے۔ اب یہ بات بلا پس و پیش بار بار دہرائی جاتی ہے کہ اس سے مسٹر جناح اور مسلمانوں کو ویٹو مل جائے گا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ عملاً وزیر ہند کا موجودہ رویہ یہ ہے کہ اگر اسے مسٹر جناح کی خوشنودی حاصل نہ ہو تو ملک معظم کی حکومت اپنے ارادوں کو جامہ عمل پہنانے کے لئے بھی کوئی اقدام نہیں کر سکتی۔ یقیناً ۱۴ اگست کو جب مسٹر ایمرے نے ۸ اگست کے اعلان کی وضاحت کی تھی تو انہوں نے اس بات کی بھی پوری طرح سے صراحت کر دی تھی۔ انہوں نے کہا "کہ رضامندی کے ساتھ مفاہمت ہی دراصل تمام آزاد حکومتوں اور تمام حقیقی جمہوریتوں کی اساس ہوتی ہے۔ اکثریت کی بنیاد پر فیصلے کو جمہوریت کی روح نہیں کہا جا سکتا۔ یہ ایک عملی سہولت ہے دستور کو خوش اسلوبی کے ساتھ چلانے کے لئے بذات خود دستور کی عمومی قبولیت ایک لازمی شرط اور روایت ہے۔ دراصل بیشتر وفاقی دستوروں میں متعدد طریقوں سے اس پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے تاکہ وفاق تشکیل دینے والے عناصر کے جدا جدا مفادات کا تحفظ کیا جا سکے۔ ایسی مفاہمت کی ضرورت کو آئینی ترقی کے خلاف ویٹو قرار دینا میرے خیال میں متعلقہ لوگوں کی حب الوطنی اور ان کے احساس ذمہ داری کے ساتھ سخت ناانصافی کرنا ہے۔ سمجھوتے کے معنی کسی عنصر کی طرف سے ویٹو نہیں ہیں بلکہ مفاہمت ہے اور مفاہمت کے لئے آمادگی کی دوسری جگہوں کی طرح ہند میں بھی احساس ذمہ داری کے ساتھ ناگزیر آزمائش ہے

جس پر ایک آزاد حکومت کی اساس استوار ہونی چاہیئے۔"

علیحدہ واضح عنصر

مزید یہ امر مسلمہ ہے کہ مسلم ہند، ہند کے مستقبل کی حکمت عملی کے تعلق میں ایک علیحدہ واضح عنصر ہے اور وہ ہند کے آئندہ دستور کو وضع کرنے کے ضمن میں مباحث کے دوران اسی حیثیت کے مطابق سلوک کا مستحق ہے۔ اور اسے دیگر عناصر کی طرح عددی اقلیت کی طرح نہیں سمجھنا چاہیئے۔

یہاں مجھے ایک مشہور انگریز مصنف پیٹرک لیسی کا حوالہ دینے کی اجازت دیجئے: "اگر وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک واحد ذمہ دار حکومت کے تحت شانہ بشانہ آزادی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتے تو ہندو قوم اور مسلم قوم کو علیحدہ علیحدہ ہی جس قدر خوش اسلوبی سے ممکن ہو آگے بڑھنے دیجئے۔ ہمیں صرف اس لئے اکٹھا پس ماندہ نہ رکھئے کیونکہ ہم آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ ہمیں کہنا چاہئے کہ ہم ہند کی دو آزاد مملکتیں بن جائیں ہر ایک جس قدر ممکن ہو متجانس ہوں، بجائے اس کے کہ ایک بہت بڑی آماجگاہ ہو فتنہ و فساد کی اور شرمناک غیر ملکی تسلط کے زیر نگیں۔"

میں چاہوں گا کہ مسٹر ایمرے بھی اس پر غور کریں اور "زبردست مشکلات" کی اتنی زیادہ باتیں نہ کریں۔ ہند کے لئے کوئی دستوری اسکیم مشکلات سے مبرا نہیں ہو گی۔ سوال یہ ہے کہ کون سی اسکیم میں کم سے کم مشکلات ہوں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا ریاستہائے بلقان کا تذکرہ اور ہندی تاریخ میں ۱۸ ویں صدی کا حوالہ "کلیتا" غیر متعلق ہے۔ انہیں چاہئے کہ آئرلینڈ کی تاریخ کا مطالعہ کریں جو ان کے وطن سے قریب تر ہے۔

بعید از صداقت

اب کچھ اس بیان کے بارے میں جو نام نہاد مجلس قائمہ کی جانب سے جاری کیا گیا۔ جو مشتمل ہے مسٹر اینے، سردار سنت سنگھ، مسٹر شوراؤ جو اس کے جائنٹ سیکرٹری تصور کئے جاتے ہیں، اور آخر میں لیکن اہمیت میں آخری نہیں، سیکرٹری سر جگ دیش پرشاد، یہ ایک گمراہ کن اور فریب آمیز بیان ہے جس کے بعض حصے بعید از صداقت ہیں۔ اس بیان میں جو لن ترانی کی گئی ہے وہ زیادہ تر میرے خلاف ہے بحیثیت چارلس کے۔ انہیں شکایت ہے کہ برطانوی حکومت ۸ اگست کے اعلان کے مضمرات کو سمجھے بغیر اپنی اعلان کردہ حکمت عملی سے منحرف ہو گئی ہے۔ انہوں نے مسلم لیگ کے بارے میں "کلیتا" غلط بیانی سے کام لیا اور کہا ہے کہ وہ مسلم ہند کی ترجمانی نہیں کرتی جو ان کی اطلاع کے مطابق غلط ہے۔ یہ ایک بے وقعت دستاویز ہے جس کا خالصتاً مقصد پروپیگنڈا ہے تاکہ ہند اور بیرون ہند کے ناواقف اور بھولے بھالے لوگوں کو گمراہ کیا جا

سکے۔ میں تو اسے ہرگز درخور اعتنا نہ سمجھتا اگر سر تیج بہادر سپرو کا نام اس سے منسلک نہ ہوتا۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۶' مئی ۱۹۴۱ء)

۲۱۳۔ سپرو کانفرنس پر زیادہ تفصیلی بیان مسلم لیگ کی جملہ شاخوں کو ارسال کیا گیا

۲۳ مئی ۱۹۴۱ء

مسٹر جناح اور مسلم لیگ کو بدنام کرنا اور انہیں ملک کی آزادی اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ قرار دینا کانگرس کے پروپیگنڈے کا جزو تھا۔ لیکن جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا سر تیج بہادر سپرو جیسے رہنما جو اپنی معقولیت پسندی کی وجہ سے معروف تھے کانگرس کے حامیوں کی صف میں شامل ہونے لگے اور مسلم لیگ کے خلاف جہاد اور مسٹر جناح کے خلاف انتقامی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ لہٰذا مسٹر جناح نے ایک نظرثانی شدہ بیان جاری کیا جس میں سپرو کانفرنس کی مسلم مخالف نوعیت اور عزائم اور اس کی تجاویز کے بیکار محض ہونے کو آشکارا کر دیا۔ اس بیان کی نقول صوبائی ضلعی اور ابتدائی لیگوں نے وسیع پیمانے پر تقسیم کیں۔

دستاویز کا متن

اس دستاویز کا متن حسب ذیل ہے جو مسٹر جناح کی جانب سے موصول ہوا جس کی نقول صوبائی مسلم لیگوں کو ارسال کی گئیں تاکہ اس کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی جا سکے :

کانفرنس کی نوعیت

سپرو کانفرنس کی تجاویز سے نمٹنے سے پہلے مجھے کانفرنس کی نوعیت سے نمٹ لینے کی اجازت دیجئے۔ نام نہاد غیر جماعتی کانفرنس نے خصوصیت کے ساتھ ہندو مہاسبھا کے رہنماؤں اور مسٹر سری نواسن' ایڈیٹر "ہندو" کو مدعو کیا۔ یہ معروف بات ہے کہ مسٹر سری نواسن کو مسٹر راج گوپال اچاریہ کا اعتماد حاصل ہے۔ سر تیج بہادر سپرو نے وائسرائے کو جو عرضداشت پیش کی اس میں کہا گیا تھا کہ لبرل پارٹی کے رہنماؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ آخر لبرل پارٹی' کانگرس' ہندو لیگ اور ہندو مہاسبھا کے اراکین کے درمیان فرق کیا ہے؟ کانفرنس ایک ہی مکتب فکر کے لوگوں اور ایسے عناصر پر مشتمل تھی جو مسلم لیگ کے خلاف ہیں۔ مسٹر اینے' صدر آل انڈیا ہندو لیگ' جن کی مسلم لیگ کے خلاف سرگرمیاں کافی مشہور ہیں' کانفرنس کی مجلس قائمہ کے اجلاس میں زیادہ سرگرم حصہ لے رہے ہیں۔

لیگ کو نظرانداز کیا گیا

میں یہ بات تو سمجھ سکتا ہوں کہ جب مسٹر گاندھی سے درخواست کی گئی اور انہوں نے کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دیا تو سر تیج بہادر سپرو نے کسی اور کانگرسی کو دعوت دینے کی زحمت گوارا نہیں کی' بالخصوص جب کہ کانگرس نے تعاون نہ کرنے کا فیصلہ بھی کر لیا تھا۔ لیکن مسلم لیگ کو کیوں نظرانداز کیا گیا؟ مسلم لیگ نے تو حکومت یا مساعی جنگ سے عدم تعاون کا فیصلہ بھی نہیں کیا تھا۔ اس وقت تک اس کا بھی کوئی عندیہ نہیں دیا گیا تھا کہ وہ سول نافرمانی شروع کرنے والی ہے۔ برعکس ازیں مسلم لیگ نے جنگ کی مساعی میں کوئی روڑا نہیں اٹکایا یا کسی اور طریقہ سے برطانوی حکومت کو ہراساں نہیں کیا۔ بلکہ ایک بہت ہی معقول رویہ اختیار کیا یعنی جب تک اسے ملک کی حکومت میں حقیقی اختیار حاصل نہ ہو اس کے لئے مسلم ہند کی دلی اور گرم جوش حمایت کا حصول ممکن نہیں۔

کانفرنس کی تجاویز

سپرو کانفرنس نے جو تجاویز جاری کی ہیں ان میں برطانوی حکوت سے تین بڑے مطالبات کئے گئے ہیں :

(۱) گورنر جنرل کی پوری ایگزیکٹو کونسل کی دوبارہ تشکیل کی جائے اور یہ جملہ غیر سرکاری اراکین پر مشتمل ہونی چاہئے اور جملہ وزارتوں کے قلمدان بشمول خزانہ اور دفاع غیر سرکاری ہندیوں کو منتقل کر دیئے جائیں جنہیں قومی زندگی کے اہم عناصر سے لیا جائے۔

(۲) مرکز میں اس طرح تشکیل پانے والی حکومت کو داخلی اور بین الاقوامی امور کے ضمن میں حکومت قلمرو کی حکومت کا رتبہ دیا جائے۔

(۳) کہ برطانوی حکومت ایک نیا اعلانیہ جاری کرے کہ اختتام جنگ کے ایک معینہ مدت کے اندر برطانوی حکومت' ہند میں قلمرو (Dominion) کے قیام کی پابند ہو گی اور اسے وہی رتبہ اور اختیارات حاصل ہوں گے جو برطانیہ عظمیٰ اور قلمرو مملکتوں کو حاصل ہیں۔

ان تینوں تجاویز کو یکجا کرنے سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ مرکز میں فوری طور پر متحدہ اور جمہوری حکومت قائم کر دی جائے۔ بہانہ یہ ہو کہ مدت جنگ کے دوران یہ تاج کے سامنے جواب دہ ہو اور نئے اعلان کے مطابق اختتام جنگ کے معینہ مدت کے بعد یہ حکومت قلمرو کی مستقل حیثیت اختیار کر لے گی۔ ہنگامی اور مستقل دونوں حکومتوں کی تشکیل ہند کے ایک وحدت کے تصور کی اساس پر استوار کی جائے گی۔

دستوری مسائل کا قبل از سماعت فیصلہ

اگر برطانوی حکومت اس اسکیم کو قبول کر لیتی ہے اور خود کو اس کا پابند بنا دیتی ہے تو یہ عیاں ہے کہ اس کے معنی ہیں ۸ اگست کے اعلان کی مکمل منسوخی اور مسلم ہند اور دیگر اقلیتوں کے ساتھ عظیم ترین عہد شکنی۔ اس کے پیچھے کارفرما خیال یہ تھا کہ کسی حیلے یا بہانے سے برطانوی حکومت کو مسلم لیگ کے مطالبہ تقسیم ہند سے انحراف کرنے یا اسے مسترد کرنے پر آمادہ کر لیا جائے۔ ان تجاویز کو قبول کرنے کا مطلب آئندہ دستوری مسائل اور دیگر امور کا بلاشبہ قبل از سماعت فیصلہ کرنا ہے۔ مزید ان تجاویز سے ہند کے موجودہ دستور میں بنیادی نوعیت کا تغیر و تبدل ہو جائے گا جس کی وجہ سے قانون حکومت ہند میں ترمیم اور صوبائی اور مرکزی حکومتوں کے مابین اور ہندی ریاستوں کے ساتھ تعلقات کے ضمن میں تصفیہ کی ضرورت لاحق ہو گی۔

غیر نمائندہ

جہاں تک گورنر جنرل کی دوبارہ تشکیل شدہ ایگزیکٹو کونسل کی نوعیت کا تعین ہے اس کے غیر سرکاری ہندوستانی اراکین قومی زندگی کے اہم عناصر سے کس طرح لئے جا سکتے ہیں جب یہ تسلیم کیا جا چکا ہے کہ کانگرس کا ان تجاویز سے کوئی سروکار نہیں ہو گا؟ جب کہ ہندو مہاسبھا نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ ان کی نہ تو کسی طور سے پابند ہے اور نہ ہی اس کا ان کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ جب کہ مسلم لیگ ان کی مخالف ہے اور جب کہ مختلف اقلیتوں کی اس کانفرنس میں نمائندگی بھی نہیں تھی؟

وہی حکمت عملی

نام نہاد غیر جماعتی سپرو کانفرنس نے وہی حکمت عملی اختیار کی جو ہندو مہاسبھا نے کی تھی اور جو تقریباً کانگرس کی قرارداد پونہ کے قریب قریب ہے۔ ہندو مہاسبھا نے اپنی سرکاری قرارداد کے ذریعے برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ اسے مسلم لیگ کے مطالبہ تقسیم (ہند) کی مذمت کرنی چاہئے اور اسے فی الفور مسترد کر دے' متحدہ اور جمہوری ہند کے حق میں اعلان کرے اور اختتام جنگ کے ایک سال کے اندر اندر اس بنیاد پر ایک دستور وضع کرنے کا پابند بنائے اور ہند کو وہ رتبہ اور اختیارات تفویض کر دے جو برطانیہ عظمیٰ یا کسی اور قلمرو کو حاصل ہیں۔ دوسری طرف کانگرس کا بھی وہی مطلب ہے البتہ زبان مختلف ہے' جو ایک کل ہند تنظیم ہونے کی دعوے دار ہے جس کا موقف مکمل آزادی ہے۔

لیگ کا موقف

آیئے اب ہم ان تجاویز اور موجودہ سیاست کی روشنی میں مسلم لیگ کے موقف کا تجزیہ

کریں۔ جب سے جنگ کا آغاز ہوا ہے اور آج تک مسلم لیگ کا موقف یہی رہا ہے اور اب بھی ہے کہ موجودہ دستور کے ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے اور ان مسائل اور مشکلات سے صرف نظر کرتے ہوئے جو آئندہ دستور پر غوروخوض کے دوران پیدا ہوں' ہم جنگ کو چلانے اور ہند کے دفاع کی ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار تھے اور تیار ہیں بشرطیکہ مرکز اور صوبوں کی حکومتوں کے اختیارات میں آل انڈیا مسلم لیگ کے نمائندوں کو حقیقی اور اہم حصہ دے دیا جائے۔

بہت بڑا مطالبہ

دشواری پیدا ہونے کا سبب کانگرس کا اس معقول رویہ کو قبول کرنے سے انکار تھا اور دوسرا سبب یہ واقعہ کہ ہندو مہاسبھا نے جو ہندوؤں کی بڑی تعداد کی نمائندگی کا دعویٰ تو نہیں کر سکتی' بہت بڑا مطالبہ پیش کر دیا کہ گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل میں مجوزہ توسیع میں اس کی نمائندگی آبادی کے لحاظ سے ہونی چاہئے۔

مساوی نیابت

مسلم لیگ نے اعلان کیا کہ یہ جنگ کے باعث ایک ہنگامی انتظام ہے۔ لہٰذا اگر کانگرس اس میں تمام ہندوؤں کے نمائندے کی حیثیت سے آتی ہے اور چونکہ مسلم لیگ جملہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے اس انتظام میں دونوں کی مساوی نیابت ہونی چاہئے اور اگر کانگرس شمولیت سے انکار کرتی ہے تو بدیہی طور پر سارا بار مسلم لیگ کے کاندھوں پر پڑے گا اس لئے ایگزیکٹو کونسل میں اس کی اکثریت ہونی چاہئے۔ آخر میں مسلم لیگ نے اس بات کی یقین دہانی چاہی کہ اگر بعد میں کانگرس نے شمولیت کا فیصلہ کیا تو مسلم لیگ کی پوزیشن محفوظ رہنی چاہئے اور اس کا ساتھ نہیں چھوڑا جائے گا۔

یہ بات بھی واضح کر دی گئی کہ دریں اثناء برطانوی حکومت کو کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جس سے مسلم لیگ کی تجویز تقسیم ہند کی کسی طور بھی مخالفت ہوتی ہو۔

وائسرائے اور برطانوی حکومت نے موجودہ دستور کے ڈھانچے میں ایگزیکٹو کونسل میں توسیع کے انتظام کو کیوں معطل کیا؟ اس کی صحیح وجہ کو معلوم کرنا اور اسے سمجھنا دشوار کام ہے۔ اگرچہ یہ کہا گیا ہے کہ وجہ یہ تھی کہ مسلم لیگ نے ہندو عنصر کے مقابلے میں زیادہ نمائندگی طلب کی اور آئندہ کے بارے میں ایسی یقین دہانی چاہی جسے پیش کرنا وائسرائے کے بس میں نہیں تھا۔ مندرجہ بالا حقیقت کی روشنی میں جو فی الحقیقت صحیح بات ہے' مسلم لیگ کے سر اس موقف کو تھوپ دینا درست بات نہیں۔

(دی سٹار آف انڈیا' ۲۵ مئی ۱۹۴۱ء)

۲۱۴- اقلیتوں کے مسائل کا بہترین حل پاکستان ہے

اوٹاکمنڈ میں جلسہ عام سے خطاب

۲ جون ۱۹۴۱ء

آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس مدراس کے بعد مسٹر جناح نے چند ہفتے ریاست میسور اور اوٹاکمنڈ میں گزارے۔ اوٹاکمنڈ میں ایک تقریر کے دوران انہوں نے پیش گوئی کی کہ وہ وقت دور نہیں جب ہر ہندی پاکستان کو قبول کر لے گا اور صرا حتا" کہا کہ پاکستان ہی اقلیتوں کے مسائل کا بہترین حل ہے۔ بنگلور میں مسٹر جناح نے دو تقریریں کیں جن کے دوران انہوں نے ریاست کے مسلمانوں کو ابن الوقت اور منافق قیادت کے بارے میں خبردار کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس قیادت نے ماضی میں بھی مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچایا تھا۔ انہوں نے متحد رائے عامہ کی قدروقیمت پر زور دیا۔

"وہ وقت زیادہ دور نہیں جب ہر ہندی جھوٹے اور گمراہ کن پروپیگنڈے کے باوصف پاکستان کو قبول کرے گا۔" یہ بات مسٹر جناح نے اوٹاکمنڈ کے جمخانہ پویلین میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ جہاں انہیں مقامی مسلمانوں کی طرف سے خیرمقدمی سپاسنامہ پیش کیا گیا تھا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ یہ ان کا پختہ عقیدہ ہے کہ وہ جس بات کی وکالت کر رہے ہیں وہ نہ صرف مسلمانوں کے مفاد میں ہے بلکہ دیگر فرقوں کے مفاد میں بھی ہے۔ انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ ہند کبھی بھی ایک قوم نہیں رہا' اور یہاں کبھی بھی ایک قومی حکومت نہیں رہی۔ نمائندہ پارلیمانی طرز کی حکومت کی تو بات ہی الگ ہے۔ یہاں ہمیشہ مطلق العنان حکومت رہی' وہ ہندو کی ہو یا مسلمان فرمانروا کی۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت برطانوی سنگین نے اسے یکجا رکھا ہوا ہے جونہی یہ ہٹی تو ہند تو ایک جغرافیائی وحدت کے طور پر بھی برقرار نہیں رہے گا۔

پاکستان پر اپنے یقین کا اعادہ کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا۔ ایک فرد کی حیثیت سے میرا یہ یقین ہے' اور یقیناً مسلمانوں کی عظیم اکثریت بھی ایسا ہی سمجھتی ہے' کہ اپنی آزادی کے حصول کے سلسلہ میں پاکستان واحد حل ہے۔ جب میں اپنی آزادی کی بات کرتا ہوں تو میری مراد ہوتی ہے ہندوؤں اور مسلمانوں کی آزادی جو فی الحقیقت اس ملک کی دو بڑی قومیں ہیں۔

اقلیتوں کا مسئلہ

مسٹر جناح نے کہا جب تک ہندو' ہندو رہیں گے اور مسلمان' مسلمان رہیں گے تو ہندو قوم جو اکثریت میں ہے اپنی مرضی' اپنے عقیدے' اپنی ثقافت اور اپنے معاشرتی نظام کے اظہار کے سوا اور کیا کر سکتی ہے۔ رضامندی یا غیر رضامندی کے ساتھ انہیں مسلمانوں پر مسلط کر دیا جائے گا۔ جو

مختلف قوم اور تہذیب ہیں- اس لئے مسلمانوں نے مطالبہ کیا کہ جہاں ان کی اکثریت ہے انہیں اپنا طرز زندگی اپنانے دیا جائے اور یہ کہ جہاں ہندو اکثریت میں ہیں وہ وہاں اپنے طرز زندگی کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں- ہر قوم اپنے فلسفہ' عقیدے' اور تمدن کے مطابق- ایسی تجویز کو ہند کی چیر پھاڑ کا نام دینے کا مطلب لوگوں کے ذہنوں کو مسموم کرنا ہے-

اقلیتوں کے مسئلہ کو نمٹاتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا : اقلیتوں کو نظرانداز نہیں کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہوں ہندو منطقوں میں یا ہندو ہوں مسلم منطقوں میں- جو بھی سمجھوتہ ہو گا اس میں ہم اس بات کا خیال رکھیں گے کہ مسلم اقلیتوں کا مکمل طور پر اور اس انداز سے تحفظ کیا جائے جس انداز سے کسی اقلیت کا کسی مہذب حکومت کے ماتحت ہو سکتا ہے- اس کا اطلاق مسلم منطقوں میں ہندو اقلیتوں پر بھی ہو گا-

اس تنقید کا جواب دیتے ہوئے کہ پاکستان اقلیتی مسئلہ کا حل پیش نہیں کرتا- مسٹر جناح نے دریافت کیا کہ کیا اقلیتی مسئلہ کا حل یہ ہے کہ نو کروڑ مسلمانوں کو ہند میں دائمی طور پر ہندو راج کے تحت اقلیت بنا دیا جائے؟ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کون منصف ہے اور انصاف پسند جو سارا لینا چاہتا ہے اور آپ کو محکوم رکھنا چاہتا ہے یا وہ شخص جو کہتا ہے کہ ایک تہائی مجھے دے دو جو میرا وطن ہے اور اپنا دو تہائی اپنے پاس رکھو اور آیئے ہم دوست بن جائیں؟ فیصلہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۴ جون ۱۹۴۱ء)

۲۱۵- بنگلور کے استقبالیے میں تقریر

۸ جون ۱۹۴۱ء

مجھے اس بات پر زور دینے کی اجازت دیجئے کہ ماضی میں بہت سے رہنماؤں نے مسلم قیادت کے نام پر آپ کا استحصال کیا اور اس امر کو ملحوظ خاطر رکھئے کہ یہ باب ابھی تک ختم نہیں ہوا- میں آپ کو یہ تنبیہہ کرتا ہوں یہ ایسے لوگ ہیں جن کا ایک قدم ایک کیمپ میں ہے اور دوسرا قدم دوسرے کیمپ میں- لہٰذا آپ کو اپنے رہنماؤں کے انتخاب میں بہت احتیاط سے کام لینا ہو گا-

مسٹر جناح نے کہا کہ مسلم لیگ نے ہند میں مسلمانوں کو ایک پرچم اور ایک پلیٹ فارم عطا کیا ہے اور ان کی قومی منزل پاکستان ہے- "پاکستان ایسی منزل ہے جس کے بارے میں ہر مسلمان کو کہنا چاہئے کہ اس کے لئے جینا بھی زیب دیتا ہے اور مرنا بھی سزاوار-" آج انہیں جن مسائل کا سامنا ہے وہ سنگین ترین نوعیت کے ہیں جو نو کروڑ مسلمانوں کے مستقبل کا فیصلہ کریں گے- یہ ان کے لئے حیات اور موت کی جدوجہد کا معاملہ ہے- وہ جدوجہد اور جدال میں مصروف ہیں کسی او

نقصان پہنچانے کے لئے نہیں بلکہ خود عزت اور وقار کے ساتھ آزاد انسانوں کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کے لئے' کسی راج کے تحت رہنے کے لئے نہیں خواہ وہ ہندو راج ہو یا اس ملک میں کوئی اور راج۔ مسلم قوم اپنے لئے حصول آزادی اور پاکستان قائم کرنے کا عزم کر چکی ہے اور یہ جس قدر جلد حاصل ہو جائے گا اتنا ہی بہتر ہو گا۔ تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے مقامی مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ خود کو منظم کریں اور تعمیری پروگرام پر کاربند ہو جائیں تاکہ وہ مسلمانوں کو اقتصادی' معاشرتی اور تعلیمی پسماندگی سے باہر نکال سکیں۔

(او۔ پی' دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۱۰' جون ۱۹۴۱ء)

۲۱۶۔ فرزندان اسلام سرحدوں اور حدود سے آشنا نہیں ہیں
ریاست میسور مسلم لیگ کے سپاسنامے کے جواب میں تقریر

۸' جون ۱۹۴۱ء

"آپ یہاں ایک مختلف ریاست میں ہیں۔ ہم ایک مختلف ریاست میں۔ دستوری اور بین الاقوامی اعتبار سے آپ ایک خودمختار ریاست میں ہیں جو برطانوی ہند سے مختلف ہے۔ لیکن یہ میسور ہو یا دنیا کا کوئی اور گوشہ مسلمانوں میں ایک دوسرے کے ساتھ ملی تعلق' قومی لحاظ اور انسیت موجود ہے۔ فرزندان اسلام سرحدوں اور حدود سے آشنا نہیں ہیں" یہ بات مسٹر جناح نے اس سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے کہی جو ریاست میسور مسلم لیگ کے صدر اور اراکین نے ان کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں مسرت ہے کہ ہز ہائی نیس مہاراجہ صاحب نے مسٹر محمد امام کو وزیر مقرر کیا جو ریاستی مسلم لیگ کے ٹکٹ پر مجلس قانون ساز میسور کے رکن منتخب ہوئے تھے۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ مسٹر امام اپنا فرض منصبی بے خوفی اور آزادی کے ساتھ سرانجام دیں گے اور اس کا خیال رکھیں گے کہ مسلمانوں کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ بدقسمتی سے نہ صرف میسور میں بلکہ برطانوی ہند میں بھی بعض اوقات لوگ بلند منصب پر پہنچے اور اکثر انہوں نے اس سیڑھی کو ہی لات مار دی جس پر چڑھ کر وہ اونچے مقام پر پہنچے تھے۔ لیکن میں آپ کو بتا دوں کہ یہ دیکھنا تو آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آخر کار آقا آپ ہی ہیں۔ بسا اوقات خودغرضی' ذاتی مفاد یا ذاتی توقیر کی خاطر ہم اپنے نمائندوں یا اپنے رہنماؤں یا وزیروں سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ لیکن ٹھوس اور متحد رائے عامہ سے زیادہ طاقتور اور موثر اور کوئی شے نہیں۔ آپ جیسا چاہیں اپنے رہنماؤں کو بنا سکتے ہیں یا برباد کر سکتے ہیں۔

صحیح رہنماؤں کا انتخاب کیجئے

ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے ملکوں میں بھی ایسا ہوتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا ملک تو ایسے لوگوں سے بھرا پڑا ہے جن کا ایک پاؤں یہاں ہے' ایک پاؤں دوسری جگہ ہے اور ایک پاؤں تیسری جگہ ہے اور ان کے قول اور فعل موقع کی مناسبت سے ہوتے ہیں۔ ان لوگوں سے خبردار رہیں اور جب آپ کو وہ تربیت' تعلیم اور تجربہ حاصل ہو جائے جس کے ذریعے سے آپ صحیح رہنما چن سکیں تو آپ کا آدھا کام ہو گیا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ ریاستوں اور برطانوی ہند میں مسلم لیگ کو منظم کرنے کا سبب یہ تھا کہ جن حالات کے تحت آج ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔ پھر یہ بات بھی صاف گوئی اور دیانتداری کے ساتھ تسلیم کر لینی چاہئے کہ ہر فرقے کو اپنی خبرگیری آپ کرنی ہو گی اور اپنے مفاد کا تحفظ بھی خود ہی کرنا ہو گا۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ دو بڑے فرقے دوستانہ جذبے کے تحت ایک ساتھ کام نہیں کر سکتے۔ اور پھر اگر دستوری اصلاح کے تجربے کو جس کا افتتاح میسور میں ہوا ہے کامیابی سے ہمکنار ہونا ہے تو یہ صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے جب مختلف فرقے مل جل کر باہمی تعاون اور صلح و آشتی کے ساتھ کام کریں۔ اکثریتی فرقے کو اقلیتوں میں تحفظ اور اعتماد کا احساس پیدا کرنا ہو گا۔ یہ کسی بھی آئینی حکومت کی صحیح آزمائش ہے۔

تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے ہز ہائی نیس مہاراجہ میسور کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ ان کا تاثر یہ ہے کہ فی الحقیقت مہاراجہ عادل' بے تعصب اور ہمدرد ثابت ہوں گے۔ مسٹر جناح نے میسور کے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ دیہی علاقوں میں عوام کی طرف خصوصی دھیان دیتے ہوئے اپنے فرقے کی تعلیمی' معاشرتی اور اقتصادی ترقی پر اپنی توجہ مرکوز کریں۔

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۱۰ جون ۱۹۴۱ء)

۲۱۷۔ برطانوی حکمت عملی اور سپرو کانفرنس پر بیان

بمبئی' ۲۸ جولائی ۱۹۴۱ء

"چھوٹے ذہن چھوٹی باتوں سے خوش ہو جاتے ہیں۔

سپرو کانفرنس یا تو ملک معظم کی حکومت کے فیصلے کو سمجھنے میں ناکام رہی ہے یا غلط سمجھنا ہی ان کے مقصد برآری کے لئے مناسب ہے۔ جب وہ اپنی قرارداد میں یہ کہہ کر خود کو خوش کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات اطمینان کے ساتھ نوٹ کی ہے کہ ملک معظم کی حکومت اور گورنر جنرل

اپنے اس اصل موقف کو کہ جب تک ہند کی دو بڑی سیاسی جماعتوں کے مابین کوئی تصفیہ نہ ہو جائے کسی ترقی کا امکان نہیں ہے، ترک کر دیا گیا ہے۔

ملک معظم کی حکومت کی طرف سے ایسا کوئی اعلان جاری نہیں کیا گیا۔ ملک معظم کی حکومت نے جو باضابطہ اعلان کیا ہے اور جو علیٰ حالہ برقرار ہے یہ ہے کہ "پارلیمان دستوری تبدیلی کے ضمن میں، خواہ وہ عبوری ہو یا حتمی، کوئی اقدام اس وقت تک نہیں کرے گی جب تک کہ نہ صرف جغرافیائی وحدتوں بلکہ بڑے سماجی عناصر کے درمیان دستور وضع کرنے کے طریق کار اور فی نفسہ دستور کے بارے میں پہلے سے کوئی سمجھوتہ نہ ہو جائے۔"

ملک معظم کی حکومت اور وائسرائے نے گذشتہ اگست میں مسلم لیگ کو موجودہ دستوری ڈھانچے کے اندر ایگزیکٹو کونسل میں توسیع اور دفاعی مشاورتی کونسل کے قیام کے سلسلے میں اپنی پیشکش --- ایک ٹھوس پیشکش کی تھی --- جس میں اس موقف کو قبول کر لیا گیا تھا کہ ان میں اہل ہند کی اکثریت ہو گی۔ وہ پیشکش مسلم لیگ کے لئے دو وجوہ کی بنا پر قابل قبول نہ تھی۔ اولاً کہ یہ صرف ایگزیکٹو کونسل میں اضافہ تھا، حکومت کے اختیارات اور اس کی طاقت میں حقیقی شرکت نہیں تھی۔ ثانیاً اگر کانگرس اس میں شریک ہونے پر رضامند ہو جائے تو مسلمان نمائندوں کی تعداد ہندوؤں کی تعداد کے مساوی ہو۔ دوسری صورت میں ان (مسلمانوں) کی اکثریت ہونی چاہئے۔ کیونکہ اصل ذمہ داری مسلمانان ہند پر ہی عائد ہو گی۔

اصل ارادہ

جو بات درحقیقت دکھ کا باعث ہے وہ اصل ارادے کا ترک کر دینا ہے کہ ایگزیکٹو کونسل میں بڑی سیاسی جماعتوں کے نمائندے شامل ہوں گے جو حکومت کے اختیارات میں حقیقی معنوں میں حصہ دار ہوں گے۔ لیکن وائسرائے نے اب اس کی بجائے اپنی ایگزیکٹو کونسل میں کچھ لوگوں کو نامزد کر دیا ہے اور اعلانیہ میں اس کی اس طرح وضاحت کی کہ دوران جنگ کام کا دباؤ بڑھ جانے کی وجہ سے گورنر جنرل ہند کی ایگزیکٹو کونسل میں اضافہ کیا گیا ہے اور پارلیمان میں مسٹر ایمرے نے یہ کہہ کر مزید صراحت کر دی کہ ان اعلانات میں کوئی دستوری تبدیلی مضمر نہیں۔ ایک بار پھر اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ ان تبدیلیوں کا ہند میں دستوری اصلاحات کے ساتھ کوئی سروکار نہیں اور اپنے پچھلے بیانات پر مزید زور دیتے ہوئے کہ اس امر کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ ہند میں دستوری تبدیلیاں اس وقت بالکل ناقابل عمل ہیں جبکہ برطانوی سلطنت اپنے وجود کی بقا کی اہم کشمکش میں مصروف ہے اور کسی نئی دستوری اسکیم سے پہلے ہند کی بڑی سیاسی جماعتوں اور مفادات میں سمجھوتہ ایک بنیادی امر ہے۔

تاہم یہ بات محسوس کی جانی چاہئے کہ اس فیصلے سے موجودہ دستور کے ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے بھی کسی ایسی سکیم کی راہ مسدود ہو جاتی ہے جس کے ذریعے سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کو حقیقی طاقت اور اختیار تفویض کیا جا سکے۔

سپرو کانفرنس کی اصل غرض اور اس کا مقصد برطانوی حکومت اور وائسرائے پر پورا دباؤ ڈالنا ہے کہ وہ اپنے ۸ اگست کے باضابطہ اعلان سے منحرف ہو جائے اور ان کو اس امر پر مجبور کرنا ہے کہ وہ مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کو مسترد کر دے اور اس کی مذمت کر دے۔ مجھے اعتماد ہے کہ برطانوی حکومت اپنے باضابطہ اعلان اور وعدے سے ہرگز انحراف نہیں کرے گی کیونکہ اول تو اس سے مسلم ہند کے ساتھ عظیم ترین بدعہدی کا ارتکاب ہو گا اور دوم مسلمانان ہند اپنی پوری قوتوں کو مجتمع کر کے کسی ایسی کوشش کی مزاحمت کریں گے۔

تقسیم

یہ بات خباثت سے کہی جاتی ہے کہ مسلم لیگ ہندو دشمن تحریک ہے' صرف اس وجہ سے کہ مسلم لیگ کی یہ پختہ رائے ہے کہ ہند کے دستوری مسئلہ کا واحد حل اس کی تجویز کے مطابق ہند کی تقسیم میں مضمر ہے۔ ہندو ہند کے بارے میں اس کی نیت میں کوئی خرابی نہیں۔ برعکس ازیں وہ ہندو ہند کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کرتی ہے اور دعاگو ہے کہ وہ ان وسیع و عریض علاقوں کا انتظام سنبھالیں جو ان کا وطن ہے اور ہمیں ان اوطان کا نظم و نسق سنبھالنے دیں جہاں ہم اکثریت میں ہیں۔ دوسری طرف ہندو رہنماؤں کا ایک بڑا حلقہ کھلم کھلا ہندو دھرم' ہندو راج' ہندو صنعت و حرفت اور تجارت کا قائل ہے اور ان کا منصوبہ ہے کہ مسلمانوں کو ہندو راج کے زیر نگیں رکھا جائے۔ یہ ہے ان کا تصور ایک متحدہ جمہوری اور قومی ہند کے بارے میں۔

اس مکتب فکر کے کچھ رہنما اور ہندو مہاسبھا کے سرکردہ اراکین مسٹر ساورکر اور ڈاکٹر مونجے' جنہوں نے حال ہی میں برطانوی حکومت کو یہ دھمکی دی تھی کہ اگر کسی مسلمان کو وزیر دفاع مقرر کیا گیا تو ہندو اسے "ہندو ہند" کے خلاف اقدام دشمنی پر محمول کریں گے' اس نام نہاد غیر جماعتی کانفرنس کے ممتاز "ستارے" ہیں۔

جہاں تک مسٹر جیکر کے میرے (مسٹر جناح) بارے میں الزامی بیان کا تعلق ہے جیسا کہ اخبارات میں شائع ہوا اور ان کی یہ تنقید کہ اس وقت مسٹر جیکر کانفرنس میں شامل نہیں تھے' وہ ایک نئے رنگروٹ ہیں اور مجھے مسرت ہے کہ انہوں نے اس کا اعتراف کیا۔ لیکن ان کا ان چند لوگوں پر زبان طعن دراز کرنا جو مسلم لیگ کو چھوڑ گئے کچھ زیب نہیں دیتا کہ اپنے سیاسی کیریئر کے دوران خود انہوں نے ایک سے زیادہ سیاسی پارٹیوں کو چھوڑا اور پہلے دھماکے کے بعد نہیں بلکہ پہلے

ہلکے سے جھونکے کے بعد- کیا میں مسٹر جیکر کو وہ کہاوت یاد دلا سکتا ہوں کہ ایک ذرا سی بات سے کوئی بڑا نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے۔ (دی سٹار آف انڈیا' ۲۹' جولائی ۱۹۴۱ء)

۲۱۸- لیگ کے ان اراکین کے خلاف تادیبی کارروائی کے بارے میں بیان

جنہوں نے قومی دفاعی کونسل میں شمولیت اختیار کی

حیدر آباد [دکن] ۳۰' جولائی ۱۹۴۱ء

مسٹر ایم اے جناح نے ایک اخباری بیان میں آل انڈیا مسلم لیگ کے ان اراکین کے خلاف تادیبی کارروائی کی دھمکی دی ہے جنہوں نے وائسرائے کی توسیع شدہ کونسل اور قومی دفاعی کونسل میں شمولیت اختیار کی۔

مسٹر جناح نے کہا کہ "ان متعدد تاروں اور خطوط کے پیش نظر جو مجھے موصول ہوئے ہیں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ قطعی طور پر فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ مسلم لیگ تنظیم کے ان اراکین کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے جنہوں نے خود کو وائسرائے کی مجلس عاملہ میں توسیع کی اسکیم اور نام نہاد قومی دفاعی کونسل کی تشکیل میں ملوث کیا ہے۔

"جماعتی نظم و ضبط حاصل کرنے اور اسے برقرار رکھنے کے لئے اور عوامی خدمت کا درست معیار متعین کرنے کی غرض سے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ سلطان احمد جنہوں نے وائسرائے کی توسیع شدہ مجلس عاملہ میں شرکت اختیار کی اور سر محمد سعد اللہ' مسٹر اے- کے- فضل الحق' نواب چھتاری' بیگم شاہنواز اور سر سکندر حیات خان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے جنہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی تنظیم کے رکن ہوتے ہوئے نام نہاد قومی دفاعی کونسل میں اس اسکیم کے تحت جس کا سرکاری اعلانیہ مورخہ ۲۱' جولائی ۱۹۴۱ء میں تذکرہ کیا گیا تھا' تنظیم کے سربراہ کو مطلع کئے اور ان سے کوئی ذکر کئے بغیر اور آل انڈیا مسلم لیگ کے فیصلے کے برخلاف اور اس کی عام حکمت عملی کے علی الرغم شمولیت اختیار کی- وہ واحد سوال جو زیر غور ہے وہ طریقہ کار کا معاملہ ہے-" [اے- پی] (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' یکم اگست ۱۹۴۱ء)

۲۱۹- یوم اقبال کے لئے پیغام

حیدر آباد [دکن] ۱۹' اگست ۱۹۴۱ء

ہر عظیم تحریک کی پشت پر ایک فلسفی ہوتا ہے اور اقبال مسلم ہند کی نشاۃ ثانیہ کے فلسفی تھے انہوں نے اپنے پیچھے اپنے مجموعہ کلام کی شکل میں ایک سیر حاصل اور بے حد بیش قیمت ورثہ چھوڑا اور ایک پیغام نہ صرف مسلمانان ہند کے لئے بلکہ جملہ اقوام عالم کے لئے بھی- اقبال ایک شاعر تھے جنہوں نے مسلم ہند کو ترغیب دی کہ وہ جذبے اور عزم بالجزم کے ساتھ اسلام کی عظمت رفتہ اس کو لوٹا دیں- اور اگرچہ وہ اب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کی یاد مسلم ہند کی ترقی اور نشوونما کے ساتھ تازہ سے تازہ تر ہوتی جائے گی-

لہٰذا ہر مسلمان کو ان کے کلام کو پڑھنا' سمجھنا اور حرزجاں بنانا چاہئے اور ہمیں چاہئے کہ ہم ہند کے طول و عرض میں مسلمانوں کو اقتصادی' تعلیمی' معاشرتی اور سیاسی طور پر منظم کریں اور ان میں ایک جہتی پیدا کریں-"
(قائداعظم پیپرز فائل ۸۷۴ صفحہ ۱۶۹)

۲۲۰- مسٹر ایمرے کے بیان کا جواب

بمبئی' ۲۰' اگست ۱۹۴۱ء

"مسٹر ایمرے کا تازہ ترین بیان جو آج صبح کے اخبارات میں شائع ہوا کہ مسلم لیگ کے وزرائے اعظم کو قومی دفاعی کونسل میں شمولیت کی دعوت بحیثیت وزرائے اعظم کے دی گئی تھی پس اندیشی اور گمراہ کن ہے- میں اس سے اس وقت نمٹنا نہیں چاہتا کیونکہ اس سارے معاملہ پر لیگ کی مجلس عاملہ کو غور کرنا ہے جس کا اجلاس ۲۴' اگست کو ہونے والا ہے-"
[اے- پی] (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۱' اگست ۱۹۴۱ء)

۲۲۱- پنجاب کے وفد سے مذاکرات کے بعد بیان

بمبئی ۲۳' اگست ۱۹۴۱ء

پنجاب اسمبلی کے مسلم اراکین کی جانب سے ایک وفد نے' جس کی قیادت سر محمد شاہنواز آف ممدوٹ کر رہے تھے' مسٹر ایم- اے- جناح سے ان کی قیام گاہ پر ملاقات کی- اراکین وفد نے مسٹر جناح کے ساتھ ان اراکین کے خلاف مجوزہ تادیبی کارروائی کے معاملے پر تفصیلی گفتگو کی جنہوں نے وائسرائے کی توسیع شدہ کونسل اور قومی دفاع کونسل میں شمولیت اختیار کی- وفد راجہ غضنفر علی خاں' سر مہر علی شاہ' اور میر مقبول محمود پارلیمانی سیکرٹری برائے وزیراعظم پر مشتمل تھا-

معلوم ہوا ہے کہ اراکین وفد نے مسٹر جناح کے سامنے اس استدلال کا سہارا لیا کہ تینوں وزرائے اعظم کو ان کے عہدوں کے لحاظ سے قومی دفاع کونسل میں شمولیت کی دعوت دی گئی' مسلم لیگ کے اراکین کے لحاظ سے نہیں۔ وفد کے ساتھ مذاکرات کے بعد مسٹر جناح نے حسب ذیل بیان بغرض اشاعت جاری کیا:

مجھے نواب آف ممدوٹ' راجہ غضنفر علی خاں' سر میر شاہ اور میر مقبول محمود پر مشتمل ایک وفد کو خوش آمدید کہتے ہوئے مسرت ہوئی۔ میں نے ان کے خیالات اور تجاویز کو سنا اور اراکین وفد کو یقین دلایا کہ میں بھی ان پر پوری احتیاط کے ساتھ غور کروں گا اور مجلس عاملہ کے اجلاس میں بھی پیش کروں گا جو اس معاملہ کا تصفیہ کرنے کا واحد مجاز ادارہ ہے۔ [اے۔ پی]

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۴' اگست ۱۹۴۱ء)

۲۲۲۔ پریس کانفرنس میں تقریر

بمبئی' ۲۷' اگست ۱۹۴۱ء

مسٹر ایم اے جناح نے ایک پریس کانفرنس میں ان قرار دادوں میں سے بعض کے مضمرات کی وضاحت کی جو لیگ کی مجلس عاملہ نے منظور کیں۔

جب مسٹر جناح سے دریافت کیا گیا کہ صورت حال کیا ہو گی کہ اگر ان وزرائے اعظم کو جنہوں نے اب قومی دفاع کونسل سے استعفیٰ دے دیے ہیں دوبارہ بلحاظ عہدہ نامزد کر دیا گیا تو انہوں نے کہا کہ لیگ کی مجلس عاملہ کو مسلم لیگ کے ان اراکین کے خلاف شکایات کا لب لباب اور اصل الزام یہ تھا کہ انہوں نے نام نہاد قومی دفاع کونسل میں نامزدگی کو قبول کیا اور وائسرائے کی ایگزی کیٹو کونسل کی تشکیل نو کی اسکیم کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کیا' اس بنیادی اصول پر مبنی تھا کہ اس وابستگی کے ذریعے سے مسلم لیگ کے اس فیصلے کی خلاف ورزی کی جس کا باقاعدہ اعلان کیا جا چکا تھا جس نے ستمبر ۱۹۴۰ء میں وائسرائے کی مسلم لیگ کو انہیں خطوط پر پیش کردہ تجاویز کو مسترد کر دیا تھا۔

خفیہ طریقے سے کیا گیا

"دوسرا نکتہ یہ تھا کہ انہوں نے خفیہ طریقے سے کام کیا۔ نہ اس کا تنظیم کے قائد سے کوئی تذکرہ کیا اور نہ ہی مجلس عاملہ سے کوئی ذکر۔ ان دو وجوہ کی بنا پر لیگ کی مجلس عاملہ' جس نے اس سوال پر غور کیا' کی متفقہ رائے تھی کہ جو ارکان اس اسکیم کے ساتھ وابستہ ہوئے ان کے خلاف کارروائی کی جائے اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ لوگ قومی دفاع کونسل اور ایگزی کیٹو کونسل کی رکنیت

سے مستعفی ہو جائیں۔"

حکومت کے اس فیصلے کے بارے مین کہ ایگزی کیٹو کونسل میں توسیع اور اس کی تشکیل نو کی جائے اور قومی دفاع کونسل قائم کی جائے' اپنے رویے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "اس کی عام طور سے ملک میں مذمت کی گئی اور یہ بدیہی بات تھی کہ مساعی جنگ میں ہاتھ بٹانے کی بجائے جو اس کا اصل مقصد تھا اس نے دوررس تلخی اور مخالفت پیدا کی۔ اسی طرح اب کہ جب ہم ہند کے مستقبل کے دستور پر غور کرنے میں مصروف نہیں ہیں مسٹر ایمرے کی مسلمانوں کی تجویز تقسیم ہند کے بارے میں غیر ذمہ دارانہ اور غیر متعلقہ باتوں نے مسلمانوں کے ذہنوں میں سنگین قسم کے خدشات کو جنم دیا ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کس طرح ایک ذمہ دار وزیر کو اس امر کی اجازت دی گئی کہ وہ ہند کے دستور کے مستقبل کے مسئلہ کے تعلق میں تجاویز کے بارے میں پہلے سے ہی اپنا فیصلہ صادر کر دیں اور جو ہند کے عوام الناس سے کئے گئے عہد کے ضمن میں ۸' اگست ۱۹۴۰ء کے اعلانئے اور خود مسٹر ایمرے کے اپنے اعلانات مورخہ ۱۴' اگست اور ۲۷' اپریل ۱۹۴۱ء کے صریحاً" خلاف ہوں۔" [اے۔ پی]

(دی سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۸' اگست ۱۹۴۱ء)

۲۲۳۔ دفاعی کونسل کے مسئلے پر بیان
ڈیفنس کونسل کا مسئلہ گورنر بمبئی کے ساتھ مراسلت

۲۷ اگست ۱۹۴۱ء

مسٹر جناح نے حسب ذیل بیان اخبارات کو جاری کیا:

مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم لیگ کے حالیہ فیصلے اور سر سکندر حیات خاں کا بیان جو انہوں نے نیشنل ڈیفنس کونسل سے مستعفی ہونے کے بعد جاری کیا' کے سلسلے میں اگست ۱۹۴۱ء کے شملہ سے جاری ہونے والا اعلانیہ' جو اغلباً" لارڈ لنلتھ گو کی جانب سے جاری کیا گیا' ایک طویل اور لفظی بحث ہے' دیگر نکات کے بارے میں ماسوا اس حقیقی اور اہم نکتے کے جو سر سکندر حیات خاں کے استعفے کا سبب بنا۔ یعنی ہز ایکسی لینسی وائسرائے کے پیغام کے متن کے مطابق سر سکندر حیات خان کو عظیم مسلم فرقے کے نمائندے کی حیثیت سے مقرر کیا گیا۔ مجھے یہ پیغام گورنر بمبئی کی وساطت سے ۲۱ جولائی کی صبح کو موصول ہوا اور میں نے اس کا جواب اسی روز دے دیا۔ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ اس سارے اعلانئے میں اس کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔

سر سکندر حیات خان کا بیان حسب ذیل ہے:

"تاہم مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ گذشتہ ۲۰ جولائی کو مسٹر جناح کے نام گورنر بمبئی کے ایک مراسلے میں جس کے ذریعے ہز ایکسی لینسی وائسرائے کا ایک پیغام ارسال کیا گیا تھا مسلمان وزرائے اعظم کی کونسل میں تقرری کی بنیاد کو ایک مختلف ہی شکل دے دی گئی۔ اس میں کہا گیا کہ ہمیں ڈیفنس کونسل میں عظیم مسلم فرقے کے نمائندوں کی حیثیت سے مقرر کیا جا رہا ہے..... اپنے صوبے اور مسلم لیگ کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے میں اس کونسل میں خدمت سرانجام نہیں دے سکتا۔"

سر سکندر کے ساتھ فریب

سر سکندر حیات خاں کے بقول وائسرائے نے ان کے ساتھ فریب کیا۔ اس نکتے کا بھی پورے اعلانئے میں کوئی جواب نہیں ہے اگر وہ سر سکندر حیات خان سے یہ کہتے کہ وہ اپنی ذاتی حیثیت میں کونسل میں شریک ہو جائیں۔ یہ امکان بالکل بدیہی تھا کہ وہ انکار کر دیتے یا مسلم لیگ کے قائد اور اس کی مجلس عاملہ سے مشورہ کرنے کے لئے مہلت طلب کرتے۔

ظاہر ہے کہ اس انداز سے تجویز پیش کرنا وائسرائے کے مفاد میں نہیں تھا' اور وہ مکمل راز رکھنے کے حلف کے تحت تھے۔

یہ سمجھنا قدرے دشوار بات ہے کہ اس اعلانئے میں مجلس عاملہ کو کیوں گھسیٹا گیا ہے۔ مجلس عاملہ کا موقف تو اس کی قرارداد میں بالکل واضح کر دیا گیا تھا کہ متعلقہ اصحاب نے واضح طور پر خود کو لیگ کے قائد یا اس کی مجلس عاملہ سے مشورہ کئے بغیر اس اسکیم میں ملوث کر لیا ہے اور اس طرح لیگ کے غیر مبہم فیصلے اور ہدایت کی خلاف ورزی کا ارتکاب کیا ہے۔ لہٰذا مجلس عاملہ کا فیصلہ یہ تھا کہ انہیں نیشنل ڈیفنس کونسل سے مستعفی ہو جانا چاہئے۔ یہ غیر اہم بات ہے کہ انہوں نے دعوت اپنی سرکاری حیثیت میں قبول کی یا کسی اور وجہ سے۔

حکومت الجھن پیدا کر رہی ہے

اس بہانہ سازی کے مختلف مراحل میں کہ ان اصحاب کو ان کی وزرائے اعظم کی سرکاری حیثیت میں مقرر کیا گیا تھا اور ان میں سب سے آخر میں وزیر ہند کا بیان آتا ہے جو انہوں نے بہت زحمت اٹھا کر ۱۹ اگست ۱۹۴۱ء کو دیا۔ ان کا مقصد صرف مسلمانوں میں اور مجلس عاملہ کی کارروائی میں الجھن پیدا کرنا ہے جسے یہ فیصلہ کرنے کے لئے طلب کیا گیا تھا کہ اس معاملہ میں کیا کارروائی کی جائے۔

وائسرائے کے ساتھ مذاکرات

آخر میں اس اعلانئے میں ہز ایکسی لینسی کی اس گفتگو کا حوالہ ہے جو انہوں نے ۱۶ اگست

۱۹۴۱ء کو میرے ساتھ کی- یہ درست ہے کہ انہوں نے مجھے اس امر کی اطلاع دی تھی کہ ان صاحبوں کو ان کی سرکاری حیثیت کی وجہ سے دعوت دی گئی تھی لیکن میرے ساتھ انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ وہ یہ بھی کہتے کہ میں نے کیا جواب دیا تھا- یہاں میں اس کا ماحصل بیان کر دیتا ہوں- میں نے کہا تھا :

"اصل مسئلہ کے تعلق میں یہ بالکل غیر اہم بات ہے' تاہم میں یہ بات پہلی بار آپ سے سن رہا ہوں کہ انہیں اپنی سرکاری حیثیت میں دعوت دی گئی تھی- آپ نے اپنے پیغام کے میرے جواب میں بھی جو آپ کو ۲۱ یا ۲۲ تاریخ کو موصول ہو گیا ہو گا آپ نے آج تک یہ بات نہیں کہی کہ ان کا تقرر ان کی سرکاری حیثیت کی وجہ سے عمل میں آیا تھا- میں نے انہیں یہ بتایا کہ یہ بات اس پیغام کے سراسر خلاف ہے جو انہوں نے ازراہ عنایت گورنر بمبئی کی وساطت سے ارسال فرمایا تھا- پیغام کے متن نے شک و شبہ کا شائبہ بھی نہیں چھوڑا کہ انہیں ناگزیر طور پر عظیم مسلم فرقے کے نمائندوں کی حیثیت سے مقرر کیا گیا ہے- چونکہ وہ مسلمان تھے- اعلیٰ ترین امتیاز اور حیثیت کے حامل تھے- میں نے ان سے کہا کہ وہ اس پیغام کی نقل منگوالیں جو انہوں نے مجھے بھیجا تھا اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کی تصدیق کر لیں- اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ وہ اسے دیکھ لیں گے-

گورنر کا مراسلہ

میں سمجھتا ہوں کہ جملہ فریقوں کے ساتھ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ میں ان کے پیغام کا پورا متن اور اپنا جواب اخبارات کے حوالے کر دوں :

گورنمنٹ ہاؤس'

گنیش کھنڈ ۲۰ جولائی ۱۹۴۱ء . (خفیہ)

ہز ایکسی لینسی وائسرائے نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ کو درج ذیل امور کے بارے میں ان کے عزائم سے آگاہ کر دوں- مجھے امید تھی کہ میں ان کی خواہش کے مطابق یہ پیغام ذاتی طور پر آپ کو پہنچانے کے لئے آپ سے ملاقات کرتا لیکن بدقسمتی سے اب جب' کہ میں یہ پیغام پہنچانے کے لئے تیار ہوں خود کیلیتا" صحت مند نہیں ہوں- لہٰذا میں اس پیغام کی ترسیل کے لئے یہ خط لکھ رہا ہوں جسے میں قاصد کے ہاتھ بمبئی بھیج رہا ہوں-

سعی جنگ اور جنگ کو چلانے میں غیر سرکاری رائے عامہ کے اشتراک کے تعلق میں پوری صورت حال مسلسل وائسرائے کے ذہن میں جاگزیں رہی ہے- تاہم وہ رکاوٹیں جو گذشتہ اگست کی

مکمل پیشکش کی بنیاد پر کسی سمجھوتے کی راہ میں گذشتہ موسم خزاں کے دوران مذاکرات میں ابھر کر سامنے آئی تھیں ابھی تک برقرار ہیں۔ انہیں اس بات کا بہت دکھ ہے۔ گذشتہ چند ماہ (کے واقعات) اور دارالعوام میں ۲۲ اپریل کو وزیر ہند کے بیان پر رد عمل سے یہ بالکل واضح ہو گیا ہے۔ ان حالات میں، یہ بھی بالکل عیاں ہے، کہ وہ پیشکش اگست میں مندرج تجاویز کے بارے میں اپنی دلی خواہش کے مطابق بڑی سیاسی جماعتوں کی حمایت کی توقع نہیں کر سکتے۔ با ایں ہمہ جنگ کو چلانے کے ضمن میں مرکزی حکومت پر کام کا بار بہت بڑھ گیا ہے اور انتظامی اعتبار سے یہ لازمی ہو گیا ہے کہ اگست کی پیش کش کی شرائط کے تحت وائسرائے کی کونسل کے اراکین کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ وائسرائے اس باب میں فکر مند ہیں کہ آپ کو آگاہ کر دیا جائے کہ وہ ملک معظم کی حکومت کی منظوری سے پانچ نئے قلمدان قائم کر رہے ہیں۔ یہ نئے قلمدان اور جن صاحبوں نے انہیں قبول کر لیا ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

رسد : سر ہومی موڈی، اطلاعات : سر اکبر حیدری، شہری دفاع : مسٹر راگھویندر راؤ، سمندر پار ہندی : مسٹر اینے، محنت : سر فیروز خاں نون۔

وائسرائے کی خواہش ہے کہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ سر ظفر اللہ خان کے وفاقی عدالت میں جانے سے اور سر گرجا شنکر باجپائے کے سمندر پار منصب قبول کرنے پر قانون اور تعلیم کے شعبوں میں جو آسامیاں خالی ہوں گی انہیں سر سلطان احمد اور مسٹر سرکار کی تقرریوں کے ذریعہ پر کر لیا جائے گا۔

مزید برآں وائسرائے یہ محسوس نہیں کرتے کہ جنگ جاری رکھنے کے تعلق میں غیر سرکاری ہندی رائے عامہ کے سرگرم اشتراک میں مزید تاخیر سودمند ہو گی۔ چنانچہ وہ ملک معظم کی حکومت کی منظوری سے ایک نیشنل ڈیفنس کونسل قائم کر رہے ہیں۔ نیشنل ڈیفنس کونسل کم و بیش ۳۰ ارکان پر مشتمل ہو گی۔ جن میں نو ہندی ریاستوں سے لئے جائیں گے۔ وائسرائے یہ بات لازمی سمجھتے ہیں کہ کونسل میں عظیم مسلم فرقے کی نیابت اعلیٰ ترین امتیازی حیثیت اور اہلیت کے حامل افراد کریں۔ چنانچہ انہوں نے آسام، بنگال، پنجاب اور سندھ کے وزرائے اعلیٰ کو اراکین کی حیثیت سے شمولیت کی دعوت دی ہے۔ انہوں نے چند اور ممتاز مسلمانوں مثلاً سر محمد عثمان کو بھی شرکت کی دعوت دی ہے۔ انہوں نے اس بات پر بھی غور کیا کہ آپ کو کونسل کی رکنیت کے بارے میں مشورے دینے کی دعوت دی جائے لیکن آپ کے عام رویے سے باخبر ہونے کی بنا پر یہ طے کیا کہ آپ کو مشورہ کی دعوت دے کر ہراساں کرنے سے یہ بہتر ہو گا کہ آپ کو مشورہ دینے کی دعوت نہ ہی دی جائے۔

ارادہ یہ ہے کہ ان تبدیلیوں کا اعلان ۲۲ جولائی کی صبح کو کر دیا جائے اور وائسرائے فکر مند ہیں کہ جو کچھ تجویز کیا جا رہا ہے اس کے بارے میں آپ کو پیشگی اطلاع میرے توسل سے مل جائے۔ میں اس بات کو بہت ترجیح دیتا کہ میں خود اس پیغام کو بالمشافہ آپ تک پہنچا دیتا' تاہم اس خط میں اس کا ماحصل موجود ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ اپنی حالیہ علالت سے مکمل طور پر صحت یاب ہو گئے ہوں گے۔

مسٹر جناح کا جواب

مالا بار ہل

بمبئی ۲۱ جولائی ۱۹۴۱ء

مجھے آپ کا مکتوب مرقومہ ۲۰ جولائی ۱۹۴۱ء موصول ہو گیا جس میں ہز ایکسی لینسی وائسرائے کا پیغام مندرج ہے۔ انہوں نے ملک معظم کی حکومت کی منظوری سے جو فیصلہ کیا ہے' اس پر مجھے گہرا دکھ ہوا۔ میں اس بات کو سراہتا ہوں جب وہ یہ کہتے ہیں کہ نہ صرف میرا بلکہ آل انڈیا مسلم لیگ کا عام رویہ جانتے ہوئے مجھے مشورہ دینے کی دعوت دے کر ہراساں نہیں کیا۔ مزید برآں میں وائسرائے کی کونسل میں توسیع کی اسکیم کے تحت اور اب جو نیشنل ڈیفنس کونسل کہی جا رہی ہے اس کے سلسلے میں مسلم وزرائے اعلیٰ یا کسی اور مسلم لیگی کو ان کی دعوت کی منظوری نہیں دے سکتا کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ اس سے مسلم لیگ تنظیم ہراساں ہو گی۔ اور مجھے امید اور بھروسہ ہے کہ ہز ایکسی لینسی ایسی ناگہانی صورت حال پیدا کرنے سے احتراز کریں گے۔ مزید برآں مسلم لیگ نے جو رویہ اختیار کیا اسے پوری طرح جاننے کے باوجود ہز ایکسی لینسی کا آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر اور مجلس عاملہ سے بالا بالا ان اصحاب سے رجوع کرنے کو بمشکل ہی جائز یا مناسب کہا جا سکے گا۔

ان کے پیغام میں کہا گیا ہے کہ وائسرائے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ عظیم مسلم فرقے کی نیابت اعلیٰ ترین امتیازی حیثیت اور اہلیت کے حامل افراد کریں۔ کیا یہ کسی فرد واحد کے لئے قابل فخریات ہو گی جو ممتاز اور اہل ہو اور کسی تنظیم سے وابستہ ہو' ایسی دعوت قبول کر لے' جو اس تنظیم کے موقف کے خلاف ہو؟ اور کیا یہ بات حکومت کے بلئے سزاوار ہو گی کہ وہ اسے ترغیب دینے میں کامیاب ہو گئی اور اس طرح تنظیم میں رخنہ ڈال دیا اس امید میں کہ وہ ہز ایکسی لینسی کی دعوت قبول کر کے اس جماعت کی وفاداری کو خیرباد کہہ دے گا جس سے وہ وابستہ ہے؟ میں اس بات پر قائم ہوں کہ عظیم مسلم فرقے کی با اختیار نمائندہ تنظیم صرف اور صرف آل انڈیا مسلم لیگ ہے۔ اس کے برعکس طریقہ کار اختیار کرنے سے حالات میں کوئی بہتری نہیں ہو گی بلکہ اس کے

برخلاف مسلم لیگ میں وہ تلخی پیدا ہو جائے گی جو خوش قسمتی سے اس وقت موجود نہیں ہے۔ تاہم ہم نے اس حکمت عملی کو پُرزور طریقے سے نامنظور کر دیا ہے' جس پر ملک معظم کی حکومت اور وائسرائے کاربند ہیں۔

خط ختم کرنے سے پہلے' مجھے یہ جان کر بہت دکھ ہوا کہ آپ کچھ علیل تھے اور مجھے امید ہے کہ آپ بہت جلد صحت یاب ہو جائیں گے۔ آپ نے جو ازراہ عنایت میری عیادت کی اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ اب میں بہت بہتر ہوں۔

مکتوب از سر راجر لملے بنام مسٹر ایم۔ اے۔ جناح

گورنمنٹ ہاؤس

گنیش کھنڈ ۲۱ جولائی ۱۹۴۱ء

آپ کے مکتوب مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۴۱ء کا شکریہ۔ اس کے مندرجات میں نے وائسرائے کی خدمت میں ارسال کر دیئے ہیں۔

مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ آپ صحت یاب ہو گئے ہیں۔ آپ کی عیادت کا شکریہ۔ میں بہت بہتر ہوں۔ (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ' ۲۸ اگست ۱۹۴۱ء)

۲۲۴۔ عید کا پیغام مسلم ہند کے نام

بمبئی۔ ۱۹' اکتوبر ۱۹۴۱ء

میں مسلمانوں کو پرمسرت عید سعید مبارک کہتا ہوں۔ ماہ رمضان' روزہ داری' عبادت اور اللہ تبارک تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا مہینہ ہے۔ اسی ماہ میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ بنیادی طور پر یہ مسلمانوں پر ایک روحانی نظم قائم کرتا ہے۔ لیکن اس فریضہ کی ادائیگی کے جلو میں جو اخلاقی نظم و ضبط اور اس کے جو معاشرتی اور جسمانی فوائد آتے ہیں' وہ بھی کچھ کم اہم نہیں۔

یہ آپ کو بتاتا ہے کہ بھوک کے کیا معنی ہیں۔ یہ آپ کو سبق دیتا ہے کہ آپ کو تکلیف اٹھانے کے لئے تیار رہنا چاہئے اور ادائیگی فرض کے تعلق میں کڑی آزمائش سے گزر جانا ہے۔ یہ سبق پورے مہینے روز بروز دہرایا جاتا ہے۔ اور اس ورزش سے زندگی کے اخلاقی' ذہنی اور روحانی شعبوں میں کچھ کم تر درجے کی ترقی نہیں ہوتی۔ یہ آپ کو یہ محسوس کرنے کی اہلیت بخشتا ہے کہ آپ خوراک یا بھوک کے غلام نہیں ہیں بلکہ آپ کو اس کا آقا ہونا چاہئے۔

اس کی جسمانی قدروقیمت کو بھی کچھ کمتر نہیں گردانا جا سکتا۔ کیونکہ پورے مہینے تک جسد انسانی کے نظام ہضم کو جو آرام دیا جاتا ہے وہ اسے اسی طرح اضافی صحت اور توانائی عطا کرتا ہے

جس طرح خالی زمین کو آرام کے ذریعہ زیادہ پیداواری صلاحیت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ ایک سائنسی حقیقت ہے کہ جسم کے تمام اعضاء کی اس طرح سے تخلیق کی گئی ہے کہ آرام سے ان کی کام کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے اور نظام ہضم کی جس قدر بہتر صلاحیت کار ہو گی' اتنا ہی انسان کی جسمانی نشوونما بہتر ہو گی۔

قومی فریضہ

اس کی معاشرتی قدروقیمت کو بھی کچھ کم تر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسلام اشیاء کے معاشرتی پہلو پر بہت زور دیتا ہے۔ ہر روز امیر اور غریب' بڑا اور چھوٹا' ایک علاقے کے باسی' دن میں پانچ بار بنی نوع انسان کی مکمل مساوات کے مظہر کے طور پر مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور اس طرح عبادت کے ذریعے صحت مند معاشرتی رشتے کی اساس استوار کرتے ہیں۔ پھر اختتام رمضان پر نیا چاند نمودار ہوتا ہے' ہلال' جو نوید سناتا ہے عید کے دن عوامی اجتماع کی' اس طرح اخوت کی مکمل مساوات تمام مسلم دنیا پر اثرانداز ہوتی ہے۔

آپ لوگ رمضان المبارک کے پورے مہینے کے نظام اور اس کے نظم و ضبط سے گزر چکے ہیں اور اب عیدالفطر کی آمد آمد ہے جس کے معنی ہیں پیہم مسرتیں۔ یہ ایک یوم مسرت ہے جو ادائیگی فرض کے جلو میں آتا ہے یہ ذہن نشین کرانے کے اور یہ بتانے کے لئے کہ حقیقی مسرت کامیابی کے ساتھ ادائیگی فرض میں مضمر ہے۔

مسرت کے اس لمحے میں ساری دنیا میں زبردست' اجتماعات آپ کا ساتھ دیں گے اور قادر مطلق کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہ اس نے آپ کو ادائیگی فرض کی توفیق ارزانی فرمائی اور آپ کو اس ایثار کی طاقت عطا فرمائی جو حق تعالیٰ نے ہم سے طلب فرمایا ہے' ہمیں ایک اور فریضے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے جو کچھ کم اہم نہیں اور اس عظیم دن یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم اس فرض کو ادا کریں گے جو ہماری قوم کی طرف سے ہم پر عائد ہوتا ہے۔ یعنی اس ملک میں اس کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنا۔ آیئے ہم بارگاہ رب العزت میں دعا کریں کہ وہ ہمیں طاقت عطا فرمائے کہ ہم خود کو اس عہد کا اہل ثابت کر سکیں اور اسے پورا کر سکیں۔

لیکن دریں اثناء کہ ہم اپنی آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہیں ہمیں اپنے ان بھائیوں کو فراموش نہیں کرنا چاہئے جو دنیا کے دیگر حصوں میں اسی طرح کے کام کر رہے ہیں۔ آیئے ہم ان کی کامیابی کے لئے بھی دعا کریں۔

مجھے اعتماد ہے کہ اس وقت آپ سب اپنے اس عہد کی تجدید کریں گے کہ جو کچھ ہمارے بس میں ہو گا کریں گے' وقت اور پیسہ کی شکل میں ہر عطیہ پیش کرنے کی غرض اور مسلم ہند کو

حقیقی معنی میں ایک عظیم قوم بنانے کی خاطر اس کے استحکام اور اس کی توانائیوں کو مجتمع کرنے کے لئے ہر ممکن قربانی پیش کرنے کے لئے بالخصوص قومی اور انفرادی زندگی کے جملہ شعبوں تعلیمی اقتصادی اور معاشرتی بہبود کی تعمیر کر کے اور اس طرح آپ اپنی سیاسی منزل یعنی حصول پاکستان کی جانب رواں دواں رہنے میں اعانت کریں گے۔

(ڈی ڈان۔ ۲۶' اکتوبر ۱۹۴۱ء)

۲۲۵۔ مستقبل قریب کی جدوجہد میں نوجوانوں کی ذمہ داری
مسلم یونیورسٹی یونین علی گڑھ سے خطاب
۲ نومبر ۱۹۴۱ء

کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مسٹر جناح خطاب کے لئے کھڑے ہوئے تو انہیں ہاروں سے لاد دیا گیا اور پرزور تالیوں سے ان کا استقبال کیا گیا۔ انہوں نے زبردست اعزاز' شفقت اور محبت کے اظہار پر یونیورسٹی کے طلباء اور علی گڑھ کے مسلم عوام کا گرم جوشی کے ساتھ شکریہ ادا کیا۔ "اس سے میری بڑی حوصلہ افزائی ہوئی ہے کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ وہ لوگ نہ صرف میری ذاتی طور پر عزت افزائی کر رہے تھے بلکہ آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کی توثیق کر رہے تھے (مرحبا۔ مرحبا) انہوں نے امید ظاہر کی کہ اس سے دنیا کی آنکھیں کھل جائیں گی (اور وہ جان لیں گے) کہ مسلم لیگ کے پیچھے کون سی طاقت ہے۔"

گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "ہم امکان بھر کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کے صحیح جذبات کی عکاسی کر دی جائے تاکہ ساری دنیا کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا موقف کیا ہے؟

میں اس برس کے دوران دوسری بار علی گڑھ آیا ہوں۔ میں اپنی گذشتہ آمد سے اب تک کی کہانی جس قدر ممکن ہو سکا مختصرا آپ کو سناؤں گا۔ میں وہ گھسے پٹے جملے نہیں دہراؤں گا جیسے "آج کے نوجوان کل رہنما ہوں گے" لیکن ایک عملی انسان کی حیثیت سے یہ کہوں گا کہ آپ پر عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ نوجوانوں کو مستقبل قریب میں جدوجہد کا بار اٹھانا پڑے گا۔

پہلی اور اہم ترین بات یہ ہے کہ دستوری تبدیلیوں کے تعلق میں ہمارا موقف کیا ہے۔ آپ کو علم ہے کہ میرے اور وائسرائے کے مابین گفت و شنید اور ملاقاتیں طویل عرصے تک چلتی رہی ہیں۔ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ' کونسل اور کھلے اجلاسوں میں اس تعلق میں بہت سی قراردادیں منظور کی گئیں۔ مختصرا ہمارا موقف یہ رہا ہے کہ جس قدر جلد حالات اجازت دیں یا اختتام جنگ

کے فوراً بعد سارے دستوری مسئلہ کا ازسرنو جائزہ لیا جائے۔ ۸ اگست ۱۹۴۰ء کے اعلان نے دستوری معاملے کو دوبارہ غوروخوض کے لئے کھول کر رکھ دیا ہے' اس اعلان اور وزیر ہند کی جانب سے اس کی وضاحت سے یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ برطانوی حکومت کوئی دستور مسلط نہیں کرے گی اور نہ ہی اس ملک کی بڑی سیاسی جماعتوں کے ساتھ سمجھوتے کے بغیر کوئی دستور منظور کیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا نقطۂ نظر اس حد تک تو قبول کر لیا گیا کہ کوئی دستور اس وقت تک ہم پر نافذ نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اسے ہماری منظوری حاصل نہ ہو۔

دوسرے نکتے کا تعلق جنگ کے بارے میں ہمارے رویئے سے ہے۔ اس باب میں تو کوئی شک و شبہ ہے ہی نہیں کہ ہمیں بھی حقیقی خطرہ درپیش ہے۔ عملی انسانوں کی طرح مسلم لیگ نے یہ خیال کیا کہ مساعی جنگ کو تیز تر ہونا چاہئے اور ہمیں ملک کے دفاع میں حصہ اور اختیار ملنا چاہئے۔ اگست ۱۹۴۰ء کے اعلان کے مطابق بڑی سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کی اس اسکیم کے ساتھ حکومت میں شرکت اور اختیار سمیت وابستگی ہونی چاہئے تھی' لیکن جب اس اصول کو جامہ عمل پہنانے کا وقت آیا تو اصل مقصد اوجھل ہو گیا۔ مذاکرات کے دوران وائسرائے نے کہا کہ "میں آپ کو یہ نہیں بتا سکتا کہ میرے کابینہ کے اراکین کی کل تعداد کتنی ہو گی؟ میں آپ کو یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ کون کون سے قلمدان اراکین کے سپرد کئے جائیں گے؟ میں آپ کو یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ دیگر جماعتیں کون سی ہیں جو کابینہ میں شمولیت اختیار کریں گی؟ درحقیقت میں آپ کو کچھ بھی نہیں بتا سکتا! میں آپ کو دو نشستیں دے سکتا ہوں' اور بس۔" کسی شخص میں شمہ برابر بھی شے لطیف ہو تو اسے یہ پتہ چل جائے گا کہ وہ ہمارے تعاون کی پیشکش کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دے رہے اور کوئی خوددار جماعت ان کی پیشکش کو قبول نہیں کر سکتی۔ فرض کیجئے' کانگرس شامل ہو رہی ہے' تو مسلم لیگ اور ہمارے دو نمائندوں کی کیا حیثیت ہو گی؟ اس سوال کا پھر وہی جواب تھا : "میں آپ کو نہیں بتا سکتا۔" کیا ہم صرف اس لئے ہیں کہ ہمارا استحصال کیا جائے؟ کیا ہم ان دو نشستوں کو گرم رکھنے کے لئے ہیں؟ یاد رہے کہ ابھی کانگرس نے اپنی ستیہ گرہ کا آغاز نہیں کیا تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کیا رویہ اختیار کریں گے؟ اگر حکومت کانگرس کو کچھ شرائط پیش کرنے پر آمادہ ہو گئی تو کیا ہو گا؟ ان حالات میں اس پیشکش کو قبول کرنا ممکن نہ تھا۔ اگر کانگرس شامل نہیں ہوتی تو خارجی دفاع اور داخلی امن و امان کی تمام تر ذمہ داری کا بار صرف مسلمانوں پر آن پڑے گا۔ اندھے کے سوا ہر شخص یہ دیکھ سکتا ہے کہ اگر کانگرس باہر رہتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہندوؤں کی ایک ٹھوس تعداد باہر رہتی ہے' اور تمام بوجھ نو کروڑ مسلمانوں پر آن پڑتا ہے۔ یہ جنگ کا ایک ٹھیکہ ہو گا' صرف نوکریوں کا سوال نہیں۔ اگر

کانگرس نے راست اقدام شروع کر دیا تو جو دوسری جماعت رہ جائے گی وہ مسلم لیگ ہو گی۔ پھر کیا میں یہ کہنے میں حق بجانب نہیں ہوں کہ ایسی صورت میں تو تشکیل شدہ کابینہ میں میری اکثریت ہونی چاہئے۔ میں یہ بات علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں چاہتا ہوں کہ ہندو کانگرس بھی شامل ہو اور اپنے گھربار کے تحفظ کے لئے ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اگر میں خطرے کا سامنا کرنے میں حصہ لینے کا معاہدہ کر رہا ہوں اور اپنا خون اور پیسہ دیتا ہوں اور کانگرس بھی شامل ہو جاتی ہے تب ہندوؤں اور مسلمانوں کی تعداد مساوی ہونی چاہئے اور یہ صرف تعداد میں برابری کی بات نہیں تھی بلکہ مرکز اور صوبوں میں موجودہ دستوری ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے حکومت کے اختیارات اور ذمہ داری میں حقیقی حصہ لینے کا سوال تھا' تاکہ جنگ کو کامیابی کے ساتھ چلایا جا سکے اور ملک کا دفاع کیا جا سکے۔ ذمہ دار حلقوں میں بھی یہاں تک کہا گیا کہ اس کے معنی ہوں گے دو قومی نظریہ تسلیم کر لیا گیا۔۔۔ یہ ناقابل فہم بات ہے۔ اس میں دو قومی نظریہ کہاں سے در آیا۔ موجودہ دستوری ڈھانچے میں ایگزیکٹو کونسل کی تشکیل تو ایسی ہی ہے جیسے ہنگامی قومی کابینہ ترتیب دی جائے۔ اس کی اساس سروں کی گنتی پر استوار نہیں ہو گی' بلکہ اس پر کہ سروں میں ہے کیا! آپ برطانوی کابینہ پر نظر ڈالیں اس میں لیبر اراکین کی تعداد پارلیمان میں ان کی تعداد کے تناسب سے کہیں زیادہ ہے۔ ایک اور قومی بحران کے موقع پر مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کی کابینہ میں لیبر پارٹی کے صرف تین وزیر تھے۔ لیکن پھر بھی وہ کہتے ہیں مسٹر جناح (اپنے حصہ کا) ایک پونڈ گوشت حاصل کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ ہم پروپیگنڈے کی کمی اور پیسے کی قلت کا خمیازہ بھگت رہے ہیں' لیکن ہماری غلط تصویر کشی کرنے سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

پس خواتین و حضرات! برطانوی حکومت سال بھر کے لئے نیند کی وادی میں چلی گئی۔ پھر وہ اچانک بیدار ہو گئے۔ ۲۲ جولائی ۱۹۴۱ء کو انہوں نے ایگزیکٹو کونسل میں توسیع اور نام نہاد نیشنل ڈیفنس کونسل کی تشکیل کے بارے میں اپنے فیصلے کا اعلان کر دیا۔ حکومت نے ہماری انتہائی مخالفت اور ہمارے فیصلے کے سراسر خلاف اس اسکیم کو ہم پر مسلط کر دیا۔ انہوں نے چال چلی اور ہمارے کچھ اراکین کو اس اسکیم میں ملوث کر کے ہم سے الگ کر دیا۔ ان میں سے تین وزرائے اعظم تھے جن میں سے دو مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ آپ کو معلوم ہے کہ کیا ہوا؟ مجھے مسرت ہے اور ہمارے لئے وجہ افتخار بھی کہ برطانوی حکومت کو سبق سکھا دیا گیا۔ شر میں سے خیر برآمد ہو جاتا ہے۔ مسلم ہند نے ایک سرے سے دوسرے تک مظاہرہ کیا کہ وہ نہایت مضبوطی کے ساتھ مسلم لیگ کی حمایت کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ ہمارے مخالفین یہ جان لیں گے کہ ہماری صفوں میں انتشار پیدا کرنا سعی لاحاصل ہے۔ یہ باب اب تمام ہوا۔

دوسری بات ہے، مجلس قانون ساز کے اندر ہمارے رویئے سے متعلق۔ مرکزی حکومت کی تشکیل تو اس ضمن میں مسلم لیگ کے موقف کو نظرانداز کرتے ہوئے مسلم ہند پر مسلط کر دی گئی ہے۔ چنانچہ مسلم لیگ پارٹی نے مرکزی مجلس قانون ساز سے مراجعت اختیار کر لی۔ یہ ایک ایسی پارٹی کے لئے جس کا تعلق حزب اختلاف سے ہو بالکل جائز آئینی طریق کار ہے۔

آپ دریافت کریں گے، اب کیا ہو گا؟ آیئے اب ہم اس ملک کے دیگر مسائل پر غور کریں۔ مسلم ممالک کے ضمن میں برطانوی حکمت عملی کی وجہ سے نہایت سنگین صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ اس نے شکوک و شبہات کو جنم دے دیا ہے۔ آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے گذشتہ اجلاس کی روئیداد یقیناً پڑھی ہو گی۔ اس باب میں کوئی شک نہیں کہ اگر برطانوی حکومت مسلم ممالک کے بارے میں اپنے عزائم کی وضاحت نہیں کرتی اور اس امر کا اعلان نہیں کرتی کہ ان کی خودمختاری اور آزادی کے بارے میں ان کی نیت خراب نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ مسلم ہند کو مزید قابو میں رکھنا بہت دشوار ہو جائے گا۔

آپ نے ہندو رہنماؤں کے بیانات اور ذمہ دار ہندو اخبارات کے اداریئے بھی پڑھے ہوں گے۔ وہ بہت شرارت آمیز اور خطرناک قسم کے دلائل دے رہے ہیں۔ لیکن یقیناً وہ الٹ کر انہیں کے سر پر آن پڑیں گے۔ پاکستان کے مخالفین برطانوی حکومت سے کہتے ہیں کہ اگر پاکستان بن گیا تو آسام میں ایک سرگوشی کی بازگشت انقرہ اور استنبول میں سنائی دے گی، اور یہ کہ پاکستان ہندوؤں کے مقابلے میں انگریزوں کے لئے زیادہ بڑا خطرہ ہو گا۔ لہٰذا وہ برطانوی حکومت سے کہتے ہیں کہ : "پہلی ضرورت یہ ہے کہ آپ مسلم ممالک میں انتشار پھیلا دیجئے۔ اگر آپ وہاں انتشار پھیلا دیں گے تو پاکستان بہت گہرائی میں دفن ہو جائے گا اور آپ اور ہم ہند پر حکمرانی کریں گے۔ یہ بہت ہی احمقانہ تجویز ہے۔ کیا وہ یہ محسوس نہیں کرتے کہ مسلمان ملکوں میں انتشار کے معنی ہیں اقوام ہند کی دائمی غلامی!

ہم سے کہا جاتا ہے کہ اعلان اگست ۱۹۴۰ء مسلم لیگ کو ویٹو کا اختیار تفویض کرتا ہے۔ وہ اس کی طوطے کی طرح رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایک ایسے دستور پر عملدرآمد ہو سکتا ہے اگر نو کروڑ مسلمان اس کے مخالف ہوں؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ برطانوی حکومت بڑی احمق ہو گی جو ایک ایسا دستور مسلط کر دے گی، جو صرف ہندوؤں کے ساتھ مشورے سے وضع کیا گیا ہو۔ آخرکار دستور کون نافذ کرے گا؟ اس کے پیچھے کون سی قوت کارفرما ہو گی؟ اس پر کس طرح عملدرآمد ہو گا؟ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کافی اختیارات منتقل کئے جائیں گے، جس کا مطلب ہے برطانوی اختیارات کی مراجعت۔ پھر پیچھے کون رہ جائے گا؟ طاقت خودبخود ہندوؤں کے

ہاتھوں میں منتقل ہو جائے گی۔ تاہم برطانوی حکومت نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسلم ہند ایک آئینی عنصر ہے اور اس ملک کی قومی زندگی میں اہم جزو کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر آپ کس طرح مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر ایک دستور دے سکتے ہیں۔

موجودہ صورت حال کے بارے میں مسٹر گاندھی نے کہا تھا: "اس مرحلے پر فرقہ وارانہ اتحاد کی عدم موجودگی میں عوامی کارروائی کے معنی ہیں خانہ جنگی کو دعوت دینا۔ اگر خانہ جنگی ہی ہمارا مقدر ہے تو یہ ہو کر رہے گی۔ لیکن اگر میں کانگرس کے ذہن کو سمجھتا ہوں تو یہ کانگرس کی خواہش اور دعوت پر کبھی نہیں ہو گی۔" میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر گاندھی کی اس یقین دہانی پر مسلم ہند ایک گونہ اطمینان کا سانس لے گا! (قہقہہ) لیکن خانہ جنگی کی بات ہی کیوں کرتے ہو؟ عملی انسانوں کی طرح اپنے ذہن سے کام کیوں نہیں لیتے؟ وہ ہند کو ایک وحدت گردان کر ایک دستور کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کے ساتھ صرف ایک اقلیت کا سا سلوک روا رکھا جائے گا۔ اس صورت حال کو مسلمان کبھی قبول نہیں کریں گے۔ ہم دفاع کر رہے ہیں' جارحیت نہیں۔ ہم جو تجویز پیش کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم اس ملک کی حکومت ایسے نظام کے تحت حاصل کر لیں جسے ہم دونوں چلا سکیں۔ ایسے نظام سے کیوں چمٹے رہیں جو ربع صدی کے دوران ناکام ہو گیا؟ ہماری ناکامی کا سبب یہ ہے کہ ہم جن بنیادی اصولوں پر کام کرتے ہیں' وہ مختلف ہیں۔ جب دو بھائی اکٹھے نہیں رہ سکتے تو کیا ہوتا ہے؟ وہ تقسیم کا سہارا لیتے ہیں اور خوش و خرم زندگی بسر کرتے ہیں۔ پاکستان کی تجویز کے تحت ہم بھی یہی کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ تین چوتھائی ہند' ہندوؤں کے قبضہ میں ہو گا اور آبادی ۲۵ کروڑ ہو گی۔ کیا یہ مناسب نہیں ہے؟ کیا اس تجویز کا نتیجہ خانہ جنگی ہونا چاہئے؟ میں صرف ایک حصہ مانگتا ہوں اور مسٹر گاندھی کل طلب کرتے ہیں۔ خانہ جنگی کس کی خواہش پر ہو گی؟

پس! خواتین و حضرات دیکھیں' ہندو رہنما کہہ کیا رہے ہیں۔ میں صرف ایک ممتاز سابقہ کانگرسی اور ایک سابق وزیر داخلہ مسٹر منشی کی تقریر سے ایک اقتباس پیش کروں گا۔ اخبارات میں شائع شدہ تقریر کے مطابق انہوں نے کہا "تجویز پاکستان کے تحت جو حکومت قائم ہو گی' وہ سول حکومت نہیں ہو گی جو تمام فرقوں پر مشتمل ایک مخلوط مجلس قانون ساز کے سامنے جواب دہ ہو۔ بلکہ وہ ایک مذہبی ریاست ہو گی جس نے اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق حکمرانی کرنے کا عہد کر رکھا ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تمام لوگ جو اس مذہب کے پیروکار نہیں ہوں گے ان کا اس حکومت میں بھی کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ ایک کروڑ تیرہ لاکھ سکھ اور ہندو مسلمانوں کی مذہبی ریاست کے زیر سایہ اقلیت بن جائیں گے۔ یہ ہندو اور سکھ پنجاب میں عاجز ہوں گے اور ہند کے

لئے غیر ملکی!" کیا یہ ہندوؤں اور سکھوں کو مشتعل تعین کیا جا رہا؟ ان کو یہ بتانا کہ وہ ایک مذہبی ریاست ہو گی جس میں انہیں جملہ اختیارات سے تہی دست رکھا جائے گا کیلتا" غیر درست بات ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پاکستان میں غیر مسلموں کے ساتھ اچھوتوں کا سا سلوک کیا جائے گا۔ میں مسٹر منشی کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ صرف ان کے مذہب اور فلسفہ کی ہی اچھوتوں سے آشنائی ہے۔ اسلام ان غیر مسلموں کے ساتھ جو ہماری حفاظت میں ہوں عدل' مساوات' انصاف' رواداری اور بلکہ فیاضانہ سلوک کا قائل ہے۔ وہ ہمارے لئے بھائیوں کی طرح ہوں گے اور ریاست کے شہری ہوں گے۔ (تالیاں)

ہندو رہنماؤں نے منشور اطلا نتک کا بہت ڈھنڈورا پیٹا ہے۔ انہیں شکایت ہے کہ انہیں اس سے باہر رکھا گیا ہے۔ کتنی بڑی مصیبت ہے۔ وہ ایک تازہ اعلان کا مطالبہ کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ پھر یہ مصیبت دور ہو جائے گی۔ جہاں تک مسلم ہند کا تعلق ہے' ہم نے تو اپنا منشور وضع کر لیا ہے اور یہ ہے "پاکستان" (مرحبا' مرحبا) اور ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم اپنے منشور کی خاطر کوئی بھی چیز بلکہ ہر چیز قربان کر دیں گے۔ اپنے ذہن سے یہ خیال نکال دیجئے کہ یہ سودے بازی کے لئے کوئی حربہ ہے یا کوئی دلفریب نعرہ ہے۔ یہ تمام نتائج' یہ تمام تاویلات غلط ہیں۔ بیرونی ممالک میں بھی یہ پروپیگنڈا جاری ہے کہ یہ مسلم لیگ کی زیادہ سے زیادہ اختیارات حاصل کرنے کے لئے ایک چال ہے۔ ۱۹۳۹ء میں مسٹر گاندھی نے کہا تھا کہ مسلم لیگ زیادہ بولی لگانے والے کے ہاتھ خود کو فروخت کرنے پر تلی بیٹھی ہے۔ یہ نہایت قابل مذمت جھوٹ ہے۔ ہم نے جو موقف اختیار کیا ہے اس سے انچ بھر بھی انحراف نہیں کریں گے۔ ہمیں کوئی چیز اپنی منزل کو تج دینے پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ ہم نے اپنے مفادات کی نگہبانی اور حفاظت کا عزم کر رکھا ہے اور ہم علیحدہ طور پر ایسا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ (طویل تالیاں) (دی بمبئے سینٹینل' ۶ نومبر ۱۹۴۱ء)

۲۲۶- نیوز کرانیکل [لندن] کے لئے بیان

بمبئی' ۲۴' دسمبر ۱۹۴۱ء

"میں چاہتا ہوں کہ برطانوی عوام اور مدبر یہ بات سمجھ لیں کہ مسلم لیگ کا موقف کانگرس اور دیگر ہندو تنظیموں سے ناگزیر طور سے مختلف ہے۔"

"کسی حد تک کانگرس کو سمجھنا دشوار امر ہے جیسا کہ اس کے صف اول کے رہنماؤں مثلاً مسٹر گاندھی' مسٹر نہرو اور دیگر کے حالیہ بیانات سے ظاہر ہے کہ وہ اس وقت مسائل جنگ سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے' تاآنکہ برطانوی حکومت فوری طور پر ہند کی آزادی کا اعلان نہ کر دے اور

آزاد ہندیوں کی حیثیت سے وہ جنگ کے بارے میں اپنی حکمت عملی متعین کریں گے۔"

"جب وہ ہند کی آزادی اور ہند کی خود مختاری کی بات کرتے ہیں تو وہ اس ملک میں سو ملین مسلمانوں کو "کلیتا" نظرانداز کر دیتے ہیں۔ یہ پہلی اور اولین غلطی ہے اور یہ کہنا کہ کانگرس ہندی قوم کی نیابت کرتی ہے بے حد گمراہ کن بات ہے۔

"ایسی کسی چیز کا کوئی وجود نہیں ہے جسے ہندی قوم کہا جا سکے۔ ہند قوموں کا ملغوبہ ہے اور یہاں دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان ہیں۔

"میں دیکھتا ہوں کہ ہندو رہنما ایجی ٹیشن کے ایک اور حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں' تاکہ توسیع جنگ کے پیش نظر وہ برطانوی حکومت پر یہ دباؤ ڈال سکیں کہ وہ کوئی تازہ اقدام کرنے پر مجبور ہو اور ۸' اگست کے اعلان سے منحرف ہو جائے' جس میں صاف طور سے یہ کہا گیا ہے کہ نہ صرف ہند کے آئندہ دستور کے ضمن میں غور و خوض کے لئے طریقہ کار اور مشینری کی تشکیل بڑے عناصر کی باہمی رضامندی سے ہو بلکہ بہ نفسہ دستور بھی اگر اسے کامیابی کے ساتھ چلانا مقصود ہو تب بڑی جماعتوں کی رضامندی کے ساتھ مرتب کیا جائے۔ کیونکہ مستقبل کا کوئی دستور جو سو ملین مسلمانوں کی رضامندی کے خلاف مسلط کیا جائے گا وہ برطانوی حاکمیت کی مراجعت کے بعد برقرار نہیں رہے گا۔

حکومت کو بھگدڑ پر مجبور کرنا

"میں اس امر کا بہت خطرہ محسوس کر رہا ہوں کہ جنگ کے حالیہ واقعات کے دباؤ کے تحت حکومت کو بھگدڑ پر مجبور کر دیا جائے تاکہ وہ ہندو رہنماؤں کے عزائم کے مطابق ایک نیا اعلان کر دے۔ سب سے پہلے وہ یہ چاہتے ہیں کہ جنگ کے بعد وقت کا تعین کر دیا جائے جس کے اختتام پر برطانوی حکومت ہند کو ویسٹ منسٹر کی طرز کا متحدہ ہند کی بنیاد پر ایک وحدت کے طور پر دستور دینے کا مصمم وعدہ اور عہد کرے۔

"اس کا مطلب ہو گا اعلان اگست کی تنسیخ اور اس سے انحراف' دوم: اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ بڑی سیاسی جماعتوں کی بجائے جیسا کہ اعلان اگست میں مذکور ہے دستور برطانوی حکومت وضع کرے گی۔ اس کے پیچھے کیا ضمانت ہو گی جب کہ یہ فرض کر لینا چاہئے کہ برطانوی قوت بیشتر یا "کلیتا" یہاں سے چلی جائے گی اور سو ملین مسلمان اس کے مخالف ہوں گے؟ اور آخر میں ہندوؤں کے مختلف مکاتب فکر کے اس مطالبے کے دوسرے لفظوں میں واضح معنی ہیں مسلم ہند کے تقسیم ہند کے مطالبے کا "صریحا" استرداد اور اس کی مذمت' اگرچہ کانگرس اس کے مخالف ہے۔

مقدس مسلک

"اس نوع کی پوزیشن کو مسلم ہند ہرگز قبول نہیں کرے گا اور میں چاہتا ہوں کہ برطانوی حکومت مسلم ہند کو اس امر پر مجبور نہ کرے کہ وہ اسے یہ باور کرانے اور یہ مظاہرہ کرنے کے لئے ہند کی جیلوں کو نہ بھروائے کہ اب پاکستان ہمارا مقدس مسلک اور ہمارے عقیدے کا ایک جزو ہے۔ اور برطانوی حکومت یا وزیر اعظم کے کسی ایسے اعلان کی جو کسی طرح سے بھی اس کے لئے ضرور رساں ہو ہم اپنی پوری قوت کے ساتھ مزاحمت کریں گے۔

"دوسرا نکتہ جس کی میں ایک بار پھر وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ جہاں تک اس جنگ کے ضمن میں رویوں کا تعلق ہے مسلم لیگ اور کانگرس میں بہت اہم فرق ہے۔

"بالکل ابتداء ہی سے مسلم لیگ نے برطانوی حکومت کی جانب بھرپور تعاون کا ہاتھ بڑھایا' بشرطیکہ موجودہ دستور کے ڈھانچے میں مرکز اور صوبائی حکومتوں میں مسلم لیگ کو حقیقی ذمہ دارنہ حصہ دے دیا جائے' ان بڑے مسائل سے صرف نظر کرتے ہوئے جن کا تعلق ہند کے آئندہ دستور سے ہو گا۔ جب کہ کانگرس نے قطعی طور سے اور بار بار کسی ایسی تجویز کی طرف دیکھنے سے بھی انکار کیا جو موجودہ دستور اور رائج الوقت قانون کے ڈھانچے میں ہو۔

"وہ اصرار کرتے رہے کہ بڑے مسائل کو فوری طور پر طے کیا جائے مسلمانوں کو نظر اند ر کرتے ہوئے اور وہ بھی اس انداز سے جو مسلمانوں کے اہم مفادات کے لئے مضرت رساں ہو۔

تعاون مسترد کر دیا گیا

"میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ برطانوی حکومت مسلمانوں کے تعاون اور ان کی اعانت کی نہ پروا کرتی ہے اور نہ ہی مناسب قدر' ماسوا خیمہ برداروں کی حیثیت کے۔ اور یہ کہ وہ منتظر ہیں کہ وہ کب کانگرس کو شمولیت پر آمادہ کر سکتے ہیں۔ وگرنہ وہ ان لوگوں کے حق میں طاقت سے دستبردار ہونے کے روادار نہیں جو اس جنگ کو برطانیہ اور ہند دونوں کے لئے ایک مشترک خطرہ سمجھتے ہیں اور عارضی طور سے اس پوزیشن کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں' بحیثیت ایک معاہدہ جنگ کے جو میں نے اوپر بیان کیا۔

[اس صورت حال کا] "ہم نے واضح طریقے سے وائسرائے اور ملک معظم کی حکومت کو جون ۱۹۴۰ء میں عندیہ دیا اور اس بنیاد پر اپنا دست تعاون بڑھایا اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ مسلم لیگ اور ایسی جماعتوں کے ساتھ اشتراک سے آغاز کار کر دیں جو اپنے ملک کے دفاع کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے آمادہ ہیں اور فوری مشترکہ خطرے کے پیش نظر مساعی جنگ کو تیز سے تیز تر کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن مجھے خدشہ ہے کہ اس پر ابھی تک کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ اب یہ

برطانوی حکومت پر منحصر ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ کتنا عرصہ انتظار کرنا چاہتی ہے کہ کانگرس اپنا ذہن تیار کرے۔"
(دی ٹائمز آف انڈیا' ۲۵' دسمبر ۱۹۴۱ء' دی ڈان' ۲۸' دسمبر ۱۹۴۱ء)

۲۲۷۔ ہمارا وظیفہ حیات: "ایمان' اتحاد اور نظم و ضبط"

آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس ناگپور میں فی البدیہہ

خطبہ صدارت

۲۶ دسمبر ۱۹۴۱ء

اراکین آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن' خواتین و حضرات :

اگرچہ میں یہاں اپنے نوجوان دوستوں کا ایک بہت بڑا اجتماع پاتا ہوں' تاہم میں دیکھتا ہوں کہ غیر طلباء بھی کافی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ جیسا کہ میں نے گذشتہ شب اشارتاً" یہ کہا تھا کہ میرا بڑا مقصد خصوصیت کے ساتھ اپنے نوجوان دوستوں کو مخاطب کرنا ہے۔ آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا آغاز چار پانچ برس قبل ہوا۔ نوجوان دوستو! اولاً تو میں آپ کی توجہ آپ کے دستور کی جانب منعطف کرانا چاہوں گا۔ آپ کے دستور کے اغراض و مقاصد' جنہیں آپ کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھنا چاہئے اور وفاداری اور خیر خواہی کے ساتھ ان پر عمل پیرا رہنا چاہئے' یہ ہیں کہ ہند کے مسلم طلباء کو صوبائی خودمختار وحدتوں کے ذریعہ سے ایک منظم جماعت کے رشتے میں پرویا جائے اور مسلم طلباء کی برادری کے مفادات کا تحفظ کیا جائے۔ آپ کو علم ہے کہ مسلمان طلباء کو وقتاً" فوقتاً" اور بالخصوص ان ایام میں اپنے مفادات کی خود ہی حفاظت کرنی پڑی ہے۔ آپ کو بہت سی شکایات ہو سکتی ہیں۔ آپ کو بہت سی رنجشیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن آپ ایک منظم جماعت میں ہوتے ہوئے ہی اپنی رنجشوں کا مداوا کر سکتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے اس جہت میں بہت سی کوششیں کی ہیں اور آپ کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ آپ کے اغراض و مقاصد میں سے منجملہ ایک ہے۔

مقصد

ثانیاً آپ کا مقصد یہ بھی ہے کہ آپ مسلم طلباء میں سیاسی بیداری پیدا کریں اور انہیں ملک کی آزادی کی جدوجہد میں اپنا مناسب حق ادا کرنے کے لئے تیار کریں۔ یہی سبب ہے کہ میں نے آپ کے امروزہ اجلاس کی صدارت کا اعزاز قبول کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں آپ کو بتانا

چاہتا ہوں کہ آپ کو کن مسائل کا سامنا ہے۔ اور میں یہ سب کچھ آپ کو اپنے دستور کی زبان میں ہی بتانا چاہوں گا' یعنی ملک کی آزادی کی جدوجہد میں اپنا مناسب حق ادا کرنے کے لئے آپ کو تیار کرنا۔ چنانچہ میں آپ کو مختصراً بتا دوں کہ آپ کی فیڈریشن نے گذشتہ دو برسوں کے دوران قابل تعریف ترقی کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ترقی کریں گے اور مزید ترقی کرتے جائیں گے۔ آپ کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ میں نے بار بار کہا ہے کہ آپ سے یہ توقع نہیں کی جاتی کہ آپ روز بروز' ہفتہ بہ ہفتہ اور ماہ بہ ماہ پیش آنے والے سیاسی امور میں سرگرمی سے حصہ لیں۔ آپ کا بنیادی فریضہ' اپنی جانب' اپنے والدین کی جانب اور اپنی قوم کی جانب سے یہ ہے کہ جب تک آپ طالبان علم ہیں اپنی پوری توجہ اپنے مطالعہ پر مرکوز رکھیں۔ یاد رکھیں اگر آپ نے زمانہ طالب علمی میں اپنا قیمتی وقت دیگر سرگرمیوں میں گنوا دیا تو یہ گنوایا ہوا وقت' یہ ضائع کیا ہوا وقت پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا۔ لیکن یہ بھی آپ کا بنیادی فریضہ ہے آپ کی اپنی جانب' آپ کے والدین کی جانب اور آپ کی قوم کی جانب' اس کے ساتھ ساتھ آپ کو ملک میں رونما ہونے والے سیاسی' معاشرتی اور اقتصادی واقعات سے آگاہ ہونا چاہئے۔ نہ صرف اس ملک کے بلکہ ساری دنیا کے حالات سے۔ صرف یہی وجہ ہے کہ جب کبھی مجھے طلباء کے اجتماع کی طرف سے دعوت ملی' میں نے اسے ہمیشہ بطیب خاطر قبول کر لیا۔

اب کچھ آپ کے داخلی معاملات کے سلسلے میں۔ آپ کو اپنی تنظیم کو مزید مستحکم بنانے کے لئے کیا طور طریقے وضع کرنے چاہئیں اور کس طرح ہند کے گوشے گوشے میں مسلم طلباء میں یک جہتی اور اتحاد پیدا کرنا چاہئے؟ مجھے اس باب میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ اب اپنے ذہن کو اس طرف لگائیں گے اور پورے غوروخوض کے بعد وہ قراردادیں منظور کریں گے جنہیں آپ مناسب تصور کریں گے۔

مسلم لیگ ترقی کر رہی ہے

مابعد : آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ آپ کی اس تیاری کے ساتھ ساتھ جو آپ مستقبل کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے کر رہے ہیں اور جو آپ کے کاندھوں پر پڑ کر رہیں گی' ایک آل انڈیا مسلم لیگ کی تنظیم بھی ہے جو ترقی کر رہی ہے اور ہند کے طول و عرض میں دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ مسلم لیگ نے گذشتہ تین برس کے دوران نہ صرف قابل ذکر ترقی کی ہے' بلکہ معجزاتی ترقی کی ہے (مرحبا۔ مرحبا) لہٰذا آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ کی مساعی' اس کی سرگرمیوں' اس کے ارتقاء اور اس کی حکمت عملی اور پروگرام سے بھی خود کو آگاہ رکھنا چاہئے۔ میرے نوجوان

دوستو! آج آپ خود مقابلہ کر سکتے ہیں کہ محض تین برس قبل مسلمانوں کی صورت حال کیا تھی- پانچ برس پہلے وہ بدبختی کی تصویر تھے- دس برس قبل آپ بے جان تھے-

جیسا کہ میں نے کہا تین برس کے اندر اندر آپ مسلم ہند میں اس برعظیم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیاسی شعور پیدا کرنے میں کامیاب رہے ہیں- مسلم لیگ نے آپ کو ایک قومی پرچم عطا کیا- مسلم لیگ نے آپ کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم مہیا کیا- مسلم لیگ نے آپ کے لئے ایک منزل کی نشاندہی کی' جو میرے خیال میں آپ کو ارض موعود تک لے جائے گی' جہاں ہم اپنا پاکستان قائم کریں گے- (مرحبا- مرحبا)

لوگ جو چاہیں سو کہیں اور جو انہیں پسند ہو بولیں- بلاشبہ جو آخر میں قہقہہ لگاتا ہے وہی بہترین قہقہہ ہوتا ہے-

اب آئندہ جس چیز کی ضرورت ہے اور جس پر جب کبھی مجھے موقع ملتا ہے میں زور دیتا رہتا ہوں' وہ ہے ہماری سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ایک قطعی اور واضح تعمیری پروگرام-

شادماں رہیئے

ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا کوئی دوست نہیں- ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم ہر طرف سے مخالفوں کے نرغے میں ہیں- اجازت دیجئے کہ میں خصوصیت کے ساتھ آپ کے صوبے کے بارے میں چند لفظ کہہ سکوں- آپ اس صوبے میں صرف چار فیصد ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا اور کافی پہلے اندازہ لگا لیا تھا اور ۱۹۳۷ء میں **لکھنؤ** میں اپنی تقریر میں اس کی پیش گوئی کر دی تھی' آپ لوگ اس صوبے میں سخت آزمائش سے گزرے ہیں- آپ نے نقصان اٹھایا ہے- آپ اس صوبے میں صرف چار فیصد ہیں' جہاں واردھا کی خصوصی تجربہ گاہ کے حوالے سے ایک نئی تکنیک کا تجربہ کیا جا رہا ہے- آپ کو نیچا دکھانے کی غرض سے دہشت زدہ کرنے کے ضمن میں کوئی ممکن حربہ ایسا نہیں جسے استعمال نہ کیا گیا ہو- بلاشبہ یہ بدیہی بات ہے کہ جو حکمت عملی اختیار کی گئی وہ نہ صرف ناروا تھی' نہ صرف غیر منصفانہ تھی- بلکہ بے حد بزدلانہ تھی' یعنی آبادی کے چار فیصد حصے کو دہشت زدہ کرنا- (نعرے' شرم- شرم)

آپ کے لئے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں- میں اس پلیٹ فارم سے آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنا فخر محسوس نہیں کیا جتنا میں نے اس وقت کیا جب میں نے دیکھا' سنا اور پڑھا کہ اس صوبے کے مسلمانوں نے کس قدر شاندار موقف اختیار کیا- نقصان تو ہمیں اٹھانا ہی ہے- نقصان اٹھائے اور قربانی کے بغیر نہ کسی قوم کی تعمیر ہوئی اور نہ اس کی مراد بر

آئی- لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ یہ بدبخت آئین جو ۱۹۳۵ء میں وضع کیا گیا اور اس کا صوبائی حصہ بھی اس ملک میں بری طرح ناکام ہو گیا ہے- ہمیں اپنے نظریات اور اپنے آئیڈیل پر نظرثانی کرنی پڑے گی- لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس صوبے کے مسلمان خوش اور شاداں رہیں اور اپنے دل کو مضبوط رکھیں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کوئی ایسی چیز کامیاب نہیں ہو گی جو نامناسب' ناانصافی اور بددیانتی پر مبنی ہو گی-

میں آپ کو بتا رہا تھا کہ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے ہم اس سے زیادہ سرعت کے ساتھ بڑھ رہے ہیں جتنا بہت سے لوگوں کے وہم و گمان میں آ سکتا ہے- میرے نوجوان دوستو! اپنے اتحاد میں' اپنے استحکام میں اور مختلف جہتوں میں اپنی ترقی کے ضمن میں میں آپ سے اور دیگر حضرات سے جو کچھ زور دے کر کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ کنجی آپ کے ہاتھ میں ہے- کسی پر تکیہ نہ کیجئے- آپ جانتے ہیں کہ میں جارحیت کی تلقین نہیں کروں گا- مسلم لیگ ہمیشہ دفاع پر رہی- میں نے ہمیشہ یہ کہا ہے- یہ کوئی رعایت نہیں اور یہ کوئی نوازش نہیں-

سپرانداز نہیں ہو سکتے

میں نے ہمیشہ کہا ہے کہ ہندو فرقے یا کسی اور برادر فرقے کے خلاف ہمارے کوئی عزائم نہیں- لیکن ہم نہ سپرانداز ہو سکتے ہیں اور نہ ہتھیار ڈالیں گے- نہ برصغیر میں ان کے غلبے اور ان کے راج کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے-

اب صورت حال پر نظر ڈالئے- آپ دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو موجودہ سیاسی صورت حال ہے اور کس طرح مختلف تنظیمیں' یعنی ہندو تنظیمیں سرگرم عمل ہیں- آپ کو سب سے پہلے سب سے زیادہ طاقتور اور بہترین منظم ہندو تنظیم کانگرس کو سر کرنا ہو گا-

میں نہیں سمجھ سکتا کہ آج بھی کانگرسی قیادت میں اتنی دیانت اور کشادہ دلی نہیں کہ وہ یہ تسلیم کر لیں کہ وہ مسلمانوں کی ترجمانی نہیں کرتے- راشٹرپتی کو ظل اللہ کہتے رہنے سے کیا حاصل- اسے شو بوائے سمجھنے سے کیا فائدہ؟ آپ اپنے سوا اور کسے دھوکہ دے رہے ہیں؟ آپ اپنے سوا اور کسے فریب میں مبتلا کر رہے ہیں؟ آپ جانتے ہیں' میں جانتا ہوں' دنیا جانتی ہے کہ آج کسی بھی انسان کے' جس میں ذرہ برابر بھی عقل ہے' ذہن میں ذرا سا بھی شک شبہ باقی نہیں رہا کہ آل انڈیا مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد مستند نمائندہ تنظیم ہے- باردولی ابھی بھی اندھیرے میں ہیں (قہقہہ) اور میں ناگپور سے' جو واردھا اور سیواگرام کے قرب و جوار میں ہے' دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تھوڑی سی روشنی باردولی پر بھی ڈال دیں!

اب سوال یہ ہے کہ کانگرس چاہتی کیا ہے؟ بسا اوقات یہ معلوم کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ فی الحقیقت وہ چاہتے کیا ہیں۔ اس پر مجھے ٹنی سن کے الفاظ یاد آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "بعض اوقات مجھے خیال آتا ہے کہ اپنے محسوسات کو الفاظ کا جامہ پہنانا گناہ ہو گا۔"

کانگرس کا موقف

جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے اور جہاں تک کوئی ذہین انسان ان الفاظ کو پڑھ سکتا ہے' میں یہ کہنے کی جرات کروں گا کہ کانگرس کے موقف کو جو کچھ میں سمجھا ہوں' وہ یہ ہے۔ کانگرس کی سرکاری قرارداد اور سرکاری موقف یہ ہے کہ کانگرس چاہتی ہے کہ برطانوی حکومت فوری طور پر ہند کی آزادی کا اعلان کر دے اور ملک کے باشندوں کو یہ حق دے دے کہ وہ بالغ حق رائے دہی کے تحت منتخب شدہ مجلس دستور ساز کے ذریعہ اپنا دستور خود وضع کر لیں۔ تب مسلمانوں پر یہ نوازش ہو گی کہ وہ جداگانہ طریق انتخاب کے تحت منتخب ہو سکیں۔ جب اس مجلس میں مسلم مفادات مجلس کے فیصلے سے اطمینان بخش نہ ہوں —— اور ریاضی کے حساب سے یہ اتنا ہی یقینی امر ہے جتنا یہ امر کہ دن کے جلو میں رات آتی ہے—— مجھے علم ہے کہ مسلمان مطمئن نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اس مجلس دستور ساز میں ۷۵ فیصد ہندو ہوں گے اور میں گذشتہ تین برس کے عرصے پر محیط سینکڑوں مثالیں دے سکتا ہوں کہ مخلوط اداروں میں سے کسی ایک میں بھی جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہو اور مسلمان اقلیت میں ہوں کسی اہم مسئلہ پر اتفاق رائے نہیں ہو سکا۔ پھر جس رعایت سے ہمیں نوازا جائے گا وہ یہ ہے کہ ہم کس نوع کی ثالثی کا سہارا لے سکیں۔ ثالثی کے لئے ٹری بیونل کے اراکین کو کون مقرر کرے گا؟ اگر میں اپنی پسند کے ثالث مقرر کروں تو کیا وہ قبول کر لیں گے؟ اگر نہیں' تو ان کا انتخاب کون کرے گا؟ اگر ہم ثالثوں کے انتخاب سے اتفاق نہ کریں تو پھر کیا ہو گا؟ لیکن اس سب سے قطع نظر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ایک اقلیت کی حیثیت سے ہم صرف تحفظات کے سوال تک محدود رہیں گے' دیگر مسائل کے بارے میں اکثریت فیصلہ کرے گی۔ یہ ہے کانگرس کا سرکاری موقف جیسا کہ میں اسے سمجھا ہوں۔

اس پر قائم رہئے

مسٹر گاندھی اور مسٹر جواہر لال نہرو جیسے صف اول کے رہنماؤں کی حالیہ تاویل کے مطابق کانگرس کا عقیدہ ہے مکمل آزادی۔ مسٹر جواہر لال نہرو نے اپنی ایک حالیہ تقریر میں کرامویل کا حوالہ دیتے ہوئے بایں الفاظ کہا کہ انگریزوں کو اس ملک سے نکل جانا چاہئے۔ پس' اب اگر آپ کا یہ موقف ہے تو ایک مرد کی طرح اس پر قائم رہئے۔ آہ و بکا نہ کیجئے۔ آپ برطانوی حکومت سے

کیوں کہتے ہیں کہ اعلان کر دیجئے' اور برطانوی حکومت سے کیوں کہتے ہو کہ مجلس دستور ساز کو قائم کرنے کے لئے سہولتیں فراہم کیجئے؟ ایک مرد کی طرح اس پر قائم رہئے اور کرامویل کے الفاظ میں انگریزوں سے کہئے "دفع ہو جاؤ!"

پھر مسلم دیوتا تشریف لاتے ہیں۔ راشٹرپتی مولانا ابوالکلام آزاد۔ وہ کیا فرماتے ہیں؟ انڈین نیشنل کانگرس کے ترجمان اور صدر کہتے ہیں' جب تک کہ برطانوی حکومت نہیں بدلے گی (اپنا موقف تبدیل کرے گی) وہ بھی نہیں بدل سکتے۔ لیکن اگر برطانوی حکومت (اپنا موقف) تبدیل کر لے تو آپ کے مکمل آزادی کے عقیدے کا کیا بنے گا؟ کیا آپ مفاہمت کرنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ اپنی روح کو رہن رکھ دینا چاہتے ہیں؟ مسلم دیوتا کے ارشاد سے تو یہی تاثر ملتا ہے۔

مسٹر راج گوپال اچاریہ کیا کہتے ہیں؟ پس میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں پونا پیشکش کی تجدید کر دینی چاہئے۔ پونا پیشکش کی تجدید کا نتیجہ بلاشبہ یہ ہو گا کہ وہ اپنے محبوب رہنما مسٹر گاندھی کی خدمات سے محروم ہو جائیں گے جو ایک عظیم ماہر خصوصی ہیں اور زبردست مہارت اس کام میں رکھتے ہیں کہ کس طرح برطانوی حکمرانوں کو بلیک میل کر کے اقتدار چھوڑنے پر مجبور کر دیا جائے۔

مسٹر گاندھی

مسٹر گاندھی نے ہمیشہ یہ کہا ہے : میں جملہ جنگوں کے خلاف ہوں۔ میں کسی جنگ کو بھی پھیلانے میں مدد اور اعانت نہیں کر سکتا' خواہ اس کا تعلق خود میرے ہی ملک کے دفاع سے کیوں نہ ہو۔ اگر ہٹلر آتا ہے تو وہ ہمارے جسموں پر سے گزر جائے ہم ستیہ گرہ کا سہارا لیں گے۔ لیکن جب پونا کی پیشکش کی گئی تو انہوں نے کیا کیا۔ بلاشبہ وہ اس بنیاد پر کی گئی تھی کہ اگر برطانوی حکومت کانگرس کا مطالبہ منظور کر لیتی ہے تو اس امر میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ کانگرس مساعی جنگ اور ہند اور انگلستان کے دفاع کے ضمن میں پورا پورا حصہ لے گی۔ اس سے مسٹر گاندھی کو ایسا دھچکا لگا کہ وہ مزید کانگرس کے جرنیل نہ رہ سکے۔ ہر چند کہ وہ کانگرس کے چونی کے ممبر بھی نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک ماہر خصوصی اور جرنیل کی حیثیت سے میں مزید خدمت سرانجام نہیں دے سکتا۔

انہوں نے کیا کیا؟ آپ کو یاد ہو گا کہ اگلے ہی روز انہوں نے برطانوی اخبارات کو ایک انٹرویو دیا جس میں انہوں نے برطانوی حکومت سے پرزور سفارش کی کہ وہ موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں بلکہ پونا پیشکش کو قبول کر لے۔ اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو وہ عظیم ترین غلطی کا ارتکاب کریں گے۔

ایک شخص جو تمام جنگوں کے خلاف ہو- ایک شخص جو یہ کہتا ہو کہ کانگرس اس عقیدے اور اہنسا کے آئیڈیل کے خلاف چلی گئی جس پر وہ زندگی بھر سے کاربند تھے اور اس لئے وہ کانگرس کے ساتھ نہیں چل سکتے- لیکن اگلے ہی روز برطانوی اخبارات کو انٹرویو دیتے ہیں' جس میں پونا پیشکش کی حمایت کی جاتی ہے-

ڈھونگ

پھر راج گوپال اچاریہ ہیں- وہ بڑی پارسائی کے موڈ میں ہیں- وہ سمجھتے ہیں کہ بار بار جیل جانا فضول سی بات ہے-

اب ان سب کا باردولی میں جلسہ ہو رہا ہے- خود کانگرس میں ایک مسٹر گاندھی ہیں' مسٹر جواہر لال نہرو ہیں اور ایک مسٹر سی- راج گوپال اچاریہ' اور یہ تینوں تین مختلف باتیں کرتے ہیں-

میں آپ سے دریافت کرتا ہوں' ذہین لوگوں کی حیثیت سے' ان لوگوں کی حیثیت سے جنہیں کوشش کرنی چاہئے اور کوئی نہ کوئی نتیجہ اخذ کرنا چاہئے- میں پوچھتا ہوں آپ کیا نتیجہ نکالتے ہیں؟ لابدی نتیجہ' جس پر کوئی شخص پہنچ سکتا ہے' یہ ہے کہ کانگرس ڈھونگ رچا رہی ہے اور یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ وہ نہایت اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہے- یہ دعوے اور ڈھونگ ایک ضمنی ڈرامے کے سوا کچھ نہیں-

ان کے دیگر شئیٰ بھی ہیں جو کام کر رہے ہیں- وہ شئیٰ اولاً ہندو مہاسبھا ہے- بلاشبہ ہندو مہاسبھا' جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے' چبا چبا کر بات نہیں کرتی- ان کے رہنما بالکل واضح ہیں- مسٹر ساورکر نے اپنی ایک حالیہ تقریر میں جو بدقسمتی سے بھاگل پور میں کی گئی' کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی- انہوں نے نہایت واضح طور پر کہا "میں اپنی قوم کا حامی ہوں اور ہندو غلبہ کا قائل' انہوں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ اس برصغیر میں ہندو راج قائم ہونا چاہئے- اگر مسلمانوں نے اپنا رویہ درست نہ کیا تو وہ افغانستان پر قبضہ کر کے سرحد کو کوہ ہندوکش تک لے جائیں گے- جس قدر جلد مسلمانوں کو اس صورت حال کا احساس ہو جائے گا ان کے لئے اتنا ہی بہتر ہو گا- مسلمانوں کو ایک اقلیت کی حیثیت سے ذرہ بھر بھی زیادہ رعایت نہیں دی جا سکتی-" بات بالکل واضح ہے- میں اتنا ہی کہوں گا کہ ڈاکٹر مونجے' مسٹر ساورکر اور ان کے رفقائے کار پاگل ہو گئے ہیں- وہ ہندوؤں کو حتی الامکان زیادہ سے زیادہ گزند پہنچا رہے ہیں' اور مسلمانوں کو کم سے کم- مجھے مسرت ہے کہ وہ صاف بات کر رہے ہیں- کانگرس کی طرح نہیں کہ عیاری سے کام لیں' اپنے اصل عزائم کو پوشیدہ

رکھیں اور چکنی چپڑی باتیں کریں۔ اور مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہو رہی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اب نہ تو کانگرس اور نہ ہی کوئی اور مسلمانوں کو بے وقوف بنا سکتا ہے۔

ہندو مہاسبھا

ہندو مہاسبھا کیا کر رہی ہے؟ اس کی ہوس یہ ہے کہ وہ ہندوؤں کو عسکری اور صنعتی تربیت دے دے۔ ہندوؤں پر زور دے رہی ہے کہ وہ بری' بحری اور فضائی فوج میں شامل ہوں اور جنگ کی حمایت کریں۔ عسکری تربیت کسے دی جائے؟ صنعت و حرفت کی تربیت کسے دی جائے؟ ہندو قوم کو؟ میں مسٹر ساورکر اور فیلڈ مارشل مونجے سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس ملک میں ہر شخص بے وقوف ہے؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ انگریزوں کو بے وقوف بنا سکتے ہیں؟ اس طرح کی باتیں کیوں کرتے ہو؟ یہ زبانی جمع خرچ کے ذریعہ تعاون اور وفاداری کا اظہار اور بری' بحری اور فضائی فوج کی صفوں میں ہندوؤں کو بھرنے کا عزم مذموم کیوں؟ اور پھر وہ کیا کریں گے؟ جواب بالکل صاف ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں "پاکستان ہوا میں تحلیل ہو جائے گا اور انگریز لندن کی بستی کو واپس چلے جائیں گے اور وہیں بس جائیں گے' کیا آپ نہیں سمجھتے کہ ان حضرات کو جو اس قسم کی گفتگو کرتے ہیں کہیں بند کر دینا چاہئے۔

میرے نوجوان دوستو! ہندو مہاسبھا خواب دیکھ رہی ہے۔ کیا خواب دیکھ رہی ہے؟ وہ اسے سربستہ راز نہیں رکھنا چاہتے۔ کیا وجہ ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف ہے؟ کیوں؟ اگر وہ دیانتداری اور غیر جانبداری کے ساتھ اس کا جائزہ لیں تو ہماری تجویز پاکستان ان کی مخاصمت پر مبنی نہیں۔

مسلمان کہتا ہے: مجھے ہند کے وہ علاقے دے دیجئے جہاں ہم اکثریت میں ہیں' اور جہاں میری ارض وطن ہے۔ وہاں مجھے اپنی حکومت کے تحت رہنے دیجئے اور میں غیر مسلم اقلیت کے تحفظ کا وعدہ کرتا ہوں۔ آپ خاص ہندو ہند میں رہیں اور آپ مسلم اقلیت کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ تین چوتھائی آپ کے پاس ہو گا۔

انہیں پورا چاہئے

لیکن انہیں تین چوتھائی نہیں چاہئے' وہ تو پورے کا پورا مانگتے ہیں۔ انہیں پورا کس طرح مل سکتا ہے؟ مسٹر ساورکر کی اسکیم کیا ہے؟ ان کی اسکیم یہ ہے کہ جب ۷۵ فیصد ہندو بری فوج میں' بحری فوج میں اور فضائی فوج اور انتظامیہ میں گھس جائیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تک فیلڈ مارشل مونجے اس بات کا بندوبست کر لیں گے کہ ہر ہندو گوشت کھانا شروع کر دے' پھر وہ اس کا انتظام کریں گے کہ ہندو راج قائم کر دیا جائے۔

ان مسلمانوں کا کیا بنے گا جو شمال مغرب اور شمال مشرق میں ہیں؟ ان سرحدوں کا کیا بنے گا؟ سرحدوں پر ہندو فوج متعین ہو گی' جس طرح آج شمال مغرب میں انگریز فوج موجود ہے۔ انگریز کی بجائے ہندو چھاؤنی ہو گی جو مکمل طور پر ہندوؤں پر مشتمل ہو گی' جو یہ دیکھے گی اور یہ دیکھنا اپنا شعار بنا لے گی کہ ان علاقوں میں مسلمان سر اٹھا نہ سکیں۔ وہ ایک مرکزی حکومت قائم کریں گے اور اس مرکزی حکومت کو سارے برصغیر پر اقتدار اعلیٰ حاصل ہو گا۔ یقیناً افغانستان کو بعد ازاں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اور اس طرح مسلم ہند کبھی ذمہ دار حکومت کے مرحلے تک بھی نہ پہنچ سکے گا۔ بلکہ اس منزل تک تو یقینی طور پر نہ پہنچ سکے گا کہ وہ ایک آزاد مملکت کے مرتبہ اور پوزیشن تک ترقی کرے۔ دوسرے لفظوں میں ان کے حقوق برصغیر کے ان علاقوں میں' ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غائب ہو جائیں گے جہاں ان کی اکثریت ہے اور آزاد مملکت کے قیام کا حق جہاں ان کی اپنی بری' بحری اور فضائی فوج ہو ختم ہو جائے گا۔

حضرات' جب ہم اس پر غور کرتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ ایک خواب معلوم ہوتا ہے بلکہ اس صورت حال پر اصرار کرنا جو ہندو مہاسبھا کر رہی ہے' ایک عظیم ترین حماقت نظر آتی ہے۔

شرارت آمیز مقصد

ہندو مہاسبھا کا مطالبہ کیا ہے؟ اب انہوں نے "بھاگل پور" کے علاوہ ہر مطالبہ ترک کر دیا ہے۔ وہ معاملہ چند روز میں طے پا جائے گا۔ وہ انگریزوں سے کہتے ہیں : ہم تمہارے خیمہ بردار بننے کے لئے تیار ہیں۔ آپ جس حیثیت میں چاہیں ہم آپ کی خدمت کے لئے آمادہ ہیں۔ آپ صرف ہندوؤں کے لیے بری' بحری اور فضائی فوج کے دروازے کھول دیجئے۔ آپ جو چاہیں گے ہم کریں گے۔

لیکن وہ یہ شرارت آمیز اور مکارانہ مقصد کے تحت کہہ رہے ہیں جسے کسی کو بھی غلط نہیں سمجھنا چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک اور بھائی کے ذریعہ ہندو مملکت کے قیام کے لئے زور ڈال رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے : آپ وقت کا تعین کر دیجئے اور ہند کو ویسٹ منسٹر طرز کی قلم رو کا رتبہ دے دیجئے۔

یہ کون دے گا؟ کیا برطانوی حکومت؟ میں پوچھتا ہوں کہ کیا بظاہر یہ ایک فضول اور بے ہودہ بات نہیں لگتی؟ اول بات تو یہ ہے کہ برطانوی حکومت یہ کر نہیں سکتی۔ لیکن اگر وہ ایسا کر بھی گزریں تو کیا آپ برطانوی حکومت سے یہ توقع کریں گے کہ وہ ساورکر کو گدی پر بٹھا دیں گے اور خود اس کے راج کا چوکیدارہ شروع کر دیں گے؟ وہ کس طرح دیا جا سکتا ہے جیسا کہ مسٹر

ایمرے نے بجا طور پر کہا ہے کہ یہ کوئی اعزاز یا تمغہ نہیں ہے کہ یہ آپ کے کوٹ کے کاج میں سیفٹی پن کے ذریعہ لگا دیا جائے۔ یہ اس برصغیر کی حکومت کو چلانے کا سوال ہے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ انگریز کی سنگین کے سایہ تلے آپ گدی پر براجمان رہیں؟ کیا آپ یہ توقع کرتے ہیں؟

وقت کا تعین

یہ ان کا مطالبہ ہے۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اس مطالبہ کے پیچھے کیا ہے؟ میں بہت غبی بھی نہیں ہو سکتا۔ ہمیں اپنے مخالفین کی ذہانت کی کچھ تو داد دینی چاہئے' خواہ وہ کتنے ہی احمق کیوں نہ ہوں۔ ان کا قصد کیا ہے؟ آپ دیکھیں گے کہ ہندو مہاسبھا وقت کا تعین چاہتی ہے۔ اختتام جنگ کے ایک یا دو سال کے اندر اندر' وہ چاہتی ہے برطانوی حکومت سے ہند کو ویسٹ منسٹر کے طرز کی قلمرو کا رتبہ دے دینے کا عہد اور وعدہ۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اگر برطانوی حکومت آج یہ اعلان کر دیتی ہے کہ وہ جنگ کے خاتمہ کے ایک یا دو برس کے اندر اندر اس ملک میں ویسٹ منسٹر کی طرز پر کینیڈا کی طرح کی قلمرو قائم کرنے کی ذمہ داری قبول کرتی ہے اور اس کا اعلان کرتی ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ کبھی بھی بڑی سیاسی جماعتوں کی رضامندی سے دستور وضع نہیں کیا جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کی رضامندی ضروری نہیں رہتی۔ پھر برطانوی حکومت کس کی منظوری سے دستور دے گی؟ بلاشبہ کانگرس اور ہندو مہاسبھا کی۔ اگر وہ مطمئن ہوں گے' اور اگر مسلمان مطمئن نہ بھی ہوئے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہو گا۔ برطانوی حکومت کہہ دے گی کہ ہم نے وعدہ کیا تھا ہمیں دستور مرتب کرنا ہی ہو گا۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اگر وعدہ کے مطابق دستور مرتب کر دیا گیا تو اس کے معنی برطانوی فوجی قوت کی واپسی بھی ہوں گے؟ پھر اس کے پیچھے قوت نافذہ کون سی ہو گی؟ میں آپ کو بتا دوں کہ اولاً تو انگریز اتنے بے وقوف نہیں اور اگر ان سے اس طرح کی حماقت سرزد بھی ہو جائے تو میں آپ کو بتا دوں کہ اس دستور کی عمر طبیعی دو ہفتے سے زیادہ نہ ہو گی (مرحبا)۔

بھائی لوگ

مسٹر جواہر لعل نہرو کہتے ہیں ہند کی آزادی کا اعلان کر دیجئے۔ سر ٹی۔ بی۔ سپرو بھی جو بے حد باریک بیں اور معقول ہیں—— لہٰذا زیادہ ناقابل اعتبار—— وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ آپ کو ان میں خاندانی مماثلت نظر آ جائے گی۔ وہ کیا کہتے ہیں اپنے ۲۵ دسمبر کے بیان میں وہ کہتے ہیں' "ہند کو یہ باور کرا دینا چاہئے کہ جب وہ مساعی جنگ کے ضمن میں حتی الامکان اپنی بہترین کارکردگی پیش کر

رہے ہوں تو نہ صرف وہ دولت مشترکہ کی جانب اپنی ذمہ داری کو نبھا رہے ہوتے ہیں بلکہ اپنی آزاد زندگی کے تحفظ کے لئے بھی برسرپیکار ہوتے ہیں' وہ پہلی سفارش تو یہ کرتے ہیں کہ فی الفور یہ اعلان کر دیا جائے کہ ہند کے ساتھ مزید محکوم کا سا سلوک نہیں کیا جائے گا۔ ایک بھائی کہتا ہے ہند کی آزادی کا اعلان کر دیا جائے۔ دوسرا بھائی کہتا ہے کہ اعلان کر دیا جائے کہ ہند کے ساتھ مزید محکوم جیسا برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔ کیا آپ کو ان دونوں باتوں میں کوئی فرق نظر آتا ہے۔ سرٹی۔ بی۔ سپرو اور دیگر آزاد خیال اس طرح کی باتیں کیوں کرتے ہیں؟

ایک حالیہ تقریر میں مسٹر شاستری کیا کہتے ہیں؟ وہ وہی بات دوسرے الفاظ میں کہتے ہیں—— وہی خاندانی مشابہت۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں مسلمانوں کو وہ تمام تحفظات دے دینے چاہئیں جو قومی مفادات سے ہم آہنگ ہوں۔ کس کے قومی مفادات؟ کس قوم کے؟ ہندو یا مسلمان؟ لہذا آپ اس پر جتنا زیادہ غور کریں گے آپ کو وہی کچھ ملے گا—— وہی ہندو راج کا پرانا راگ!

میں یہ بات آپ کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ ہندو رہنما کن راہوں پر گامزن ہیں اور کس طرح ان سب کا ہدف مختلف زبانوں میں بات کرنے کے باوصف ایک ہی ہے۔ ایک زیادہ قابل قبول ہے' جبکہ دوسرا زیادہ منہ پھٹ ہے' لیکن مفہوم ان سب کا ایک ہی ہے۔ یعنی مرکزی حکومت' ایک وحدت کے طور پر کل ہند کے ساتھ یہ ایک متحد ہند جس کے معنی ہیں ہندو اکثریت کا راج! ایک سیاسی اکثریت نہیں بلکہ ایک قوم اور ایک معاشرے کی اکثریت دوسری قوم اور دوسرے معاشرے پر۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ کو ایک کل ہند اقلیت کی پوزیشن میں لاکھڑا کیا جائے۔ ایک اقلیت کی حیثیت سے آپ کو وہ تحفظات عطا کر دیئے جائیں گے جو ہندوؤں کے قومی مفادات کے منافی نہیں ہوں گے۔

خواتین و حضرات' اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف جہاں ہم اقلیت میں ہیں بلکہ وہاں بھی جہاں ہم اکثریت میں ہیں' ساری مسلمان قوم ہندو راج کی ایڑی تلے آ جائے گی۔ ان کے ساتھ اقلیت کا سلوک روا رکھا جائے گا اور انہیں ان کے احکام کا انتظام کرنے اور ان کی غلامی میں کام کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ یہ ایسی پوزیشن ہے جسے مسلمان اس وقت تک قبول نہیں کریں گے جب تک کہ آخری مسلمان کی جان میں جان ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس قسم کے لبادے کو وہ جس قدر جلد اتار پھینکیں گے اتنا ہی بہتر ہو گا۔

ایک اور شب خون

یہ بیانات بڑے دن (کرسمس) کے موقع پر ہی کیوں جاری کئے جا رہے ہیں؟ ہندو رہنما'

اپنے تدبر کے زعم میں' یہ سمجھتے ہیں کہ جاپان کے جنگ میں شامل ہو جانے کے بعد اب برطانیہ زیادہ تباہ کن جدوجہد کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے۔ اس وقت انگلستان اس طرح کے دباؤ میں ہے اور اس درجہ پریشان ہے' اور ایسی رقت انگیز کیفیت سے دوچار ہے کہ اسے کہیں نہ کہیں سے مدد حاصل کرنا ہی پڑے گی۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے وسائل اور تیاریاں نئی جاپانی مصیبت سے نمٹنے کے لئے کافی نہ ہوں۔ پس وہ یہ سمجھتے ہیں' یہ وقت ہے کہ ایجی ٹیشن کے ایک اور شب خون کا آغاز کر دیا جائے' اور ان واقعات کے دباؤ تلے برطانیہ کو اس امر پر مجبور کر دیا جائے کہ وہ ہندو ہند کے حق میں کچھ وعدے وعید کر لے۔ کسی حد تک ان کی امیدیں بندھ گئی ہیں۔ کیونکہ اولاً تو حکومت ہند نے بعض قسم کے قیدیوں کی رہائی کا عندیہ دیا ہے۔ ان کی مزید حوصلہ افزائی برطانوی اخبارات کی عدم واقفیت کی بنا پر بھی ہوئی ہے۔ جب آپ ان اخبارات کو پڑھتے ہیں تو آپ ان کی ہند کے حالات سے بے خبری پر ہنسے بنا نہیں رہ سکتے۔ وہ اپنی معلومات کی بنا پر لکھتے ہیں۔ ان مضامین سے ہندو رہنما یہ اخذ کرتے ہیں کہ انگریز پریشان ہے اور یہ ہی ان کے لئے مناسب وقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیانات کی یہ بہتات جاری ہے۔

اسی باعث کانگرس ابھی بھی غوروخوض کر رہی ہے۔ باردولی میں پہلے روز ان کی نشست ہوئی جو نو گھنٹے پر محیط تھی۔ اگلے روز بھی ان کا اجلاس نو گھنٹے جاری رہا۔ ابھی وہ بہت دن اجلاس کریں گے۔ آپ کو علم ہے کہ وہ بہت چالاک لوگ ہیں۔ وہ اپنی گردن بچانے کے لئے ایک سقم یہاں ایک سقم وہاں چھوڑ سکتے ہیں۔ کیونکہ' آخرکار' ہو گا کیا؟ اگر مسٹر راج گوپال اچاریہ کامیاب ہوتے ہیں تو مسٹر گاندھی سبکدوش ہو جائیں گے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مسٹر گاندھی تو کانگرس کے چونی کے رکن بھی نہیں ہیں۔ لیکن وہ کانگرس کے غیر رکن رہتے ہوئے بھی ہمیشہ کانگرس کے رکن رہیں گے۔

تیرہ نکات

میں مسٹر گاندھی کے تازہ ترین (ارشادات) کا ذکر کروں گا۔ انہوں نے پورنیہ سوراج کے حصول کے لئے تعمیری پروگرام کے طور پر اپنے ۱۳ نکات مرتب کئے ہیں۔ مسٹر گاندھی زیادہ گھما پھرا کر بات نہیں کر رہے ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں آپ اس کی جو چاہیں تاویل کر سکتے ہیں' اور وہ خود جو کچھ لکھتے ہیں اس کی جب چاہیں اور جو چاہیں تعبیر کر سکتے ہیں۔ (قہقہہ) میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات خاصی واضح ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلا نکتہ ہے فرقہ وارانہ اتحاد۔ فرقہ وارانہ اتحاد سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان کانگرس کے سامنے سپرانداز ہو جائیں' سرتسلیم خم

کر دیں اور اپنی موت کے پروانے پر خود ہی دستخط ثبت کر دیں- اس کے بعد باری آتی ہے چھوت چھات اور شراب نوشی کا خاتمہ (اس نکتے پر ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں)- کھادی' دیہی علاقوں میں صنعت و حرفت' دیہی حفظان صحت' بنیادی تعلیم' تعلیم بالغاں' ترقی نسواں' تعلیم و صحت و صفائی' قومی زبان کے بارے میں پروپیگنڈا' اپنی زبان سے انسیت اور اقتصادی مساوات کے لئے کام کرنا- اقتصادی مساوات کس کے ساتھ؟ انگریزوں کے ساتھ اور ہمارے ساتھ نہیں!

ان میں میں ایک اہم ترمیم کروں گا کہ ان میں ایک نکتہ کا اضافہ کر لیا جائے کہ کانگرس پاکستان کو تسلیم کرتی ہے اس طرح اسے ۱۴ نکات بنا دیجئے- جہاں تک سوال ہے زبان کا' اپنی زبان سے انسیت کا اور اقتصادی مساوات کے لئے کام کرنے کا' اس پر ہمیں لڑنے کی ضرورت نہیں- ہم اپنے خطوں میں جہاں ہم آزاد مملکت کی حیثیت سے حکمرانی چاہتے ہیں اپنی مادری زبان کے طور پر جو مناسب خیال کریں گے بولیں گے اور آپ جو مناسب سمجھیں بولیں (مرحبا)

پورنیہ سوراج

مسٹر گاندھی جو چاہیں سو کہیں- انہوں نے آزادی تقریر کے معاملہ کو سنبھال لیا- ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ صرف آزادی تقریر کے لئے لڑ رہے ہیں- کانگرس کے اسقف اعظم کا تازہ ترین بیان پڑھ لیجئے- اس باب میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا کہ صرف ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے جو انہوں نے سنبھال لیا ہے' حکام کو مجبور اور ہراساں کرنے کے لئے' ان کو اس امر پر آمادہ کرنے کے لئے کہ وہ اس پریشان کن فتنہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں جو انہوں نے انفرادی ستیہ گرہ کے نام سے تخلیق کیا ہے- وہ آزادی تقریر کے لئے نہیں ہے بلکہ خود ان کے بقول اس کا مقصد ہے پورنیہ سوراج کی تعمیر یا مکمل آزادی- سول نافرمانی کے حوالے سے وہ کہتے ہیں کہ عمومی معاملات مثلاً آزادی پر اس کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا- مسئلہ قطعی ہونا چاہئے جسے واضح طور پر سمجھا جا سکے اور اسے قبول کرنا مخالفوں کے حیطہ اختیار میں ہو- وہ کہتے ہیں کہ اس طریقہ کار کا درست طور پر اطلاق ہو تو اسے یقیناً قطعی منزل تک پہنچا دینا چاہئے-

میں دریافت کرتا ہوں کہ قطعی منزل کیا ہے؟ یہ آزادی تقریر نہیں ہے' بلکہ پورنیہ سوراج ہے- کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ آزادی تقریر کے لئے لڑ رہے ہیں؟ کیا کوئی بھی شخص جس میں ذرا سی بھی عقل ہو یہ مانے گا؟ وہ قطعی منزل کے حصول کے لئے لڑ رہے ہیں- یہ صرف ایک طریقہ ہے مخالف کو اس نکتے کو تسلیم کرنے پر مجبور کرنے کا- پھر ایک اور نکتہ آ جائے گا اور اس کے بعد ایک اور- یہ ہے اصل حقیقت مسٹر گاندھی کی ستیہ گرہ کے پیچھے-

عدم واقفیت

میں سمجھتا ہوں کہ میں نے یہ ساری زحمت اس لیے گوارا کی کہ میں اپنے نوجوان دوستوں کو یہ سمجھا سکوں کہ ملک میں صحیح صورت حال کیا ہے۔ کیونکہ مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کا سمجھدار طبقہ اور طلباء برادری میں زبردست عدم واقفیت موجود ہے۔

کانگرس جنگ کے ضمن میں کسی بھی کوشش کے خلاف ہے۔ انہیں سعی جنگ کے خلاف تبلیغ اور اسے روکنے کے لئے نعرہ زنی کرنی چاہیے۔ لیکن انہوں نے سندھ میں کیا کیا ہے؟ وہاں کانگرس پارٹی مسٹر اللہ بخش کی حمایت کر رہی ہے' ہرچند کہ وہ سعی جنگ کی تائید کر رہے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ وہ سعی جنگ کی تائید کر رہے ہیں بلکہ انہوں نے درحقیقت اس نام نہاد ڈیفنس کونسل کی رکنیت بھی قبول کر لی ہے۔ جب یہ سوال اٹھایا گیا تو مسٹر گاندھی نے اس معاملہ کو نہایت سہولت کے ساتھ پارلیمانی کمیٹی پر چھوڑ دیا اور اس پارلیمانی کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ سندھ کے خصوصی حالات اس طرح کے ہیں کہ کانگرس پارٹی کو وزیراعظم مسٹر اللہ بخش کی حمایت سے دست کش نہیں ہونا چاہیے۔

کانگرس پارٹی نے آسام میں کیا کیا؟ وہ مسٹر چودھری کی حمایت پر آمادہ ہیں جو پراسرار طریقہ سے اس مخلوط پارٹی کو چھوڑ گئے جس کے وہ رکن تھے اور جس کی رکنیت کی وجہ سے ہی وہ کابینہ کے ممبر تھے۔ انہوں نے ایک اور جماعت تشکیل دے لی ہے۔ کانگرس کا نقطہ نظر کیا ہے؟ وہ مسٹر چودھری کی وزارت کی حمایت کے لئے تیار اور آمادہ تھے۔ لیکن دو بلیوں کے درمیان انصاف کرنے کے لئے بندر آن پہنچا اور دفعہ ۹۳ (گورنر راج) آ گئی۔ اب سر سعد اللہ اور مسٹر چودھری دونوں آرام کر سکتے ہیں۔

اور بنگال میں کانگرس پارٹی کیا کر رہی ہے؟ مسٹر حق نے جو نئی مخلوط وزارت ترتیب دی' کانگرس پارٹی نے اس کی حمایت کی اور اسی کے باعث وہ ایک حکومت بنا سکے اور ان کی وزارت عظمیٰ برقرار رہ سکی۔ مسٹر حق کے وزیراعظم ہونے کی وجہ سے ہی لارڈ لنلتھ گو نے یہ اعلان کیا کہ موخر الذکر کو اس عظیم وزیراعظم کی حمایت کا اعزاز حاصل ہو گا جو اب بحیثیت وزیراعظم بنگال نام نہاد نیشنل ڈیفنس کونسل کے رکن ہوں گے۔ کانگرس ان کی حمایت کر رہی ہے!

اب میں مسٹر حق کو لارڈ لنلتھ گو کی خدمت میں کرسمس کے تحفے کے طور پر پیش کرتا ہوں (مرحبا) میں نئے سال کا ایک اور تحفہ نواب آف ڈھاکہ کی شکل میں گورنر بنگال کو پیش کرتا ہوں۔ مجھے بہت مسرت ہے اور مجھے خوشی ہے کہ مسلم ہند کی ان دو اشخاص سے گلو خلاصی ہو گئی' جو مسلمانوں کے ساتھ زبردست غداری اور بے وفائی کے جرم کے مرتکب ہوئے۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری تنظیم کے لئے کوئی شخص بھی ازبس ضروری نہیں۔ اگر وہ غدار کوئزلنگ (جاسوس) ہے تو اسے خارج کر دینا چاہئے۔ اب ہم بہت زیادہ آبرومندانہ طریقے سے چل سکیں گے جبکہ ہم نے ان غدار افراد کے طبقے کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ہمیں آگے بڑھنے اور مضبوط ہونے سے نہیں روک سکتی۔

ہمارا موقف

میرے نوجوان دوستو! میں سمجھتا ہوں کہ برطانوی حکومت اور مسلم لیگ کے ضمن میں مجھے آپ کا زیادہ وقت لینے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہمارے موقف کی بار بار وضاحت کی جا چکی ہے۔ پرسوں ہی میں نے نیوز کرانیکل کے نام ایک بیان جاری کیا جس میں ہمارے موقف کی صراحت کی گئی۔ ہمارا موقف جائز ہے اور مجھے اس ضمن میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایسے ہی برقرار رہے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص جس میں عدل و انصاف کا ذرا سا بھی شعور ہو گا ہمیں مورد الزام ٹھہرا سکے گا۔ ہمارا موقف یہ رہا ہے کہ ہم برطانیہ اور ہند کو لاحق مشترکہ خطرے کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہم مشترکہ خدشے کو تسلیم کرتے ہیں۔ اپنے لوگوں کے مفاد میں اپنے گھر بار کو بچانے کے لئے ہم اس خطرے میں اپنا حصہ لینے کے لئے تیار ہیں' لیکن ہم ایسا اس وقت تک کامیابی کے ساتھ نہیں کر سکتے جب تک کہ ہمیں مرکز اور صوبوں میں حکومت کی ذمہ داریوں اور اختیارات میں حقیقی اور قرار واقعی حصہ نہ دے دیا جائے۔

برطانوی حکومت دو سال سے زیادہ عرصہ ضائع کرنے کی ذمہ دار ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر انہوں نے اسی طرح تاخیر روا رکھی تو وہ اس دن پر تاسف کا اظہار کریں گے جس دن مسلم لیگ کی یہ مخلصانہ' دیانتدارانہ اور سیدھی اور صاف پیشکش ختم ہو جائے گی۔

یک جہتی

اخیر میں میں آپ سے ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔ مسلمانو! آپ کو اپنے درمیان مکمل اتحاد اور یکجہتی برقرار رکھنی چاہئے۔ اگر آپس میں لڑتے رہے تو کوئی بھی آپ کی مدد نہ کر سکے گا اور آپ منتشر ہو جائیں گے۔ لہٰذا اتحاد اور یکجہتی برقرار رکھئے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو خواہ کتنا بھی اشتعال کیوں نہ دلایا جائے' آپ کتنا ہی کیوں نہ محسوس کریں کہ آپ کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے۔ آپ کی کوئی بھی شکایات کیوں نہ ہوں' آپ کوئی انفرادی کارروائی نہ کیجئے' جس کا ہمارے مقصد پر برا اثر پڑے اور معاملات تہ و بالا ہو جائیں۔

کوئی انفرادی کارروائی' میرا مطلب ہے کوئی فرد بھی امن و امان میں رکاوٹ یا رخنہ ڈالنے کی کارروائی نہ کرے۔ کوئی ضلع لیگ اور حتیٰ کہ کوئی صوبائی لیگ بھی ایسا نہ کرے۔ مکمل طور پر متحد

اور مستحکم رہئے اور انتظار کیجئے جب آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے حکم آئے گا تو میں پہلا شخص ہوں گا جو آپ کے ساتھ چلے گا۔ اس سے قبل کبھی اتنا ضروری نہ تھا' جتنا اس سنگین اور خطرناک وقت میں ضروری ہے کہ آپ واضح طور پر عہد کریں اور بے لوثی کے ساتھ اپنے وظیفہ حیات ایمان' اتحاد اور نظم و ضبط کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ (مسلسل تالیاں)

(دی ڈان' ۴' جنوری ۱۹۴۲ء)

۲۲۸۔ آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے اختتامی اجلاس سے خطاب

ناگپور ۲۸' دسمبر ۱۹۴۱ء

"مسلم ہند کا نصب العین بڑا سادہ اور صاف ہے' یعنی پاکستان۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور محمد علی جناح نے اپنی اختتامی تقریر ناگپور آل مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی آخری نشست سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔

جس لمحے قائداعظم حاضرین کو اردو میں خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہوئے جوش اور جذبے کی ایک لہر سامعین میں دوڑ گئی جنہوں نے قائداعظم زندہ باد کے فلک شگاف نعرے بلند کئے۔ قائداعظم نے جو کچھ کہا وہ سیدھا سامعین کے دلوں میں اتر گیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا کہ لاہور میں قرار داد پاکستان کی منظوری کے فوراً بعد جب وہ بمبئی واپس جا رہے تھے تو ہزاروں مسلمان ان سے ریل میں ملاقات کے لئے آئے' عدیم المثال جوش اور ولولے کے ساتھ 'پاکستان زندہ باد' کے نعروں سے انہیں مبارکباد پیش کی۔ جب ریل بمبئی پہنچی تو مسلمان پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے' انہیں خوش آمدید کہا اور ہند میں پاکستان قائم کرنے پر اظہار مسرت کیا۔ بہت دلچسپ واقعہ یہ تھا کہ دو ذہین مسلمان بچے ان کے پاس آئے جو "پاکستان زندہ باد" کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک سات برس کا تھا اور دوسرا دس برس کا۔ انہیں ان بچوں میں دلچسپی پیدا ہو گئی اور انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ پاکستان کا کیا مطلب سمجھے' پہلے تو وہ ذرا گھبرائے۔ لیکن انہوں نے اپنی شرم پر قابو پالیا اور جواب دیا کہ جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں انہیں ضرور حکومت کرنی چاہئے۔ قائداعظم نے کہا کہ وہ ان کے جواب سے بہت زیادہ مطمئن ہوئے اور ان سے مزید دریافت کیا کہ وہ کہاں اکثریت میں ہیں؟ جواب ان کی زبان کی نوک پر تھا۔ دونوں بیک آواز بولے "پنجاب' سندھ' بنگال" انہوں نے کہا۔ لہٰذا ان کے لئے یہ خیال کرنا محال ہو گیا کہ کوئی مسلمان ایسا بھی ہو سکتا ہے جو یہ نہ سمجھے کہ پاکستان کا مطلب

کیا ہے- امر واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے یہ سمجھنے میں کہ پاکستان کا مطلب کیا ہے کوئی مشکل بات نہ تھی- وہ لوگ جو اسے نہیں سمجھے بلکہ جنہوں نے اسے سمجھنے سے انکار کیا وہ ان کے ہندو بھائی تھے-

منزل مقصود

انہوں نے کہا مسلم ہند کی منزل مقصود سادہ اور صاف ہے- یہ ہے پاکستان- لیکن سوال یہ ہے کہ مسلمان ہونا چاہئے کہ اپنی منزل مقصود تک پہنچنے مین ان کی کوئی مدد کرنے والا نہیں- وجہ یہ ہے کہ اس سے مسلمانوں کے ماسوا' کسی اور کو' کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا- ہندو اس کے مخالف ہیں کیونکہ وہ سارے ہند میں ہندو راج قائم کرنا چاہتے ہیں' اور وہ پورے ملک میں ہندومت قائم کرنا چاہتے ہیں-

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور مصروف عمل ہو جائیں اور ہمیشہ اس قربانی کے لئے تیار رہیں جس کا ان سے تقاضا کیا جائے-

قائداعظم نے کہا کہ اگر انہوں نے اپنی مساعی جاری رکھیں اور خود کو لیگ کے پلیٹ فارم پر احسن طریقے سے منظم کر لیا اور ایک جذبے اور ایک آواز سے بولے تو یقیناً وہ لوگ بھی پوری آمادگی کے ساتھ ان کی طرف آئیں گے اور ان سے مسلمانوں سے صلح کی خواہش کریں گے-

انہوں نے تنظیم کی داخلی پاکیزگی پر بہت زور دیا اور کہا کہ جب تک مسلم لیگ کے اراکین میں اسلام کا صحیح جذبہ کارفرما ہے اور وہ مسلم ہند کے مقصد کی خاطر یگانگت' وفا شعاری اور بے لوثی سے کام کرتے رہیں گے' تو حالات خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں ان کی کامیابی یقینی ہو گی- انہوں نے کارکنوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے کام کا بدل یا خدمت کے اعتراف میں بے صبری نہ دکھائیں- انہوں نے کہا کہ جب وقت آئے گا تو یہ چیزیں خود بخود آئیں گی- انہوں نے کہا کہ جو سعی جذبہ خدمت کے ساتھ کی جائے وہ بذات خود بہترین معاوضہ ہے-

امتیاز

نواب صدیق علی خاں' علامہ مشرقی اور علی گڑھ کے ڈاکٹر عبدالستار خیری کی گرفتاری اور اسیری کا ذکر ہوتے ہوئے انہوں نے حکومت کے مسٹر گاندھی کے ساتھ امتیازی سلوک کی مذمت کی جنہوں نے قانون اور نظم کی خلاف ورزی کی اور سول نافرمانی کی تحریک شروع کی اور ابھی تک قانون کے شکنجے کی گرفت سے آزاد ہیں- جیسا کہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ قانون تعزیرات ہند اور قانون دفاع ہند مسٹر گاندھی کے لئے نہیں ہیں' وجہ ظاہر ہے- وہ وقت بھی تیزی سے آ رہا ہے جب حکومت کسی مسلمان پر ہاتھ ڈالنا اتنا ہی ناممکن تصور کرے گی-

انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ محتاط رہیں کہ ان کی راہ میں دام ہم رنگ زمین بچھے ہیں انہیں ہمیشہ قدم بہ قدم آگے بڑھنا چاہئے' وہ [مسلمان] نہیں چاہتے کہ وہ کسی معاملے میں بھی خوفناک عجلت میں ہوں اور کوئی ناعاقبت اندیشانہ اقدام کر بیٹھیں جس پر بعد میں انہیں پچھتانا پڑے۔

تحریص

انہوں نے خصوصیت کے ساتھ طلباء کو مشورہ دیا کہ وہ ان کے مشورے پر احتیاط کے ساتھ عمل کریں اور جس قدر بہتر ہو سکے وہ اپنی تنظیم کریں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ یقیناً اس مقصد کے حصول میں کامیاب رہیں گے جو انہوں نے اپنے پیش نظر رکھا ہے۔ قائداعظم نے انہیں یاد دلایا کہ بہر نوع ان کی تنظیم سیاسی تنظیم نہیں ہے اور ان کے سامنے کام کرنے کے لئے نہایت وسیع میدان اور زندگی کے مختلف شعبوں میں زبردست کام ان کا منتظر ہے۔ انہوں نے انہیں ترغیب دی کہ وہ اپنا ذہن اس طرف لگائیں' کہ تعطیلات کے دوران نصابی سرگرمیوں کے علاوہ مختلف سماجی' تعلیمی اور اقتصادی مسائل بھی ان کی بہترین توجہ کے مستحق ہیں انہوں نے کہا کہ وہ دائرہ کار جن میں وہ بھرپور کام کر سکتے ہیں انہوں نے طلباء کو انتباہ کیا کہ وہ شہرت حاصل کرنے کی تحریص سے بچیں جو ان کے اچھے تعلیمی کیریر کی جڑ اور بنیاد کو تباہ کر دے گی۔

ہند میں اچھوتوں کی حالت زار کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ تاریخ ہند کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس جہت میں بھی بہت سا سماجی کام ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ طلباء کا متنازعہ امور کے بارے میں سطحی بحث و تکرار میں وقت ضائع کرنا جن کا کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہو سکے' بے کار بات ہے۔

تقریر ختم ہوئے قائداعظم نے فرمایا کہ "ہم اس وقت سے پہلے پاکستان حاصل کریں گے جس وقت کے بارے میں آپ یا میں سوچتے ہیں۔"

(دی ڈان' ۱۱' جنوری ۱۹۴۲ء)

ضمیمہ الف

"قائداعظمؒ بگھی میں سوار تھے جسے کالجیوں نے اس طرح سجایا کہ اچھی خاصی لکڑی بگھی کاغذ کی کشتی میں تبدیل ہو گئی اور اس آراستہ پیراستہ کشتی کو گھوڑوں کی بجائے میرٹھ کالج کے طلباء کھینچ رہے تھے"

یہ ۱۹۳۸ء کا ذکر ہے کہ میں میرٹھ کالج انٹرمیڈی ایٹ کا طالب علم تھا۔ مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کی قیادت میں آل انڈیا مسلم لیگ کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہو چکا تھا اور اسلامیان ہند جوق در جوق مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو رہے تھے' یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں نے اپنے محبوب رہنما کو "قائداعظم" کہنا شروع کیا تھا اور وہ اس وقت مسٹر ایم۔ اے۔ جناح یا صرف مسٹر جناح کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔

ڈاکٹر سید حسین اور مسز وجے لکشمی پنڈت (آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو کی بہن اور بھارت کی مقتول وزیراعظم مسز اندراگاندھی کی پھپھی) کو مدعو کیا جا چکا تھا اور میرٹھ کالج کے طلباء ان دونوں سیاستدانوں کی سیاسیات حاضرہ پر گرماگرم تقریریں سن چکے تھے' اس بار مسٹر جناح کی باری تھی۔

ان دنوں مرکزی اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا اور مسٹر جناح دہلی میں قیام پذیر تھے اور وہ مشہور بیان جاری کر چکے تھے کہ "مسلمان اقلیت نہیں ان کی الگ شخصیت ہے" اس بیان نے ہندو سیاسی حلقوں اور اخبارات میں تہلکہ مچا رکھا تھا۔

دلی اور میرٹھ کے درمیان چالیس میل کا فاصلہ تھا' مسٹر جناح موٹر کار کے ذریعہ دلی سے میرٹھ تشریف لائے تو ایک جم غفیر نے فیض عام ہائی اسکول (اب ڈگری کالج ہے) کے سامنے انہیں خوش آمدید کہا۔

موسم خوشگوار تھا' نہ سردی نہ گرمی' پروگرام بھی کچھ ایسا لمبا چوڑا نہ تھا' فیض عام ہائی اسکول میں صبح نو بجے کے قریب سپاسنامہ' طلبا اور اساتذہ سے مختصر سا خطاب اور چائے' جلوس کی روانگی' جلوس کو شہر کے گشت کے بعد دوپہر کے قریب مصطفیٰ کیسل پر (نواب اسمٰعیل خان کی جائے رہائش) ختم ہونا تھا' دوپہر کے کھانے کے بعد قیلولہ اور سہ پہر کی چائے کے بعد میرٹھ کالج کے طلبا سے خطاب۔

پروگرام بالکل اسی طرح شروع ہوا جس طرح منتظمین نے ترتیب دیا تھا اور جلوس نے راستہ بھی وہی اختیار کیا جو اس کے لئے معین تھا لیکن والہانہ عقیدت کا اظہار' نہ پروگرام میں شامل تھا نہ منتظمین کا اس میں کوئی عمل دخل اس کا سارا انتظام میرٹھ کے مسلمانوں نے از خود کیا تھا' جلوس کی گزرگاہ کو حریری جھنڈیوں سے اس انداز سے سجایا گیا تھا کہ آسمان نظر نہ آتا تھا' جگہ جگہ آرائشی دروازے اور زیبائشی محرابیں بنائی گئیں' ہر دروازہ دوسرے دروازے سے زیادہ خوبصورت' ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مختلف علاقوں کے باشندے ایک دوسرے سے مقابلہ پر اتر آئے ہیں۔

مسٹر جناح بگھی میں سوار تھے جسے کالجیوں نے اس طور سے سجایا کہ اچھی خاصی لکڑی کی بگھی کاغذ

کی کشتی میں تبدیل ہو گئی اور اس آراستہ پیراستہ کشتی کو گھوڑوں کی بجائے میرٹھ کالج کے مسلمان طلباء کھینچ رہے تھے' فیض عام ہائی اسکول کا بینڈ جلوس کی قیادت کر رہا تھا اور چل چل رے نوجوان' کی تانیں فضا میں گونج رہی تھیں۔

سڑک پر دو رویہ لوگوں کے ٹھٹھ لگے تھے' بازار خلاف معمول بند تھا اور دکانوں کے تھڑوں پر مسٹر جناح کو ایک نظر دیکھنے والوں کا ہجوم' مکانوں کی چھتوں اور چھجوں پر عورتوں اور بچوں کا اژدھام' کشتی جب کسی آرائشی محراب کے قریب پہنچتی تو مسٹر جناح پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جاتیں' محلہ کی سربرآوردہ شخصیت انہیں ہار پہناتی اور علاقہ کے مسلمانوں کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا جاتا' اتنے یہ سپاسنامہ پڑھا جاتا' جلوس پر گلاب اور کیوڑہ کا عرق چھڑکا جاتا' شربت اور چائے سے تواضع کی جاتی۔

مولانا ظفر علی خانؒ جو مولانا شوکت علی کے ساتھ جلوس کے آخر میں کار پر سوار تھے جلوس کے شرکاء اور مسلمانوں کے ہجوم سے خطاب کرتے' انہیں مسلم لیگ میں شمولیت کی دعوت دیتے اور اس بات پر مبارکباد دیتے کہ ان کے ہمسایہ ہندو کس قدر فراخ دل ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی سہولت کی خاطر اپنا کاروبار بند کر دیا ہے' ہندو ہڑتال کی شکل میں اپنی "فراخ دلی" کا مظاہرہ نہ کرتے تو لوگ ان کی دکانوں کے تھڑوں پر کھڑے ہو کر کیسے اپنے محبوب رہنما کی ایک جھلک دیکھتے؟

انسانوں کے اس پرسکون سمندر میں مسٹر جناح کی کشتی رینگ رہی تھی اور پھولوں کے ہاروں اور سنہرے حروف میں چھپے ہوئے سپاسناموں کے فریموں سے اٹی پڑی تھی' کشتی میں سپاسنامے رکھنے کی جگہ نہ رہی لیکن سپاسناموں کا سلسلہ دراز سے سے دراز تر ہوتا چلا گیا' دوپہر کے کھانے کا وقت آیا اور گزر گیا اور کسی کو اس کا احساس تک نہ ہوا۔

جلوس ویلی بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک بالاخانہ پر بیٹھی ہوئی ادھیڑ عمر کی ایک خوبرو عورت زینہ سے نیچے اتری ۵۵۵ کا ڈبہ اور ماچس مسٹر جناح کی طرف بڑھائی' مسٹر جناح نے ڈھکنا اٹھایا تو ڈبے کو سر بمہر پایا' ٹین کاٹا' سونگھا' ایک سگریٹ سلگایا اور مسکراہٹ کے ساتھ سر کو ذرا سی جنبش دی اور سگریٹ کا ڈبہ اور ماچس واپس کر دی۔ تواضع کی قبولیت اور مسکراہٹ نے اسے وارفتہ کر دیا' تیزی سے آگے بڑھی چٹاچٹ بلائیں لیں اور میرا جناح زندہ باد کا نعرہ لگا کر پیچھے ہٹ گئی۔ یہ سب کچھ گویا چشم زدن میں ہو گیا' نہ جلوس رکتا ہوا محسوس ہوا نہ کشتی کی رفتار میں کوئی فرق نظر آیا۔

صدر کے باسیوں نے تو آرائش و زیبائش کے معاملہ میں گویا شہر کو مات دینے کے تہیہ کر رکھا تھا' دیدہ و دل فرش راہ تھے' یہاں آخری سپاسنامہ کے ساتھ ایک نقری ٹرے میں خدا کی آخری کتاب اور شمشیر بھی پیش کر دی کہ ان دو کے بغیر مسلمانوں کی قیادت کا تصور ادھورا رہتا ہے۔

جلوس مصطفیٰ کیسل اس وقت پہنچا جب مسٹر جناح کو میرٹھ کالج میں ہونا چاہیے تھا۔

مسٹر جناح مصطفیٰ کیسل میں داخل ہوئے تو مسلمان طلباء نے کالج کی طرف دوڑ لگائی۔ (میرٹھ کالج اس زمانے میں قومی درسگاہ سمجھا جاتا تھا جسے مخیر ہندو اور مسلمان مل جل کر چلاتے تھے' کالج میں طلباء کی

کل تعداد ۱۸۰۰ تھی جن میں مسلمان صرف ۱۵۰ تھے) کالج کے وسیع لان میں شامیانہ استادہ تھا جس کے نیچے تین ہزار نشستوں کا انتظام تھا' کالج کے طلباء کے علاوہ عمائدین شہر بھی مدعو تھے جن میں سیاستدان قومی کارکن اور وکلاء سب ہی شامل تھے اور سب لوگ پچھلے دو گھنٹے سے مسٹر جناح کے منتظر تھے۔ کالج کے آئرش پرنسپل کرنل ٹی ایف اوڈوائل خلاف معمول معزز مہمان کو بنفس نفیس خوش آمدید کہنے کے لئے موجود تھے (عام دستور یہ تھا کہ اس قسم کی تقریبوں پر کالج یونین کے عہدیدار ہی سارا انتظام کرتے۔) اور نہایت بیتابی کے ساتھ روش پر ٹہل رہے تھے' نظم و ضبط کے پرستار اور وقت کی پابندی کے خوگر کرنل اوڈائل نے انتظار کی یہ گھڑیاں کیسے گزاری ہوں گی یہ کچھ انہیں کا دل جانتا ہو گا۔

ہم لوگوں کو آتا دیکھا تو انہوں نے اطمینان کا سانس لیا اور شاید پہلی بار یہ بات محسوس کی کہ معزز مہمان ہی نہیں مسلمان طلبا بھی جلسہ گاہ میں موجود نہ تھے' ہم لوگ پنڈال میں داخل ہوئے تو جلسہ گاہ میں ہر طرف گاندھی کیپ ہی گاندھی کیپ نظر آ رہی تھیں خالی جگہ نہ ملی تو ہم سب ڈائس کے گرد زمین پر بیٹھ گئے' پنڈال میں عجیب تھم کی خاموشی طاری تھی' کھسر پھسر کی آواز بھی نہ تھی' کون کہہ سکتا تھا کہ یہ سکوت دراصل طوفان کا پیش خیمہ ہے' ابھی ہم لوگ ٹھیک طرح سے بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ موٹر کار کے رکنے کی آواز آئی اور چند لمحوں بعد مسٹر جناح پرنسپل کی معیت میں پنڈال کی طرف آتے دکھائی دیے' کسی نے سرگوشی کے انداز میں کہا کہ مسٹر جناح زندہ باد کے نعرے سے معزز مہمان کا استقبال کیا جائے' ابھی یہ پیغام دوسرے کونے تک پہنچ بھی نہ پایا تھا کہ مسٹر جناح پنڈال میں داخل ہو گئے اور جلسہ گاہ سے ایک نہایت پاٹ دار آواز بلند ہوئی: "مہاتما گاندھی کی" لیکن اس سے پہلے کے حاضرین کی طرف سے "جے" کہا جاتا' پنڈال "مسٹر جناح زندہ باد" کے نعروں سے گونج اٹھا۔

خوش پوش' دراز قامت جناح نہایت باوقار انداز سے ڈائس کی طرف بڑھ رہے تھے' "زندہ باد' کے فلک شگاف نعرے ختم ہوتے تو "پنڈت جواہر لال نہرو" کا آواز بلند ہوتا اور تین ہزار 'جے' ڈیڑھ سو 'زندہ باد' میں گم ہو جاتیں۔

ڈائس پر صرف دو کرسیاں تھیں' مسٹر جناح کے جلو میں آنے والے مسلم رہنما (مولانا ظفر علی خاں' مولانا شوکت علی' نواب اسمٰعیل خاں' اور میرٹھ مسلم لیگ کے عہدیدار) بھی ہمارے ساتھ ہی ڈائس کے قریب دری پر بیٹھ گئے۔

مسٹر جناح کے ڈائس پر بیٹھنے کے بعد تو گویا نعروں کا باقاعدہ مقابلہ شروع ہو گیا' زندہ باد کے نعرے جیسے ہی ختم ہوتے 'جے کارے' شروع کرنے کی کوشش کی جاتی لیکن ہر بار جے کے نعرے زندہ باد کے نعروں کی گونج میں دب کر رہ جاتے۔

نظم و ضبط کے والہ و شیدا پرنسپل کو یہ طوفان بدتمیزی ایک آنکھ نہ بھایا' غصہ کے مارے چہرہ لال بھبھوکا ہو گیا' ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس کی برسوں کی محنت پر ایکا ایکی پانی پھر گیا' چند ثانیوں کے لئے نعرہ بازی رکی تو وہ بجلی کی سی سرعت لیکن غصہ سے لرزتی ہوئی ٹانگوں کے ساتھ اٹھے اور کانپتی ہوئی آواز

میں بولے:

"آج شام کے معزز مہمان مسٹر ایم اے جناح کسی تعارف کے محتاج نہیں میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنا خطبہ ارشاد فرمائیں۔" اس پورے مظاہرے کے دوران مسٹر جناح اطمینان اور سکون کی تصویر بنے ڈائس پر بیٹھے رہے، پرنسپل نے اپنی نشست سنبھالی تو مسٹر جناح اپنی کرسی سے اٹھے اور خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ ڈائس کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے طلباء پر ایک نظر ڈالی اور زوردار آواز میں کہا:

"اگر آپ دوسرا نکتہ نظر سننے کے لیے آمادہ نہیں تو آپ کو عزت ماب منصنفوں کی صفوں سے خارج کر دیا جائے گا' میں آپ کے سامنے دوسرا نکتہ نظر پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کچھار میں شیر دھاڑ رہا ہے' ان الفاظ کا گونجنا تھا کہ جلسہ گاہ میں مکمل خاموشی چھا گئی اور مسٹر جناح ایسے منجھے ہوئے وکیل کے انداز میں جسے اپنے موقف کی صداقت کا پورا یقین ہو کہہ رہے تھے:

"ہندوستان کے مسلمان اس طرح کی اقلیت نہیں ہیں جس طرح کی اقلیتیں برطانیہ یا کینیڈا میں پائی جاتی ہیں' ہندوستان میں اکثریت' اکثریت ہی رہے گی وہ کبھی اقلیت میں تبدیل نہ ہو گی' اسی طرح اقلیت ہمیشہ اقلیت رہے گی وہ کبھی اکثریت بننے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتی۔"

تقریر کے دوران لہجہ میں موقع اور محل کے مطابق اتار چڑھاؤ آتا رہا اور استدلال مکمل کرنے کے بعد وہ ڈائس سے اترے تو ہم لوگوں نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور فضا ایک بار پھر مسٹر جناح زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی' حاضرین دم بخود تھے' گاندھی ٹوپیاں سرنگوں تھیں' شاید ایک ہی دن میں دوبارہ زک اٹھانے کا احساس دامنگیر تھا' نہ میدان چھوڑ کر بھاگنے سے کوئی فائدہ ہوا' نہ مقابلہ کرنے سے کچھ حاصل وصول' ابھی روش پر ہی تھے کہ کسی نے پیچھے سے کہا:

"مسٹر جناح! تقریر کے بعد دو آئیٹم اور تھے' مسلم ہوسٹل میں چائے اور گروپ فوٹو۔"

"چائے تو میں ابھی لیتا ہوں اور گروپ فوٹو گراف کے لیے میں کل نو بجے آ جاؤں گا۔"

اگلے روز ٹھیک صبح نو بجے مسٹر جناح مسلم ہوسٹل میں موجود تھے' گروپ فوٹو گراف کے بعد کسی نے کہا:

مسٹر جناح! ہم نے کسی تقریب کے بغیر ہی مسلم ہوسٹل کی چھت پر مسلم لیگ کا جھنڈا لہرا دیا ہے۔"

مسٹر جناح نے جواب دیا:

"پرچم بلند کرنے کے لیے تقریب ضروری نہیں' لیکن اب کہ یہ بلند ہو گیا ہے تو اس کے تلے ڈٹ جاؤ اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھو۔"

آج جب میں یہ سطور سپرد قلم کر رہا ہوں تو سوچتا ہوں کہ وہ آخری موقع تھا جب قائد نے مخالفوں کے اتنے بڑے اجتماع سے خطاب کیا کہ اس کے بعد تو انہوں نے حالات کو جس طرف چاہا موڑ دیا